متفرق تفاسیر القرآن

اس کتاب میں علامہ صاحب کی تفاسیر پر لکھی گئی تحریریں جمع کر دی گئی ہیں۔ان پر کچھ عرصہ کام کرنے کے بعد انہوں نے مساکین القرآن کے عنوان سے ایک جامع کتاب بھی تفاسیر پر تحریر کی تھی۔

ہم فی الحال ان کی یہ تمام کاوشیں بھی ایک عنوان میں جمع کر رہے ہیں۔

اس کتاب کے عنوانات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔تفسیر باطنی

۲۔تفسیر موضوعی

۳۔تفاسیر موضوعی احکام قرآن۔(اس عنوان پر ایک جامع کتاب احکام قرآنیہ شائع ہو چکی ہے)

۴۔تفسیر موضوعی یوم آخرت۔(اس موضوع پر ایک کتاب دنیا وآخرت قرآن عظیم میں ان شاءاللہ جلد ہی شائع ہونے والی ہے)

۵۔تفسیر قرآن ربوبیت والوہیت

۶۔علوم قرآن

۷،تفاسیر پر ایک جائزہ

تفاسیر باطنی وفرقی

آئینہ تفاسیر :

حاضراوراق ہمارے ہاں متداول باب تفاسیر کے بارے میں ایک سرسری جائزہ ہیں۔کیا یہ تفاسیر انسان مسلمان کے اذہان کوقرآن کریم کے معانی ومفاہیم سے نزدیک کرنے کے لئےلکھی گئی ہیں یایوں کہیں کہ یہ تفاسیر قرآن کواذہان مسلمان سے دور کرنے کے لئےلکھی گئی ہیں۔اس کی وضاحت ضروری ہے' تاکہ مبعد کومقرب مضرکونافع تصور کرکے عمرعزیز کوامرلاتحصل میں ضائع نہ کریں پوری امت کوخسارہ زیان میں نہ ڈوبائیں یہاں چند گروہ پائے جاتے ہیں بعض نے بطورصریح کہاہے' قرآن کا ظاہری معنی مرادنہیں بلکہ باطن مراد ہے دوسرا کہتا ہےفہم قرآن بغیرتفسیراہل بیت سمجھنا ناممکن ہے باطن صرف امام کے پاس ہیں۔کوئی کہتاہےفہم قرآن تفسیرسلف کے بغیرممکن نہیں ہے' یہاں یہ دیکھنا ہےقرآن فہمی کے لئےتفسیراہل بیت یاتفسیرسلف صالحین مقرب قرآن ہے یامبعد قرآن ہے یا بے ربط چیز ہے ذرا ان احادیث پرایک نظرکریں گے کہ ان احادیث نے آیات کوواضح کیاہے یا کوئی اجنبی معنی پیش کئے ہیں گرچہ راقم کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہدایہ،نحو،صدیہ سیوطی نہ سمجھنے والے تفاسیر قرآن میں قضاوت کیلئے کوداہے وہ بھی اپنے دور کے علماءنوابغ کی لکھی تفاسیر کے بارے میں اظہارنظرکریں ایسے افراد کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں ایسے اقدامات کرنے والے کواگرممکن ہوسکےتوماہرنفسیات سے علاج کرائیں یاپاگل خانے میں پہنچائیں، میں اس قسم کانتیجہ اخذ کرنے والوں کوعالم اورسائل یامتشکل ومعترض کے بارے میں تمیزنہ کرنے والے ہی کہوں گامنطق ناخواندہ کہیں گے اگرکوئی بلتی جس کوانگریزی سمجھ میں نہیں آتی ہے آپ اس سے کہیں تمہیں انگریزی تونہیں آتی ہے بلتی تمہاری سمجھ میں کہاں سے آئے گی۔ان کو یہ کہوں گا کہ سائل معترض کے لئےعلم نہیں چاہیے۔

صرف ونحودرحقیقت فہم قرآن کوناممکن بنانے کے لئے وجود میں لائی ہے چنانچہ اس وقت کے شاغف وشابقہ بقرآن جہاں کہیں کتاب سیبویہ رکھتے تھےضدقرآن رکھتے تھےان کے واضعان کی سنت وسیرت عزائم وکرداراس کامنہ بولتا ثبوت ہے غیرعرب کوعربی سیکھانے کے لئے وجود میں لائی ہے یہ خودان کادعویٰ ہے کہ ہرکس وناکس کیلئے نہیں یہ ہرآئے دن مشکل بناتے گئےجبکہ دنیامیں علوم کوآسان سےآسان بنایاجاتاہے چنانچہ فی زمانہ مدارس میں کم سے کم چھ سات سال لگتے ہیں لہٰذانحوکافہم قرآن سے ربط ہی نہیں ہے جب کہ قرآن عام لوگوں کیلئے آسان بناکربھیجا گیاہے چنانچہ سورہ قمرمیں تکرارسےآیاہے۔اس علم کے مبتکرین مذاہب فاسدہ سے وابستہ تھےان میں اکثروبیشترشعوبی تھے۔

یہ محدودافراد کی سمجھ میں آتی ہے جن کی سمجھ میں آتی ہے یاجنہوں نے اس علم کی ابتکارکی ہے وہ عربی کوعام لوگوں کیلئے آسان بنانے کیلئے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ اس کوایک متاع بازارسلاطین نشین کیلئے بناتے تھےوہ یہ علم حاصل کرنے

کے بعد فوراً دربار سلاطین میں آکر پہلے اپنی اور اپنے شاگردوں اور حلقہ احباب کے لئے جگہ بناتے تھے پھر اپنے حریف بصریوں کے لئے داخلہ بند کرتے تھے چنانچہ اس علم کا نابغہ کسائی پہلے دربار ہارون رشید میں پہنچا تا کہ معلم شہزادہ بن جائے بدقسمتی سے سیبویہ بعد میں پہنچا اس نے اپنی کتاب پر فخر وناز کرتے ہوئے ھل من مبارز کہا یحیٰی بن برمکی نے انہیں منع کیا ایسا مت کرو لیکن وہ نہیں مانا آخر میں کسائی کے شاگردوں نے یکا یک سوالات کی بوچھاڑ کر کے سیبویہ کو پہلے تھکایا بعد میں کسائی نے آ کے سیبویہ سے کہا یا بصری تمہاری ایسی کی تیسی تم کیا جانو۔نحو کیا ہے؟ یہ علم دربار سلاطین میں ایک متاع گران قیمت میں فروخت ہوا چنانچہ کسی نحوی سے سوال ہوا تم لوگوں نے اس کو کیوں اتنا مشکل بنا کر پیش کیا تو وہ کہنے لگا اگر آسان بناؤں تو ہمیں کون پوچھے گا۔

اس علم کا قرآن کے فہم سے کوئی رشتہ نہیں تھا اس کی دو نا قابل انکار حقیقتیں ہیں ایک نحوی قرآن توڑ ضد قرآن کے طور پر وجود میں آئے۔اس کا پہلا ثبوت یہ کہ جس قرآن نے شعر کو محکوم مردود گمراہ کن قرار دیا تھا سیبویہ نے قوائد نحوی کے اثبات کیلئے تین ہزار اشعار جاہلیت ومولدین سے استناد کیا لیکن قرآن سے بمشکل پچاس سے کچھ زیادہ آیت سے استدلال نہیں کیا سنت نبی سے بھی گریز کیا دوسرا ثبوت مدارس وحوزات اس کے ضد قرآن متعارف ہونے کے بعد اس کو کسی صورت میں نصاب میں رکھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوئے کہا کہ طلباء کو قرائت سکھائیں گے لیکن معنی نہیں سکھائیں گے۔اگر کوئی منصف عاقل اس بارے میں انصاف سے قضاوت کرے تو مجموعی طور تمام تفاسیر بطور مستقیم یا غیر مستقیم مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے لکھی گئی ہیں حاضر کتاب اس مدعی کو ثابت کرنے کیلئے ایک قسم کا معرض ہوگا۔

تفاسیر باطنی یا قرآن توڑ مساعی:۔

تفاسیر باطنی کے بارے میں مفسرین اہل سنت والجماعت وشیعہ نے لکھا ہے باطنیہ کلی طور پر ظاہر آیات کو نہیں مانتے ہیں وہ کہتے ہیں ظاہر قرآن مراد نہیں بلکہ باطن قرآن مراد ہے ظاہر قرآن سے روگردانی کرانے کے بعد باطنی معانی کے نام سے اپنی الحادیات کی تلقین کرتے تھے چنانچہ اس کے کچھ نمونے آگے بیان کریں گے، اور دیکھیں گے تمام اصول ایمانیات فرعیات اخلاقیات کو کلمہ امام میں مدغم کیا ہے لیکن جو تفاسیر سنی اور شیعوں نے قرآن کے بارے میں لکھی ہیں ان تفاسیر کے مقدمہ پر جو شرائط مفسر وتفسیر کے بارے میں ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ تفاسیر بھی کم وبیش باطنیہ کے عزائم کی تکمیل وتتمیم کے لئے لکھی گئی ہیں۔

ہمارے پاس موجود تفاسیر وتراجم زیادہ تر فرقہ باطنیہ کے منہج کی طرف برگشت کرتے ہیں وضاحت کرنے سے پہلے خود ان کا تعارف، تاریخ، تاسیس نیز ان کے عزائم ومنویات حرکات اور واردات کو بیان کرنا ضروری ہے باطنیہ کے بارے

میں ہم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے مزید کتاب دراسات فرق و مذاھب میں لکھا ہے۔

تفسیر مفسرین ذھبی جلد۲ص ۲۵۶ پر لکھا ہے اس فرقے کی بنیاد مامون رشید کے دور میں عراق کے زندان میں وجود میں آئی جہاں اس زندان میں عبداللہ بن میمون قداح فرزند میمون دیصان محمد بن حسین معروف بہ زندان اور ایک جماعت جنھیں چار بچے کے نام سے متعارف کرتے تھے۔اس مذہب کی فکری بنیاد ابی الخطاب اسدی، جابر جعفی، منذر بن جارود، میمون دیصان، وغیرہ نے دوسری صدی کے پہلے پچاس سال میں اسلام دشمنی کی بنیاد پر ڈالی تھی مسلمانوں کے اندر رہ کر اہل البیت کے نام سے ہر سو اور ہر طرف سے اسلام کا انہدام ان کا منشور اولین رہا ہے اس فرقے نے اپنا منشور بنانے میں تجربات ماسونیہ سے استفادہ کیا ہے جہاں یہودی، غیر یہودی کو یہودی بنانے سے قاصر آیا تو اس نے غیر یہودی کو لادین بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

باطنیہ فرقوں میں سے ایک نہیں فرقوں کا خالق ہے:۔

بد قسمتی سے بعض کو یہ اشتباہ ہے یہ فرقہ ہے عام مسلمانوں سے مختلف ہونے کی وجہ سے مردود ہے جبکہ بعض دیگر کو اچھی طرح سے معلوم ہے یہ فرقوں کا خالق ہے اس بارے میں باطنیہ کے بنیادی عقائد اور دیگر فرقوں کے عقائد و سرگرمیاں دیکھنے ہونگے کہ ان سے مختلف ہے یا ان کی عقائد و نظریات دیگر فرقوں میں مختلف انداز میں پائے جاتے ہیں مسلمانوں میں گرچہ تر ہتر فرقے بتاتے ہیں لیکن سب کو ان دو فرقوں کے چھتری میں تقسیم کئے ہوئے ہیں شیعہ اور سنی دونوں میں مصادر عقائد و شریعت قرآن اور سنت رسول کو گردانا جاتا ہے لیکن عملی میدان میں دونوں قرآن اور سنت سے گریزاں اپنی خود ساختہ حجتوں کی سنت پر قائم ہیں اور اسی کے مروج ہیں شیعہ بطور صریح کہتے ہیں ہم قرآن اور سنت دونوں اہل بیت سے لیتے ہیں اس سے واضح ہو جاتا ہے وہ قرآن اور سنت دونوں کو اصلی صورت میں نہیں لینا چاہتے اس میں تبدیلی کر کے لینے کیلئے اہل بیت کو انتخاب کیا ہے حضرت محمد کی ختم نبوت کو اڑانے کیلئے نیز ہر دور میں' امام معصوم کا ہونا ضروری گردانتے ہیں اس طرح سے انہوں نے عقیدہ ختم نبوت کو اڑایا ہے امام کا ہونا رجعت تقیہ انتظار مہدی عام مسلمانوں سے نفرت کے حوالے سے باطنیہ کا دوسرا نسخہ نظر آتا ہے لیکن اہل سنت پر باطنیہ کا کتنا سایہ ہے ان کی کتابوں میں باطنیوں کے خلاف سخت تند و تیز لہجہ پایا جاتا ہے لیکن میدان عمل میں کسی قسم کی مزاحمت نظر نہیں آتی ہے حالانکہ قادیانی کے خلاف وقتاً فوقتاً مزاحمت کا اعلان کرتے رہتے ہیں جو کہ باطنیہ کے شکم سے نکلی ہے خود باطنیہ کا نام ہی نہیں لیتے ہیں ۔لیکن باطنیوں کے منشور کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پیش پیش ہیں شیعہ اور سنیوں میں انتہائی شدت سے اختلاف دکھایا جاتا ہے تا کہ کبھی افہام و تفہیم سے اتحاد قائم نہ ہو سکے لیکن عام نکات اختلاف دوسری صورت میں ان کے اندر پائے

جاتے ہیں مثلاً جیسی عقیدہ امام مہدی، متعہ، نزول عیسیٰ دجال، مردہ پرستی، جعل مزارات، حلول اللہ، جعل احادیث، قرآن کو حجت سے گرانے میں غیر اعلانیہ اتحاد قائم ہے تا کہ اسلام کے لئے اتحاد قائم نہ ہو سکے۔

انتہائی باریک اختلاف پایا جاتا ہے جس کے ذریعے احیاء اسلام کے لئے اتحاد کو ناممکن رکھا ہے اختلافات کے لئے بہت مواقع رکھے ہیں جو عقائد احکام شیعوں میں رائج ہیں وہ دوسری صورت میں اہل سنت میں موجود ہیں اگر کوئی شیعہ اپنے عقائد سے اختلاف کرے تو فوراً کہتا ہے سنی بھی مانتے ہیں شیعہ ان عقائد و اعمال فاسدہ کا حوالہ سنی کتابوں سے دے کر انجام دیتا ہے ان کے تمام عقائد فاسدہ کے مصادر سنیوں کی لکھی ہوئی کتابوں میں ہیں۔ جب ان کو مشکل پیش آتی ہے تو کہتے ہیں سنیوں کی کتابوں میں ہے لہٰذا ماننا پڑے گا۔ بہت سخت ٹیکنیک کھیل رہا ہے۔

سنی قرآن کو نام کی حد تک اٹھائے ہوئے ہیں مدرسہ القرآن نظر آئیں گے لیکن حدیث شریف کو ہی زیادہ اٹھاتے ہیں تمام بدعات ڈنڈے سے رواج دے رہے ہیں میلاد کی مراسم میں نعت کے نام سے کفریات الحادیات آسانی سے پھیلاتے ہیں مشرکین کے بتوں کی جگہ مزارات بنائے ہیں چنانچہ باطنیہ کے ترجمان عبداللہ بن حسن قیروانی نے سلیمان بن حسن جنانی کو ایک لمبا خط لکھا کہ تشکیک تورات وانجیل نیز شرائع سابقہ کو کلی طور پر مشکوک بنائیں اور یہ ثابت کریں کہ انسان و بشر وہ نہیں جو آدم ابوالبشر سے پھیلا ہے بشر پہلے سے موجود تھے عبیداللہ بن حسن قیروانی کے اس بیان سے ان کے ادیان سابقہ خاص کر اسلام کے ساتھ عداوت واضح ہو جاتی ہے یہاں سے انھوں نے قرآن کو کنارے پے لگانے مشکوک اور معطل کرنے کے لئے سرتوڑ مہم چلائی ہوئی ہے۔

باطنیہ کے مغز متفکران نے قرآن کو عمق و گہرائی سے سمجھا ہے یعنی روئے زمین میں کوئی چیز ہماری بنیادوں کو مسمار نہیں کر سکتی سوائے آسمانی کتب خاص کر مسلمانوں کی کتاب قرآن کے۔ چنانچہ ان سے پہلے قرآن کو پہچان کر قرآن سے دو بدو جنگ مشرکین نے کی تھی مشرکین نے کہا تھا محمدؐ بغیر قرآن قبول ہے لیکن قرآن کسی صورت میں قبول نہیں لہٰذا انھوں نے محمدؐ کو مہنگی ترین پیش کش کی، آپ کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہیں صرف قرآن نہیں انھوں نے کہا یہ سحر ہے یہ جادو ہے یہ اللہ کی طرف نسبت دینا جھوٹ ہے اللہ نے نہیں کہا ہے اگر اللہ کی طرف سے ہوتا تو آپ پر نہیں بھیجتے بلکہ مکہ اور طائف کے دو عظیموں پر نازل کرتے آپ پر بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا نہیں ہے۔

انھوں نے اچھی طرح سے سمجھ لیا کہ قرآن اللہ ہی کا ہے عرب قرآن کو کیوں نہ سمجھیں یہ انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے جس طرح محمدؐ کو سمجھنے کیلئے سب سے زیادہ سزاوار یہود تھے انھوں نے محمدؐ کو اچھی طرح سے سمجھا اسی سمجھ کی بنیاد پر محمدؐ سے مزاحمت مقاومت کی، وہی لوگ سمجھنے کے مستحق تھے اس کی طرف آیت کریمہ آئی ﴿الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ

یَعۡرِفُونَهُ كَمَا يَعۡرِفُونَ أَبۡنَاءَهُمۡ ﴾ بقرہ ۱۴۶ اپنے بچوں جیسا جانتے اگر مشرکین کی سمجھ میں نہ آتا تو کسی اور کی سمجھ میں بھی نہیں آتا قرآن عربی زبان میں تھا اور قریش عربی زبان کے اعلیٰ پائے کی فصاحت و بلاغت پر فائز تھے لیکن قرآن کی شناخت تسلیم کے لئے نہیں دشمنی کی بنیاد پر تھی اس طرح عصر معاصر میں مستشرقین نے قرآن کو سمجھا چنانچہ برطانیہ نے اوج اقتدار امپراطورہ کے دوران ان کے وزیر اعظم نے ایوان نمائندگان سے خطاب میں کہا جب تک مسلمانوں میں یہ قرآن ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں قرآن کو سمجھنے کے لئے خاص مغز متفکر کو انتخاب کیا قرآن کو سمجھنے کے بعد دوبدو جنگ کی قرآن کو مسلمانوں سے چھینا چنانچہ ان سے پہلے یہودیوں اور ان کے گماشتہ باطنیوں نے قرآن کو سمجھا تو انہوں نے قرآن کا کتبہ لگا کر اندر سے ضد قرآن پر تربیت دینی شروع کی۔انسان کے لئے ضروری ہے دشمن کے ساتھ دوست کی بھی شناخت کرے۔

بے چارے مشرکین منتشر پراگندہ ہونے کی وجہ سے یا کسی مسئلہ پر اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے قرآن سے مزاحمت مقابلہ کرنے کے حیلے طریقے ان کو نہیں آتے تھے لہٰذا انھیں شناخت قرآن کا فائدہ نہیں ہوا لہٰذا مشرکین کو قرآن کے مقابلہ میں ہزیمت اٹھانا پڑی لیکن باطنیہ نے اہل بیت کے نام سے دوبدو مقابلے کے بجائے اندر سے مزاحمت کرنے کی سوچ یہودی ماسونیہ سے اخذ کی۔ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں قرآن کا دقت و باریکی سے جائزہ لیا پھر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس سے دوبدو لڑنے کے لئے ذرائع کا بھی جائزہ لینے کے لئے انھوں نے تجربات یہودی پروٹوکولات تلموت ماسونیہ سے حاصل کیئے دو طریقے سے مزاحمت آئی۔یہودیوں نے دین نصاریٰ کو روکنے اور کچلنے کے لئے سلاطین رومی کے اندر نفوذ کیا۔سلاطین روم کے ذریعے انھوں نے مسیحیوں کو تتر بتر کیا اور حضرت عیسیٰ کو دار پر کھینچا۔

۲۔دوسرا طریقہ دوستی ہے رجعت مسیح اور مسیح کو اللہ کا بیٹا بنایا اس طرح سے نصاریٰ کو خالص مشرک بنایا باطنیہ نے دیکھا اسلام کی روح قرآن ہے،قرآن کے ہوتے ہوئے ہر قسم کی کاوش ضائع بے فائدہ ہے نیز مسلمان قرآن کے خلاف ذرا سی بھی آنکھ مچولی برداشت نہیں کریں گے یہاں سے انہوں نے تمام تر توجہ قرآن پر لگائی کلی طور پر یہودی سیرت پر عمل کر کے سنت رسول کو قرآن پر مسلط کیا قرآن کو پیچھے کرنے کے لئے شعوبیوں کو آگے لایا۔نحو سازوں کو آگے لایا ان کی زبان سے قرائت قرآن کا شعبہ کھولا کلمات قرآن کو مسخ کرنے کے لئے نحویین کو لایا بچے کچے ضمیر فروشوں دین فروشوں شکم پرست مولویوں کے لئے تخریب دین کیلئے بجٹ بنایا اور کسی بھی دروازے سے قرآن کو اٹھانے کا راستہ بھی بند کیا اور قرآن کے نام سے قرآن کے خلاف لکھنے والوں کو مفسرین قرآن کا اعزاز دیا۔کراچی میں محفل خراساں کے امام حسن رضوی نے قرآن سے توجہ ہٹانے کیلئے اردو قرآن بنایا تا کہ سیکولر قرآن کو رد کرنے کیلئے اردو قرآن استعمال کریں۔

یہاں سے اہل فکرو دانش عقل وخرد والے کہتے ہیں ایک طریقہ شناخت تعریف کی ضد ہے ایک طریقہ شناخت یہ ہے کہ آپ کے بارے میں آپ کے دشمن کیا کہتا ہے لیکن یہ جاننا ضروری ہے کہ دشمن کی دو زبانیں ہوتی ہیں۔

ا۔ ایک زبان مدح ہوتی ہے، تا کہ اسلام وقرآن سے شغف رکھنے والوں کو اندھیرے میں رکھیں اور شکم پرست مولویوں کی شکم پری کا بندوبست کریں۔ان سے قرب حاصل کریں فوائد حاصل کریں۔ وہ ان کے خاص الخاص ہوتے ہیں مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنوں کو اٹھاتے ہیں چنانچہ عبداللہ مقفع ایسا تھا۔

۲۔ خود کو عرب دوست پیش کرتے تھے دوسروں کو عرب دشمن اس طرح سے بعض نے قرآن کی تعظیم کے ذریعے قرآن توڑ مہم پہ لگایا ہے اس طرح ایک میدان عمل میں اتر کر قرآن کو کنارے پر لگانے پر تلے ہوئے ہیں ایک قرآن کی تحریف پر تلے ہوئے ہیں ایک قرآن حفظی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں۔ دوسرا قرآن کو روکنے کیلئے طرح طرح کی نفاقی تعبیرات تعریف وتجلیل قرآن کے ذریعے قرآن سے دور رکھنے کرنے کی تدابیر بروئے کار لائیں کہ قرآن ہر کس و ناکس کے لیے نہیں، کبھی لمبی شرائط رکھیں تا کہ قرآن سمجھی کی سوچ ہی ختم کریں اس لئے انہوں نے دو حلقے بنائے۔

ا۔اصولین کہتے ہیں ظاہری قرآن سمجھنے کی کتاب ہے ظاہری قرآن حجت ہے قرآن کو پڑھنا چاہے درس قرآن ہونا چاہیے درسگاہ کھولنا چاہیے لیکن دروس کے دورانیہ میں قرآن کو حجت سے گرانے تشکیک پھیلانے کی سرتوڑ کوشش کریں گے شرائط ایسی بتائیں گے کہ سمجھنا ہی ناممکن ہے ایک زمانے میں جس وقت برطانیہ کی امپراطوری چلتی تھی ان کے عزائم ابلیسی سے واقف لوگ یا ان کے تملق گران کہتے تھے سمندر میں اگر دو مچھلیاں لڑ پڑیں تو سمجھ لیں اس لڑائی میں برطانیہ کا کردار ہے اس وقت اس ملک میں چاہے بدنام زمانہ دہشت گرد ہو یا مساجد و مدارس سازی ہو یا جماعت سازی ہو ان میں باطنیہ کا کردار ہونا قطعی ہے۔

واردات باطنیہ:

ملک میں جاری فتنہ وفساد قتل وکشتار کا سہرہ باطنیہ اوران کی متبینات کو جاتا ہے اس طرح فاسد رسومات مذہبی وعلاقائی جو دین کو کھوکھلا کرتی ہیں ان کی بازگشت ان کو جاتی ہے ’’الا ان اعدی العدو واشعل واسعر ناوالفتنۃ ھی الباطنیہ و بناتہا‘‘ یہی جس پر پردہ رہنے کو جاتی ہے باطنیہ پروردہ ماسونیہ یہودیہ ہے لہذا ان کی واردات ماسونیہ یہودیہ سے مختلف نہیں ہے طریقہ واردات باطنیہ ان عناوین کے گرد گردش کرتا ہے:

ا۔ضرب دین بہ دین ضرب قرآن بہ قرآن

۲۔ضرب مسلمین بہ مسلمین

۳۔ضرب امام و ماموین

۴۔ضرب ماموین بہ امام

۵۔ضرب مسلمین بہ کافرین

ضرب دین بہ دین کچھ اس طرح سے ہے کہ فرقہ پر فرقہ بنایا ہر ایک کو دوسرے کی ضد بنا کر ملاعنہ شروع کیا کبھی سب ناجی صرف ایک جہنمی قرار دیا' یہ اس بات کی دلیل ہے فرقہ بنانا اپنی جگہ ان کی نظر میں مستحسن ہے کبھی ضرب قرآن بہ حدیث کبھی صرف حدیث کہا ہے اللہ نے خود نبی سے بار ہا کھلوایا ہے ہم علم غیب نہیں جانتے ہیں لیکن احادیث غیب گوئی کی بھرمار کی ہے:

۱۔میری امت میں سے فلاں فلاں جنت میں جائے گا تفصیل رشدو رشادات میں دیکھیں۔

۲۔میری امت کے تر ہتر فرقے ہونگے۔ ہر فرقے کا نام لے کر لعنت بھیجتے ہیں۔

باطنیہ کو باطنیہ اس لئے کہا ہے کہ انھوں نے ہر ظاہر کے لئے ایک باطن ہر تنزیل کے لئے تاویل کا دعویٰ کیا ہے ظاہر سے صرف نظر کر کے بے معنی بے فائدہ نا قابل فہم باطن کو مرام ومقصود قرار دینے کا مطلب ہی آیات کو حجت سے گرا کے اپنی طرف سے صادر معانی ٹھونسنا اپنی جگہ استبدادی استحصالی عزائم ومنویات پر عمل در آمد ہے۔

ان کے کیے گئے معنی باطنی کے درست ہونے کی حشیش برابر بھی دلیل نہیں وہ خود مدعی ہیں اور وہ خود گواہ ہیں اور خود قاضی ہیں جس طرح فاطمی حکومت قائم ہونے سے پہلے عبداللہ میمون خود لوگوں کو امام کی طرف دعوت دینے والے تھے بعد میں خود امام بنے یہ فرقہ ایک شخص کا بنایا ہوا نہیں ہے بلکہ یہود و صلیب مجوسیوں کی مشترکہ کمپنی کی ساخت ہے جس طرح اخوان صفا نے اعلان کیا کہ دین کو ان کے نظر میں دین کو فلسفہ سے شستشو کرنا ہے دین شستشو کر کے کفرو شرک کو بحال کرنا ہے اس کے لئے انھوں نے مختلف متعدد منصوبہ بندیاں کی ہیں ان میں ایک تفسیر قرآن ہے۔

تفسیر قرآن کے نام سے قرآن کو معاشرے سے ہٹانا ہے اس عزم ناپاک کے لئے انہوں نے تفسیر سے قرآن اور فہم قرآن کے لئے لمبی فہرست مقدمات کو پیش کیا ہے۔

باطنیہ اسماعیلیوں کا ایک نام ہے جہاں انہوں نے چہرہ اسماعیلیہ مسخ ہونے کے بعد تمام سرگرمیاں پوشیدہ انجام دینے کا فیصلہ کیا نیز ظواہر قرآن وسنت کی جگہ ان کے باطنی معنی کو اختراع کیا اس فیصلہ کے بعد انہوں نے ماسونیہ یہودی کی پیش رفتہ شکل کو اپنایا یہاں سے اپنے تعارف میں کہا کہ وہ ظاہر کے نہیں باطن اشیاء کے قائل ہیں ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے جو نظروں میں آتا ہے ایک باطن ہوتا ہے جو خاص الخاص کے نظروں میں آتا ہے مثلاً کلمات حروف سے مرکب

ہیں کلمات سے کلام بن جاتا ہے کلام اپنی جگہ ایک قسم کی حکایت خبر ہوتا ہے' کلام کے معنی ہیں افادہ سامع یعنی سامع کو فائدہ پہنچے ان کا ظاہر معنی کو ملغی کر کے باطن کا معنی لینے کی کوئی منطق نہیں بنتی ہے۔

۲۔باہر موجود اثرات اس باطن پر دلالت کرتے ہیں جیسے اللہ سبحانہ کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے باطن ہی ہوتا ہے لیکن کائنات کی ہر چیز اس پر دلالت کرتی ہے کلام میں بھی ظاہری معنی مراد ہوتا ہے اس سے معنی باطن بھی لے سکتا ہے جس پر یہ کلام دلالت کرتا ہے لیکن باطنیہ جو معنی بتاتے ہیں وہ ظاہر کلام سے بالکل غیر مربوط ہوتا ہیں لہٰذا یہ معنی اس ظاہر سے اخذ کیے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

ظاہر سے منہ موڑ کر نظریں ہٹا کر باطن نا معلوم باطن مجھول باطن نا قابل فہم کی طرف دعوت دینے والے انسان کا حقیقت سے روگردانی کرنا فسطائیزم ہی ہوگا لغت افہام و تفہیم کے لئے وضع ہوا ہے لغوی معنی کی طرف سے صرف نظر کر کے یہ کہیں جو ہم کہتے ہے اسی کو لے لیں اس کا نام استبداد ہے یعنی جو میں کہتا ہوں اس کو مان لیں یہ ہمیشہ فاقد دلائل والوں کی منطق ہوتی ہے یہاں سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تمام فرقے اس باطنیہ کی شاخ اوران کے ریزہ خوار اوران کے لشکر ابرہہ ہیں فرقے والے کہتے ہیں ہر چیز کی دلیل نہیں ہوتی ہے دلائل کی جگہ ہماری باتیں سنیں بلکہ دلائل کو چھوڑیں ہماری باتیں سنیں۔

نحوست باطنیہ

کتاب تفسیر المفسر ون زھبی جلد۲ص۱۲۴ پر آیا ہے باطنیہ نے ہر ملک ہر علاقے میں نئے نام سے اپنا تعارف پیش کیا ہے برصغیر میں انھوں نے اپنا تعارف اسماعیلیہ بوھرہ آغا خانی سے کیا ہے بلاد کردوشام میں علویہ سے کیا ہے ایران میں علی الہی سے کیا ہے ترکیہ میں اشتیہ سے کیا ہے ایران میں بابیہ سے فلسطین میں بھابیہ سے کیا ہے پاکستان میں قادیانیہ سے ہر ایک کا مرکزی ہدف اسلام سے جنگ ہے وسائل وذرائع ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

تفاسیر باطنیہ:۔

قرآن کریم کے الفاظ کلمات آیات کے ظاہری معانی کے علاوہ باطنی معانی بھی ہوتے ہیں' جیسا کہ سورہ کہف میں آیا ہے عبدالصالح نے جو اعمال غیر عادی انجام دیئے تھے ان اعمال کے اسباب وعلل جو بعد میں بیان کئے اس کے بارے میں کہا ہے یہ ان اعمال کی تاویل ہے۔

ظاہر اس باطن کی دلیل راہنما ہوتی ہے چنانچہ قرآن میں عالم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: قرآن کی ان آیات میں عالم

غیب وشہادت آیا ہے عالم شہادت سے ہی عالم غیب کا پتہ چلتا ہے عالم شہادت آئینہ عالم غیب ہے اگر ظاہر کا یکسرہ انکار کریں تو انکار وجود باری تعالیٰ بھی ہو گا۔

۱۔عالم ظاہری

۲۔عالم باطنی

ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے لیکن وہ باطن ظاہر سے بالکل الٹ نہیں ہوتا ہے وہ باطن ظاہر سے مربوط ہوتا ہے۔

بواطن سے مراد وہ جو حواس خمسہ میں نہیں آتا ہے باطنی اعتباری یعنی کسی اعتبار کنندہ کی طرف سے باطن ہے کسی اور کے حوالے سے ظاہر ہے یا باطن حقیقی باطن واقعی جو کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے منقلب نہیں ہوتا ہے وہ ذات اللہ تبارک وتعالیٰ ہے لیکن دنیا کا ہر ظاہر اس کے باطن کی دلیل ہے اگر سوچنے والے انسان نہ ہوتے اگر یہ کائنات اپنے وجود میں متغیر نہ ہوتی یہ آثار فنا نہ ہوتے تو وجود الہ پر کوئی دلیل نہیں ہوتی کائنات کا ہر وجود وجود اللہ پر دلیل ہے لیکن جو تفسیر باطنیہ پیش کرتے ہیں وہ الفاظ وکلمات آیات سے نہیں نکلتی ہے وہ آیات سے بالکل غیر مربوط ہے اس تفسیر کے ہونے کے بارے میں کسی قسم کے شواہد قرائن دلائل نہیں ہیں۔

باطنیہ نے تنہا اپنی تفاسیر پیش کرنے پر اکتفاء نہیں کیا ہے تاکہ اس کو یکے از اقسام تفاسیر تصور کیا جائے بلکہ انہوں اتنی منصوبہ بندیاں کیں تاکہ قرآن فہمی کے تمام راستے مسلمانوں کے لئے بند ہو جائیں جس کی مثال آپ کے ملک میں جاری عالمی کھلاڑیوں کے کھیل کی خاطر شہریوں کے نقل وانتقال کے تمام راستے روکتے ہیں قرآن کی طرف متوجہ ہونے کے تمام متصورہ ذرائع کو انہوں نے رکاوٹیں کھڑی کر کے روکا ہے سکول، مدارس، دینی جامعات میں قرآن کے درس کسی صورت میں نہ ہونے دیں۔

۲۔فہم قرآن لغت عرب پر متوقف ہے اس کو تفسیر سلف تفسیر اہل بیت کے ذریعے روکیں۔

۳۔سنت رسول کو سنت اہل بیت وسنت صحابہ کے ذریعہ روکیں۔

۴۔آیات کے بارے میں غور وخوض کو تفسیر بالرائے کے نام سے روکیں۔

دعویٰ کنندہ وہی دعویٰ کرنے والا اور وہی مدعی ہے اور وہی گواہ ہے۔تفاسیر باطن جو فرقہ اسماعیلیہ پیش کرتے ہیں اس کے علاوہ دیگر مذاہب مسلمین نے بھی آیات کی تفسیر باطنی کی ہے جن میں سر فہرست تفاسیر صوفی ہے ان کے بعد تفاسیر شیعہ ہے چنانچہ تفسیر برہان بھری ہوئی ہے اس تفسیر کے مولف نے آیت کے علاوہ تمام کلمات کی الٹی تفسیر پیش کی ہے آئمہ کو افضل از انبیاء قرار دینے والا یہ ہے کہ قرآن کے کلمات وجملات سے غیر مربوط ہے۔

کتاب تفسیر والمفسر ون تالیف محمد حسین ذھبی ج ۳ص ۲۸۸ پہ لکھتے ہیں بھائیوں کے باب نے سورہ یوسف کے بارے میں لکھا ہے گرچہ باب نے خود کتاب لائی ہے جس طرح غلام احمد نے از خود قرآن پیش کیا ہے وہ ابتداء میں اثناعشری تھا اپنے مذموم عزائم کو اٹھانے کیلئے پہلے اپنے آپ کو ناب مہدی موعود متعارف کیا اپنے مدعیٰ کو پیش کرنے کے لئے سورہ یوسف کی آیت ۴ جہاں حضرت یوسف نے حضرت یعقوب سے کہا بابا میں نے گیارہ ستاروں کو اپنے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے جس میں وہ کہتا ہے یعقوب سے مراد نفس رسول ہے یوسف سے ثمرۃ بتول ہے حسین بن علی ہے انھوں نے اپنے باپ علی سے کہا میں نے گیارہ ستاروں کو جھکتے ہوئے دیکھا ہے شمس سے مراد زہرا ہے قمر سے مراد محمد ہے اور نجوم سے مراد آئمہ ہیں۔تو یعقوب نے کہا کہ یہ رویت اپنے بھائیوں سے نہ کہو، بہائی نے کہا ہے کہ جو کچھ قرآن میں آیا ہے صلوۃ، زکاۃ، صیام حج کعبہ بلد الحرام ان سے یہ معانی مراد نہیں ہیں اس سے مراد آئمہ ہیں چنانچہ امام صادق سے منسوب کر کے لکھتے ہیں 'انتم الصراط' قرآن میں جو صراط کا ذکر ہوا ہے اس سے مراد آپ ہیں امام نے فرمایا نحن صراط قرآن میں جو صراط ہے وہ ہم ہیں زکاۃ ہم ہیں صیام ہم ہیں ہم ہیں حج ہم ہیں بلد الحرام ہم ہیں کعبہ الحرام وجہ اللہ ہم ہیں جنت ونار قرآن میں جو آئے ہیں وہ جنت ونار حقیقی نہیں ہے رمزی ہے۔

تفسیر صافی تالیف فیض کاشانی ج ۱ مقدمہ سوئم میں لکھتے ہیں امیر المومنین نے کہا ہے کہ قرآن تین حصوں میں تقسیم ہیں ایک حصہ ہم اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے ایک سنن وامثال اور ایک حصہ احکام کے بارے میں نازل ہوا ہے ہر ایک کا ایک معنی ظاہر ہوتا ہے اور ایک معنی باطن اور ہر ایک باطن کے لئے سات بطون ہیں۔تفسیر صافی ج ۱ص ۸۵ پر اھدنا الصراط المستقیم کے بارے میں امام صادق سے نقل کرتے ہیں صراط دو ہیں ایک دنیا میں ہے ایک آخرت میں ہے دنیا میں صراط سے مراد امام مفترض طاعۃ ہے جو دنیا میں اپنے وقت کے امام کو نہیں پہچانیں گے اُن کی پیروی نہیں کریں گے وہ آخرت کے صراط سے نہیں گزر سکیں گے۔

دوسری روایت میں ہے صراط سے مراد امیر المومنین ہیں تیسری روایت میں آیا ہے نحن صراط مستقیم تفسیر صافی ج ۱ ص ۹۱ میں حروف مقطعات کے بارے میں صاحب تفسیر لکھتے ہیں اسرار غریبہ حروف مقطعات میں سے یہ ہے کہ ترکیب کرتے وقت مکرر حرف کو حذف کرنے کے بعد یہ جملہ بنتا ہے علی صراط حق یعنی علی حق ہے ہم اس کی تاسیس کرتے ہیں کتاب سے مراد کتاب علی ہے جو لاریب فیہ ہے تفسیر صافی اس جیسی تفاسیر سے پر ہے یا یوں کہیں کہ یہ باطنیوں کی تفسیر ہے۔

یک از تفاسیر باطنی تفاسیر صوفی ہے کتاب تفسیر ومفسرون ذھبی اور تفسیر ومفسرون میں ہادی معرفت نے لکھا ہے صوفیوں کی

تفسیر بھی باطن کی بنیاد پر کی گئی ہے ان کی تفاسیر میں ظواہر آیات سے غریبہ تفسیر چنانچہ سورہ بقرہ ۱۸۸ الا تکلو اموالکم کا تفسیر لا تکلو امعار ضکم کیا ہے آیت الی اول بیت وضع لناس میں بیت سے مراد قلب ہے اذا قمتم الی الصلوۃ اذا انقشتم نوم الفظلہ کہا ہے۔ان کی تفاسیر بھی ظاہر باطن سے ممزوج ہے قرآن سے باہر ہے ان کے بھی تفاسیر انواع واقسام ہیں صوفی شیعی یا اسماعیلی کی تفاسیر اپنی تمام تر اختلافات تشططات منتشرات کے باوجود سب کی بازگشت قرآن سے دوری ہے قرآن سے روکنا ہے ہدایت کے دروازے کو بند کر کے ضلالت کے دروازے کو کھولنا ہے۔

صوفی دو گروہوں پر مشتمل ہے ایک گروہ فلسفی ہے یہ اتباع فلسفہ یونانی ہے فلسفہ یونانی کی طرف آیات کو موڑا ہے۔

۲۔ دوسرا صوفی عملی ہے ریاضت قناعت کشکول نماز بے معنی اور بے جا سے آیات قرآن کی غیر مربوط تفاسیر پیش کی ہے پہلے مرحلے کے مفسر محی الدین عربی ہیں ان کے نام سے ایک تفسیر ابن عربی ہے بعض اس تفسیر کو ان سے نفی کرتے ہیں علی ای حال ان کی ہو یا ان سے منسوب ہو تفسیر تفسیر صوفی ہے آیات کو فلسفہ یونان سے جوڑ کے کرتے ہیں سورہ مریم کی آیت ۵۷ میں ادریس کے بارے میں رفعنا مکانا علیا سے مراد سورج کو لیا ہے جس کے نیچے سات افلاک اوپر سات افلاک ہیں اور خود سورج پندرواں فلک ہے مرج البحرین کی تفسیر میں ھیولائے جسمانی اور عبر روح کو جوڑا ہے وہ نظریہ وحدت کے داعی تھے وہ اللہ کے علاوہ سب کو باطل کہتے تھے کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی بھی وجود کے قائل نہیں تھے اور خود اللہ اور اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے کہ اللہ خود ہے یا خود اللہ اس کے بارے میں شک کرتے تھے۔

وحدت وجود کے خطاب میں ابی یزید بسطامی حسین حلاج شبلی وغیرہ آتے ہیں کتاب تفسیر والمفسر ون ج ۳ ص ۳۶۸۔

تفسیر باطنیہ صرف وہ تفسیر نہیں جو مفسرین نے تفسیر باطنی کے نام سے بیان کی ہے بلکہ وہ تفاسیر بھی تفسیر باطنی ہیں جسے انھوں نے اپنی جگہ تفسیر ظاہری کہا ہے باطنیوں کی دو قسم کی تفسیر ہے ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے جہاں کہیں ان کی باتیں سننے کے لئے لوگ آمادہ ہوں یا خود باطنی ہوں وہاں تفسیر باطنی خالص لاتے ہیں جہاں سامع یا قاری ان کے مخالف ہو ان سے اتفاق نہ کرتا ہو ان کے لئے ایک الگ تفسیر مختلف انداز میں لاتے ہیں۔

۲۔ عام مسلمانوں میں اچھی عبارات کلمات کے ذریعے قرآن کو جو مقام اللہ نے دیا ہے اس سے گراتے ہیں۔

ایک تفسیر خالص باطنیون کے لئے ہوتی ہے اس میں سے توحید رسالت معاد سب کو خیر باد کر کے جسے آج کل کی اصطلاح میں سیکولر کہتے ہیں وہ مسلمانوں کے بھیس میں ہیں اور کام باطنی اہداف کیلئے کرتے ہیں یہاں سے ایک شخص یقین واطمینان سے کہہ سکتا ہے تفسیر باطنی صرف وہ تفاسیر نہیں ہیں جو باطنیوں نے پیش کی ہیں بلکہ وہ تفاسیر جو فرقوں کے

پاس ہیں وہ بھی تفسیر باطنی ہے۔اس میں بھی بھر پور طریقے سے کوشش کی ہے کہ قرآن کو سرے سے نکالا جائے صرف برائے نام قرآن قرآن کا دعویٰ کریں اس کے ثبوت میں بہت سے دلائل پائے جاتے ہیں۔

۲۔باطنیہ نے کہا ہے ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔پھر تفسیر کا آغاز اس طرح کیا کہ ظاہر قرآن حجت ہے یا نہیں یا کہتا ہے امت کا اتفاق ہے ظاہر قرآن حجت ہے لیکن ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا چاہیے پیغمبر کے دور میں منسوخ تو نہیں ہوا ہے جس قرآن کیلئے اللہ نے فرمایا ہے حجت بالغہ ہے جسے رد نہیں کیا جا سکتا ہے۔مفسرین نے کہا ہے اس کا حجت ہونا نہ ہونا مسلمانوں میں اختلاف ہے حجت ہے یا نہیں جب تک مسلمان قرآن کے حجت ہونے پر اتفاق نہیں کریں گے قرآن حجت نہیں ہو سکتا تو انہوں نے تفسیر میں آیات قرآن کی تقسیم ظاہر و باطن سے کی ہے محکم ومتشابہ سے نہیں کی ہے۔یہاں سے واضح ہو جاتا ہے تفسیر کی بنیاد رکھنے والے باطنی ہیں۔

۴۔تفسیر قرآن میں لکھا ہے تفسیر قرآن حدیث سے ہوگی قرآن اپنی دلالت میں محتاج حدیث ہے لیکن حدیث محتاج قرآن نہیں ہے۔

باطنیہ کا تفسیر قرآن سے کھیل

غرض وغایت باطنیہ معلوم ومشخص ہے وہ تمام شریعتوں کا خاتمہ بالخصوص اسلام کا خاتمہ چاہتے ہیں۔وہ اسلام سے جنگ پر اسلام کو گرانے مسمار ونابود کرنے کے لئے ہر اسلحے وسائل وذرائع کو استعمال کریں بالخصوص رکن واساس اسلام قرآن سے جنگ لڑنے کے لیے تمام وسائل وذرائع کو متوجہ کرنے کے بعد آیات سے کھیلنے آیات کو اُوپر نیچے کرنے سے زیادہ مؤثر ذریعہ نہیں دیکھا عبید اللہ بن حسن قیروانی نے سلیمان بن حسن بن سعید جینانی کو ایک خط لکھا اس خط میں آیا ہے کہ میں تم کو سفارش کرتا ہوں حکم دیتا ہوں کہ قرآن تورات زبور انجیل میں تشکیک پھلائیں شریعت چھوڑنے کی طرف دعوت دیں حشر معاد تصور ملائکہ تصور جن ایمان بالغیب سب کو باطل قرار دیں سب سے انکار کروائیں لوگوں کو منوائیں آدم سے پہلے بہت آدم گزرے ہیں اس سے مراد یہ ہے عالم قدیم ثابت کریں خاص کر باطنہ کی توجہ ترجیح ختم قرآن کے لئے رہی ہے۔

تفسیر باطنی

باطنیہ نے قرآن کے کلمات کو غیر مربوط نا قابل تطبیق مصادیق میں پیش کیا ہے باطنیہ نے ظواہر کلام کو یکسرہ مسترد کر کے ایک اجنبی نا قابل تطبیق معانی پیش کیے ہیں جس پر ایمان تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے کہ یہ لوگ کہتے

ہیں یہ معانی صرف امام جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے امام سے ہر شخص نہیں مل سکتا ہے ممکن ہے امام نامی کوئی موجود دنیا میں نہ ہو وہ خود امام ہو لہذا تفسیر باطنی کو تفسیر قرآن نہیں کہہ سکتا ہے بلکہ اس کو قرآن توڑ کہہ سکتا ہے جس طرح بہائی اور قادیانیوں نے پیش کی ہے۔ ان کے مقابل میں خود کو اھل سنت اور شیعہ کہنے والے نے الفظ بدل کر کے کہا ہے تفسیر بغیر حدیث صحیح نہیں وہی منطق کا تکرار ہے کہ تفسیر امام کے بغیر کوئی نہیں جانتا ہے۔ نہیں اس سلسلے میں اگر کوئی مثال نمونہ دیکھنا چاہتا ہو تو تفسیر المیز ان فی التفسیر القرآن دیکھ سکتے ہیں جہاں صاحب المیز ان نے سورہ مبارکہ مائدہ آیت ۳، ۵۵، ۶۷ کی تفسیر روایات نزول سے کی ہے جو اپنی جگہ ہر حوالے سے آیت سے اجنبی و بے گانہ بلکہ نظم آیات سیاق وسباق سے اجنبی ہونے کی وجہ سے انھیں بہت فلسفہ بافی کرنا پڑی ہے صرف اس لئے کہ روایات کتب ضعیفہ نا قابل اعتماد و اعتبار کافی، برھان۔ غایت المرام، تفسیر قمی، تفسیر عیّاشی احتجاج طبرسی سے لی ہیں یہ سب نقل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں مدعیٰ یہ ہے کہ احادیث قرآن سے اجنبی کرتی ہیں قریب نہیں۔ جو احادیث تفسیر قرآن کے بارے میں آئی ہیں وہ آیات سے اجنبی کرنے کا کردار رکھتی ہیں۔

تفسیر باطنی

۱۔ ایک تفسیر وہ ہے جو یکسرہ کلمات کو روک کر اس سے غیر مربوط غیر متعلق کوئی معنی پیش کیا ہے اور کہا کہ حقیقت قرآن یہ ہے اس مدعیٰ کی دلیل یہ ہے امام ہی حقیقت جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے امام کون ہے یہ خود ہے یا کوئی اور دونوں صورت میں اس تفسیر کو تفسیر استبدادی استکبراہی جبری کہیں گے یہ تفسیر اصول وقواعد سے نہیں ہوئی ہے یہ پیسے سے یا تلوار سے یا جاھلوں کو اغواء کر کے فرصت تفکر و تعقل چھین کر ٹھونسی ہے ورنہ دنیا میں کوئی عاقل خود مختار ایسی تفسیر کو تسلیم نہیں کرتے مثلاً زید قائم کا معنی کریں زید سویا ہوا ہے زید مرا ہوا ہے یا ضرب زید، زید نے کھایا ہے زید نے کہا ہے زید سویا ہے دنیا میں کوئی ماننے کے لئے تیار نہیں ہے؟ کعبے کا طواف کرو یعنی امام کے گرد طواف کرو کیسے مانا جائے۔

۲۔ دوسری تفسیر جسے تفسیر فرق کہتے ہیں فرقوں کی لکھی تفسیر خود اس فرقہ والوں کیلئے قبول ہے دوسروں کے لئے قبول نہیں ہے فرعون نے قرآن کی تفسیر کی ہے جو باطنیہ نے کی ہے باطنیہ نے کہا تفسیر قرآن صرف امام جانتا ہے وہی بات شیعوں نے کی ہے سنیوں نے کہا ہے اصحاب جانتے ہیں حدیث کے بغیر تفسیر نہیں کر سکتے ہیں۔ قرآن سمجھی کے ذرائع وسائل کو ناپید کر کے یا چھین کر غیر مربوط شرائط عائد کر کے قرآن سے دور کیا ہے یہاں انھوں نے دو طریقے اپنائے ہیں

۱۔ ایک قرآن فھمی میں عقل کو چھین کر عقل کو باندھ کر یا عقل کو روک کر قرآن سے قرآن اور عقل میں تضاد تناقض غیر ہم آہنگی غیر مربوط فکر قائم کی ہے تا کہ کوئی بھی ہمت نہ کرے چنانچہ اس میں بہت کامیاب ہوا ہے اب سو میں نہیں ہزار میں

نہیں لاکھوں مسلمانوں میں دومسلمان نہیں ملیں گے کہ ہم قرآن کو سمجھیں گے اگرکسی مصیبت پر رونا ہوتا تو مسلمانوں کو اس مصیبت پر رونا چاہئے تھا عقل ہر چیز پر استعمال کرتے ہیں صرف قرآن پر استعمال نہیں کرتے جبکہ اللہ نے اس کتاب میں کتنی دفعہ مختلف صیغوں میں کلمہ عقل کو دہرایا ہے عقل کو کیوں استعمال نہیں کرتے انھوں نے عقل کے نام سے مارا ہے یہ کسی قسم کی عقل فھمی نہیں ہے

۲قرآن فھمی کے لئے جوعلوم کی شرائط عائد کی ہیں کتاب تفسیر المفسر ون تا ٔلیف دکتور محمد حسین جلد اص ۲۷۵ میں آیا ہے شخص مفسر کوان علوم کا سمجھنا صروری ہے

ا۔علم نحوایک علم کی صورت میں تقریباً ایک سوستر سال گذرنے کے بعد سیبویہ نے بنیاد رکھی ہے اس کی کتاب اوراس کی سیرت واضح دلیل ہے کہ اس کا قرآن وسنت پیغمبر اسلام سے کوئی شغف نہیں تھا اوراس کے حریف سکا کی کا بھی کوئی تعلق اسلام سے نہیں تھا دونوں کے نزدیک اوران کے بعد میں آنے والے نحویین کا پورا مقصد عیش ونوش اور ذریعہ معاش تھا جو بھی ہوا ایک سوستر سال گذرنے کے بعد آنے والے علم نحو کو قرآن فھمی کے لئے شرط لگانا کہاں کا انصاف اس سے پہلے قرآن کے معنی کرنے والے کیا پڑھتے تھے اس وقت علم نحو تو نہیں تھا آپ جب ان کی طرف پلٹاتے ہیں تو آپ بغیر نحو پڑھے تفسیر کرنے والوں کی طرف پلٹاتے ہیں

ا۔ابوعثمان متوفی ۲۴۹ھ

۲۔بکرابن محمد بن بقیہ مازنی متوفی ۲۵۰ھ

۳۔احمد بن یحیٰ بن زیدب بن سیار متوفی ۲۹۱ھ

۴زجاج ابراھیم بن سری بن سھیل زجاج متوفی ۳۱۱ھ محمد بن قاسم بن محمد بن بشار انباری متوفی ۵۷۷ھ

۲۔علوم بلاغہ۔معانی بیان، بدیع یہ تینوں علوم کے بانی معلوم ہیں معانی بیان کا تو کہتے ہیں عمروابن جاحظ متوفی ۲۵۵ھ کتاب تاریخ آداب لغت عربی میں آیا ہے جس کے مبتکرین یہ لوگ تھے

ا۔قدمہ بن جعفر متوفی ۳۲۷ھ

۲رمّانی متوفی ۳۸۴ھ

۳عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۱ ھ

۴سکا کی متوفی ۶۲۶ھ

۵ابن اثیر متوفی ۶۳۷

سب کے سب ان کا دین وایمان ضمیر خلفاء امراء کی کاسہ لیسی تھا جو کہ موسیقی سے شغف رکھنے والے تھے علم معانی بیان بلاغت کا جو چرچا ہوا ہے وہ بنی عباس کے دور میں ہوا ہے جب دربار خلافت میں فارس کے شاہ پرستان پہنچے جہاں وہ خود کو ذلیل وخوار اور خلیفہ امیر کو شمس وقمر بناتے تھے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن میں فصاحت وبلاغت نہیں ہے ہم قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت کو لے لیں عربی زبان میں اگر قرآن نہ ہوتا تو آج عبرانی، سریانی، یونانی، سنسکرت زبان جیسا ہوتا اس زبان کو جو دوام وبقاء ملا ہے وہ قرآن کے طفیل سے ہے عربی زبان کے تین ادوار ہیں ایک دور جاھلیت ہے جو بعثت اسلام سے پہلے ایک سوسال کی حد تک ہے اس کا آغاز امراء القیس سے ہوا اس کا نام جامع فی تاریخ ادب مؤلف حنّا الف خوری میں آیا ہے اس کا نام جندح بن حجر الکندی ہے امراء القیس یہ پانچ سو میلادی کو پیدا ہوا ہے اور پانچ سو چالیس کو مرا ہے۔ امراء القیس کی شاعری ان کے باپ کو پسند نہیں آئی اس کو خاندان شاہی کے لئے میدان جنگ کے لئے مقابلہ مبارزہ کرنے والوں کے لئے زیب نہیں دیتا تھا اب اس کے بعد سلسلہ شروع ہوا یہاں تک کہ کلام کی حسن وخوبی کو ناپنے کے لئے شعر آیا لیکن جب قرآن نازل ہوا تو اس کا دور ختم ہوا اسلام آنے کے بعد حضرت محمدؐ اور آپؐ کے چہیتے اصحاب زبان عرب کو بہتر بنانے کے لئے سوچتے بھی نہیں تھے بلکہ وہ اس کو ایک فخر بھی نہیں سمجھتے تھے وہ گویا قرآن کے لئے ایک اہانت تصور کرتے تھے چنانچہ ایک بادشاہ نے خلیفہ دوئم کو ایک خط بھیجا ان سے درخواست کی کہ آپ اپنے ملک کے بہترین شاعر کا ایک شعر بھیجیں تو خلیفہ نے خط میں سورہ بقرہ بھیجی وہاں لکھا کہ ہمارے پیغمبر پر ایک کتاب نازل ہوئی اس کے بعد ہم شعر سے بے نیاز ہو گئے ہیں شعر کو قرآن کریم میں پیغمبر ومؤمنین کے لئے نازیب قرار دیا ہے قرآن ضد شعر وشاعری ہونے کی بنیاد پر اصحاب وتابعین کے ہاں مجالس شعر تھیں حتیٰ میدان جنگ میں بھی رجز شعری نہیں تھے لیکن بنی امیہ کے دور میں معاویہ اپنے اقتدار کے لئے قرآن کو استناد نہیں کر سکتے تھے تو اپنی تبلیغات کے لئے شاعر کو استعمال کرتے تھے شعراء یہودی مسیحی بے دین تھے ان کو اپنے دور میں مقام نہیں تھا فاسد سمجھتے تھے یہاں تک کہ عمرو بن عبدالعزیز منصور دوانقی وغیرہ شعراء کو اپنے ہاں آنے نہیں دیتے تھے ان کے بعد مھدی کے دور سے شروع ہوا تو شعر کا مقام بنانے کے لئے انھیں جھوٹ باندھنا پڑا ابوبکر شعر پڑھتے تھے حضرت عمر شعر پڑھتے تھے حضرت زھراء شعر پڑھتی تھیں اس کے بعد عربی زبان میں مہارت حاصل کی عربی زبان کو خراب کرنے کے لئے قیاس بنایا فقہ کو خراب کرنے کے لیے قیاس استعمال کیا اب بدنیت والوں کے بنائے ہوئے علم کو قرآن سمجھی کے لئے شرط لگانا ﴿تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ﴾ ہے اگر قواعد عربی کو جو شعر پر جیتا ہے قرآن سے بناتے تو آج عربی زبان کہاں پہنچتی آج عربی زبان کو خلط ملط کرنے والوں کو یہ نوبت نہیں ملتی۔ عربی زبان میں نبوغت حاصل کرنے والوں کو فصاحت و

بلاغت میں اوج قلعہ نشینوں کو یہ اعزاز نہیں ملا جو فصاحت بلاغت قرآن کو ملا ہے۔

۳۔تیسرا علم جو انھوں نے قرآن فھمی کے لئے بنایا ہے وہ علم قرائت ہے علم قرائت میں قرائت خود مشکوک ہے اور اس پر قرائت عشرہ بنائی ہیں عشرہ پر عشرین بنائی ہیں یہ قرآن کو بگاڑنے کے لئے ہے انھوں نے اپنا سب کچھ کیا ہے لیکن جس نے قرآن نازل کیا تھا اس نے اپنا تحفظ اپنے پاس رکھا تھا تو ان کا سر نیچے ہو گیا

۴۔چوتھا علم علم کلام ہے علم کلام وہی علم فلسفہ یونانی ہے اس کی رکیک بدنمائی بدظنی بدسمعتی سے بچنے کے لئے علم کلام بنایا ہے اسس الاساس تخریب علم کلام ہے علم فقہ جسے احکام اللہ کہتے ہیں اس کے اکثر مبانی کلامی ہیں علم لسان، نحو، لغت، علم کلام میں مخرب دین علم کلام ہے فقہ کو خراب کرنے والا علم کلام ہے علم کلام تاریخ میں ابوحنیفہ سے ہے جس نے فقہا کبر دیکھی ہے اس کے بعد فقہ لکھا ہے اس نے فقہ کو علم کلام کی بنیاد پر رکھا ہے

۲واصل بن عطائے غزالی متوفی ۱۳۱ھ ۳۔ابوھزیل محمد بن ھزیل الآف متوفی ۲۳۲ھ ۴۔محمد بن عبد الھاب حیوانی متوفی ۳۰۳ھ ۴۔ابوالحسن اشعری متوفی ۳۳۳ھ یہ علم کلام کے بنیاد گزاروں میں ہیں

۵۔پانچواں علم ناسخ ومنسوخ ہے جہاں انھوں نے کوشش کی ہے کہ اکثر وبیشتر آیات قرآنی کو منسوخ کریں لیکن مسلمانوں کے شور شرابہ بدگمانی کی وجہ سے رک گئے تھے اب یہ شرط لگائی کہ ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا چاہئے اور حدیث سے قرآن نسخ ہو سکتا ہے

۶۔چھٹا یہ کہ مفسر کو علم موھبہ ہوتا ہے یہ کہاں سے لیا ہے۔

۷۔ساتواں یہ کہ مفسر کو لغت عرب پر عبور ہونا چاہیے یہ شرط مفروغ عنہ ہے جب آپ قرآن کو سمجھنا چاہیں گے تو زبان عربی جاننا ہو گی تو کیوں اپنے نصاب میں علم الغات نہیں رکھتے عربی کو قرآن ہی سے شروع کریں قرآنی الفاظ سے قواعد نکالیں علم صرف ونحو سے علم لغت نہ نکالیں

تفسیر برھان

کتاب تفسیر والمفسر ون جلد ۲ ص ۳۳۰ علامہ ھادی معرفت اس تفسیر اور مفسر کے بارے میں لکھتے ہیں تفسیر برھان کے مؤلف سید ھاشم بن سلیمان بن اسماعیل نوبلی بحرینی متوفی ۱۱۰۷ھ ہیں انھوں نے اخبار جہاں سے ملیں جمع کی ہیں کسی بھی خبر کے بارے میں جرح وتعدیل کو چھوا ہی نہیں معترض نہیں ہوئے ہیں اس تفسیر کا ماٗ خذ وہ کتابیں ہیں جو عند الناس معتبر نہیں جیسے تفسیر امام حسن عسکری یہ تفسیر ابی یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابی الحسن علی بن محمد بن سیار نے لکھی ہے کیسے اور کس نے ان کی لکھی ہوئی کتاب امام حسن العسکری سے انتساب کی ہے ۲۔دوسری تفسیر علی ابن ابراہیم قمی ہے یہ

تفسیر بھی ابی الفضل عباس بن محمد علوی کی ہے اور انھوں نے اس کو بغیر کسی وجہ کے علی ابن ابراھیم سے نسبت دی ہے ۳۔ کتاب احتجاج طبرسی سے منسوب کیا ہے معلوم نہیں ۴۔ چوتھی کتاب سلیم بن قیس ھلالی ہے یہ اساس دھوکہ ہے اس نے عالم اسلام میں فتنے کی بنیاد رکھی ہے تمام احادیث سند سے فاقد اسناد سے خالی ارسال مرسلات ہیں تفسیر برھان کے بارے میں صاحب ریاض العلماء اپنی کتاب جلد ۵ ص ۳۰۱ پر لکھتے ہیں کتاب برھان فی تفسیر القرآن اخبار اہل البیت پر مشتمل کتاب ہے جسے موصوف نے شاہ ولی سلیمان صفوی کے لئے تحفہ کیا تھا انھوں نے یہ کتاب تفسیر بہت سی کتابوں سے نقل کی ہے جو اپنی جگہ کتب غریب ہیں ان کی بہت سی تالیفات ہیں تمام کتابیں غث وثمین سے بھری ہوئی ہیں ان کی ایک کتاب مطاعن بکر یہ مسائل عمریہ کے نام سے ہے اس میں خلفائے ثلاثہ کو نقد و مطاعن کا نشانہ بنایا ہے صاحب ریاض العلماء نے ان کے ایک رسالے کا ذکر کیا ہے جو فضیلت امیر المؤمنین بر انبیاء اولوالعزم پر لکھا ہے یہ کتاب اس نے اپنی آخری عمر مرض الموت میں لکھی ہے اپنے بعض طلاب کو املاء کی ہے جب یہ ختم ہوئی تو وہ وفات پائے ھاشم بحرانی نے ان کی تالیفات کے بارے میں اس نکتے کا بھی اشارہ کیا جو فائدے سے خالی نہیں سنہ ۸ ھجری کو نبی کریم نے علی ابن عبداللہ بن عماد حضرمی حلیف بن عبد الشّمس کو بحرین بھیجا تھا تاکہ انھیں اسلام یا جزیے کی طرف دعوت دے بحرین اس وقت عراق کے محافظات میں شامل تھا جب عراق میں حکومت بنی عباس کمزور ہونے کے بعد وہاں اضطراب آیا فساد پھیلا تو وہاں قرامطہ نے جگہ بنائی سنہ ۲۸۱ھ کو یہاں یحیٰ بن مھدی ساکن قطیف آیا تو اس نے بحرین والوں کو بیعت مھدی کی طرف دعوت دی تو علی بن حیا دزمادمی نے ان کی دعوت کو قبول کیا ان کی دعوت کو قبول کرنے والوں میں ابوسعید جنابی بھی تھا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے سلیمان بن ابی سعید نے بحرین میں کمیونسٹ نظام کا اعلان کیا ہر چیز میں ہر شخص شریک ہے یعنی شریعت کے خاتمے کا اعلان کیا جب ابوطاہر بن ابی سعید جینابی ۳۳۴ھ کو مرے تو ان کے تینوں بیٹے یک بعد دیگر حکمران رہے

درمنثور فی تفسیر بالماثور کتاب تفسیر والمفسر ون تالیف علامہ ھادی معرفت جلد ۲ ص ۳۳۲ یہ تفسیر عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد سیوطی ہے متوفی سنہ ۹۱۱ھ ان کی اصل فارس ہے بغداد میں رہتے تھے پھر وہاں سے مصر منتقل ہوئے یہ بھی احادیث کو جمع کرتے تھے انھوں نے ایک تفسیر مبسط کتب کے حوالے سے سند دے کر کتابوں سے یا سند نقل کرنے کے بعد اسانید کو حذف کیا ہے بغیر اسناد متن حدیث نقل پر اکتفاء کیا ہے انھوں نے صرف روایات کو ذکر کیا ہے کئی روایات کے بارے میں اظہار نظر نہیں کیا ہے ترجیح یا نقد سے گریز کیا ہے حجت روایات پر توجہ نہیں دی ہے غث وثمین جمع کیا ہے غلط شلط جمع کیا ہے اکثر روایات اسرائیلی اور خودساختہ پر مشتمل ہیں

۳۔تفسیر نور ثقلین کتاب تفسیر والمفسر ون تا ئیف ھادی معرفت جلد۲ص ۳۲۷ نور ثقلین تا ئیف عبدالعلی جمعہ عروسی حویزی متوفی ۱۱۱۲ھ ساکن شیراز انھوں نے ہر اس روایات کو ہر وہ چیز جو ائمہ سے منسوب ہے اس کو نقل کیا ہے اس میں منقول احادیث کا تفسیر سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے ضعف احادیث اور احادیث کا مرسلات ہونا اپنی جگہ علامہ ھادی معرفت نے لکھا ہے اس کتاب میں موجود روایات غلو ائمہ کی شان میں اھانت جسارت نقل اسرائیلیات وجعلیات سے پر ہے مذاق آور روایات سے پر ہے جس میں ستارہ زھرہ کو ایک عورت ممسوخہ کہا ہے ملکین ھاروت و ماروت کو زانیہ کہا ہے اس طرح کی اسرائیلیات سے اپنی کتاب کو پر کیا ہے

اس وقت سے عرصہ دراز تک بحرین میں قرامطہ کی حکومت رہی جو اسماعیلیوں کا بایاں باز وحساب ہوتے تھے تشدد اور الحاد اسقاط تکالیف ان کا شعار تھا مجموعی طور پر دونوں کے شعار ضد خلفاء ضد مسلمین تھے صرف شعار اھل البیت پے دونوں متفق تھے تو بحرین والوں کا اسلام اور موالی اھل البیت ھونا تاریخ میں واضح ہے لہٰذا علامہ بحرانی کا حضرت علی کو انبیاء الو العزم پر برتری دینا کوئی حیرت کی بات نہیں ہے۔

بطور مثال

تفاسیر باطنیہ کی طرف کہ انھوں نے آیات قرآن کا کس طرح سے تفسیر کیا ہے۔

۱۔وضوء ہے وضوء سے مراد موالات امام ہیں۔

۲۔صلوۃ سے مراد امام ناطق مراد ہیں جو سورہ عنکبوت کی آیت ۴۵ میں ہے۔

۳غسل سے مراد جس کسی نے مذھب کے اسرار کو فاش کیا ہے تجدید عہد کرئے۔

۴۔زکوۃ سے مراد تزکیہ نفس ہے۔

۵۔کعبہ سے مراد نبی ہے باب سے مراد علی ہے۔

۶۔صفاء سے مراد نبی ہے مروہ سے مراد علی ہے۔

۷۔میقات سے مراد ایناس ہے۔

۸۔تلبیہ سے مراد اجابت دعا ہے۔

۹۔طواف سے مراد موالات ائمہ سبعہ ہے۔

۱۰جنت سے مراد جسم کو تکالیف شرعیہ سے آزاد کرنا ہے۔

۱۱۔نار سے مراد ظاہری عبادت انجام دینا ہے۔

۱۲۔آیات کے ظواہر سے موڑ کر بے جا غیر مربوط تفاسیر باطن دیکھنے کے خواہش مند یار قرمطیان کے عالم بواطن بحرانی کی تفسیر برہان ملاحظہ کریں

باطنیہ کی تفسیر کے علاوہ دیگر فرق و مذاہب کی تفاسیر بھی قرآن سے دوری کرنے قرآن کو مھجو رو معطل رکھنے میں فاطمیہ کے ہم ازم ہم بزم ہیں اہم شاہد میں سے ایک یہ ہے کہ ابتداء ہی سے تفسیر قرآن کو احادیث سے شروع کرنا ہے' اس کی کوئی منطق نہیں ہے بلکہ سازش ہی لگتی ہے دوسرے مرحلے میں تفسیر سلف ہے یہ بھی پہلی جیسی بے بنیاد ہے احادیث سے تفسیر کرنا بے بنیاد ہونے کی منطق یہ ہے کہ نبی کریم نے کوئی درس تفسیر رکھا ہو کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا ہے اگر کہیں کسی نے پوچھا تو آپ توضیح فرماتے تھے۔

۲۔آپ نے اپنے ارشادات لکھنے سے منع فرمایا تھا۔

۳۔نحوین نے حدیث رسول سے استناد کرنے سے گریز کرنے کی توجیہ میں کہا یہ آپ کا فرمان نہیں جب نبی کریم سے منسوب احادیث سے قاعدہ نحوی ثابت نہیں ہوتا ہے معانی باطنی قرآن سے کیسے ثابت ہونگے اس کے علاوہ جس روات کو ذکر کرتے ہیں وہ کتب رجال میں مجروح ہے کیونکہ دنیا میں درس وتدریس تالیف میں ابھی بھی پہلے مرحلے میں کلام کے مفردات پر بحث کرتے ہیں اور خاص کر اس میں مبہم مشکل الفاظ کی پہلے وضاحت کرتے ہیں یہاں تک محققین نے مصطلحات دینی میں شامل بہت سی اصطلاحات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اصطلاح متشرعہ ہے شرعی نہیں پہلے نہیں تھی قرآن کریم کا پہلا دعویٰ ہے کہ یہ آسان کتاب ہے آسان کلام ہے محتاج تفسیر توضیح نہیں اس کو اللہ نے دو مرحلے میں پیش کیا ہے:

خود اور اس کے فہم وادراک کے بارے میں وضاحت ضروری ہے۔

اسلام بمقابلہ باطنیہ

اسلام کا تقابل باطنیہ کے ساتھ تناقض تضاد پر مبنی ہے اس کی تفصیل کسی اور موقع کے لئے مؤخر کر دیتے ہیں سر دست یہاں دونوں کے اسّ اساس اصل الاصول کے بارے میں وضاحت یا روشنی ڈالتے ہیں اسلام کا اسّ اساس اصل الاصول اللہ کی وحدانیت ہے اسی سے شاخیں نکلتی ہیں فروعات نکلتے ہیں ہر فرع شاخ کی صحت کا سند اللہ کی وحدانیت سے جوڑتے ہیں جو وحدانیت کے منافی ہو وہ اسلام نہیں ہے جبکہ باطنیہ کی اصّ الاصول اسّ الاساس امامت ہے آج ہم یہاں امامت کا تحلیل کرتے ہیں تجزیہ کرتے ہیں امامت کے چند عناصر ہیں

۱۔امامت اسّ الاساس اصل الاصول ہے لیکن یہ خود کس اساس پر قائم ہے اس کی بنیادی نظریہ کیا ہے وہ کہاں تک اسلام سے جوڑتا ہے ملتا ہے

۱۔اگر اسلام سے جوڑنے کا کوئی سند نہ ملے تو یہ بنیاد سے باطل فریب دھوکہ دہی غلط بیانی قرار پائیں گے

۲۔خود امام جن ذوات کو امامت خلائق کے لئے پیش کرتے ہیں ان کو دیکھنا چاہے وہ کس طرح سے خلائق کا قیادت کرتے تھے ان کی قیادت خلائق کی نوعیت کیفیت کیفیت کس نوعیت کی تھی وہ بشر کو دنیا میں سوق سعادت نجات درروز قیمت دینے میں کہاں تک کامیاب رہے ان کے معتقدین ان تمام ادوار میں تأسی برامامت کر کے کہاں تک سعادت سے ہم کنار ہوئے

۴عقیدہ امامت رکھنے والوں کے قول وفعل سلوک وکردار میں کہان تک شعاع امامت چھائے ہوئے ہیں آیئے اس بارے میں تفصیل میں وارد ہوتے ہیں

امامیہ اس گروہ کو کہا جاتا ہے جن کا عقیدہ ہے ان کے اماموں کا تعیّن من جانب اللہ ہوتے ہیں وہ اس مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لئے راہ افراطی کو اپنایا ہے بعض نے کہا ہے کل قرآن یا تو ان کی مدح میں ہے یا ان کی مخالفین کی مذمت میں ہے بعض تنزل کر کے ۸۰ سے کچھ زائد آیات ائمہ کی شان میں جانب اللہ منتخب ہونے کے لئے استدلال کی ہے وہ استدلال صرف شان نزول سے کی ہے جب متن آیت مدعی سے غیر مربوط ہونگے تو شان نزول کا تنکا برابر ارزش نہیں ہوگا چنانچہ بہت سے جید علماء س نظرئے سے دست بردار ہو گئے ہیں کہ ان کے پاس ائمہ کے منصوص ہونے بارے میں کوئی آیت نہیں ہے آیت سے مأیوس ہونے کے بعد انھوں نے ائمہ کے امامت علیت سے جوڑا ہے لیکن یہ بھی ان کے لئے خرط لاقتاط جیسا بن گیا ہے

۱۔علم ائمہ اعلم خلائق سے برتر ہونا ثابت کرنا دشوار ہو گئے ہیں کیونکہ ان کے اعلیت کو ثابت کرنے کے لئے حصول عام کے ذرائع کو دیکھنا ہے کہ انھوں نے عالم کو کہاں سے حاصل کیا مثلا نبی کریم انپڑ تھے ان کے علم خالص وحی تھے حضرت علی دیگر اصحاب سے زیادہ اعلم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ چھوٹے عمر میں بعثت سے پہلے پیغمبر کے پروردہ تھے خلوت وجلوت میں آپ کے ساتھ تھے لھذا دیگران کی نسبت آپ کا علم زیادہ ہونا منطقی بات ہے حضرات حسنین بھی کچھ عمر رسول اللہ کے سائے میں زندگی گزاری کچھ زھرا کے ساتھ گزری ایک عمر حضرت علی کے ساتھ گزارے تو ان سے علم حاصل کی امامان کے بعد والے ائمہ نہ ان کے علم کے مصادر معلوم ہیں نہ ان کے مظاہر علمی معلوم ہیں نہ انھوں نے آثار علمی چھوڑا ہو۔

۲۔یہ کہنا علم میں افضل ہونے کے بعد قیادت ورہبری امت اعلم کو ہونا چاہئے اس منطق کی کوئی منطق نہیں بلکہ تجربے

سے ثابت ہے قیادت ورہبری انسان کی ذاتی اندونی صلاحیات قوت فیصلہ سے ہوتا ہے علم سے نہیں ہوتا ہے چنانچہ خلفائے بنی امیہ بنی عباس فاطمی عثمانی اکثر وبیشتر کم علم یا جاھل ہی تھے ان میں سے تین خالص جاھل کا نام لیتا ہے کچھ بھی نہیں جانتے تھے ان میں معتصم عباسی، شاہ عباس صفوی، اکبر بادشاہ، سلطان ٹیپو آتے ہیں انھوں نے طویل عرصہ تک مقتدرانہ حکومت چلائے ہیں

۳۔ خود ائمہ اس منصب سے کہاں تک لگاؤ رکھتے تھے تاریخ میں ثبت ہے واقعہ خونین کربلا کے بعد آپ کے نسل سے نکلنے والے ذوات جن کو امام کہتے ہیں وہ اس منصب سے کرواہت رکھتے تھے لاتعلق رکھتے تھے چنانچہ امام سجاد بالکل کنارہ کشی پر تھے بنی ھاشم کی قیدت محمد حنفیہ کرتے تھے چنانچہ ان کے وفات کے بعد لوگوں نے لوگوں نے ان کے وفات سے انکار کیا کہ وہ مرے نہیں ہے وہ واپس آئیں گے امام سجاد کے ایک بیٹا زید بن علی از خود خواہش طمع لالچ منصب نہیں رکھتے تھے حالا تنئے ان کو مجبور کیا خود شیعہ اور خوارج نے ان کو دھوکہ دیا چنانچہ ان کے ماننے والوں نے ان کے ضد میں ان کے نام سے ایک مذھب بنایا جو آج تک خلائق کو گمراہ کرر ہا ہے امام باقر نے حصہ نہیں لیا امام جعفر صادق نام خلافت سے کروہت کرتے تھے امام صادق کے امامت سے کرواہت کے بعد غلاۃ مرَدہ میدان میں آنے سے مأیوس ہونے کے بعد انھوں نے آپ کے اولادوں کو ورغلایا جس میں اسماعیل اور افطح آتے ہیں

امام موسیٰ کاظم بن جعفر وہ متصدی امامت نہیں تھے یہ جو کہتے ہیں امام موسی بن جعفر طاغوت کے خلاف قیام کرنے کی وجہ سے آپ جیل گئے زندان میں گئے اور زندان میں بھی مبارزہ رکھا اس کی کوئی سند نہیں ہے جس کا ثبوت یہ ہے امام موسی ابن جعفر مھدی عباسی کے دربار میں ہوتے تھے چنانچہ مھدی عباسی نے آپ کو مأمور کیا نوروز کے دن تحفہ تحائف لے لیں تو آپ نے فرمایا قرآن وسنت میں ہمیں کوئی چیز نظر نہیں آتا تو مھدی عباسی نے کہا ہمیں بھی کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی لیکن یہ چل رہا ہے کیا کریں امام بادل ناخواستہ لوگوں سے تحائف وصول کیا آخر میں اس کے مخالف خلیفہ سپرد کر کے گیا غلات ثالوث یہود نصاریٰ مجوس مشرکین اعراب نے آپ کے شخصیت اعتماد شہرت سے استفادہ کرتے ہوئے متعارف کرایا کہ یہ ہمارا امام ہیں اوران کی بدکرداری حرج مرجی ضد خلفاء اس ضد میں موسیٰ ابن جعفر مصنوع آئے چنانچہ انھوں نے امام موسی بن جعفر کے زندان میں ہوتے ہوئے انھوں نے خمس کے نام سے مال جمع کیا اس میں خرد برد کیا اسی طرح امام رضا بھی اس کے متصدی نہیں ہوئے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے مأمون الرشید کے ولی عھدی قبول کی جوں جوں خلافائے عباسی کمزور ہوتے گئے قرامطہ زور پکڑتے گئے چنانچہ کوفہ بصرہ بحرین احساء قطیف ان کے کنٹرول میں آیا انھوں نے صرف امام کا نام چلا کر تمام شریعت کو ملغاء کیا اسقاط تکالیف کی خود چونکہ ان ائمہ کا نام لیتے تھے لھذا یہ

ذوات ان کی وجہ سے زندان میں گئے یہ ذوات اپنی جگہ پاک پاکیزہ صاف ستھرا بے داغ ہر قسم کے نام ونمود شہرت سے گریز کرنے والے تھے بہر جو شیعہ کے نام سے چلتے تھے وہ قرامطہ والے تھے تو لھذا امامت نصاً اور خود ائمہ کی طرف سے قبولیت دونوں مفقود والے ہیں

۳۔امامت ایک نظریہ بے اساس بے بنیاد مقابل اسلام ہونے کی واضح دلیل یہ ہے اس کے ماننے والے تاریخ میں مراکز دینی میں ابھی تک فسق وفجر نے دینی اسلام ومسلمین سے نفرت وانتشار کا شکار ہیں نقطہ واحدہ امامت پر دعوت دینے والے ابھی تک کسی نائب کی نیابت پر اتفاق نہیں ہوئے

۴۔امامت جو اللہ کی طرف سے منسوب ہوتا ہے کہنے والے تمام خیرات اس سے پھوٹتے ہیں کہنے والے اس دن سے ابھی تک ان کی سرگرمیاں توجہات ضد قرآن ضد اسلام ضد محمد ﷺ چل رہا ہے ہمیشہ موالی طغات کفرہ فسقہ فجرہ ثابت ہوئے ہیں اگر امامت اس اساس ہوتے تو اپنے سے الگ ہونے والے فکر وعمل میں متضاد افراد کو اپنے چھتری کے نیچے نہیں رکھتے باہر ان کی کر یہ چہرے سے شرما کے کہتے ہیں یہ ہم میں سے نہیں ہے ہم ان میں سے نہیں ہے لیکن موقع موقع پر کہتے ہیں یہ ہم میں سے نہیں ہے پھر کہتے ہیں ہم سب ایک ہیں

اسلام وباطنیہ کے درمیان تقابل تضاد وتناقص ہے:

اسلام وباطنیہ کے درمیان تقابل تضاد تنقص پر مبنی ہے دونوں کے درمیان کوئی نقطہ التقاء نہیں۔

۱۔اسلام کے اصول اور فروع دونوں من عند اللہ ہے چنانچہ ان آیات میں آیا ہے ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام......آیت صحیح اور مکمل لکھنی ہے﴾ اسلام مصنوع اللہ ہے اسلام تسلیم محض کو کہتے ہیں تسلیم محض صرف اور صرف خالق علیم وقدیر حکیم ولطیف کو حاصل ہے اور کسی بھی بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ اس کے سامنے دیگر ان کو تسلیم کرے

۲۔ایمانیات جن جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم صرف اللہ دے سکتا ہے نبی کو ایمانیات جعل کرنے کا حق نہیں کیونکہ ایمان کا معنی ماورائے محسوسات امور کو تسلیم کرنے کا نام ہے ماورائے محسوسات تسلیم کروانا صرف اللہ ہی کر سکتا ہے کہ جو دلائل غیر محدود دے سکتا ہے

۳۔نظام زندگی منہج شریعت منہج حیات صرف اللہ ہی دے سکتا ہے اور کسی کو یہ حق حاصل نہیں شرع لکم ماوضع بہ ومن لم تحکم بما انزل اللہ......ھم کافرون، ھم فاسقون ھم الظالمون ، ﴾ جبکہ باطنیہ کا اساس

۱۔امامت ہے امامت صنع تنظیم محض ہے جو اسلام کے مقابل میں توحید کے مقابل میں کھڑا ہے۔

۲۔عقائد باطنیہ مصنوع معتزلہ اشاعرہ ہے۔

۳۔شریعت مصنوعہ ائمہ ستہ ہے۔

امامیہ

امامیہ شیعہ مطعون ہونے کے بعد شیعوں کے لئے نئی نام کی ضرورت پڑی ہے شیعہ پہلے ائمہ کو خاندان بنیاد پر منتخب کرتے تھے چونکہ یہ طریقہ سنت کسرائی قسرائی سے ملتے تھے ان کے عزائم ومنویات خبیثہ سے کشف نقاب کرتے تھے تو وہ مجبور وہ گئے نئی نام نئی شرط کے تحت تحریک چلائی اس کے نام کلمہ امامیہ انتخاب کیا شرط منصوص من اللہ لگا یا جب وہ منصوص من اللہ ثابت قاصر کرنے سے عاجز وقاصر رہے تو منصوص من الرسول کہا کہ رسول سے حضرت علی کو منتخب کیا جب یہ ثابت نہیں کر سکے تو یہ آئمہ اپنے بعد کے لئے نص کیا جب بھی ثابت نہیں کر سکے اہل بیت آئمہ کو اٹھایا بعد میں امامیہ کے بھی بہت سے فرقے بنے۔

امامیہ میں ایک فرقہ اثنا عشری ہے جسے محمد حسین ذھبی اور بعض دیگر مؤلفین نے اس کو دیگر فرقوں کی نسبت معتدل فرقہ کہا ہے ان کی یہ بات بعید از واقعیت حقیقت ہونے کے علاوہ ایک اور حقیقت کشف ہوتا ہے وہ یہ ہے سنیوں میں ایک بڑا طبقہ اندر سے اسماعیلی ہے باہر سے سنی دکھاتے ہیں' جس کی ایک سند یہی ہے کہ اثنا عشری کو ایک معتدل فرقہ کہا ہے جبکہ ان کے عقائد وہ عقائد ہے جو اسماعیلیوں کے ہیں۔اسماعیلی مطعون مقدوح ہونے کے بعد اسماعیلی پر نقاب اثنا عشری چڑا کر انھوں نے ان کی تعارف پیش کی ہے کہ یہ لوگ اچھے ہیں چنانچہ اس کی ایک اور ثبوت ہمیں مصر میں قائم ار تقریب کے مؤسسین سے ملتے ہیں اس تقریب میں اسماعلیوں کی کتابوں کو مصر میں نشر کرنے کا ماحول پیدا کیا ہے اس کے بعد مصر میں شیعوں کی سر سخت لکھی ہوئی کتابیں امثال وسائل شیعہ عقائد امامیہ مصر سے چھپی مختصر نافع مصر سے چھپی دعائم الاسلام مصر سے چھپی ہے الغدیر مصر میں تقسیم ہوئی علماء مصر سے برملاء کہا خلفاء منحرف تھے عائشہ کے خلاف کتاب تقسیم ہوئی جبکہ ایران نجف میں کوئی سنی کتاب اس دوران نہیں چھپی۔

واردات باطنیہ وبناتہا علی القرآن:

قرآن کریم کا دوبدو مقابلہ سے عاجز وقاصر آنے کے بعد انہوں نے قرآن کو حجیت سے گرانے کیلئے سپر نفاق پوشی شروع کی جہاں انہوں نے خود کو خدام القرآن متعارف کرایا سنت سے سنتیلی ماں کی طرح پیچھے سے نوچنا شروع کیا اس کے لئے مختلف نام سے میزائل بنائے

ا۔قرآن میں کلمات غربیہ ہیں جس کی وجہ سے قرآن عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے اس کے شواہد پیش کرتے

ہوئے کہا یہ کلمات خود اصحاب کے سمجھ میں نہیں آتے تھے۔
۲۔حدیث کوقرآن پرفوقیت دی پھر حدیث کواٹھانے کیلئے موطن ومھجر الول واصحاب سے دورانکے مذاہب فاسدہ منافق نشین نے خراسان کوانتخاب کیا حدیث کوکبھی اصحاب کبھی اہل بیت کے نام سے اٹھایا ہے۔
۳۔بعض آیات قرآن گم ہوگئی ہیں یامنسوخ ہوگئی ہیں۔
۴۔فقہ کوجا گزین حدیث کیا۔
۵۔علوم عربیہ کوخدام قرآن کے نام وجود میں لایا ہے۔
۶۔علم کلام کے دقائق ومعارف کے ذریعے قرآن کے نام سے دین میں تردید وتشکیک پھیلانے کے لیے علم نحوکووجود میں لائے۔الامامۃ اس الاساس سامی وفرعہ نامی بہایتاب اللہ وبہایعقاب اللہ

اللہ کی حجت کے مقابل میں حجتیں :

دین اسلام کوکونے پرلگانے کے لئے مذاہب نے حجتیں بنائی ہیں اوران حجتوں کے لئے بجٹ بنائے ہیں سورہ مبارکہ النساء آیت ۱۶۵ میں اللہ نے فرمایا ہے اللہ کی طرف سے مبشرین ومنذرین آئے ہیں تاکہ لوگوں پراللہ کی طرف سے حجت باقی نہ رہے کہ ہمیں یہ بات نہیں پہنچی تھی اللہ اپنے خلاف کسی کوحجت قائم کرنے کا موقع نہیں دیتا وہ اپنے مدعیٰ کو اپنے حکم کوثابت کرنے کے لئے حکمت وقدرت دونوں رکھتا ہے لیکن فرقوں نے یکے بعد دیگر حجتیں بنائی ہیں۔
ا۔شیعوں نے ائمہ اطہار کومبہم مجمل غیر محدود بنا کر رکھا ہے جوعند الضرورہ انتخاب کرتے ہیں امام جواد اور امام علی ہادی دونوں نوعمری میں یتیم ہوگئے تھے وہ خود محتاج سرپرست تھے امام رضا مامون رشید کے قصر میں ایک قسم کی نظر بندی میں تھے وہیں وفات پائے۔
ان بارہ میں سے میدان میں آنے والے امیرالمؤمنین،امام حسن امام حسین ہیں باقی ائمہ اپنے گھروں میں بندرہے یا جیلوں میں رہے ان میں دوامام جواد اور امام علی ہادی دونوں نوعمر تھے نابالغ امام جماعت نہیں بن سکتا ہے اپنے نفع و نقصان کا فیصلہ نہیں کرسکتا ہے اس کا حصہ رکھنا ایسی کوئی کرپشن دھاندلی ابھی تک نہیں سنی ہے۔آخری حجت جو پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں ان کے بقول خطرات تجسس ودشمنان کے خوف سے تقیہ کے طور پر پیدائش ہی سے غیبت میں گئے اس کا زمین پراللہ کی حجت ہونا دھاندلی کرپشن ہے اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مثال نہیں ملتی ہے۔
۲۔میدان جنگ میں لشکر اسلام جب غالب آتا ہے توکافرین کی جان ومال مسلمانوں کی غنیمت میں آتی ہے جو مال مسلمانوں کی غنیمت میں آتا ہے وہ سورہ انفال کی آیت ۴۱ کے مطابق پانچ حصوں میں بانٹتے ہیں چار حصے لشکروں کے

درمیان تقسیم ہوتے ہیں اس کا پانچواں حصہ میدان جنگ میں لشکری قیادت کرنے والے کو ملتا ہے پیغمبر کے زمانے میں یہ حصہ رسول اللہ اپنی طرف سے تقسیم کرتے تھے اسی طرح جو امام میدان جنگ میں نہ آیا ہو جو امام دنیا میں وجود میں نہیں آیا ہو جس کو کسی نے دیکھا نہ ہو۔

اس کے نام سے مومنین کے کسب و کاج اور اہل و عیال پر خمس لاگو کرنے سے بڑی کرپشن کیا ہوگی اس کو مال امام کہتے ہیں مال امام بغیر اجازت امام خرچ نہیں کر سکتے ہیں خمس ترویج و اشاعت دین میں صرف ہوتا ہے ان آئمہ کی ضریحوں میں جمع ہونے والی رقوم یا خمس جو معدن یا تیل ایران عراق سے آتا ہے ابھی تک اس سے کوئی دینی کام انجام دیا ہو کوئی مثال نہیں ملتی ہے خود ان کی ضریحوں میں جمع ہونے والی رقم جب ضریح بھر جاتی ہے تو مثل قارون زمین میں دھنس جاتی ہے یا آسمان پر جاتی ہے معلوم نہیں۔ اس سے بڑی کرپشن کیا ہوسکتی ہے۔

بغیر جنگ کے خمس جعل کرنا سب سے بڑا دھوکہ ہے

۳۔ خمس کو لوگوں کی کسب و کاشت پر لگانا اور نہ دینے والوں کو کافر قرار دے کر ان سے خمس لینا تیسرا دھوکہ ہے

۴۔ پھر اس کے تصرف کو مجتہدین کے ہاتھ میں دینا کہ وہ تقسیم کریں یہ چوتھا دھوکہ ہے سورہ نساء اور سورہ انفال کی آیت ۴۱ سے متصادم ہے۔

۵۔ اصحاب رسول اکرم کی معیت میں ایک عرصہ دراز رہنے والوں کو کہا جا سکتا ہے تاریخ اسلام میں ان کے نام آئے ہیں لیکن دور سے پیغمبر کو دیکھنا چند لمحے کے لئے پیغمبر کو دیکھنا ان کو پیغمبر کیساتھ عمر بھر گزرنے والوں کے ساتھ برابر گردانا یہ ایک بڑی دھاندلی ہے

۶۔ امت میں سب سے برجستہ شخصیات خلفاء راشدین ہیں جو آغاز دعوت سے آخر تک پیغمبر کی سفر و حضر سر و خفاء میں شریک تھے وہ بھی حجت نہیں ہیں یہ اپنے زمانے کے اقتدار میں آنے کے بعد اولی الامر ہیں اگر ان کے احکامات متنازع ہو جائیں اختلاف ہو جائے تو اس کو قرآن و سنت کی طرف برگشت کرنے کا حکم ہے ان کو مستقل حجت کہنا یہ ایک دھوکہ ہے شریعت میں خیانت ہے اس کے بعد عام علماء مجتہدین محدثین فقہاء کو حجت قرار دینا ان سے بھی بدتر ہے صدر اسلام سے لے کر ابھی تک کوئی عالم مجتہد نہیں کہ وہ غلطیوں سے پاک ہو ان کی غلطیاں تاریخ میں ثبت ہیں انھوں نے خود اعتراف کیئے ہیں اللہ نے انبیاء کو دنیا بھر کے لئے ایک حجت رکھا ہے ان لوگوں نے گلی کوچوں میں حجتیں بنائی ہیں اسکے علاوہ ان کی غلطیوں کو بھی حجت بنایا ہے یہ ڈاکے پے ڈاکہ ہے۔

۷۔ اجماع صدر اسلام سے لیکر ابھی تک کوئی مثال نہیں ملتی کہ علماء نے بیٹھ کے کسی مسئلے پر بحث و تمحیص کرنے کے بعد کسی

مسئلہ پر تبادل نظر کے بعد اتفاق کیا ہوا گر فرض کریں بھی تو کیا تطبیق شریعت میں متصور ہو سکتا ہے جعل شریعت میں یہ شرک ہوگا اس کی کوئی دلیل قرآن وسنت میں نہیں اس کو اجماع امت کے نام سے ٹھونسنا یہ بھی ایک ڈاکہ ہے جو بھی قواعد فقیہوں نے بنائے ہیں وہ دیگراں کے لئے حجت نہیں ہیں اگر اس کے باوجود ڈراؤ دھمکاؤ خوف وہراس سے مسلط کرنا یہ دین میں نہیں ہے لا اکراہ فی الدین میں آتا ہے یہ استبداد ہے۔

۸۔ قرآن کریم میں اللہ کو بندوں کا وکیل کہا ہے لیکن کسی بندے کو اللہ کے وکیل ہونے کی نفی کی ہے حتیٰ پیغمبر کے بھی وکیل ہونے کی نفی کی ہے کہ آپ ہمارے وکیل نہیں ہیں جب پیغمبر وکیل نہیں ہے تو امام جعفر صادق ،امام ابوحنیفہ، امام مالک ،امام شافعی امام حنبلی ان کے بعد آنے والے کیسے اللہ کے وکیل ہوئے جو ان کی سمجھ میں آ جائے وہ لوگوں پر ٹھونسیں۔

امامت باطن توحید ورسالت و باطن منہاج شریعت قرار دیا ہے تمام اصول وفروع کو امام سے جوڑا نیز ہر باطن کی ایک باطن ہوتا ہے اس حوالے سے خود امامت کی باطن اعراض از توحید ونبوت باطن منہج ادراک وتطبیق ہے اتباع از شیاطین باطن برات از خلفاء اتباع از مشرکین وملحدین وفاسقین۔

نظریہ امامت:

ابتداء سے انتہاء تک مشکوک مخدوش نا قابل عمل نظریہ ہے امامیہ کو شیعہ بدنام ہونے چہرہ مسخ ہونے گروہ در گروہ بٹ کے دین نما اور دین سے باغی دونوں کو یکجا جمع رکھنے کے لیے بطور چھتری چھت وجود میں لائے جبکہ تمام گروہوں کا مشترکہ ہدف جنگ بلا اماں خاص کر گروہ اسلام، اور اسلام سے قرآن کو تمام تیر وگلیلوں کے نشانہ پر رکھا

امامت شیعوں کی مسیحیوں میں اقنوم جیسا ہے شناخت امامت ناممکن انکار امامت موجب مرگ جاہلیت ہے شناخت امام سواء افراد مخصوص کے ناممکن ہے شناخت کے لئے سوال واستفسار کا حق مسلوب انکار موجب کفر ہے حق اعتراض و اشکال کو چھین لیا ہے جس طرح کلیسا نے عام آدمی سے استفسار استفہام کا حق چھین لیا تھا شناخت امام سواء افراد مخصوص ہاتھوں میں گیند مانند ہے جس طرح ماریں جہاں مارنا چاہیں مار سکتا ہے مبارز بلا مقابل ہے اس ناممکن کے باوجود نہ جاننے استحقاق جھنم کا کیا جواز بنتا ہے شناخت امامت ناممکن کو تحلیل کرنے کے لئے انھوں نے دو تمہید بنائی ہے۔

ا۔ ایک طریقہ یہ ہے امام اللہ کی طرف سے تعین ہوتا ہے تو اللہ سے ہر شخص رابطہ نہیں کر سکتا ہے اللہ سے پوچھ نہیں سکتا ہے کہ یا اللہ آپ نے فلان کو منصوب کیا ہے یا نہیں یہ کون اللہ سے پوچھیں جس نے پوچ کے جواب لایا ہے اس پر اعتماد کیسے کریں تو باقی رہتا ہے خود دعویٰ کرے کہ اللہ نے ہم کو منصوب کیا ہے یا کوئی حامی کہے کہ اللہ نے ان کو منصوب کیا ہے اس

طرح انھوں نے نصب امامت کو اللہ سے منصوب کر کے امامت کو ردیف آیا برابر نبوت کھڑا کیا ہے امام بھی اللہ کی طرف سے منسوب ہوتا ہے لہٰذا ہر کس و نا کس امام کو شناخت نہیں کرسکتا ہے لیکن نبوت قرآن جیسی کتاب سے استناد کیا اور اپنی اور ایسی ہونے کا تحدی کیا

۲۔ وسیلہ شناخت امام اس سلسلے میں وہ کہتا ہے امام معصوم ہونا چاہئے کسی کی نظر میں نہیں آتا ہے عصمت محسوس چیز نہیں ہے تو غیر محسوس کو ثابت کرنے کے لئے محسوس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ معجزہ ہے معجزہ بھی ہر شخص کو نظر نہیں آتا ہے امام ہر جگہ معجزہ نہیں دیکھا سکتے ہیں اس لئے انھوں نے موسوعات معاجز بنائی ہیں اگر پوچھے امام کی کیا معجزہ ہے تو کہیں گے آپ کو کتنی چاہئے اس کے لئے مدینۃ المعاجز شہر معجزہ ایک ضخیم کتاب ہے جیسے علامہ ھاشم بحرانی نے لکھی ہے سنیوں نے پیغمبر کے لئے ہزار معجزنقل کیا ہے۔

معجزہ طلب کرنے والوں

کے جواب میں فرمایا اللہ نے فرمایا ہم بار بار معجزہ نہیں دکھاتے کیونکہ معجزہ دکھانے والوں نے ایمان نہیں لائے اسراء ۵۹ اس کے باوجود انھوں نے پیغمبر کے لئے ایک ہزار معجزے بنائے ہیں یہ دلیل ہے شیعہ سنی آپس میں متحد ہے اسلام کو ہم پیغمبر کے نام سے کھوکھلا دیکھانے میں اتحادی ہے کیونکہ باطنیہ پیغمبر کو پیچھے کرنے کیلئے امامیہ سے کہا ہے آپ ائمہ کے نام سے کھوکھلا کریں۔

انھوں نے معجزہ سے انکار وحی سے انکار قرار دی ہے اس پر ڈنڈا چلائی ہیں امامت نص اور معجزے سے ثابت ہوتا ہے اس سلسلے میں ابتکار عملی ذریعہ تدوین تالیف میں ابتکار کرنے والا علامہ حلی ہے علامہ حلی کی شیعوں میں مقام کو جاننے کے لئے خود حلہ کے بارے میں جاننا ضروری ہے علامہ حلی جیسا کہ آپ کا انتساب شہر حلّہ سے کیا ہے حلہ نجف اور بغداد کے درمیان میں واقع ہے یہ غالیوں کا مرکز رہا ہے ایک روایت کے تحت یہاں ایک سرداب ہوتے تھے ایک گروہ صبح سے طلوع آفتاب تک ایک گھوڑا زین لگا کر اس سرداب کے دروازے لاتے تھے اور امام زمان کو پکارتے تھے یا امام تشریف لائے آفتاب کے بعد وہ منتشر ہوتے تھے غرض یہ مرکز علمی شیعہ رہے ہیں یہاں کے شیعہ غالی ہونے کی بہت دلائل یہ ہے

۔

ایک وفد علماء حلّہ ہلاکو سے امان نامہ طلب کرنے کیلئے ان کے پاس گئے اور کہا ہم آپ کے ساتھ ہیں ہم اھل بغداد والوں میں سے نہیں ہلاکو نے کہا کہ اس بات کی کیا ثبوت ہے کہ آپ ان میں سے نہیں ہم آپ پر کیسے اعتماد کرے آپ کو کیسے پتہ چلا کہ ہم ان پر غالب آجائے ممکن ہے ہم اور خلیفہ کے درمیان مصالحت ہوجائے فتح بغداد بغیر واپس چلے

جائے تو آپ کا کیا حشر ہوگا تو سدید دین یوسف بن مطہر حلی پدر علامہ حلی نے ان سے کہا کہ ہمارے امام کا پیشن گوئی ہے ویل ہو اس وقت جو اس بادشاہ کے خلاف کرے تو سدید ین ہلا کو سنیوں سے بہتر سمجھتے تھے۔

امام منصوص ہوتا ہے منصوص کے تین ذرائع بتائی ہیں منصوص من اللہ منصوص من الرسول منصوص از ائمہ سابق اما منصوص من اللہ کے بارے میں پیش کردہ آیات پر بحث کرنے سے پہلے خود کلمہ منصوصیت واضح کرنا ضروری ہے۔

نص لغت میں اس چبوترے کو کہتے ہیں جہاں دلھا دلھن کو رکھتے ہیں وہاں موجود افراد سب کے نظر میں آتے ہیں اسی طرح اس منصۂ کو کہتے ہیں جہاں شخص خطیب خطاب کرتے ہیں اھل لغت نے اس سے تجاوز کرکے ہر اس کلام کو نص کہا ہے جس کے معنی کے بارے میں بیّن واضح کے علاوہ کوئی اور معنی احتمال نہیں آتا ہے یہ خطاب اپنے مفہوم مدعیٰ میں نا قابل احتمال ضد ہے امامیہ نے امامت پر ان آیات کے کلمات سیاق سباق جن سے امامت کا دور کا بھی واسطہ نہیں آیت سے بو امام بھی نہیں آتی سے استدلال کیا ہے۔علامہ بحاث صاحب المیز ان شیعہ ہونے کی وجہ سے کثیر احتمالات بنا کر اپنے مطلب کو خود ساختہ شان نزول سے ثابت کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔

ان میں سب سے زیادہ تر زور سورہ مائدہ کی آیت ۵۵۳ اور ۶۸ پر زیادہ زور ہے الیوم اکملتُ لکم جس دن دین کمال و اتمام کو پہنچا ہے مرحوم طباطبائی نے اس آیت کے بارے میں بسط کلام کرتے ہوئے لکھا ہے اس آیت میں چندیں احتمالات بیان کرنے کے بعد کہا ہے اس سلسلے میں وارد روایات کہتی ہے یہ آیت وادی غدیر میں نازل ہوئی آپ نے اس سے پہلے اہمیت والی دنوں کو مصداق الیوم اکملت لکم ہونے سے رد کیا ہے جیسے آغاز بعثت نبی فتح مکہ نو ذی الحجہ وغیرہ کو مسترد کیا ہے اس دن کو اللہ نے وہ دن قرار دیا ہے جس دن کافر مشرک دین اسلام سے مائیوس ہوئے ہیں کیوں مائیوس ہوئے اھل کتاب کفار و مشرکین آقائے طباطبائی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دین پہلے شخص پیغمبر پر قائم تھا وابستہ دار و مدار تھا محمد ﷺ سے نبوت سے وابستہ تھا لیکن آج سے شخصی وابستگی سے نکل کر قیّم و نا گراں و ناظر سے وابستہ ہوگیا ہے اب چونکہ یہ ایک سلسلہ نظریہ ہے یک بعد دیگر تسلسل چلے گا۔

ہمیشہ باقی اور دائم رہے گا آپ کی یہ استدلال جہاں متشابہات سے استدلال کا مصداق جلی ہے وہاں حقیقت اور واقعیت سے اجنبی بھی ہے سلسلہ پیغمبر کے بعد سلسلہ امامت آپ کی نظر میں حضرت علی سے شروع ہوتی ہے ۲۶ سال علی تھے امامت علی کے پاس نہیں تھے اگر تھے بھی علی کچھ کر نہیں سکتے کہا کفار کو مخالفین کو آج کے دن کے بعد مایوس ہوئی جبکہ معو یہ اور عمر عاص پر امید تھے آخر شکست ضعیف و ناتواں لشکر کی نافرمانی کے دور میں آپ رخصت ہوئے آپ کے بعد امام حسن نے از خود اس سے مستعفی ہوئے امام حسین کے بعد سب نے لاتعلق اظہار کیا بنی امیہ اور بنی عباس مائیوس نہیں

تھے پر امید تھے اس سلسلے کا مقابلہ کیا بنی عباس کے بعد ہلاکو مشرکین اور عثمانیوں کے بعد غرب مسلط ہوئی اور آج کا کافرین مائیوس نہیں آج مؤمنین مائیوس ہے کافرین تو چھوڑیں منافقین بھی چھوڑیں جہاں اکثریت امامیہ والے ہیں جن کو اقتدار ملا جن کی تعداد چالیس تک پہنچی ہے ایک دن بھی نظام امامت لاگو کر کے اعلان کیا ہو بتایا ہو اہل دنیا نے نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے بلکہ صدائے بلند جمہوریت جمہوریت آزادی شعار ما است سنتے رہے بلکہ دنیا کے سامنے فخر کرتے آئے ہیں ہماری اعلیٰ شکل جمہوریت ہے لیکن یہ جو جملہ آپ نے فرمایا دین مرحلہ شخصی سے نکل کر نوعی میں آیا بہت محکم ہو گیا دشمنوں کی امید پر پانی پھیرا یہ ایک بڑا طنز ہے محمد کے دور میں دشمنی پر امید تھے امامت کی قیادت ابھی شروع ہی نہیں ہوئے تھے کفار مایوس ہو گئے مائیوس تھے آپ امامت کو نبوت سے بالاتر سمجھتے ہیں متاع کلی سمجھتے ہیں جس امامت کی اصطلاح آپ کے پاس ہے اور دین و دنیا دونوں چلانے کا یہ ابراہیم کو نہیں ملی تھی اللہ نے واجب الاطاعہ مطلق وحی سے مربوط کی ہے اور وحی کے بعد کوئی مطلق حجت نہیں رہے گا وحی ختم ہو گیا سورہ نساء آیت ۱۶۵ میں آیا ہے کہ حجت محمد ﷺ کے بعد ختم ہے تو امامت کیسے چلے گی اس طرح کی ریاست کو حاکم بلا اختیار بے بس کہیں گے چنانچہ خود حضرت علی نے قاتلین عثمان حوالہ کرنے کا مطالبہ کرنے والوں سے فرمایا میرے پاس حکومت نہیں اس وقت یہ محکوم ہے لوگ ہم پر حاکم ہے۔اسی طرح سورہ اسی سورہ کی آیت ۵۵، ۶۷ میں بھی احتمالات سے بھرا آیات کو آپ نے نص میں شمار کیا ہے۔

۳۔امام حسن کے بعد ہر جگہ سے اھل البیت کے نام سے قیام کی ہے جتنے بھی اولاد ائمہ نے قیام کیئے ہیں منصوص والے ان کی مذمت نہیں کرتے امامت کا اعلان کرنے والے زید تھے نفس ذکیہ تھے ان کے بھائی تھے کسی نے ان کی مذمت نہیں کی ہے ان کے دعوائے امامت کی مذمت نہیں کی جبکہ انھوں نے دعوائے امامت کی تھی علامہ حلی نے نہج الحق میں صرف امام علی کی امامت کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی اور امام کی امامت کا ذکر نہیں کی ہے

علامہ حلی:

آپ فرزند شیخ صدید الدین مطہر علماء حلہ کے سر برآوردہ جنہوں نے ہلاکو سے حلہ اور نجف و کربلا کیلئے امان نامہ طلب کیا تھا خود علامہ اور شیخ نصیر الدین طوسی دونوں دربار ہلاکو میں ہوتے تھے علامہ حلی اپنے باپ کے بعد علماء حلہ کی قیادت کرتے تھے آپ نے علماء حلہ کی قیادت کرتے ہوئے خدابندے کے دربار میں علماء مذاہب سے مناظرہ کیا اس کے لئے آپ نے کتاب نہج الحق تالیف کر کے خدابندے سے انتساب کیا۔

کتاب نہج الحق کی مقدمے پر لکھتے ہیں کہ ہلاکو نے علماء حلہ کو اپنے دربا میں بلایا تو شہر میں کوئی علماء نہیں تھے آپ پلاکو سے ملنے گئے حسن بن یوسف بن مطہر کو ہلاکو کے پاس گئے ہلاکو نے پوچھا آپ میرے پاس کیسے آئے انجام کیا ہوتا ہے پتہ

نہیں ہے کہا آپ کے بادشاہ آپ ہم سے خلیفہ صلح کر کے جنگ کے بغیر واپس چلا جاؤ آپ کے ساتھ کیا ہوگا حضورعندی قبل ان تعلم مایوول الیہ الامر وکیف تامن اذا صالح صاحبکم ورجعت تو شیخ نے جواب دیا انما اقدمت علی ذالک لمارویناعن امامنا علی ابن ابی طالب فی خطبۃ الزوراء۔

الزوراء جس میں بغداد شہر کی ترقی وتمدن کا ذکر کرنے کے بعد بغداد پر ایک ایسے لشکر حملہ کریں گے ایک طاقتور حکومت کریں گے ہر شر کو فتح کرتے آئیں گے اس کے خلاف اٹھنے والے تمام جھنڈے سرنگون ہوجائیں گے افسوس ہے ان کے لئے جو اس کے خلاف اٹھیں گے یہاں تک آپ اس میں کامیاب ہونگے یہ جو صفات امیر المومنین نے فرمایا ہے وہ آپ میں پایا جاتا ہے لہذا ہم نے آپ سے امید باندھے کے آیا ہے نقل از مقدمہ حق علامہ حلی اپنے والد سے تربیت حاصل کی ان کے بیٹے محمد بن حسن ملقب بہ فخر المحققین ہے متولد ۲۰ جمادی الاول ۶۸۲ھ علامہ حلی ۷۸ سال کے عمر کے بعد وفات پائے آپ کے ۱۹ کتابیں ہیں ان میں سے ایک کتاب نہج الحق فی کشف الصدق ہے یہ کتاب انہوں نے الحان کیا آخری بادشاہ خدابن کو پیش کیا ہے جو اپنی مذہب کی حقانیت پر لکھی گئی ہے ایران مین خدابندے سے پہلے لوگوں کی کثرت مذہب اربعہ پر تھے اسماعیلی بہت کم تعداد میں قلیل تعداد میں تھے علامہ کی توسط سے انہوں نے اربعہ سے مناظرات کی خدابندن شاہی طاقت سے ایران میں شیعہ اسماعیلی نافذ کی تو اس میں شیعہ اسماعیلی کی اعتقاد کو پیش کیا ہے۔

۳۔ بغداد پے ھلاکو مسلط ہونے کے بعد انھوں نے علمائے شیعہ سے استفتاء کیا آیا سلطان مسلمان ظالم بہتر ہے یا سلطان کافر عادل تعارض ہونے کی صورت میں آپ کسی سلطان کو انتخاب کریں گے تو علماء حیران ہوگئے تو سید ابن طاؤوس نے قلم ہاتھ میں لیا اس استفتاء پے لکھا سلطان ظالم کافر بہتر ہے سلطان ظالم مسلمان سے۔ تو یہاں یہ سوال سید ابن طاؤوس سے کرنے کا رہتا ہے عادل کافر بہتر ہے ظالم سلطان سے اس کی سند قرآن کی کس آیت سے پیغمبر اکرم کے کسی سنت سے استناد ہے بعض لوگ اس بات کو نہیں مانتے یہ شیعوں پر افتراء کہتے ہیں ہم ایسا نہیں ہے کوئی مسلمان کافر بہتر نہیں کہتا ہے یہ ہم کہیں گے کہ آپ کی واقعی فتویٰ نہیں ہے تقیاتی فتویٰ ہے اس کا ثبوت محمد باقر صاحب روضات الجنات اھل بغداد کے بارے میں نقطہ نظر ملاحظہ ہو نصیر الدین طوسی کا ھلاکو کے وزارت میں بغداد آمد کے بارے میں محمد باقر خونساری اپنی کتاب روضہ ابتکار جلد ۶ شمارہ ۵۸۸ پر لکھتے ہیں نصیر الدّین طوسی سلطان محتشم ھلاکو خان بن تولی خان بن چنگیز خان سلاطین التاتاریہ اتراک المغول ومجیئہ فی موکب سلطان المویدمع کمال الاستعداد الی دارالسلام بغداد بغداد لارشاد العباد واصلاح البلد وقطع دابر سلسلہ البغی والفساد، واخماد دائرۃ الجور والاباس بابداد دائرۃ ملک بنی العباس، وایقاع القتل العام من اتباع اولئک العظام، الی ان اسأل من دعائھم اا قدار کا مثالا لانھار فانھار بھافی ماء دجلہ ومنھا الی نار جھنم

دار البوار ومحل الاشتیاء اوالاشرار۔

کتاب نہج الحق حلی ۱۶۴ پر پانچواں مسئلہ امامت:

ا۔وہ امام کے لئے ایسے شرائط وضع کی ہے جو نبوت کے لئے مخصوص ہے امام کے لئے وہ صفات ثابت کئے ہیں جو صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے قرآن کریم میں معجزہ سے متعلق آیات کا یکا یک غور کریں تو یہ چیز واضح ہے معجزہ انبیاء نہیں کرتے تھے معجزہ اللہ کرتا تھا اور مضہر انبیاء تھے اس وجہ سے انبیاء نمائندہ اللہ ہے معجزہ کا مطلب یہ ہے یہ فعل جو میری ہاتھ سے انجام پاتے ہیں یہ فعل غیر اللہ کوئی نہیں کرسکتا ہے میں بھی نہیں کرسکتا ہوں انبیاء کیلئے معجزہ اس لئے ناگزیر ہے تاکہ آپ کی نبوت میں عند اللہ ثابت ہوجائے اس کے علاوہ کوئی چارہ ذریعہ نہیں رہتا۔

ائمہ سے منسوب معاجز میں آیا ہے ائمہ کائنات پر تصرف کلی رکھتا ہے اس کو انہوں نے ولایت تکوین تفویضی کیا نہیں کہا یہ فعل خود اللہ کی ہے بلکہ کیا ہے ائمہ خود کرتا ہے اس کا مطلب یہ کہ آئمہ نمائندہ اللہ نہیں بلکہ خود اللہ تو معجزہ ائمہ کرتا ہے یعنی ائمہ اللہ ہے، ہر چیز آج امامیہ میں نمایاں ہیں شیعہ نہیں کہتا ہے کہ ائمہ پیدا ہوا ہے بلکہ کہتا ہے ائمہ ظہور ہوا ہے ائمہ مظاہر اللہ ہے یعنی شیعہ کی بنیاد یہ ہے ائمہ مظاہر اللہ ہے یعنی اللہ انکے اندر حلول ہے اللہ ھدایت خلق کے لئے ان کی صورت میں آیا ہے گرچہ امامیہ کہتا ہے ہم غالیوں پہ لعنت بھیجتے ہیں لیکن عقائد غلاۃ جوں کے توں ان میں باقی جاری ہے چنانچہ ان کے عقائد پر لکھی گئی کتابوں میں دیکھ سکتے ہیں عقائد امامیہ عقائد سبحانی یہی ملاحضہ کریں ان کی دوسری بنیاد خلفاء غاصب ظالم جابر طاغی کہتا ہے خلفاء پر تبرا کرنا ایمان کا حصہ ہے تمہا خلفاء سے خلفاء کا ماننے والے مسلمین عامہ مسلمین کو کافر ملحد گردانا ہے ان کے نزدیک عامہ مسلمین کافر ہیں ان سے کافر وملحد بہتر ہے جب ھلا کو بغداد پر حملہ کرنے کے لئے پہنچے۔

فاسد مردود گروہوں کی چھتری کے لئے بنایا ہے امامیہ کا چہرہ ہر حوالے سے مشکوک ومخدوش ہے۔کسی شخص یا جماعت یا منصب والوں کی حقیقی چہرہ جانے کا ایک ذریعہ ان سے وابستہ افراد ہوتا ہے یہ خود کن کن لوگوں سے ملتے ہیں اور کون کون ان سے وابستہ ہیں

ا۔امامیہ کے چھتری میں جمع ہونے والے تمام گروہ اسماعیلی زیدی نصیری قرامط اثنا عشری ناموجود ونامعقول ونامشروع سب مخدوش ہے۔ان فرقوں کا اس میں ہونا اس بات کی دلیل ہے امامیہ مذموم عزائم کے حامل ہے۔

امامت بین نظریہ وتطبیق:

کلمہ امام مقتداء پیشوا کے لئے استعمال ہوا ہے اعم ازاین کہ وہ مقتدیٰ صالح ہو یا فاسد ہو اللہ کے منتخب نبی ہو یا منزل کتاب ہو یا امت میں سے اٹھنے والے داعی دین ودیانت ہو یا داعی ظلم وجور ضلالت وشرارت ہو یا نامہ اعمال سرور آور ہو یا نامہ

اعمال سیاہ ہو مولا امیر المؤمنین سے شریف رضی نے نقل کیا ہے ہر قوم کی ایک امام ہوتا ہے جو لوگوں کو خیر کی طرف یا شر کی طرف دعوت دیتا ہے چنانچہ سورہ اسراء آیت ۷۱ میں آیا ہے پیشوائے جنت اور پیشروئے جھنم دونوں کے لئے کلمہ امام استعمال ہوا ہے ان کلامات قرآن وسنت کلمات ائمہ سے واضح ہو جاتا ہے امام میں کسی قسم کی طہارت وقدسیت نہیں امّا امام مصطلح امامیہ اس ہستی کو کہتا ہے جو امور دین و دنیا دونوں میں ریاست کلیہ رکھتا ہو اس مصطلح کے امام تاریخ شریعت میں کسی کے لئے بھی استعمال نہیں ہوا ہے حتی سورہ بقرہ کی اس آیت کریمہ سے اس مصطلح کے لئے استشہاد کرتے ہیں کہ ابراہیم خلیل کو اللہ نے آخری عہدہ امام دیا ہے یہ دعویٰ اس آیت سے تو نہیں نکلتی ہے انھوں نے بقول علامہ مجلسی ایک روایت ضعیفہ سے استناد کی ہے جس ابراہیم کو اللہ نے فرمایا تھا کہ ہم نے آپ کو امام بنایا ہے جبکہ ابراہیم کے پاس ریاست دنیا نہیں تھی ہمارے نبی کریم آپ کو عمر کے آخری ۱۰ سالہ ریاست دین و دنیا دونوں ملی لیکن اللہ نے آپ کو امام نہیں کہا ہے آپ کے بعد آپ کے چار خلیفہ اپنے دور میں آج کے مصطلح کے تحت امیر امیر اطور تھے وسیع عریض مملکت پر حکمران تھے اس کے باوجود ان میں سے کسی کو امام نہیں کہا ہے جس وقت لوگ تقسیم ہوئے تھے علی اور معاویہ کے درمیان تو اس وقت لوگ آپ کو امام نہیں کہتے تھے آپ کے فرزند حسن ابن علی کو آپ کا جانشین منتخب کیا تو آپ کو امام نہیں کہتے تھے بلکہ آپ کو امیر المؤمنین کہتے تھے مصطلح ریاست دین و دنیا کے مالک دوسری صدی کے دوسری پچاس میں باطنیہ نے اختراع کی ہے باطنیہ نے کلمہ امام کو اقنوم نصاریٰ جیسا استعمال کرنے کے لئے اختراع کی ہے جہاں انھوں نے دین وشریعت قرآن و سنت سب کو مسترد کر کے اس کے باطنی معنی دعوی کیا باطنی معنی کسی کو پتہ نہیں ہوتا ہے باطن کیا چیز ہے اس کے لئے انھوں نے باطن اس لئے استعمال کیا ہے تاکہ شریعت کی اصول وفروع کو تہ وبالہ کرے اللہ کی الوھیت ربوبیت اور انبیاء ورسل کی نبوت ورسالت کو ختم کر کے الوھیت ورسالت سمیت کر اس جگہ ایک نئی اصطلاح جاگزیں کرنے کے لئے کلمہ امام اختراع کیا ہے جو کائنات میں تصرف مد وجزر احیاء وامانتہ کر سکتا ہو امام کون بناتے ہیں یہاں سے پتہ چلے گا کیسے ثابت کرتے ہیں کے بارے میں سوالات سے روکتے گئے گزشتہ زمان کے ساتھ انھوں نے اس کے لئے نظریات بنائی۔

۱۔ امام اللہ کی طرف سے منتخب ہوتا ہے۔

۲۔ امام معصوم از خطاء ونسیاں ہوتا ہے۔

۳۔ کائنات پر احاطہ علمی رکھتا ہے۔

۴۔ امام کائنات میں تصرف کل رکھتے ہیں تقسیم ارزاق کرتے ہیں حوائج سائلین برآوردہ کرتے ہیں امام اسرار ورموز سے آشنا ہوتے ہیں ایسے ایسے خرط القتات جیسے ناقابل استدلال نظریات انھوں نے بنائی ہیں وہ نظریات نہیں چل سکے

باطل علم سے نہیں، باطل ہمیشہ طاقت سے چلتی ہے قدرت سے چلتی قدرت دفع کچل سے چلتی ہے قدرت تخویف وہراس سے چلتی ہے قدرت مال ومتاع سے چلتی ہے قدرت قتل واکشتار سے چلتی ہے تو انھوں نے طاقتوں سے اپنے منصوبے کا چلایا پھر بھی خطر میں رہتے تھے تو انھوں نے اپنے خلاف ایک حریفی ضدی گروہ کی صوری شکل تشکیل دی جس کے تقابل دکھا کر اس کے حامیوں کو دھمکی دے کر مزید ضرورت پر یہود ونصاری مجوس ومشرکین سے تعاون لیکر انھوں نے ایک مذھب کو چلایا آیئے دیکھتے ہیں ان کی نظریات کہاں پہنچی ہے اور تطبیق عملی کہاں پہنچی

نص برامام علی ابن ابی طالب امیر المؤمنین کے بارے میں جتنی آیات علامہ حلی، محسن اراکی، میلانی وغیرہ نے جمع کی ہیں وہ اس عدد کے مقابل میں کم ہے جہاں بعض نے کل قرآن کے بارے میں کہا ہے اور خطباء منبر سے بھی کہتا ہے قرآن یا تو مدائح ومناقب ائمہ ہے یا ان کے مخالفین دشمنان کی مذمت ہے غرض بعض آیات قرآن کے لئے شان نزول ہوتا ہے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ آیت آپ کے شان میں نازل ہوا ہے یا اس واقع کی وجہ سے نازل ہوئی ہے یہ کتاب کسی شخصیت کو اٹھانے یا کسی شخصیت کو گرانے کے لئے نہیں اتری ہے بعض علماء نے کہا ہے سبب نزول فھم آیت میں معاون ہے اس کا مطلب یہ نہیں آیت اس سبب کے تحت نازل ہوا ہے ورنہ نازل ہی نہیں ہوتا منافقین اور قرآن کو کھیلنے والوں نے قرآن کو کنارے پر لگانے والوں نے کل قرآن کے لئے شان نزول بنائی ہے چنانچہ علوم قرآن صادر از مرکز ثقافت والمعارف جلد۳ ص ۳۷۸ پر ابن عاشور سے نقل کی ہے ابن عاشور نے اسباب نزول میں لکھا ہے بعض مفسرین اسباب نزول کے تلاش میں ڈوب گئے ہیں کود پڑے ہیں وہ اس میں غرق ہوا ہے ان کے خیال میں وہ لوگوں کو وھم میں ڈالتے ہیں قرآن کی ہر آیت ایک سبب کے تحت نازل ہوا ہے یہاں تک ان کے بتائے ہوئے باتوں پر اعتماد کھو گئے ہیں لھذا ہر آیت کے لئے ایک سبب ہے قرآن وقائع وحوادث کے مطابق نازل نہیں ہوا ہے قرآن عقائد احکامات فرد اجتماع کی حیات کے بارے میں شرائع کے لئے نازل ہوا ہے قرآن بغیر کسی سبب کے نازل ہوا ہے بعض کسی واقع کے بعد نازل ہوا ہے قرآن میں اخبار ماضی ہے سورہ یوسف ہے سورہ ھود سورہ یونس ہے سورہ بنی اسرائیل ہے سورہ فیل ہے اگر کسی آیت کے نزول کے کوئی اتفاق سے سبب آئی ہے جیسے مجادلہ کی آیت

۱۔ حولہ بنت ثعبہ کی پیغمبر سے شوہر کی شکایت پر نازل ہوا ہے جن آیات کو علامہ حلی نے امامت کو بطور نص پیش کیا ہے وہ بہت سے مؤنین پر تطبیق کرتے ہیں بطور مثال ﴿ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ﴾ علی پر انحصار کرتے ہیں جبکہ تاریخ اسلام میں رضائے الٰہی کے خاطر ہزاروں انسانوں مسلمانوں نے جان فروتنی کی ہے بعض نے ایسے بھی آیات پیش کی ہے یہ ایک واقع پر نازل ہوا ہے اسکی افادیت ختم ہے۔

حدیث ثقلین

ائمہ منصوص من الرسول ہونے کے بارے میں پیش ہونے والی دلائل حدیثی میں سے ایک حدیث حدیث ثقلین بحار انوار جلد۲۳ ص۱۰۶ کتاب طرائف میں احمد بن حنبل سے ان کی مسند سے ابی سعید خذری سے نقل کی ہے پیغمبر نے فرمایا انّی ترکتُ فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بھما لن تضل بعدی احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ حبل المحد ود من وعترۃ اھل البیتی الاّ و انھما لن یفترقا حتیٰ یرد علی الحوض اس طرح احمد بن حنبل کے سند سے استناد با سرائیل بن عثمان بن مغیرہ بن ربیعہ قال لقیت زید بن ارقم زید بن ارقم سے وہ داخل ہورہے تھے یا نکل رہے تھے میں نے ان کو کہا پیغمبر سے کیا سنا تو اس نے کہا انّی تارکم فی کم الثقلین اسی طرح ایک اور روایت احمد بن حنبل کے مسند سے زید بن ارقم بن ثابت قال رسول اللہ انی تارکم فی کم الثقلین کتاب اللہ حبل ممدود من الارض وعترۃ اھل البیت وانھما لن یفترقا حتی یرد علی الحوض اسی طرح ایک اور یہ حدیث کتب اھل سنت اور شیعہ دونوں میں نقل ہے ایک میں کتاب اللہ وسنتی آیا ہے جسے شیعہ قبول نہیں کرتے دوسرے میں عترتی آیا ہے شیعوں کا کہنا ہے یہ زیادہ متواتر ہے حادیث کے متن وسند پر بحث تحقیق کرنے والے ان دونوں احادیث پر تحفظات رکھتے ہیں ذیل میں چند تحفظات پیش کرتے ہیں۔

احادیث حجت ہونے کیلئے علماء نے دو شرط عائد کی ہے ایک حجت متن حدیث ہے کلمات احادیث اپنی ساخت کلمہ مطابقت عدم تعارض بہ قرآن اور سنت قطعی مسلمہ رسول اللہ سے متعارض نہ ہو یہ حدیث قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے متعارض ہے جہاں اللہ نے قرآن کو نقل کیا ہے قرآں کے ساتھ فرمان رسول بھی نقل ہونے کا مطلب رسول اللہ کے برابر ہونے کے مترادف ہے نساء ۱۶۵ کے قرآں محمد کے بعد کوئی حجت نہیں نبی اپنے بعد احجت بنانے کے اختیار نہیں رکھتے ہیں اما سند حدیث میں انہوں نے تلبیس طریقہ استعمال کیا ہے کثرت کتب میں درج ہونے کو مغیار تواتر بتایا ہے کثرت اصول تواتر نہیں بلکہ راوی حساب کرنا ہے۔

۱۔ان کا کہنا ہے یہ متواتر ہے خود جھوٹ ثابت ہوتا ہے کیونکہ جو چیز متواتر ہے اس میں اختلاف نہیں ہوتا ہے اختلاف ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں متواتر نہیں شاید مدعی تواتر والوں کی دعوی دوسری نمبر کے تواتر ہونگے جو کسی مسئلے کا حل نہیں

۲۔عترتی عترۃ محمد ایک بڑا خاندان ہے جس میں عباس بن عبد المطلب سے ابو طالب سے جعفر طیار سے عقیل سے اس میں کثیر خاندان ہیں متعیّن نہیں ہیں

۳۔قرآن ابھی بھی لوگوں کے دسترس میں ہے لیکن عترت سے اس تک رسائی نہیں عترت نامی اس وقت دنیا میں کوئی نہیں ہے جس سے تمسک کرائے لذا جدنہ ہونے والی بات جھوٹ ثابت ہوئے

۴۔عترت اور قرآن دونوں کو ثقلین کہا ہے دونوں ایک مرتبے میں کہا ہے پیغمبر کی فرمان سنت جو صحیح ہے وہ قرآن کے مقابلے میں برابر نہیں ہے دونوں ثقل میں برابر نہیں ہے تو عترت ثقل میں برابر ہونگے

۵۔خلائق پر حجت اللہ بناتے ہیں رسول اپنی طرف سے کوئی حجت نہیں بن سکتے

اما سند اسرائیل بن عثمان بن مغیرہ کے نام سے جامع رواۃ میں نہیں ہے اسرائیل کے نام سے کوئی نہیں ہے امّا تہذیب و تہذیب میں اسرائیل کے نام سے دو ہیں لیکن اسرائیل بن عثمان کے نام سے کوئی دو راوی ہے

اما ابوسعید خذری ابوسعید خذری ان اصحاب میں سے ہے جن کی طرف روایات کثیرہ انتساب کی ہے کتب رواۃ میں جہاں ان کے نام ذکر کیا ہے اس روایت کا ان سے نسبت نہیں دی ہے جامع روااۃ جللد اص ۳۸۸

سنت نبی سے استدلال اس بارے میں علامہ:

کہتے ہیں وہ عدد وشمار سے باہر ہیں دیکھیں ہمارے مجامع روائی میں روایات کی عددی حساب سے تین قسم بتائی ہے روایات متواتر ہر وایات متضافر ہے روایات آحاد۔روایات متواتر کے بارے میں علماء رجال علماء حدیث نے لکھا ہے روایت کہ متواتر میں کتنی آتے ہیں اس میں اختلاف ہے متواتر میں تعداد روایات نہیں بلکہ ناقلین بنیاد ہے اتنی تعداد کے بعد احتمال کذب ختم ہوجانے کم سے کم انہوں نے کہا ہے کہ ۲۰۔۲۵ آیات سے متواتر ہوتا ہے اور روایات متواتر بہت کم ہیں نہ ہونے کے برابر ہے جب روایات متواتر کم سے کم ہے کلمہ لاتحصی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جعلی ہے انتخاب امامت سنت سے نص کے بارے میں ۲۸ رواات نقل کی ہیں۔

نصیر الدین طوسی علم ریاض علم عوائل علم ارساط مجتبیٰ میں اپنے دور کے نابغہ تھے وہ معتزلہ رافضی تھے ہلاکو کے پاس اس کا بہت مقام تھے وہ ہلاکو کے مشیر گاہ بنائی نصیر الدین طوسی متولا د ۵۹۷ متوفی ۶۷۲۔

معید الدین القمی کتاب فوات الوفیات جلد۲ ص ۲۵۶ محمد بن محمد بن علی ابوطالب وزیر معید الدین بن علقمی بغدادی وزیر معتصم ۱۴ سال وزیر مستعصم رہے۔

کل دین امام میں درج ہے امام عزاداری میں دغم ہے

دین امام میں درج ہے امام عزاداری میں دغم ہے عزاداری سینہ کوبان میں حل ہے سینہ کوبان کی کوئی دین نہیں۔اور اب لوگ کہتے ہیں امام حسین نے دین کو بچایا ہے اور خود امام حسین کو عزادری نے بچایا ہے یہاں سے کہتے ہیں دین کو انہی

عزادروں نے بچایا ہے کچھ لوگ تو جانتے ہیں کہ دین کو عزاداروں کیسے بچایا ہے لیکن بعض نہیں جانتے ہیں انہیں وضاحت کرنے کی ضرورت ہے وضاحت کے لیے عزاداری کی تحلیل ضروری ہے عزاداری کیا ہوتی ہے اس کے عناصر کیا ہیں ان میں سے زیادہ کردار کس کا ہے

۱۔ صاحبان عزاخانجات یا بانیان مجالس عزاء

۲۔ خطباء وذاکرین

۳۔مرثیہ خوانان ونوحہ خواہاں

۴۔سینا پیٹاں

یہ چارا ہم عناصر ہوتے ہیں ان میں سے دین کو بچانے میں زیادہ کرادر کس کا ہے پھر اس کے بعد دوسرے، تیسرے اور چوتھے نمبر پر کون ہے

خطباء وذاکرین قدیم زمانہ سے عصر حاضر تک اس میدان میں علماء درس خوندہ با ایمان جھوٹ سے پرہیز کرنے والے ناکام ہی رہے۔عوام نے انہیں اسی میدان سے باہر کیا۔صرف جاہل نادان تیز گویان فن جھوٹ گوئی میں مہارت رکھنے والے ہی کامیاب رہے ہیں وہ دروغ گوئی افتراء امام حسین، رسول اللہ اور اللہ سے بھی گریز نہیں کرتے ہیں کیونکہ عزاداری کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے جھوٹوں نے ہی اس کی بنیاد رکھی اور اس کے لیے مواد بنایا جھوٹ ہی سے قائم ہے اسی لئے آئمہ کے دور میں نہیں چلی۔اس کا آغاز غلات زیدی آل بویہ نے شروع کیا جھوٹ در جھوٹ غلط حرکات کی وجہ سے مسلمانوں نے نفرت وکراہت سے دیکھتے تھے لہذا آل بویہ کے بعد بند ہو گیا بعد میں ایک جھوٹا خاندان صفوی ۹۰۷ھ کو نکلے۔اس کے تحفظ میں ذاکر وخطیب کہیں بھی پڑھتے، انہیں کتاب پڑھنے کی کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑھتی پچاس ساٹھ سال مسلسل خطاب کرنے والے کبھی کتاب نہیں دیکھتے بلکہ کتاب ان کے خطباء وذاکرین کے لیے نقصان دہ ہوتی ہے یہاں عام جھوٹ بھی کامیاب نہیں ہوتے ہیں فن ہنر جھوٹ ہی کامیاب ہوتے ہیں ان کے خطباء کا لب ولہجہ جھوٹ پر ہوتا ہے۔عزادار کتنے ہی فاسد العقائد، فاسد العمل کیوں نہ ہو اس کو آخرت میں امام حسین کے ہی ساتھ رہینگے اس سلسلہ میں کتاب اسرار الشہادۃ دربندی، روضۃ الشہداء کاشفی اور خطبات آیت اللہ دستغیب دیکھیں

یہاں کے کسی خطیب وذاکر کی کیسٹ، سی ڈی سن سکتے ہیں ان میں زیادہ تر نسخ شریعت محمد وقیام شریعت حسین پر زور دیا جاتا ہے

خطباء ذاکرین کے خطبات کا مرکزی محور واہداف وغایات قیام امام حسین کے بارے میں دو نکتے پر مرکوز

رکھتے ہیں۔

۱۔شہادت امام حسین کا وعدہ عالم ذر تھا شہادت کے لیے تمام آمادگی کے ساتھ تشریف لائے ،بغیر بیان غرض وغایت جان گنوانا قرآن میں تہلکہ نفس کہتے ہیں اور عقلاء اسے خودکشی کہتے ہیں۔یہ غایت قرآن محمدی نہیں ہے ۔یہ ابی زینب ۔۔۔ابی خطاب اسدی ملحد ہے یہ ھدف محمد وعلی ونواسہ رسول نہیں ہوسکتا ہے یہ لوگوں کو گمراہ ودھوکہ دہی کے چراغ دکھانے والے ہیں

۲۔امام حسین غفران ذنوب امت محمد ہیں یہ تمہید اسقاط تکالیف شرعیہ باطنیہ وبناتھا وکلیساء ہے جسے وہ حاک غفران کہتے ہیں جو کچھ خطباء وذاکریں منبر سے چھوڑتے ہیں وہ اکاذیب وافتراء ہے

شعراء غاوین مراثیء ونوحہ خواہاں اور خطبات میں تمازج وتجانس وتبادل کرتے ہیں ایک دوسرے سے سرقت نقل کرتے ہیں

یہاں امام حسین اور عزاداروں کے یزید بدل جاتے ہیں امام حسین کے مقابل یزید بن معاویہ تھے اور عزاداروں کی یزید اہل سنت والجماعت ہوتے ہیں اس حوالے سے بھی احیاء دین میں عزاداری کا کردار نمایاں نظر آئے گا

مراثی ونوحہ خواناں ،غیر دینی گھرانوں ،سلاطین وامراء کے گھرانوں میں مستحسن گرادنے جاتے ہیں یہ اور بات ہے لیکن دینی مراسم دینی شخصیات کے بارے میں قبح رکھتے ہیں کیونکہ عقلاء اور خود شعرا کے نزدیک جھوٹ زیادہ ہونا حتمی ہے علاوہ ازیں تفسیر قرآن کریم کی آیات اور فرمودات نبی کریم راہ ضالان وگمراہاں ہیں چنانچہ بیشتر تقریب غزلیات غلات بلکہ اھداف عالیہ امام حسین کے متصادم پر مشتمل ہوتی ہیں بلکہ خلاف شرع ہوتی ہیں عزاداری اشعار پر مشتمل ہے اشعار کذب وافتراء پر مشتمل ہیں انہی اشعار نے امام حسین کے قیام کو افسانہ اور دختر علی وزہراء کو ایک ان پڑھ گھرانے کی خاتون متعارف کرایا ہے لہذا قرآن سے نہیں عزاداری سے دین زندہ ہوتا ہے سینہ ماروں پشت ماروں کا تعلق تارکین صوم وصلوۃ مرتکب کبائر وباشوں سے ہوتا ہے ان سے دین ابی الخطاب منذر جارود دین آل بویہ فاطمی زندہ ہوتا ہے یا دین کی اہانت وجسارت ہوتی ہے

ان کی مرکزی شناخت

۱۔ایک دوسرے کے متنافس ومتحارب ومتناقض

۲۔تشتت دستہ سازی تفرقہ گرائی

۳۔مرکزی نقطہ وحدت دینی سے میدان فکر وعمل دونوں میں لڑنا اللہ کی الوہیت اور اس کے رسول کی رسالت کی جگہ

اہانت وجسارت دین صرف عزاداری تک محدود رکھتے حتیٰ امام حسین کو بھی بے دخل کرنا ہے

اقانیم امامیہ باضافہ ایک باقانیم ثلاثہ

عصمت، مہدی رجعت، تقیہ: چاروں کے چار شرع سے پہلے عقل سے مردود ہیں جس چیز کو عقل رد کرتا ہے وہ کسی چیز سے ثابت نہیں ہوتا ہے اگر نعوذ باللہ عقل عقلاء اللہ کو رد کرے تو کوئی اور چیز اللہ کو ثابت نہیں کر سکتی ہے انسان کی ترکیب میں جہالت نسیان تعدی تجاوز وطغیان سرکشی پایا جاتا ہے ان صفات رذائل سے پاک کوئی انسان دنیا میں متصور نہیں ۔انسان کی ہدایت جن وملک نہیں کر سکتے ہیں اس کا ہادی بشر ہونا ضروری اور ناگزیر ہے اور بشر میں ہر حوالے سے غلطیوں سے پاک ہونا ناممکن ہے۔ عقلاء کوئی فارمولا پیش نہیں کر سکے کہ عصمت کا کیا فارمولا ہے اس فارمولے کے تحت فلاں معصوم ہے فلاں معصوم نہیں۔

مہدی: وہ بشر جو انسانوں کے سامنے ہو اس کے حسب نسب کردار ورفتار داخل وباطن مامومین کے لیے ناقابل نقد ہو، ان کے سامنے ہو، جس کا باپ پتہ نہ ہو ماں مجہول ہو، افسانہ مانند ہو، نہ خود دیکھا ہے نہ معتبر وموثق دیکھنے والوں نے تصدیق کی ہے، دنیا کے کس کونہ وکنار میں ہو، غیب مطلق ہو، اس غیب کو حاضر کہنا عقل کے خلاف ہے

رجعت: جسے نکس خلقت کہتے ہیں جسے انسانوں نے دیکھا نہیں۔ جو پیدا ہی نہیں ہوا ہے اس کا رجعت دنیا کا عدل و انصاف سے پرہیز کرنا، امن وامان قائم کرنا خلاف نص قرآن ہے۔

تقیہ: یہ احتمال اپنی جگہ مثل شمس طالعہ ظاہر ودرخشاں ہے کہ آپ یہاں بھی تقیہ بڑا جھوٹ بولتے ہو۔ آپ تقیہ کے نام سے جھوٹ بول سکتے ہیں تو آپ کی کسی بھی بات پر بھروسہ نہیں کر سکتے ہیں آپ کی باتوں پر احتمال صدق وکذب برابر رہتا ہے۔ جس مذہب کی اساس عقل کے خلاف عقل سے متصادم ہو وہ مفروضاتی مذہب کہلائیں گے معلوم نہیں اب تک کس ابلیس نے اس کو کاندھا دے کر کھڑا رکھا ہے۔

امامیہ کے دوسری اساس تبراء خلفاء ثلاث:

آئے دیکھتے ہیں ان کی خلفاء سے دشمنی اھل البیت سے دوستی کس بنیاد پر ہے علی کی حمایت میں ہے یا اسلام کی دشمنی پر ہے ہم یہاں ان کے دشمنی کے عوامل واسباب کو تلاش کرتے ہیں وہ کونسی عوامل واسباب تھے جن کی بنیاد پر وہ خلفاء سے دشمنی کرتے ہیں جب ان سے سوال ہوتا ہے مختلف جواب دیتے ہیں انھوں نے بے بی پے ظلم کیا اسلئے ہم ان پر تبراء کرتے ہیں جس کو ان کی ملکیت میں پناہ لینی والی مسیحی عورت کی گردن بند جوانان غارت میں لینا برداشت نہیں تھا علی کو

کرنا چاہیے یا آغا خان اور بھٹو کے ریزہ خواروں کو کرنا ہے آیا بنی ہاشم ان سے دشمنی کرتے ہیں۔
۱۔انھوں نے پی پی پر ظلم کی ہے آیا زھرا کی حقوق سے دفاع دشمن زہراء سے قصاص انتقام ان کے غیور ہاشم کو کرنی چاہے جس وقت چچا عباس اور ان کی اولاد سے عباس اور ان کی اولاد اطہار اولاد زہراء شوہر کو کرنی ہے سے دشمن زھرء سے بمٹنا علی اور آپ کے فرزندان غیرت مندوں کا کام ہے اگر علی تمھارا امام ہیں تو علی سے تجاوز کر کے یہ کام کسی کے کہنے پر کرتا ہے علی تو خلفاء کے دشمن کے خلاف تھے حتی اولاد علی حضرات حسنین امام سجاد امام باقر زید بن علی امام جعفر صادق سب خلفاء کے مدافع تھے۔
۲۔انہوں نے حق علی کو غصب کیا ہے یہ حق حضرت علی کو کس اصول حق سازی کے تحت ملے تھے یہ حق حضرت علی کو ابی طالب سے ورثے میں ملے تھے اگر نبی کریم سے ورثے میں ملا ہے تو نبی کو دینا چاہیے اگر احتمال تنازع ہے تو وصیت کرنے کا حکم ہے۔ ۲۔ اگر نبی سے ورثے میں ملے تو یہ حق زہرا ہے ان کے بعد ان کی اولاد کا ہے علی کا نہیں۔
۲۔پیغمبر نے جب مھمل چھوڑا تو کسی کا بھی حق نہیں ہے نہ علی کا حق ہے کہ خلیفاء نے چھینا ہو نہ خلفاء کا حق ہے کہ جو انھوں نے لیا ہو حق کو اھل حق نے لیا ہے لیکن اس منصب کے ساتھ انھوں نے جو سلوک کیا ہے دین پیغمبر کو بچایا اٹھایا بارہ سال تک امت متحدہ ہر آئے دن امت کے لئے فتح و فتوح کی پرچم لہرایا تو علی کا حق نہیں چھینا ہے

۴۔انھوں نے بیبی پر ظلم کی اس کی سند کیا ہے اس سلسلے میں تین مصادر ذکر کرتے ہیں۔
۱۔کتاب سلیم بن قیس ھلالی ۲۔کتاب امامیہ وسیاسہ ابن قتیبہ دینوری ۳۔کتاب احتجاج طبرسی۔تینوں کتابیں مخدوش ترین کتابیں ہیں اما کتاب سلیم بن قیس ھلالی اس سلسلے میں تین نکات ہیں ا۔قیس کون ہے؟ سلیم کی تعریف میں صرف یہ دعویٰ موجود ہے یہ اصحاب امیر المؤمنین میں تھے یہ بھی علم رجال میں مشکوک ہے۔اس کے علاوہ کسی جگہ ذکر نہیں ہے امیر المؤمنین کے ساتھ ہو حضرت علی نے تین جنگیں لڑی ہیں اصفین ۲۔جمل ۳نہروان تینوں میں اس کا ذکر نہیں
۲۔ان کی کتاب ہے قم میں نشر ہونے والی مجلّہ پژوھش میں اس کتاب کے محتویات کو کھولا ہے۔آغائے خوئی نے کتاب رجال میں ان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے یہ کتاب اپنی اندر تضاد سے پر ہے غلطیوں سے بھرے ہوئے ہیں
۳ تیسری عنصر سلیم بن قیس کی کتاب کو لانے والے پیش کرنے والے کا نام ہے ابان بن عیاش علماء رجال نے ان کو مشکوک مخدوش بنایا ہے یہ کونسی منطق ہے یک کتاب مشکوک ومخدوش کو سند بنا کر امت اسلامی میں جنگ نفرت عداوت پھلائیں اسلام کو روکنے کا بندوبست کرے

۲۔دوسری کتاب الامامۃ والسیاسہ ابن قتیبہ دینوری ہے محقق کتب نے اس کتاب کوابن قتیبہ پر جعل لکھاہے اس میں ایسی باتیں ہیں جوابن قتیبہ سے نہیں بنتی ہے۔

۳۔یہ فیصلہ ایک اجتماع مسلمین میں ہواہے اسلام کے شیدا جنگوں میں پیغمبر کے ساتھ رہنے والے پیغمبرﷺ کی آمد سے پہلے دین نشر کرنے والا مشرکین سے مخالفت مولنے والا پیغمبر کواس شہر میں دعوت دینے والا یہ اجتماع ان افراد پر مشتمل تھے وہ دشمن علی نہیں تھے دشمن اھل البیت نہیں تھے دشمن اسلام بھی نہیں تھے جو فیصلہ ہواوہ اسلام کے حق میں ہوا اگر چہ انصار اس حق سے محروم ہوئے لیکن انھوں نے مذاحمت نہیں کی غیر جانبدار بھی نہیں رہے دھرنے بھی نہیں دی فیصلے کوخوشی سے تسلیم کیالھذا ماننا پڑے گاان کوخلفاء سے نفرت اس وجہ سے ہواہے انھوں نے اسلام کوخطر روم وفارس سے بچایاہے انھوں نے محمدﷺ کے نام سے اسلام کواٹھایاہے یہ غصہ اھل فارس یہود وہنود ونصارا مجوس فارس کے جیالوں کوناگوار گذری ہے لھذا انھوں نے دوجملے بنائے ہیں یہ خالص اسلام دشمنی میں نہیں چل سکتے تھے اس کوکوئی مسلمان برداشت نہیں کرسکتے تھے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کے اجتماع کوتقسیم کرنے کے لئے علی اورعثمان پرلعنت کی جب قدم جم گیا اعوان و انصار بڑھ گیا توانھوں نے خودخلفاء کونشانہ بنایامبغوض بنایا علی کے دشمن تو معاویہ تھا مروان تھا۔

۳۔کتاب احتجاج طبرسی ہے یہ کتاب تین آدمیوں کے درمیان میں مشکوک ہیں کس نے لکھاہے اس سلسلے میں ریاض العلماء آفندی نے لکھاہے نیز یہ کتاب بذات خودسب مرسلات ہیں کسی بھی وقعے کی سندنہیں دی ہے دونوں سند سے گری ہوئی کتاب ہیں یہ کہتے ہیں انھوں نے علی سے خلافت کوچھینا خلافت کوپیغمبر کے بعد یہ منصب کسی کابھی نہیں ہے جس کے بارے میں اللہ نے اپنی کتاب میں مھمل چھوڑاہے اسکا ذکرنہیں کیاہے پیغمبر نے بھی اس کومھمل چھوڑاہے (چند جملےاوپر گذر گیاہے)

الف لیلائے سقیفہ:

الف لیلائے یاماجرائے سقیفہ ماجرائے دروازہ سوزی حضرت زہرادختر رسول اللہ زوجہ امیر المؤمنین مادرائمہ یعنی کتاب سلیم بن قیس ھلالی ہے اس کتاب کوالف لیلاء کہنے کی وجہ بغیر سندصحیح دل گرم رکھنے متعلقہ افرادکومصروف ومشغول رکھنے پس شورشرابہ اصل واقعہ کیا تھے اورسمجھنے کے اقدامات سے روک کررکھنے والوں کناہوں کوالف لیلیٰ کہتے ہیں سقیفہ بنی ساعدہ یادروازہ سوازی حضرت زہرابھی اسی طرح واقعہ سقیفہ بن ساعدہ جہاں نبی کریم کی وفات کے بعد انصار کی طرف سے ایک ہنگامی اجتماع بلایا گیا تھا تاکہ نبی کریم کے جانشین کاتعین کریں کیونکہ قیادت ورہبری رسول اللہ کے اٹھنے سے ممکنہ خطرات کے اثرات سوئکانشانہ بننے سے پہلے مرحلے میں انصارومہاجرین پر پڑسکتے تھےمہاجرین کی بروقت شرکت کی

وجہ سے اس منصب کیلئے کون کون حقدار ہے پر گفتگو کرنے کے بعد ابو بکر بن ابی حاقہ منتخب کیا تھا بقول بعض یہاں متوقع فتنہ کی آگ جلدی خاموش ہوئی ہے لیکن سلیم بن قیس ہلالی کی لکھی کتاب سے اٹھنے والے شعلہ ابھی تک خاموش نہیں ہوئے لیکن خود اس پر تحقیق کرنے والوں نے اس کتاب کو الف لیلاء سے تشبیہ دی ہے کتاب سلیم بن قیس ہلالی اس کتاب کو اس الاساس امامت صفحات سواد خلفاء قرار دیا ہے جبکہ امامت خود اپنی جگہ بلا اساس ہے اس کتاب پر ایک تحلیل تجزیہ ریاضی مجلّہ آئینہ پژوہش صادرہ از قم شمارہ ۳۷ سنہ ۱۳۷۵ شمسی ص ۱۹ محمد تقی سبحانی لکھتے ہیں کتاب مجلّہ آئینہ پژوہش شمارہ ۳۷ سنہ ۱۳۷۵ شمسی ص ۱۹ محقق محمد تقی سبحانی کہتے ہیں کتاب سلیم مختلف جہاد سے اہمیت کے حامل ہے یہ قصہ تین عناصر سے مرکب ہیں عنصر اول سلیم بن قیس ہے۔

۲۔ ابان بن عیاش راوی مستقیم از سلیم بن قیس ہے۔

۳۔ خود کتاب ہے مجلّے میں کتاب اختصاص سے نقل کیا ہے سلیم بن قیس امیر المؤمنین کے پولیس میں تھا بعض نے ان کو یاران امام باقر تھا معجم رجال حدیث خوئی جلد ۸ ص ۲۷۷ پر

امّا کتاب سلیم بن قیس پہلی کتاب ہے جس میں امامت و خلافت کی اہمیت کو چھیڑا ہے تمام اختلافی مسائل حتیٰ ۱۲ اماموں کا بھی اس میں ذکر ہے یہ کتاب فتنہ گھر فساد گھر ہے۔

کتاب کے مضامین تاکید بر افضلیت اھل البیت

۲ وصایت ولایت بلا فصل علی بن ابی طالب

۳ تصریح بتعداد ائمہ

۴۔ مسئلہ مھدویت امام مھدی جو نسل امام حسین سے ہوگا

۵۔ ماجرائے سقیفہ اور امیر المؤمنین اور آپ کے یاران کا اس سے مقابلہ تحصن امیر المؤمنین اور آپ کے یاران خانہ زھراء میں اس میں زھراء کو زخمی کرنے خانہ کو آگ لگانے علی کے گردن میں رسی ڈالنے اور مسجد میں لے جانے کا ہے

۷۔ تمام اصحاب پیغمبر ہی پیغمبر کے بعد مرتد ہوگئے صرف چار رہ گئے تھے سلمان، ابوذر، مقداد، زبیر

۸۔ خلفاء کی مطاعن و بدعات صحیفہ ملعونہ

۹۔ ماجرائے عقبہ وحدیث تابوت

۱۰۔ توطئہ قتل علی توسط خالد بن ولید بدستور ابو بکر

۱۱۔ادب ایمان شیخین ابوبکر، وعمر سرے سے ایمان نہیں لائے تھے
قرآن کو علی نے جمع کیا عثمان کے مقبلے میں علی نے خود قرآن جمع کئے ہیں
۱۲۔پیغمبر کی اموی عباسی حکومتوں کی ظالمانہ صدیوں پر پیشگوئیاں اس کتاب سے نقل کرنے والے حسین بن سعید احوازی متوفی ۲۵۰ھ مختصر اثبات رجعہ تألیف فضل بن شاذاں متوفی ۲۶۰ھ بصائر درجات تألیف محمد بن حسن سفاک متوفی ۲۹۰ھ ان کے بعد عیاشی فرات کوفی علی بن ابراھیم قمی کلینی کافی میں من لایحضر الفقیہ خصال کمال الدین علل شرائع کہتے ہیں ۶ صدی کے بعد بہت مشہور ہوا احتجاج طبرسی میں نقل ہوا ارشاد قلوب دیلمی میں نقل ہوا فرائد سمطین
نقد بر کتاب سلیم بن قیس بن غزائری نے کتاب کے نقل میں ابان بن عیاش ابراہیم بن عمیر صنعانی کا نام لیا ہے یہ دونوں ضعیف ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا سلیم بن قیس کی کتاب ابان بن ابی عیاش ابراہیم بن عمرو سے نقل ہے یہ دونوں ضعیف ہیں ان پر اعتماد نہیں عمرو بن عزینہ کبھی ابان سے نقل کرتے ہیں کبھی ابراہیم سے نقل کرتے ہیں متن کتاب سلیم بن قیس جعل تدلیس پایا جاتا ہے من جملہ کہتے ہیں ابوبکر ھنگام وفات غصب خلافت بر اعتراف کیا کہا میں نے غلطی کی ہے ان کے بیٹے محمد نے ان کو نصحت کی ملامت کی اس وقت محمد کے عمر ۳ سال تھے
اس کتاب کے مندرجات میں سے یک یہ ہے کہ امام تیرہ ہیں۔
اما خود سلیم بن قیس ہلالی اما سلیم بن قیس کون ہے؟ اس بارے میں کوئی مدارک ومصادر شواہد وقرائن نہیں ہے جو کچھ ہمارے پاس ہے رجال حدیث میں جو کچھ ذکر ہے اسی کتاب سے ہے اس کتاب کے راوی ابان بن عیاش وعمرو ابن عزینہ ہے کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہجرت سے دو سال پہلے پیدا ہوا ہے خلافت عمر میں وہ جوان مست تھا وہ مدینے میں آیا ہے اس دوران میں اس کی تمام تر کوشش نقل وضبط ماجرائے سقیفہ وفدک میں محو تھے وہ حکومت امیر المؤمنین میں آپ کے یاران میں تھا حضرت جب شہید ہوئے اور اموین مسلمانوں پے مسلط ہوئے سلیم بن قیس بنی امیہ کی عناصر مشکوک کے لسٹ میں تھا۔ کہیں کوئی شواھد وگواہ نہیں ملتا ہے کہ وہ امام حسن وامام حسین رابطہ رکھتے تھے کتاب سلیم میں نام حسن وحسین ناپید ہے

ابان بن عیاش کے کہنے کے خطوط اساسی کتاب یعنی۔
مطابق حجاج بن یوسف ثقفی جب عراق کے والی بنے تو سلیم بن قیس کی تلاش میں پڑے تو سلیم حجاج سے ڈر کے جان بچانے کے لئے فارس فرار ہوئے منطقہ نوبندجان کہتے ہیں یہ شیراز میں تھا وہاں ایک جوان تھا سن وسال تازہ نوجوان تھا

ابان نے ان کو اپنے گھر لے گیا سلیم نے اس نو جوان کی تربیت کی یہاں سے اسے روح عشق محبت اھل البیت آئی آ کر عمر میں اس نے اپنی کتاب سے پردہ ہٹایا اس اپنی کتاب میں لکھی کتابیں سا بان پر واضح کیا اور ابان کو بطور امانت دیا ابان نے سلیم بن قیس کے وفات کے بعد بصرہ آیا پہلی مرتبہ حسن بصری سے ملاقات کی سلیم بن قیس کی کتاب ان کو پڑھایا حسن بصری نے اس کتاب کو صحیح گردانا بھی۔ اسی سال وہ مکہ آیا وہاں انھوں نے اس کتاب کو امام سجاد کو پیش کیا اس وقت دو صحابی پیغمبر ابی طفیل عمر ابن ابی سلمہ نے ان روایتوں کی تائید کی ابان بن عیاش مرنے سے پہلے سلیم بن قیس کو خواب میں دکھایا اور ان سے سفرش کی یہ کتاب کسی شیعہ کے حوالے کرے انھوں نے اس کتاب کو عمر ابن عزینہ کے سپرد کی عمر ابن عزینہ نے اس کتاب کو نشر کیا لھذا ایک از اصول معتبر شیعہ میں شمار ہوتا ہے مختلف طریقے سے یہ کتاب نشر ہوتی ہے آخر میں یہ کتاب تین جلد میں چھاپ ہوئی ہے محمد باقر انصاری نے تین جلد میں چھاپی ہے پہلی جلد ان کی معرفی ہے دوسری نسخوں سے مقابلہ کیا ہے تیسری جلد میں محقق نے ہر ایک روایات کی سند کی تحقیق کی ہے۔

ہر دور میں امام ہوتا ہے

ہر دور میں امام ہوتا ہے یہ عقیدہ کتاب نھج البلاغہ میں حضرت علی سے منقول خطبہ ۹۰،۱۶۰،۱۸۲،۱۸۵ کے خلاف ہے جن لوگوں سے کلینی نے یہ روایات نقل کی ہیں ان کے روات یا تو فاسد العقیدہ ہے یا مجھول الحال ہے اس میں چار روایات ہیں اس میں سے دو اور تین کو علامہ مجلسی نے دلائل قاطعہ ساطعہ نا قابل انکار قرار دیا ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے اللہ کی حجتیں بالغہ ہیں آپ کے ائمہ حضرت علی کے علاوہ کوئی بھی کسی نے اپنے آپ کو اجتماع عام میں ایام وقت ہو کر پیش نہیں کیا ہے انہوں نے امام ہونے کا دلیل نہیں دیئے ہیں اکثر آئمہ کثر گھروں میں بند یا زندان میں محبوس خائف تھے وہ دعویٰ کر ہی نہیں سکتے تھے جو روایات ائمہ سے پیش کرتے ہیں وہ رواۃ مجھول الحال والے رواۃ ہیں یا معلوم الفسا د والے زنادقہ میں سے تھے یا ان کا کوئی وجود ہی ثابت نہیں ہوتی ان نام کتب رجال میں نہیں ہے ان کے عقائد میں سے ایک ہے کہ زمین حجت سے خالی نہیں رہ سکتا اس سلسلے میں کلینی نے تیرہ روایات نقل کی ہے ان میں سے آخر راوی مجھول و متھم ہیں امثال حسین بن ابی عُلاء، علی ابن ابراہیم اسحٰق بن عمار فطحی، علی ابن حکم جیسے مجھول الحال والے ہیں یہ جو ہر دور میں اللہ کا حجت ہوتا ہے حجت اسے کہتے ہیں کہ خود اپنے آپ اللہ کا حجت ہونے کا دعویٰ کا دلیل پیش کرے جس طرح حضرت محمد ﷺ نے پیش کی ہیں ۱۲ امام والے ہر امام پر کے ہیں امام حسین کے بعد محمد حنفیہ کو امام بنایا ان کے بعد ان کے بیٹے کو امام بنایا ان کے بیٹے نے اپنی امامت علی ابن عباس کو دیا امام صادق کے بعد آپ کے چاروں کے بیٹوں نے دعوائے امامت کی ہے وہ سب ۲۶۰ھ تک ختم ہوئے تھے تعداد امام کے بارے میں اصول کافی میں تین روایات ہیں ایک میں گیارہ امام

آیا ہے ایک میں بارہ امام آیا ہے ان میں دو نابالغ تھے وہ حجت ہو نہیں سکتا تیسرا پیدا ہو کے کسی مسلمان نے نہیں دیکھا ہے امام حسن عسکری نے کسی کو دکھایا ہو نہیں ہے اگر غائب ہو گئے ہیں تو ڈبل ناجائز ہوتا ہے ایک نابالغ دوسرا غائب۔ پھر وہ نابالغ ہے حجت نہیں ہوتا غائب ہونے والا حکم معدوم ہوتا ہے۔

ا۔ ہر دور میں اللہ کی حجت ہوگا یہ قرآن کے خلاف ہے ہر دور میں اللہ کا حجت نہیں ہوتا ہے حجت رسول اللہ کے بعد ختم ہے حتیٰ امامیہ والوں کے پاس وقفہ وقفہ بغیر امامت کے چلی ہے سنہ ۱۵۰ھ سے ابتدائے فاطمیہ عبداللہ مھدی تک کوئی امام نہیں تھے امام مستور کا دعویٰ خود کرنے والے تھے خود اپنے لئے کہا ہے زیدیوں کا تسلسل نہیں ہے نزاریوں کے قلعہ الموت کے بعد ختم ہوا۔ اثناعشری والوں کے پاس امام حسن العسکری کے بعد سے اب تک کوئی شخصیت نہیں ۱۲سو سال تک کوئی حجت نہیں۔

جہاں باطنیوں کے ترجمان کا کہنا ہے اتفاق واجماع اخباری حدیثی اصولی ہے حوزات ومدارس کے عبا وقبا پوش کے نزدیک ناقابل تردید ناقابل تشکیک وناقابل نقاش حقیقت ہے کہ قرآن ظنی الدلالہ ہے۔

اگر کوئی شخص قرآن سمجھنا چاہتے ہیں فعلیہ الاستعانہ بالاحادیث آیئے دیکھتے ہیں اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ہماری کتاب میں ہر خشک وتر کا حکم پایا جاتا ہے تو ہم خود قرآن سے پوچھتے ہیں اے کتاب رب کریم کیا یہ جو بات اخباری حدیثی فقہاء کہتے ہیں قرآن ظنی الدلالہ ہے درست ہے یا نہیں قرآن آپ کو جواب دیں گے نہیں کلاثم کلا الف مرۃ کا یہ قرآن پر افتراء وطعن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''قرآناً عربیاً'' عربی واضح اور فصیح کلام کو کہتے ہیں واضح اور فصیح زبان میں (نازل کیا) سورہ یوسف آیت۔۲ عربی کا معنی ہی وضاحت ہے جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو چنانچہ غیر مزوجہ لڑکیاں ان کو غیر مبین کہا ہے وہ اپنی خوہشات کا اظہار نہیں کرسکتی بیوہ اپنی خواہشات ورضایت کا اظہا کرسکتی ہے

تفسیر کے معنی الکشف عن الشیء، وھواعم من النطق لانّ انطق مختص بالانسان عرب کے معنی بیان ہے عرب کے معنی تحسین ہے عرب کے معنی ازالہ خفا ہے قرآن نے تکرار سے کہا ہے کہ یہ ایک کلام بیّن ہے قرآن نے سورہ فصّلت آیت۔۴۴ میں کلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے

ا۔کلام عجمی

کلام عجمی یعنی کلام نامفہوم کو کہتے ہیں کلام عربی کلام مفہوم کو کہتے ہیں زبان واضح ہونے کی وجہ سے اللہ نے فرمایا ہے اس

کے احکام واضح ہیں اس کے احکام میں بھی اجمال وابھام نہیں ہے جس کلام کو اللہ نے کلام مانوس سہل البیان کہا ہے باطنیہ نے اس کو الفاظ غریبیہ کہا ہے اصولی نے اس کو ظنی الدّ لالہ کہا ہے تب بھی قارئین مطمئن نہیں ہوں گے تب بھی انصاف نہیں ملے گا عربی کا معنی واضح ہونے کی ایک منطق شعوبیین نے کلمات کو صحیح پڑھنے کے لئے لگانے والی نشانی کو اعراب کہا ہے پوری عربی زبان آسان زبان ہے اورعرب میں بھی آسان زبان واضح زبان زبان قریش ہے۔

قرآن قریش کے لہجے میں نازل ہوالہٰذا قرآن کے کلمات کوکلمات غریبہ غرائب کہنے والے اپنے منہ کو دھولیں اگر بدنیت نہیں ہیں تو لغت قرآن کا درس رکھیں تفسیر قرآن اس وقت وجود میں آئی ہے جس وقت احادیث دین وشریعت کا مصدر وحید بنی ہوئی تھیں تفسیر قرآن کریم احادیث کے غلط وملط کی تمیز کرنے رہائی دینے کے لئے وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ اس ڈر سے کہیں قرآن دوبارہ معاشرے پرحاکم نہ ہوجائے اسے روکنے کے لئے تفسیر قرآن نامی ایک شعبہ کھولا ہے لیکن اس عمل غلط کو مستند بنانے کے لئے انھوں نے تفسیر قرآن کو خود رسول اللہ سے اور آپ کے بعد اصحاب وتابعین سے انتساب کیا ہے جس طرح انھوں نے بدعت اجتہاد کو اصحاب اور رسول اللہ سے انتساب کیا ہے جب جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ چھپانے کے لئے اور جھوٹ بولنا پڑتا ہے عبداللہ بن عمرو بن عاص خصوصی اجازت لے کر آپ سے حدیث لکھتے تھے یا حضرت علی آپ سے املاء لکھتے تھے آیات قرآن اور منع تدوین حدیث سے متصادم ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں پیغمبر کے دور میں تفسیر قرآن کے بارے میں انھوں نے کتنی غلط بیانی کی ہے کتاب اصول تفسیر ومناھج ص ۱۴ پر لکھتے ہیں اس وقت کے مسلمان عرب خالص تھے اپنے ذوق سلیقہ عربی کے حوالے سے قرآن کو اچھی طرح سے سمجھتے تھے۔

عرب اپنے ذوق اور سلیقہ میں بلند مقام رکھتے تھے لیکن قرآن کریم تمام عربوں کی زبان پر فوقیت رکھتے تھے اپنے الفاظ و اسالیب میں جو سمجھ میں نہیں آتا تھا وہ ایک دوسرے کو بیان کرتے تھے اگر کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتا تو پیغمبر سے پوچھتے تھے۔

الفاظ قرآن سکھاتے وقت قرآن کے معانی بھی کرتے تھے۔

۱۔ پہلے مرحلے میں فرمایا ہے یہ کلام عربی ہے سورہ نحل آیت ۱۰۳ سورہ فصلت آیت ۴۴ سورہ شعراء آیت ۱۹۵ سورہ یوسف آیت ۲ سورہ رعد آیت ۳۷ سورہ طہ آیت ۱۱۳ سورہ زمر آیت ۲۸ سورہ فصلت آیت ۳ سورہ شوریٰ آیت ۷ سورہ زخرف آیت ۳ سورہ احقاف آیت ۱۲ کیونکہ دنیا بھر کے تمام کلاموں میں افہام وتفہیم میں پیچیدگیاں پائی جاتی ہیں اس کلام میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں نہ اس کلام میں نہ اس کے فہم میں۔

۳۔قرآن کی تفسیر جسے تفسیر روائی یا اثری کہتے ہیں جبکہ اس کو قرآن فہمی سے روکنے کے لئے دلوں پر لگانے والا تالہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔جس کی وجہ سے آج تک مسلمان قرآن سے محرم نہیں ہوسکا ہر آئے دن قرآن سے فاصلہ پر ہو رہا ہے قرآن اس کے لئے لایعنی مہمل بنتا جارہا ہے بلکہ قرآن کو حدیث کا پناہندہ کہہ سکتے ہیں چنانچہ عالم حدیث نے کہا حدیث قرآن کی محتاج نہیں بلکہ قرآن حدیث کا محتاج ہے۔

قرآن سمجھنے کے لئے وضع کئے گئے قواعد کو سامنے رکھ کر یا ان کو استعمال کریں وہ یہ ہیں:

۱۔قرآن کی آیات میں کلمات کے معانی جاننے کے لئے کلمات قرآن کی توضیح وتشریح کے لئے لکھے گئے مجامع قوامیس لغات دیکھیں لسان عرب تاج عروس قاموس محیط مفردات راغب عمدۃ الحفاظ وجود نظایر میں دیکھیں وہاں کیا معنی کیا ہیں۔

۲۔تدبر در آیات قرآن کریں سورہ نساء ۱۲ محمد ۲۴ ص ۲۹ میں آیات قرآن میں تدبر کرو نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے تدبر مادہ دبر سے ہے دبر کا معنی لغت میں کسی چیز کی پشت کو کہتے ہیں یہاں سے خالق ورازق کائنات کو مدبر کائنات کہا ہے لہذا قرآن میں دبر کے معنی بعد وراء خلف ادبار آیا ہے کسی چیز کے پس منظر میں جانا ہے مثلاً تحقیقاتی اداروں میں کسی بھی چیز کے بارے میں چاہے درستگاہ ہو ادارہ ہو کتاب ہو شخصیات ہوں اس کا آغاز ابتدائی تاریخ سے شروع کرتے ہیں مثلاً اگر قرآن کریم کو سمجھنا ہو تو قرآن کے آغاز نزول میں جانا ہوگا یہ قرآن کب نازل ہوا کہتے ہیں چھٹی میلادی کے بعد نازل ہوا۔

یعنی جس وقت عرب اور ساری دنیا پر جاہلیت چھائی ہوئی تھی جس ذات پر یہ کتاب نازل ہوئی تھی وہ ذات بہ اتفاق موافق مخالف کسی بھی انسان کے سامنے تعلیم کے لئے جھکی نہیں تھی وہ امی ان پڑھ تھے لہذا جب پہلی آیت نازل ہوئی ان سے کہا پڑھو تو نہیں پڑھ سکا کیونکہ کسی چیز کے پڑھنے کے دو طریقے ہوتے ہیں ایک صفحات ذہن پر محفوظ ہو یا سامنے کوئی مکتوب ہو یہ دونوں نہیں تھے اس وقت امی نے یہ کتاب لا کر جاہل مشرکین کو پڑھائی تو وہاں مشرکین نے از خود درک کیا ہے یہ کلام عربی میں ہے لیکن عام انسان نہیں بول سکتا ہے وہ اس کی تہہ تک نہیں پہنچے محمد پڑھے ہوئے نہیں تھے لہذا کسی نے سحر و جادو کسی نے کہا یہ شعر ہے اللہ نے ان سے نہیں کہا کسی عالم سے پوچھو مفسر سے پوچھو فرمایا خود تفکر کرو یہ کتاب اس طرح نازل ہوئی جس طرح ابتدائی کلاسوں میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے یہ کہتا ہے یہ کان ہیں یہ ناک یہ انگلیاں ہیں اللہ نے فرمایا تمہارے اوپر آسمان اور زمین کے نیچے کیا ہے زمین یہ ہوائیں نظر آتی ہیں کہا ہاں تو پوچھا ان کو کس نے خلق کیا ہے اس طریقے کو تدبر تفکر تعقل کہا ہے۔

قرآن گزشتہ کتب آسمانی سے دو امتیاز رکھتا ہے جو اس سے پہلے کتابوں کو حاصل نہیں تھے اگر اس کے صفحات دنیا میں ختم ہو جائینگے تو قرآن سینوں میں زندہ پائینگے اگر حافظان قرآن ختم ہو جائیں گے تو کتاب کی صورت میں پائیں گے:

قرآن کریم کو کبھی قرآن کبھی کتاب کہہ کے یاد کیا ہے یہ دونوں نام قرآن اور کتاب ستائیس سوروں میں اس کتاب کے تعارف میں آئے ہیں سورہ بقرہ' سورہ اعراف' سورہ یونس' سورہ ھود' سورہ یوسف' سورہ رعد' سورہ ابراہیم' سورہ حجر' سورہ کہف' سورہ طہٰ' سورہ فرقان' سورہ شوریٰ' سورہ النمل' سورہ قصص' سورہ لقمان' سورہ سجدہ' سورہ یٰسین' سورہ جن' سورہ زمر' سورہ فصّلت' سورہ زخرف' سورہ دخان' سورہ جاثیہ' سورہ احقاف' سورہ طوران سوروں کی ابتداء میں کبھی قرآن کبھی کتاب سے تعارف کیا ہے۔

قرآن کریم کا تعارف کسی بشر سے کرنے سے پہلے خود اللہ نے مثل شہاب ثاقب آیات محکمات سے ہر قسم کی شکوک وشبہات کو رد کیا ہے یہ نبی کریم پر نہیں چھوڑا ہے کہ آپ بیان کریں یہ کتاب کتنی عظیم ہے کتاب کی عظمت وجا معیت ورسائی وادراک کی نوعیت کو خود اللہ نے گزشتہ آیات میں بیان کیا ہے ان واضح وروشن ودرخشان وتابناک بیانات کے باوجود قرآن سے آنکھ چرانے توجہ ہٹانے کے لئے قرآن کو ایک نا قابل فہم وادراک کتاب قرار دیتا ہے اس کے لئے دو طریقے اپنایا ہے ایک عوام گرائشی طریقہ کو اپنایا ہے ہم ادنیٰ شعر کے معنی نہیں سمجھتے ہیں اپنے علماء کے کلام کو نہیں سمجھتے ہیں ہم علامہ اقبال کا کلام نہیں سمجھتے ہیں ہم بوشاہ عباس کے کلام کو نہیں سمجھتے ہیں چہ جائیکہ کلام خالق متعال سمجھیں۔

۲۔آیات متشابات سے استناد کرتے ہیں' حروف مقطعات کے کیا معنی ہیں۔اس آیت کا کیا معنی ہے اس آیت کا کیا مطلب ہے مترجمین ومتکلمین نے مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

۳۔طریقہ علمی استناد کر کے کہتے ہیں علماء فرماتے ہیں قرآن ظنی الدلالہ ہے۔

حیلے بہانے ابلیسی مانند بخشیش تمسک کر کے رب کریم پر افتراء باندھتے ہیں۔

۴۔قرآن سے انحراف کی ایک وجہ قرآن میں کلمات مشترکات ہیں یہاں اس کو مفروغ عنہ قرار دے کر اس پر آثار واحکام مرتب کئے ہیں اور سب سے خطرناک اثر جو مرتب کیا ہے کلی طور پر کہا ہے کہ قرآن ظنی الدلالت ہے کسی لفظ کے بارے میں قطعی نہیں کہہ سکتے کہ اس کے معنی یہ ہیں یہ مفروغ عنہ اور اس پر مرتّب حکم دونوں خطرناک عقل سے متصادم ہیں قرآن میں کلمات مشترک لفظی مشترک معنوی پایا جاتا ہے یہ بات چندین لحاظ سے مردود ہے۔

قرآن زبان عربی میں ہے اس میں غیر عربی نہیں ہے لہٰذا عربی زبان میں جتنے بھی علوم وفنون حتیٰ عام خطابات

ظنی الدلالہ ہوتا ہے وہ کوئی نہیں کہتا ہے تمام علماء بلغاء عرب کا اتفاق ہے عربی زبان سب سے زیادہ فصیح و بلیغ زبان ہے ۔قرآن زبان قریش میں نازل ہوا ہے اور قریشیوں کو تحدی کیا ہے جب قرآن سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے تو اسے سب سے آسان فہم زبان سمجھا جائے گا دیگران کے خطابات سے بہتر ہوگا۔عربی زبان میں ایک لفظ کے چندین معنی ہوتے ہیں یا ایک معنی کے لئے چندین الفاظ ہوتے ہیں۔اس کو فلاسفہ لغت والوں نے مسترد کیا ہے۔

فلسفہ لغت والوں کا کہنا ہے وضع لغت افہام و تفہیم کے لئے ہے جب ایک کلمہ کے چندین معنی ہوں تو یہ نقض وضع لغت ہے لغت افہام و تفہیم کے لئے ہے ایک لفظ کے کثیر معنی ہونا یا ایک معنی کیلئے چندین کلمات کا ہونا افہام و تفہیم میں رکاوٹ ہے تو یہ دونوں فلسفہ لغت افہام و تفہیم کے منافی ہے اس سے انکار کریں یا ایک لفظ کے چندین معنی ہیں اس کا انکار کریں یہ دونوں ایک ساتھ نہیں چلتے یہ تناقض ہے جس کسی نے یہ بات گھڑی ہے وہ غلط ہے قانون لغت کے حوالے سے لغت عرب دیگر لغات سے مختلف نہیں ہوسکتا ہے جب دیگر لغات میں مشترکات نہیں ہیں کلمہ مشترک نہیں ہے تو عربی میں کیوں ہے۔

اہل لغت خود بھی اس کو رد کرتے ہیں چنانچہ دربار صاحب بن عباد میں ایک شخص لغوی نے انتہائی غرور و تکبر میں کہا کہ میں شیر کے پچاس نام جانتا ہوں تو ابن انباری نے کہا میں تو صرف ایک نام جانتا ہوں وہ شیر ہے کسی چیز کے دو نام نہیں ہو سکتے جس طرح انسانوں کی دو نام نہیں ہو سکتے عدالتوں میں وثیقہ جات میں ہمیشہ ایک نام لکھتے ہیں' دو نام رکھنا قانونی جرم ہے دہشت گرد ابھی دو نام رکھتے ہیں:

۱۔قرآن ایک واضح روشن تابناک کتاب ہے کتاب مبین ہے لسان مبین ہے حتی عربی زبان کو عربی اس لئے کہتے ہیں معانی بیان کرنے میں آسان ہے۔

فرقوں نے جو تفاسیر لکھی ہیں وہ کس حد تک تسلی بخش قابل اعتماد ہیں وہ کس حد تک انسان مسلمان کو فہم قرآن سے نزدیک کرتی ہیں اس بارے میں ہمیں دو مرحلہ میں بحث کرنے کی ضرورت ہے:

۱۔یہ جو تفاسیر انہوں نے فہم قرآن کے لئے پیش کی ہیں وہ قابل اعتماد و اعتبار بھروسہ ہیں یا نہیں اس سلسلہ میں ہمیں دو مرحلہ میں دیکھنا ہے:

۱۔مجموعی طور پر یہ تفاسیر کس حد تک قابل اعتبار ہیں اس کے بارے میں تفاسیر قرآن پر ملاحظات لکھنے والوں نے کیا کہا ہے۔تفسیر منشور تفسیر برہان' تفسیر نور ثقلین' تفسیر المیز ان وغیرہ کے بارے میں کیا کہا ہے ان کے مندرجات کی توثیق کی ہے یا تشکیک و خدشہ ظاہر کیا ہے۔یعنی وہ روایات جو انہوں نے تفسیر قرآن کے بارے میں پیش کی ہیں ان

روایات کے متعلق اصول روایت شناسی والوں نے کیا کہا ہے یہ بات نا قابل انکار ہے کہ تفسیر قرآن کے بارے میں وارد روایات کے راویوں کی تحقیق نہیں کی گئی ہے انہیں متروک چھوڑا گیا ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے علماء خاص کر احمد بن حنبل نے جن موضوعات کے بارے میں وارد روایات کو نا قابل اعتبار کہا ہے ان میں سے ایک روایات تفاسیر ہیں قرآن کی تفسیر کے بارے میں وارد روایات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس بارے میں جلال الدین صاحب در منثور نے اپنی کتاب اصول نحو اقتراح میں لکھا ہے علماء نحو شواہد نحو میں سنت رسول سے استناد کرنے سے گریز کرتے تھے کہ ہمارے پاس خود رسول اللہ کے فرمان نہ ہونے کے برابر ہیں جو کچھ ہے وہ عام لوگوں کے نقل معنی ہیں وہ بھی زیادہ غیر عرب ہیں جب قول رسول شاہد نحو کے لئے قابل قبول نہیں تو تفسیر آیات کے لئے کیسے قبول ہوں گی۔

اگر ہم خود ان روایات کی تحلیل و تجزیہ کریں تو دو مرحلوں میں تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۱۔ ان روایات کا متن صریح آیات محکمات یا صریح سنت قطعیہ حضرت محمد سے متصادم و متعارض تو نہیں اگر روایات کا متن صریح آیات سے متصادم ہو تو یہ خود بخود مردود ہوگا۔

۲۔ اگر بفرض یہ آیات سے متصادم نہیں ہے تو ہمیں اس صورت میں ان روایات کی اسناد کو دیکھنا ہوگا آیا ان کی اسناد صحیح ہیں بھی یا نہیں۔

۳۔ یہ بات ایک مسلمہ متفقہ حقیقت ہے کہ نبی کریم نے آپ کی سنت لکھنے سے منع فرمایا تھا چنانچہ حدیث کی تدوین ۱۳۵ کے بعد شروع ہوئی ہے۔

یہاں ایک نکتہ پر توجہ مرکوز ہے علماء نے یا فرقوں نے ایک تدلیس چلائی ہے وہ تدلیس یہ ہے کہ روایات کے بارے میں جو اصولی موقف ہے ہر روایات کے بارے میں وارد راویوں کے بارے میں علم رجال سے دیکھنا ہوگا اس صورت میں کوئی بھی روایت بچنے کی امید نہیں ہوتی تو انہوں نے ان روایات کو بچانے کے لئے بہت سی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کو تواتر معنوی کا نام دے کر ان میں تحقیق کرنے سے روکا ہے یہ ایک بہت بڑی تدلیس ہے تواتر میں خود فرقوں کے تواتر کی کوئی قیمت نہیں تواتر میں جانب دار اور غیر جانب دار سب کو تسلیم کرنا ہے تو جس طرح یہ روایات جعلی ہیں اسی طرح یہ تواتر معنوی بھی ایک قانون خود ساختہ ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔

تفاسیر فرق:

تفاسیر فرق کا تعارف پیش کرنے سے پہلے خود فرقوں کی نوعیت اور کیفیت کے بارے میں تعارف کرنے کی ضرورت ہے

اگرچہ اس وقت کثرت فرق کی وجہ سے سب کا تعارف ایک قسم کا نامکمل عمل ہے لیکن ایک تحقیق کے حوالے سے۔۔۔بطور مثال شیعوں کے بارے میں محدث دھلوی ۷۵ فرقے بتائے ہیں بعض نے ۳۰ فرقے بتائے ہیں فرق پر تحقیق کرنے والوں نے اس وقت شیعوں کے تین فرقے بتائے ہیں اسماعیلیہ، زیدیہ اور اثناعشری لیکن اس سے بھی زیادہ تحقیق کرنے والوں کا کہنا ہے کہ شیعہ ایک ہی فرقہ ہے جو خوارج کے وجود میں آنے کے بعد اسلام مزاحم ومعارض فرقہ کا نام شیعہ ہے جس کی بنیاد عبداللہ سباء یہودی تھا عبداللہ سباء یہودی کی ہلاکت کے بعد سفاک خونخوار جلاد مختار کی جماعت اس میں شامل ہوگئی مختار نے اتباع کرنے والوں کا نام کیسانیہ رکھا جو عبداللہ سباء سے مختلف نہیں تھا مختار کے بعد اس نے محمد بن حنفیہ کی پیروی کی ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ معروف ہاشم کے پیروکار بنے زیادہ بدنام ہونے کے بعد نام بدل کر امامیہ نام رکھا اثناعشری امام حسن عسکری کی وفات کے بعد محمد بن نصیر نمبری نے امام حسن کے فرزند ہونے کا دعویٰ کر کے اثناعشری بنایا جو کہ پہلے متصور میں نہیں تھے نہ امامت سے متعلق نصوص میں اس کی گنجائش تھی نہ امامت والوں کی سیرت وسنت۔

فرہنگ اسلامی تالیف محمد جواد مشکور استاد دانش گاہ تہران اپنی کتاب میں لکھتے ہیں نصیریوں کے معتقدات، عقائد مسیحی اور عقائد ایران قبل از اسلام سے متعلق عقائد ہیں عقائد مسیحی جو کہ عقیدہ تثلیث اب ابن روح سے مرکب ہے در اسلام الوہیت علی محمد اور سلمان ان تین سے مرکب ہیں

مراسم شیعہ تقدیس عیسیٰ سے ماخوذ، ولادت عیسیٰ جیسا ہے نصیری یہ دن مناتے ہیں

عید غدیر۔ عید خضراء۔ عید قربان۔ عید فراس۔ عید نوروز مناتے

محمد بن نصیر نمری کی ذات کو مزاحمت ہوئی لیکن فکر اثناعشری کو اٹھایا یہاں تک کہ علی بن محمد کے بعد بالکل ناکام ہوئے یہاں تک کہ ۹۰۷ھ کو سلیمان صفوی نے تجدید کی اسی کے لیے علماء غلات لبنان وخدمات حاصل کیں اور جعلی روایات کا سلسلہ از سر نو شروع کیا

معانی آیات کو ظاہری الفاظ سے چھین کر اپنی من مانی ٹھونسنے کی مذموم ناپاک خائنانہ مساعی سے پردہ ہٹانے کے بعد اگلی تفسیر بنات باطنیہ کی تفاسیر پیش کرتے ہیں بنات باطنیہ سے مراد اس کی گود پالی لڑکیاں نہیں بلکہ اس کی حقیقی بیٹیاں ہیں جنہیں ماہرین مذاہب نے فرق نام رکھا ہے ان کی بیٹیوں کے بھی وہی اھداف وغایات ہیں جو ان کی ماں کی تھی یعنی قرآن کی طرف جانے والے راستہ کو روکنا ہے جہاں ہر فرقہ کی تفسیر حتیٰ ترجمہ دوسرے سے مختلف ہے سب میں یکسو مشترک عمل یہ ہے کہ فہم قرآن کی راہ کو ہمیشہ کے لیے مسدود کریں

تفاسیر فرق تفاسیر باطنیہ سے چنداں مختلف نہیں بلکہ دونوں کی منزل یا منطق ایک ہے فرق اتنا ہے فرقوں نے ظاہر لفظ کو

یکسرہ مسترد نہیں کیا ہے اس کو بے معنی چھلکا نہیں کہا ہے لیکن عبارات، کنایات، اشارات سے فہم ظاہر قرآن کو ہر شخص کے لئے ایک نا قابل فہم وادراک بنایا ہے اس کے لئے متعدد تمہیدات بنائی ہیں۔

۱۔ یہ عام انسان سے خطاب نہیں ہے۔ یہ قرآن کو قرآن سے مارنے کی واضح مثال ہے قرآن کی تحلیل کر کے قرآن کو جھٹلایا ہے قرآن نے مشرکین کافرین منافقین عام انسانوں سے خطاب کیا ہے۔

۲۔ یہ کتاب وہی سمجھیں گے جن کے گھر میں اتری ہے، یہ عندیہ دیتا ہے کہ قرآن صرف نبی کریم پر نہیں اترا ہے پورے گھرانے پر اترا ہے۔ قرآن گھر میں نہیں اترا ہے قلب نبی اترا ہے

۳۔ قرآن میں کلمات غریبہ ہیں جو ہر شخص نہیں سمجھتا تھا حتیٰ زمان نزول میں بھی عام اصحاب نہیں سمجھتے تھے۔ جبکہ قرآن میں آیا ہے یہ لسان عربی میں نازل کیا ہے یہ ذی عوج نہیں ہے۔ ہم یہاں فرقوں کے قرآن توڑیا قرآن روک مساعی ابلیسی شیاطین کے جو طور طریقے اپنائے ہیں یکایک بطور اشارہ کر کے گزریں گے

۴۔ قرآن سمجھنے کے لئے جو طریقہ بتایا وہ کلمہ تفسیر ہے۔ تفسیر کے معنی معمیٰ گونگا عجیم الفاظ کے معنی کو تلاش کرنے کو کہتے ہیں۔

۵۔ انہوں نے فہم قرآن کو حدیث اہل بیت اور نے علماء سلف سے باندھا ہے۔

تفسیر بعض آیات در نص امامت ائمہ

نص لغت میں اس چبوترے کو کہتے ہیں جہاں دلھا دلھن کو رکھتے ہیں وہاں موجود افراد سب کے نظر میں آتے ہیں اسی طرح اس منصۂ کو کہتے ہیں جہاں شخص خطیب خطاب کرتے ہیں اھل لغت نے اس سے تجاوز کر کے ہر اس کلام کو نص کہا ہے جس کے معنی کے بارے میں بیّن واضح معنی کے علاوہ کوئی اور معنی احتمال نہیں آتا ہے یہ خطاب اپنے مفہوم مدعیٰ میں نا قابل احتمال ضد ہے امامیہ نے امامت پر چندین آیات سے استدلال کی ہے ان میں سب سے زیادہ زور صریح دعویٰ سورہ مائدہ کی آیت ۱۳ اور ۶۳ پر زیادہ زور ہے الیوم اکملتُ لکم اس یوم کہ یہ وہ دن ہے جس دن دین کمال واتمام کو پہنچا ہے مرحوم طبطبائی نے اس آیت کے بارے میں بسط کلام کرتے ہوئے استدلال کرتے ہوئے اس آیت میں چندیں احتمالات بیان کرنے کے بعد کہا ہے اس سلسلے میں وارد روایات کہتی ہے یہ آیت وادی غدیر میں نازل ہوئی آپ نے اس سے پہلے اہمیت والی دنوں کو مصداق الیوم اکملت لکم ہونے سے رد کیا ہے جیسے آغاز بعثت نبی فتح مکہ نو ذی الحجہ وغیرہ کو مسترد کیا ہے اس دن کو اللہ نے وہ دن قرار دیا ہے جس دن کافر مشرک دین اسلام سے مایوس ہوئے ہیں کیوں مایوس ہوئے اھل کتاب کفار ومشرکین آقائے طباطبائی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ دین پہلے شخص پیغمبر پر قائم تھا وابستہ تھا دارو

مدار اس شخص کے ساتھ تھا محمد ﷺ سے نبوت سے وابستہ تھا لیکن آج سے شخص وابستگی سے نکل کر قیم و نا گراں و ناظر نوبچی سے وابستہ ہو گیا ہے اب چونکہ یہ ایک سلسلہ ہے نظریہ ہے یک بعد دیگر تسلسل چلے گا بقاء میں ہمیشہ باقی اور دائم رہے گا آپ کی یہ استدلال جہاں متشابہات سے استدلال کا مصداق جلی ہے وہاں حقیقت اور واقعیت سے اجنبی بھی ہے سلسلہ پیغمبر کے بعد سلسلہ امامت آپ کی نظر میں حضرت علی سے شروع ہوتی ہے ۲۶ سال علی تھے امامت علی میں نہیں تھے اگر تھے بھی علی کچھ کر نہیں سکتے کہا کفار کو مخالفین کو آج کے دن کے بعد مایوس ہوئی جبکہ معویہ اور عمر عاص پر امید تھے آخر کو شکست ضعیف و نا تواں لشکر کی نافرمانی کے دور میں آپ رخصت ہوئے آپ کے بعد امام حسن نے از خود اس سے مستعفی ہوئے امام حسین کے بعد سب نے لاتعلق اضہار کیا بنی امیہ اور بنی عباس مائیوس نہیں تھے پر امید سے اس سلسلے کا مقابلہ کیا بنی عباس کے بعد ہلاکو مشرکین اور عثمان کے بعد غرب مسلط کلی ہوئی اور آج کا کافرین مائیوس نہیں آج مؤمنین مائیوس ہے کافرین تو چھوڑیں منافقین بھی چھوڑیں آپ کے ملک میں جہاں اکثریت امامیہ والے ہیں اقتدار بھی ملی لیکن امامت کو تضاہر کرنے کا ایک دن بھی نہیں ملا یہ جو جملہ آپ نے فرمایا دین مرحلہ شخصی سے نکل کر نوعی میں آیا بہت محکم ہو گیا دشمنوں نے نا امید پر پانی پھیرا یہ ایک بڑا طنز ہے محمد ﷺ کی قیادر میں پر امید تھے امامت کی قیادت میں مائیوس تھے آپ امامت کو نبوت سے بالاتر سمجھتے ہیں متاع کلی سمجھتے ہیں جس امامت کی اصطلاح آپ کے پاس ہے اور دین و دنیا دونوں چلانے کا یہ ابراہیم کو نہیں ملی تھی اللہ نے واجب الاطاعہ مطلق وحی سے مربوط کی ہے اور وحی کے بعد کوئی مطلق حجت نہیں رہے گا وحی ختم ہو گیا سورہ نساء آیت ۱۶۵ میں آیا ہے کہ حجت محمد ﷺ کے بعد ختم ہے تو امامت کیسے چلے گی اسی طرح سورہ اسی سورہ کی آیت ۵۵، ۶۷ میں بھی احتمالات سے بھرا آیات کو آپ نے نص میں شمار کیا ہے۔

تفاسیر باطنی یا قرآن سمجھنے کی راہ میں بریک:

تفسیر کا معنی جیسا کہ پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ایک معما غریب غیر مانوس غیر مائلوف کلمے کی شرح کو کہتے ہیں قرآن کریم کی کئی آیات تبیین للناس یا تلاوت تعلیم کتاب وغیرہ آیا ہے آیات قرآن کے معنی و معارف خود اس میں موجود کلمات اور سیاق و سباق لحاق سے اخذ کرتے ہیں ایک لفظ اپنی جگہ واضح ہے اس کی حدود سے تجاوز کر کے تفسیر کی ہوگی تو ما بعد الٰہی حدود سے آگاہی حاصل کرنے کو تفسیر کہیں گے اگر ہمارے پاس رائج جاری کتب تفاسیر کو دیکھیں گے اور مسلمان معاشرے میں موجود فرقوں کو دیکھیں گے تو آپ کو یہ چیز واضح روشن نظر آئے گی کہ مفسرین نے قرآن کے کلمات اور سیاق و سباق سے تجاوز کر کے معانی ٹھونسنے کے لیے کلمہ تفسیر کو پل بنایا ہے تفسیر، یعنی دور کے معنی بیان کرنے کو کہتے ہیں

جب انہوں نے قرآن کی ظاہری مراد سے انکار کیا یعنی قرآن کے ظاہری کلمات مراد و مقصود نہیں الفاظ ایک تلکس جیسا

ہے تو قرآن سمجھنے کے لئے ظاہری لفظ سے ہٹ کر معانی تلاش کرنے کو تفسیر کہتے ہیں یہ پہلی اینٹ ہے پہلی بنیاد فہم وادراک کے لئے کلمہ تبین آیا ہے تبین کا معنی ظاہری لفظ سے نکلتا ہے تفسیر کلمات سے دور معانی کیلئے آتا ہے آئیں دیکھتے ہیں۔

تفسیر مادہ فسر سے باب تفعیل کا مصدر ہے مادہ فسرہ اور مادہ سفرہ دونوں کے معنی مستور مغمور مغموض مرموز سے کشف قناع کیلئے آتے ہیں کشف غطاء عن وجه شئی میں فسر وسفر دونوں ملتا ہے دونوں کے معنی ازالہ خفا حجاب پردہ ہٹانے کے معنوں میں آتے ہیں شخص مسافر کو اس لئے مسافر کہتے ہیں کہ وہ گھر سے باہر کشف حالات کے لئے نکلتے ہیں تا کہ نا معلوم واقعات وحوادث سے آگاہی حاصل کریں چنانچہ گھر سے دور غیر عادی مسافت طے کرنے کی غرض سے نکلنے والے کو مسافر کہتے ہیں دنیا میں کیا ہو رہا ہے وہ مجھولات سے کشف غطاء کے لئے نکلتے ہیں چنانچہ سابق زمانے سے عصر حاضر تک کے سیاحان نے بہت سی معلومات فراہم کی ہیں تاریخ میں مکتشفین کی کشفیات کی فہرست لمبی ہے اس تناسب سے پردہ چھوڑ کر نکلنے والی خواتین کو سافرہ مسفورات کہتے ہیں کسی کلام کے غموض ورموز پر چھائے پردہ کو ہٹا کر اصلی معنی کو بیان کرنے کو تفسیر کہا جاتا ہے جیسا کہ سورہ کہف میں قصہ موسیٰ وعبد صالح میں آسانی سے ملاحظہ کر سکتے ہیں جب موسیٰ اولوالعزم نبی کو ان چیزوں کے معانی سمجھ میں نہ آئے تو آپ تفسیر کے محتاج ہو گئے تھے، عبد صالح نے جن اعمال کا لفظ سے نہیں بلکہ خاص معنی سے بیان کیا ہے تفسیر جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے معمی مغموض پیچیدہ دور از فہم چیزوں کی وضاحت کے لئے استعمال ہوا ہے اتنی تفاسیر لکھنے کے باوجود ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا کہ قرآن سمجھنے کی کتاب ہے یا نہیں ہے۔

سفیر بروزن فعیل اسم فاعل سے رسوں کو کہتے ہیں کبھی اس لحاظ سے بھی کہتے ہیں کہ قوم کے درمیان جو کشیدگی نفرت عداوت ہے اس کو ازالہ کرتے ہیں سفیر معنی مفعول جو جاڑ جمع ہوتے ہیں۔

سفیر رسولوں کو بھی کہتے ہیں رسالت کو بھی کہتے ہیں جن سے مخلوقات کی اصلاح ہوتی ہے سفیر ساعی بالصلح عمدة الحفاظ ۲۳۲ ج ۲ سفر کتاب قاموس قرآن میں پانچ معنوں میں آیا ہے **سفر المنازل الکتب الاشراق الانکشاف** سفر منازل کے معنی میں آیا ہے **باعدیین السفارنا** ہمارے محلے گاؤں کو ایک دوسرے سے دور کریں سفر بمعنی کتاب جمع عملوں اسفار سفر بمعنی اشراف عبس ۸۱ سفر بمعنی کشف سفر بمعنی طی منازل میں کان منکم مریضا

۱۔ کلمے کے قریب المعنی یا ترجمہ لفظی کرتے ہیں کبھی اس کے بالکل مخالف کلمے کے ذریعے کرتے ہیں، عربی زبان میں ہر ایک کلمہ کے قریب المعنی لفظ پایا جاتا ہے اس کو مترادف کہتے ہیں بعض نے اس بارے میں کتاب لکھی ہے

اردو میں بھی پایا جاتا ہے دوسرا اس کا ضد کلمہ پیش کیا ہے مثلاً کلمہ غنی کو کبھی بے نیازی سے کرتے ہیں کبھی اس کے نتائج سے کرتے ہیں جیسا کہ کلمہ اللہ احد کی تفسیر الصمد سے لم یلد ولم یولد سے کی ہے ضد فقیر سے بھی کرتے ہیں۔

۲۔ تفسیر کا دوسرا طریقہ تفسیر لفظ سے نہیں بلکہ کلام کے سیاق وسباق اول وآخر سے جوڑ کر آگے پیچھے لگے قرائن سے معنی نکالتے ہیں جہاں کلمہ کے معنی حقیقی امکان پذیر نہ ہو وہاں سیاق وسباق کو دیکھتے ہیں کیونکہ ہر کلمے کے معنی از روئے لغت تین طریقے سے کیئے جاتے ہیں۔

الف۔ ایک کلمہ کے پورے معنی جو اس لفظ کے لئے وضع ہیں اس طرح معنی کرنے کو دلالت مطابقی کہتے ہیں۔

ب۔ کلمے کے ایک حصہ کا معنی بیان کرتے ہیں اس کو دلالت تضمّنی کہتے ہیں۔

ج۔ لفظ کے خارجی لوازمات میں سے کریں تو اس کو دلالت التزامی کہتے ہیں' عقلاء ماہرین زبان جانتے ہیں کہ متکلم نے یہاں معنی مطابقی مراد لیا ہے تضمنی یا التزام یہ لغات شناس اچھی طرح سے جانتے ہیں لغت بنائی ہی اسی لئے ہے کہ مخاطب مطلب کو سمجھیں دنیا میں رائج تمام زبانوں میں سب سے زیادہ افہام وتفہیم کرنے کی طاقت عربی زبان میں ہے۔

د۔ ایک دفعہ ان تینوں معنوں سے بھی ہٹ کر بہت دور قصد کر کے بتاتے ہیں' لیکن صاحب کتاب قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہماری حجت بالغہ ہے بینہ ہے جہاں بیان نارسا ہو تو خود معنی کو بیان کرتا ہے وما ادراک۔

جیسا کہ قرآن کریم میں چند جگہ آیا ہے وما ادراک آپ کو کہاں سے پتہ چلا آپ کہاں سے جانتے ہیں وما ادراک کے بعد جو جواب آتا ہے وہ اس لفظ سے آسانی سے نہیں نکلتا ہے

سورہ حاقہ آیت ۔۲ سورہ مدثر آیت ۔۲۷ سورہ مرسلات آیت ۔۱۴ سورہ انفطار آیت ۔۱۷۔۱۸ سورہ مطففین آیت ۱۸۔۱۹ سورہ طارق آیت ۔۳ سورہ بلد آیت ۔۱۲ سورہ قدر آیت ۔۲ سورہ القارعہ آیت ۲۔۱۰ سورہ ھمز ہ آیت ۔۵ سورہ یونس آیت ۔۶ سورہ احزاب آیت ۶۳ سورہ شوریٰ آیت ۱۷

القارعۃ وما ادراک ما القارعہ اسقر وما ادراک ما اسقر الطارق وما ادراک ما الطارق القارعہ وما ادراک ما القارعہ فرماتے ہیں یو م یکون الناس کا دلسوزان کسی چیز کو جب زیادہ دبائیں گے اس کا آخری نتیجہ مراد بتاتے ہیں (کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡث)۔

قرآن کریم کی ایک تفسیر لغت سے کرتے ہیں اس حوالے سے بھی کن کن لغات کو دیکھنا، جاننا چاہیئے' ہر موضوع کی اپنی لغت ہوتی ہے طب کی اپنی لغت ہوتی ہے اقتصاد کی اپنی فلسفہ کی اپنی قرآن کے کلمات کی بھی لغات ہے ان کو

دیکھا جاتا ہے عام طور پر لوگ جدید کتاب لغت امثال منجد وغیرہ دیکھنے پر کفایت کرتے ہیں جبکہ ان لغات میں فی زمانہ رائج معانی کو بیان کرتے ہیں لغات میں بھی تحریف ہے کتب لغت میں بھی فرق ہے کتب لغات جدید وقدیم ہیں انسان ادوار گزرنے کے بعد اس کا انداز فکر بود و باش بدل جاتا ہے کلمات کے معنی میں بھی تغیر آتا ہے بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کتب لغات میں بھی تحریف ہے بعض بڑے سے بڑے عالم کہتے ہیں صاحب مجمع البیان نے کہا ہے المیز ان نے کہا ہے مفسرین نے بتایا ہے یہ بات اپنی جگہ سرسری سادہ غیر مبہم غیر متنازع حالت میں درست ہے۔لیکن عند تحقیق درست نہیں ہے کیونکہ وہ ذوات لغوی نہیں تھیں انہوں نے لغت سے اپنے مطلب کے مطابق معانی کو بیان کیا ہے۔

انہوں نے تاج العروس لسان عرب قاموس محیط تہذیب تہذیب مقائس لغت سے لیا ہے کتب لغت میں ہر کلمہ کے لئے کتنے معانی بیان کئے ہیں ان میں سے مفسرین نے اپنے مطلب کی معنی اخذ کیئے ہیں کیونکہ یہ معنی ان کے ذوق سے قریب تھے یا ان کے فرقے کے حق میں تھے۔بطور مثال کلمہ عترت قرآن کو کنارے پر لگانے کے بعد سنت کو بھی کنارے پر لگانے کے لئے بطور بدیل عترت استعمال کیا ہے، اسی طرح کلمہ سنت میں بھی انہوں نے تحریف کر کے قول اور تقریر کو بھی سنت مین شامل کیا اقوال اصحاب واتباع کو شامل کرنے کے لئے حدیث کا کلمہ استعمال کیا پھر اس کو تواتر بنایا ہے علماء ذاکرین عوام سے اس کا رٹہ لگوایا ہے یہاں تک کہ ان کے علماء حتیٰ عوام تک بھی سنت سے بھی چڑتے ہیں اُن کو غصہ آتا ہے کہ سنت نہیں عترت ہے۔جب ان سے پوچھا جاتا ہے اس کلمہ کا کیا معنی ہے۔کہا جاتا ہے لغت میں عترت کے لئے جو معانی بیان ہیں وہ یہاں مناسبت نہیں رکھتے ہیں تاھم عترت کا ایک معنی رشتہ دار بھی ہے اس حوالے سے نبی کریم کے رشتہ دار چند بطون میں تقسیم ہیں۔آل طیار آل عقیل آل عباس آل ابی طالب وغیرہ۔

قرآن سمجھنا آسان نہیں کی وجوہات میں سے ایک یہ کہتے ہیں کہ لغت عرب میں ایک کلمہ کے چندین معانی کا ذکر ہے جسے مشترک لفظی کہتے ہیں اس کے مقابل میں چندین الفاظ کے ایک معنی ہیں جسے مشترک معنوی کہتے ہیں بعض جگہ ایک لفظ دو معنی متضاد رکھتے ہیں چنانچہ ماہرین لغات نے اس کلمہ پر مستقل کتابیں لکھی ہیں مثلاً قرآن کریم سے شغف رکھنے والوں نے ایک کتاب مترادفات قرآن لکھی ہے اس کتاب میں ان الفاظ کو جمع کیا ہے جس کے چندین معانی ہیں اس کے بالمقابل ایک معنی کے لئے چندین الفاظ وضع کئے ہیں جسے کلمات مشترک کہتے ہیں اپنی جگہ مستحسن عمل ہے لیکن فلسفہ لغت والوں کا کہنا ہے لغت جو بھی ہو خاص کر لغت عرب میں ہر ایک کلمہ کا ایک ہی معنی ہوتا ہے ورنہ غرض وغایت وضع لغت کے منافی ہوگا۔

کیونکہ وضع لغت کا فلسفہ افہام وتفہیم ہے جبکہ ایک لفظ کے چندین معنی ہونا یا ایک معنی کے لئے چند کلمات ہونے

سے فہم معانی میں اشتباہ ہوتا ہے ہر شخص کو تمام کلمات پر عبور بھی نہیں ہوتا ہے قرآن کریم کے بارے میں صاحب قرآں عالم غیب ماضی و مستقبل نے نزول کے بعد ہونے والی عوارض واطواری کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن میں ہونے والی تمام مزعومات متصور کو سامنے رکھ کر رد کیا یہ کہ کتاب عربی میں ہے۔

۲۔لسان مبین آیت

۳۔غیر ذی عوج آیت ﴿قُرآناً عَرَبِیًّا غَیرَ ذی عِوَجٍ لَعَلَّهُم یَتَّقُون﴾

۴۔اس کو فہم کے لئے آسان بنایا ہے۔آیت ﴿وَ لَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّکِرٍ﴾

۵۔وہ کتاب مبین آیت ﴿وَ لا رَطْبٍ وَ لا یابِسٍ إِلَّا فی کِتابٍ مُبینٍ﴾

۶۔یہ کتاب فصل ہے ﴿إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ﴾

اس کے باوجود سر توڑ کوشش کی ہے کہ یہ کتاب آسانی سے سمجھ میں آنے والی نہیں ہے۔

فہم قرآن آسان نہیں:

یہ منطق طول تاریخ بشریت میں مشرکین کے بعد باطنیوں اوران کے پروردوں اسکالر شپ خوروں اوراخباریوں حدیثیوں کی رہی ہے اخباریوں اور حدیثوں کے چہرے مسوخ اور منطق بیہودہ ہونے کے بعدان کے آگے اجتہادی آئے انہوں نے مزید قرآن سے دور کرنے کے لئے اللہ سے افتراء باندھتے ہوئے کہا ہے قرآن ظنی الدلالہ ہے قرآن سمجھنے کے لئے حدیث سے استعانت ضروری اورنا گزیر ہے۔

عدم امکان فہم قرآن:

کتاب اعجاز القرآن والبلاغہ النبویہ تالیف شیخ الجلیل مصطفیٰ صادق رافعی ص ۵۷ پرانھوں نے ایک حدیث کتاب مناھل عرفان ج ۱ ص ۱۳۰ ابرہان ج ۱ ص ۳۰۱ سے نقل کی ہے انزل القرآن علی سبعۃ احرف اللہ نے قرآں کو سات حروف پر نازل کیا ہے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے ایک باطن پھران حروف کی تاویل میں پھنس گیا حروف کا کوئی معنیٰ نہیں ہوتا تو اس کی تاویل کی ہے پتہ ہے تاویل باطنیہ کے پاس بے ربط جعلی ہوتی ہے اس کو تاویل کہتا ہے انھوں نے اس حرف کے معنیٰ کی تاویل یوں کی ہے۔

سات حروف سے مراد یعنی قرآن سات طریقے سے پڑھا جائے گا یعنی سات لغات عرب میں پھیلا ہے اوراس سے سات قرائت مراد لی ہیں یہ روایات شناسوں کے نزدیک لحافت اور تناقص سے بھرے ہوتے ہیں اس کے علاوہ اس

کو تسلیم کریں تو یہ قرآن کو حجت سے گرانے کے لئے بنائی ہے قرآن حجت سے گرنے کے بعد نہ قرآن رہے گا نہ محمد رہیں گے جب کہ اللہ نے وعدہ دیا ہے اس قرآن کو آگے پیچھے سے باطل کرنے والی کوئی چیز نہیں۔

مشکلہ فہم قرآن کے بارے میں ایک چیز قرآن کریم کا سات حروف پر نازل ہونا ہے اس سلسلہ میں تفسیر البیان فی تفسیر القرآن آیت اللہ خوئی نے گیارہ روایات نقل کی ہیں اس جیسی دیگر فہم قرآن کے بارے میں گھڑی گئی مشکلات سے واضح ہو جاتا ہے مخالفین قرآن نے اصول وقواعد کو لے کے قرآن کا مقابلہ نہیں کیا ہے جب وہ قرآن سے اصولی مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے تو انھوں نے تمام فرق ومذاہب سے کہا ہے درخواست کی ہے التماس کی ہے یا اعلان کیا ہے کہ اپنی طرف سے فہم قرآن کو رد کرنے کے لئے جو کچھ بول سکتے ہیں بولیں اگر ایک دو، رد ہو جائیں تو باقی ہمارے پاس موجود ہیں اگر سب رد ہو گئے تو سب غلط ہیں؟

یہ سب بے دین ہیں؟ صرف آپ عالم ہیں؟ صرف آپ دیندار ہیں؟ یہ لوگ اپنے وقت کے بڑے بڑے عبادت گزار تھے قائم الیل صائم النھار تھے کیسے ممکن ہے؟ غلط کہتا ہے انہی میں سے ایک قرآن کو مشکل بنانے والے شعوبی ہیں شعوبیوں کی کارکردگی میں سے ایک جعل نحو ہے جس کتاب پر سے نحویوں کو افتخار ہے ان کے پاس وہ کتاب ام الکتاب ہے جو سیبویہ نے تالیف کی ہے سیبویہ نے اس کتاب میں اصول نحو کے لئے تین ہزار اشعار سے استناد کیا ہے اصحاب مدارس حوزات مدارس کہتے ہیں ہم یہاں قرآن فہمی کا علم سکھاتے ہیں وہاں قرآن کو چھوڑ کر اشعار جاہلیت قدیم وجدید سے استناد کرتے ہیں۔

جس قرآن نے شعر کو مسترد کیا تھا انھوں نے اس شعر سے نحو بنائی ہے اور نحو بنانے کے بعد قرآن سے کھیلا ہے ۔اور قرآن کی ہر آیت کے لئے عرب عشائر وقبائل سے لہجات لیے ہیں حروف بدل دیئے ہیں ایک آیت پڑھنے کے لئے بیس طریقے ایجاد کیے ہیں اور ان قرائتوں کو صحیح کرنے کے لئے کم کر کے سات بنائی ہیں اور سات کو صحیح کرنے کے لئے حدیث سے استناد کیا ہے اور اس کے لئے ایک حدیث جعل کی ہے وہ حدیث ہے قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے علماء لغات کا اس بات پر اتفاق ہے حروف کا کوئی معنی نہیں ہے انھوں نے جس کا معنی نہیں ہے اسے قرآن بنایا ہے۔

تفسیر غرائب قرآن:

قرآن کریم کو حجت سے گرانے کی مساعی سوء باطنیہ میں سے ایک قرآن کریم میں کلمات غریبہ کا ہونا ہے یہ ایک تہمت اور اہانت اور جسارت ہے کیونکہ لفظ تفسیر کشف رموزات مجملات بعید غریب وغیر مانوس کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کلمہ تفسیر میں انسان سے خارج اس مائع میں موجود جراثیم کو کشف کرنے کو تفسیر کہا ہے اس طرح قرآن میں بھی کسی فعل

کے انجام کو جو انسان کے اذہان سے بعید ہے اس کو کشف کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔
لہٰذا کلمات غریب استعمال کرنے والے کو غیر فصیح اور کلام کو بھی غیر فصیح کہتے ہیں معاشرے میں ایسے کلمات اور ایسے متکلم کو پسند نہیں کرتے لہٰذا اوج فصاحت و بلاغت زبان عرب میں جاہلیت و اسلام دونوں میں افراد محدود کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ یہ لوگ فصیح و بلیغ ہیں قرآن کریم نازل ہوتے ہی ان فصحاء اور بلغاء کو تحدی کی ہے 'ھل من مبارز' مبارزہ طلبی کی ہے۔
آئیں دیکھتے ہیں کلام فصیح متکلم فصیح کسے کہتے ہیں کتاب اسالیب البیان تالیف سید جعفر حسینی اپنی کتاب کے ص ۷۰ پر لکھتے ہیں فصاحت کلام میں سب سے پہلی فصاحت مفرد ہے کلام فصیح ہونے کے لئے کلام میں استعمال ہونے والا کلمہ فصیح ہونا چاہیے کلمہ فصیح ہونے کیلئے فصحاء نے تین شرطیں لگائی ہیں
۱۔اس کلمہ میں حروف منفور تنافر والے حرف استعمال نہ ہوں گر حرف نفرت آور استعمال ہوا ہے تو اس کو فصیح نہیں کہتے ہیں
۲۔غرائب لفظ، لفظ اپنی جگہ غریب نہ ہو اجنبی نہ ہو غیر مستعمل نہ ہو۔
۳۔خلاف قیاس نہ ہو آئیں تینوں کی تشریح توضیح کرتے ہیں تنافر حروف سے مراد مخارج سے مراد یہ ہے اللہ نے اس اقلیم دھان میں حروف کی سرگرمی کے لئے حروف کی نقل و حرکت کے لئے سرحدیں معین کی ہیں اس کے مخارج معین کئے ہیں تو ایک مخرج کے دو حروف قریب نہیں ہونا چاہیے اس طرح دو حروف کے درمیان مخرج کے لحاظ سے دور نہیں ہونا چاہیے اگر دو حروف انتہائی نزدیک یا فاصلہ زیادہ نہ ہو تو بولنا بھی مشکل ہوتا ہے اور سننا بھی مشکل ہوتا ہے۔
وہ حروف کون سے ہے جن کے مخارج ایک دوسرے کے قریب ہیں السین والشین والجیم والھاء والخاء والصین اگر ان حروف میں سے دو حروف ساتھ استعمال ہو جائیں اور درمیان میں فاصلہ نہ ہو تو اس کو تنافر کہتا ہے جب تنافر ہوتا ہے تو فصاحت سے نکل جاتا ہے جیسے لفظ السیجج یہ لفظ اس زمین کو کہتے ہیں جو نہ نرم ہے نہ گارا ہے۔
۴۔لفظ استندج ساذ جا سے بنی ہے فراحدی نے کہا ہے حروف مخارج قریب یا ایک دوسرے سے دور ہونے سے کلام فصاحت سے نکلتا ہے یہاں اس پر اختصار کرتے ہیں۔
۲۔غرائب کلام:
کلام غریب نہیں ہونا چاہیے یعنی ایک کلمہ اس کا معنی ظاہر نہ ہو استعمال میں معروف و مالوف نہ ہو فصحاء کے لئے کوئی لفظ اجنبی نہ ہو فصحاء کے لئے اصل بیان کیلئے ایسا نہ ہو سننے کے بعد لغت دیکھنا پڑے جس کے لئے اہل معانی بیان نے عیسی بن عمر ونحوی کا یہ کلمہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے گدھے سے گر گئے تو لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تو اسنے یہ جملہ کہا "مالکم تکا کا ت علی کتکا کئتم علی الذی جنۃ افرنقعوا عنی"۔

۳۔مخالف قیاس نہ ہو قانون کلمات سازی کے خلاف نہ ہو یعنی قانون صرف میں فصاحت کلمہ کے بعد فصاحت کلام آتی ہے یعنی تعکیب کلمات میں بھی فصیح ہونا چاہیے ایک دوسرے کلمہ میں توافق توانس ہونا چاہیے انسجام والتیام تطابیق توفیق اس سلسلہ میں مذکورہ کتاب کے صفحہ ۹۳ پر تین شرط بتاتے ہیں۔

۱۔دو کلمہ جب جمع کریں تو تنافر ہوتا ہے ایسا نہ ہو۔

۲۔ترکیب میں ضعف نہ ہو۔

۳۔لفظ کی ادائیگی میں مشکل نہ ہو تنافر سے مراد ایک حرف مکرر نہ ہو گراں نہ ہو لفظ کے استعمال کرنے میں تقدیم کے بارے میں عبدالقادر جرجانی کہتے ہیں کلمات ترکیب دینے میں غلطی نہ ہو ترتیب لفظی ہو جہاں لفظ معنی دینے سے قاصر رہے کثرت تکرار نہ ہو اضافات نہ ہو کلام فصیح کے لئے مفرد کلام متکلم تینوں کی فصاحت شرط ہے۔

غریب قرآن:

قرآن میں کلمات غریبہ کہنے والے شاید اسکی تقلید کرتے ہوں جس نے کہا ہے ہم بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں
عمدۃ الحفاظ میں جلد اص ۲۳۰ والفصاحۃ یوصف بھا الثلاثۃ ،وھی فی الکلام عبارۃ عن مطابقۃ لمقتضی الحال مع کونہ فصیحا وفی المتکلم عن ملکۃ یقتدر بھا علی التألیف کلام البلیغ

کلمہ ایک قبیلہ میں مستعمل ہے دوسرے قبیلے میں مستعمل نہیں لھذا دوسرے قبیلے کے لئے وہ کلمہ غریبہ ہے یہ منطق درست نہیں چنانچہ موسوعہ علوم عربیہ جلد اص ۳۷۸ پر ازدواجہ لغت کے عنوان میں لکھا ہے عربوں میں ازدواجہ لغت عام تھی رائج تھی جاری تھی ہر قبیلہ کے لئے ایک خاص لہجہ ہوتا تھا اور ایک لغت ہوتی تھی اپنی مخصوص لغت کے ساتھ ہی اس کے پاس دوسرے قبیلے کی بھی لغت ہوتی تھی عرب کی بود و باش زندگی تجارت پر تھی وہ دائم السفر تھے وہ اپنے قبیلے میں نہیں رہتے تھے خاص کر کے سرزمین مکہ مدینہ جہاں عکاظ کا بازار لگتا تھا وہاں قبائل جمع ہوتے تھے ایک دوسرے کے محاسن لغت کو اپنی لغت میں شامل کرتے تھے جس طرح آج ہماری زبان میں انگریزی زبان سرایت کر چکی ہے اسی طرح عرب میں لغت قریش سرایت کر چکی ہے اور قریش خود بھی دوسروں سے اچھے کلمات کو، بہتر کلمات کو اپنی زبان میں شامل کرتے تھے لھذا لغت قریش مزدوج تمام لغت ہے اس میں تمام عربوں کے محاسن لغت اس میں جمع ہیں قرآن تدوین ہوتے وقت جمع ہوتے وقت بھی ترجیح جو ہے لغت قریش کو دی ہے لھذا یہ کہنا کہ دوسروں کی لغت اس میں آئی ہے یہ بات غلط ہے تنافر الفاظ میں علماء فصحاء نے شاعر کے اس شعر کو پیش کیا ہے سقر وقبر وحرب المکان قفر ولیس قرب قبر حرب حرب قبر۔

۲۔بہت سی آیات میں فرمایا ہے کہ یہ کتاب فصل ہے سورہ انعام آیت ۱۱۹ سورہ یوسف آیت ۹۴ سورہ ہود آیت ا سورہ

فصلت آیت ۳۔۴۴ سورہ انعام ۹۷، ۹۸، ۱۲۶ سورہ اعراف آیت ۷ سورہ اسراء ۱۲ خود کتاب فصل ہے ہم نے تفصیل کی ہے غیر ذی عوج ہے ہم نے آسان بنایا ہے کلام خود جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ ایک واضح زبان ہے اس کے علاوہ ہم نے اور مزید وضاحت کی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب درس گاہوں میں علمی حلقوں میں محدود نہیں ہے اس کو بازار میں عوام سے خطاب کرنا ہے لہٰذا اس کی مزید وضاحت چاہیے تھی لہٰذا نزول قرآن کے دور میں قرآن کو سمجھنے کے لئے عرب کے بدو کو سمجھنے میں مشکل پیش آئی نہ قائدین کو نہ رعایا کو حتیٰ یہود و نصاریٰ کو پیش نہیں آئی کسی یہودی مسیحی نے اس پر اعتراض نہیں کیا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا سب نے سنجیدگی سے پڑھا وزیر اعظم برطانیہ نے بغیر کسی استناد حدیث سے عوام سے کہا ہے کہ یہ کتاب ہے اس کو پڑھو اس کو سمجھو یہ غیر مسلمین کے لئے کمر شکن کتاب ہے۔

دندان شکن کتاب ہے تاہم کوئی نہ کوئی کسی کے لئے پیچیدہ رہا ہے تو عربی کلام کا عربی کلمات کا تعارف دو طریقے سے کرتے ہیں

ا۔ مترادفات قریب المعنی کلمہ اس کی وضاحت کرتے ہیں چنانچہ قوامیس لغت میں اس کی ترتیب دی گئی ہے قریب المعنی کلمہ سے وضاحت دی ہے۔

۲۔ اس کلمے کی ضد سے پہچانو اس اصول کے تحت اس کلمے کی ضد سے تعریف کی ہے چنانچہ راغب اصفہانی نے مفردات اس طریقے سے لکھی ہے۔ آغاز و تاسیس علوم عربیہ سے لے کر ابھی تک کے مدارس فرق میں اس کی تدریس نہیں ہوتی ہے عام لغت کی ہوتی ہے لیکن خصوصی قرآن کی تدریس اس طریقے سے نہیں ہوتی ہے کہتے ہیں مجمع البیان میں یہ کہا ہے جلال الدین نے یہ کہا ہے قرطبی نے یہ کہا ہے اصلی لغت سے نہیں کہتا ہے آئیں ہم پہلے مرحلے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اللہ نے اپنی آخری کتاب اپنے بندوں میں نازل کرنے کے لئے لغت عرب کو انتخاب کیا وہ بھی منطقہ سرزمین حجاز کے مرکز کو انتخاب کیا کیونکہ یہ کلام اپنی ساخت حروفی سے لے کر آخری صنعت کلام تک اس جیسی کلام سازی نہ پہلے آئی ہے نہ ابھی ہے یہ افتخار عربی زبان کو حاصل ہے عربی زبان جن حروف سے بنی ہے اور حروف کی آواز بنی ہے ہر حروف کا منطقہ تک جہاں سے نکلتا ہے عربی زبان کی ساخت ابتداء سے عصر حاضر تک کے بارے میں استاد مصطفیٰ صادق رافعی نے تاریخ ادبا العرب کے نام سے تین کتابیں لکھی ہیں اس کی پہلی ج ص ۱۳۸ پر ہے عربی زبان کیسے رشد پائی اور کس طرح اس کی بنیاد رکھی گئی اس کی بنیاد کے بارے میں ص ۱۳۸ پر طرق وضع کے عنوان سے لکھا ہے جو کلمہ اس وقت ہمیں میسر ہے دستیاب ہے اگر ان کلمات پر اگر غور کریں گے تو یہ تین منازل سے گزرتے ہیں۔

ا۔ ایک مرحلہ ارتجالی ہے ایک عرب نے کوئی چیز دیکھی فوراً اس نے اس کے لئے ایک نام اختراع کیا بغیر کسی آگے پیچھے

سوچ کے بغیر جس طرح بہت سے لوگ بغیر کسی مناسبت دیکھے اپنے عزیز کا نام رکھتے ہیں اس کو وضع ارتجالی کہتے ہیں یہ پہلا وضع ہے۔

۲۔ دوسرا وضع اس کو اشتقاق کہتا ہے اشتقاق کے چند مراحل ہیں۔

۱۔ اشتقاق صغر

۲۔ اشتقاق کبر

۳۔ اشتقاق کبار

یہاں یہ امتیاز اس زبان کو ہے اس میں ایک مادہ ہے جو اس ارتجال سے لیا ہے جیسے ضرب قول فعل عمل ان کلمات میں صرف حدث بتاتے ہیں ضرب مارنا قول بولنا فعل کرنا جب اس سے کلمات بناتے ہیں اس کو صیغہ کہتے ہیں صیغہ صوغ سے بنا ہے یعنی اس کا ڈھانچہ بنانا ھیئت بنانا اس ڈھانچہ سے دو معنی نکلتے ہیں ایک زمان و مکان نکلتا ہے کرنے والا یہ دوسرے مرحلے کی توسیع اس زبان میں جو ہے وہ دیگر زبان میں نہیں ہوتی۔

دوسرا اشتقاق اشتقاق کبیر ہے جسے علی بن فارس کے بعد ان کے شاگرد جشیہ نے بنایا ہے۔

تیسرا اشتقاق جس کی کوئی حد نہیں وہ یہ ہے کہ کوئی کلمہ مختصر سی مناسبت پر دوسرے کے لئے استعمال کرے اس سے زبان عرب پھولتی ہے اس سے اس کلام میں بہت حسن و جمال توسیع وسعت ترقی آتی ہے اس کلام میں آیا ہے سب جانتے ہیں اہل کلام فصحاء بلغاء جانتے ہیں کسی کے کلام میں اجمال ابہام اس لئے آتا ہے اس کے لئے یا اس کی زبان میں جو معانی وہ پیش کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے الفاظ نہیں لہٰذا وہ مشکل میں پڑتا ہے سر پکڑتا ہے کہ میں آپ کو کس طریقے سے سمجھاؤں اس کے لئے کونسے کلمات استعمال کروں۔

قرآن وہ زبان ہے جس نے دنیا بھر میں اور خود عربوں میں سب سے پہلے ترقی و تمدن کے لئے جو صنعت لگائی ہے وہ صنعت زبان ہے اس صنعت زبان سے عرب حجاز کو دیگر عربوں پر فوقیت ملی ہے امتیاز ملا ہے۔

مسلمانوں میں رائج لا حاصل علوم میں سے ایک علوم قرآن ہے یہ کبھی علوم قرآن کے نام سے، کبھی غرائب قرآن کبھی تاریخ جمع قرآن کبھی تعداد قرائت قرآن کے نام سے یاد کرتے ہیں یہ قرآن سے مسلمانوں کو دور کرنے کی مساعی کی روشن دلیل ہے کبھی قرآن کیلئے کلمہ غرائب استعمال کرتے ہیں اس کلمہ پر اکتفاء نہیں کرتے لکھنے والے توضیح کرتے ہیں یہ مغول معنی فلسفہ سیوطی سے بھی کہیں گونہ مشکل کتاب ہے۔

جتنے بھی تفسیری موسوعات ہیں قرآن کو وراء ظہرہ سے بھی دور لے جاتے ہیں یہ علم شاید دنیا کے کسی مذھب و ملل کی کتابوں

میں نہ ہو جس سے معنی مزید غموضی پیچیدہ ہو جائیں علم کا نام اصابت واقعیّت وحقیقت تک رسائی یا حقیقت تلاش کرنے اور اس تک پہنچنے کو کہتے ہیں مسلمانوں میں علوم قرآن کو حاصل کر کے اعلیٰ سند حاصل کرنے والے ڈاکٹری ماسٹر گری حاصل کرنے میں ایک عمر ضائع کرنے کے بعد قیل وقال میں گم ہو جاتے ہیں مثلاً علوم قرآن میں گنا جانے والے علم میں سے ایک تجوید قرآن جمع وتدوین قرآن ناسخ ومنسوخ قرآن تخصیص وتقیید قرآن تعدد قرائت یہ سب پڑھنے کے بعد نتیجہ اخذ کرنا آسان ہونا چاہیے لیکن کسی بھی آیت قرآن سے کسی بھی مطلب ومدعیٰ پر استدلال نہیں کر سکتے ہیں آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ تلاوت کرنے کے بعد الماری میں رکھا جائے قرآن کو الماری میں بند رکھو معاشرے میں مت لاؤ بقول سیکولر دین دین مت کرو

قرآن سمجھنا کیوں مشکل ہے:

ہر غیر عادی غیر روایتی کام کے بارے میں سبب پوچھا جاتا ہے دنیا میں سیاست دان خطاب کرتے ہیں علماء خطاب کرتے ہیں فن والے خطاب کرتے ہیں کاروباری افراد ایک دوسرے سے خطاب کرتے ہیں ان کے کلمات کی تفسیر نہیں ہوتی ہے۔ دنیا میں کسی بھی کلام کی تفسیر بہت کم شاذ ونادر ہوتی ہے ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ توضیح وتشریح ہوتی ہے کیونکہ تفسیر کے معنی ہیں کشف غطاء کلام پر لگے پردے کو ہٹانا ہے نقاب کو اٹھانا ہے جیسا کہ مفسرین نے کلمہ تفسیر کی وضاحت میں بتایا ہے مبہم ناسمجھ کلمات کی توضیح کو تفسیر کہا ہے دنیا میں کسی کے کلام کی تفسیر نہیں ہوتی ہے حتی ہمارے ہاں پیغمبر کے کلمات کی بھی تفسیر نہیں ہوئی ہے کہیں بھی نہیں آیا ہے کہ کسی نے رسول اللہ سے پوچھا آپ کے اس فرمان کی کیا تفسیر ہے۔

اصولی طور پر کلام کا سمجھ میں نہ آنا اپنی جگہ چند احتمال رکھتا ہے کلام اپنی جگہ غیر معقول ہے جیسے اقالیم ثلاثہ مسیحی اما فہم خمسہ غلاتی دوسرا کلام قدرت گویائی وضاحت کا فاقد ہے یہ نعوذ باللہ ذات ان اللہ علی کل شئی قدیر کی نفی ہے۔

۳۔ سامعین کی نااہلی عدم لیاقت وصلاحیت ہے اگر ایسا ہے تو انسانوں کی صلاحیتوں قابلیتوں میں کمی نہیں آتی ہے بلکہ اضافہ ہوتا ہے تو کیوں دوسری صدی والوں کی سمجھ میں آیا ہے اس کے بعد والوں کو کیوں نہیں آیا ہے یہاں سے سوال پیش آتا ہے کہ صرف قرآن محتاج تفسیر ہونے کی کیا اسباب ووجوہات ہیں۔ قرآن کی کیوں تفسیر چاہئے قرآن کی تفسیر کی ضرورت کے بارے میں کیا جواب دیتے ہیں کہتے ہیں قرآن۔

۱۔ عام لوگوں کے کلام جیسا نہیں خالق کائنات کا کلام ہے۔ وہ احسن الخالقین ہے اس کا کلام اس کی مخلوق ہے وہ اپنے کلام کو تفسیر سے بے نیاز کر سکتا تھا کیوں کس لئے محتاج تفسیر کلام نازل کیا ہے اس کا کوئی جواب منطقی نہیں ہو سکتا ہے۔

قرآن کے بارے میں اہل سنت کا موقف واضح ہے انہوں نے قرآن سے انتساب سے گریز پرہیز کرتے ہوئے اپنے کو خالص سنتی متعارف کیا ہے، جس طرح شیعہ نے دونوں سے انتساب توڑ کر خود کو اہل بیت والے متعارف کیا ہے۔ اہل فکر و دانش خاص کر قرآن اور سنت دونوں کو مصدر اسلام قرار دینے والوں کے اذھان میں چندین سوال ہیں کہ دونوں کو قرآن اور محمد سے چڑ رہنے کی کیا وجہ ہے قرآن اور محمد دونوں متعارف کرنے میں کیا مشکل یا قباحت ہے جواب واضح ہے ایک سے تمسک دوسرے کی طرف جھکاؤ کا سبب بنتا ہے۔ قرآن کو یہاں سے ہٹانے کی کیا وجہ تھی۔

۳۔ قرآن پر سنت کو قاضی و حاکم قرار دیا ہے۔

۴۔ سنت کو قرآن سے بے نیاز قرآن کو سنت سے نیازمند قرار دینے کے بعد پہلے دو سوال کا کچھ حد تک جواب مل جاتا ہے کہ قرآن ایک کتاب طفیلی سنت مانتے ہیں چنانچہ قرطبی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس حدیث کو باطل و بے بنیاد قرار دیا ہے کہ قرآن ہی کسوٹی صحت وسقم حدیث ہے۔

۵۔ خود سنت سے کس حد تک وابستہ ہیں اس سلسلے میں سنت منسوب مرفوع سے سنت اصحاب سنت اتباع اور بعد میں قول سلف سے سنت اصحاب کو شامل کر کے میدان عمل سے سنت رسول کو بے دخل کیا ہے۔

یہ حدیث اپنی سند و متن دونوں حوالے سے مسئلہ متنازعہ بحث طلب ہے۔

بعض اصحاب دوسرے تیسرے درجہ کے اصحاب ہوتے ہوئے پہلے درجے کے اصحاب حتیٰ اہل بیت کے گھرانے سے زیادہ ان سے احادیث نقل ہوئی ہیں یہاں تک کہ علماء حدیث نے انہیں مکثر احادیث کا لقب دیا ہے لہٰذا ان سے منقول احادیث مشکوک مخدوش نظر آتی ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا ہے یا ان سے منسوب کیا ہے۔

۲۔ علماء حدیث نے احادیث کو اسناد کے حوالے سے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے/ احادیث صحیحہ/ احادیث ضعیفہ/ احادیث حسنہ۔

۳۔ احادیث ضعیفہ پر عمل نہیں کر سکتے ہیں جبکہ فقہاء و مفسرین دونوں نے احادیث ضعیفہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

۴۔ احادیث رسول بحکم قرآن اطاعت رسول میں آتا ہے اس کے لئے تعین جازم چاہیے کہ یہ رسول اللہ نے فرمایا احادیث ضعیفہ مقطوعہ مرسولہ حجت نہیں جس حدیث کے بارے میں یقین نہ ہو کہ نبی کریم نے فرمایا یا نہیں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں یہ سنت رسول اللہ ہے۔

۵۔ اہل سنت نے دوسری تیسری صدی کے بعد مثل یہود آنکھ بند کر کے دین کو علماء کے دامن سے باندھا ہے ان

کے اقوال فتاویٰ کوسنت کا درجہ دیا ہے لہٰذا اس وقت سنت رسول سے بھی بہت دور فاصلہ پر خرافاتِ باطنیہ کے اہداف کو پروان چڑھانے میں مصروف ہیں ان کی تمام روایات قرآن اور سنت رسول سے دور ہیں۔

کتب تفاسیر روائی ہیں جہاں انہوں نے آیات کی تفسیر روایت سے کی ہے یہاں یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے تفسیر کے بارے میں واردروایات کے راویوں کے بارے میں کتب رجال سے تحقیق کرنے کی کسی نے زحمت نہیں کی ہے گویا تفاسیر کے بارے میں راویوں کی تحقیق ضروری نہیں۔ جوفرقہ میں رہ کر قرآن کی تفسیر کرنے میں ان کومزہ آتا ہے۔ وہ فرقہ سے باہر نہیں آسکتا ہے کیونکہ قرآن میں آیا ہے ولاتفرقوا لیکن ہم قرآن کی تفسیر کے نام سے افتراق وانتشار کی دعوت آسانی سے دے سکتے ہیں جوقرآن سے باہر رہ کر نہیں دے سکتے ہیں مفسر یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم غیر جانب دار رہ کر تفسیر کریں گے یہ ممکن نہیں چنانچہ تفسیروں پر تبصرہ کرنے والوں میں سے ایک نے تفسیر المیزان کے بارے میں لکھا ہے تفسیر اپنی جگہ اچھی تفسیر ہے معلومات کا انبار ہے لیکن مفسر شیعہ ہے جس طرح اہل حدیث میں رہ کر حدیث سے آزاد تفسیر ممکن نہیں اس طرح شیعہ ہونے کے بعد آیات کی حقیقی تفسیر ممکن نہیں ہے۔

شیعوں نے اس تجزیہ نگار کی عصبیت پر استدلال کیا کہ دیکھو یہ شیعہ سے کتنا تعصب رکھتے ہیں لیکن اس نے دقت سے ایک حقیقت انکشاف کی ہے دیکھو اگر آپ کو اطمینان نہیں آتا ہے تو آیت اکملت آیت بلغ رکوع آیت مودت سیاق وسباق کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن صاحب المیزان نے اپنی نبوغت علمی کے باوجود ساتویں صدی کے اسماعیلی عالم دین نے جن آیات کو حضرت علی کی امامت پر بطور نص پیش کیا ہے جیسے آیت تطہیر (احزاب ۳۳) آیت مودت (شوریٰ ۲۳) آیت انما ولیکم اللہ حضرت علی اور اولی الامر ائمہ کی عصمت کی دلیل میں پیش کیا ہے ان آیات میں کوئی ایک کلمہ ان کی شان میں مخصوص نہیں یہاں تک انہوں نے اپنے اسلاف کے مدعیٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جن آیات سے ان کے اسلاف نے امامت کے لئے استدلال کیا اس میں کچھ اضافہ کیا لیکن آیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں بنتا ہے۔

کہ ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر باطن کا چھلکا ہوتا ہے ظاہر کی باطن سے نسبت مغز سے چھلکے کی مانند ہوتی ہے جو ظاہر قرآن پر عمل کرتے ہیں وہ اس دنیا کے عذاب میں مبتلاء ہوتا ہے جو باطن قرآن پر عمل کرتا ہے اسے شریعت سے نجات ملتی ہے انھوں نے قرآن کو کنارے پہ لگانے کے لئے جو طریقہ کار منصوبہ بندیاں شروع کی ہیں وہ بہت دقیق باریک منصوبہ بندی سے کی ہیں۔ تفسیر باطنیہ قرآن کے بہانے تمام اساس اسلام کو منہدم و مضمحل کر کے توحید کی جگہ شرک آخرت کی جگہ نظریہ تناسخ کو قائم کیا ہے۔

کیا قرآن دنیا کے دیگر کلام سے بالکل مختلف ہے یا اسی کلام کی نوع سے ہے۔

یہاں سے سوال آتا ہے قرآن خود تن تنہا سمجھ میں نہ آنے والی کتاب ہو تفسیر بھی ممکن ہو گویا یہ کتاب اپنے نا قابل سمجھ ہونے میں انجیل تورات جیسی ہے بقول باطنیہ لاطینی جیسی ہے جو خاص خاص بلکہ خواص الخاص سمجھتے ہیں یہاں سے نتیجہ اخذ کرنا آسان ہوگا ہمارے پاس جو تفاسیر ہیں وہ باطنیوں کی تفسیر ہے۔

کلام کی تعریف میں لکھتا ہے الکلام ما افاد المستمع فائدۃ تامۃ کلام وہ ہے جو مستمع کو فائدہ تامۃ پہنچائیں کلام کی غرض وغایت مستمع کو قانع کرنا منوانا ہے کلام متکلم کے حوالے سے سامع کے حوالے سے اصل کلام کے حوالے سے متنوع ہوتی ہے متکلم ہے تو کلام عوامی ہوگا۔

۲۔متکلم عالم ودانا ہے تو خطاب عام انسانوں کی افہام تفہیم کے لئے ہوتا ہے وہاں کوئی مفسر نہیں ہوتا ہے۔

کلام ایک دفعہ ہنر سے متعلق ہوتا ہے فن سے متعلق ہوتا ہے لیباٹری کا ڈاکٹر لیباٹری کے شاگردوں سے خطاب کرتا ہے عام آدمی نہیں سمجھ سکتا شاگرد اچھی طرح سمجھ سکتا ہے ڈاکٹر شاگرد سے خطاب کرتا ہے جہاں نہیں سمجھے سوال کرتا ہے سیاسی درس گاہ میں درس دیتا ہے طلبہ سمجھتے ہیں ایک دفعہ شاگردوں سے خطاب کرتے ہیں کبھی ایک دفعہ میدان میں آ کے روڈ پر عوام سے خطاب کرتے ہیں ڈاکٹر ایک دفعہ شاگردوں سے خطاب کرتے ہیں ایک دفعہ مریض سے خطاب کرتے ہیں مریض سے خطاب کرے تو مریض کی سمجھ میں آتا ہے ملک کے فوجی سربراہ ایک دفعہ سپاہیوں سے خطاب کرتے ہیں ایک دفعہ عوام سے خطاب کرتے ہیں سب کی سمجھ میں آتا ہے ایک دفعہ جرنلوں سے خطاب کرتے ہیں جہاں دوسروں کو سمجھانا مقصود نہیں ہوتا ہے۔خطاب الفاظ ومعانی پر تسلط وقدرت کا نام ہے الفاظ کے ذخائر کا نام ہے۔

قدرت سازی کا نام ہے تو بتاؤ کائنات میں انسانوں کو قوت کلام دینے والی ھستی قوت گویائی دینے والی ھستی قوت بیانی دینے والی افہام وتفہیم کی قوت دینے والی ہستی جب خود خطاب کرتی ہے تو اس کا خطاب گونگ ہو جاتا ہے یہ کونسی منطق ہے یہ کونسی زبان ہے جو مشرکین مکہ جہاں تیرہ سال آپ نے خطاب کیئے ایک طرف جاھل انپڑھ لجوج لدود مشرکین تھے ایک طرف آپ تھے وہاں نہ علی درمیان میں تھے نہ ابن مسعود نہ ابوبکر وعمر بیچ میں تفسیر کرتے تھے تیرہ سال بغیر ترجمان ومفسر ٹھیک ٹھیک طرح مشرکین کی سمجھ میں آیا مدینے میں تشریف لانے کے بعد اصحاب کی سمجھ میں نہیں آیا گویا یہ کہیں نعوذ باللہ قرآن سمجھی میں مشکلات صرف ایمان تھا ایمان لانے کے بعد فہم قرآن غائب ہو جاتا ہے واضح الفاظ میں بتاؤں مسلمانوں کو قرآن سے اجنبی دور کس نے کیا تو یہ کہہ سکتا ہوں علم نحو، علم فقہ، علم اصول فقہ، فلسفہ نے قرآن سے اجنبی کیا ہے۔

۲۔حدیث انس بن مالک میں کہا ہے کہ عمر کو بقرہ یاد کرنے کے لئے چندیں سال لگانا پڑا عمر کو حفظ سورہ بقرہ کے لئے

چندین سال لگ گئے ہیں تو یقیناً پیغمبر دنیا سے گزرتے وقت ایک تھائی بھی یاد نہیں ہوا ہوگا دوسری جگہ ص ۱۹ پے لکھتے ہیں عمر کو اب کا معنی نہیں آیا جب قرآن عربی خالص ہے عمر عرب خالص تھے عمر کی تاریخ میں آیا ہے وہ جذباتی تھے لیکن اتنے کند ذھن نافہم ناسمجھ تو نہیں تھے بلکہ تاریخ عمر میں آیا ہے وہ قریش کے سفیر بھی تھے بلکہ ایک سفیر کے اداء کلمات میں دوسروں سے زیادہ کتنی صلاحیت ہونا چاہیے یہ تو کہیں نہیں آیا ہے کس نے اس وقت کی بڑی طاقت روم وفارس کو فتح کیا بارہ سال امن وسکون کی حکومت چلائی ہو اس کو ابہ کا معنی نہیں آتا ہو اور اس کو سورہ بقرہ سمجھنے کے لئے چندین سال لگے ہوں اسکی تفسیر کہاں سے ملے گی۔

۳۔ لکھتے ہیں تفسیر قرآن میں اصحاب میں سے صرف چار مفسر قرآن نکلے ہیں:

۱۔ علی ابن ابی طالب

۲۔ عبداللہ ابن مسعود ۳۔ عبداللہ ابن عباس ۴۔ ابیہ بن کعب ہیں جہاں پیغمبر خود تفسیر فرماتے تھے اصحاب خود شغف قرآن رکھتے تھے آیات ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کم سے کم مدینے کی آبادی ۴۰، ۵۰ ہزار تھی ۴۰، ۵۰ ہزار میں سے صرف چار افراد نکلے تو قرآن پر علیہ السلام ہوگا اور پیغمبر نے جو کلاس تفسیر رکھی تھی اس میں سے صرف چار آدمی نکلے

۳۔ ان چاروں کے علاوہ دیگر اصحاب برجستہ زھین وفتین اصحاب تھے وہ کہاں گئے ان کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں تھا یا یہ لوگ اس درس میں شامل نہیں ہوتے تھے وہ لوگ کہاں گئے تھے۔

ان چاروں میں جو اس وقت کے اعلیٰ پائے کے مفسر تھے جو تفسیر انھوں نے کی ہے وہ کہاں ہے کوئی کتاب ہے اگر منتشر ہے اس کو جمع کر کے کوئی سو روایات تفسیر قرآن کے متعلق مستند پیش کریں شکوک وشبہات سے پاک تفسیر عبداللہ بن مسعود کو مفسر قرآن کہا ہے اس کا حشر فرقوں نے کیا کیا ہے اس کو بھی ذرا دیکھو کہاں ہے تفسیر قرآن از سنت کے بارے میں آیت اللہ خوئی نے لکھا جو پیغمبر درس تفسیر دیتے تھے اور قرآن کی تفسیر سنت رسول سے ہوگی کہتے ہیں پیغمبر سے نقل شدہ تفسیر قرآن بہت قلیل ہے نہ ہونے کے برابر ہے کہتے ہیں سیوطی نے پیغمبر سے مروی تفسیر قرآن کی چند صفحات لکھے ہیں

۵۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے سب سے زیادہ جعلیات وضعیات خود ساختگی تفسیر قرآن میں ہے۔

۶۔ سب سے زیادہ منہ بولتا ثبوت ہماری دسترس میں موجود کتب تفسیر ہیں جس میں تفسیر صافی، نور ثقلین، تفسیر برھان درمنثور کو دیکھنے کے بعد یقین کامل ہوتا ہے کہ انھوں نے قرآن کو احادیث رسول سے نہیں باندھا ہے بلکہ احادیث موضوعات سے باندھا ہے قرآن کریم کی آیات کو ظنیّ الدلالہ گردانتے کے لئے اس کے کلمات کو تفسیر باطنی میں پیش کیا ہے۔ مروجہ تفاسیر باطنیوں کی تفاسیر ہیں جہاں انھوں نے سنت اقوال سلف سے آیات کا معنی ومفہوم بیان کیا ہے۔

۲۔قرآن حقائق ومعارف سے بھرا ہوا کلام ہے اسلئے اس کی تفسیر کی ضرورت ہے۔
۳۔قرآن میں غیر عربی کلمات استعمال ہوئے ہیں۔

تفسیر اہل البیت:

بعض نے قرآن کو کنارے پہ لگانے کے لئے اپنی من پسند خزاعبلات کو بٹھانے کے لئے دین کو دین سے مارا ہے لیکن ان کو یہ بھی پریشانی ہوتی ہے، کہ ان کی بات باہر حقائق سے نہ ٹکرائے۔

فرقہ باطنیہ نے قرآن کو کنارے پہ لگانے کے لئے دو متبادل پل بنائے ہیں جس طرح مسلمان ملکوں میں اجتماعات میں شرکاء کے لئے دو باب بنائے ہیں باب رجال و باب النساء لوگوں کو قرآن سے دور راستے پر گامزن کرنے کے لئے دو پل بنائے ہیں ایک کا نام اھل البیت ہے جب کہ دوسرے کا خلفاء اصحاب سلف کی تفسیر۔ پل اھل البیت پر لگانے والوں کا یہ کہنا ہے قرآن اھل البیت کے گھر میں نازل ہوا ہے اور اھل البیت سے خطاب کیا ہے یہ بات ہمارے شام کو نشر ہونے والی اخبارات کی سرخی بن سکتا ہے کیونکہ قرآن اھل البیت کے گھر میں نازل نہیں ہوا قرآن محمد کے دل پہ نازل ہوا ہے قرآن نے اھل البیت سے خطاب نہیں کیا ہے انسانوں سے خطاب کیا ہے جن میں کافرین، مشرکین، منافقین، مؤمنین سب شامل ہیں

۲۔قرآن کو گرا کر اھل البیت کو اٹھانے کے لئے کہا ہے قرآن کتاب صامت ہے اھل البیت کتاب ناطق ہیں یہ بھی شام کے اخبارات کی سرخی ہے کیونکہ قرآن ناطق مصر، ایران کے ریش تراش بھی ہیں گویا ریش تراش قرآن سے برتر ہوسکتا ہے اس طرح وہ بھی افضل ہوسکتا ہے

۳۔نعوذ باللہ پیغمبر نے فرمایا کہ میں تمھارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک قرآن دوسری میری اھل البیت ہیں یہ اھل البیت کو محمدؐ پر برتری دینے کی بات ہوگی کیونکہ محمدؐ قرآن کے بارے میں ثقل نہیں رکھتے تھے' قرآن محمد پر ثقیل تھے لہٰذا اللہ نے محمدؐ سے فرمایا کہ آپ پر ایک قول ثقیل نازل کرر ہا ہوں اس کو قبول کرنے برداشت کرنے کے لئے تیار رہو نبی کریم خود قرآن کے مقابل ثقل نہیں ہیں تو اہل بیت قرآن کے برابر ثقل کیسے ہوں گے لیکن پیغمبر نے اپنے سے ثقل تر کو پیش کیا ہے فرمایا یہ دونوں کبھی الگ نہیں ہوں گے نعوذ باللہ دو سو ساٹھ ہجری کے بعد اھل البیت لا پتہ ہوگئے کہاں گیا ابھی تک پتہ نہیں چلا اگر کافرین کو محمد کے کاذب ہونے کی کوئی سند پیش کرنا ہوتی تو یہی خبر کافی ہوتی۔ قرآن اور اہل بیت الگ ہوگئے اب لوگوں کے درمیان قرآن ہے اہل بیت نہیں ہیں۔

اب مسلمانوں کے پاس اہل بیت ہیں جن سے تمسک کریں سوائے وہ اہل بیت کے جو خمس خور الحاد پرست فساق وفجار لوگ ہیں جبکہ قرآں کی جگہ کسی کے پاس بخاری شریف کسی کے پاس کساء شریف ہے دونوں جھوٹوں سے بھری ہوئی ہیں اتنی تمہید اھل البیت کی شان میں باندھنے کے بعد لوگوں کے دلوں میں یہ سوال ابھرتے رہتے ہیں یہ لوگ کتنے اھل البیت کے گرویدہ ہیں لیکن ان کا مقصد اھل البیت نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد قرآن کی جگہ حدیث حدیث کی جگہ اصول فقہ اور فقہ کو لانا تھا ان کا مقصد کفایہ اور جواھر کا لانا تھا۔

احادیث کی سن پیدائش اور مقام پیدائش ابھی تک عامۃ الناس کے لئے واضح نہیں ہوئی ہے۔
۱۔پیغمبر نے مدینے میں تشریف لانے سے وفات تک حدیث لکھنے پے پابندی لگائی تھی تو یقین سے کہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۱ ہجری تک حدیث نہیں لکھی گئی تھی دعوت اسلام سے آپ کی وفات تک آپ کے سفر وحضر خلوت وجلوت میں رہنے والوں سے احادث سو ڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں ہیں یہ بھی پیغمبر سے سنا ہو کہا نہیں ہے۔
۳۔اللہ نے قرآن میں ﴿ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ﴾ کہا اللہ نے خود رسول کو اسوہ حسنہ بنایا تھا' قول رسول کو سنت نہیں بنایا کیونکہ اللہ عالم بالغیب ہے وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ محمد نہیں بنا سکتے لیکن جانتا ہے کہ قال رسول اللہ ہزاروں بنائیں گے
۴۔تاریخ تدوین حدیث یا تولید حدیث ۱۳۲ھ کے بعد شروع ہوئی ہے اس وقت مکثر ین حدیث عالم برزخ میں تھے برزخ میں جو جاتا ہے واپس نہیں آسکتا ان سے کس نے پوچھا؟ ان کی ہمت نہیں تھی کہ اتنی حدیث کی بوچھاڑ کریں۔
۵۔لوگوں کو احادیث پے شکوک وشبہات پیدا ہونے کی وجہ سے ان کو اصحاب قرار دیا جاتا ہے جنہیں پیغمبر سے شرف لقاء حاصل نہیں تھا تھوڑے عرصہ پہلے اسلام قبول کیا تھا لیکن پیغمبر کے ساتھ خاص قربت نہیں تھی عائشہ ام المؤمنین دوسری ھجری کو عقد میں آئی، عبد اللہ ابن عمر سے زیادہ خود عمر پیغمبر سے قریب تھے، عبد اللہ ابن عباس سے زیادہ ان کے والد پیغمبر سے قریب تھے تو یہ کیسے ہوا بعید العھد والے حدیث پے حدیث نقل کرتے ہیں قریب العمر والوں کے پاس کوئی حدیث نہیں تو ان دونوں میں فرق کہاں سے آیا فرق واضح ہے قریب العھد والوں نے کہا ہم نے پیغمبر کو دیکھا لیکن بعید والوں نے کہا ہم نے سنا ہے شنیدہ کے بوَد مانند دیدن (سنی ہوئی بات کی وقعت دیکھی ہوئی بات کے مقابلے میں نہیں ہوسکتی) اس جھوٹ کو نرم بر کپسول میں ڈال کر کہا ہے پیغمبر نے ان کے حق میں دعا کی ہے اگر پیغمبر امور دنیا میں آپ کی دعا مؤثر ہوتی تو سب سے زیادہ خطرناک امت کو تفرقے سے بچانے کے لئے دعا کرتے بلکہ الٹے سے آپ نے امت کے تفرقے کی خبر دی ہے
۷۔حدیث کی جائے پیدائیش حافظان حدیث ماخذ احادیث تینوں واضح ہیں، جائے پیدائش مرکز یہود ونصاری خوارج ودیگر مذاھب فاسدہ میں پیدا ہوا ہے جس طرح آج کوئی محترم رسوخ والے تازہ تازہ ہندوستان کے شہر نئی دہلی سے ہجرت کر کے یہاں آئے ہوئے ہیں آپ کتنا ان پر بھروسہ کروگے یا کوئی اسرائیل کے کوئی یہودی مسلمان بن کے آجائے اس پے آپ کتنا بھروسہ کروگے حدیث کی نگرانی کرنے والے سرپرستی کرتے کرتے حوالہ حکومت ساساں بزرجہ محل تھے جو ہر ضد اسلام امورات کے لئے دل کھول کر بجٹ دیتے تھے جس طرح آج مغرب مسلمانوں کے فرقوں کو خیرات کے نام سے دیتے ہیں چنانچہ کتاب بلوغ العرب میں آیا ہے شعوبیوں کو انھوں نے تیس ہزار درہم دیئے تھے
حافظان وکاتبان حدیث ان میں سے اچھے چہرے والوں کے چہروں کو مت دیکھو ان کی کتابوں میں دیکھو کتنی احادیث موضوعات پائی جاتی ہیں اور بعض کو حفظ حدیث کے علاوہ الحاد پھیلانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ناپسند قرار دے کر معاشرے سے دور کیا گیا تھا چنانچہ صاحب ثقات ابی حیان کو خاتم اولیا لکھنے پر، خراسان آمد پر دین سے انحراف پر شہر بدر کیا تھا یہ حدیث کی تاریخ ہے۔

انھوں نے قرآن کی جگہ حدیث کو کیسے جاگزیں کیا ؟ حدیث جاگزیں کرنے کے لئے گھڑی گئی احادیث قرآن سے متصادم ہیں یہاں سے واضح ہوتا ہے حدیث برابر قرآن نہیں حدیث فرزند لصیق بقرآن ہے حدیث کو وحی غیر متلوء کہنا بذات خود غلط ہے اللہ نے قرآن میں سیرت محمدؐ کو حجت قرار دیا ہے نہ کہ قول محمدؐ کو۔

منزل عملیات لھذا قرآن کریم میں زیادہ مکرر آیات میں آیا ہے یاایّھا الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت یہ دو منزلیں طے کرنی ہیں منزل ایمانیات وہ ہیں جو انسان کی حس وادراک ظاہری باطنی سے خارج ہیں جو حس وادراک ظاہری سے باہر ہیں لھذا اللہ نے اس کو دلائل وبراہین کثیرہ سے ثابت کیا ہے چنانچہ جو چیز انسان کی حس ظاہری وباطنی سے باہر ہے وہ اللہ ہے قیامت ہے وحی ہے۔

ایمانیات میں پہلا ایمان ایمان باللہ ہے اللہ پر ایمان لاؤ۔ اللہ اس کائنات کو خلق کرنے والی ذات موجود ہے جس نے یہ کائنات خلق کی ہے اللہ نے اپنے وجود کو ثابت کرنے کے لئے یہ آیت نازل کی ہے (آیت لگانی ہے) اس کا وجود محسوس نہیں ہے جسم و جسمانیات سے پاک ہے نقص وعیب سے پاک ہے کمی بیشی اس میں نہیں ہے کمال مطلق ہے اس کے لئے سورہ توحید آئی ہے آیت ﴿لیس کمثلہ شیءٌ﴾ آئی ہے

۳۔ وہ ذات قدرت لامحدود رکھتی ہے ہر چیز پے قادر ہے۔

۴۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے مفسران میدانوں میں کودے ہیں ایک نے کہا کہ اللہ کی صفات عین ذات نہیں ہیں اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کے پاس ایک زمانے میں نہ علم تھا نہ حیات تھی نہ قدرت۔ یعنی اس زمانے میں اللہ اللہ ہی نہیں تھا تصور اللہ کو ختم کیا، دوسرے گروہ نے اللہ کیلئے ہر وہ چیز ثابت کی ہے جو ایک انسان کیلئے ہوتی ہے آنکھ ناک کان پاؤں سر نفسیات عوارض بیماری سب اللہ کے لئے ثابت کیا ہے کیونکہ قرآن میں بصر آیا ہے بصیر آیا ہے لہٰذا ہم انکار نہیں کرسکتے آیات متشابھات سے آیات محکمات کو ٹھکرایا ہے یہاں تک کہ اللہ بندہ بن سکتا ہے مذہب حلولی یا مذھب اتحادی ان مفسرین کے ایجاد کردہ ہیں۔

۲۔ دوسرا میدان قیامت کا برپا ہونا ہے چونکہ وہ برپا نہیں ہوئی ہے کوئی انسان اس کو حس نہیں کرسکتا لمس نہیں کرسکتا لہٰذا اللہ نے دلائل سے تشبھات سے مثالوں سے قسموں سے جگہ جگہ بتایا ہے کہ قیامت ہوگی ایک حیات بعد الموت ہوگی مفسرین اس میدان میں کودے ہیں انھوں نے قبر سے شروع کیا ہے سوال نکیر ومنکر سے شروع کیا ہے کہیں تفسیر کے نام سے جعلی روایات لائے ہیں اور کہیں آیات متشابھات سے کھیلے ہیں معاد جسمانی ہوگا یا روحانی قیامت دنیا میں ہوگی یا آخرت میں ان آیات میں کود کے شبھات بنا کے باطنیوں کے ہاتھ میں دیگر فرقے بنائے ہیں انّ اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر سورہ بقرہ آیت: ۱۰۶، ۱۰۹، ۲۵۹، ۲۸۴، سورہ آل عمران آیت: ۱۶۵، ۱۸۹، ۱۸۹سورہ مائدہ آیت: ۱۷، ۱۹، ۴۰، ۱۲۰ سورانعام ۱۷سورہ انفال ۴۱سورہ توبہ ۳۹سورہ ھود ۴سورہ نحل آیت: ۷۰، ۷۷سورہ حج آیت: ۶، ۳۹سورہ نور آیت: ۴۵سورہ عنکبوت ۲۰سورہ روم آیت: ۵۰سور فاطر آیت: ۱سورہ فصلت آیت: ۳۹سورہ شعراء آیت: ۹سورہ احقاف آیت: ۳۲سورہ حدید آیت: ۲سورہ حشر آیت: ۶سورہ تغابن آیت: ۱سورہ طلاق آیت: ۱۲سورتحریم آیت: ۸سورہ ملک آیت: ۱ان آیات میں آیا ہے اللہ علیم وحکیم ہے سورہ بقرہ: ۳۲، ۱۲۷، ۱۳۷سورہ آل عمران آیت: ۳۵ سورہ مائدہ: ۳۶سورہ

انعام آیت:۱۲،۱۱۵،۱۵سورہ انفال آیت:۶۱ سورہ یونس آیت:۶۵ سورہ یوسف آیت:۳۴،۸۳،۱۰۰سورہ حجر آیت:۸۶سورہ شعراء آیت :۲۲

خطابات قرآن:

خطابات قرآن دنیا کے نامور خطباء کے خطابات سے مختلف ہیں دنیا میں اگر کوئی علم و دانش میں متبحر نابغہ اعلیٰ وارفع دانشگاہوں کے خطیب وسخنور ہوتو وہ سادہ عوامانہ خطاب نہیں کرسکیں گے وہ عوام الناس سے خطاب کو اپنے لئے اہانت اور جسارت محسوس کرتے ہیں اگر عامۃ الناس سے خطاب کرنے والے عالمانہ خطاب کریں تو عوام کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

قرآن کے مخاطب عالم دانشمند جاہل ان پڑھ مومن کافر انسان وجن سب ہیں۔

دین اسلام کا ماخذ ومصدر قرآن اور محمد ہے یہ دونوں انفکاک ناپذیر جدا ناپذیر ہیں کیونکہ قرآن بغیر نام محمد ادھورا ہے قرآن کو کسی نے پیش کیا ہے سب کا اتفاق بلا اختلاف ہے کہ محمدؐ نے پیش کیا ہے محمدؐ کے نبی ہونے کی توثیق کس نے کی ہے قرآن نے کی ہے

۴۔قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہیں چنانچہ انھوں نے کلمات غریبہ پر کتابیں لکھی ہیں کہا ہے عربی زبان میں ایک کلمہ بہت سی چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے جس کا نام انھوں نے کلمات مشترک معنوی رکھا ہے جس کے لئے انھوں نے ایک مثال دی ہے کلمہ کے لئے بہت سے معانی بیان کئے ہیں اب قرآن میں یہ کلمہ جہاں جہاں آیا ہے معلوم نہیں اس سے کونسے معنی مراد لیئے ہیں۔

۵۔قرآن میں ایک چیز کے لئے دو لفظ آئے ہیں ان دونوں میں کونسا لفظ استعمال کریں بلکہ ایک جز کے لئے چندین معنی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً سورج کے لئے تلوار اور اونٹ کے لئے اتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۶۔حقیقت ومجاز کبھی کلمہ اپنے معنی حقیقی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی مجازی میں استعمال ہوتا ہے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے یا مجازی میں یہ لغت کے لحاظ سے ہے۔

۷۔قرآن دیگر کلام جیسا نہیں ہے قرآن اللہ کا کلام ہے اللہ کا کلام کلاموں کا الٰہ ہے جس طرح اللہ بلند ہے انسان کا وھم وخیال اللہ تک نہیں پہنچتا ہے اسی طرح انسان کا ذھن اللہ کے کلام تک پہنچ نہیں سکتا ہے یہ وجوہات کلام کے حوالے سے ہیں۔

۸۔مخاطبین کے حوالے سے دنیا عرب قبائل وعشائر سے بھرے ہوئے ہیں ہر قبیلے کی اپنی زبان ہے کچھ

چیزیں اپنی جگہ فرق رکھتی ہیں جیسے اردو سب کی ایک ہے لیکن علاقے کے حوالے سے فرق ہے عربوں میں بھی اس طرح سے ہے عرب عدنانی ہے قحطانی ہے حجازی ہے۔

۹۔متکلم بذات خود عاجز وقاصر ہے مطلب کو ادا نہیں کرسکتا اس سے قریب افراد اس سے، مانوس افراد اس سے صحبت میں رہنے والے افراد مطالب کو اپنی زبان میں وضاحت کرتے ہیں جیسے بچہ کوئی چیز طلب کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتی ہے تو ماں سے پوچھتا ہے یہ کیا کہتا ہے باہر جائیں لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے تو باپ سے پوچھتا ہے کہ بچہ کیا کہتا ہے ۔

۵۔خود لغت میں عیب ونقص ہے اس میں ایصال معانی راقبہ کی گنجائش نہیں۔

یہاں اس کلام کے عناصر ترکیبی کو کھولنے کی ضرورت ہے۔

یہ لغت بذات خود ایک معما لغت ہے جس میں قدرت بیان نہیں ہے جیسے حبشی زبان کُردی زبان بلتی زبان شنائی زبان پنجابی زبان بلوچی پشتوئی زبان سرائیکی زبان سابق زمانے کی سنسکرتی زبان یا لاطینی زبان قدرت بیان نہ ہونے کی وجہ سے متروک ہوتی ہے آیا لغت عرب جس میں یہ قرآن آیا ہے ان زبانوں جیسی زبان ہے اس میں مواد ادائیگی کم ہے یا یہ تصور باطل ہے زبان عرب دنیا میں بہترین زبان ہے ہر چیز کی ادائیگی کے لئے اس میں کلمات فراوانی سے ملتے ہیں جس کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے لغت میں خرابی نہیں ہے۔

۲۔مستمعین مخاطبین جن سے خطاب ہے اگر مخاطب بچہ ہو اگر مخاطب دیوانہ ہو تو ان سے خطاب نہیں ہوسکتا۔

اگر مخاطب غیر عربی ہو تو غیر عرب نہیں سمجھیں گے جب تک وہ عربی زبان کو نہیں پڑھیں گے۔

۳۔متکلم کی قدرت بیان میں نقص خامی ہے جسمانی طور پر لکنت رکھتا ہے یا کسی جرم وجنایت کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ موسی نے فرعون سے خطاب کرنے میں اپنی خامی کو بیان کیا ہے (آیت لکھنا ہے) ایک زبانی نقص کو پیش کیا ہے ایک مخاطبین کی نظر میں مجرم ہوں (آیت لکھنا ہے) اللہ سبحانہ خالق کلام ہے متکلم اللہ ہے ہر نقص وعیب سے پاک ومنزہ ذات ہے خالق انسان ہے خالق عقل ہے خالق سماعت ہے اور معلم بیان ہے دوسروں کو بیان سکھانے والا ہے کیسے ممکن ہے متکلم میں عیب ہو۔

۳۔ٹھیک ہے قرآن جو ہے صرف عرب کے لئے نہیں ہے دنیا بھر کے انسانوں کے لئے ہے۔عربی زبان پر تسلط رکھنے و الے قرآن کریم کے کلمات کو سمجھنے والے قرآن کریم سے محبت شغف رکھنے والے مسلمانان عالم کو دعوت دیں وہ زبان عرب کو عالمی بنائیں نیز مفاہیم قرآن کو دوسرے مومنین با قرآن کو سکھائیں۔

قرآن کا معنی لغت سے نکالنا اس کی پہلی تفسیر ہے یہاں سے یقین واطمینان قاطع دل مطمئن سے کہہ سکتے ہیں یہ تفاسیر تفسیر باطنیہ ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ لغت کو تیسرے درجے پر پھینکا ہے دوسرا مسلمان درس گاہوں میں لغت قرآن کا شعبہ نصاب میں نہیں رکھا ہے، اگر ہے تو وہ لغت قرآن کا نہیں لغت شعراء مولدین کا ہے جب تک ملاوٹ نکالنے کا شعبہ قائم نہیں ہوگا ہم ان کو باطنیہ کہتے رہیں گے دنیا بھر میں ہر زبان میں اللہ نے انسان کے بارے میں کہا ہے ہم نے انسان کو بیان سکھایا ہے تو بیان کا بیان بہت نادر ہوتا ہے تمام زبانوں میں سب سے اعلیٰ سب سے زیادہ اپنا مرام مقصود بتانیکی صلاحیت رکھنے والی زبان زبان عربی ہے قرآن کریم میں اللہ نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کا ذکر کیا ہے سورہ نحل آیت ۔۱۰۳ سورہ شعریٰ آیت ۔۱۹۰، ۔۷ سورہ یوسف آیت ۲ سورہ رعد آیت ۳۷ سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۲ سورہ فصلت آیت ۔۳ سورہ زخرف آیت ۳ میں عربی میں نازل کرنے کا ذکر ہے۔

۴۔ مثال دیتے ہیں پہلی کلاس والے سے خطاب الگ زبان میں دیتے ہیں۔

ہمارے پاس قرآن فھمی کے لئے چار ذرائع ہے:

ا۔ سب سے پہلا ذریعہ لغت عرب ہے۔ لغت میں بھی دخل اندازی کی ہے۔

جس طرح حدیث کو گزشتہ اقوام وملل کے علماء بادشاہان وطباء روز فلاسفہ کے کلمات سے پر کیا ہے لغت عرب جمع کرنے والوں کی اکثریت شعوبی تھے شعوبی یعنی عربوں سے عداوت نفرت رکھنے والے اس سلسلہ میں انوار جندی نے ایک کتاب لکھی فصحی لغت عرب اس میں کلمات لغت جمع ہے ابھی سے کتنے متروک اور کتنے استعمال میں ہیں بیان کیا ہے ملاحظہ کریں۔

تفسیر رمزی واشاری

اھل باطن نے تأویل کے نام سے ایک اور سلسلہ تفسیر اختراع کیا ہے جس میں دلالت ظاہری سے ہٹ کر باطنی معنی لینے کیلئے رمز واشارہ کو تفاسیر رمز واشاری کہا ہے فہم الفاظ سے ہٹ کر ذوق عرفانی پر گئے ہیں انھوں نے قرآن میں ہر جگہ بسم اللہ کے الگ معنی کیے ہیں۔

۲۔ تفسیر قرآن لکھنے والوں نے اس کلمے کی وضاحت میں لکھا ہے کلمہ تفسیر مغلوب سفرہ یا دونوں مترادف کلمہ ہیں دونوں کا معنی کشف حجاب کشف قناع ہے تفاسیر پڑھنے کے بعد نتیجہ یہاں پہنچا ہے کہ کشف قناع ممکن نہیں ہے، معانی حقیقی قرآن ممکن نہیں اس سلسلے میں چند مثالیں پیش کرتے ہیں

۱۔صاحب مفاتیح الغیب محمد بن عمر رازی ملقب فخر رازی متوفی ۶۰۶ھ یہ اشعری مسلک کے تھے علوم یونان فلسفہ کلام کے تبحر تھے آپ نے تفسیر کبیر کے نام سے اپنی تفسیر کو قیل وقال سے پُر کیا ہے یہاں تک کہ صاحب الاتقان فی العلوم قرآن نے لکھا ہے فیہ کل شی ءالاّ التفسیر اس میں ہر چیز موجود ہے صرف تفسیر نہیں ہے ہم اس میں یہ قضاوت نہیں کر رہے ہیں کہ یہ تفسیر ہے یا نہیں لیکن رائے عامہ ہے کہ یہ ۳۲ جلد تفسیر نہیں ہے۔

۲۔علامہ محمد حسین طباطبائی متوفی ۱۴۰۲ھ نے المیزان فی التفسیر قرآن بقرآن کے نام سے ۲۰ جلد لکھی ہیں تفسیر لکھتے وقت بیچارے معاشرے میں مطعون بدنام تھے قاضی قضاۃ انقلاب اسلامی ایران مرحوم بہشتی نے کہا میں ایک دن ان کے گھر گیا اور گھر سے وہ درس کے لئے نکلے تو میں ان کے ساتھ مسجد تک گیا درس چھوڑ کے آنا بھی میرے لئے مسئلہ تھا ان کی اہانت ہوتی تھی حلقے میں شامل ہونا بھی مسئلہ تھا حلقے سے دور کسی ستون کے ساتھ بیٹھ کے سنتا رہا ان کی تفسیر کے بارے میں بھی یہی مقولہ رائج ہوا ہے کہ یہ کتاب فلسفی ہے تفسیر نہیں یہ شیعوں کا کہنا ہے ڈاکٹر فھد نے اتجاھات فی التفسیر کے نام سے چار جلد لکھی ہیں۔

تفاسیر سنی شیعہ پر تبصرہ آیا تو المیزان کا ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے فیہ کل شی ءاچھی کتاب ہے الاّ ان مفسرہ شیعی یعنی مفسر مؤلف شیعہ ہے ڈاکٹر فہد کے جملے،، یہ تفسیر شیعی ہے،، اسلئے اچھی نہیں ہے لیکن اس کی مراد یہ نہیں ہے ان کی مراد یہ ہے کہ شیعہ ہوتے ہوئے تفسیر نہیں لکھ سکتے یا یوں کہیں کہ کسی فرقے میں ہوتے ہوئے تفسیر نہیں لکھ سکتے ہیں۔فرقے تفسیر لکھتے وقت تین اصول سامنے رکھتے ہیں تحقیق تقلید تفریق ایک جہت سے تحقیق کرتے ہیں بہت سی میں من وعن گزشتگان کی تقلید کرتے ہیں موخر میں فرقہ کے امتیاز شناخت کو باقی رکھتے ہیں۔

فرقہ خود گلے میں پھنسنے والی ھڈی ہے اس سلسلے میں کہنا کہ تفسیر بالرائے کی مذمت میں لکھتے ہیں فرقے والے تفسیر قرآن لکھتے وقت اپنے فرقے کے حق میں لکھتے ہیں؛ بلکہ تفسیر قرآن کیلئے نہیں بلکہ اپنے فرقے کو ثابت کرتے ہیں کہ میں اس فرقہ سے ہوں۔علامہ طباطبائی بھی اسی طرح کے تھے وہ فرقے میں رہ کے تفسیر لکھتے تھے اس کے چند ثبوت ہیں۔

۱۔شیعوں نے جن آیات متشابھات سے حضرت علی کی امامت کے لئے استدلال کیا تھا صاحب مفسر قرآن بقرآن نے بھی آیات کو چھوڑ کر انھیں روایات موضوعہ کی چھاؤں میں چھتری کے نیچے آرام فرما کر آیات غیر مربوط کو نص سے ربط دیا ہے یہ دلیل ہے شیعہ ہونے کی۔

۲۔ہر آیت کے بعد اس آیت سے متعلق روایات کو بحث روائی کے عنوان سے جمع کیا ہے کسی بھی روایت کے

بارے میں اظہار خیال تک نہیں کیا ہے تفسیر امام حسن العسکری تفسیر قمی تفسیر صافی تفسیر برھان سب کو چھوٹ ملی ہے

۳۔اثبات متعہ کے بارے میں کلمہ تمستمتعتم سے استدلال کیا ہے کلمہ متاع لذت اٹھانے کو کہتا ہے یہ وقتی ہوتا ہے حالآنکہ متاع گھر کے سامان کو کہتے ہیں متاع مرغن کو نہیں کہتا ہے حلویات کو نہیں کہتا ہے گھر میں موجود ہمیشہ استعمال ہونے والے سامان کو کہتے ہیں متاع بیت ہمیشہ کے لئے زندگی بھر کے لئے ہوتا ہے تو اس کی اتنی لذت نہیں ہے جتنا چند دن کے لئے لانے والی عورت کی لذت ہے آپ نے تفسیر قرآن بقرآن پیش کر کے اندر سے عقل اور قرآن سے متصادم روایات کو اٹھایا ہے۔

۴۔ہمارے استاد ڈاکٹر صادقی تہرانی نے الفرقان فی تفسیر القرآن لکھی ہے تفسیر قرآن بقرآن شروع کرنے سے وفات تک مطعون رہے' انقلاب اسلامی ایران قیام حکومت اسلامی کے بعد جب قم تشریف لائے یہاں بھی درس تفسیر کو جاری رکھا لیکن تیس چالیس سال قرآن سے شغف کو فرقوں کی طرف سے ہر قسم کے طعونات کے باوجود نہیں چھوڑا فرقوں کو قرآن سنجیدگی سے اٹھانا کیسے برداشت ہے یہ کتاب جہاں مشرکین کے لیے شرک سوز تھی وہاں توسل کے نام سے جاری وسیع عریض شرک کا جال بچھایا۔قم میں دوران درس مسجد سے نکالنے کے لئے ہمارے ملک کے وحدت مسلمین کے سربراہ لاٹھی بردار لشکر لے کر وہاں پہنچے ہمیں بھی ان کی تفسیر کے دروس میں جانے کے جرم میں ہمارے علماء نے خانے میں محصور کیا ہے لیکن آیت اللہ ۲۰ جلد تفسیر لکھنے کے بعد بھی فرقے سے نہیں نکل سکے روایت خذ ماوفق القرآن، وضرب الجدار ماخالف القرآن کے صارخ نے خمس متعہ کی تقلید کو حدیث کساء امام مہدی جیسے بے بنیاد عقائد کو ثابت کرنا چھوڑا نہیں۔

۵۔امام خمینی نے انقلاب اسلامی کے کامیاب ہونے کے بعد تہران منتقل ہونے سے پہلے درس تفسیر قرآن دیا جو بعد میں چھپ گیا اردو میں بھی ترجمہ ہوا اس میں آپ نے فرمایا حقیقی تفسیر قرآن ممکن نہیں اور اب تک کسی نے لکھی بھی نہیں ہے اور جو کچھ لکھا ہے سرسری شرح لفظ ہے۔انقلاب کا یہ عقیدہ تھا انقلابیوں نے تفسیر قرآن کو چھوا نہیں ہے۔

احادیث وفہم علماء سلف سے آیات کی توضیح تشریح کرنا کس سند سے مستند ہے یہ طریقہ کس کا ایجاد کردہ ہے کس نے ایجاد کرنے کی ہدایت دی ہے؟ یہ طریقہ نہ متکلم قرآن کے ساتھ بنتا ہے نہ عربی زبان سے بنتا ہے یہ طریقہ متکلم کی شان کے خلاف ہے عربی زبان کے بھی خلاف ہے آئیے پہلے تفسیر کا معنی کرتے ہیں کتاب عمدۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۷۳ پر آیا ہے۔

تفسیر القرآن: بیان الفاظہ وبیان معانیہ واحکامہ، وتاویلہ حملہ علی المعانی اللائقہ، یہ الفاظ اس کے شان کے مطابق مناسب الفاظ بیان معانی واحکام ہے اور تاویل کا معنی اس کو ایک ایسے معنی پر حمل کرے جس کا ظاہر سے لائق ہو کبھی

یہ معنی جاھل یا فوری شعور نہ رکھنے والا کرتے ہیں و قال الراغب : **والتفسیر قد یقال فیما یختص بمفردات الالفاظ و غریبها فیما یختص بالتئویل ، تفسیر کا لفظ** کبھی تو مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح اور وضاحت پر بولا جاتا ہے اور کبھی خاص کر تاویل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے تفسیر رئی یا تاویل دونوں کہتے ہیں صاحب عمدہ کہتے ہیں التنویل تفعیل من ال یوول، ای رجع فمعنی تنویل: الرجوع بالفظ عن ظاھرہ الی معنی یستقیم بہ ذا لک لفظ۔ تفسیر کا معنی مدلولات الفاظ ہے اور اسباب نزول وقائع احادیث ہے ام تنویل لفظ کو ایک ہی معنی کی طرف برگشت کرے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو

تفاسیر مروجہ قرآن کریم تفسیر باطنیہ ہیں اس کے لئے ہمارے پاس چند شواھد نا قابل انکار ہیں

۱۔مفسرین نے مصادر و ماخذ تفسیر پیش کرتے وقت سب سے پہلا مصدر خود قرآن کو قرار دیا ہے بہترین تفسیر قرآن کی قرآن سے کرنا ہے قرآن کی قرآن سے تفسیر کرنے کی منطق اھل البیت کے نام سے دشمنان اھل البیت کو آگے لانے کی منطق جیسا ہے یہ قرآن سے جذبات میں کھیلنے کے لئے اھل قرآن کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کہا ہے ایسی تفسیر لکھنے والوں نے اپنی تفسیر روایت ہی کو تفسیر واحد گردانا ہے جیسے اصفراء قرآن المیز ان اور الفرقان ہے

۲۔قرآن کی تفسیر روایت سے منسوب ہے لیکن پیغمبر سے منسوب روایت کو اصحاب،عترت اور سلف سے منسوب کروایا ہے

۳۔قرآن کی دوسری تفسیر عقل سے کرائی عقل سے مراد عقل فلسفی کو آگے لایا ہے ایک نے تفسیر رائے کہہ کر مسترد کیا ہے تفسیر عقلی قرار دیا اور دوسرے نے ان کی ضد میں عقل کو مسترد کیا۔

علماء کہتے ہیں تفسیر قرآن کے لئے پہلے مرحلے میں اصول تفسیر پڑھنا ضروری ہیں مفسرین نے فھم وادراک معانی قرآن مشکل اور دشوار ہونے کے بارے میں چندین وجوہات سے استدلال کیا ہے۔

۱۔قرآن میں کلمات غریبہ موجود ہیں جو کہ خود عربوں کی سمجھ میں نہیں آتے تھے

۲۔قرآن کے معانی مفاہیم اتنے بلند تھے کہ ہر انسان کے لئے اس تک رسائی ممکن نہیں تھی

۳۔قرآن کریم جن پر نازل ہوا یا جس گھر میں نازل ہوا ہے یا جن سے خطاب ہوا ہے وہی قرآن کے معانی سمجھ سکتے ہیں۔

فہم قرآن بغیر تفسیر سلف ممکن نہیں:

تفسیر قرآن کے لئے تفسیر سلف پڑھنا چاہئے کیوں کہ وہ عصر نزول قرآن سے نزدیک ہونے کی وجہ سے معانی آیات

سے زیادہ واقف و آگاہ تھے اس اصول مجھول کے تحت اس وقت ہم تیرہ سو سال بعد والوں کے لئے آج سے دو سو سال پہلے لکھی گئی تفاسیر ضروری ہیں کیونکہ عصر نزول قرآن سے ان کی نسبت قریب ہے اسی طرح اس وقت کی لکھی ہوئی تفاسیر دو سو پانچ سو سال بعد والوں کے لیے ضروری ہیں کیونکہ ان کی نسبت عصر نزول کے نزدیک ہے یہ کسوٹی کہاں سے اخذ کی ہے؟ اس حوالے سے تفسیر طبری تفسیر کبیر فخر رازی تفسیر طنطاوی عصر رسول سے قریب ہونے کی وجہ سے زیادہ صحیح ہونگے یہ منطق ہر حوالے سے عقل و شرع و قرآن اور سرد تاریخی سے بے منطق ہے۔

۱۔ قرآن زبان عربی میں ہے عربی جاننے والے عربی گہرائیوں باریکیوں قواعد و ضوابط جاننے کے بعد فہم آیات سے نزدیک ہو جائینگے جتنا لگاؤ انس بڑھتا جائے گا فہم میں اضافہ ہوگا ہر آیت دوسری آیت کے فہم میں معاون ہوگی

۲۔ اصحاب اتباع اسلاف کے دین و ایمانداری میں فرق ہے لیکن فہم و ادراک میں عصر اول سے حاضر تک سب کی فہم ایک جیسی نہیں ہے

۳۔ ان کی صفوں میں کم عقل، کم ایمان، اہل خیانت و نفاق، کتمان حق والے ہونا قرآن اور تاریخ سے ثابت ہے

۴۔ چاہے سلف کہیں یا متقدمین۔ ان کے بارے میں یہ آیت صادق آتی ہے ﴿إِنَّا وَجَدْنا آباءَ نا عَلى أُمَّةٍ وَ إِنَّا عَلى آثارِهِمْ مُهْتَدُونَ﴾

تو یہاں سوال آتا ہے جن سلف نے تفسیر قرآن لکھی ہے وہ کونسی تفسیر ہے وہ خود تفسیر کن سے سیکھی ہے یا وہ کن کن تفاسیر پر اعتماد کرتے تھے بعض اسلاف کی تفاسیر آیات سے اجنبی ہے آیا ان سے پہلے کسی نے تفسیر لکھی تھی جو سلفیوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی یا انھوں نے خود کی تھی اگر خود انھوں نے کی تھی تو سلف دوسری تیسری صدی میں تھے ان سے پہلے والے تفسیر قرآن کس طرح کرتے تھے ان کا کہنا ہے سلف نے تفسیر قرآن تبع تابعین سے لی ہے تو ہم تبع تابعین سے کیوں نہ لے لیں تبع تابعین نے تفسیر قرآن اصحاب سے لی ہے اصحاب کی تعداد ہزاروں سے گزر گئی اصحاب کے مراتب و درجات ہیں۔

بعض نے پیغمبر کو دیکھا ہے سنا نہیں ہے ان میں انپڑھ جاھل عالم سب تھے ان میں سے کون کون تھے جو تفسیر قرآن سے زیادہ شغف رکھتے تھے۔

قرآن اپنی جگہ معارف کا اوقیانوس بحر مواج معانی مفاھیم رکھتا ہے جس تک ہر کس و ناکس کا پہنچنا ناممکن ہے یہاں سے باطنیوں کی ہدایات ایمات اشارات یا حکامات و ہدایات پر قرآن کریم کو ہر حوالے ہر زاویے سے نا قابل نا سمجھ بتانے کی سر توڑ کاوشیں عمل میں لائی ہیں ہم یہاں ان کے قرآن پر افتراء اتھامات کی ایک اجمالی فہرست پیش کرتے ہیں:

۱۔قرآں میں الفاظ وکلمات غریبہ ہیں جس کی وجہ سے خود عربوں کے لیے بھی قرآن سمجھنا دشوار ہوتا تھا۔

۲۔قرآن میں الفاظ مشترک لفظی ومعنوی ہیں جس کی واضح مثال حروف جر ہیں ہر ایک حرف جر کے چندین معانی ہیں معلوم نہیں ہوتا ہے یہاں اس حرف کا کیا معنی ہے۔

۳۔عربی زبان میں کلمات مشترک لفظی ومعنوی متضاد حد سے زیادہ ہیں یا تو کلمہ چندین معانی کے لئے وضع ہوا ہے پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہاں کس معنی میں استعمال ہوا ہے یا ایک معنی کے لئے چندین الفاظ وضع ہونے میں ان میں سے کونسا لفظ استعمال ہوتا ہے۔لفظ قسورہ قیل:ھوالاسد،وقیل :الرّمی،وقیل الصائد بعض نے کہا ہے قسورۃ سے مراد،شیر ہے اور بعض نے تیر انداز اور بعض نے شکاری مراد لیا ہے سورہ مدثّر آیت ۵۱ میں آیا ہے ''فرّت من قسورۃ'' یعنی شیر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔معلوم نہیں یہاں شیر کے لئے استعمال ہوا ہے یا تیر مارنے والے کے لئے ہے یا شکاری کے لئے استعمال ہوا ہے

۲۔کلمہ عسعس کے معنی تاریکی ہلکی ہونے کے ہیں یہ کیفیت رات کے دونوں اطراف میں ہوتی ہے یعنی رات جب آنے والی ہو یا جانے والی ہو اس لئے سورہ تکویر آیت ۱۷ میں '' واللّیل اذا عسعس''،عسعس کے معنی رات کے آنے اور جانے دونوں ہو سکتے ہیں۔

۴۔نکاح ،عقد کو بھی کہتے ہیں جماع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے سورہ نور آیت ۔۳۲ سورہ احزاب آیت۔۴۹ سورہ النساء آیت۔۲۵

۵۔قرء،حیض کو بھی کہتے ہیں اور طہر کو بھی کہتے ہیں سورہ البقرۃ آیت۔۲۲۸ یہ کلمات کی بات ہے قرآن میں بہت سے حروف استعمال ہوئے ہیں مثلاً کلمہ من یہ حرف جار ہے اور یہ ۱۔ابتدائی غایت ۲۔تبعیض ۳۔تبیین کے لئے آتا ہے ۴۔ اور حرف نفی اور استفھا کے ساتھ ہو تو استغراق جنس کے معنی دیتا ہے سورہ الحاقۃ آیت۔۴۷۔۵۔کبھی عوض کے لئے آتا ہے سورہ ابراہیم آیت ۳۷ میں تبعیض کے لئے آیا ہے سورہ نور آیت ۴۳ ''من السماء من جبال فیھا من برد'' میں من اولی ظرفیت کے لئے ہے اور دوسرا مفعولیت اور تیسرا برائے تبیین ہے اور سورہ مائدہ آیت ۴ میں تبعیضیہ ہے بعض نے کہا ہے کہ زائدہ ہے سورہ اسراء کی آیت ۱ میں ابتداء کے لئے آیا ہے سورہ آلعمران آیت ۹۲ میں تبعیض کے لئے استعمال ہوا ہے من سببیت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسے سورہ نوح آیت ۲۵ اسی طرح ،،با،،فا،،الی،علی،، ہر ایک کے چندین معنی ہیں کس معنی کو لے لیں؟

۶ عربی زمان میں کلمہ اپنی جگہ اس کے حقیقی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کونسے معنی

لے لیں؟ ان سب کو مجموعی نظر میں رکھ کر کہا ہے کہ قرآن کریم ظنی الدلالۃ ہے ظنی الدلالہ کو اگر آپ سادہ زبان میں عامی زبان میں پیش کریں تو ان عبارات میں پیش کر سکتے ہیں ''مانفقه کثیراًممّا تقولُ'' سورہ ھود آیت ۹۱ سورہ اعراف آیت ۹۸ سورہ انفال آیت ۔۶۵ سورہ توبہ ۱۲۷ سورہ حشر آیت ۱۲ سورہ منافقین آیت ۴ سورہ انعام آیت ۲۵ ہمارے دلوں پے پردہ ہے سورہ اسراء آیت ۴۶ سورہ کھف آیت ۔۵۷ سورہ فصلت آیت ۔۵ ۴۴ سورہ لقمان آیت ۔۲۷

۳۔قرآن کی متعدد ومختلف قرائت ہیں بعض جگہ ایک کلمہ کی چندین قرات نقل ہوئی ہیں معلوم نہیں ہوتا ہے یہاں کونسی قرائت مراد ہے۔

۴۔فہم قرآن بغیر تفسیر اہل بیت یا بغیر حدیث ممکن نہیں۔

۵۔آیات قرآن ظنی الدلہ ہیں۔

۶۔فہم قرآن بغیر تفسیر سلف ممکن نہیں ہے۔

۷۔قرآن میں صرف چند کلیات ہیں باقی فروعات خود استخراج کرنا ہے۔

۸۔قرآن معارف کا اوقیانوس ہے اس تک رسائی ممکن نہیں۔

۹۔قرآن میں تفسیر بالرائے کرنا درست نہیں۔

۱۰۔شیعوں،صوفیوں،سنیوں،بریلویوں اور دیوبندیوں کو باطنیہ کے عقائد ونظریات کو فرقے کے نام سے نشر کرنے کا ٹھیکہ دیا ہے

۱۔وحی متلو ہے وہ قرآن ہے

۲۔غیر متلو ہوتی ہے اس سے مراد جہاں پیغمبر کو تفوض ہوئی ہے کہ آپ اپنی طرف سے تعبیر کریں تو جب پیغمبر تعبیر کرتے ہیں تو وحی کی تعبیر کرتے ہیں وہ قرآن کے برابر ہے اس کے لئے انھوں نے سورہ حشر آیت ۔۷ سورہ آلعمران آیت ۳۱ سے استناد کیا ہے قرآن حدیث سے نسخ ہونے کی دلیل اسی کتاب میں آئی ہے پیغمبر نے نماز میں سورہ مومنون پڑھی اور اس میں ایک آیت نہیں پڑھی نماز ختم کرنے کے بعد اصحاب سے پوچھا کیا تم میں کوئی نہیں تھا کہ مجھے یاد دلائے صحابی نے کہا ہم نے سمجھا کہ یہ منسوخ ہوئی ہے تو پیغمبر نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو میں تمھیں خبر دیتا نقل از کتاب اصول سرخصی جلد ۲ ص ۷۵ اصحاب پیغمبرؐ کا عقیدہ تھا کہ قرآن سنت سے نسخ ہوا ہے اس کی ایک اور مثال پیغمبر نے فرمایا لاوصیت للوارث نسخ کتاب البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۹۵ نسخ کا معنی استکتاب ہے استنساخ استنساخ نقل تحویل ازالہ لغت میں ایک امر حکم شریعت میں ثابت شدہ ہے اس کی مدت ختم ہونے کو کہتے ہیں چاہے وہ احکام تکلیفہ ہو یا احکام وضعیہ یا مناصب

الہی پر یا ایسا امر ہو جس کی برگشت اللہ کی طرف ہو ہم نے کہا ایک حکم ثابت کو رفع کرنے کو کہتے ہیں کبھی حکم موضوع ختم ہونے سے ختم ہوتا ہے جیسے رمضان ختم ہونے کے بعد روزے کا حکم ختم ہوتا ہے نماز پڑھنے کا وقت ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم ختم ہوتا ہے کسی شخص کی ملکیت اس کے مرنے کے بعد ختم ہوتی ہے اصل نسخ عقلائے مسلمین کے نزدیک نسخ شریعت جائز ہے جب کہ یہود ونصاریٰ نے نسخ شریعت کو محال ناجائز قرار دیا ہے شریعت اسلام میں نسخ واقع ہوئی ہے جو احکام پہلی شریعتوں کے چل رہے تھے اس پر مسلمانوں نے عمل کیا تھا وہ اسلام میں تھے قرآن کے ذریعے منسوخ ہوئے ہیں جس کی مثال مسلمان بیت مقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ اس آیت کے تحت منسوخ ہوئے اس میں جائے شک وتردید نہیں لیکن بحث یہاں یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت میں ناسخ منسوخ ہے یا نہیں؟ اس میں بہت سا غلو کیا ہے ابوبکر نحاس نے ایک کتاب ناسخ ومنسوخ تالیف کی ہے اس میں ۱۳۸ آیات منسوخ بیان کی ہیں آیت اللہ خوئی نے لکھا ہے ہم ۱۳۸ کو مختصر کر کے صرف ۳۶ آیات کو اُٹھایا ہے اس پر بحث کی ہے ان ۳۶ آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں آیت اللہ خوئی نے مباحثہ کی ہے وہ سورہ مجادلہ کی آیت ۱۲ ہے اس میں پیغمبر سے سرگوشی کرنے پر صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یہ آیت اسی سورے کی آیت ۱۳ سے منسوخ کی ہے پھر آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں وارد روایات دونوں طرف سے مستفیض ہیں یہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت علی کے پاس صرف ایک دینار تھا اس کو درھم میں تبدیل کیا دس درھم ملے روزانہ ایک درھم دے کے پیغمبر سے سرگوشی فرماتے تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میری منقبت میں جس میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھے ان مناقب میں سے ایک دس درھم روزانہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرم سے مناجات کرنا تھا جس پر علی نے فرمایا اس آیت پر میرے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا ہے آقائے خوئی مرحوم کا یہ کہنا ہے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ کے علاوہ کوئی آیت منسوخ ہونا قابل ہضم نہیں لیکن چند نتائج اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں سامنے آتے ہیں اس کو بحث میں لانے کی ضرورت ہے یہاں سے اصل نسخ شریعت سے اس آیت تک بحث کرنے کی ضرورت ہے

۔۱۔نسخ شریعت قوانین میں گزشتہ زمان کے ساتھ تنسیخ وترمیم کا جواز اس لئے بنتا ہے کہ چونکہ بشر آئندہ آنے والے زمانے اور لوگوں کے مفاسد ومصالح سے جاھل ہوتا ہے اس کو پتہ نہیں ہوتا ہے غلطیوں کا اکتشاف ہونے کے بعد اسے منسوخ کرتا ہے نسخ پے قانون بشر ضروری ہے نسخ نہ کرنا ایک ظلم وجبر ہے لیکن اللہ رب العزت کے بارے میں یہ تصور بذات خود باطل ہے ناممکن ہے نقص در الوھیت ہے

کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۲۹۷ پر لکھتے ہیں نسخ کے معنی ازالہ ونقل ہے نسخت الشّمس الضلہ سورج کی سائے ختم ہوا

نسخت الکتاب یعنی ہم نے اس کی نقل اتاری ہے قرآن میں اس معنی میں سورہ جاثیہ کی آیت ۲۹ کا ذکر آیا ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ چند بار آیا ہے من جملہ سورہ اعراف آیت ۱۵۴ سورہ حج آیت ۵۲ میں آئی ہے اصطلاح مفسرین میں نسخ یعنی دلیل شرعی سے ثابت چیز کو دوسری دلیل شرعی سے زائل کرنے کو کہتے ہیں نسخ میں اپنے نظرئے میں تبدیلی آنے سے ہوتا ہے۔

شریعت میں نسخ ایک حکم شرعی کی مدت ختم ہونے کو کہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ حکم ہمیشہ جاری رہے گی لیکن اللہ کے نزدیک یہ حکم اسی مدت تک کیلئے تھا تو ہمارے حوالے سے یہ حکم بدل گیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے اس کا دورانیہ ختم ہوا ہے حافظ عبدالبر دنے یحیٰ بن اکثم سے نقل کیا ہے علوم اسلامی میں ایک علم جو علماء کے لئے سب سے زیادہ اہم اور واجب ہے اس سے آگاہ ہونا ضروری وہ علم ناسخ ومنسوخ ناسخ کو لینا اور اس پر عمل کرنا دیانت کا ثبوت ہے ناسخ ومنسوخ والوں نے شریعت منسوخ ہونے کا فلسفہ حکمت بھی بنایا ہے۔:

تفسیر قرآن میں ایک مشکلہ ناسخ ومنسوخ ہے بعض کا کہنا ہے قرآن میں آیات منسوخہ نہیں ہیں اس کے بالمقابل میں بعض نے بہت سی آیات منسوخہ کی نشاندہی کی ہے ان دونوں کے درمیان مین بعض نے اگر مگر لگا کر چند صورتیں بنائی ہیں سب سے زیادہ خطرناک صورت حال حدیث سے آیت منسوخ کرنے کا تصور ہے کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۲۹۷ پر لکھتے ہیں نسخ کے معنی ازالہ ونقل ہے نسخت الشّمس الضلہ سورج کا سایہ ختم ہوا نسخت الکتاب یعنی ہم نے اس کی نقل اتاری ہے قرآن میں اس معنی میں سورہ جاثیہ کی آیت ۲۹ کا ذکر آیا ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ چند بار آیا ہے من جملہ سورہ اعراف آیت ۱۵۴ سورہ حج آیت ۵۲ میں آئی ہے اصطلاح مفسرین میں نسخ یعنی دلیل شرعی سے ثابت چیز کو دوسری دلیل شرعی سے زائل کرنے کو کہتے ہیں عام محاورے میں عام سوچ میں اپنے نظرئے میں تبدیلی آنے سے ہوتا ہے لیکن دین میں یہ حکم اس مدت تک کے لئے تھا اللہ پہلے سے جانتا تھا زائل نہیں کیا شریعت میں نسخ سے ایک حکم شرعی کی مدت ختم ہونے کو کہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ حکم ہمیشہ جاری رہے گا لیکن اللہ جانتا ہے یہ حکم اسی مدت تک جاری رہے گا تو ہمارے حوالے سے یہ حکم بدل گیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے اس کا دورانیہ ختم ہوا ہے حافظ عبدالبر دنے یحیٰ بن اکثم سے نقل کیا ہے تمام علوم میں ایک علم جو علماء کے لئے سب سے زیادہ واجب ہے متعلمین کو اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ ہونا چاہئے وہ علم قرآن میں ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا ضروری ہے ناسخ کو لینا واجب اور اس پر عمل کرنا دیانت کا ثبوت ہے ناسخ ومنسوخ والوں نے شریعت میں احکام منسوخ ہونے کا فلسفہ بیان کیا ہے منسوخ ہونا بہت بڑا فلسفہ ہے۔ ا۔ سب سے بڑا فلسفہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی مالکیت کا اعتراف ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو وہ سمجھتا ہے حکم کرتا ہے ۲۔ کمال

عبودیت کا اظہار ہے گویا بندہ اللہ کے نئے حکم کے انتظار میں رہتا ہے جس شکل وصورت میں حکم آتا ہے وہ اپنی اطاعت و بندگی کا اظہار کرتے ہیں کمال خضوع وخشوع کے انعقاد کا مظاہرہ کرتے ہیں ۳۔ بندے کی آزاد خیالی آزادمردی کا امتحان لینا ہے تاکہ پتہ چلے کون سرکش ہیں؟ کون مطاع ہیں؟ کون اہل اطاعت ہے اور کون اہل عناد ہیں دنیا دار امتحان ہے سونا آگ میں ڈال کے تجربہ کرتا ہے بندہ امتحان وآزمائش میں ڈال کر امتحان لیتا ہے ۔۴۔ اس کا اظہار کرنا ہے کہ بندے کے لیے احکامات اس کی طاقت کے برابر ہیں یا نہیں؟ اگر طاقت سے مافوق ہے تو حکم اٹھائے گا ۔۵۔ بندوں سے مشقتی چیزیں اٹھانا ہے مصلحت عامہ کا خیال رکھنا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۶ میں آیا ہے ۔۶۔ ضعفاء کو کمزوروں کو عسر وحرج سے یسر میں منتقل کرنا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ کسی حکم کا منسوخ ہونا عقل قیاس اجتھاد سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ منسوخ صرف دلیل نقل سے ثابت ہوتا ہے منسوخ ثابت ہونے کے چند طریقے ہیں ۔۱۔ اصحاب سے بطور نقل صحیح منقول ہو کیونکہ نسخ کا دور پیغمبر کے دور تک محدود ہے نسخ ایک حکم وحی کو نسخ کرنا ہے تو وحی وحی ہی سے نسخ ہوتی ہے چنانچہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ میرے بس میں نہیں کہ میں ایک حکم کو تبدیل کروں سورہ یونس آیت ۱۵ ۲۔ شخص راوی تاریخ نسخ کو نقل کرے کہ میں نے فلاں فلاں موقع پر پیغمبر سے سنا تھا نسخ ہونے کے بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ نسخ کیسے ہوتا تھا امام بخاری سورہ توبہ کی آیت ۸۱ کی تلاوت وتفسیر میں فرماتے ہیں عبداللہ بن ابیہ بن سلول ان کا بیٹا پیغمبر کے پاس آیا پیغمبرص سے ان کی قمیص مانگی جس میں عبداللہ کو کفن کرے پیغمبر نے قمیص ان کو دی پھر عبداللہ نے آپؐ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی پیغمبر اُٹھے عبداللہ کی نماز جنازہ کے لئے تو عمر اپنی جگہ سے اٹھے اور پیغمبر کے لباس کو پکڑا اور کہا آپ کس پر نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپکو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے تو پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ اس پر استغفار کریں یا نہ کریں یا ستر بار استغفار کریں میں بخشوں گا نہیں تو میں ستر سے زائد بار استغفار کروں گا عمر نے کہا کہ وہ منافق ہے پیغمبر نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تو اللہ نے یہ آیت سورہ توبہ ۸۴ نازل کی یہ آیت آنے کے بعد پہلے جو نماز پڑھنے کے اختیار تھے وہ منسوخ ہوئے صاحب اصول تفسیر نے قرآن کریم کی جن سوروں میں ناسخ ومنسوخ نہیں ان کی تعداد ۴۳ بتائی ہے جن میں آیات ناسخ ہیں منسوخ نہیں وہ ۶ سورے بتائے ہیں اور جن میں منسوخ ہے ناسخ نہیں وہ ۴۰ سورے بتائے ہیں اور جس میں ناسخ منسوخ دونوں نہیں ان کی تعداد ۲۵ بتائی ہیں اب شخص مفسر کے لئے ان تمام کا علم ہونا ضروری ہے حکم کس سے منسوخ ہونا ہے نسخ وحی کے ذریعے ہے اور کوئی چیز نہیں سورہ یونس آیت ۱۴

پیغمبر نے فرمایا میں حکم نہیں بدل سکتا ہوں پیغمبر وحی کے ذریعے حکم بدلتے ہیں انھوں نے کہا وحی دو قسم کی ہوتی ہیں

نسخ:

نسخ یکی از اصول تفسیر قرآن کے لیے آیات ناسخ ومنسوخ کا علم ہے یہاں چند مسائل پر بحث وگفتگو کرنے کی ضرورت ہے مسائل پر گفتگو کرنے سے پہلے خود کلمہ نسخ کا معنی واضح ہونا ضروری ہے کلمہ نسخ قرآن کریم کی چند آیات میں آیا ہے سورہ حج آیت ۵۲ سورہ جاثیہ آیت ۲۹ سورہ بقرہ آیت ۱۰۶ اعلماء لغت صاحب نسخ عمدۃ الحفاظ نے کہا ہے۔

النسخ :الازالۃ کسی چیز کا زائل ہونا ہے تسخت الریح اثر القوام ہوا نے قوم کی نشانی کو مٹایا وقیل زھوازالۃ شئی بشئی ایک چیز کا دوسرے چیز سے زائل کرنے کو کہتے ہیں نسخت الشّمس سورج نے سائے کو ختم کیا ہے والثیب الشباب بڑھاپے جوانی کو ختم کیا ہے نسخ تین قسم کے ہیں:

۱۔ایک دفعہ موضوع حکم دونوں کو اٹھاتے ہیں:

۲۔ایک دفعہ موضوع کو اٹھاتے ہیں حکم باقی رہتا ہے جیسے الشیخ والشیخہ اذا زینا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم شیخ و شیخہ کو جب وزراء کرے رحم کر۔

۳۔حکم کو اٹھاتے ہیں لفظ کو باقی رکھتے ہیں کلمہ نسخ ایک دفعہ ابطال اور ازالے کے لئے آیا ہے ایک چیز بالکل ختم کر کے اس کی جگہ دوسری جاگزین کرنے کو نسخ کہتے ہیں۔سورہ بقرہ ۱۰۶ اور سورہ حج آیت ۵۲ دونوں میں اس معنی میں آیا ہے۔

۲۔وہ چیز اپنی جگہ باقی ہے اس سے نقل کرنا ہے اس کا فوٹو بنانا جسے نسخہ گیری کہتے ہیں نقل اتارنا اکثر علماء نے کہا ہے کلمہ نسخ ابطال اور ازالے میں استعمال حقیقی ہے دوسرے معنی نسخہ گیری میں مجاز ہے۔

۳۔امامحمد بن علی علماء شافعی متوفی ۳۶۵ھ انہوں نے کہا ہے اس کا برعکس صحیح ہے یعنی نسخہ گیری میں حقیقت ہے ابطال میں مجاز ہے۔تیسرا قول انھوں نے کہا ہے یہ مشترک لفظی ہے دونوں میں حقیقت ہے یہ بات عبدالرحمٰن بن احمد متوفی ۷۵۷ھ اس نے کہا ہے یہ معنی لغوی ہوا اصطلاح میں رفع حکم شرعی بدلیل شرعی متاخر ایک حکم شرعی کو دوسری دلیل شرعی کے ذریعے اٹھانا ہے نسخ اپنی جگہ جائز ہے یا ناجائز کہتے ہیں عقل اجماع اہل شرائع کے تحت جائز ہے۔

امت اسلامی میں اس پر اتفاق ہے اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے اختلاف صرف ایک نے کیا ہے وہ ہے محمد بن بحر اس نے کہا ہے نہیں نسخ جائز ہے یا نہیں یہاں چند مفروضے ہیں:

۱۔نسخ در شرائع گزشتہ بعض گزشتہ شرائع میں احکامات تھے اس وقت اسی نبی کے ذریعے یا بعد میں آنے والے نبی کے ذریعے نسخ ہوا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ نے بعض احکامات تورات کو منسوخ کیا ہے جیسا کہ اس آیت ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔

۲۔شریعت اسلام میں نسخ ہے یا نہیں یہاں بھی کچھ ایسے مواقع ہیں جہاں نسخ ہوا ہے جیسے نسخ قبلہ پہلے نماز بیت المقدس کی طرف پڑھتے تھے بعد میں سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ کے تحت بیت المقدس منسوخ ہوا قبلہ کعبہ کی طرف موڑ لیا یا وصیت والدین سورہ بقرہ آیت ۱۸۰ سورہ نساء کی آیت ۷ تا ۱۲ کے ذریعہ نسخ ہوا ہے۔

۳۔تیسری بحث جو معرکہ آراء ہے یہاں ہے وہ ہے وہ یہ کہ جو حکم قرآن سے ثابت ہے وہ حدیث سے نسخ ہوتا ہے یا نہیں سلفین اہل حدیث اخباری اور اصول فقہ والوں نے کہا ہے کہ آیات حدیث سے نسخ ہوتی ہے انہوں نے اس کے لئے ایک فلسفہ تراشی بھی کی ہے شریعت اسلام کی بنیاد مصالح عباد پر مبنی ہے مصالح عباد زمان ومکان کے حوالے سے مختلف ہوتے ہیں جو مصلحت عوام کے لیے دور رسالت دور نزول قرآن میں تھی وہ دوسو سال تین سو سال کے بعد ختم ہوئی ہے۔ اب نئی مصلحت کی ضرورت ہے اس فلسفے کو تسلیم کرنے کے بعد فقہ اور اصول فقہ بنانے والوں کی دلیل کو تقویت ملی ہے اور خاص کر مغرب جو کہتا ہے کہ شریعت پرانی ہے مصلحت بدل گئی ہے لہٰذا قانون وضعی قانون اسلام کی جگہ جاگزین کرنا ضروری ہے اس صورت میں کوئی بھی شخص فلسفہ تراشی کر کے اس کو عقلی کہہ کر عقل سے نسخ کر سکتے ہیں۔داعیان نسخ اور خاص کر نسخ قرآن حدیث کے ذریعے کرنے کو انھوں نے حکمت سے جوڑا ہے کہا ہے شریعت کے احکامات حکمت پر مبنی ہیں اور حکمت شریعت بندوں کی آزمائش وامتحان پر مبنی ہے نسخ شریعت ایک قسم کی آزمائش ہے امتحان وآزمائش کا سلسلہ باقی رہنا چاہیے لہٰذا نسخ جاری رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے یہ بحث تفسیر آیات احکام محمد علی سیاسی عبدالطیف سبکی ج ا ص ۷۰ پر ہے۔

نسخ احکام قرآن ابی بکر احمد بن علی رازی بصاص متوفی ۳۷۰ ج ا ص ۷۰ پر لکھتے ہیں بعض متاخرین علماء جو اہل فقہی نہیں انھوں نے کہا ہے کہ شریعت محمد میں نسخ نہیں ہے جتنی بھی نسخ کے بارے میں باتیں آئی ہیں اس سے مراد شریعت سابقہ ہے شریعت محمد نسخ نہیں جیسے ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار مشرق ومغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا چونکہ ہمارے پیغمبر کی شریعت دائمی ہے ابدی ہے تا قیام قیامت تک ہے ابوبکر نے کہا جس عالم نے نسخ کا انکار کیا ہے وہ عالم بلاغت میں مہارت رکھتے ہیں لیکن علم فقہ واصول میں اس کو بجیرہ نہیں ہے انکے اعتقاد میں شبہ نہیں ہے وہ اس رائے میں گمراہ ہوا ہے کیونکہ اس نے جو رائے دی ہے اس میں اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے اس سے پہلے کسی نے ایسی رائے نہیں دی ہے نسخ شریعتوں میں چلتی ہوئی سنت ہے قرآن میں عام وخاص ہے محکم ومتشابہ ہے لہٰذا نسخ کا ہونا ناگزیر ہے ابوبکر نے یہ بات بھی کی ہے کہ جن لوگوں نے عدم جواز نسخ پر استدلال کیا ہے انھوں نے کہا ہے اس میں جائے شک نہیں سنت قرآن سے بہتر نہیں ہوسکتی ہے کہتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

نسخ کتاب البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۹۵ نسخ کا معنی استکتاب ہے استنساخ استنساخ نقل تحویل ازالہ اما لغت میں ایک امر حکم شریعت میں ثابت شدہ ہے اس کی مدت ختم ہونے کو کہتے ہیں چاہے وہ احکام تکلیفہ ہو یا احکام وضعیہ یا مناصب الٰہی پر یا ایسی امر ہو جس کی برگشت اللہ کی طرف ہو ہم نے کہا ایک حکم ثابت ایک حکم ثابت سے رفع کرنے کو کہتے ہیں کبھی حکم موضوع ختم ہونے سے ختم ہوتا ہے جیسے رمضان ختم ہونے کے بعد روزے کا حکم ختم ہوتا ہے نماز پڑھنے وقت ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم ختم ہوتا ہے کسی شخص کی ملکیت اس کے مرنے کے بعد ختم ہوتا ہے اصل نسخ عقلائے مسلمین کے نزدیک نسخ شریعت جائز ہے جب کہ یہود و نصاریٰ نے نسخ شریعت کو محال ناجائز قرار دیا ہے۔

شریعت اسلام میں نسخ واقع ہوئی ہے جو احکام پہلے شریعتوں کا بقایا چل رہے تھے اس پر مسلمانوں نے عمل کیا تھا وہ اسلام میں نازل قرآن کے ذریعے منسوخ ہوا ہے جس کی مثال مسلمان بیت مقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ اس آیت کے تحت منسوخ ہوئے اس میں جائے شک و تردید نہیں لیکن بحث یہاں ہے قرآن میں ناسخ منسوخ ہے یا نہیں ؟ بعض نے اس میں بہت غلو کی ہے ابوبکر نحاس نے ایک کتاب ناسخ و منسوخ تالیف کی ہے اس میں ۱۳۸ آیات منسوخ ہونے کا کہا ہے آیت اللہ خوئی نے ۱۳۸ کو مختصر کر کے ۳۶ آیات کو اُٹھایا ہے اس پر بحث کی ہے جس ۳۶ آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں بحث کی ہے۔

وہ سورہ مجادلہ کی آیت ۱۲ ہے اس میں پیغمبر سے سرگوشی کرنے پر صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یہ آیت اسی سورے کی آیت ۱۳ سے منسوخ کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں وارد روایات دونوں طرف سے مستفیض ہے یہ حضرت علی کے شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت علی کے پاس صرف ایک دینار تھا اس کو درھم میں تبدیل کیا دس درھم ملے روزانہ ایک درھم دے کے پیغمبر سے سرگوشی فرماتے تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میری منقبت میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھے ان میں سے ایک دس درھم روزانہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرم سے نجوی کرتا تھے جس پر علی نے فرمایا اس آیت پر میرے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا ہے آقائے خوئی مرحوم کا یہ کہنا ہے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ کے علاوہ کوئی آیت منسوخ ہونا قابل ہضم نہیں یہاں بحث کرنے کی ضرورت ہے جب نسخ خلاف اصل ہے تو یہاں بھی خلاف اصل ہوگا اس خلاف کو اپنانے کی کیا سند ہے اس کو بحث میں لانے کی ضرورت ہے۔

۱۔ نسخ شریعت قوانین میں گزشتہ زمان کے ساتھ تنسیخ و ترمیم کی جواز اس لئے بنتے ہیں چونکہ بشر آئندہ آنے والے زمانے اور لوگوں کے مفاسد و مصالح سے جاھل ہوتا ہے ان کو پتہ نہیں ہوتا ہے غلطیوں کا اکتشاف ہونے کے بعد اسے منسوخ

کرتا ہے مسخ پے قانون بشر ضروری ہے نسخ نہ کرنا ایک ظلم وجبر ہے اما یہ صورت حال اللہ رب العزت کے بارے میں تصور بذات خود باطل ہے ناممکن ہے نقص درالوھیت آتا ہے۔

۲۔نسخ ادیان گزشتہ مسلمان سادہ زبان میں سرسری سادگی مین کہتے ہیں کہ نسخ شرائع ہوا ہے ایسا نہیں ہے دین کے دو حصے ہیں ایک اصول عقائد ہے ایمانیات ہیں وہ قابل تنسیخ نہیں تبدیل نہیں دوسرہ اعمال وافعال ہیں وہ اپنی جگہ دو قسم کے ہو تے ہیں ایک امھات ہوتی ہے واجب کی بنیادیں محرمات کی بنیادیں یہ بھی قابل نسخ نہیں تبدیل نہیں۔

دوسرا ہنگامی حالات میں وقتی حالات میں امتحان وآزمائش کے لئے استقامت دکھانے کے لئے ہوتا ہے وہ اسباب ختم ہونے کے بعد اس کا حکم بھی ختم ہوتا ہے نسخ شرائع سے مراد اس قسم کے احکامات ہیں یہود ونصاریٰ جس چیز کی نسخ سے انکار کرر ہا ہے وہ نسخ سے نہیں شریعت اسلام کو رد کرنے کے لئے کہتا ہے۔

۴۔اما قرآن میں آیات منسوخ ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ قرآن کریم کی ان آیات سے منافی ہے اس قرآن میں کسی قسم کی نقص عیب تبدیلی آگے پیچھے سے نہیں آینگے اللہ کا یہ فرمان یہ آیت • لایأ تیھا البطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن نہ اللہ کی طرف سے منسوخ ہونگے نہ کسی اور کی طرف سے اب آتے ہیں اس آیت کے بارے میں ۔اروایت کا یہ کہنا دس دن تک اس آیت پر حضرت علی کے سوا کسی اور نے اس پر عمل نہیں کیا یہاں سول آتا ہے کسی اور نے عمل کیوں نہیں کیا چند مفروضے ہوتا ہے۔

ا۔کسی کے پاس صدقہ دینے کی گنجائش نہیں تھے یہ مفروضہ غلط ہے اصحاب میں مھاجر وانصار دونوں صاحبان ثروت تھے۔

۲۔بخل کنجوسی مال سے محبت یہ مفروضہ بھی تاریخ مھاجرین وانصار کے تحت غلط ہے بے بنیاد ہے جن انصار نے اپنی تمام مایملک ہتھیلی میں رکھ کر مھاجرین کو پیش کیا ہو اللہ رسول کی خاطر سب کچھ ہتھیلی میں رکھ کر پیش کیا ہو ان کے پاس ایک درہم کی کیا حیثیت ہے۔

۳۔مھاجرین میں ابوبکر عثمان طلحہ زبیر جیسے شخصیات تھے جو ہمہ وقت پیغمبر کے فرمان پر سب کچھ بذل کرنے والے تھے ایک دفعہ پیغمبر نے انصار سے کہا کہ اس جنگ میں چندہ دے دیں ابوبکر نے کچھ مال لایا پیغمبر نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہو کہا اللہ اور اسکے رسول کو ابوبکر نے ۳۔۴ غلاموں کو مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کیا اپنی بیٹی عائشہ کی صداق جو ساڑھے چار سو بنتے تھے پیغمبر کو دیا آپ اس کو صداق میں دے دیں عثمان بن عفان نے جنگ تبوک میں لشکر اسلام کے نصف لشکر کے اخراجات برداشت کئے اب ان دونوں کے لئے ایک درھم کی کیا حیثیت تھی

۴۔آیا تاریخ میں ملتا ہے کہ حضرت علی اس سے پہلے بار بار پیغمبر سے سرگوشی کرتے تھے

۵۔سرگوشی پر عائد پابندی کی کیا حکمت عملی تھے یہاں دو احتمال ہوتے ہیں

ا۔اس بہانے سے اغنیاء سے کچھ پیسے نکال کے فقراء کو دینا تھا فقراء کے حالات کو بہتر بنانا تھا جو کہ کامیاب نہیں ہوسکی یہ ہو بہو انجان لوگوں کی قوانین جیسی بنی اس پر عمل ہی نہیں ہوسکی

۲۔اغنیاء کو امتحان میں لانا تھا وہ بھی امتحان میں نہیں آئے

۶۔حضرت علی کی فضیلت کو اٹھانا تھا علی کی فضیلت کو اس نازک قانون کے ذریعے سے علی کو کیا مقام منظور تھا کیا پیغمبر سے نجوٰا کرنا یا نجویٰ کے لئے صدقہ دینا کیا خلیفہ مسلمین کے لئے بنیادی شرط ہے لہٰذا محسوس ہوتا ہے یہ قصے ایسا جھوٹ ہیں کہ اتنا بولے جھوٹ نکالنے والے پریشان ہوکر خود بیٹھ جائے یا ایسا ہے ایک شخص نے لوگوں کو کسی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک جھوٹی خبر بنائی وہاں کوئی قیمتی چیز مفت میں دے رہا ہے لوگ جوق در جوق وہاں جانے لگے تو جھوٹ بولنے والے کو خود شک ہوگیا کہ کہیں وہاں تقسیم تو نہیں ہو رہا خود بھی ان کے ساتھ چلا گیا غرض اسلام و محمد ص سے قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے مذاہب و فرق کی مساعی غیر جمیلہ غیر حسینہ کامیاب ہوئی ہے اب دین صحاب ائمہ سے شروع ہوتا ہے انھیں پر ختم ہوتا ہے قرآن و محمد ص دونوں مھجور واقع ہوئے ہیں۔

ا۔پہلے مرحلے میں کہا گیا کہ پیغمبر شارح اور مبین قرآن ہیں شرح و تبین قرآن خود قرآن میں ہے کہ آپ شارح قرآن ہیں اس میں جائے شک و تردید اشکال و اعتراض نہیں ہوگا کیونکہ شارع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مطلب کو لفظ سے نکال کے بتاتے ہیں وہ مطلب کو سیاق و سباق سے نکال کے بتاتے ہیں آپ آیات کی تفسیر کو دیگر آیات سے جوڑ کے بتاتے ہیں لیکن سنت رسول سے آیت منسوخ ہوجاتی ہے یا یہ حکم قرآن سے ثابت ہے یہ سنت سے ہے اس سے ثابت ہوتا ہے پیغمبر مقابل قرآن ہیں قرآن و محمد ل کے شریعت بناتے ہیں یہاں دو شریک بتاتے ہیں جب آپ تفسیر کو مثلہ معہ سے جوڑیں گے تو یہ ایک نہیں دو ہونگے۔

۲۔قرآن کریم نے بتایا ہے اس میں خشک و تر سب ہے اس میں ہر چیز ہے اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے تفسیر قرآن بہ حدیث کے قائلین کے نزدیک اگر آیات کی تفسیر پیغمبر کی سنت میں نہیں ملا تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے صحابہ جانتے ہیں کیوں کہ وہ نزول قرآن کے شاھد و ناظر تھے ان سے مروی روایات کو تفسیر قرآن میں قول نبی کی حیثیت ہوگی دین اسلام کو تہ و بالا کرنے میں سب سے بڑا کردار ان لوگوں نے کیا ہے جنھوں نے اھل البیت اصحاب کو بطور مطلق رسول اللہ کے مساوی قرار دیا ہے عدل دلیل ما وقع فی الخارج ہے جس کو کوئی رد نہیں کرسکتا اھل البیت سے کتنے اقتدار پرست نکلے ہیں انکی اقتدار پرستی سے کتنے لوگ قتل ہوئے ہیں نظام مسلمین درھم برھم ہوے ہیں خاص کر فاطمین کا کردار

ابھی تک مسلمان بھگت رہے ہیں اس خاندان سے ذر پرست کتنے نکلے ہیں بنی عباس بنی امیہ نے کتنی دولت کمائی ہے وہ تاریخ میں ثبت ہے اسی طرح اصحاب میں مشرکین کو جاسوسی کرنے والے جنگ میں بغیر عذر بہانہ سے بیٹھنے والے شرکت سے گریز کرنے والے مسجد ضرار بنانے والے کم سے کم فہم وادراک میں اصحاب الف سے یے تک کے فاصلہ ذرہ سے مجرہ تک کے فاصلے غبی اور ذکی ہونا عقل ونقل دونوں سے ثابت ہیں ان کی ضروریات کو پیغمبر ﷺ کی دعا سے جوڑنا پیغمبر نے ان کے حق میں دعا کی تھی یہ فرق القطاع ہے۔

یہ پیغمبر رحمت للعالمین تھے رحمت خاصہ نہیں تھے یہ جو دعا پیغمبر نے ابن عباس کے حق میں کی ہے کیوں اپنے چچا کے حق میں نہیں کی کیوں حضرات حسنین کے حق میں نہیں کی کیوں جعفر طیار کی اولادوں کے حق میں نہیں کی۔

تفسیر قرآن بہ قرآن اس کی سند مفسرین نے اس تفسیر کو احسن تفاسیر قرار دیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں یہ ایک حقیقت ناسعہ شاخہ ہے قرآن کریم کا نظام ترتیب جو کہ بذریعہ وحی ہوا ہے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے ایک آیت کسی جگہ بطور اجمال بیان ہوئی ہے یہی مطلب دوسری جگہ بطور تفصیل بیان ہوا ہے ایک جگہ مختصر بیان ہوا ہے دوسری جگہ بہت کلام کیا ہے اس کی ایک مثال سورہ مریم کی آیت ۔۷۱ میں دی ہے اسی آیت کا ایک ٹکڑا ٥ وان منکم الا واردھا تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے تم میں سے ہر ایک جھنم پہنچے گا یقیناً یہ خبر ایک مایوس کن خبر ہوگی لیکن اسی کے ذیل میں آیا ہے پھر ہم متقین کو نجات دیں گے ظالمین کو چھوڑیں گے اس کی ایک مثال زیادہ تر سورہ انعام کی آیت ۸۲ سے دی ہے اسکی تفسیر سورہ لقمان کی آیت ۱۳ سے دی ہے لیکن یہاں بھی یہ تفسیر واضح نہیں ہے اس آیت میں ظلم میں ملوث ملبوس انسان کو قیامت کے دن امن نہیں ہوں گے امن صرف مؤمنین کے لئے ہونگے ظلم سے مراد ظلم شرک ہے ظلم شرک سے مراد تنہا بت پرستی نہیں بلکہ تمام انواع اقسام ظلم ہیں اللہ کو خالق سمجھتے ہیں عبادت گزار بھی ہیں لیکن نظم کائنات میں اللہ کو بے دخل کیا ہے نظام وضعی نفاذ کرنے میں سرتوڑ کوشش کی ہے گویا قیامت کے دن نجات دو گزرگاہ سے گزرتا ہے ایک منطقہ ایمانی جو شرک جلی سے گزرتا ہے شروع ہوتا ہے۔

ایک منطقہ عملی ہے شرک منطقہ اعتقادی سے گزر کر میدان عملی میں اعراض کرنے والے یا کوتاہی کرنے والوں کا بھی حشر برا ہوگا جیسا کہ سورہ بلد اور سورہ عصر میں آیا ہے

۱۔ سب سے بڑا فلسفہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی مالکیت کا اعتراف ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو وہ سمجھتا ہے حکم کرتا ہے۔

۲۔ کمال عبودیت کا اظہار ہے گویا بندہ اللہ کے نئے حکم کے انتظار میں رہتا ہے جس شکل وصورت میں حکم آتا ہے وہ اپنی

اطاعت وبندگی کا اظہار کرتے ہیں کمال خضوع وخشوع کے انعقاد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۳۔بندے کی آزاد خیالی آزاد مردی کا امتحان لینا ہے تا کہ پتہ چلے کون سرکش ہیں؟ کون مطاع ہیں؟ کون اھل اطاعت ہے اور کون اھل عناد ہے دنیا دار امتحان ہے سونا آگ میں لگا کے تجربہ کرتا ہے بندہ امتحان وآزمائش میں لگا کر امتحان لیتا ہے۔

۴۔اس کا اظہار کرنا ہے کہ بندے کو احکامات اس کی طاقت کے برابر ہیں یا نہیں؟ اگر طاقت سے مافوق ہیں تو حکم اٹھائے گا۔

۵۔بندوں سے مشقتی چیزیں اٹھانا ہے مصلحت عامہ کا خیال رکھنا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۶ میں آیا ہے۔

۶۔ضعفاء کو کمزوروں کو عسر وحرج سے یسر میں منتقل کرنا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ کسی حکم کا منسوخ ہونا عقل قیاس اجتھاد سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ منسوخ صرف دلیل نقل سے ثابت ہوتا ہے منسوخ ثابت ہونے کے چند طریقے ہیں۔

۱۔اصحاب سے بطور نقل صحیح منقول ہو کیونکہ نسخ کا دور پیغمبر کی دور تک محدود ہے نسخ ایک حکم وحی کو نسخ کرنا ہے تو وحی ہی سے نسخ ہوتی ہے چنانچہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ میرے بس میں نہیں کہ میں ایک حکم کو تبدیل کروں سورہ یونس آیت ۱۵

۲۔شخص راوی تاریخ نسخ کو نقل کرے کہ میں نے فلان فلان موقع پر پیغمبر سے سنا تھا نسخ ہونے کے بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ نسخ کیسے ہوتا تھا امام بخاری سورہ توبہ کی آیت ۸۱ کی تلاوت وتفسیر کر رہے تھے عبداللہ بن ابیہ بن سلول ان کا بیٹا پیغمبر کے پاس آیا پیغمبرص سے ان کی قمیص مانگی جس میں عبداللہ کو کفن کرے پیغمبر نے قمیص ان کو دی پھر عبداللہ نے آپ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی پیغمبر اُٹھے عبداللہ کی نماز جنازہ کے لئے تو عمر اپنے جگہ سے اٹھے اور پیغمبر کے لباس کو پکڑا اور کہا آپ کس پر نماز پڑھ رہے ہیں حالانکی اللہ نے آپکو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے تو پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ اس پر ستر بار بھی استغفار کریں میں نہیں بخشوں گا تو میں ستر سے زائد استغفار کروں گا عمر نے کہا کہ وہ منافق ہے پیغمبر نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تو اللہ نے یہ آیت سورہ توبہ ۸۴ نازل کی یہ آیت آنے کے بعد پہلے جو نماز پڑھنے کے اختیار تھے وہ منسوخ ہوئے صاحب اصول تفسیر نے قرآن کریم کی جن سوروں میں ناسخ ومنسوخ نہیں ان کی تعداد ۴۳ بتائی ہے جن میں آیات ناسخ ہے منسوخ نہیں وہ ۶ سورے بتائے ہیں اور جن میں منسوخ ہے ناسخ نہیں وہ ۴۰ سورے بتائے ہیں اور جس میں ناسخ منسوخ دونوں نہیں ان کی تعداد ۲۵ بتائی ہیں اب شخص مفسر کے لئے ان تمام کا علم ہونا ضروری ہے۔

پیغمبر نے فرمایا میں حکم نہیں بدل سکتا ہوں پیغمبر وحی کے ذریعے حکم بدلتے ہیں انھوں نے کہا وحی دو قسم کی ہوتی ہے

۱۔وحی متلووہ قرآن ہے۔

۲۔غیر متلواس سے مراد جہاں پیغمبر کوتفویض ہوئی ہے کہ آپ اپنی طرف سے تعبیر کریں جب پیغمبر تعبیر کرتے ہیں تو وحی کی تعبیر کرتے ہیں وہ قرآن کے برابر ہے اس کے لئے انھوں نے سورہ حشر آیت۔۷سورہ آل عمران آیت ۳۱ سے استناد کیا ہے قرآن حدیث سے نسخ ہونے کی دلیل اسی کتاب میں آئی ہے پیغمبر نے نماز میں سورہ مومنون پڑھی اوراس میں ایک آیت نہیں پڑھی نماز ختم کرنے کے بعدان سے پوچھا کیاتم میں کوئی نہیں تھے کہ مجھے یاددلائے صحابی نے کہا ہم نے سمجھا کہ یہ منسوخ ہوئی ہے تو پیغمبر نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو میں تمھیں خبر دیتا نقل از کتاب اصول سرخصی جلد۲ص ۷۵ اصحاب پیغمبر کا عقیدہ تھا کہ قرآن سنت سے نسخ ہوا ہے اس کی ایک اور مثال پیغمبر نے فرمایا لا وصیت للوارث

قرآن میں آیات منسوخہ ہیں:

باطنیوں کی تیسری واردات قرآن کریم میں آیات ناسخ ومنسوخ کا ہونا ہے ان کا کہنا ہے قرآن میں آیات منسوخات ہیں بعض نے بہت سی آیات منسوخہ کی نشاندہی کی ہے بعض نے اگر مگر لگا کر چند صورتیں بنائی ہیں سب سے زیادہ خطرناک صورت حال حدیث سے آیت منسوخ کرنے کا تصور ہے

قرآن کریم کو معطل ومتروک قرار دینے کے لئے دوسری منصوبہ بندی نسخ آیات قرآن ہے چنانچہ کثیر آیات کو منسوخ قرار دیا گیا ہے امام خوئی نے اپنی کتاب البیان فی التفسیر القرآن میں ابوبکر نحاس کی تالیف ناسخ ومنسوخ سے ایک سو اٹھتیس آیات کا ذکر کیا ہے نسخ کا معنی لغت میں نسخہ گیری کو کہتے ہیں نقل کرنے کو کہتے ہیں نقل کرنا جو سابق زمانے میں تھا اور بعد میں طباعت آئی ہے بعض نے نسخ کا اصل معنی ایک کو زائل کر کے دوسری کو اس کی جگہ لانے کیا ہے پھر کبھی اس سے صرف ازالہ کے معنی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ سورہ حج آیت۔۵۲ میں آیا ہے ﴿ فَيَنسَخُ اللَّهُ ما يُلْقِي الشَّيْطانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آياتِه ﴾ تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے قرآن میں آیت منسوخ ہونے کا معنی یعنی ازالہ حکم لیا ہے انھوں نے عام کو تخصیص دینے اور مطلق کو تقیید دینے کو نسخ کہا ہے اما الصطلاح مفسرین میں نسخ ایک حکم ثابت شدہ کی مدت ختم ہونے کی وجہ سے حکم کے رفع ہونے کو نسخ کہا ہے نسخ حکم میں دو چیزیں ہیں ایک حکم نسخ تکلیفی ہے حکم نسخ وضعی ہے یہاں یعنی اللہ نے ایک آیت حامل حکم کو ایک زمانہ کے بعد اٹھایا ہے اس کو نسخ قرآن کہا ہے نسخ قرآن کی چند صورتیں ہیں

ایک دفعہ تلاوت ہی ختم ہے وہ نسخ ہوا ہے آیت ہی قرآن میں نہیں ہے

۲ایک دفعہ آیت قرآن میں ہے لیکن حکم منسوخ ہوا ہے اس میں جائے شک نہیں احکام شرائع سابقہ میں سے حکم قرآن

کے توسط سے نسخ ہوا ہے بحث اس میں ہے کہ حکم قرآن کا نسخ ہونا ایک اور آیت کے ذریعے یا سنت رسول کے ذریعے سے نسخ ہو جائے

۳۔عقل کے ذریعے نسخ ہو جائے

۴۔اجماع کے ذریعے۔

۲۔نسخ ادیان گزشتہ مسلمان سادہ زبان میں سرسری سادگی میں کہتے ہیں کہ نسخ شرائع ہوا ہے ایسا نہیں ہے دین کے دو حصے ہیں ایک اصول عقائد ہیں ایمانیات ہیں وہ قابل تنسیخ وتبدیل نہیں دوسرے وہ اعمال وافعال ہیں جو اپنی جگہ دو قسم کے ہو تے ہیں ایک امہات ہوتی ہیں واجب کی بنیادیں محرمات کی بنیادیں یہ بھی قابل نسخ وتبدیل نہیں۔

دوسرا ہنگامی حالات میں وقتی حالات میں امتحان وآزمائش کے لئے استقامت دکھانے کے لئے ہوتا ہے وہ اسباب ختم ہونے کے بعد اس کا حکم بھی ختم ہوتا ہے نسخ شرائع سے مراد اس قسم کے احکامات ہیں یہود ونصاریٰ جس چیز کے نسخ سے انکار کر رہا ہے وہ نسخ نہیں شریعت اسلام کو رد کرنے کے لئے کہتا ہے

۔۳۔نسخ نماز روزہ زکات گزشتہ شریعت میں موجود تھے چنانچہ پیغمبر اکرم ص مبعوث ہونے کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں حج کیے ہیں لیکن آپکے اوپر مستقل طور پر حکم واجب صلوۃ معراج کے بعد ہوا ہے چنانچہ نماز آپ شریعت سابق کے تحت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھتے تھے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد قبلہ تبدیل ہوا حج وعمرہ سابق دور کے تحت آپ انجام دیتے تھے وجوب حج دس ھجری کو ہوا

۴۔ قرآن میں آیات منسوخ ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ قرآن کریم کی ان آیات سے منافی ہے اس قرآن میں کسی قسم کا نقص عیب تبدیلی آگے پیچھے سے نہیں آئے گی اللہ کا یہ فرمان یہ آیت ''لایأ تیہا الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ'' اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن نہ اللہ کی طرف سے منسوخ ہوگا نہ کسی اور کی طرف سے اب آتے ہیں اس آیت کے بارے میں، روایت کا یہ کہنا کہ دس دن تک اس آیت پر حضرت علی کے سوا کسی اور نے اس پر عمل نہیں کیا یہاں سوال آتا ہے کسی اور نے عمل کیوں نہیں کیا چند مفروضے ہوتے ہیں

۱۔کسی کے پاس صدقہ دینے کی گنجائش نہیں تھی یہ مفروضہ غلط ہے اصحاب میں مہاجر وانصار دونوں صاحبان ثروت تھے

۔۲۔بخل کنجوسی مال سے محبت یہ مفروضہ بھی تاریخ مہاجرین وانصار کے تحت غلط ہے بے بنیاد ہے جن انصار ومہاجرین نے اللہ رسول کی خاطر سب کچھ ہتھیلی میں رکھ کر پیش کیا ہو ان کے پاس ایک درہم کی کیا حیثیت ہے

۳۔مہاجرین میں ابوبکر عثمان طلحہ زبیر جیسی شخصیات تھیں جو ہمہ وقت پیغمبر کے فرمان پر سب کچھ بذل کرنے والے تھے

ایک دفعہ پیغمبر نے انصار سے کہا کہ اس جنگ میں چندہ دے دیں ابوبکر نے کچھ مال لایا پیغمبر نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہو کہا اللہ اور اسکے رسول کو ابوبکر نے ۳۔۴ غلاموں کو مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کیا اپنی بیٹی عائشہ کا صداق ساڑھے چار سو بنتے تھے پیغمبر کو دیا آپ اس کو صداق میں دے دیں عثمان بن عفان نے جنگ تبوک میں لشکر اسلام کے نصف لشکر کے اخراجات برداشت کیے اب ان دونوں کے لئے ایک درھم کی کیا حیثیت رکھتے تھے

۴۔آیا تاریخ میں ملتا ہے کہ حضرت علی اس سے پہلے بار بار پیغمبر سے سرگوشی کرتے تھے

۵۔سرگوشی پر عائد پابندی کا کیا حکمت عملی تھے یہاں دو احتمال ہوتے ہیں

۱۔اس بہانے سے اغنیاء سے کچھ پیسے نکال کے فقراء کو دینا تھا فقراء کے حالات کو بہتر بنانا تھا جو کہ کامیاب نہیں ہو سکی یہ ہو بہو انجان لوگوں کے قوانین جیسا ہے جس پر عمل ہی نہیں ہو سکا

۲۔اغنیاء کو امتحان میں لانا تھا وہ بھی امتحان میں نہیں آئے

۶۔حضرت علی کی فضیلت کو اٹھانا تھا حضرت علی کی فضیلت کو اس نازک قانون کے ذریعے سے اٹھانا کیا منطق رکھتا ہے کیا پیغمبر سے نجویٰ کے لئے صدقہ دینا خلیفہ مسلمین کے لئے بنیادی شرط ہے لہذا محسوس ہوتا ہے یہ ایسا جھوٹ ہے اتنا بولو کہ جھوٹ نکالنے والے پریشان ہو کر خود بیٹھ جائیں ایک شخص نے لوگوں کو کسی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک جھوٹی خبر بنائی وہاں کوئی قیمتی چیز مفت میں دے رہیں ہیں لوگ جوق در جوق وہاں جانے لگے تو جھوٹ بولنے والے کے خود شک ہو گیا کہ کہیں وہاں کچھ تقسیم تو نہیں ہو رہا خود بھی ان کے ساتھ چلا گیا غرض اسلام و محمد اور قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے مذاھب و فرق کی مساعی غیر جمیلہ غیر حسینہ کامیاب ہوئی ہے اب دین اصحاب و آئمہ سے شروع ہوتا ہے انھیں پر ختم ہوتا ہے قرآن و محمد ص دونوں مہجور واقع ہوئے ہیں

کتاب اصول تفسیر و قواعدہ ص ۷۹

حدیث۔الا انی اوتیت الکتاب و مثلہ معہ لا یوشک و رجل شعبان علی اریکتہ۔کتاب سنن ابی داود جلد ۴ ص ۲۰۰ شمارہ ۴۶۰۴ راویاں

۱۔عبدالوھاب بن نجدہ کتاب تہذیب التھذیب جلد ۶ ص ۴۰۱ متوفی ۲۳۲ھ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ابوعمرو بن کثیر بن دینار کتاب تہذیب التھذیب میں ان کا ذکر نہیں آیا ہے۔

۳۔حریز بن عثمان کتاب تہذیب التھذیب جلد ۲ ص ۲۰۷ بعض نے حریز کو ثقہ قرار دیا ہے حافظ حدیث قرار دیا ہے لیکن ابن عمار نے کہا ہے کہ وہ علی کے سرسخت مخالف تھے حریز کہتے تھے کہ ہم علی سے محبت نہیں کرتے علی نے ہمارے

آباواجداد کو قتل کیا ہے لوگوں سے کہتے تھے تمھارے امام ہمارے امام عمران بن غیث نے کہا میں نے حریز بن عثمان سے سنا کہ میں علی سے محبت نہیں کرتا ہوں حریز جب مکہ آیا تو کھل کے علی کو سب کرتا تھا۔

۴۔عبدالرحمن بن ابی عوف کتاب تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۲۲ عجلی نے شامی تابعی کو ثقہ کہا ہے ابن قحطان نے ان کو مجھول الحال کہا ہے۔

۵۔مقدام بن معدیکرب کتاب تہذیب التہذیب میں مقداد ذکر ہے جلد ۱۰ ص ۲۵۵ انھوں نے پیغمبر سے نقل کیا ہے وہ ۸۷ھ کو وفات پائے ہیں صحابی رسول ہیں عن رسول اللہ یہ روایت اپنی جگہ متن میں مخدوش در مخدوش ہونے کے علاوہ ایک راوی ابی عمرو بن کثیر کا نام ہی تھذیب التھذیب میں نہیں آیا ہے دوسرا یعبد الرحمن بن ابی عوف کا نام مجھول الحال پایا ہے تیسرے حریز کا نام ہے جو سب شاتم علی تھا یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت کسی اعتقادی فقہی مسائل کا حل ہونا تو دور کی بات ہے بلکہ یہ قرآن کے ساتھ اھانت و جسارت ہے نبی کے ساتھ افتراء ہے

قرآن فہمی نیاز مند سنت:

اس میں جائے شک تر دید شبہ وخدشہ کی گنجائش نہیں جو بھی عمل نبی کریم انجام دیں گے ہمیں ثابت ہوجائے آپ نے یہ عمل انصار و مہاجرین کے جم غفیر میں انجام دیا ہے جس کے گواہ تمام انصار و مہاجرین ہیں تو اسے رد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں علامت ایمان میں سے ہے رسول کریم کی من و عن اطاعت کریں آیات اطاعت گواہ صدق دلائل قاطع ہیں۔

لیکن علماء حدیث نے سنت کی تین قسمیں بتائی ہیں۔

تفسیر قرآن باحادیث

آیات قرآن کریم کی تبیین وتوضیح کو احادیث سے جوڑنا بذات خود سوال انگیز ہے یعنی یہ جوڑ غیر طبیعی غیر عقلی ہے سوال اٹھنا حتمی ہے سوال یوں ہے قرآن کلام اللہ ہے کلام بشر نہیں اللہ کو اپنے بندوں کی فہم وفراست ذھانت صلاحیت اھلیت معلوم ہے مخاطب رہتی دنیا تک انسان ہے یہ بات غلط در غلط ہے آیات میں انسان سے خطاب ہے آپ کہیں کہ یہ رسول اللہ سے مخصوص ہے حسب تصریح قرآن کریم عربی زبان میں آیا ہے سورہ النحل آیت: ۱۰۳ سورہ فصلت ۴۴

سنت رسول سے مراد فعل رسول ہے آپ کا عمل خود تفسیر قرآن ہے جیسے اقیمو اا الصلوۃ کی تفسیر آپ کے نماز پڑھنے سے ہوتی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا صلو کما رایتمونی اصلی آپ تابع قرآن ہیں تو یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ کا عمل مطابق قرآن ہوگا لہٰذا یہ کہیں گے کہ سنت شارح موضح آیات قرآن ہے سورہ نحل کی آیت ۴۴ میں بھی اس کی تصدیق وتائید کی ہے۔

مفسرین نے پہلے مرحلے میں سنت رسول میں تحریف کی ہے سنت قولی اور تقریری کو سنت میں شامل کیا۔جبکہ قول وتقریر رسول اللہ لکھنے پر خود رسول اللہ نے پابندی لگائی تھی تدوین حدیث دوسری صدی کے پہلے پچاس سے شروع ہوئی ہے۔

۲۔دوسرے مرحلے میں جن کی سنت حجت ہونے کے لئے تنکہ برابر سند نہیں ان کو بھی بزور طاقت سنت میں شامل کیا ہے سنت اہل بیت واصحاب بھی حجت ہے۔

لیکن تفسیر قرآن سنت کے سلسلے میں اصول تفسیر تألیف خالد عبدالرحمان ص ۷۹ پر ابی داود سے کتاب امارات میں ترمذی نے اپنی کتاب علم میں ابن ماجہ دارمی میں امام احمد سے نقل کی ہے(عبارت لکھنا ہے متن حدیث کو قرآن کے برابر گردانا ہے یعنی سنت بھی قرآن کے برابر ہے یہ حدیث اپنی جگہ سند ومتن دونوں حوالے سے بحث وتحقیق نیز اس پر ملاحظات ہو سکتے ہیں۔

تفسیر قرآن با سنت:

۱۔انہوں نے حدیث کو بھی سنت کہا ہے جبکہ خود ان کی تعریفات کے تحت سنت اور حدیث دو الگ چیزیں ہیں۔

۲۔انہوں نے سنت کے تین مصداق بیان کیے ہیں۔

۱۔سنت عملی ہے، پیغمبر کی عملی زندگی اکثر وبیشتر اصحاب نے دیکھی ہے کم سے کم مہاجرین وانصار سب نے دیکھا ہے یہ سنت ہم تک پہنچی ہے اس میں چندان اختلاف نہیں ہے پیغمبر اپنی زندگی میں دین کے حوالے سے کیا کرتے تھے مثلاً تعداد رکعات۔اوقات خمسہ۔صوم رمضان حج وعمرہ مواقف حج اس میں امت میں اختلاف نہیں رو بہ قبلہ نماز پڑھنا ماہ رمضان میں روزہ رکھنے، حج مواقف ثلاثہ رمی جمرات، سعی بین صفا ومروہ، تعداد طواف بیت، تمام فرق میں یکساں ہے یعنی جو چیز پیغمبر کی عملی زندگی ہے اس میں امت کا کوئی اختلاف نہیں لیکن اس کو پیغمبر نے سنت کہا ہے حدیث نہیں ہے اس کے لئے وہ آیات ہیں جو پیغمبر نے حکم دیا اس پر عمل کرو جس سے منع کیا اس سے باز رہو یا وہ آیات جن میں رسول کی اطاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔انہوں نے سنت عملی کے ساتھ، سنت قولی کو بھی حجت گردانا ہے سنت عملی کی ناقل امت ہے لیکن سنت قولی میں مخصوص افراد ہیں ممکن ہے چند محدود افراد ہو ممکن ہے شخص واحد ہو جب مخصوص نے سنا ہے تو قبول روایت کی شرائط اس پر لاگو ہوں گی جب تک اس سے ثابت نہ ہو وہ حجت نہیں ہوگا۔

۳۔تقریری ہے اس کو بھی ثابت کرنا تفحص روایات سے ہوگا۔

۴۔بہت سی ایسی سنت پیغمبر سے منسوب کی ہے جس کا سنت ثابت ہونا مشکل ہے چنانچہ مجامع روائی میں جو روایات کا

انبار ہے نقل روایات میں بے ضابطگی لا ابالی بے احتیاطی اور بعض روات کا فسق و فجور اظہر من الشّمس او کا الشّمس فی لا ئقہ النہار ہے جس سے مسلمان سب شرمندہ ہیں۔

تفسیر قرآن کے لئے جو باد خزاں ہے' وہ تفسیر قرآن با احادیث ہے سنت رسول میں تحریف کے بعد اسلام کے دونوں مصدر معلق ہو گئے ہیں سنت صرف وہ ہے جس پر امت اسلام ابھی تک متحد و متفق ہے جیسے اوقات صلات عدد رکعات صوم رمضان حج بیت الحرام مواقف ثلاثہ طواف بیت وسعی وصفا میں کوئی اختلاف نہیں آیا آپ کے قول اور تقریر جس مقیاس سے لینا پڑے گا وہ علماء نے بیان کیا ہے۔ حدیث صحیح وسقیم کی پہچان پر کتابیں لکھی ہیں لیکن اہل استبداد کی زورمندی کی وجہ سے ابھی تک اس کی چھان بین نہیں ہوئی۔

تفسیر روائی اپنی ضعف سند کے علاوہ تضارب تناقض تضادات سے پر ہے کتاب تفسیر والمفسر ون تا ئیف محقق آیت اللہ ھادی معرفت جلد دوم ص ۳۰ پر احمد بن حنبل سے نقل ہے کہ تین کتابوں کی کوئی بنیاد نہیں ہے اعتماد ہونہیں سکتا ہے۔

۱۔ کتب غزوات ۲۔ کتب ملاحم پیش گویاں ۳۔ تفسیری روایات اسی صفحے پر امام شافعی سے نقل ہے ابن عباس سے تفسیر کے بارے میں تقریباً سو حدیث نقل ہیں جو کہ قطعی طور پر خود ساختہ ہیں روایات تفسیر ضعف اسناد ارسال تقطیع جعلیات واسرائیلیات سے پر ہیں آفت تفاسیر میں تفسیر مرویات کے بعد جو ایک ناروا سلوک کتاب اللہ سے روا رکھا گیا وہ انسانی زندگی میں ایک قسم کی اجنبیت بے دردی لاوارثی کا رویہ ہے جس طرح کوئی دونوں ہاتھ میں ڈنڈا یا تلوار دو دھاری لے کر معاشرے میں کودا اور کہا میری باتوں کو نہ ماننے والوں کے لئے یہ ڈنڈا ہے۔ ایک قرآن کو اپنی رائے کے تحت جو وہ خود کہتا ہے وہی تفسیر قرآن ہے جسے تفسیر اجتہادی کا نام دیا ہے۔ ۲۔ تفسیر علمی قرآن کریم سائنسی اکتشافات سے موازنہ کرنے کی تفسیر ہے۔ ۳۔ تفسیر صوفی انھوں نے قرآن کے ساتھ جو کھیل کھیلا ہے اس سے بے ربط معانی بنائے ہیں۔ ۴۔ تفسیر عقلی قرآن یعنی تفسیر پر عقل حاکم ہے عقل حجت ہے عقل آیات کو لجام دیتی ہے جو خلاف عقل ہے وہ نادرست ہے جیسے اھل عقلانیت کی تفسیر قدیم وجدید۔ ۵۔ تفاسیر منجمد فھم لغت فھم کلمات میں تعقل سے روکنا تفسیر اشعری۔ ۶۔ تفاسیر فرق و مذاھب۔

تفاسیر روائی کی قدر و قیمت:

تفسیر قرآن کریم کے بارے میں وارد روایات جن کے بارے میں اہل حدیث کہتے ہیں قرآن محتاج و نیاز مند حدیث ہے تعارض تزاحم کی صورت میں نسبت ہی قاضی ہے ہمیں اتنی مقام و منزلت و برتری قرآن سے حاصل ہونے کی وجہ مانی ہوگی قرآن کریم رب جلیل کی طرف سے امین وحی کے توسط محمد امین کے قلب پر نازل ہوا امت ابتداء دن سے اس کی

حفظ و کتابت دونوں کرتی آئی ہے:

لیکن حدیث

۱۔ نبی کریم نے اس کی تلاش کرنے سے منع فرمایا اسی وجہ سے ۱۳۲ھ تک اس کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔

۲۔ حدیث کے ناقلین حافظ خراسان سمرقند اور بخارا سے نکلے ہیں۔

۳۔ بہت سے محدثین کو دین میں لا ابالی کی وجہ سے وقت کے حکام نے شہر بدر کیا تھا۔

تفسیر روائی پر عدم اعتماد کی برگشت ان چار چیزوں میں ہے۔

۱۔ مکثر ین احادیث نے حد سے زیادہ غیر متوقع روایات ان ذوات سے منسوب کی ہیں ام المومنین عائشہ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عمرو عاص جابر بن عبداللہ انصاری ابا سعید خدری ابو ہریرہ یہاں تک کتب رجال میں مکثر ین احادیث کے بارے میں شکوک وشبہات خدشات ظاہر ہوئے

۲۔ کثرت جعل روایات

۳۔ اسرائیلیات

۴۔ جعل روایات میں اسرائیلی قہرمان وشہسوار کا ہونا کسی سے چھپی ہوئی بات نہیں ہے کہ انھوں نے اسلام آنے سے پہلے دین مسیح کو تہ وبالا کیا مسیح کو اللہ یا اللہ کا بیٹا بنایا اسرائیلیوں سے منقول روایات کی تین قسم ہیں

۱۔ پیغمبر سے مروی ہے اس کی سند موجود ہے جیسا کہ کہتے ہیں موسیٰ جس کے ساتھ چلے تھے اس کا نام خضر ہے اس حدیث کو بخاری نے صحیح قرار دیا ہے بخاری کا کسی حدیث پر مہر حجت ڈالنے سے حدیث صحیح نہیں ہوتی ان کو یہ مقام کیسے کہاں سے کس نے دیا ہے اگر ان کا قتل صحیح ہوتا تو خود بخاری کے تمام مندرجات صحیح ہونا چاہیے تھے۔

۲۔ وہ اسرائیلی روایات جن کا جھوٹا ہونا سب کو پتہ ہے وہ عقل ونقل دونوں سے متصادم ہیں

۳۔ وہ روایات ہیں جو نہ صحیح میں شامل ہیں نہ جھوٹ میں، اس کے بارے میں علماء خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں اس قسم کی روایات بہت زیادہ ہیں۔

﴿الا و ان اول ظالم ظلمت علی هذه الا ، الا و ان اول ظلم است و بنت عالم الجور و طغیان و العدوان علماء الاسلام و المسلمین قمزفت جمیعا شсовершت کلمها و فرق ..و هدت اساطنها الباطنیه و بناتها﴾

وضاعان روایات اسرائیلی

اکثر و بیشتر اسرائیلی روایات کی برگشت چار اشخاص کی طرف ہوتی ہیں

۱۔عبداللہ بن سلام

۲ کعب احبار

۳۔وھب بن منبہ

۴۔عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریح

ان چاروں کے بارے میں مفسرین کی آراء مختلف ہے بعض نے کہا یہ جھوٹے ہیں ان کے اقول پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے صرف عبداللہ بن سلام کو اعتماد دیا جاتا ہے اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

کعب احبار کعب بن مائع حمیری یہ یمن سے تعلق رکھتے تھے وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے دور میں مسلمان ہوئے بعض نے حضرت عمر کے دور میں کہا ہے وہ سنہ ۳۲ھ کو مرا ہے اسکی عمر ۱۴۰ اسال ہے اس کی روایات پیغمبر سے مرسل ہیں عمر سے، عائشہ سے، صھیب سے، معاویہ، ابوھریرہ، ابن عباس عطاء وغیرہ سے اس نے روایات نقل کی ہیں بعض نے اس پر اعتماد کیا ہے بعض نے انہیں متہم کیا ہے وہ ۱۴۰ اسال عمر میں ۳۲۰ھ کو مرا ہے۔

۲۔وھب بن منبہ بن سیج بن ذی کناس صاحب قصص ہے اس کی اصل فارس خراساں کے ہرات سے تعلق رکھتا ہے بادشاہ فارس نے ان کو یمن میں بدر کیا پیغمبر کے دور میں اسلام قبول کیا صنعاء میں قاضی رہا علماء نے ان کو جھوٹا، مدلس، فاسد عقل فاسد عقیدہ قرار دیا ہے۔

۳۔روایات غیر منقحہ روایات مشکوک مخدوش ہیں پہلے مرحلے میں لوگوں کو جو کچھ ملا وہ جمع کیا صحیح غلط کا لحاظ کئے بغیر جمع کیا ہے چنانچہ علماء شیعہ بحار مجلسی میں جمع نا گفتہ بہ روایات کے دفاع میں لکھا ہے کہ اصل میں انہوں نے مواد کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے جو کچھ انہیں ملا جمع کیا ہے وہ حسن نیت رکھتے تھے انہوں نے تحقیق کو آئندہ آنے والوں پر چھوڑا ہے یہ دفاع بلا جواز ہے اگر ایسا تھا تو ان کو کتاب کی ابتداء یا انتہا میں اس کی طرف وضاحت دینا چاہیے تھی اور علماء کو ان کے اوپر چادر قدسیت نہیں چڑھانی چاہیے تھی جہاں شیخ عباس قمی نے ان کے بارے میں لکھا کہ جو خدمات مجلسی نے کی ہیں کسی اولین کو نصیب ہوئیں اور نہ ہی آخرین کو نصیب ہونگی۔احادیث کی جمع ونشر مکان وزمان راویان ضرب مثلث مخدوش در مخدوش مشکوک در مشکوک ہے جناب احمد امین نے اس بارے میں انتہائی افسوسناک صورت حال نقل کی ہے۔

احادیث سے ہونے والی تفاسیر اسّی فیصد قرآن لغت اور سیاق وسباق سے دور ہے جیسا کہ جن آیات کو

مفسرین شیعہ نے اہل البیت کی امامت پر نص یا ان کے فضائل میں کتاب پے کتاب کے انبار لگائے اور ان کے بارے میں تحقیق سے روکنے کے لئے تواتر معنوی بنایا جو قرآن کو پیچھے کرنے کے لئے ہے اس کے لئے پہلے روایت گھڑی ہے پھر اس کو مختلف لوگوں سے لکھوار کر تواتر بنایا ہے تفاسیر میں صرف فرمان رسول حجت ہے جہاں رسول اللہ نے آیت کا ذکر کر کے اس کا کوئی معنی بیان کیا ہو پیغمبر کے فرمان کے بعد ہمیں معنی واضح ہو جائیں تو درست ہے اگر حدیث آیت سے اجنبی ہو تو اس فرمان کو قبول کرنے سے منع کیا ہے تو یہ تفسیر قرآن نہیں ہوگی یہ قرآن سے ہٹ کے ایک مطلب بن جائیگا۔

۱۔اس میں شک کی گنجایش نہیں شک کے لئے جگہ نہیں شک کا فرض نہیں بنتا ہے جس طرح اس سے پہلے نازل کتابوں کو لاحق ہوا ہے اس کتاب کو لاحق نہیں پہلی کتب ان کے لانے والے نبی کے بعد انسانوں کی لکھی ہوئی ہیں اور نیز ان کتابوں کی محافظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا ہے۔علماء کی ذمہ داری لگائی ہے۔

۲۔اسکی دوسری خاصیت یہ ہے کہ یہ کتاب ہدایت ہے لیکن متقین وہ انسان ہیں جو محتمل خطرات سے پیشگی احتیاط کرتے ہیں حیوان جیسے نہیں جو محسوسات تک محدود ہے فرقوں ہے تو انسانوں اور قوموں کی بقاء سلامتی ترقی وتمدن ہمیشہ اوراء محسوسات خطرات سے نمٹنے بچانے کی تمام احتیاطی تدابیر اپناتے ہیں۔

۴۔ایک موضوع سے متعلق آیات کو جمع کرنے کے بعد جو ان تمام آیات سے ایک مزاج ایک معنی ایک جامع مفہوم نکلتا ہے اس کو تفسیر موضوعی کہیں گے۔

ایمان ماوراء محسوسات تنہا موحدین تک محدود نہیں ہے بلکہ مادین ملحدین کیلئے بھی ماوراء محسوسات پر ایمان لانا ناگزیر ہے لیکن وہ جب ایک جگہ رک جاتا ہے تحقیق نہیں کرتا مثلا کہتا ہے کائنات پہلے گیس یا مائع تھی اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی ہے۔کیا حس میں نہیں آتا ہے سوال اٹھتا ہے اس حس کو کس نے پیدا کیا ہے کس نے اس میں دھماکہ کیا ہے منفجر کیا ہے۔

ایمان بہ ماوراء مادہ ہر قسم کے خوف خطرات سے اپنے آپ کو محفوظ کرتا ہے سورہ کہف کی آیت ۔۲ ہے اس میں آیا ہے یہ کتاب جو آپ پے نازل کی ہے اس میں آپ کے دل میں سینے میں کوئی حرج نہیں ہوگی۔

اس کو ابلاغ کرنے میں آپ کو کوئی حرج نہیں ہوگی نیز مؤمنین کے لئے تذکرے ہونگے کتاب اوپر سے مرتبہ علو سے آپ پے نازل ہوئی ہے رب نے آپ پر نازل کی ہے تو آپ کو اس کی تبلیغ میں تشویش ہونے کی کوئی بات نہیں ہے جب یقین ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے تو لوگ آپ سے کہیں کہ یہ سحر ہے جادو ہے شعر ہے حواس باختہ ہوگیا ہے کہانی ہے اس سے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے آپ بغیر کسی پریشانی کے اس کا ابلاغ کریں یہ آیت پیغمبر

کے بعد اشاعہ ترویج دین والوں کے لئے بھی ہے جب آپ کی گفتگو آپ کی دعوت کا محور مصدر مأ خذ منبع قرآن ہے تو لوگ جو بھی کہیں تہمت الزام تراشی کریں یہ جھوٹ بولتا ہے کسی کی بات کرتا ہے علماء کی تبلیغ دین میں تر دد تذبذب تشکیک اتر اوٗ چڑ اوٗ اس لئے آیا کہ ان کا مصدر و ماخذ کتب فقہ ہیں جو فقہاء کی ساخت ہیں یا اخبار واحادیث سازوں کا مجموعہ ہیں جوں ہی باہر سے تر دید ہوتی ہے ان کو پریشانی ہوتی ہے جس کسی کا مصدر مأ خذ منقول قرآن ہو اس کو لوگوں کی چہ می گوئیوں سے پریشانی نہیں ہونا چاہئے۔

۱۔ یہ قرآن کتاب قرآئت ہے بمعہ تدبّر یہ وہ کتاب نہیں جس میں نقص وعیب ہو اس قرآن کی تعریف میں سورہ بقرہ کی پہلی آیت آئی ہے ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔۔اس میں جائے شک وتر دید نہیں لہٰذا یہ ایک کھلی کتاب ہے جس میں تدبر کی دعوت دی گئی ہے سورہ نساء آیت ۔۸۲ سورہ محمد آیت ۔۲۴

۲۔ یہ قرآن صراط مستقیم جادہ حق کی طرف ہادی ہے سورہ بقرہ آیت ۔ا سورہ اسراء آیت ۔۹

۳۔ یہ قرآن لفظ کے ساتھ اللہ سے مستقیم لی ہے سورہ نمل آیت ۔۶

۴۔قرآن ہر ایک کے لئے میسر ہے سورہ قمر آیت ۔۱۷۔۲۲۔۲۳۔۴۰

۵۔قرآن تغیر تنسیخ ناپزیر ہے سورہ حجر آیت ۹ قرآن عربی ہے۔

قرآن کو گونگا بنا کر قرآن کو غریب قرار دے کر قرآن کو مجمل و مھمل قرار دے کر نبی کے نام سے اصحاب تابعین متقدمین کے بیان کو من وعن قبول کرنا اور اس کے لئے باندھے گئے مقدمات تمہیدات اپنی جگہ مخدوش مشکوک وموہوم ہیں اس سلسلہ میں علماء حدیث نے جو تمہیدات باندھی ہے پہلے وہ پیش کرتا ہوں۔

تفسیر شعراوی ج ۱۳ اص ۷۹۵۷ پر لکھتے ہیں قرآن بیک وقت دو عنوان رکھتا ہے:

ا۔کتاب معجزہ یعنی یہ لانے والے کے لئے گواہ صدق ہے۔

۲۔کتاب دستور یعنی آئین حیات ہے اب آ کے کہتے ہیں کتاب معجزہ ہونے کے حوالے سے عربوں کے لئے بطور مستقیم سمجھ میں آئے کہ یہ کتاب اللہ ہے۔

لیکن منہج کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اسمیں تفصیل نہیں ہے اس میں منہج کی تعریف نہیں ہوئی ہے توضیح ضروری ہے یہ کیوں نہیں ہوا؟ کہتے ہیں اگر توضیح وتشریح کرتے تو بہت ضخیم مجلدات ہوتے لہٰذا قرآن اصول لایا ہے اور تبیین وتوضیح رسول پر چھوڑی ہے کہ آپ شرح کریں آپ وضاحت کریں کہتے ہیں جو کچھ سنت میں آیا ہے اس پر عمل کرنا واجب نہیں کیونکہ سنت وہ ہے جس کو انجام دینے والے کو ثواب ملتا ہے نہ کرنے والے کو عقاب نہیں ہوتا ہے۔

شعراوی صاحب فرماتے ہیں ہم ان کو کہیں گے یہ بات صحیح نہیں ہے ہمیں سنت کو اس فرق میں رکھنا ہوگا۔
۱۔سنت دلیل ہے۔
۲۔سنت حکم ہے دونوں میں تمیز فرق ہونا چاہیے سنت دلیل کا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل واجب ہے یعنی اس فعل کو کرنا ہے جیسے عدد رکعات فرائض صبح ظہر وعصر مغرب عشاء ان رکعات کی تعداد سنت پیغمبر سے ثابت ہے۔
۳۔سنت حکم یہ دلیل نہیں ہے آپ سے کہا کہ کرو یہ امر احکام فقہی ہے پیغمبر سے مروی ہے انجام دینے والوں کو ثواب ملے گا چھوڑنے والے کو عقاب نہیں ہوگا' ایسے احکامات کا ہونا نہ ہونا اپنی جگہ موضوع بحث ہے تحقیق ہونی چاہیے یہ سنت دلیل ہے یا سنت حکم یہ کہاں سے ثابت ہوگا کہ سنت دلیل ہے یا سنت حکم پیغمبر ہے۔
تو ہمیں اس میں فرق رکھنا چاہیے کہ یہ عطائے قرآن ہے عطائے نبوی ہے۔اخباریوں اور حدیثیوں کے آنکھ میں لگنے والی پڑنے والی خار مغیلان قرآن ہے وہ قرآں کا نام سننا دیکھنا برداشت نہیں ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے قرآں کو مہک وکسوٹی قرار دینے والی روایت کو باطل اور بے اصل قرار دیا ہے اور اس کی جگہ القرآن محتاج الی السنۃ ولیس انہ محتاج الی القرآں یاالسنہ قاضیۃ قاصیۃ ۔۔۔۔
جیسی مجھولات کو بنیاد بنانے والوں نے قرآن کو ہٹانے کے بعد ہر باب میں احادیث واخبار کی برمار کی ہے بوچھاڑ کی ہے ان میں سے ایک معجزہ نبی کریم ہے اخباریوں نے معجزات پر بحر المعاجز لکھی ہے حدیثیوں نے نبی کریم کے لئے ایک ہزار سے زائد معجزات پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں سورہ اسراء میں معجزات طلب کرنے والوں کو اللہ نے دوٹوک نفی میں جواب دیا ہے۔ہم معجزات نہیں دیتے کیونکہ پہلے والوں نے معجزات دیکھنے کے بعد ایمان کے بجائے کفر پر اصرا کیا ہے
حدیث سے پیغمبر کی نبوت ثابت نہیں اس سے دور لازم آتا ہے پیغمبر کی نبوت ورسالت کے سینکڑوں معجزات نہیں سورہ عنکبوت آیت ۵۱ میں از روئے توبیخ مذمت میں آیا کہ ان کے لئے یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پہ یہ کتاب نازل کی ہے یہ معجزہ ایک ایسا معجزہ ہے جو ہر شخص سمجھ سکتا ہے سن سکتا ہے اہل ایمان کیلئے یہی کافی ہے۔
احادیث میں شکوک وشبہات جنم دینے کی ایک اور وجہ حدیث اوتیت جوامع ہے
کتاب جامع الاحکام القرآن تالیف ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی ۶۷۱ ص ۳۷ ج ۱ باب تبیین بالکتاب بالسنۃ وماجاء فی ذالک میں سورہ نحل کی آیت ۴۴ سورہ نور آیت ۶۳ شوریٰ آیت ۵۲ سورہ حشر آیت ۴ سورہ احذاب ۳۶ میں تفسیر تبین للناس کے بارے میں الکلم ومنہ معہ ہے یہ حدیث ابوداود کی مقدام ابن معد سے اس حدیث کو پیش کیا ہے حدیث الاوتیت پھر لکھتے اوتیت مثلہ کے بارے میں لکھتے ہیں اس کی دو تاویل ہیں۔

ا۔ یہ ہے کہ رسول اللہ نے قرآن کے علاوہ اتنی برابر وحی باطنی بھی دی ہے۔

ایک کتاب وحی ہے جو تلاوت ہوتی ہے اتنی برابر بیان دی ہے اذن لہ ان کو اجازت دی ہے جو کچھ اس کتاب میں ہے بیان کریں کبھی عام بیان کرتے ہیں کبھی خاص بیان کرتے ہیں کبھی خاص بیان کرتے ہیں کبھی اضافہ کرتے ہیں کتاب میں وہ شرح کرتے ہیں حسبان بن عطیہ سے اوضاعی نے نقل کیا ہے پیغمبر پر وحی نازل ہوتی تھی جبرئیل سنت لے کے بیٹھتے تھے اس آیت کی تفسیر کرتے تھے سعید بن منصور نے عیسیٰ بن یونس سے انھوں نے اوضاعی سے انھوں نے مکحول سے نقل کی ہے۔

حدیث القرآن احوج الی النسہ من النسہ الی القرآں روایت اوضاعی نے یحیٰی بن کثیر سے نقل کی ہے السنۃ قاضیۃ علی الکتاب ولیس الکتاب بقاض علی السنۃ قال فضل بن زیاد سمعت ابی عبداللہ یعنی احمد بن حنبل ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا السنۃ قاصیۃ علی الکتاب تو کہا کہ میں یہ جسارت نہیں کرتا ہوں کہ یہ بات کروں لیکن اتنا کہتا ہوں سنت کتاب کی تبین کرتی ہے ایک اور بیان میں قرآن کے حکم پر اضافہ بیان دینے کی مثال کی تحریم **نكاح المرائة على عمتها و خاتها و تحريم الحمر الا هليه و كل ذى ناب من السباع و القضاة با ليمين مع الشاهد و غير ذالک۔**

تفسیر قرآن بہ حدیث:

کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۷۹

حدیث۔ الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ لا یوشک ورجل شعبان علی اریکتہ۔ کتاب سنن ابی داود جلد۴ ص ۲۰۰ شمارہ ۴۶۰۴ راویاں

ا۔ عبدالوھاب بن نجدہ کتاب تہذیب التہذیب جلد۶ ص ۴۰۱ متوفی ۲۳۲ھ کو ثقہ قرار دیا ہے

۲ ابو عمرو بن کثیر بن دینار کتاب تہذیب التہذیب میں ان کا ذکر نہیں آیا ہے

۔۳۔ حریز بن عثمان کتاب تہذیب التہذیب جلد۲ ص ۲۰۷ بعض نے حریز کو ثقہ قرار دیا ہے حافظ حدیث قرار دیا ہے لیکن ابن عمار نے کہا ہے کہ وہ علی کے سرسخت مخالف تھے حریز کہتے تھے کہ ہم علی سے محبت نہیں کرتے علی نے ہمارے آبا و اجداد کو قتل کیا ہے لوگوں سے کہتے تھے تمھارے امام ہمارے امام عمران بن غیث نے کہا میں نے حریز بن عثمان سے سنا کہ میں علی سے محبت نہیں کرتا ہوں حریز جب مکہ آیا تو کھل کے علی کو سب کرتا تھا

۔۴۔عبدالرحمٰن بن ابی عوف کتاب تہذیب التہذیب جلد۶ص۲۲۲ عجلی نے شامی تابعی کو ثقہ کہا ہے ابن قحطان نے ان کو مجھول الحال کہا ہے۔

۵۔مقدام بن معدیکرب کتاب تہذیب التہذیب میں مقداد ذکر ہے جلد۱۰ص ۲۵۵ انھوں نے پیغمبر سے نقل کیا ہے وہ ۸۷ھ کو وفات پائے صحابی رسول ہیں عن رسول اللہ یہ روایت اپنی جگہ متن میں مخدوش در مخدوش ہونے کے علاوہ ایک ایک راوی ابی عمرو بن کثیر کا نام ہی تھذیب التھذیب میں نہیں آیا ہے دوسرا عبدالرحمٰن بن ابی عوف کا نام مجھول الحال پایا ہے تیسرے حریز کا نام سب شاتم علی قرار پائے ہیں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت کسی اعتقادی فقہی مسائل کا حل ہونا تو دور ہے بلکہ یہ قرآن کے ساتھ اھانت وجسارت ہے نبی کے ساتھ افتراء ہے۔

تفسیر قرآن سنت رسولؐ سے۔

یہاں سنت رسول سے مراد قول فعل رسول ہیں یعنی آپ ص نے کسی آیت کی تفسیر توضیح فرمائی ہے یا آپ کا عمل مسلسل رہا ہے چونکہ آپ تابع قرآن ہیں تو یہ کہنے میں حق بہ جانب ہیں کہ آپ کا عمل قرآن کے مخالف نہیں ہوگا لہٰذا یہ کہیں گے سنت شارح موضح قرآن ہے سورہ نحل کی آیت۴۴ بھی اس کی تصدیق وتائید کرتی ہے لیکن تفسیر قرآن سنت کے سلسلے میں ایک حدیث صاحب اصول تفسیر وقواعدہ تألیف خالد عبدالرحمان ص ۷۹ پر ابی داود سے کتاب امرات میں ترمذی نے اپنی جامعہ میں کتاب علم ابن ماجہ دارمی میں امام احمد سے نقل کی ہے (عبارت لکھنا ہے متن حدیث کا) یعنی قرآن بھی دیا ہے اور قرآن کے برابر بھی دیا ہے یعنی سنت بھی قرآن کے برابر مقدار میں دی ہے یہ حدیث اپنی جگہ سند ومتن دونوں حوالے سے موضوع نقاش بحث وتحقیق ہے اس پر ملاحظات ہوسکتے ہیں

۔۱۔پہلے مرحلے میں کہا گیا کہ پیغمبر شارح ومبین قرآن ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے پیغمبر مقابل قرآن ہیں قرآن و محمد مل کے شریعت بناتے ہیں یہاں دو شریک بتاتے ہیں کیونکہ شارع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مطلب کو لفظ سے نکال کے بتاتے ہیں وہ مطلب کو سیاق وسباق سے نکال کے بتاتے ہیں آپ آیات کی تفسیر کو دیگر آیات سے جوڑ کے بتاتے ہیں جب آپ تفسیر کو مثلہ معہ سے کریں گے تو یہ الگ ہوں گے۔

۲۔قرآن کریم اس میں خشک وترسب ہے لیکن اس میں ہر چیز کی تفصیل نہیں ہے تفسیر قرآن بہ سنت کے قائلین کے نزدیک اگر آیات کی تفسیر پیغمبر کی سنت میں نہیں تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے صحابہ جانتے ہیں کیوں کہ وہ نزول قرآن کے شاھد وناظر تھے لہٰذا ان سے مروی روایات کو تفسیر قرآن میں قول نبی کی حیثیت ہوگی دین اسلام کو تہ وبالا کرنے میں سب سے بڑا کردار ان لوگوں نے ادا کیا ہے جنھوں نے اھل البیت اور اصحاب کو بطور مطلق رسول کے

مساوی قرار دیا ہے یہ بات اظہر من الشّمس ہے اہل بیت واصحاب سب عالم تھے یہ خطاء ولغزش سے پاک تھے اصحاب میں سے کتنے جنگ جمل صفین ونہروان میں خلیفہ المسلمین کے خلاف باغی تھے اہل بیت سے وابستوں میں سے کتنے لوگوں نے اقتدار کی جنگ لڑی ہے جن سے ائمہ ناراض ونالاں تھے لمبی فہرست ہے۔

اہل البیت سے کتنے اقتدار پرست نکلے ہیں انکی اقتدار پرستی سے کتنے لوگ قتل ہوئے ہیں نظام مسلمین درھم برھم ہوئے ہیں خاص کر فاطمیین کا کردار ابھی تک مسلمان بھگت رہے ہیں اس خاندان سے ذر پرست کتنے نکلے ہیں بنی عباس بنی امیہ سے کتنی دولت کمائی ہے وہ تاریخ میں ثبت ہے اسی طرح اصحاب میں مشرکین کو جاسوسی کرنے والے جنگ میں بغیر عذر حیلہ بہانے سے شرکت سے گریز کرنے والے مسجد ضرار بنانے والے فہم وادراک میں اصحاب الف سے یے تک کے فاصلہ ذرہ سے مجرہ تک کے فاصلے غبی اور ذکی ہونا عقل ونقل دونوں سے ثابت ہیں ان کو پیغمبر کی دعا سے جوڑنا پیغمبر نے ان کے حق میں دعا کی تھی یہ فرط القتات ہے

پیغمبر رحمت للعالمین تھے یہ جو دعا پیغمبر نے ابن عباس کے حق میں عبداللہ بن عمرو بن عاص کے حق میں کی ہے کیوں اپنے چچا کے حق میں نہیں کی کیوں حضرات حسنین کے حق میں نہیں کی کیوں جعفر طیار کی اولادوں کے حق میں نہیں کی۔

حدیث الاوتیت الکتاب و مثله الا اوتیت القرآن و مثله معه لال یو شک رجل ینشی شعبان علیٰ اریکته یقول علیکم با لقرآن فما وجود تم فی من حلال محلوه و ما وجد تم فیمن حرام فحترمو الا لا یحل لکم لحم الحمار اهلی ولا کل ذی ناب من السباع الا ولا لقطة من المال معاهد الا ان یستد من عنها صاحبها و من نزل یقوم فعلیهم ان یقروهم فان لم یقروهم فلهم ان یعقوبهم بمثل قراهم .

اس حدیث کے راویان مسند احمد بن حنبل سے ج ۴ ص ۱۳۰ سے نقل کیا ہے۔

۱۔عبداللہ نے ابی سے

۲۔یزید بن ہارون

۳۔حریز بن عبدالرحمٰن بن ابی عوف الجرشی

۴۔المقدام بن معدیکرا کندی

رسول اللہ سے

مندرجہ بالا حدیث کے راویان سنن ابن ابی داود ج ۴ ص ۲۰۰ حدیث ۴۶۰۴

۱۔عبد الوہاب بن نجدۃ

۲۔ابو عمرو بن کثیر بن دینار

۳۔حریز بن عثمان

۴۔عبد الرحمٰن بن ابی عوف

۵۔المقدام بن مویکرب

رسول اللہ سے

کتاب عقود المرجان ص۳۷ پر لکھتے احادیث ضعیف سے تفسیر کرنا جائز ہے چنانچہ فقہا قیاس پر حدیث ضعیف کو مقدم رکھتے تھے امام احمد بن حنبل نے فرمایا حدیث ضعیف رائے سے بہتر ہے جب فقہ میں حدیث ضعیف سے فتویٰ دینا صحیح ہے تو تفسیر میں بھی جائز ہے کتاب قواعد حدیث من فنون مصطلح الحدیث تأ لیف جمال الدین قاسمی ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں شرط صحت کا فقدان ہے نہ اس میں حسن ہے حدیث ضعیف کی اقسام ہیں موضوع مغلوب شاز منکر معلل مضطرب جب علماء حدیث نے حدیث ضعیف کو مردود کہا ہے تو پھر اس کو فقہ میں تفسیر میں لانے کی کیا منطق ہے۔

ایک منطقہ عملی ہے شرک منطقہ اعتقادی سے گزر کر میدان عملی میں اعراض کرنے والے یا کوتاہی کرنے والوں کا بھی حشر برا ہوں گے جیسا کہ سورہ بلد اور سورہ عصر میں آیا ہے

۴ شوال ۱۴۳۸ھ ۴:۴۵ شام

زمان نزول میں جہاں پیغمبر کا دو بدو مشرکین وملحدین سے مقابلہ تھا اگر اس کلام میں کلام غریبہ یا غرائب ہوتے تو مشرکین دومنٹ میں پیغمبر کو رد کر سکتے تھے آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے پیغمبر کا بیان آیت سھل اور سریع فھم تھے اور مؤثر کنندہ تھا جلدی سے مخاطب کی سمجھ میں آتا تھا لہذا مشرکین مکے میں آنے والوں کو پہلے جا کے روکتے تھے محمد سے نہ ملیں وہ سحر کرتے ہیں عرب کے لجوج و بدو بغیر توضیح کنندہ بغیر تفسیر کنندہ اس کلمے کا معنی یہ ہے اچھی طرح سے سمجھتے تھے بھلا یہ اصحاب جن لوگوں نے ان کو بدنام کیا الفاظ قرآن اصحاب کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے ایمان لانے کے بعد بھی ان کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے تو قرآن سمجھ میں نہ آنے کی واحد رکاوٹ دو میں سے ایک ہو گی یا ایمان سمجھ میں آنے سے مانع ہے یا نفاق مانع ہے ظاہر قرائن شواھد یہ بتاتے ہیں قصص قرآن میں کسی کو آیت غریبہ نظر نہیں آتی ہیں ان کو آیات غریبہ صرف آیات ایمانی اور عملی میں نظر آتی ہیں ساری توڑ پھوڑ ایمانیات وعملیات سے متعلق آیات میں ہے

۴۔قرآن میں ایک سلسلہ آیات اکل بالباطل سے منع ہے کسی کے مال پر جبری قبضہ مت کرو اس کو مجبور کر کے مال مت کھینچو سرقت مت کرو ہر قسم کی سرقت حرام ہے ان محرمات کے مرتکبین کو اگر دنیا میں سزا دی جاتی تو مال کتنا پھیلتا تاہم مسلمانوں کے مال غیر مسلمین کی نسبت بہت محفوظ نظر آئیں گے۔

۵۔انسان کس چیز کا مالک ہوتا ہے کب مالک ہوتا ہے جس چیز میں انسان نے پسینہ نہیں ڈالا ہے جد و جہد صرف نہیں کی ہے اس میں وہ مالک نہیں ہے احادیث کیسے قرآن کے برابر ہوسکتی ہیں جس شخص یا لوگوں نے حدیث کو قاضی کہا ہے وہ ظالم ہیں وہ غالی ہیں حدیث کا عنصر حدیث کی تاریخ اس بات کو دوٹوک الفاظ میں رد کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں

۔احدیث ایک خبر ہے خبر پر احتمال صدق و کذب برابر ہوتا ہے جب تک کوئی ترجیح نہ ہو یک طرفہ صدق یا کذب کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں

۲۔حدیث بالاتفاق علماء حدیث کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں اس کی مثال پیاز کھانے والے انسان کی مثال ہے جو کہتا ہم نے پیاز نہیں کھائی ہے یا کہے ہم نے شراب نہیں پی ہے اس کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے جھوٹ بولنے والے کہتے ہیں ہم نے جھوٹ نہیں بولے ہیں وہی جھوٹ بولتا ہے

۔۳۔حدیث کی ضمانت اللہ نے نہیں لی ہے اس کی دلیل مجامع احادیث میں صحیح حدیث کی نسبت جھوٹی احادیث کی کثرت دلیل ہے جیسا کہ صاحب بخاری صاحب مسند احمد نے خود لکھا ہے انھوں نے یہ احادیث کئی لاکھ سے چھانٹی کی ہیں۔

۴۔احادیث جن لوگوں سے جمع کی ہیں ان میں حدیث جعل کرنے والوں کے نام اور تعداد تاریخ میں کتب حدیث میں ثبت ہے

۵۔احادیث آسانی سے تصدیق نہ ہونے کا ایک ثبوت بہت سے لوگوں نے احادیث نقل کی ہیں احادیث نقل کرنے کے لئے کوئی معیار نہیں رکھا ہے جس کے پاس ایک حدیث تھی وہ بھی محدث بنے ہیں تو وہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان کے پاس ایک حدیث بھی نہ ہو

۔۶۔بعض محدثین جیسے ابن حیان جس نے ثقات لکھی ہے اپنے دور میں متھم تھے آمودی خلاف شریعت افعال کا مرتکب ہونے کی وجہ سے لوگوں نے شہر بدر کیا ہے

۔۷۔احادیث کو جمع کرنے والوں میں بہت سے ایسے افراد ہیں جنھوں نے خلفاء کے لئے سب وشتم کیا ہے ان میں مشہور ابن عقدہ وغیرہ ہے

۸۔احادیث میں جعل احادیث میں حیر پھیر کے بڑھتے ہوئے حالات کی وجہ سے علم رجال لکھنے کی ضرورت پیش آئی علم رجال دلیل ہے کہ احادیث نقل کرنے والوں میں اچھے برے دونوں تھے اچھے اور برے میں تمیز کرنے کے لئے علم رجال لکھی ہے

۔۹۔علم رجال آنے کے بعد لوگ سند دینے سے ڈرتے تھے کہیں وہ فاش نہ ہو جائیں جب ان سے پوچھتے تھے کہ آپ نے اس کی سند نہیں دی تو انھوں نے کہا کہ ہم نے معتبر لوگوں سے پوچھ کے لکھی ہے لہذا آپ کسی بھی شخص کا نام لیکر پڑھ سکتے ہیں۔

احادیث میں جب سند کی ضرورت پیش آئی تو سند کی چھان بین کرنا شروع ہوئی اس دن سے انھوں نے پہلے اور آخری راوی کو معتبر ثقہ کا نام دیا بیچ میں ضعیف مجھول الحال یا کوئی ان پڑھ جن کا نام ہے ہی نہیں ان سے پر کیا احادیث کا اکثر و بیشتر حصہ بہت سے مجامع احادیث کی حدیثوں کے راویوں کے نام علم رجال میں نہیں ہیں۔

فصاحت

جیسا کہ موسوعہ علوم لغۃ عربیہ جلد ۷ ص ۶۷ پر آیا ہے الفصاحۃ ،فی اللغۃ ،الظھور ،والبیان ،تعدل افصح فلان عمّا فی نفسہ اذا اظہرہ۔ والفصاحۃ ،فی علوم اللغۃ ،صفۃ توصفبھا اللقطۃ المفردۃ ،والکلام ،والمتکلم ،فیقال :لفظۃ فصیحۃ ،کلام فصیح ورجل فصیح امّا البلاغۃ ،فیوصف بھا الکلام و،المتکلم فقط ،فیقال :کلام بلیغ ورجل بلیغ.

فصاحت لغت عرب میں تین چیزوں کی صفت ہے

۱۔لفظ کے مفرد میں فصاحت ہو

۲۔کلام میں فصاحت ہو

۳۔متکلم فصیح ہو کلمہ فصیح چار چیزوں سے بنتا ہے

۱۔تنافر حروف نہ ہو کلمہ میں جو حروف ہیں وہ منفور نہ ہوں جیسے مستضرات مسترفعات بولنے میں مشکل ہوتی ہے

۲۔غرابہ لفظ مسرجا یہ کلمہ غریب ہے مرسن لفظ مسرجہ لفظ غریب ہے اس کی برگشت کیا ہے اس میں اختلاف ہے کس سے بنا ہے

۳۔مخالف قیاس یہ لفظ قیاس لغوی کے خلاف نہ ہو

۴۔سماعت میں مکروہ نہ ہو طبیعت اس سے متوحش نہ ہو یہ فصاحت کلمہ کی پہلی شرط ہے

فصاحت کلام ،کلام فصیح ہونے کے لئے تین چیزوں سے محفوظ ہونا چاہیے سالم ہونا چاہیے

۱۔ترکیب کلام ناقص نہ ہو یعنی کوئی ضمیر لائے جو اپنے بعد رجوع کرتا ہو جیسا کہ اشعار میں آتا ہے حسان بن ثابت کے شعر میں آیا ہے

۲۔خود لفظ میں تنفر نہ ہو

۳۔لفظ اور معنی میں ربط ہو، جو معنی آپ کرتے ہیں لفظ سے نہ نکلتے ہو جیسے کلمہ اجتہاد جوڑ میں صحیح نہیں ہے معنی نہیں بنتا ہے فصاحت متکلم گفتگو کے لئے متکلم فصیح نہیں ہوتا جب تک وہ لغت پے مسلط نہ رکھتا ہو انداز عرب پے مسلط نہ ہو اب بتائیں یہ تین صفات جامع کس کو حاصل ہیں،،اللہ،،متکلم میں خرابی ہے نعوذ باللہ ،الفاظ میں خرابی ہے،یا ترکیب میں خرابی ہے

تفسیر

تفسیر کسے کہتے ہیں تفسیر لفظ بدلنے کو کہتے ہیں الفاظ میں تبدیلی آتی ہے تأ ویل فعل میں آتی ہے افعال و اعمال میں آتی ہے عمل کا فلسفہ پوچھیں تو کہتے ہیں تأ ویل اور لفظ کا معنی پوچھیں تو کہتے ہیں تفسیر۔لیکن یہ بھی غلط ہے تفسیر بھی حقائق سے متعلق،مادیات سے متعلق ہوتی ہے

تفاسیر لغوی

اس سلسلے میں علامہ ھادی معرفت تفسیر مفسرون جلد۲ص ۵۱۰ پر لکھتے ہیں کلمات غریبہ قرآن کی تفاسیر کے نام سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جو کلمات غریبہ کتاب اللہ میں آئے ہیں چونکہ کلمات غریبہ شان خدا کے منافی ہیں تو ان کو خود کلمہ غریبہ کی تفسیر کرنی پڑی،غریب سے مراد وہ الفاظ ہے جو ایک قبیلہ میں معروف ہیں مستعمل ہیں دوسرے قبیلے میں نہیں ہیں پھر جو ان سے مراد ہے اس کے لئے مثال دیتے ہیں مثلاً کلمہ،،ودق،،کلمہ جرحمی ہے کلمہ،،منات،،یہ لغت حضرموت ہے،، آسن،،بمعنی خراب،گندگی یہ لغت لمیم ہے،،سعر،، یہ کلمہ عمان ہے،،بست،،بمعنی تغطت فاشدہ ہونا ٹکڑا ہونا یہ لغت کندہ ہے اس طرح سے قرآن میں جو کلمات آئے ہیں وہ بہت غریب ہیں

ان کا کہنا ہے یہ غریب گوارا ہے جائز ہے اب قرآن میں استعمال ہونے کے بعد مأ لوف ہوا ہے اب یہ کلمات رقیق نہیں ہیں منفور نہیں ہیں اسی سلسلے میں لکھنے والے یہ لوگ تھے

۱۔محمد بن سائب کلبی کوفی متوفی ۱۲۶ھ

۲۔ابوفید معرج بن عمر نحوی سدوسی بصری متوفی ۱۷۴ھ

۳۔ابوالحسن نذر بن شمیل مادنی متوفی ۲۰۳ھ بہترین کتاب معانی کے لئے لکھنے والے ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری مروزی متوفی ۲۷۶ آخری کتاب حسین بن محمد معروف بہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ

ضرورت تفسیر قرآن کے علل واسباب:

یہ علل واسباب جو مفسرین نے تفسیر کے بارے میں علوم قرآن کے نام سے تفاسیر کے مقدمے میں جداگانہ علوم قرآن کے نام سے بیان کیے ہیں ان کو ایک حوالے سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک کی برگشت خود قرآن کریم ہے قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہیں یعنی بعید الفھم کلمات مستعرب ہیں یعنی غیر عربی کلمات مشترک المعانی ہے۔

تبین قرآن بلاغت قرآن

دنیا میں رائج تشریح توضیح پہلے مرحلہ میں کلام کی لغت سے کیا جاتی ہے جس زبان میں یہ کلام ہوتا ہے اگر اس کے بعد کوئی کمی خلاء یا تعیّن مصادیق کی ضرورت پڑے تو اس کے گرد وپیش قرائن وشواھد سیاق وسباق سے پُر کرتے ہیں قرآن زبان عرب میں نازل ہوا ہے عربی ایک وسیع وعریض زبان ہے کوئی کلام مبہم مجمل یا غیر مانوس نظر آئے تو اس کو عربی لغت میں دیکھا جائے گا لغت نویسیوں نے اس کلمے کی کیا تشریح وتوضیح دی ہے لغت میں بھی جدید وقدیم ہے لہٰذا قرآن کہ جس کے نزول کی پندرھویں صدی چل رہی ہے لہٰذا کسی بھی کلمہ قرآن کا توضیح وتشریح یا تفسیر منجد، غیاث اللغت سے نہیں کی جائے گی قرآنی کلمات کی تشریح سب سے قدیم لغات سے کریں گے، کلمات قرآن کے معنی لغوی تلاش کرنے کی خصوصی لغات ہیں جیسے مفرادات راغب اصفہانی عمدہ الحفاظ وغیرہ جو کلمات قرآن کے معانی کیلئے مخصوص ہیں ۔جب توضیح لغات سے کریں گے تو لغات کا بھی حوالہ دیکھنا ضروری ہے جس طرح روایت میں حوالہ ضروری ہے لغت نویسوں میں سے ایک قرطب نامی شخص ہے یہ سیبویہ کے شاگرد تھے اس نے کتاب جمہرۃ العرب لکھی ہے وہ فاسدہ العقیدہ علماء ان کی لغت پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔فلان نے اس کلمے کا معنی یہ کیا ہے اس کا حوالہ ان کتابوں میں موجود ہے مثلاً سب سے بڑی اور رائج کتب لغت لسان العرب تاج العروس صحاح مفردات راغب ہیں ان کتابوں میں کلمات کے معانی جن لغویوں سے نقل ہیں جس طرح کتاب کے لئے مصادر ہوتے ہیں مصادر لغوی بھی ہیں مشہورترین لغویین میں ابوعبیدہ مبرد فرہ زجاج قطرب شریف رضی راغب اصفہانی کا نام آتا ہے۔

محکم ومتشابہ

محکم ومتشابہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد یہ سوال پیش آتا ہے آیا قرآن میں آیات متشابہ ہیں یا نہیں اس

میں جائے شک وتر دید کی گنجائش نہیں کہتے ہیں سورہ آل عمران آیت ۔۷﴿ منہ آیات محکمٰت ھنّ امّ الکتاب واُخر متشبٰھت ﴾اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ آیات متشابہ بہت کم ہیں بعض نے کہا ہے قرآن میں آیات متشابہ ہیں ہی نہیں کیونکہ یہ آیات لوگوں کی ھدایت کے لئے آئی ہیں اور یہ لوگوں کے لئے بیان ہے سورہ آل عمران آیت ۔۷سورہ ھود آیت ۔۲

اس کے بالمقابل میں آیات متشابہ نہیں بعض نے کہا ہے کل قرآن آیات متشابہ ہیں تفسیر معصوم کے بغیر نہیں سمجھ سکتے ہیں یہاں سے ظاہری حجت بھی گرگئی ہے وہاں سے انھوں نے سورہ زمر آیت ۔۲۳اور یہ روایت انمایعرف القرآن من اوتی بہ

قرآن وہی سمجھ سکتے ہیں جن سے خطاب ہے اس کے علاوہ قرآن میں آیا ہے تم کیوں تعقل نہیں کرتے اگر فتنے تمہیں گھیر لیں تو قرآن کو اُٹھائیں قرآن نے کہا ہے چند آیتیں متشابہ ہیں تو یہ چند آیت ہی کیوں جب کل قرآن ھدایت ہے تو متشابہ کیوں؟ چند آیات بھی متشابہ نہیں ہونی چاہئیں کیونکہ قرآن کے معاندین منافقین مشرکین لاتعداد دشمنان ہیں مخالفین ہیں انہی آیات تشابہ کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوئے ہیں جتنے فرقے وجود میں آئے ہیں انہی آیات تشابہ کی وجہ سے آئے ہیں دنیا میں دو گروہ ہوتے ہیں ایک فرقے جو پہلے بنے پھر آیات سے تمسک کیا قرآن میں جو کلمات موجود ہیں وہ کلمات میں متشابہ نہیں ہیں کلام کی ترکیب میں تشابہ ہے کبھی کہتے ہیں جیسے ایک قبیلے کے الفاظ دوسرے قبیلے کے لئے استعمال ہوں ۔غیر عربی کلمہ متشابہ نہیں ہے عرب پوری کمر بستہ تھے کہ قرآن کو ہر صورت میں رد کرنا ہے اگر یہ کلمات متشابہ ہوتے تو مشرکین کہتے کہ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتے ہیں تو یہ تشابہ دور نزول قرآن میں نہیں آیا بلکہ بعد از بروز ظہور مذھب فاسدہ آیا مثلاً مذھب جبریّہ ،اشعریّہ ،معتزلہ آنے کے بعد تشابہ ہوگیا ہے جیسے جاء ربک میں نہ جاء میں تشابہ ہے نہ ربک میں تشابہ ہے بلکہ جاء کو ربک کے ساتھ ربط کرنے سے ہوا ہے اللہ کیسے آئے گا۔تشابہ کے لئے استعمال ہونے والا دوسرا کلمہ تأویل ہے تأویل مادہ،،اول،، سے ہے

محکم ومتشابہ:

قرآن کریم کلام خالق انسان وکائنات ہے وہ مخاطبین کی قدرت واستطاعت فہم وخطاب سے واقف ہے اس مخلوق کو تکلیف مالایطاق کرنے سے نفی کیا ہے اس نے اپنے کلام میں مخاطب عام انسانوں کو کیا نبی کریم واسطہ تلقی کلام ہیں یہ کلام عربی زبان میں نازل کیا ہے سمجھنے والوں کو عربی زبان سیکھانا چاہیے۔سورہ آلعمران میں قرآن کی اکثر آیات کو محکم قرار دیا ہے آیات متشابہ کی تعداد بہت کم بتائی ہے۔

جہاں محکمات کو ''ام الکتاب'' مرجع ومرکز کتاب قرار دیا ہے ساتھ ہی قرآن کی بنیاد کو واضح اور روشن کہا ہے اس کی مزید توضیح بہت سی آیتوں میں بیان کی ہے۔ دوسری طرف آیات متشابہات کو ثانوی، فرعی اور بہت کم ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے بعض آیات متشابہ ہیں لفظ 'اخر' یہ معنی دیتا ہے متشابہات بہت کم ہیں آیات کلی طور پر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ قرآن کریم کی وضاحت کے بارے میں جو حکمت دلائل ہیں اس کے تحت متشابہات کم نہیں ہونی چاہییں۔ کیوں اللہ نے کل قرآن کو محکم نہیں بنایا ہے بعض آیات متشابہات کیوں رکھی ہیں اس بارے میں قرآن کریم سے لگاؤ رکھنے والوں کا کہنا ہے بعض حقائق دین، کسی بھی صورت میں ہر حوالے سے واضح ہونا ناممکن ہیں کیونکہ دین اسلام میں الوہیت اور آخرت، دو ایسی چیزیں ہیں جس کی وضاحت آخری حد تک ناممکن ہے قرآن کریم میں آخرت کے متعلق سات سو سے زائد آیات ہیں اس کے بعد بھی انسان کو اطمینان نہ ہو تو وہ منافق نہیں جاحد ومتکبر ہوگا انکار کرنے والا ہوگا اور اس کے بہت سے فلسفے سزا وجزا کا تصور بھی ختم ہوگا لہذا اکثر وبیشتر فرقوں کے بانی نے آخرت کو متشابہات میں قرار دیکر راہ فرار کو اپنایا ہے اللہ جو ہر قسم کی مادیات سے بننے یا مادیات کی طرف گرائش وجھکاؤ ہونے سے پاک ذات ہے وہ انسان جو حقائق کو حواس خمسہ سے درک کرنے والا ہے وہ حواس خمسہ سے باہر کسی کو کیسے درک کرے گا لہذا توحید کے بارے میں جتنی آیات ہیں وہ آیات محکمات ہیں منافقین نے آیات محکمات کو چھوڑ کر متشابہات سے متمسک کیا ہے لہذا الوہیت کے بارے میں آخرت کے بارے میں ایک قسم کا تشابہ ناگزیر ہے یہاں دلائل پر اکتفاء کرکے ایمان لانا ہی مفہوم حقیقی ہے عبودیت ہے یوں کہہ سکتے ہیں ایمانیات میں قرآن میں کوئی آیت متشابہ نہیں ہے جو شک آور ہو۔ اس بیان کے بعد ہم دیگر آیات کی طرف آتے ہیں آیات متشابہات جمع کرنے والوں نے ایک لمبی فہرست پیش کی ہے کہ یہ آیات متشابہات ہیں بعض نے ان آیات متشابہات کی وضاحت کی ہے بعض نے آیات متشابہ کے اصول وضع کیے ہیں انہوں نے اصول اس طرح وضع کیے ہیں کہ کلام تین کلمات سے مرکب ہوتا ہے یا تین کلمات سے بنتا ہے ۱۔فعل ۲۔اسم ۳۔حرف

فعل واسم کے معنی واضح ہوتے ہیں مستقل ہوتے ہیں جبکہ حرف کے معنی مستقل نہیں ہوتے وہ اپنے متعلق، کسی تعلق کو دیکھ کر اس کے معنی بنتے ہیں یہ ہر زبان میں ہوتا ہے لیکن عربی زبان میں اس میں توسیع ہے اور زیادہ واضح ہے جن لوگوں کا کہنا ہے قرآن کریم میں آیات بذات خود متشابہ نہیں ہوتی ہیں لیکن ایک آیت کو اس جیسی آیت میں دیتا ہے تو اس میں فرق نظر آتا ہے مختلف نظر آتا ہے ایک آیت میں اسم استعمال ہوا ہے جبکہ دوسری آیت میں فعل استعمال ہوا ہے اسم وفعل کی خصوصیت بالکل مختلف ہوتی ہے جہاں اسم استعمال ہوا ہے وہاں یہ مفہوم دیتا ہے کہ یہ چیز پہلے ثابت تھی اور ثابت رہے گی دوام پذیر اور ثبوت پذیر ہوتے ہیں جبکہ فعل کے معنی حدوث اور تجدد ہوتے ہیں اسم اور فعل کی خصوصیت کو نہ دیکھنے

والوں کو یہاں تشابہ نظر آتا ہے ذیل میں ہم اس جیسی آیات کو پیش کرتے ہیں۔

تأویل

تأویل باطنہ کو کہتے ہیں ہر ظاہر کی ایک تأویل ہوتی ہے تأویل سے مراد کلمہ سے اجنبی غیر مربوط غیر مأنوس مراد اخذ کرنا ہے آیئے دیکھتے ہیں کہ کلمہ تأویل، خود تأویل کے معنی کیا ہیں؟ کسے کہتے ہیں؟ صاحب عمدۃ الحفاظ لکھتے ہیں الف، واو، لام،، الاول،، اول کا معنی ہے آخر کا نقیض یعنی آخر نہیں اول ہے یہ اسم تفضیل ہے اول صیغہ کے حوالے سے اسم تفضیل ہے جس کے معنی،، اسبق،، ہے یعنی پہلا سابق اول کو اول کیوں کہتے ہیں آخر ان سے مربوط ہے اول کے تصور کے بغیر آخر نہیں آتا دونوں کے درمیان تضائف ہے کسی چیز کے اول ہونے کے لئے چند وجوہات ہیں

۱۔زمان ابوبکر اول ہے کس چیز میں پیغمبر کے بعد خلیفہ بننے میں۔

۲۔ریاست میں یہ پہلے ہیں جیسے بادشاہ پہلے ہے اس کے بعد وزیر ہوتا ہے ان دونوں میں تضائف نہیں ہے لیکن وزیر کا تصور نہیں ہوتا جب تک بادشاہ نہ ہو

۳۔وضع کہتے ہیں دمشق پہلے ہے یعنی شہر بننے میں، بغداد پہلے بنے ہیں یا دمشق بنے ہیں؟ تو ایک شہر کے لئے، اگر دنیا بھر کے لئے ایک کہیں تو مکہ ہے

۴صنعت تعمیرات میں پہلے بنیاد ہوتی ہے اس کے اُوپر عمارت کھڑی ہوتی ہے

۵۔اللہ پہلا ہے یعنی ساری موجودات میں اللہ اول ہے لیکن وہ غیر کی طرف محتاج نہیں تضائف نہیں اللہ کی اولیت دوسروں کی اولیت سے خود بخود مستغنی ہے

﴿وَأنا اوّلُ المؤمنین﴾ سورہ اعراف آیت ۱۴۳ ﴿اوّلُ المسلمین﴾ سورہ انعام آیت ۱۶۳ اسلام اور ایمان میں۔کفر میں ﴿ولا تکونوا اوّل کافر بہ﴾ سورہ البقرہ آیت ۴۱ اول ظرف ہوتا ہے اگر آپ اس پر کوئی چیز تعمیر کرنا چاہیں جتنک اُول یعنی اول اوقات اول سے جمع بنتے ہیں اُوَل، اوائل، اَوَّلین اول کا معنی کیا ہے والاول: الرجوع الی الاصل ، رجوع باصل ہے ۔تأویل اسی اول سے باب تفعیل بنی ہے مادہ باب،، اول،، ہے کسی چیز کو اس کی اول غرض وغایت پہلے مقصد کے بتانے کو تأویل کہتے ہیں تو یہاں سے فعل کا مقصد بتاتے ہیں اس کو تأویل کہتے ہیں لفظ میں نہیں ہوتا ہے رد الشیء الی الغایۃ المراد فیہ، غایت علمی یا عملی مقصود ہوتی ہے چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا ﴿وما یعلم تأویلہ الاّ اللہ﴾ سورہ آل عمران آیت: ۷ اور غایت عملی کے متعلق قرآن میں آیا ہے ﴿ھل ینظرون الاّ تأویلہٗ یوم یأتی تأویلہٗ﴾ سورہ الاعراف آیت: ۵۳ اب وہ صرف اس کی تأویل یعنی وعدہ عذاب کے انجام کار کا انتظار کررہے ہیں جس دن اس وعدہ

عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے قیامت کب آئے گی؟ یہ تو اللہ جانتا ہے اگر تمہیں پتہ چلانے کے لئے انجام دیں تو تمہیں پتہ نہیں چلے گا ﴿واحسن تأ ویلا﴾ سورہ النساء آیت: ۵۹ اسی سے المؤیل: المرجع، اس کام کا انجام یہ ہوگا آل یؤ ولُ سے اسی سے آل رجل بنی ہے۔

جناب فاضل ارشد حوزہ میں نے عرض کیا یہاں سے بفرض محال فارغ ہونیوالے فضلاء اپنے معاشرے میں چھٹ انگلی جانا جاتا ہے اس کی دلیل فضلا یہاں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں جس طرح مرنے کے لئے تیار نہیں دونوں کے لئے ایک ہی مثال دی جاتی ہے اس کی سبب علت جانا چاہیے والوں کا کہنا ہے ہمارے پاس اس حوزے کا دو تصور ہے:

۱۔ یہ درستگاہ دینی ملت تشیع ہے یہاں حاصل محاصل کو رسالت حوزہ کی طرح لے کر پہنچاتے ہیں اگر اس امات مسائی میں خوتا ہی ہے تو یا افاضل ہے یا حوزہ ہے۔

۲۔ مقرر مرجع جہاں تشیع یہاں سے ہوتی ہے عزب ونصب وکلاء ومبلغین مرشدین ان کی ہدایت ورہنمائی سے ہوئی ہے اب پہلا نا گفتہ حالت کی تشخیص کا نوبت آئی ہے یہاں سے فارغ ہونے والا کیوں چھٹی انگلی ہے یہاں تین مفروضہ ہے۔ یہاں چھوڑنے اپنے ملکوں علاقوں میں جانے کیلئے آمادہ تیار نہیں ہوتی ہے گویا یہ حضرات یہاں پڑھنے کے لئے نہیں آئی ہے یہاں جلاوطنی زندگی گزارنے کیلئے آئی ہے جب تک پابندی ختم نہیں ۃ وگی وہ یہاں چھوڑ نہیں سکتی ہے اگر با لفرض یہاں چھوڑ کر بھی جائیں تو علاقے میں چھٹ انگلی بنتی ہے ایسا کیوں ہوتا ہے۔

۱۔ مرجع ہے

۲۔ درستگاہ

۳۔ فاضل ارشد

اب ان تینوں میں کس کو انتخاب کریں گے مجھے جواب دیں۔

علماء نحوی میں سے ایک:

عبدالرحمٰن بن رمزالاعرج کتاب تاریخ نحو عربی ص ۵۲ پر آیا ہے لیکن بعد میں لکھتے ہیں امام مالک چند سال ان سے کچھ سیکھتے رہے لیکن معلوم نہیں ہوا انہوں نے ان سے کیا سیکھا امام مالک نے اس کا اظہار نہیں کیا امام مالک کا استاد ہوا اور وہ مجہول الحال ہو۔

ابوالاسود دوئلی جو کہ ۴۰ھ سے پہلے کے تھے اگر حضرت علی سے سیکھا وہ غیر عربوں کی اختلاط سے عربی زبان میں خلل آرہا

ہے تھے اسی وجہ سے وضع اصول وقواعد کی ضرروت پیش آئی ہے اگر ایسا ہے تو حکومت وقت کو اٹھانا چاہیے کیونکہ یہ زبان حکومت وقت کی کل حیثیت رگ حیات سے امر مربوط ہے لیکن حکومت نے اس پر کسی بھی وقت توجہ دیا ہو اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے نحوی کو ابوالاسود نے ۴۰ سے پہلے اٹھایا اس کے بعد ان کے بعد کس نے اٹھایا ہے اس کا ذکر نہیں ملتا ہے علم نحو ایک مربوط منظّم علم کی حیثیت سے سیبویہ نے اٹھایا ہے وہ دوسو کے قریب دور ہاروں الرشید تھا لوگوں نے تازہ تازہ اس علم کی بات سن کر تعجب کرنے لگے یا یہاں سے معلوم بلکہ واضح ہو جاتا ہے علم نحو علم کلام علم اصول فقہ علم فقہ سب جوڑ واں علم ہے جسے معتزلہ نے ترتیب سے اسلام کے خلاف اختراع کیا ہے۔

شاہ نے سزائے موت سنائی تھی انقلاب اسلامی برپا ہونے کے بعد ایران آیا ایران آنے کے بعد جہاں نماز جمعہ نہیں ہوتے اگر ہوتے کہیں چند محدود افراد ہوتے تہران یونیورسٹی میں جمعہ قائم کیا پھر ان کو وہاں سے بھگایا پھر مشہد میں کسی باغ جمعہ قائم کیا وہاں سے بھگایا پھر مسجد جمکران میں جمعہ قائم کیا بھگایا قم میں تفسیر قرآن دیتے وقت اس وقت کے وحدت المسلمین کے سربراہ جناب راجہ ناصر صاحب اپنے جیالے کے ساتھ ڈنڈا لے کر وہاں جا کر انک وہاں سے بھاگایا آخر میں گھر میں محصورانہ مظلومانہ زندگی گزار کر جوار رب میں چلے گئے پھر حقیر کو ان کے درس قرآن میں شرکت کی وجہ سے مبتکر خرافات جناب افتخار نقوی پاکستان میں خرافات کے نشرو اشاعت سمعی وبصری نظری سمعی کی کاروبار درستگاہ کھولنے والے نے صفدر ڈوگر سے استعانت طلب کی میری عقائد ونظریات کی رد میں مضامین لکھیں ان کی تحقیق میرے بارے میں مفسر قرآن آقائے صادقی تک پہنچا یا چونکہ ان کے نظر میں قرآن والے گمراہ تھے کیوں قرآن کو عمر نے اٹھایا تھا وہ گمراہ ہے لہذا ان کے شاگرد بھی گمراہ ہوگا بے نمازیوں نے نمازیوں پر جرمانہ لگایا افتخار کے کہنے پر میرے خلاف صحیفہ حقائق کے نام سے کتاب نشر کی جس میں اس نے لکھا ہے ہمیں شرف الدین کے بارے میں نصف تک رسائی ہوئی ہے۔

شرف الدین کے بدنامی کا دوسرا سند نہج البلاغہ امیر المومنین ہے جب سے سنا نہج البلاغہ خطیب کلمات وکتب امیر المومنین میں کلام مخلوق خالق سے نیچے والا کتاب ہے تو ہم نے اسے اپنی طرف سے درس میں ہم نے نجف میں مرحوم ذیشان حیدر جوادی سے نہج البلاغۃ پڑا بعد میں میں نے خود چندین بار نہج البلاغہ تدریس کی نہج البلاغہ سے متعلق شرح لغت نامہ تمام کتب کو جمع کیا یہ کتاب میری مصادر دوم اسلام اس کتاب میں موجود خطاب وکلمات کے تحت میں سبّ خلفاء کی مخالفت کی جس کی وجہ سے بعض نے خلفاء کے وکیل بعض جماعت اسلامی بعض سعودی کا ایجنٹ قرار دیا ہے۔ یہاں تک ان سے لوگوں سے بھی سننے میں آیا نہج البلاغہ کے نام سے دو کتاب ہے ایک شیعوں کی لکھی ہے ایک سنیوں نے لکھی ہے یہ جو چل رہا ہے وہ شیعوں کی ہے یعنی شریف رضی بھی ان کی نظر میں سنی ہے۔

یہاں سے میں خلفاء ام المومنین کی حق میں جسارت واہانت کے اسباب وعلل کا سلسلہ ابی الخطاب اسدی منذرین جا رودی مرحوب صلیبی مجوسی بنیان گزار اسماعیلی مذہب عراق میں قرامطہ مغرب میں فاطمی بنائی اور عراق معزالدولہ سے ۳۵۱ کوسب خلفاء شروع کیا ان کے بعد غلات مردہ آل بویہ وآل صفوی کو جاتے ہیں جہاں سے معلوم ہو یہاں اصول وفروع اسماعیلی نافذ ہے اسی لئے یہاں کے لوگ پی پی اور خانی کے گرویدہ ہے پی پی اور خانی کے مخالفت سنیوں سے دوستانہ تعلقات برادر راشد تبلیغات ان کو گوارا نہیں ہے۔

یہاں سے استقراء منطقی کے تحت آسان طریقہ سے نتیجہ اخذ کرسکتا ہے ان کا اہل بیت سے تعارف ایک مجھول الحال یا معلوم الحال بچہ کا علاقہ کسی برگزیدہ انتساب جیسا ہے ان کا اہل بیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ان کی سنت وسیرت ضد اہل بیت ہے۔

جو عربوں کے درمیان میں مستعمل نہیں لھذا وہ دیگر اصحاب سے پوچھتے تھے اگر وہ جواب نہ دے سکے تو رسول اللہ سے پوچھتے تھے ان کا یہ جملہ شان قرآن کیخلاف ہے بلکہ علماء فصاحت کے بھی خلاف ہے علماء نے عام فہم کے لئے کلام میں فصاحت شرط لگایا ہے کلام فصیح ہونا چاہئے بلیغ ہونا فصاحت کلام میں انھوں نے لکھا ہے کہ الفاظ تنافر نہ ہو الفاظ کی ترکیب میں ضعف نہ ہو الفاظ ادائیگی میں پیچیدگی نہ ہو قرآن کریم نے خلفائے عرب کو چیلنج کیا ہے فصحائے عرب کلمات غریبہ کو مسترد کرتے تھے نقد وطعن کا نشانہ بناتے تھے اگر قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہوتے تو اسی وقت جس وقت اللہ نے تحدی کیا تھا کہ ایک سورۃ لاؤ اس جیسا تو وہ لوگ کہہ سکتے تھے ہم آپ کے قرآن میں کلمات غریبہ ہے قرآن میں کلمات غریبہ کا ہونا قرآن پر ایک نقد ہے طعن ہے دوسرا جمل انھوں نے کہا ہے گر چہ اس زمانے کے عرب فصاحت وبلاغت کے انتہائی اوج عروج پر تھے۔

لیکن قرآن اپنی جگہ اتنا اعلیٰ ارفع معانی کا حاوی تھے ہر شخص کے فھم وادراک سے بالا تھے لحاظ وہ محتاج تفسیر تھے تو یہاں سوال آتا ہے کلام میں ایک شرط بلاغت ہے بلاغت میں یہ کہتا ہے متکلم کو نظر میں رکھ کے خطاب کرے تو گویا اللہ کو پتہ نہیں تھا یا پتہ ہو کے اللہ نے عرب اس وقت کے لوگوں کو نظر میں رکھے بغیر آیات نازل کی ہے لہذا مفسرین قرآن کے نذدیک یہ قرآن فصیح بھی نہیں ہے بلیغ بھی نہیں ہے آیات محکمات مفسرین کی اصولین کی توجیہ کو بنگ دخل ضرس قاطع رد کرتے ہیں قرآن کریم میں کو جن صفات سے یاد کیا ہے وہ مردود ہے کیوں کہ عمران ۷ میں قرآن کو محکمات کہا ہے شکم کا معنی ہر قسم ابھام اجمال کو مسترد کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں:

۱۔ قرآن کے صفت میں سے ایک صفت بیان ہے فرمایا یہ لوگوں کے لئے ایک بیان ہے سورہ آل عمران آیت ۔۱۲۸ سورہ

قیامت ۔۲۹

۲۔ بینات سورہ عنکبوت ۵۹ سورہ بقرہ ۱۸۵ سورہ یونس آیت ۱۵ سورہ حج آیت ۱۶، ۷۲ سورہ نور آیت ا

بینہ آیت ۔ ۱، ۴ سورہ انعام آیت ۔ ۱۵۷ سورہ اعراف آیت ۔ ۷۲ چندیں کلمہ مبین آیا ہے سورہ مائدہ آیت ۹۲ سورہ حجر ۸۹ سورہ نمل آیت ۳۵، ۸۲، ۱۲ سورہ یٰسین آیت ۱۷ سورہ مائدہ آیت ۱۵ سورہ یوسف آیت ۔ ا سورہ شعراء آیت ۔ ۲ سورہ قصص آیت ۔ ۲ سورہ زخرف آیت ۔ ۲ سورہ دخان آیت ۔ ۲ سورہ انعام آیت ۔ ۵۹ سورہ یونس آیت ۔ ۶۱ سورہ حجر آیت ۔ ا سورہ نمل آیت ۔ ا سورہ یٰسین آیت ۱۲

آیات فصل قرآن نے اپنے آپ کو قول فصل کہا ہے سورہ طارق آیت ۱۳ سورہ ھود آیت ۔ ا سورہ فصلت آیت ۔ ۳، ۴۴ سورہ انعام آیت ۔ ۹۷، ۹۸ سورہ زخرف آیت ۵۲

کلمات یسر سورہ قمر میں چند آیات میں تکرار سے کہا ہے کہ ہم نے قرآن کو ہر کس کے دست رس میں دیا ہے سورہ کھف کی آیت ۔ ا میں اس کو غیر عوج کہا ہے ۔

اس کی وہ مثال ملاحظہ کریں ۔

جیسے اولی الامر سے عصمت آئمہ ثابت کیا ہے لفظ اولی الامر میں سے کلمہ معصوم کہاں نکلا کلمہ ہے اولیٰ سے نکالا ہے اولی الامر فاسق وفاجر کی مصادیق دنیا میں پڑے ہے کسی قسم کی کمی نہیں ہے یہاں یہ کہنا اس وقت دنیا میں کہیں بھی صدر مملکت وزیر اعظم تا آرمی چیف نامی کوئی نہیں جو مصادیق معصوم بنتا ہو صدر اسلام سے لے کر الیٰ یومنا ھذا تک تمام مصادیق کے مظاہر سامنے آئے ہیں عادل ظالم مسلمان کافر دیندار بے دین سب آتا رہا ہے اور نہیں ہے جیسے روس چین ہندستان کے اولی الامر اس فرقہ کے جتنی کتنی بڑی عالم ہی کیوں نہ ہو بغیر کسی تامل تردد کے اولیٰ الامر کے معنی معصوم کریں گے ۔

لہٰذا حل نزاع ودفع اختلاف ان کے تفاسیر سے ممکن نہیں قرآن میں اس آیت کے ذیل میں آیا ہے فان تنازعتم فی شئی فردوالی اللہ والی رسول اس آیت کی تفسیر میں حضرت امیر المومنین حضرت علی نے فرمایا ہے الرد اللہ الرجوع الی القرآن لکتاب الیٰر دالی رسول سے مراد رد سنت سے مراد اثر رسول اخذ سنت رسول اللہ ہے اگر اولیٰ الامر کے معنی مصداق میں اختلاف ہو جائیں ان دونوں کی طرف رجوع کریں زبان پیغمبر میں مکہ میں فتح مکہ کے بعد ان پر والی عتاب بن رسید تھا ۔

اولی الامر کی تفسیر معصوم قرآں کی بغیر تفسیر اہلبیت مانتے نہیں سنت رسول کو بھی نہیں مانتے ہیں آئیے لغت میں دیکھتے ہیں کتب لغت خود مذاہب جیسا ہے ہر آئے دن نئے معنی بتاتے ہیں تو نئی لغات نئی استعمالات بیان کرتے ہیں لذا نزول قرآن کے دور سے قریب لکھی ہوئی لغت کو دیکھنا چاہئے جیسے مفردات راغب لسان العرب تہذیب قاموس وغیرہ۔

۱۱۔ علم رجال آنے اوران کے خودساختہ روایتوں کے راویوں کے چہرے بےنقاب ہونے کے بعد انھوں نے رجال سے بھی کھیلنا شروع کیا لوگوں پے قداست عبادت حافظ قرآن ہونا جیسے القاب چڑانا شروع کیا۔

لغت عرب سیکھنے کی چند مراتب و مدارج ہے:

۱۔ علم الاصوات عرب جیسے قرائت کرنا۔ مکہ مہد حضارت ہوتے ہوئے پہلے مرحلے میں لحن درست کرتے تھے اب قیمتی عباء قباء حجۃ الاسلام والوں کی قرات پر عربوں کو اعتراض ہے یہ بھی حوزات کے ماتھے پر داغ ہے۔

۲۔ علم لغت مادر علوم ہے آپ آیت اللہ آپ نے جس علم کو سیکھانا ہے یا اس میں عبور حاصل کرنا ہے اس کے لئے پہلے مرحلے میں اس لغت کو سیکھتے ہیں علوم اسلام میں قرآن اور سنت آتے ہیں پھر اس سے نکلنے والی شعبہ جات احکام تاریخ عقائد آتا ہے ان کو درست سمجھنے کیلیےء اس لغت کے مصادر اصلہ مشتقات کو دیکھنا پڑھنا ہوتا ہے یہ کلمہ کہاں سے لیا ہے۔

۳۔ لغت اصل مواد کو نکالنے کو کہتے ہیں۔

۴۔ فلسفہ لغت اس کلمہ کی اصل کیا ہے نہیں سیکھائی جاتی ہے۔

انواع تفاسیر میں سے سب سے بہتر اولی تفسیر تفسیر قرآن بہ قرآن کو گردانا گیا ہے اس میں جائے شک و تردید نہیں دنیا کے ہر متکلم ہ مصنف ہر مؤلف ہر خطیب کلام کا توضیح وتشریح خود اس سے بہتر کوئی نہیں کر سکتا ہر وہ اسی اصول مسلمہ کے تحت تفسیر کی اقسام پر لکھنے والوں نے بہترین تفسیر قرآن کا قرآن سے گردانا گیا ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسی جامع کتاب تفسیر قرآن بہ قرآن سامنے نہیں آئی ہے انہوں نے آیات محکمات کی تفسیر آیات متشابھات سے آیات متشابھات کی تفسیر روایات مرسلات اور فرقہ کی اعتقادات سے کی ہے؟

یہ ایک سوال ہے کتاب کا عنوان تفسیر قرآن بہ قرآن ملیں گے مگر عند التفسیر وہ قرآن سے زیادہ اپنی منویات نظریات عقائد ترجیحات کو مقدم رکھتے ہیں اس ذریعے میں ایک واضح مثال تفسیر المیزان فی تفسیر القرآن پیش کرتے ہیں لیکن عند التفسیر آیت سے ہٹ کر روایات سے تفسیر کی ہے اور بحث روائی کو ایک خاص مقام دیا گیا ہے اور روایات پیش کرتے وقت روایات پر نقد کا قلم چلانے سے گریز پرہیز کیا ہے منجملہ آیات جو اس فرقے کے بزرگوں نے نص بر امامت میں پیش کی ہیں آیات کا امامت سے دور کا رشتہ نہیں ہے انھوں نے اس سلسلے میں روایات کو لیا ہے اور اس کو متواتر بنا کر ٹھونسا ہے جس

کی وجہ سے جو معنی انھوں نے کیئے ہیں وہ آیت سے اجنبی ہو گئے ہیں اس طرح کتاب اضواء البیان فی ایضاح قرآن بہ قرآن شنقیتی انھوں نے قرآن بالقرآن کہا ہے لیکن اندر سے انھوں نے احادیث اور فقہ سے تفسیر کی ہے۔

آداب تفسیر قرآن کریم:

فہم قرآن کریم کے لئے جو شرائط خود قرآن نے بیان کی ہیں اور جو شرائط آداب باطنین نے وضع کی ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اکثر و بیشتر فہم قرآن کے لئے آداب شرائط باطنین نے وضع کی ہے اور وہی آداب کم و بیش ابھی چل رہے ہیں اس کا لب لباب خلاصہ میہ ہے کہ فہم قرآن رکھنے والوں کو سرچشمہ قرآن سے دور کرنے کے لئے ترتیب دی ہیں ذیل میں ہم تدبر در قرآن تا ٔلیف ولی اللہ تقی پور ص ۱۰۵ سے نقل کرتے ہیں صاحب کتاب نے تدبر در قرآن کے لئے جو تمہید بنائی ہے پہلے مرحلے میں اس نے ایک تمہید خصوصی اور ایک تمہید عمومی بیان کی ہے ہر صنف و گروہ اس میدان میں وارد ہونگے ان کے لئے ضروری ہے کہ مندرج ذیل آداب کا خیال رکھیں۔

۱۔آغاز تفسیر سے پہلے مسواک کرے نبی کریم سے روایت نقل کرتے ہیں نظف طریق القرآن، پیغمبر سے پوچھا گیا طریق قرآن کیا ہے؟ فرمایا تمہارا دھان ہے یہ دھان پاک کرو خوشبودار بناؤ پھر اس سلسلے میں مسواک کی فضیلت اور آداب و آثار کو بیان کیا ہے۔

۲۔شرط دوئم طہارت ہے تلاوت قرآن کے لئے جس طرح نماز میں طہارت شرط ہے تلاوت قرآن کے لئے طہارت شرط ہے۔

۳۔قبلہ کی طرف رخ کر کے قرآن پڑھیں۔

۴۔قرآن پڑھنے سے پہلے دعائے شریف تلاوت قرآن پڑھیں۔

ہر وہ شخص جو فرقہ باطنی اور ان کے ارمان و مرام سے واقف ہے وہ جانتا ہے فرقہ باطنی اس فرقے کا نام ہے جو ظاہر میں مسلمانوں کے اجتماع میں گھل مل بیٹھتا ہے اجتماعات میں شرکت کرتا ہے خوشی مسرت دکھ حزن میں شرکت کرتا ہے خود کو ایک مخلص باوفا دردمند دلسوز برادر کے طور پر پیش کرتے ہیں اس چھاؤ اور سیاہ چادر کے نیچے چن چن کے قرآن کی طرف جانے والے پل کو توڑتے ہیں ہر راستے کے موڑ پر سرنگ لگاتے ہیں تاکہ ہمیشہ کے لئے اسلام قرآن سے لاتعلق رہے انھوں نے اللہ کی اصل بندگی سے باز رکھنے کے لئے جعلی عبادات وضع کی ہے جن میں سے نماز خمسہ سے پہلے بعد وضع کردہ اکثر و بیشتر مستحبات نفلیات ہیں جو انسان سے کثیر وقت لیتا ہے اور آخر میں ادائے واجب کے لئے تھکا دیتا ہے گھر والے ان سے تنگ آ کتر طنز کرتا ان کا ہر کام مشکوک ہوتا اس کو سمجھنے کے لئے اصل قرآن تاریخ نزول قرآن مبلغ قرآن

داعی قرآن کو سمجھنا ہوگا۔

آیئے دیکھتے ہیں تفسیر قرآن کے لئے جو آداب انھوں نے وضع کیا ہے وہ صدر اسلام میں اس کی کوئی مثال ملتا ہے ہر اٹھتے بیٹھتے مسواک کا لا تعداد فوائد کہاں سے نکالا ہے نظافت ایمان کی نشانی ہے یہ کہاں سے نکالی ہے گویا ایمان سے پہلے نضافت کرے قرآن پڑھنے سے پہلے طہارت کرے آیا جس وقت پیغمبر نے قرآن لایا اور لوگوں کو قرآن کی طرف دعوت دی تو مشرکین قرآن کو سمجھنے کے لئے طہارت کرتے تھے یہ جو مستشرقین نے مسلمانوں پے حملہ کرنے کے لئے اسلام کو دبانے کے لئے یورپ میں فھم قرآن پر زور لگا وہ قرآن کے لئے طہارت کرتے تھے؟ تلاوت قرآن کو نماز سے جوڑنا قیاس مع الفارق ہے نماز کے لئے طہارت شرط قرآں میں آیا ہے آیت روزہ عبادت طہارت شرط نہیں سعی بین صفا و مروہ عبادت ہے طہارت شرط نہیں ہے۔

تو دوسری عبادت کے لئے شرط کہاں سے نکالی ہے اور نماز کے بعد دوسری عبادت ہے، صحت روزہ کے لئے طہارت شرط ہے؟ حج میں احرام باندھنا ہے احرام ایک عمل حج ہے جس سے عمل حج شروع ہوتا ہے اس کے لئے طہارت ہے سعی بین صفا والمروہ رکن حج وعمرہ ہے طہارت شرط نہیں ہے وقوف درعرفات رکن اصیل حج ہے وقوف میں طہارت شرط نہیں ہے کسی عبادت میں طہارت شرط ہونے سے دیگر عبادت میں شرط نہیں بنتا اگر شرط ہوتے تو اللہ جو ہے بھولا نہیں ہے وہاں بھی ذکر کرتے فھم قرآن کے لئے دو ہی شرط ہے۔

۱۔ توجہ کے ساتھ سماعت قرآن ہے ارادے کے ساتھ تلاوت ہے

۲۔ کلمات قرآن میں تعقل تفکر تدبر ہے اور اس کا وسیلہ فھم کلمات مستعمل در قرآن کے لغوی معنی سمجھنا ہے۔

منتظر بن سخاوت:

سخاوت صاحب اس جماعت وگروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو میرے گھر کو اپنا خانہ یا کاروان سرا پا عربوں کے راستے میں مسافرین کیلئے بنائے گئے مہمان جیسا بنایا ہوا تھا میرے گھر کی ویرانی بربادی کے لئے مقدمات بناتے تھے بعض مجھے میرے بارے میں غلاظت گوئی کرتے تھے بعض نقد وانتقاد کا نشانہ بناتے تھے خاص کر بہت سے علماء سے میرے بارے میں معلومات جمع کرتے تھے الحمد اللہ اللہ نے خود یہ بلا ہم سے رفع کیا تھا

آج ہم سے واسطہ نہیں رہا لیکن سخاوت ایک خاموش طبع انسان تھے اس وقت آپ پیشہ پیش نہیں تھے ان سے ہم نے کوئی بدگوئی نہیں سنی کبھی کبھار ہم سے خیریت معلوم کرتے رہا کبھی کتابیں خریدتے تھے مجھے معلوم نہیں کہ وہ کتابیں بھی پڑھتے

تھے یا نہیں اس نے اپنے دو بچوں کو ہمارے پاس بھیجنے کے لئے بارہا کہا تو میں نے کہا نابالغ بچوں کے سرپرست کے بغیر نہیں رکھتا ہوا گر آپ ساتھ آنا چاہیں تو آ جائیں پھر پچھلے سال پھر آنے کی خواہش کی پھر ہم نے وہی بات کی ابھی رجب کے آخری میں اسنے ہمارے دوست کے ذریعے پیغام بھیجا کہ میرے بیٹے منتظر کو چند دن کیلئے بھیج رہا ہوں اس کو قرآن کے بارے میں کچھ سکھائیں ہم نے کثرت وتکرار رد سے شرمندہ ہو کر موافقت کی وہ اٹھائیس رجب ۱۴۳۹ھ کو اپنے پھوپی زاد بھائی کے ساتھ جس کے آنکھوں میں میرے لئے غم وغصہ بھرا ہوا تھا وہ پاکستان کے ایک جید بڑے عالم دین کے فریفتہ وشیعہ ہے ان کی حمایت ووفاداری کی خاطر ہم سے دشمنی کرتے تھے وہ منتظر کو لے کے آئے پہنچنے کے بعد فورا میرے نظریات کو اگولانے اوو ریکارڈ کرنے کے لئے دو موبائل فون رکھتے تھے ادھر سے ادھر سے پوچھتے تھے ہم موبائل سے اس لئے ڈرتے تھے چونکہ ہماری عقائد ونظریات ساٹھ ستر کتابوں کے قریب میں آ چکے ہیں ملک میں میری نظریات پھیل چکی ہے بلکہ ملک سے باہر بھی پھیل چکی ہے انھیں وجوہات کی بناپر اندرون خانہ محصور کیا ہے انھوں نے ہماری اولاد کو ہم سے دور کیا ہے میری کتابوں کو بندش کیا ہے میں انکار یا توڑ موڑ تو نہیں کر سکتا ہوں میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرے بیان کو غلط سلط پیش کیا ہے یا میری مراد نہیں تھا میں نہیں کہہ سکتا تھا خلفاء کے خلاف بدزبانی نہیں کر سکتے تھے لیکن جب ادھر ادھر سے چھلانگ مار کر کرتے تھے۔

دلائل سننے کی صلاحیت لیاقت قدرت نہیں رکھتے تھے جب ان کے عقیدہ بوندھا روئی ہو جاتے تو غصہ برداشت کر کے سعا بیون جیسا مسکراہت کرتے تھے میں اسلئے ڈرتا تھا وہ کاٹ کوٹ کر کے دلائل کو حذف کر کے ایک دو جملے کاٹ کے سر خی بنا کر غلات کیسانی اسماعیلیوں کے لئے موبائل پہ دیدیں اور برملا سبّ وشتم کرے تو میرے سے دفاع کرنے والا کوئی نہیں پہلے سے محصور کے خلاف ایک شور شرابہ کریں گے تو اس وقت میرا کیا حشر ہوگا یہ تمام خوف وہراس ہوتے ہوئے ہم نے ان سے کہا یہ جو نص کی بات آپ کرتے ہیں وہ آیات متشابھات سے استناد ہے آیات متشابھات سے استناد سنت منافقین رہی ہے وہ جانتے تھے کہا کہ میں امام مہدی کے تصور کے خلاف کتاب لکھ چکا ہوں ریکارڈ میں ان کے پھوپی زاد بھائی نے اپنا نام عاشق بتایا۔

امام مہدی کے بارے میں کچھ بتائیں میں نے کہا نہ مہدی ہے نہ مہدویت یہ مفاد پرستوں کی شعار ہے قبلہ آغا جواد اس کا چکر چلا رہے ہیں ان کی برائی خرابی تنہا دعوائے نص دعوائے مہدی یا ے مہدویت تنہا نہیں بلکہ تاریخ کے فاسد ترین انسانوں کو وہ اپنے ہیرو وقائد سمجھتا ہے مثلا مختار اپنے دور میں فاسد ترین انسان تھے وہ اور حجاج بن یوسف دونوں ثقفی خاندان سے تعلق رکھتے تھے مختار کل قتل عام میں حجاج کے ساتھی۔ جرم وجنایت میں دونوں بھائی ہیں جس نے امام حسین

کی نمائندے کو اپنے گھر میں مہمانی بنایا جب دیکھا کوفہ امام حسین کے حق میں جا رہا ہے جب عبید اللہ بن زیادہ کوفہ میں آنے کی خبر سنی تو گھر کے مہمان کو گھر سے نکالا خود چھپنے کے لئے دیہات میں گئے جب عبید اللہ زیاد نے مخالفین کے لئے امان خانہ خیمہ نصب کیا ہے تو مختار اس خیمہ میں آگے بیٹھے اس غدار ضرار عبید اللہ کی پناہ میں آنے والے کیلئے خیمے میں پناہ کے لئے برخوردار کہنے لگے کہ وہ امام حسین کے لئے انصار بنانے گئے تھے یہ اپنے آپ کو اثنا عشری کہتے تھے اثنا عشری نقاب قرمطیان اثنا عشری از روی عقائد اسماعیلی تصوراتی اور وجودی دونوں میں نام عقول مفقود فرقہ ہے۔

اثنا عشری کا بانی محمد بن نصیر نمیری ہے جس نے نصیریت پھیلائی ہے جس نے پہلے امام کا دربان نائب متعارف کیا ہے جب لوگوں نے اس کو مسترد کیا تو انہوں نے خود کو اللہ بنا کر کہا میں اللہ ہو یہ ان کے حامی ہے۔

کہتے ہیں نصیری اثنا عشری ہے اب یہ برخوردار اور ان کا ٹولہ اثنا عشری عقیدہ کیسانیہ رکھتے ہیں بداء امام مہدی رجعت عسمت کے قائل ہے رجعت امام مہدی کے رجعت کے قائل ہے یہ دونوں عقائد کیسانیوں کے بنیادی عقائد میں سے ہے تمام عقائد کیسانیوں کے عقائد ہے لیبل اثنا عشری کا لگاتے ہیں جیسے محمد بن نصیری بدنام ہوا پھر دسویں صدی کے آغاز میں اسماعیل صفوی نے جو پہلے صوفی تھے حکومت عثمان کے مقابل مین اثنا عشری کا اعلان کیا اور اس حکم کو خود اس وقت کے شعہ علماء نے منع کیا تھا اس کے باوجود خون تلوار کے ذریعے اس نے سنیوں کا قتل عام کیا جس طرح پہلے معزالدین نے مصر میں شیعوں کو قتل کیا تھا۔

بغداد میں معزالدولہ نے سنیو کو قتل کیا تھا اسی طرح اسماعیل صفوی نے سنیوں کو فارس میں قتل عام کیا یہ ان کے بھی تمجید کرتے ہیں ان کا سلسلہ اہل بیت اطہار علی و اولاد صالحیں حضرات زہرا حسنین سے دور کا واسطہ نہیں ان کی سیرت پاک کے خلاف یہ ذوات چندین باران کے قائدین سے برات کا اعلان کیا اس وقت سے ابتک اسلام کے نظام کے خلاف الحادیوں کے حامی اور ووٹر ہے۔

محمد بن نصیری النمیری کتاب المقالات والفرق تالیف سعد بن عبد اللہ ابی خلف اشعری قمی تحقیق محمد جواد مشکور تیسری چوتھی صدی کے کتاب مقالات وافرق کے ص ۲ پر لکھا ہے ایک فرقہ محمد بن نصیر نمیری کی نبوت کے قائل تھے محمد بن نصیر نمیری نے خود نبی ہونے کی دعویٰ کی یہ اباحہ محارم تھے نکاح رجال ورجال کے قائل تھے۔

کتاب مقالات سعدالدین شعری ص ۱۰۰ سر شروع ہوتا ہے امام حسن عسکر کے وفات کے بعد شیعہ ۱۵ فرقوں میں بٹ گئے ان میں سے ایک فرقہ محمد بن نصیر نمیری کا فرقہ ہے یہ ملحد مدعی اللہ نبی نے اباحہ محرمات کے قائل ہے۔

دفاع ازنفس حکم قرآنی

سورہ بقرہ آیت ۱۹۴اگر کوئی اپنے عقائد فاسد بالید سے دفاع کرتے ہوئے ملکی بیرونی ملک متحد ہو جائے تو یہ اتحاد جھومی بھیمانائی اتحاد اھل کوفہ بقتل امام حسین ہوگا دفاع ابرھہ اپنی کلیسا سے ہوگی کلیسا جیس ہوگی کوئی بھی مظلوم بے سہارا ہو اس پر ظلم وجنایت ڈالی جائے تو اس کا انتقام اللہ ہی لے گا امام حسین نے فرمایا جو بے سہارا ہو کوئی ناصر مددگار نہ ہو سوائے اللہ کے اس پر ظلم کرنے سے باز رہو اس کا ولی اللہ ہوتا ہے پاکستان بھر سے خاص کر بلتستان پنجاب کے علاقے حوزہ قم والے اس بات پر متحد ہوا ہے کہ شرف الدین کو جتنا ہو سکے کچل دو جس طرح مشرکین نے کہا ہے وانصروا آلھتکم اپنے بتوں کی مدد کرو شیعوں نے اپنے بے سروپا منافقانہ سربریدہ عقائد سے دفاع کے لئے دلیل دینے سے عاجز ہونے کے بعد کہا خفش کنید بی مکو بدش منذو واش بی کونے۔اس سلسلے کا ایک کڑی چکوال کا ایک نوجوان جس کا ان کے والدین نے نام منتظر امام معدوم رکھا ہے وہ اپنے عقائد سے دفاع کرنے کے نام سے آنے کی لیاقت وصلاحیت نہیں رکھتے تھے یہاں مجھے ٹیلیفون کر کے فلاں صاحب ہم آپ کے عقائد یا اپنے عقائد کے اساس دفاع میں آپ سے بات کرنے یا گفتگو مناظرہ کرنے کے لئے آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں اور یہاں آکے گھنٹے بیٹھ کر بات کرنے کی لیاقت نہیں تھے تو اپنے باب سے توصل ہو کر عمر بھر قرآن کو نہ اٹھانے والے نے قرآن کو سپر کر کے نقاب قرآنی پہن کر قرآن سمجھنے کے نام سے یہاں آیا تھا اٹھائیس رجب کو یہاں آیا ابتداء ہی سے بحث امامت شروع کیا اشکال تو زبانی سیکھ کے آئے تھے جواب سننے کے بعد شرمندہ ہوتے تھے چھوٹی مسکراہٹ کرتے تھے آیا تو انھوں نے ہمارے اُپر الزام لگائی ہے۔

تراجم باطنی قرآن:

جس طرح باطنیوں نے تفسیر باطنی کے نام سے قرآن کو تہہ وبالا زیروزبر کیا ہے وہ تراجم کے میدان میں اتر کر قرآن کو عھد قدیم وجدید بنانے کی مذموم کوشش کی ہے اور مسلسل کر رہے ہیں جہاں قرآن کریم کے الفاظ وکلمات کو پس پشت ڈال کر نسیا منسیا کر کے حدیث شریف میں آیا ہے مفسرین نے کہا ہے کہہ کر قرآن سے غیر مربوط عبارات پیش کی ہے بہت سے الحادی فکر رکھنے والے سیکولر اس میدان میں مفسر قرآن بنے ہیں۔

قرآن کریم کی غایت نزول سے موڑ کر ضد مسیر پر لگانے کی مساعی کو تراجم وتفاسیر باطنی کہتے ہیں بہت سے لوگ سوء نیت کے ساتھ یا اخلاص جھلی کے ساتھ قرآن کریم کی ترجمہ تفسیر کرنے پر اکڑ ہیں قرآن کریم نبوت حضرت محمدؐ کی پہلی دلیل قاطع ہے ساتھ ہی امت مسلمہ کی عقائد شریعت نظام حیات کی کتاب ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اب تک قرآن

کریم کی تبیین وتوضیح ایک جماعت گروہ ایک ادارہ نے پیش کیا ہو نہیں دیکھا ہے۔جس جس نے قرآن کی تفسیر یا ترجمہ کئے ہیں وہ۔

ایک حوالے سے غرض مند نوایائے شخصی گروہی رکھنے والے تھے انھوں نے معارف وحقائق قرآن کو اٹھانے کے بجائے اپنے فرقے کے عزائم کو اٹھانے کے لئے قرآن کو اٹھایا ہے عند تحقیق واضح ہوجاتا ہے کہ وہ جامع شرائط والے نہیں تھے بعض خالص برے عزائم کے ساتھ اس میدان میں کودے ہیں بعض اپنی ذاتی خواہشات لینے کے لئے اٹھے ہیں بعض کسی کے کہنے پر اس میدان میں کودے ہیں۔

علاقائی ترجمہ جیسے سندھی بلوچی پنجابی بلتی کسی این جی اوز کے کہنے پر ترجمہ کیا ہے انہوں نے یہ ترجمہ عربی سے نہیں کیا بلکہ فرمان ومقبول سے کیا ہے جس طرح آج مسجد این جی اوز کے کہنے پر نہ اپنے مسجد کو گرا کر بناتے ہیں۔

۳۔ بھائی اور قادیانی نے قرآن کو یکسرہ روکنے منسوخ کرنے کے لئے اپنا قرآن پیش کیا بابی نے بھی قادیانی قرآن پیش کیا یعنی اللہ کو چیلنج کیا لیکن چونکہ تحدی اللہ نے کی ہے وہ ناکام ہوئے وہ چل نہیں پڑے وہ مجبورا قرآن کو ساتھ رکھنا پڑا تو انھوں نے ایک اعلان کیا ایک ٹھیکے کا اعلان کیا جو بھی اٹھے قرآن کی ترجمہ کریں اس کے اخراجات ہم دیں گے اس کو پیسہ بھی ملے گا مفسر قرآن کا نام ولقب بھی ملے گا اندرونی غیر رسمی اعلان پر سوشلیسٹ کمیونسٹ لوگ آگے آئے تفسیر قرآن کرنے لگے کراچی میں پیپلز پارٹی کا گرویدہ دینی ونگ کا تھینکلنگ پروفیسر کرار حسین، پروفیسر حسن رضوی اٹھے اور تفسیر قرآن لکھنا شروع کیا اس غیر رسمی اعلان میں مسابقہ میں سبقت کرنے کے لئے پیسہ بھی ملے اور مفسر قرآن کا لقب بھی مل جائے۔

ا۔علاقائی صوبائی زبان میں ترجمہ کرنے والے جنھوں نے صرف قرآن کو مستقیم پڑھنے سے روکنے علاقائی زبان میں ترجمہ کیا ہے اس نے عربی سے ترجمہ نہیں کیا ہے کیونکہ عربی ان کو نہیں آتی ہے انہوں نے اردو سے ترجم کیا ہے اگر مترجم شیعہ تھے تو فرمان ومقبول کے ترجے سے ترجمہ کیا ہے اس سلسلہ میں سب سے خطرناک مذموم عزائم رکھنے تراجم سیکولروں کی تراجم ہے پاکستان میں دائیں بائیں باز سیکولروں نے مسلمانوں کو اصل اسلام سے انحراف کرنے اور اپنی نئی ایجاد کردہ افکار کو قرآن کے نام سے پہنچانے کیلئے درس تفسیر قرآن اور ترجمہ قرآں میں مصروف ہوگئے۔جس کی نیت یہ یقین آیا لوگوں کے مراسم ترحیم میں قرآن پڑھنے کو بھی ان کو برداشت نہیں تھا کہ قرآں کیوں پڑھتے ہیں اس کو روکنے کے لئے انہوں نے اردو پارے بنائیں ہیں چنانچہ پروفیسر حسن رضوی نے اس مذموم عمل کو اٹھایا پروفیسر حسن رضوی پیپلز پارٹی کے دینی شعبے کے کارکن ہے کراچی میں سیکولر مفسر بننے والا کراشی یونیورسٹی پروفیسر کرار کے ساتھ تھے ان کو اسلامی

انقلاب سے بھی چڑ تھا اس حد تک وہ سیکولر تھے وہ تفسیر قرآں کا درس دیتے تھے۔

۲۔اصغریہ ارگنائزیشن کے عمائدین شاید کسی دانش گاہ کے استاد ہونگے وہ ایک دن میرے پاس آئے قرآں کریم کا سندھی میں ترجمہ کرنا ہے میں نے کہا کیوں کرتے ہوکس کے لئے کرتے ہوسندھ میں کون پڑھا لکھا ہے جن کو اردو نہ آتا ہو آپ صرف نیشنلیزم کو اٹھانے کے لئے کرتے ہیں وہ ہے ان کے وجود کل کے کل سندھیت کو اٹھانے کے لئے ہے کبھی ان کو اسلام یاد نہیں آتا ہے۔

۳۔ہمارے بلتستان سکردو میں ایک سیکولر اسلام سے چڑنے والے لوگ اس کو کمیونسٹ کہتا ہے وہ کمیونسٹ نہیں ہے اسماعیلی گرائش والے ہیں کمیونسٹ اور اسماعیلی میں فرق یہ ہے کہ کمیونسٹ کو اسلامی نام سے بھی چڑ ہے جبکہ اسماعیلیوں کو صرف خلفاء اور سنیوں سے چیڑ ہے ان کے کل دین سنی کی مذمت ہے وہ یوسف حسین حسین آبادی ہے جس نے قرآں کو بلتی میں ترجمہ کیا ہے ترجمہ کس نے کیا ہے بلتی میں کیا تا کہ وہ خود کو مفسر قرآن پیش کرنے کے لئے چنانچہ بار بار جب ان پر دینی نقد ہوتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے یہ فخر حاصل ہے سب سے پہلے بلتی میں قرآن کا ترجمہ کیا ہے۔

قرآن کریم حسب جاریہ ہر نبی اپنی قوم کی زبان میں تبلیغ کی ہیں ہر نبی کو اسی قوم میں بھیجا ہے سورہ ابراہیم آیت ۴ اللہ نے حضرت محمدﷺ کو عربوں میں مبعوث فرمایا ہے یہ افتخار حضرت محمدﷺ کی رسالت کو حاصل ہے کیونکہ عربی زبان تمام زبانوں سے زیادہ واضح زبان ہے لذا عربی زبان یکی از عناصر اسلام یا جزء اسلام بنی ہے چونکہ حضرت محمدﷺ تمام عالمین کے لئے مبعوث ہوئے ہیں جیسا کہ سورہ اعراف آیت ۱۵۸ سورسبا ۲۸ میں آیا ہے امت کی فکر آ گاہی حیات علمی لغت سے ہوتا ہے قرآن اللہ کا وحی ہے دین اسلام کی کتاب ہے معرفت دین بغیر فھم قرآن ناممکن ہے یہاں سے یہ اشکال یہ سوال پیش آتا ہے غیر عربوں کو دعوت اسلام پہنچانے کا کیا ذریعہ طریقہ ہوگا ایک طریقہ تو یہ ہے جہاں جہاں فتح کرے وہاں لوگوں کو عربی زبان سے سیکھنا لازمی اور واجب گردانیں یہ ایک قسم کی استبداد و استکراہ ہوگی کیونکہ بعض معتصب قوم بان بدلنے پر آمادہ نہیں ہوتا ہے' چنانچہ مرحوم آقائے منتظری فرماتے تھے اہل فارس نصب قومی کی وجہ سے زبان عربی کو قبول نہیں کیا بعض کے لئے ناممکن بھی ہوتا ہے زبان ٹھونسا سبب بنے گا کہ دعوت کو کوسرے سے مسترد کرے۔

۲۔دوسرا طریقہ یہ ہے لوگوں کو رغبت دلائے شوق دلائے ان کی مرضی سے عربیت کو اپنائے

۳۔تیسرا طریقہ ناچارونا گزیر ہے مفاہیم قرآن کو اسی قوم کی زبان میں پیش کرے وہ زبان اور عربی زبان میں انتہائی فاصلہ ہے بلکہ بعض زبانوں میں اتنی گنجائش نہیں کہ وہ معارف قرآن کو اپنے اندر سموئے جس کی مثال یہ ہے دنیا میں رائج

زبان اور مردہ زبان میں کر سکتے ہیں مثلا اردو ایک کی زبان ہے اس میں معارف معانی سمونے کی گنجائش ہے اردو زبان اس وقت پچاس کڑوڑ مسلمانوں کے زبانوں بنی ہے اردو زبان برصغیر میں دیگر زبانوں کی نسبت زیادہ مفاہیم اور معانی پیش کرنے کا گنجائش رکھتے ہس جبکہ علاقائی صوبائی زباین جیسے وہ بلوچی پختونی پنجابی سندھی بلتی شنائی جیسا نہیں ہے۔

یہ زبانیں ایک حوالے سے ایک نیم مردہ زبان ہے یہ یہاں متعصب قائدین کی طرف سے ٹھوسی زبان ہے دوسری طرف سے قرآن ایک کتاب معجزہ ہے جو جن وانس کو تحدی کی ہے جس طرح عرب ایک قرآن لانے سے عاجز ہے تو دوسری زبان بطریق اولیٰ اس جیسے کتاب لانے سے عاجز ہوگا مفاہیم قرآن کو ہو بہو پیش کرنا ناممکن ہے یہاں سے علماء اعلام نے ترجمہ قرآن کی دو نوع بتائی ہے۔

ترجمہ حرفی یعنی آیات وکلمات حرف بحرف ترجمہ کریں اس نوع کی ترجمہ کو علماء نے حرام قرار دیا ہے یہ نہیں کہ سکتا ہے اگر قرآن دوسری زبان میں ترجمہ ہو جائے تو اس کو کلام اللہ نہیں کہ سکتا ہے اللہ نے اس زبان میں تکلم نہیں کیا ہے یہ اللہ پر افتراء ہوگا لھذا غیر عرب والے یہ قرآن جیسا اپنی زبان میں پیش کرے اس وقت بعض تراجم یہاں چلا رہا ہے ایک ناقص ترین ترجمہ ہوگی قرآن کا ترجمہ مفہوم آیات کریں قرآن کریم کا برصغیر ہندو پاک میں دو ہی ترجمہ ہے باقی ان دو کا استنساح ہے یہ دونوں ترجمہ فرقہ باطنیہ کا ترجمہ ہے دونوں کا مقصود قرآن میں کفر وطغیان سے مراد فراعنہ جو آیا ہے اس کو خلفاء ثلاثہ کی طرف پلٹایا ہے فضائل ومدائح مومنین والی آیات کی مصداق آئمہ اللہ اوران کے شیعہ گردانا ہے ان سے عام مسلمانوں کی کراہت ونفرت طفولیت کو کم کرنے یا محمد اضافہ کرنے کی خاطر بعض نے ترجمہ کی ہے۔

ترجمہ قرآن کتاب تفسیر والمفسر ون تألیف شیخ محمد ھادی معرفت جلد اص ۱۱۴ پر لکھتے ہیں ترجمہ قرآن دیگر لغات میں تین مسائل ہیں اھم مسئلہ ہے

۱۔آیا الٰہی کلام جو انتہائی بلیغ ووجیز میں ہے ھدایت ناس کے لئے نزل ہوا ہے اپنے نظم واسلوب میں معجزہ خلدہ ہے جن وانس کو تحدی کیا ہے

۲۔گر بفرض ترجمہ ممکن ہو جائے تو ہر حوالے سے ممکن نہیں ایک قرآن ایک کتاب مسلمین کے حوالے سے اس کا ترجمہ پیش کرنا جائز ہے جس طرح کتب احدین کا اھل کتاب نے نشر کی ہے تورات انجیل کا

۳۔آیا ترجمہ کو وہی احکام ہے جو اصل کو ہے یا نہیں؟ علماء قدیم دور سے عصر حاضر تک ان تین مسائل میں شدومد سے اختلاف پایا جاتا ہے حتی کتب اور چھوٹے چھوٹے رسالے اس بارے میں لکھا ہے اسلئے اصل موضوع میں حاصل ہونے سے پہلے ترجمہ کا تعریف کرنا ضروری ہے ترجمہ بمعنی تبیین وایضاح دوسرے زبان میں ایک دفعہ ترجمہ بمعنی وضاحت لفظی

ایک لغت سے دوسرے لغت میں ۔ایک معنی کا دوسرے لفظ میں معنی کرنا واجب ہے ترجمے میں تمام ابعاد معانی کا احاطہ کرے نکات ودقائق مقصود ومرام قرآن تک احاطہ کرے کنایہ تعریض تحض تحصر تعجیز کے موقع کا بھی احاطہ کرے فصاحت وبلاغت کا بھی احاطہ کرے شیخ معرفت لکھتے ہیں ترجمہ قرآن ایک مشکل ہے اس کے لئے کوئی صالح لائق ملنا مشکل ہے جو دونوں زبانوں پر محیط ہو ذیل میں ہم بعض بزرگ علماء کی اقدامات کا ذکر کریں گے وہ قرآن کا ترجمہ کرنا چاہا لیکن ترجمے کا سلسلہ لغزش ضلالت سے پاک محفوظ رہا ہو نصیب نہیں ہوئی اگر ترجمہ بمعنی مثل تفسیر توضیح تبیین بزبان دیگر اعجاز کے ساتھ ایک قالب سے دوسرے قالب میں پیش کرے

قرآن کے تین پہلو ہیں ایک کلام الٰہی ہے قدوسیت ملکوتیت رکھتا ہے اس کا پڑھنا عبادت ہے

۲ دوسرا پہلو ھادی حق الی صراط مستقیم ہے

۳ تیسرا معجزہ باقیہ حضرت محمد ﷺ ہے

ترجمہ قرآن

بغیر عربی کتاب تفسیر والمفسر ون ڈاکٹر حسین ذھبی جلد اص ۲۵ نقل کلام ایک لغت سے دوسرے لغت میں ھو بھو حرف بحرف بیان کرنا کتاب تاج عروس میں آیا ہے ترجمہ کا معنی کیا ہے ایک کلام کے دوسرے کلمے سے تفسیر کریں جوہری نے کہا ہے ایک کلام کو اس لغت سے دوسرے لغت میں بیان کرے اس حوالے سے ترجمہ خود بخود دو نوعیت بنتی ہیں

ا ترجمہ حرفی ۲۔ دوسرا ترجمہ معنوی

ترجمہ حرفی وہ کلمہ ہے جو آیات کو عربی سے دوسرے زبان میں نقل کرتے وقت عربی کے آیات کے نظم وترتیب اور معانی اصلی کا پاس رکھے رعایت رکھے نظر رکھے دوسرا ترجمہ ترجمہ تفسیری ہے اس کو ترجمہ معنوی بھی کہتا ہے جس میں ایک کلام کے معنی مفاہیم کو دوسرے زبان میں پیش کرتے وقت نظم آیات ترتیب آیات کا خیال نہ رکھے کل آیات کا مفہوم پیش کرے اور آیات کی پورا معانی بھی پیش نہ کرے یہ دونوں جو ایک حوالے سے تفسیر کہا جاتا ہے ترجمہ حرفی اپنی جگہ دو صورتیں ہیں ایک دفعی ترجمہ ترجمہ مثلی ہے ایک دفعی بغیر مثلی ہے ترجمہ حرفی ترجمہ قرآن نظم قرآن کا خیال رکھتے ہوئے حرف بحرف کلمہ کلمے کا اصل معنی اور اس کے اسلوب انداز سب کا پاس رکھے یہ ایک امر غیر ممکن ہے یہ ایک قسم کی تحدی کو جواب دینے کے مانند ہے کیونکہ نزول قرآن کے دو اھداف ہیں ا۔ایک ھدف یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ جو کچھ اللہ سے لائے ہیں یہ کلام کلام محمد ﷺ نہیں ۲ خالص کلام اللہ ہے بشر اس جیسی کلام لانے سے عاجز ہیں جن وبشر سے کہا ہے اس جیسا لاؤ اگر کسی نے اردو میں، ترکی میں، فارسی میں، جس کسی نے قرآن کی نظم واسلوب ترتیب سب کا خیال رکھتے

ہوئے ترجمہ پیش کیا تو گویا اس نے اپنی زبان میں قرآن پیش کیا چنانچہ ترجمہ فرمان کے بارارے میں خود فرمان صاحب یا ان کے معتقدین غلاۃ نے ایس دعویٰ کیا ہے اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا تو اسی صورت میں ہوتا

۲۔ دوسری غایت قرآن ھدایت الناس ہے بشر کی انسانوں کی دنیا وآخرت کی مصالحت صلاح کی ھدایت ہے بیان سے یہ بات تو واضح ہے ترجمہ قرآن سے ممکن نہیں صدق نبوت کو ثابت کرئے یہ ممکن نہیں اس میں غیر لغات کو شریک نہیں ہے ترجمہ حرفی قرآن محال ہے مرتبہ معجزہ سے مرتبہ تدخل تحت طاقت بشر میں دخل ہوگا اور یہ مقصد حاصل نہیں ہوگا اما دوسرا مقصد یہ ھدایت الناس کے لئے ہے جس میں ان کی سعادت دارین ہو جو احکام ارشادات قرآن میں ہے اس کا معنی کرے ترجمہ حرفی میں دونوں مقاصد حاصل ہونا ناممکن ہے اور دوسرے مقصد سے بھی ایک مقصد فوت ہوگا

اہداف وغایات تراجم قرآن:

پہلے یہ عرض کروں گا کیا قرآن کا صحیح ترجمہ ہوسکتا ہے؟ یا ناممکن ہے قرآن اساس وسرمایہ اسلام ہے لہٰذا اس کتاب کا محتویٰ مفاھیم ومعانی ہر کلمہ کو اسلام قبول کرنے والوں کے ہاتھوں میں پہنچنا چاہئے یہ ایک ابتدائی مرحلہ آشنائی بقرآن ہوگا اس میں عقائد احکام اخلاق نظام سے متعلق آیات کو ترجمہ کرتے وقت یہ واضح کریں کہ ہم اس ترجمے میں تمام تر کوشش یہ ہوگی کہ آیات کے مفاہیم مسلمانوں تک پہنچ جائیں کیونکہ ترجمہ حقیقی قرآن کسی زبان میں ممکن نہیں اس ترجمے کو بامعنی مفید بنانے کے لئے ہر ملک میں برجستہ برگزیدہ پر مشتمل جماعت ہو اور ایک ادارہ یا جماعات اس کی سرپرستی اور نگرانی کرتی وہ ہمیشہ ترجموں پر نظارت رکھے اور ہر سقم کی نشاندہی اور ازالہ کریں۔ بلکہ ایک مجلّہ بعنوان ترجمان القرآن ماہنامہ ہو جس میں تراجم کے نقائض ومعائب کی طرف اشارہ کریں۔

اس نوعیت کا ترجمہ ضروری اور ناگزیر ہے بدقسمتی سے یہ کبھی ہوا نہیں ہے اب تک جو ترجمہ ہوئے ہیں وہ انفرادی ہیں اجتماعی نہیں ہیں دوسرا وہ بدنیتی پر ہے' بطور مثال قرآن کا سب سے پہلا ترجمہ انگریزوں نے کیا ہے جو سالہائے سال سے مسلمانوں سے دوبدو میدان جنگ میں رہے اغراض دنیوی کی خاطر اپنی جگہ مختلف متنوع متعدد ہیں اس میں شخص بھی ہوتا ہے اس کی شہرت بھی مقصود ہوتی ہے غیر مسلم طاقتوں کے ایماء واشارے پر بھی ہوسکتی ہے۔ اس سلسلے میں اس میدان میں سب سے پہلے کودنے والے مسیحی غرب ہیں انھیں مسلسل مسلمانوں سے شکست کھانے کے بعد اسلام ومسلمانوں کو عمق وگہرائی سے جاننے کے لئے تاکہ تیر بھدف لگے انھوں نے ترجمہ کو مختلف اھداف ومقاصد لے کے ترجمہ کیا ہے۔

قرآن کریم کا غیر عربی زبان والوں کے لئے ان کی زبانوں میں اب تک بہت سے ترجمہ ہوئے ہیں ان تراجم کے اہداف وغایات کو جاننا چاہئے تو وہ زیادہ تر نیک نیتی اخلاص پر مبنی نظر نہیں آتے بلکہ مذموم عزائم داخلی خارجی شخصی خودنمائی

فکری گروہی نظر آتے ہیں۔

۱۔صرف قرآن کو جاننا چاہتے تھے کہ اس میں کیا ہے تا کہ اس کو رد کر سکے زاویہ علمی ثقافتی جاننے کے لئے چنانچہ کتاب افطار الفرد الفکری علی العالم الاسلامی تالیف صابر طعمیہ ص ۹۰ پر آیا ہے راہب بطرس الغنز ائلی رئیسی دیر کو سونیا نے کلیسا کی دعوت ۱۸۲ کو پہلی ساز کا قرآں اکلاطینی میں ترجمہ کیا یہ ترجمہ دورا رہب روبرات وبرہاں لیکن یہ ترجمہ مخفی رکھا یہاں تک ۱۵۴۳ کو سوسلیز میں ترجمہ ہوا ہے۔

۲۔ زاویہ سیاسی تھے کسی طرح مسلمانوں پر غلبہ حاصل کر سکیں۔

۳۔مذہبی تھے کہ قرآن کو ترجمہ کر کے قرآن کو رد کریں ان کے یہ اہداف وسیع پیمانے پر چلے چنانچہ انھوں نے قرآن کریم کے حرف بحرف کو نشانہ بنایا ہے تمام مغربی ملکوں میں پھلایا اما مسلمانوں میں کوئی شخص قرآن کو کتاب مسلمین ہونے کے ناطے سے اٹھانے کی نیت سے ترجمہ کیا ہوا ایسا ترجمہ کرنے والا ابھی تک تو نایاب ہیں جتنے ترجمے ہوتے ہیں وہ تراجم فرقوں کے ہیں ان کے ترجمہ کا محتویٰ کیا ہے مقاصد کیا ہے مضامین کیا ہیں غرض وغایت کیا ہے وہ خود ان ترجموں کو دیکھنے کے بعد پتہ چلے گا۔

۱۔اھل سنت کے تراجم جنھوں نے اپنا نام اسلام قرآن سے ہٹ کر اھل سنت والجماعت رکھا ہے ہم پہلے اس نام پر توجہ نہیں دے رہے تھے بعد میں جب اس کی وجوہات تلاش کیں تو وجوہات غیر وجیہ پایا پھر مزید تحقیق کرنے کے بعد پتہ چلا بہت مزموم عزائم پر مبنی ہے ہر حالت میں قرآن کو کنارے پر لگانا ہے۔ان کا بنیادی مقصد سنت کو اوپر کرنا قرآن کو نیچے کرنا ہے قرآن کو ایک کتاب ذیلی کرنا ہے لہذا انھوں نے کہا کہ قرآن محتاج سنت ہے لیکن سنت محتاج قرآن نہیں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا مقصد قرآن کو اُٹھانا نہیں سنت کو اٹھانا ہے اس کے بعد ان سے شگاف ہونے والے جو صوفی ہیں انھوں نے تصوف کو لانے کے لئے حلول کو قرآن سے ثابت کیا جس طرح بریلیوں کے ترجمے ان کے بعد دیوبندیوں کے ترجمے اس کے بعد اہل حدیث سب کا مقصد ایک ہے قرآن کو جتنا ہو سکے پیچھے کریں قرآن فہمی کے لئے نہیں۔

۲۔شیعوں کے ترجمے ہیں ان کا مقصد بھی قرآن اٹھانا نہیں ہے ان کا مقصد اپنے فرقے کو اٹھانا ہے' خلفاء کے چہروں کو ممسوخ دیکھانا ہے لہذا انھوں نے پہلے ہی مرحلے میں کہا ہے کہ ہم نے قرآن کو باہر سے نہیں لینا ہے اھل البیت سے لیتے ہیں انھوں نے کہا ہے قرآن ناطق صامت سے بہتر ہے اور چوں کہ قرآن صامت کو اٹھانے کے لئے انہیں سند چاہیے تھا لہذا انھوں نے تفسیر قرآن کہا ہے ان کا مقصد قرآن کو اٹھانا نہیں تھا قرآن کو الماری میں بند کر کے قرآن صامت بنایا تھا پھر ناطق سے قرآن کی تفسیر نکالی ان تفاسیر میں آیات کے معانی مفہوم کو اہل بیت سے بتایا یا اہل بیت اپنی جگہ مجھول ہے۔

نہیں قرآن کے ذریعے اھل البیت کو اٹھانا ہے اگلے مرحلہ ان کی اھل البیت عقیدہ اھل البیت مکمل نہیں ہوتا ہے جب تک دشمن اھل البیت خلفائے کو دائرہ اسلام سے خارج نہ کریں اور چونکہ وہ اقلیت میں ہیں خلفاء کو ماننے والے اکثریت میں تو وہ کھلم کھلا صاف انداز میں ان کو کافر فرعون نمرود نہیں کہہ سکتے انھوں نے ان ناموں کو دینے کے لئے قرآن کو لفافہ بنایا ہے چنانچہ مقبول فرمان جوادی بلاغ مبین ان میں دیکھیں گے تو آپ کو نظر آئے گا انھوں نے قرآن کو نہیں اٹھایا ہے اھل البیت کو اٹھایا ہے۔

یہاں صرف دو ترجمے کی طرف اشارہ کرتا ہوں کراچی میں ایک گروہ دانشوراں سیکولر حکومت اسلامی کے قیام کا مذاق اڑانے والا پارٹی کے تھینک تینک پروفیسر کرار صاحب کو جو کسی یونیورسٹی کو چانسلر تھے جو قرآن کریم کو سیکولر قرار دینے کے لئے درس قرآن دیتے تھے اور ان کو مفسر قرآن تعارف کرتے تھے انھیں میں سے ایک پروفیسر حسن رضوی صاحب انھوں نے قرآن کو پارے بنائے تاکہ جہاں جہاں ختم قرآن ہوتا ہے قرآن کو اردو میں پڑھے انھوں نے اپنی کاوش پیش کی اللہ نے انھیں ناکام کیا انھیں ان میں سے ایک واہ فیکٹری کے ایک ملازم ھومیو پیتھیک کے ملازم آسان کے شائق تھے ہمارے واہ میں قیام کے دوران انھوں نے چند آیات تلاوت کرنے کے بعد اس کا اردو ترجمہ بھی از بر پڑھا تو میں نے اس کو سراہا تاکہ آگے جا کے مثبت نکلے خود کو زیادہ قرآن پر لگاؤ حاصل کرے اور معاشرے میں قرآن کا بول بالا ہو جائے ابھی ان کی تعریف ہو کے زیادہ نہیں گزر تھی۔

اس نے اپنا تعارف مفسر قرآن پیش کرنا شروع کیا۔

۲۔ قرآن کی آیات ایک دوسرے سے مربوط و منظّم ہے بلکہ ایک سورہ دوسرے سورے سے مربوط ہے' یہی نظم و ربط آیات دسورا اعجاز قرآن کریم ہے اس تناظر میں ہم سورے کوثر کی بیچ کی آیات کو لیتے ہیں فصل لربک وانحر کہا اپنے پہلے آیت انا اعطینک الکوثر سے کیا ربط ہے اس کا اپنا آخر آیت سے انا شانئک ھوالابتر سے کیا ربط ہے۔

۳۔ فصل اپنی جگہ ایک صرف اور فعل سے مرکب ہے ف اور جلی دونوں معنی میں آیا ہے لغت عرب میں صیغہ مفرد مذکر صیغہ امر ہے لیکن لفظ صلوت کا عربی میں معنی کیا ہے صلی کے دو معنی ذکر کئے ہیں ایک کباب کرنے کے معنی میں آیا ہے دوسرا دعا کرنے کے معنی میں آیا ہے اور یہاں کس معنی میں استعمال ہوا ہے یہاں جو معنی استعمال ہوا ہے وہ اپنے پہلے والے جملے سے کیا رشتہ ہے یہاں یہ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے یہ دیکھیں گے ک کتاب المنان فی الدفاع عن القرآن تالیف آیت اللہ سید شہید محمد صدر کی اس تفسیر ص ۱۴۵ پر آیا ہے۔

آیت اللہ محمد صدر نے کتاب المیز ان سے نقل کی ہے ان مفسرین میں شدید اختلاف ہے بعض نے خیر کثیر بعض نے جنت میں ایک نہر بعض نے جنت میں پیغمبر کا حوض' بعض نے محشر پیغمبر کا حوض' بعض نے کثرت اولاد' بعض نے اصحاب واتباع' قیامت تک بعض نے تخفیف شرائع' بعض نے اسلام بتایا ہے بعض نے توحید بتایا ہے بعض نے علم وحکمت بتایا ہے بعض نے مقام محمود بتایا ہے بعض نے پیغمبر کے نور قلب بتایا ہے دیکھو کلمہ کوثر مادہ کثیر کا صیغہ مبالغہ ہے یعنی بہت بہت زیادہ دیا ہے بہت بہت زیادہ معنی بنتا ہے کہ ختم نہ ہونے والی چیز ہے تو اسکی مناسبت میں ختم نہ ہونیوالی چیز کے مقابلے میں کہا ہے تو اس عطا شدہ کے اس مناسبت سے فصل کا معنی کیا بنے گا۔

والنحر جو ہے نحر اصلی لغت میں اس کا معنی کیا ہے اور جو معنی کرتے ہیں قربانی میں اونٹ ذبح کرو قربانی میں اونٹ نحر کرنے کو کہا ہے تو یہ دیکھنا ہے کہ قربانی کی معنی اونٹ ذبح کرنا ہے یا اس کا کوئی اور معنی ہے اور قربانی کا معنی کرنا اس کا ایک مصداق ہے۔

۴۔ فصلی اگر اس کا معنی نماز ہے آیا نماز قرآن میں پانچ اوقات میں پانچ نماز ہے کونسی نماز مراد ہے' واضح ہونا چاہیے ہمیشہ نماز کے بعد زکات آیا ہے قربانی کا ذکر کہیں بھی نہیں آیا تو یہاں قربانی کیوں آیا ہے اس کے بعد نماز پڑھو اور قربانی کرو نماز پڑھنے اور قربانی کا ذکر کرنے کے بعد آپ کے دشمن ختم ہونگے یہ کیسے ہونگے کیا ربط ہے یا ہیں تو الٹا ہو گیا ہے۔ اس وقت دنیا کی کل آبادی ساڑھے سات ارب بتائی جاتی ہے جن میں سے ایک ارب سے کچھ زیادہ مسلمان ہے جن میں مسیحی زیادہ ہے مسیحی اور یہود کو اللہ نے محمد کا دشمن کہا ہے مسیحی اس وقت سب سے زیادہ ہے مسلمان صرف ایک عرب ہے مسلمانوں میں قادیانی وآغا خانی اور ان کو ہم حضرت امام سخت ترین دشمن محمد ہے کھلا فرقے محمد سے محبت میں منافق ہے وہ پیروی کے لئے اسوہ اہل بیت یا اصحاب واتباع کو پیش کرتے ہیں۔ تو اس حوالے سے دشمنان محمد بڑھ گئے ہیں کٹا نہیں ہے اس حقیقت کے تناظر میں شانئک ھوالابتر کیا ہوگا۔

ماقی ہماری مذاکرات میں ہے اب یہ ہے کہ نماز پڑھو اور قربانی کے لئے اونٹ ذبح کرے آئیں دیکھتے ہیں کہ یہ ترجمہ میں نہیں کہتا ہوں کہ ڈاکٹر ردائی نے کی ہے ڈاکٹر ردائی نے دیگر ترجموں سے لی ہے بلکہ اکثر تفاسیر شیعہ وسنی سے لی ہے یہ اندھی تقلید ہے انھیں یہ ترجمہ کرنے کیلئے سمجھنے غور وخوص کرنے کی زحمت نہیں ہوئی ہے میں اس سلسلہ میں عرض کرتا ہوں اہل فکر ودانش سے قرآں کا تفسیر عربی زبان سے ہونا چاہیے جو ترجمہ جس زبان میں کرتے ہیں وہ اس لفظ سے نکلنا واضح ہو قرآں الفاظ کو پس پشت ڈال کر اپنا ایک مفہوم پیش کرنا تورات وانجیل جیسا ہے قرآن عربی زبان میں آئی ہے قرآن کی ان آیات میں قرآں کو اضح البیان بنایا ہے چندین آیات میں آیا ہے کہ قرآن تنہا خود واضح نہیں بلکہ واضح کنندہ ہے۔

ڈاکٹر اسدردائی

۴۔ڈاکٹر اسدردائی واہ کینٹ کے ساکن ہے آپ سے تعارف جناب محمد علی نقوی صاحب کی والدہ کی مجلس ترحیم میں ہو اجہاں آپ کوتلاوت قرآن کے لئے بلایا تھا آپ نے کچھ آیات کی تلاوت کی پھراس کا ترجمہ بھی پیش کیا وہاں ہم نے ان کوسراہاماشاءاللہ آپ نے ترجمہ اچھا کیا میرا یہ جملہ ان کے لئے اس عورت کی جملہ مانند بن گئی جس عورت نے اپنے بچے سے کہا میرے بچے کی آنکھ بادام جیسی ہے تو بچہ نے کہا امی مجھے بادام دے دو وضدی ہوگیا مجھے بادام دے دو میں نے بادام کھانا ہے ڈاکٹر صاحب کوبھی ایسا ہوا کہ میں نے اب مفسر بنا ہے اس کے بعد دونوں الگ تھلک ہوئے کبھی کبھار ملاقات ہوتی بھی تھی لیکن قرآن کے بارے میں گفتگونہیں ہوئی تھی میں واہ چھوڑ کر کراچی آیا ایک دن آپ کا فون آیا یا مجھے یادنہیں آپ کوخوشخبری ہومیری ترجمہ قرآن پر قبلہ محمد حسین صاحب نے تفریظ لکھی ہے میں پریشان ہوگیا کہ میں اس کو کیا بولوں کس زبان میں ان کواس خیانت بقرآن سے روکوں ایک ہومیو پیتھک کا ڈاکٹر جس کا کوئی پڑھائی نہیں ہوتی ہے چند کتابیں پڑھ کے طبابت کرتے ہیں جس نے کسی عربی درستگاہ میں پڑھا نہیں ہے۔وہ آ کے ترجمہ قرآن کرے۔
اگر قرآں سے نا آشنا درس قرآں نہ لینے والے نیند سے اٹھ کر قرآن کا ترجمہ پیش کرے تو یہ سلسلہ کہاں رکے گا اگر آگے جاکے روکیں تو کہتے ہیں آپ نے پہلے دن کیوں نہیں روکا سوچ بچار کر کے ہم نے ان کو خط لکھ کر بھیجا میرا آپ کونصیحت ہے کہ آپ اس ترجمہ کوکوڈ کرکسی بوری میں ڈال کر دریا میں پھینکیں میرا یہ جملہ آپ کونصیحٹ تونہیں بنی بلکہ ایک کلمہ مادہ حقدوکینہ بنا اپنے دوست احباب سے ملاقات کے دوران میرے عقائد کونشانہ بناتے سنا عرصہ دراز گزارنے کے بعد آپ کا فیس بک پرمحمد علی نقوی سے مکاتباتی مباحثہ مناظرہ میں مجھے نشانہ بنایا تھا شرف الدین موسوی کی کتابیں تضاد ہیں تضاد کی مذمت کے لئے نساء کی آیت ۸۲ کی ترجمہ غلط کر کے پیش کیا تھا یعنی کسی کتاب میں تضادنہیں ہونی چاہیے جبکہ آیت فرماتی ہے کہ اللہ کی کتاب قرآن کے ماسوائے ساری کتابوں میں تضاد پایا جاتا ہے توانہوں نے خودکواس وقت واہ میں بہترین مترجم پیش کیا تھا اپنے آپ کا محقق قرآن کا تخلص رکھا تھا۔
میں نے ان کولکھا ہے آپ نے عربی کوپڑھا نہیں ہے آپ نے دیگران کے ترجمہ کوکاٹ کاٹ کر کے اپنا ایک ترجمہ بنایا ہے جس پر آپ کوغصہ آیا ہے اور آپ نے کہا تھا میں سب سے بہتر ترجمہ کرنے والا ہوں اور عربی سے ترجمہ کرتا ہوں آپ سے بہتر ترجمہ کرتا ہواس میں آپ سے بہتر ترجمہ کرسکتا ہوں مجھے اس پر غصہ نہیں آئی چونکہ میں قرآں کا ترجمہ نہیں کرتا ہوں چونکہ میرا اردو وعربی دونوں اچھا نہیں بہت سے لوگوں نے مجھے پیش کش کی تھی کہ قرآں کا ترجمہ کریں شاید یہ قرآن کے خاطر نہیں ہونگے آغاخان اور قادیانی کے ہونگے وہ کوئی بھی قرآں سے کھیلنے کے لئے تیار ہوجائیں وہ پیش کرتا

ہے۔شاید ہم دونوں کو پیش کرنے والے دونوں آغا خانی قادیانی ہوگا۔
لیکن اس کو قرآن کی حقائق معارف کو بنیاد سے اٹھانے کیلئے قرآن کے اصلی زبان عربی پر عبور ضروری ہے اس میں ابھی واضح نہیں ہوا ہے لیکن عربی انھوں نے کہیں نہیں پڑھی ہے اب وہ دعویٰ کرنے لگے میں عربی بھی جانتا ہوں اور قرآن کے ترجمے بھی عربی سے کرتا ہوں جبکہ اس سے پہلے بھی انھوں نے یہ کہا تھا ہم نے آسان ترجمہ یاد کیا ہے ہم نے انھیں اس عظیم کام میں مداخلت نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا وہ مشورہ انھوں نے ان کی شوق کی خرمن پر میزائل جیسا گرا اب وہ میرے بارے میں سخت غلاظتی الفاظ سے یاد کرنے پر اکڑے ہیں مجھے اس کا کوئی چنداں پریشان نہیں کیونکہ اس وقت پاکستان کے علاوہ بیرون ملک میں بھی میرے خلاف گند کلمات اتھامات افترائات باندھنے والے بہت ہیں جناب ڈاکٹر صاحب بھی انھی میں سے ایک فرد ہوگا چنانچہ اس سلسلے میں حال ہی میں ہمارے ایک پرانا دوست ملک مسعود نے فیس بک پر ایک پیغام بھیجا تھا۔
ہم ان کو ایک بہت ہوشمند عقل مند اچھے تجزیہ نگار سمجھتے تھے انھوں نے ہمیں اس سلسلے میں قصہ کہانی بھیجے تھے انھوں نے اپنی بیٹی کو قرآن حفظ کروانے پر لگائے تھے میں نے اس کی مخالفت کی یہ کام اچھا نہیں کہا حافظین کی تاریخ اچھی نہیں ہے وہ صرف لقلقے کی حد تک ہے دین شریعت سے دور رہتا ہے قرآن کا مزاق ہوتا ہے چونکہ ان کا عمل اور قرآن میں تطابق نہیں ہوتا ہے حفظ ایک آیت کی وضاحت کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے ان سے بھی خطرناک بات یہ نکلی کہ انھوں نے اپنی بیٹی کا نام انعمت زھرا رکھا یہ نام بھی شرک ہے ڈاکٹر صاحب نے میرے اس خدشے کو مسترد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شرف الدین پروحی تو نہیں ہوتی ہے میرے اندر کی باتیں نیتیں سوائے اللہ کے کوئی بھی نہیں جانتا ہے ان کو کہاں سے پتہ چلا لہٰذا شرف الدین کا یہ کہنا کہ میں مفسر بننے کی خواہش رکھتا ہوں یہ ایک افتراء بدگمانی ہے جس کی قرآن نے مذمت کی ہے یہاں سے وضح ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب فہم قرآن کا سادہ سادہ بھی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔
۱۔ظن وگمان ہمیشہ غلط نہیں ہوتا ہے اس لئے قرآن میں آیا ہے بعض ظن گناہ ہے سارے ظن گنا نہیں چنانچہ قیامت لقاء اللہ پر ایمان رکھنے والوں کے مدح میں یظنون آیا ہے ان کے ظن کی تعریف کی ہے سراہا ہے
۲۔آپ نے میرے دیکھے سنے بغیر ساری باتیں غلط ہونے کا لگایا ہے یہ فکر فکر وجودیہ ہے مادہ پرستوں کا فکر ہے جو سننے دیکھنے میں نہیں آتا ہے وہ سب خرافات جھوت ہے
۳۔ ہر چیز سماعت بصارت پر محیط منحصر نہیں ہوتا ہے عقل بھی کوئی چیز ہے لھذا اللہ نے مشرکین کی مذمت کی ہے کہ تم لوگ کیوں عقل نہیں کرتے

۴۔قرائن وشواہد نشانیاں بھی کوئی چیز ہوتی ہیں اللہ کو کسی نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ سے کسی نے سنا نہیں ہے اس کے باوجود اللہ پر ایمان قرائن وشواہد نشانیوں سے کرتے ہیں مثلاً قرآن کریم کو ہم نے اللہ کی زبان لا زبان سے نہیں سنا ہے پھر بھی کہتے ہیں اللہ کا کلام ہے۔

۵۔آپ کے کہنے کے مطابق اگر یہ درست قرار پائیں گے تو ملک کے سارے تفتیش کنندہ گان سے کہہ سکتا ہے تم نے کہاں سے دیکھا ہے کہاں سے سنا ہے ملک میں مجرمین کہتے ہیں ہم نے کرپشن نہیں کی ہے ہم نے قتل نہیں کیا ہے ایک پایہ ثابت ہو جائیں تو ہم مستعفی ہوتے ہیں باہر ملکوں میں ان کی املاک جائداد ہیں بتائیں یہ جائداد کہا سے لی ہیں کیسے لی ہیں اگر آپ کی بات صحیح ہے تو آف شور والے صحیح ہے اور ان کا مقدمہ چلانے والے ادارے غلط ہے

۶۔پاکستان میں ڈاکٹر صادقی کا کوئی نام لینے والا نہیں تھے ان کے نام ہماری وجہ سے متعارف ہوئی ہے ہمارے مخالفین نے مجھے مطعون کرنے کے لئے ان کے شاگرد بتائے ہیں میں ان کا شاگرد رہا ہوں لیکن ہم نے ان کی تقلید نہیں کی ہے ڈاکٹر صاحب نے ان کا سنا ہے نہ ان سے درس لیا ہے؟ لیکن خود کو منفرد پیش کرنے کے لئے ان کا مقلد تعارف کیا ہے کہ میں ان کا مقلد ہوں کچھ دیر کے بعد یہ کہیں میں خود مجتہد ہوں

۷۔آپ نے اپنی ترجمے کو سند دینے کے لئے قبلہ آقائے محمد حسین فقیہ غلاۃ کا تقریظ لکھوایا ہے قبلہ محمد حسین صاحب کی علمیت کے بارے میں ہمیں کسی قسم کی اشکال نہیں شک نہیں وہ بڑا عالم ہے لیکن ان کی عقائد شریعت فقہ شریعت کے مصادر مأخذ سارے غلاۃ والے ہیں محدث نوری کی مستدرک وسائل وسائل عاملی تفسیر امام حسن عسکری تفسیر قمی ہے آپ کے تفسیر پڑھنے آنے کے بعد پتہ چلے گا نعوذ باللہ قرآن کے ساتھ کیا کیا روا رکھا ہے یقین تو نہیں آتا ہے قرائن وشواہد بتاتے ہیں آپ کی تفسیر وہی تفسیر نکلیں گے جو اس وقت پاکستان میں پرویزی چلا رہا ہے جہاں بے سروپا لوگوں کو درس قرآن کے نام سے اٹھا رہے ہیں۔

۸۔ڈاکٹر اسدردائی صاحب دعوائے فہم قرآن کرتے ہیں وہ کیسے ائمۂ اطہار اللہ کی طرف سے منصوص ہیں یہ استدلال آیات متشابہات کا شان نزول سے ہر وہ شخص جو آیات متشابہات سے اپنا مطلب نکالتے ہیں اس کے بارے میں قرآن فرماتے ہیں ان کے دلوں میں میل وکچیل ہے ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا کہ مجھ پر تہمت افتراء باندھا ہے آپ یہ بتائیں یہ جو بغض وعداوت نفرت خلفاء کے بارے میں رکھتا ہے کہ قرآن کی کس آیت سے استناد ہے قرآن سے تو استناد نہیں ہے غالیوں کی تفسیر سے مستند ہے۔جن لوگوں نے خلفاء کو اپنے لعن وسب وشتم کا نشانہ بنایا ہے حضرت علی کے ماسوا کوئی بھی صحابی بتادو ان کے پلے کے برابر ہے وہ فیس بک پے لگادے۔

ہمیں اپنی نااہلی ونالائقی پر اعتراف ہونے کی وجہ سے ایسے عمدی بد نیتی خیانت والی کام غلطیاں کم ہوئی ہے مدرسہ بنانے باہر جانے والی پیشکش کو مسترد کیا تھا لیکن میں نے ان کو آزمانے کے لئے چند آیات پیش کئے ہیں کہ آپ ان کا ترجمہ کر کے دے دیں دیکھیں وہ ترجمہ اپنی طرف سے عربی سے کرتے ہیں یا ترجموں سے اٹھا کے کرتے ہیں ان میں پہلے سوال سورہ کوثر کی بیچ کی آیات تھی فصلی لربک والنحر اس کا ترجمہ کریں جس میں انھوں نے لکھا میں اس کا سادہ سا ترجمہ یہ کرتا ہوں۔

اسد ردائی

ڈاکٹر اسد ردائی نے لکھا ہے شرف الدین پر وحی تو نہیں ہوتی ان کو کیسے پتہ چلا کہ میرے دل میں کیا ہے میرے دل میں جو کچھ ہے ملک مقربین کو بھی پتہ نہیں ہے ان کا یہ منطوق عقل وتجربہ اسباب تحققات سے ناواقفیت کی دلیل ہے جو چیز انسان کے حواس میں نہیں آتا ہے وہ اس شخص کے افعال کردار روزمرہ تکیہ کلام کی تکرار سے حد یقین کو پہنچا تا ہے سب سے پہلے انسان کا غیوبات پر علم ظن انسان کے اندر خود بخود پیدا نہیں ہوتا ہے بلکہ قرائن وشواہد سے طاری ہوتا ہے جتنا قرائن وشواہد میں اضافہ ہوگا اتنا ظن قوی ہوتا جائے گا ظن کی قوت جب آخر کو پہنچتا ہے تو یقین کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے انسان کا امور غائبہ پر علم طبعیّت انسان عادت انسان سے حاصل کرتا ہے ان کے دیگر افراد سے تعلقات روابط سے اندازہ کر لیتا ہے اگر کوئی بھی آراء شواہد قرائن آثار نظر نہیں آئیں تو ظن بھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

اسد ردائی

ڈاکٹر اسد ردائی نے دعویٰ کیا ہے کہ میں قرآن کا ترجمہ مستقیم عربی سے کرسکتا ہوں کوئی شخص آیات کا ترجمہ اردو میں پڑھنے کے بعد اس کو عربی الفاظ کا معنی یاد ہو جائے یہ ایک ممکن ہے لیکن مشکلہ یہاں ہے کہ عربی میں کلمات کی ایک کلمے کی چندین معانی بیان کرتے ہیں چنانچہ اس میں حرف اسم فعل میں کوئی فرق نہیں ہے یہ ایک قدیم زمانے سے عصر حاضر تک ایک بحث چلی آرہی ہے یہاں تک بعض کے لئے بہت سی معانی بیان کی ہیں یہاں سے انسان شبہے میں پڑ جاتا ہے کہ کونسی معنی مراد ہے ان میں بطور مثال کلمہ عین، ولی، عرض، وجہ ہیں یہ بحث عربی سے تجاوز کر کے قرآن میں بھی اختلاف کی ہے بطور مثال کلمہ ارض کے لئے سترہ (۱۷) معنی قرآن میں ذکر کی ہے ۲۔ کلمہ امر کے لئے بیس معنی ذکر کی ہیں ۳ ولی کے لئے گیارہ (۱۱) معنی ذکر کی ہیں ۴۔ کلمہ وجہ کے لئے چھے (۶) معنی ذکر کی ہیں اس کلمہ ظن کے لئے صاحب وجوہ و تفاسیر نے چار معنی بیان کیا ہے یقین شک حسب تہمت

تو جس نے عربی پڑھا نہیں ہو کیسے تمیز کریں گے جبکہ ہر لفظ کے ایک معنی حقیقی ہوتا ہے اور حد سے زیادہ معنی مجازی ہوتے ہیں جس کا کوئی حد نہیں کسے تمیز کریں گے یہاں معنی حقیقی مراد ہے یا معنی مجازی۔

آپ اپنے رب کے نماز پڑھ اور قربانی کر اور نحر سے مراد اونٹ کو نحر کا حکم دیتا ہوں جو قربانی کے معنوں میں سے ہے شیعہ سنی کی مشہور روایات کی بنا پر نبی کریم نے حجت اولوداع کے موقعہ پر ۱۰۰ اونٹ قربانی کئے تھے۔

اسد دردائی کا دعویٰ کہ میں عربی سے مستقیم ترجمہ کرتا ہوں آپ سے بہتر ترجمہ کر سکتا ہوں آزمانا چاہے تو آزمائے آزمانے اس کے لئے پہلے مرحلے میں لئے سورہ کوثر کی دوسری آیت پیش کی تھی تا کہ ان کا حق ضائع نہ ہو جائے آپ کے ترجمہ اور تفسیر سے صرف یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ قرآن سے کتنا دور ہے بلکہ یہ بھی اندازہ ہوا کہ آپ قرآن کے بارے میں مذموم عزائم رکھتے ہیں ایک دشمن اسلام کی طرف سے آپ کو پیش کش ہے کسی کی بات نہ سنے منہ پے جو آتا ہے بولے ملک جنگل مولا ہے کوئی کسی کا نہیں بگاڑ سکتا رائج نظام اجتہادی میں لام علم صرف ونحو اصول فقہ علم استخراج احادیث کے تمام سلسلے کو چھوئے بغیر مجتہد بننا اور نت نئے فتویٰ بغیر کسی سند واستناد کے میں سمجھتا ہوں کہہ کر فتویٰ سے معلوم ہوا مزید اطمنان کے خاطر میں نے چند اور آیات بھی ان کو پیش کیا گر چہ تمام علمائے اسلام نے ترجمہ حرفی کو ناممکن اور ناجائز قرار دینے والے ترجمے کو آپ نے یہ کہہ کر انتخاب کیا کہ ہم قرآن کو آسان کرنا چاہتے ہیں اس کا مطلب یہ قرآن آپ کے لئے مسخر ہے قرآن کو آسان کرنا مشکل کرنا دونوں تعدی وتجاور بقرآن ہے یہ کسی کو آسان کرنے کا حق جس طرح مشکل کرنا کا حق بھی نہیں۔

انتخاب کیا ہے لہذا مزید ان کو آزمائش کرنے کی ضرورت نہیں تھی تا ہم کچھ آیات قرآنی کی ترجمہ تفسیر کلمات آیات سے نہیں سیاق وسباق سے بھی نہیں صرف اور صرف جعلی خود ساختہ شان نزول سے چلایا ہوا ہے دیکھوں وہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں وہ ترجمہ آسان پے قناعت نہیں کی ہے بلکہ مترجم کے ساتھ مفسر بھی لگانے کے لئے حاشیہ بھی لگایا ہے علماء نے ترجمہ وتفسیر قرآن کے لئے عربی زبان میں عبور کو پہلی شرط گردانا ہے یہ شرط آپ اور میرے دونوں میں مفقود ہے لیکن فرق اتنا ہے مجھے اپنی نادانی پر اعتراف واقرار ہے لیکن آپ کا اصرار ہے پڑھے بغیر رات کو جاھل صبح عالم ہونے والوں کی صف میں شامل ہو جائے اس پاکستان میں ہزاروں کی تعداد میں عربی اور اردو میں اعلیٰ معیار پر فائز علماء ہیں ان میں سے کسی کو ہمت نہیں ہوئی کہ وہ قرآن کا ترجمہ پیش کریں ان میں سے دو قابل قدر فاضل علماء نے بھی اپنے علم پر بھروسہ کر کے ترجمہ نہیں کی ہے بلکہ فرقے کی دباؤ میں آ کر کی ہے جو کسی کے دباؤ میں آ کے کسی خاص فکر کو لے کے قرآن میں تدخل کرتے ہیں اسی کا نام ہے تفسیر برائے۔ ہم نے آپ جیسا حقائق کو الٹ پلٹ کر کے پیش کر کے دیکھا ہے آپ

نے پروپگنڈہ کیا ہے کہ میں قرآن اٹھانے کے خلاف ہوں قرآن شناسی کے خلاف ہوں ہم آپ جیسے عربی اارد و ادب سے اجنبی والوں کوتصدی ترجمہ وتفسیر کرنے کے خلاف تھے میں نے جوحوصلہ افزائی کے خاطر بعض نااھلوں کی حوصلہ افزائی کی تھی یہ میرا بڑا گناہ تھے جس کا میں استغفار کرتو ہوں کیا لیکن آپ کے حوصلہ افزائی میرے اُپرکوہ ہمالیہ جیسا گرا جس کا استغفار میں نے استغفار کیا مزید آپ کے ترجموں کی غلطیوں کونکالنا عقلاً صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں اگرکسی کے پاس وقت ہوتو یہ دیکھیں کل ترجمہ وتفسیر میں کتنی صحیح کہا ہے اب تک آپ جیسا اھانت وجسارت پر تلے انسان نہیں دیکھا تھا لیکن میں یہ محسوس نہیں کرر ہا ہوں کہ آپ کا وجود قرآن کے لئے خطرہ ہے کیونکہ اللہ نے خود وعدہ دیا ہے قرآن کو کھیلنے والوں سے ہم خود بچائیں گے۔

پاکستان آرڈیننس کے فیکٹری کے ۶ گریڈ کے ملازم ایک ہومیو پیتھک ڈاکٹر جناب ڈاکٹر اسدروائی نے ایک دن انھوں نے ہمیں خوش خبری سنائی میرے ترجمہ قرآن مکمل ہوگئے ہے امام غلاۃ پاکستان آپ خود اپنی جگہ مفسر ہیں۔

آپ کی روایت کے مطابق ان کے نزدیک قرآن سے زیادہ قرآن کورد کرنے والا محدث نوری زیادہ واجب الاحترام ہے اس ملکی نامور شخصیت نے علی اسدروائی کے ترجمہ پرمقدمہ توثیق لکھی ہے تو ہم نے ان کومشورہ دیا اس کو ھاوند میں کودیں اوراس کو بوری میں ڈالیں اور دریا میں پھینکیں اس کے بعد رابطہ ٹوٹ گیا معلوم نہیں کیا ہوا

دیکھتے ہیں دیگر چند آیتوں کی جو آپ نے ترجمہ کی ہے

نحر نون، حا، را۔ایک کلمہ ہے جس کے مختلف معنی ہے نحر انسان کے سینے کے اُپر یہ جوگلا ہے اسکو کہتے ہیں اس کا جمع نحور آتا ہے یہ دورگ ہے جوگھوڑے کے سینے کے اُپر ہوتا ہے والنحر ایک دوسرے کے جان پڑنے کو کہتے ہیں مہینے کے آخر کو کہتے ہیں عالم ودانا کو کہتے ہیں آپ نے قربانی کو کہاں سے نکالا مجموعی طور پر نماز اور قربانی کا کوثر سے کیا ربط ہے۔

ڈاکٹر اسدردائی

ڈاکٹر اسدردانی نے سورہ کوثر کی درمیانی آیت کے بارے میں لکھا ہے میں تو اس کا سادہ ترجمہ کرتا ہوں اس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر اور انحر سے میری مراد اونٹ کو نحر کرنے کا حکم دیتا ہوں شیعہ سنی کی مشہور روایت کی بنا پر نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اس حکم کے مطابق سو اونٹ قربانی کئے تھے میں نے یہ بھی کہا اگر وانحر سے مراد موسوی صاحب اختلاف لغات کے حوالے سے نماز میں ہاتھ باندھا کرتے ہیں تو میں کبھی کبھی ہاتھ باندھتا ہوں اور اس کو حرج نہیں سمجھتا اگر موسوی صاحب کا مقصد لغوی پیچیدگیوں فلسفیانہ موشگافیوں سے الجھاتے ہوئے قرآن کو نہایت

مشکل ثابت کرنا ہے تو مجھے اس سے اختلاف ہے موسوی صاحب یہ تأ ثر دینا چاہ رہے ہیں کہ قرآن خصوصا غیر عربوں کے لئے قابل فھم نہیں اور یہ اھل حق اور قرآن کو مشکل قرار دے کر اس واحد معیار ھدایت سے دور ہٹانے والوں کا بنیادی اختلاف ہے اگر قرآن کا ترجمہ ممکن نہیں بلکہ اس میں ابھام ہی ابھام ہے تو پھر قرآن معیار نہیں بن سکتا تو پھر موسوی صاحب قرآن کو معیار ماننے کے خلاف ہے تو موسوی صاحب یقیناً اپنے آپ کو معیار بنانا چاہتا ہے جو باطل و مردود ہے قرآن کریم جن و بشر اور خاص کر اھل عرب کے لئے معجزہ ہے قرآن معجزہ ہے یعنی کس چیز میں معجزہ ہے اس سلسلے میں اس جواب میں محو ہونے والے فصحاء بلغاء عرب نے لکھا ہے سب سے پہلا معجزہ قرآن کی آیات کا نظام ہے ایک آیت دوسرے آیات سے مربوط ہے جس طرح تسبیح کے دانے ایک دوسرے سے مربوط ہے حتی اس موضوع پر نظم قرآن کے نام سے موسوعات اور منفرد وجود میں آئی ہے بعض نے مجلدا تبعض نے چھوٹی چھوٹی کتابیں لکھی ہیں ان کا کہنا ہے قرآن کی ایک آیت کا دوسرے سے مربوط ہونا تو مسلمہ ہے لیکن ایک سورہ دوسرے سورے سے مربوط ہے ایک آیت دوسری آیت سے مربوط ہونے کے تحت ﴿فصلی لربّک والنحر ﴾ پہلی آیت ﴿انا اعطینا ک الکوثر ﴾ سے ربط ہونا ضروری ہے اسی طرح ﴿انا شانئک ھوالا بتر ﴾ ﴿فصلی لربّک والنحر ﴾ سے مربوط ہونا ضروری ہے

۱۔اگر اس چھوٹی سورے میں ان تینوں میں ربط نہ ہو تو پورے قرآن میں ربط کا دعویٰ غلط ہوگا

۲۔قرآن کریم کی ان آیات میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو عربی میں بھیجا تو کسی شخص کا عربی پڑھے بغیر قرآن کا مترجم و مفسر بننا چاہے یا کہے کہ بن سکتا ہے تو اس کے لئیے مناسب القاب خود اھل فکر و دانش اور عقلاء رکھے

۳۔قرآن کی ایک کلمے کا بلکہ عربی زبان کے ایک کلمے کا چندین معانی کرتے ہیں

امعنائے مطابقی کلمہ ۲۔معنیٰ تضمنی کلمہ ۳۔معنائے التزامی کلمہ ۴۔معنائے اشاری کلمہ ۵۔معنائے معنیٰ ۶۔معنائے مجازی کلمہ یہ اقسام معانی عربی زبان اور قرآن دونوں میں جاری ہے

۴۔ردائی صاحب کا شرف الدین لغت کی اختلافی معنی موشگافی معنی کریں گے تو ہم نہیں مانیں گے تو آپ کے لئے بشارت ہو کہ آپ جیتے ہی رہیں گے آپ واہ میں رہتے ۔لاہور میں ایک آدمی نے صادقی صاحب کے توضیح المسائل کا اردو میں ترجمہ کیا تو آپ نے فوراہی اپنے آپ کو مقلد صادقی پیش کیا اسلئے نہیں کہ ان کی فقہی مبانی قرآن سے قریب ہے واقعیت اور حقیقت سے قریب ہے اس لئے نہیں کہ حقیقت کیمطابق ہے بلکہ خود کو منفرد پیش کرنے کے لئے ہے کہ میں عام لوگوں سے منفرد ہوں ابھی آپ میرے جواب میں لکھا ہے کہ میں کسی کا تقلید نہیں کرتا ہوں اب یہاں جو ہے آپ نے لکھا ہے اگر اختلاف لغات کو بنیاد بنا کر لغت کی باریکی کو بنیاد بنا کر ہمارے معنی سے اختلاف کرے تو میں نہیں

مانوں گا یہاں سے مجھے ایک اشارہ ملا آپ کا ربط ملا کہ آپ کسی کی تقلید نہیں کرتے ہیں آپ کے اس منطق سے اندازہ ہوا معلوم ہوا کہ آپ ایک سو پچاس میں کوفے میں موجود ابی خطاب زینب مقلاع کی تقلید میں ہے ابی زینب مقلاع نے امام صادق کی وفات سے انکار کی کہ وہ وفات نہیں پائے ہیں اگر کوئی ان کا سر جدا کر کے میرے سامنے لائے وہ ان کے سر جیسا تھے پچاس مؤمنینے گوہی بھی دیں تو بھی میں نہیں مانوں گا تو دلائل کے دلائل بھی تسلیم نہیں کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے یقیناً آپ جیت جائیں گے بڑے سے بڑے طاقت وقدرت والوں کو قوت دلائل نے سرخم کیا ہے آپ دلائل کے ساتھ تسلیم ہونے والے نہیں ہیں کہ آپ ان کے تقلید میں ہے آئے دیکھتے ہیں اس سورے کی معنی

۱۔ یہ سورہ مکہ میں ابتدائی دنوں میں سالوں میں آپ کے فرزند کا وفات ہوا تو عاص بن وائل نے آپ کو دیکھ کر کہا ابتر آ گیا جس کا مرنے کے بعد نام لیوا نہیں رہا جس پر آپ غمزدہ ہوئے اس پر اللہ نے یہ سورہ آپ پے نازل کی ہم نے آپ کو کوثر دیا اس کے بعد فصلی لربک والنحر کہا پیغمبر ۱۵ سال گذرنے کے بعد آپ نے قربانی کی یہ کونسی تفسیر بنے گا نبی کریم بھی اطاعت ربی میں اتنی تساہل برتے تھے۔

۲۔ کوثر کا مفسرین نے خیر کثیر لکھا ہے کوثر کثیر کا صیغہ مبالغہ ہے خیر کہاں سے نکالی ہے

۳ فصلی،،ف،، کا معنی فوراً ہے بغیر تأخیر صلی،،صاد،،لام،، کے چار معنی ہے تینوں معنی قرآن میں آیا ہے ۱۔آگ پے کباب کرنا ۲۔دعا کرنا ۳۔وصل کرنا ۴۔نمز پڑھنا۔ صلی کتاب مقائیس لغت میں آیا ہے صاد، لام، حرف معتل ۔اس کی دو اصل ہے اس کے دو معنی ہے آگ اور ہر وہ پکانے والا گرم کرنے والا ۲۔صلاۃ عبادت ہے صلیت العود بالنار لکڑی کو آگ میں جلایا اصل النار آگ جلایا ۲۔معنی صلوٰۃ کا دعا ہے۔ ۳معنی نماز ہے آپ نے تینوں معنوں میں نماز کو کہاسے لیا ۔صلاۃ کے اقسام ہیں پنچ وقت کی نمز ہے مستحب نماز ہیں عیدیں کی نماز ہے اس عید کی نماز کہاں سے نکالی نماز کے بعد قرآن میں ہر جگہ زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے نماز کے بعد قربانی کا ذکر نہیں ہے یہ دونوں کوثر سے کیا ربط ہے انا شانئک ہوالا بتر نماز اور قربانی میں دشمن کا نابودی میں ربط کیا ہے؟ اس ترجمہ اور تفسیر سے آپ کے دیگر تفاسیر کا بھی اندازہ ہوتا ہے آئے

تاریخ پیدائش علوم

نبی کریم کے آغاز بعثت سے وفات تک تمام تر توجہ مرکزیت قرآن اور آپ کی سیرت عملی پر مرکوز تھے یہاں تک پیغمبر اکرم نے اپنی اقوال اپنی کلمات کو لکھنے سے منع کیا چنانچہ یہ بحث احادیث میں ایک باب بنام تاریخ تدوین حدیث بہت دیر سے تدوین ہونے کی وجہ پیغمبر کا منع تھا تاریخ تدوین حدیث میں تاخیر جو کہ ایک مسئلہ ہے اس کا لازمی نتیجہ ہے جب تک پیغمبر تھے اصحاب کا تو خود عمل رسول پر رہا ہے اس لئے حدیث کی کوئی اہمیت نہیں تھے تمام توجہ قرآن اور عمل رسول پر

تھے۔

اس مسئلے پر رسول کیا کرتے تھے حدیث کی اہمیت نہیں تھی حدیث کی اہمیت دور تابعین سے شروع ہوا ہے شعبی اور غیر شعبی نے حدیث جمع کیا یہاں سے مفاد پرستوں نے حدیث جمع کرنے شوق پزیرائی اٹھانے والوں کے لئے جائزہ اجر ثواب کا ماحول پیدا کیا یہاں سے معاشرے پر حدیث والے چھا گئے حدیث کی بے تحاشہ نقل غیر مربوط غیر معقول احادیث نے لوگوں کو احادیث سے بدظن کیا یہاں سے لوگوں نے حدیث پر فقہ کو آگے کیا فقہ کی فضائل بیان کرنا شروع کیا اوراس کے پشت میں عقلانیت کو مقام دیا جو کہ فقہ کا پشت پناہ تھے حدیث کی چرچا اپنے عروج پر پہنچا تھا بصرے میں دور عربی شروع ہوا یہاں سے علم نحو کو پزیرائی ملی جو قرآن کو کنارے پے لگانے کا تیسرا کردار ادا کیا ہے۔

خطابات قرآن تفسیر باطنی ۱۹رمضان ۱۴۳۸ھ

مصادیق امر در قرآن

قرآن کریم میں صیغہ امر کے کتنے مصادیق ملتے ہیں؟

۱۔خود لفظ امر استعمال ہوتا ہے جیسے امرتُک یہ سب سے بلیغ مؤکد طلب ہے

صیغہ،،امر،،استعمال ہوا ہے

۲ فاتوا بسورۃ من مثلہ سورہ بقرہ آیت۔۲۳ اس امر کو امر تعجیز وتحدی کہتا ہے یعنی فریق کو چیلنج کرتا ہے کہ تم یہ نہیں کرسکو گے

۳۔فرض حتم سے ہے یہ فعل ہر صورت بجالانا ہے چوں و چرا برو برگشت نہیں جیسے سورہ بقرہ آیت ۴۳ سورہ حج آیت۔۷۸ سورہ توبہ آیت ۱۴۱ سورہ مائدہ آیت ۶۷

۴۔غیر حتمی ہے یعنی جن عورتوں سے تمھیں شک ہے کہ وہ باغیہ ہے نافرمان ہے کہ ان کو وعظ کرو سورہ النساء آیت ۳۴

۵۔نماز ختم کرے تو منتشر ہو جاؤ سورہ جمعہ آیت۔۱۰

۶۔اگر محل ہو جائے تو شکار کرو تو شکار کرنا واجب نہیں ہے سورہ بقرہ آیت۔۱۹۸ کلوا واشربوا حتی یتبیّن یعنی کھاؤ پیو یعنی سحری کھاؤ یہ واجب نہیں ہے سورہ بقرہ آیت۔۱۷۸

۷۔تحدید ڈراؤ دھمکاؤ اعلموا سورہ فصلت آیت ۴۰ یعنی جو کچھ چاہے کرو سورہ اعراف آیت ۷۶ سورہ توبہ آیت ۱۰۵ سورہ زمر آیت۔۸ سورہ کھف آیت ۲۹

۸۔زجر ہے کل کونوا حجارۃ اوحدیدا یعنی پتھر ہو جاؤ یا لوہا یعنی سرکشی میں جو کرنا ہے کرو
۹۔امر بمعنی سوال اھدنا الصراط المستقیم رب اغفرلی سورہ اعراف آیت ۱۶ ربنا آتنا سورہ بقرہ آیت ۱۰۲
۱۰۔امر بے فائدہ ،کرے یا نہ کرے

نہی

نہی طلب ترک فعل کو کہتے ہیں یہ بھی ایک دفعہ لفظ ،،نہی،، آتا ہے نھیتک عن فلان کبھی صیغہ ہوتا ہے
۱۔سورہ بقرہ آیت ۱۸۸ ولاتئکلوا اموالکم بینکم بالباطل .صیغہ ہوتا ہے سورہ اسراء آیت ۔۳۲ ولاتقربوا الزنی
۲ نہی مطلق ہے
۳ نہی اکید ہے
۴۔نہی تسلی ہے ولاتحزن علیھم ولاتکُ فی ضیق سورہ نحل آیت ۱۲۷ لاتخف ولاتحزن سورہ عنکبوت آیت ۳۳ سورہ قصص آیت ۷
۵۔نہی دلداری ہے ان کے لئے اپنے نفس کو ھلاکت میں مت ڈالو سورہ فاطر آیت ۔۸ سورہ ھود۔۱۲ سورہ کھف آیت ۲۸۔
۶ نہی بلفظ حرمت حرمت علیکم امّھاتکم سورہ بقرہ آیت ۔۱۴۵ سورہ مائدہ۔۹ سورہ حج ۳۰ سورہ فرقان ۱۴

نظام وضعی:

انسان کے اعمال تصرفات دو محوروں میں انحصار ہیں۔
۱۔ذاتی تصرفات جسے شخص فردی خصوصی کہا جاتا ہے جو دیگران سے دور نزدیک سے متصادم نہیں ہے
۲۔دوسرا تصرف دیگران سے مربوط ہے جیسے افراد خانہ صلہ ارحام پڑوسی ہم وطنی ہم ملک غیر ملکیوں سے
۳۔انسان کی یہ دونوں سرگرمیاں دیگران کے لئے اسباب خیر سعادت ہوتی ہیں کبھی دیگران کے لئے ضرررساں مصیبت مشقت کا سبب بنتا ہے لہٰذا دیگران کو ضرر زیاں مصائب وبلایاں شقاوتوں سے بچانے کے لیے انسان سے صادر اعمال کے لئے قانون نظم وضوابط کا ہونا ضرری اور ناگزیر ہے اس مسلمہ حقیقت کو سامنے رکھنے کے بعد اگر ہم انسانوں کو بنائے گئے ضوابط قوانین ونظام کا جائزہ لینگے تو ان میں بہت سے قوانین دوسروں کیلئے زیاں نقصان ضرر کا سبب بنے ہیں بلکہ انسانوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے وبال جان بنے شقاوت وبدبختی کا سبب بنے ہیں بطور مثال مغرب نے جو بھی قوانین بنائے ہیں انسان کی فردی آزادی کو محور بنا کے قانون بنائے ہیں اس سے دنیا میں بہت سے انسانوں کے

مصالح خطرے میں پڑے ہیں ان کی آزادی چھینی گئی ہے مغرب والوں کی آزادی کی خاطر مشرق والوں سے آزادی کو چھینا گیا ہے۔

اسی طرح نظام کمیونیزم میں محور اجتماع کو بنایا ہے یہاں سے انسانوں کی فردی آزادی کا خاتمہ ہوا ہے تمام خیرات متصورہ قانون اجتماعی کے حامیوں کے بینک میں جمع ہوا ہے جب انسان ایک خطے کی صلاح کی خاطر قانون نہیں بناسکتے تو پوری انسانیت کے لئے قابل قبول قوانین نہیں بناسکتے لہذا یہ کہنا پڑے گا یا تسلیم کرنا پڑے گا تمام انسانوں کے لئے قانون صرف وہی بناسکتے ہیں جو انسانوں کے سر و اخفا نقائص معائب طاقت وقدرت سے آشنا ذات صرف اللہ ہی قانون بنا سکتا ہے۔

مناھج تفاسیر

اب تک مسلمانوں میں چلی تفاسیر کے منہج کتنے سامنے آئے ہیں، تعدد کے اسباب مصادر تفاسیر کے حوالے سے کیا ہے:

۱۔مناھج لغوی

۲۔ادبی منھاج

۳۔روائی مناھج

۴۔علمی مناھج

۵۔صوفی مناھج

۶۔فرقہ امی مناھج

تفسیر پر بہت سے علماء نے مختلف کم وبیش مناھج کا ذکر کیا ہے مناھج کی فرقے قرار دئے ہیں یعنی طریقہ اسلوب تشریح توضیح آیات کس نھج کو اپنایا ہے واضح ہے فرقے کتنے ہی حقائق ومعارف قرآن کو واضح کرنے میں مخلص ہی کیوں نہ دیکھائیں وہ اپنے فرقے کے حدود میں رہ کر تفسیر کرنی ہے وہ کسی صورت میں فرقے کے بنیادی افکار نظریات عقائد کے حدود سے نکل کر تفسیر نہیں کریں گے لھذا یہ تفسیر یہ طریقہ غلط ہونا منحرف گمراہ ہونا اظہر من الشّمس ہے

۲۔بعض نے مناھج تفسیر کو دلائل وبراھین کی بنیاد پر تقسیم کی ہے اھل حدیث، اخباریین نے توضیح وتشریح آیات میں یہ تسلیم کروایا ہے یہ طے شدہ مسئلہ بنایا ہیکہ قرآن عامۃ الناس کے فھم وادراک سے مافوق ہے لھذا توضیح وتشریح آیات صرف اور صرف ان ذوات کے اقوال کلمات سے ہوگی قرآن جن سے خطاب ہے ان کو قرآن آتی ہے ان کے اقوال پر

قرآن کی توضیح وتشریح کرے اس سلسلے میں فرقوں نے بہت سے روایات جمع کی ہے جیسے درمنثور تفسیر برھان ہاشم بحرانی نور ثقلین وغیرہ

۲۔عصر رسالت سے سو سال گزرنے کے بعد مسلمانوں میں عقل گرائی کا گروہ یعنی معتزلہ وجود میں آئی انھوں نے آیات قرآنی کا تفسیر لغت وحدیث سے ہٹ کر صرف عقلی بنیاد پر تفسیر کی ہے جس کی تعداد یا اس تفسیر کی گرائش اس دن سے الی یوم ھذا آتے رہے ہیں خاص کر مغرب کی ایماء اشارے دباؤ میں اسلام کو چھوڑ کر نئے نظام کی مغربی نظام کی تطبیق کے لئے اٹھانے اٹھنے والے جنھیں مجددین کہا جاتا ہے انھوں نے آیات قرآن میں جوان کے عقل میں نہیں آئی یا وہ عقلی طور پر اس کی توضیح نہیں کر سکے انھوں نے اس توضیح وتشریح کو یکسرہ مسترد کیا اس تفسیر کے داعی سر سید احمد خان علامہ اقبال، جمالالدین افغانی، محمد عبدہ وغیرہ نکلے ہیں اس نھج کے تفسیر کو تفسیر اجتھادی کا نام دیا ہے

۳۔تفسیر علمی اول ایمان باللہ ایمان بکتب آسمانی ایمان بنظام الٰہی ایمان بآخرت کی جگہ ایمان بحقیقت علم کو جاگزیں کرنے والوں نے آیات قرآنی کو جدید علوم نکشافات کی بنیاد پرستی کی ہے اس نھج کو ہم علمی نام رکھا ہے

۴۔قرآن کریم جس نے محمد امی کی نبوت کو مثل آفتاب اسمانی بشریت پر طالع کیا تھا ہر کافر ومشرک معاند وملحد خاص کر یہود زادگان جن کے دل قرآن کے لئے حقد وکینہ بغض عداوت سے فوزان لبریز جماعت نے قرآن کو کلی طور پر جام کرنے اساطیر اولین لقب دے کر تہ خانوں میں کتب خانوں میں انبار کرنے کی غرض سے قرآن فھمی کے تمام متصورات کو باطل گردانا قرآن کی تشریح وتوضیح کو نشر نہیں کر سکتے ہیں صرف ان کے امام جاھل یا امام معدوم کر سکتے ہیں کیونکہ اس کے لفظ سے جو معانی بنتا ہے وہ نکلتا نہیں ہے لھذا وہ امام کریں گے اور چونکہ امام ہوتا ہی نہیں ہے اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے تو وہ خود جو تفسیر کریں گے وہی اصل معنی ہوں گیا اس تفسیر کو تفسیر باطنی کہتا ہے باطن نامی کوئی چیز نہیں لھذا قرآن نامی بھی کوئی کوئی چیز نہیں

۵۔منھج ادبی قرآن اس کی وضاحت کے لئے کلمہ ادب کی وضاحت ضروری ہے کلمہ ادب کلمہ عرب نہیں چنانچہ صاحب آداب لغت عربیہ عالم مصری استاذ رافعی نے کہا ہے یہ کلمہ کلمہ ذخیلہ ہے عرب میں مستعمل نہیں تھے یہ بنی امیہ کی دور میں خلفاء امراء کی بچوں کو لغت عرب سکھانے والے معلمین کے لئے کسی نے مؤدب اولاد خلفاء امراء کے لئے استعال کیا ہے رفتہ رفتہ کلمہ ادب مخصوص اشعار ہوا ادب شعر کے لئے مخصوص ہونے کے بعد ہر کلمہ عربی کے لئے شعر سے استناد کرنا شروع کیا کہ فلاں شعر میں یہ کلمہ آیا ہے جس قرآن نے شعر وشاعر کی وھم وخیال حقیقت سے عاری غاوی ضال گمراہ قرار دیا تھا دشمنان قرآن نے اس کو قرآن کی کلمات کی سند میں پیش کرنے لگا چنانچہ علم نحو کے مبتکرین نے اپنی قواعد کے لئے

انکی اشعار سے استناد کیا ان کت دور میں موجود شعراء اپنی شعر کو اٹھانے اس کو مقام بخشنے کے لئے نحویین سے مدد لی کسی نحوی کو نوازا اور کسی نحوی کو دھمکایا کہ اپنی کتاب میں ہماری شعر کو جگہ دیدیں یہاں سے قرآن کی تفسیر ادبی بنی یعنی قرآن کی تفسیر شعر سے کرے چنانچہ تفسیر مجمع البیان طبرسی جسے بہت سے علماء سراہتے ہیں بہت اچھی تفسیر ہے انھوں نے قرآن کیتفسیر کے لئے اشعار سے سند لی ہے یہاں سے ہر منصف کہ سکتا ہے اب تک جتنی تفاسیر آئی ہیں وہ تمام تفاسیر اپنی اختلاف کے باوجود قرآن کو کنارے پے لگانے میں باطنیہ کت ساتھ ہم تعاون ہیں ہم دست ہیں دنیا میں جس دن سے بشر وجود میں آئی ہے اور اللہ سبحانہ نے آدم کو علم آدم الاسماء سکھایا ہے اس اسماء سے مراد اسماء لغت ہے بشریت ہے بشریت نے جہاں بھی ہو لغت سمجھ میں نہیں آیا تو لغت سے تشریح کی ہے جتنی معاجم کے نام سے یا قاموس کے نام سے لغات وجود میں آئی ہے لغت کی توضیح کلام کی توضیح لغت ہی سے کیا ہے تو کلام کی توضیح لغت کو چھوڑ کے حدیث سے کرنا لغت چھوڑ کے شعر سے کرنا لغت چھوڑ کے عقل سے کرنا لغت چھوڑ کے باطنی من مانی تفسیر کرنا یہ سب قرآن کو اجنبیت کی طرف لے جانے کی کاوش ہوگی ہماری یہ ناقص کاوش کی تفسیر توضیح ہوگی ہم اس میں مدارس حوزات کے قرآن کو چھوڑ کر قرآن کی جگہ پر نحو فلسفہ کی شاخیں کھولنے والوں کی عزائم ومنویات کی تفسیر کریں گے مشکلات دشواریات سے رہائی برگشت قرآن ہی کی طرف کرے۔ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ سورہ انعام آیت ۔۱۵۳

تمھید مناھج مضامیں مناھج اور اس سے پہلے آغاز وانجام اجتہاد وتقلید مذاھب فقہی مسلمین سے لیکر افق گفتگو تک کے بارے میں مجھے جن کلمات سے نقد کیا ہے وہ ہے کسی چیز کو بھی نہیں مانتے یقیناً مناھج دیکھنے کے بعد آگ بگولہ ہون گے مثل محمد حسین مقدسی واہ کینٹ کتاب کو دور پھینکیں گے کہ وہ کسی چیز کو بھی نہیں مانتے اس کے لئے میرے پاس کوئی تدارک چارہ جوئی نہیں ہے کیونکہ جس معاشرے میں جو بھی چلتا ہے اس کو اچھی کہنا ہو منافق کا فر کو بھی ایمان اور بات ہے عمل فاسد اور بات ہے اپنی جگہ مخلص ہے کہنا ہے کم سے کم اس نے یہ تو کہا ہے کہتا ہے عرصے سے چلے آرہ ہیں اس کو ختم نہیں کرسکتا جو سب کہتا ہے اسے کیسے ختم کریں گے اجماع امت کو بھی نہیں مانتے ہیں یہ بات ان سے پہلے کسی نے نہیں کہی ہے وہ اپنے علاوہ کسی کو نہیں کانتے اپنی پہلی باتوں کو بھول جاتے ہیں تضاد گوئی کرتا ہے جب معاشرے پر ایسے فرھنگ ثقافت حاکم ہو جو امت ملت ہر قسم کی نجات رہائی سے مایوس کرتا ہو امید کو سراب بناتا ہو افکار نظریات کو ناپنے کا کوئی کسوٹی نہ ہو جو سب کہتا ہے جو چلتا اس کو محک حقیقت بناتا ہو جس معاشرے میں حق اور باطل دونوں صحیح ہو باطل کہنے والے کو ایک انعام ہو حق والے کو دو انعام ہو اسلام کو الٹا چلاتا ہو اقلیت کو مفاد پرستی میں دیکھتا ہو ترقی تمدن کو کرپشن اور قرضے میں دیکھتا ہو برائی کو اچھا دیکھتا ہو اچھے کو پرانہ بوسیدہ سمجھتا ہو فسطائیزم معاشرے پے حاکم ہو تو اس

معاشرے میں کیسے لوگوں کو جواب دے دیں انکو وہی کہ سکتے ہیں یا تم حق پے ہو یا ہم دونوں حق پے بھی نہیں ہوسکتا دونوں باطل پر بھی نہیں ہوسکتا حاضر کتاب مناھج تفسیر ایک ہے یا چند یں بھی ایسا ہوگا کہیں گے کہ اب تک وہ تفسیر کو بھی نہیں مانتا ہے جس طرح آپ نے اجتہاد کو ایک وحی کے طور پر پیش کر کے وحی کو کنارے پر لگا کے وحی والے آپ کو نہیں روک سکے تو ہم آپ کو کیسے روکیں گے۔

۸شعبان سنہ ۱۴۳۹ھ

مقام علماء

علماء کا مقام بلند ہونا مفروغ عنہ ہے اس میں جائے شک وتردید اختلاف نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے یہ دیکھنا انتہائی ضروری ناگزیر ہے آیا علماء سب ایک درجے کا ہونا ہے یا علماء مشکک ہے عندالتطبیقو اطلاق میں مشکک ہوتا ہے جیسے سیاہ وسفید ہر جگہ یکساں نہیں ہوتا ہے آسمان وزمین کا فاصلہ ہوتا ہے آیا مقام علماء کو کس چیز سے ناپے علماء ناپنے کا فیتہ علم ہونا ہے کو زیادہ علم رکھتا ہو یا زیادہ زھد و پارسائی ہوتا ہے یا دین داری ہوتا ہے یا خودداری ہوتا ہے یا تبلیغ وترویج ہوتا ہے یا مقدار محاسن ہوتا ہے یا چمک دمک لباس ہوتا ہے یا پروٹوکول ہوتا ہے یہ سب مقامیں جاری ومتداوی ہے ہر گر یہ کی اپنی مقیاس ہے اپنی خاص فیتہ ہے کسوٹی ہے

۱۔فرقہ باطنیہ قدیم دور میں فرقہ باطنیہ دور جدید میں فرقہ غربیہ کے نزدیک مقیاس علم ہے جس کے پاس متنوع علم ہو یا علم میں ڈگری ہو اس عالم کا مقام بلند ہوگا

۲۔صوفی درویشوں کے نزدیک زھد و پارسائی ہوتا ہے جتنا وسائل دنیا استعمال کرنے گریز کرے وہ زیادہ لائق تحسین عالم برجستہ ہونگے چنانچہ بہت سے جگہوں پر بڑے بڑے پائے کے عالم ہوتے ہوئے وہاں کے پاسا نے مقام بنایا ہے عصر حاضر میں جاری فیتہ پروٹوکول ہے اس کے گردو پیش جتنے بندوق بردار ہو آسائش ووسائل سے بھرے سواری ہو ان کی مقام ہے فرقہ باطنیہ کے نزدیک مقام علمائبلند تر از مقام انبیاء ہے اس کے لئے انھوں نے حدیث گھڑی ہے علماء افضل از انبیاء ہے بعض شرما کے کہا ہے علام ءوارث انبیاء ہے عندالامامیہ جو نبوت پر امامت کو فوقیت دینے والوں کی کوشش ہے جتنا ہوسکے انبیاء کو کنارے پر لگائے لھذا وہ علما علام ءہی کہتا ہے کیونکہ وہ اپنے ائمہ کا نام بار بار نہیں لے سکتا ہے کیونکہ ان کی سیرت انکی ائمہ سے نہیں بنتی ہے سوال سے ڈر ہوتا ہے ان ائمہ کے بارے میں پوچھیں گے کہ وہ کیسے تھے تو ان کے اعمال اور اور انکے سیرت میں جوڑ تا نہیں ہے ان کے اصلی امام جن کے یہ پیروکار کرتے ہیں جیسے ابی الخطاب

اسدی مغیرہ عجلی منذر جارودی جابر جعفی ان کے چہرے ممسوخ ہیں لھذا وہ علماء علماء کی بات کرتے ہیں زیادہ کوشش کرتے ہیں علماء کے گرد میں چلائیں ان کے علماء کے تاریخ بھی سیاہ ہےچنانچہ علماء قدیم کا سیرت تاریخ عربی فارسی اور بعد میں اردو میں پیش کیا تھا تو ان کتابوں کو دیکھ کر یہاں باطنویں کو علماء پرست کو غصہ آتے تھے چنانچہ محدث نوری کی حیات شیخ نصیر الدین طوسی کی حیات دیکھ کر کہتے تھے یہ کتابیں نہیں آنی چہئے چونکہ ایک نے قرآن کے خلاف کتاب لکھی ہے تحریف قرآن پر کتاب لکھی تھی تو یہ ثابت ہوگا کہ ان کے علماء تحریف کے قائل ہے یا نصیر الدین طوسی اور علامہ حلی کا کیونکہ یہ علماء ھلاکو کے درباری تھے وہ مجمل۔ وہ مجمل علماء کے تعریف کے قائل ہے۔قبلہ آغائے جواد نقوی نے علماء کو انبیاء کے برابر اور تالی تلو عصمت کہا ہے کتاب سیکولریزم میں کسی علماء کی عصمت کا قائل کرنے کا فلسفہ یہ ہوتا ہے اسکی گفتگو کو من وعن بغیر کسی دلیل و برھان کے تسلیم کرے آج قبلہ آغائے جواد نے اپنی یادداشتوں میں مضامین مجلّہ اور کتب میں باصرار کی ہے اشارہ لوگوں کو سمجھایا ہے آپ لوگ اسطرح ہماری اطاعت کرے کہ ہم سے کسی چیز کا دلیل طلب نہ کرے من وعن قبول کرے اسلئے آپ نے فرمایا ایک شخص امام صادق کے پاس آئے عرض کی یا مولا ہم آپ کے شیعہ ہیں فرمایا تم نے جھوٹ بولا ہے تم ہمارے دوست دار تو ہوسکتا ہے شیعہ نہیں تو اس نے سوال کیا شیعہ کیا ہوتا ہے شیعہ بغیر چوں وچراء من وعن تسلیم کرے چنانچہ اس کے لئے ایک مثال پیش کرتے ہیں ایک شخص امام صادق کے پاس آیا دعویٰ کیا کہ ہم آپ کے شیعہ ہیں تو امام نے فرمایا تم نے جھوٹ بولا ہے تم ہمارے شیعہ نہیں اگر شیعہ ہے تو اس آگ میں کود جاؤ تو اس نے کہا کہ میں زندہ رہوں تو آپ کی خدمت کروں اگر جل جاؤں تو آپ کو کیا فائدہ مجھے کیا فائدہ امام نے فرمایا یہاں بیٹھ جاؤ انتظار کرواتنے میں ایک شخص آیا سلام کیا امام نے فرمایا کہ اس تنور میں کود وہ بغیر چوں وچرا کے کود گیا امام نے تنور کے ڈھکن کو بند کیا امام ان سے بات کرنے لگے اس کا دل مضطرب تھے پریشان تھے اس کا جسم تو جل گیا ہوگا کچھ دیر کے بعد امام اٹھ کے تندور کا ڈھکن ہٹایا تو دیکھا وہ وہاں آرام وراحت اطمنان سے بیٹھے ہیں آگ کے شعلے اس کو اثر نہیں کر رہے ہیں اب قارئین کرام اھل علم ودانش عقل وخرد اس قصے کا تحلیل کریں تو کیا نکلے گا۔

۱۔ گویا امام کے گھر میں ایک تنور ہوتا ہے آگ جلتے رہتے امام کیا نونوائی کا کام کرتے تھے روٹی فروشی کرتے تھے سالن وغیرہ کے لئے چولہا ہوتا ہے تنور تو روٹی فروش کے پاس ہوتا ہے ایک انسان تنور میں جلانے کا سزا تاریخ میں گویا امام صادق نے یہ کام کی ہے۔

۲۔ گویا یہ شخص جو تنور میں نہیں جھلے تھے وہ حضرت ابراھیم جیسے تھے ابراھیم جواب انبیاء ہیں تو یہ امام صادق اس کے تابعدار ہونے چاہئے نہ کہ امام صادق کی یہ قصہ نعوذ باللہ جو امام صادق پر افتراء ہے اگر اس کو حقیقت سمجھیں تو امام اپنے

ماننے والے کو دلیل و برھان پوچھنے سے منع کرتے تھے سند پوچھنا اھانت و جسارت ہے تو گویا اللہ سے سوال کرنا حضرت محمدؐ سے سوال کرنا اھانت مذموم نہیں تھے کسی نبی نے سوال کرنے والے کو نہیں ڈانٹے تھے اس کا مطلب یہ ہوا امام کے پاس اپنے ارشادات اور ھدایات کا دلیل کا بحران تھے دلیل نہیں دے سکتے تھے تو مطالبہ دلیل سے روکنے کے لئے اپنے شیعوں کو اندھی تقلید کی طرف دعوت دیتے تھے یہ حقائق یہ قصہ چاہے صحیح ہو یا غلط دونوں صورتوں میں۔

آغائے جواد کی مریدیں چاہنے والے مقلدین دونوں پر تطبیق آتی ہے مریدیں پر تطبیق ہونا اپنی جگہ واضح ہے چونکہ مریدیں دلیل عقلی آیات قرآنی سنت و سیرت نبی کریم واھل البیت اطہار سننے کے لئے تیار نہیں ان کا زیادہ تر زور خود آغائے جواد ہوتا ہے کہ آپ نے یہ فرمایا تھا آپ اس کو نہیں مانتے ؟ یا اغائے خامنہ ای کا کا وہ ان کا ویڈیو سناتے ہیں ان کا تمام دلیل آقائے خامنہ ای امام خمینی جواد آملی یا حسن نصر اللہ سے اُپر نہیں جاتے وہ کل دین کو انہی کو سمجھتے ہیں اتنی شدت سے شخصیت پرستی کرنے والے دوسروں کو شخصیت پرستی کا تہمت لگاتے ہیں کہ آپ لوگ شخصیت پرست ہے یہ تو واضح نظر آتے ہیں امّا خود آغائے جواد کے فرمائشات ان کے سرگرمیاں واضح نظر آتے ہیں کہ وہ ایک اندھی مقلدین بنا رہے ہیں جب آپ نے عروۃ الوثقی بنائی وہ مکمل ہو گیا تو آپ نے فرمایا یہ درس گاہ نہیں یہ تحریک گاہ ہے یہ بات سمجھ میں آنے والی بات ہے کیوں کہ عروۃ الوثقیٰ بہت پرانی ہے یہ ہمیشہ تحریک یوں کے لئے استعمال ہوا ہے درس گاہوں کے لئے نیں اب آپ سے اور آپ کے مریدیں سے سوال ہے آیا علم دین جو آپ کہتا ہے وارث انبیاء ہے وہ انبیاء لوگوں کا اقتصاد بنانے کا ذمہ دار تھے یا لوگوں کا درس بنانے کے ذمہ دار تھے تعمیر عمارات تشکیل منظمات کے ذمہ دار تھے ایک عرصے سے عالم اسلام میں بالخصوص ملک پاکستان میں علماء کا درس گاہ بنا کر مروجہ تعلیم کی تدریسی مساجد رونق چمکدار بلند عمارات کی تأسیس فلاح بہبودی کے کاموں میں مسابقت ان کا وطیرہ رہا ہے۔ جب ایک انسان پورے ملک کی علاقے کی تمام ذمہ داری کو خود لیں گے تو اس سے دین کی خدمت ہوگی نہیں تنہا خدمت نہیں ہوگی اس کے سمجھ میں بھی نہیں آئیگی چنانچہ عروۃ الوثقیٰ بننے سے پہلے آپ درسگاہوں پے تنقید کرتے تھے اب تو آپ کی خطابات میں نہ قرآن سے استناد ہوتے ہیں نہ رسول اللہ سے حتیٰ امیر المؤمنین سے بلکہ آپ کی خطابات لوگوں سے سنی گئی اور آیت للہ خامنہ ای اور ایران تک محدود ہو گئے

امّا قبلہ آغائے جواد کے نذدیک جانچنے کا فیتہ مقیاس کیا چیز ہے وہ سمجھنے کے لئے دقت اور باریک سے دیکھنا پڑے گا کہ آپ کس علماء کو پسند کرتے ہیں آپ کی نظر میں کونسے علماء صحیح ہیں ی آپ کی تحریکی عمارت عروۃ الوثقیٰ وہاں جاری سر گرمیاں وہاں موجود شخصیات کے ترجیحات آپ کی مکتوبات آپ کی خطبات آپ کی علماء سے سلوک ان سب کو سامنے

رکھنے کے بعد پتہ چلے گا یہ قطعی بات نہیں کہ سکتا لیکن جو قرائن وشواہد آپ کے بیانات وسلوک سے اخذ کیا ہے وہ ہے کہ آپ علماء کو ناپنے کا فیتہ خود آپ کے ذات گرامی کو قرار دی ہے جن کو آپ پسند کرے وہی عالم دین کہنے کا یا قابل احترام سمجھنے کا کسوٹی آپ کے ذات مقدس ہے جن کے ہمارے پاس موٹی موٹی چند شواہد ہیں

۱۔آپ نے جب ادارے کی بنیاد رکھی تقریب رکھی تو سنا ہے کہ پنجاب بھر کے علماء بزرگان اس تقریب میں شرکت کی تو تقریب میں کسی بھی عالم دین کو اظہار نظر کے لئے نہیں بلایا صرف آپ نے خطاب کیا اسی پر اختتام ہوا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی بھی عالم کو تسلیم نہیں کرتے۔

۲۔جامعہ اہل بیت جہاں سے آپ نے ابتدائی علوم حاصل کی یہاں آپ عالم فاضل بن کے قم تشریف لے گئے جب آپ کا مقام بنا تو جامع اھل البیت کی آئیڈیٹوریم میں آپ نے خطاب کیا اور مدرسہ میں جا کے اپنے استاد سے نہیں ملا ان کے بارے میں بھی تا ثرات آپ سے پوچھا تو آپ نے ہُمز ہ لُمز کیا

۳۔ہمارے ساتھ سلوک ہے جامع اھل البیت سے آپ کا شناسائی ہوا آپ کے قم کے قیام کے وران وہاں پہنچے تو آپ نے دوستانہ سلوک کیا یہاں کراچی آئے تو ایک دفعہ آپ ہمارے گھر میں اپنے لئے ایک مشکل مسئلہ لے کے آیا جسے مجھے با دل نخواستہ آپ کے خاطر کرتا کرنا تھا میں نے آپ کے خاطر اس کام کو انجام دیا لیکن جب بھی ہمارے اور ہماری کتابوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ہُمز ولمز کیا یہ باتیں عام ہے ہماری حالات میں علماء اس قسم کی اھانت توھین بے اعتنائی برداشت نہیں کرتے۔ہم چونکہ علماء کے نزدیک اھل مدارس کے نزدیک نالائق فیل انسان تھے لھذا ہم پے گراں نہیں گذری ہم نے کبھی بھی آپ کے اور بہت سے علماء کے بارے میں ردالفعل کے طور پر بھی اپنی میں کو اٹھایا نہیں۔لیکن جب آپ نے اپنے رسالہ مؤقر میں مجھے نام لئے بغیر میری حج بیت اللہ کو بغیر کسی تحلیل وتجزیہ کے فرمایا یہ مولوی ہر سال حج کو جاتا ہے دوسری جگہ آپ نے یہ مولوی لکھا تھا امامت کو تو سنی بھی مانتے ہیں یہ مولوی نہیں مانتے آغا صاب اگر سنی مانتے ہیں تو آپ اور سنی میں کیا اختلاف ہے

۳۔چنانچہ آپ سے وابستہ افراد ہمارے نام سننا گوارا نہیں کرتے اگر کوئی ہم کو سلام کلام کرتا ہے تو ان کو شخصیت پرست کہتا ہے شخصیت پرست ہونا تو دور کی بات ہے ہمارے پاس آنے والے ہمیں کسی قسم کی لائق سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہے ہمارے پاس آنے والے اکثر وبیشتر ہم سے اگلوانے کے لئے آتے ہیں شخصیت پرستی تو چھوڑیں ہمارا کوئی دوست بھی نہیں ہے میرے اس مصیبتی دور میں اکثر وبیشتر نے پٹرول چھڑکا ہے مزید کیچڑ پھینکا ہے کسی قسم کی ہم سے تعاون نہیں کیا ہے بلکہ بعض کے آنکھوں میں مجھے دیکھ کر مجھے اپنے آنکھ میں خار مغیلان تصور کرتے ہیں یہاں تک آپ کی شخصیت

والے کو پوچھ کرنے والوں میری کتابوں کے اسٹال کو فرقہ واریت والی کتاب کہ کر پولیس لا کے اٹھایا ہے اور ابھی تک ملے ہیں بہت سارے ان کے قبضے میں ہے

۴۔آپ کے شیداؤں میں عاشق نامی لڑکا یہاں سید سعید حیدر کے گھر جا کے ان کے بیوی سے میرے ادارے کے بارے میں پوچھا یہاں تک کار حسیس پر اترے ہیں میں نے جو زیادتی میرے ادارے اور میرے ساتھ اس مرحوم نے کی ہے وہ اظہار کرنے سے گریز کرتے رہے ابھی منتظر نے اور عاشق نے ہم سے پوچھا کہ سید سعید حیدر کے بارے میں کچھ بتایا تو میں نے ان سے کہا شخص مرحوم ہے مر چکا ہے اس کے بارے میں نہیں چاہتا ہوں کہ بولے اگر ان سے اجازت لے لیں تو میں بتاؤں گا وہ کسی قسم کے انسان تھے وہ اور اس کے ساتھیوں اور ولیعھد نے کیا ہے۔یہی بات سب کے لئے ایک کھلا اعلان ہے ان کی بیوی سے پوچھیں کہ وہ لکھیں یا ان سے فون کروائے میں شیعہ نہیں ہوں مرنے والوں سے بھی غصہ نکالوں۔آغا جواد صاحب کے مقلدین یا گریلا جماعت کے نظر میں علماء مچھر مگس ہے قبلہ آغا جواد صاحب عرش بریں سے خصوصی چاٹر میں یہاں علماء کا اسپرے کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔کسی کو اظہار وجود کرنے کا حق نہیں بڑے بڑے علماء تو چھوڑ وشرف الدین نے اپنے آپ کی نالائقی کا نااھلی کا اعتراف کر کے عمامہ عبا قبا اتار کے اٹھارہ سال ہو گئے ہیں اس کو بھی اپنے گھر میں محصور حالت میں زندہ دیکھنا برداشت نہیں

محکم ومتشابہ

سورہ آل عمران کی آیت ۷ میں آیا ہے کل قرآن دو حصوں میں تقسیم ہے ۱۔ محکم ہے ۲۔متشاہ ہے۔محکم مادہ حکمۃ الدابۃ واحکمتُ۔حکم سے ماٗ خوذ ہے اس لوہے کو کہتے ہیں جو لجام کی صورت میں دابۃ کے منہ میں رکھتا ہے یہاں سے مادہ حکم نکلی ہے حکم کا معنی محکم سے حکم بنی ہےحکم دو چیزوں میں فاصلہ کرنے کو کہتے ہیں اسی سے حاکم بنی ہے حاکم یعنی ظالم کو روکتا ہے یمنع الظالم جس طرح لجام دابۃ کو روکتا ہے حاکم دو دشمنوں کے درمیان میں فاصلہ پیدا کرنا ہے حاکم حق وباطل میں تمیز کرنا ہے حاکم صدق وکذب میں تمیز کرنا ہے سفی کو مال میں تصرف کرنے سے ہاتھ روکا جس طرح لجام جو ہے گھوڑے کی تیز دوڑھی اور ادھر ادھر جانے سے روکتی ہے اسی سے کلمہ حکمت بنی ہے جو شخص کو نالائق نامناسب عمل سے روکتا ہے اسی سے کلمہ احکام بنی ہے احکام متقن کرنے کسی چیز کو پائدار بنانے کو کہتے ہیں اسی سے محکم بنی ہے متقق احکام الکلام یعنی کلام کو محکم کرے اللہ نے اپنی کلام کو محکم کیا ہے کتاب احکمت آیاتہ ثمہ فصلت کتاب کو محکم کیا ہے سورہ یونس آیت ا قرآن کل متقن کتاب ہے فصیح کتاب ہے بیّن حق وباطل تمیز کرنا ہے صدق وکذب میں تمیز کرتا ہے محکم کے مقابل میں متشابہ آتا ہے متشابہ ماٗ خوذ ہے تشابہ سے تشابہ مادہ شبہ سے ہے تفاعل کا یعنی ایک دوسرے سے شباہت رکھتا ہے

شباہت شباہ یا شبہ دو چیزوں میں تمیز نہ کرسکے سورہ بقرہ آیت ۲۵ تشابہ کلام بھی ایک کلام دوسرے کلا مسے شباہت رکھتا ہے یہ اس جیسا ہے کہے تو کل قرآن متشابہ ہے سورہ زمر آیت ۲۳ جہاں کہتا ہے اللہ نے حدیث بھیجا ہے یونی کلام بھیجا ہے یونی کلام کتابا متشابہا قرآن کی ایک آیت دوسرے آیت سے متشابہ رکھتا ہے اس حوالے سے آیات محکم آیات متشابہ ایک دوسرے کے مخالف نہیں ضد نہیں ہے کل قرآن محکم ہے یعنی متقن ہے کہیں بھی جائے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے مثال بعضہ بعضا ایک دوسرے شباہت رکھتا ہے کلام متقن وہ ہوتا ہے جہاں معانی ایک ہوتا ہے جبکہ الفاظ دو ہوا گر قرآن ایک جگہ امر کیا ہے دوسری جگہ اس کی اس کی نقیض میں نہیں نہیں کرتا ہے لھذا اوامر ونواہی قرآن نہیں کرسکتے کہیں بھی قرآن میں کوئی تضاد نہیں ملیں گے جبکہ دوسروں کی کتاب میں تضادت بھرے ہوئے ملیں گے علم کی تعریف۔

محکم الحکم ما عرف مرادعنہ محکم اسے کہتے ہیں کہ مولانے کیا ارادہ کیا ہے متشابہ متأثر اللہ بعلمہ جس کا علم اپنے ذات کے لئے مخصوص رکھا ہے دوسری تعریف محکم اس کیلئے کہتے ہیں جس کا ایک ہی توجیہ ہے دوسرا احتمال نہیں ہے اس میں اس کے مقابل میں متشابہ

متشابہ اس میں چند ایں احتمال کو کہتے ہیں یؤتون الزکوٰۃ وہم راکعون کا معنی کیا ہے

۳ والمتشابہ یحتمل اوجھا جس کی چندین احتمال ہو بلغ ما انزل الیک ما انزل واضح ہے کتنی احتمال ہیں آپ کو جو پہلے نازل کیا ہے آج جو نازل کیا ہے آئیندہ جو قابل ہوگا عقائد ایمان کے بارے میں احکام کے بارے میں الحکم مایتقبل بنفسہ اپنی آپ مستقل ہے قل ھو اللہ احد وہ اللہ ایک ہے بغیر تفسیر کہ سکتے ہیں کہ وہ اللہ ایک ہے کسی اور بیان کا محتاج نہیں مثلا الحمد للہ رب العالمین صیغہ جمع ہے الف لام ہے استغراق ہے متشابہ مالا یستقل بنفسہ مستقل نہیں اپنے آپ محتاج ہے اس کو دوسرے الفاظ میں بیان کرے قرآن میں محکم کی مثال حرّمت علیکم المیتۃ والخنزیر ویطوف بیت العتیق تم پر حرام کیا ہے مردار اور خنزیر ۔ بیت عتیق کا طواف کرو فولوا وجھک شطر المسجد الحرام مسجد الحرام کی طرف رخ کرو وعدو عید جنت و جھنم سب آیات محکمات ہیں متشابہ کی مثال انا اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر محکم ہے علم اللہ اللہ کی عین ذات ہے یا زائد بر ذات ہے صفات اسماء اللہ اس کو کہتے ہیں متشابہ قرآن میں متشابہ کی مثال الرحمٰن علی العرش استویٰ کل شیءٍ ھالک کا وجہ ید اللہ فوق ایدیھم جاء ربک سورہ فجر آیت ۲۲ سورہ فتح آیت ۶ رضی اللہ عنھم سورہ بیّنہ آیت ۸ فاتبعون یحببکم اللہ سورہ آل عمران سورہ آل عمران آیت ۳۱ کہتے ہیں جس طرح محکم متشابہ کا معنی الگ ہے ہم متشابہ کو کہاں سے پتہ چلے کہ یہ آیات متشابہ ہے اس میں بھی اختلاف ہے مثلا یہ آیت ھن ام الکتاب واُخر متشابھات ۔ والراسخون فی العلم سورہ آل عمران آیت ۷ یہ جو واو ہے والراسخون یہ استئناف ہے کہ یہاں وقف کرے تو اسکا معنیٰ یہ ہوتا ہے راسخون العلم کہتے ہیں یہ بھی اللہ کی طرف

سے ہے اور وہ بھی اللہ کی طرف سے ہے اگر راسخون میں واو عطف ہے تو یہ ہوتا ہے اللہ جانتا ہے اور راسخون فی العلم جانتا ہے تو یہاں شرک لازم آتا ہے

باطنیہ کی پہلی اساس ہر چیز کی ظاہر نہیں باطن مراد ہے یہاں سے اسلام کا عقائد شریعت کا بھی باطن مراد ہے یہاں سے انھوں نے عہد و پیمان باندھا کہ اسلام کے ہر چیز کو ظاہر سے الٹا کر کے باطن کو طرف موڑا ہے لیکن اس کی اصل بنیاد ابی الخطاب اسدی میمون دیصان عبداللہ دیصانی جابر جعفی وغیرہ نے سنہ ۱۵۰ھ کی پہلی ۵۰ میں امام جعفر صادق کے دور میں رکھی ہے انھوں نے اس میں اسلام کی اساس کو امامت بنایا ہے اصل اولیٰ اسلام امامت ہے اس کے خلاف کو خلافت کہتا ہے خلافت عام لوگ منتخب کرتا ہے جبکہ امامت بیت نبوت سے ہوا ہے یہاں انتخاب اللہ کرتا ہے امامت اساس اسلام ہے اس سلسلے میں امامت اس کو اسلام کی نظام سے نکال کر کسرائی نظام پر چلایا ہے۔

۱۔ خاندان نبوت سے ہوگا خاندان نبوت سے کون ہوگا اس کے لئے بھی انھوں نے ایک اساس بنائی ہیں وہ نص من اللہ ہوگا اللہ کی طرف سے منصوص ہوگا یعنی ان کے انتخاب قرآن میں ہے اس سلسلے میں علامہ حسن بن یوسف حلی نے ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام نہج الحق ہے اس میں آپ نے ۸۴ آیات ذکر کی ہیں ان ۸۴ آیات میں کہیں بھی کوئی اشارہ امامت یا اھل البیت یا امام کی طرف اشارہ بھی نہیں ہے حتیٰ قرائن بھی نہیں ہے ان آیات کو نص بنانے کے لئے انھوں نے ان آیات کی شأن نزول گھڑی ہے اور اس کو زیادہ لوگوں سے بنا کر تواتر بنا کر شور شرابہ کر کے اشکال واعتراض کا مزاحمت مقابلہ کی ہے

۲ نص رسول بتایا ہے نص رسول میں بھی اتنی روایات سے استدلال کی ہے وہ بھی سنداً ومتناً غیر مفید ثابت ہوئے کا آمد نہیں رہی کسی امام نے اس سے استناد نہیں کیا مسلمانوں نے اس کو قبول نہیں کیا حتیٰ خود اھل البیت نے بھی ایسی چیزوں سے استناد کیا ہو نہیں ملتا ہے محسوس ہوتا ہے قرائن گواہی دیتا ہے یہ جو پیغمبر سے منسوب کیا ہے وہ ائمہ کے بعد بنی ہے اگر منصوص ہوتے تو کم سے کم خاندان اھل البیت میں اس منصب کے لئے دعویٰ میں جھنجال نہیں ہوتے ہر امام کے بعد وفات پر موالین گروہوں نہیں بٹتا لھذا انھوں نے ان کے پاس علی خلیفہ اول بنانے کا حشیش برابر نہیں رہی تو انھوں نے خلفہ اول دوئم کو کافر قرار دیا مشرک قرار دیا کہ ان دونوں کے ایمان لایا ہی نہیں ہے یہاں سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ دین اسلام کو انھدام کرنے والے نہیں یہ لوگ دور اقتدار اھل البیت ہیں نہ دشمنان خلیفہ ہے بلکہ دشمنان اسلام ہے کیونکہ ابا بکر عمر جو مھاجرین میں پیغمبر کے اور مشرکین کے مذاحمت کے دوران پیغمبر پر ایمان لانے والوں کے جان خطرے کے دوران خانہ و آشیانہ چھوڑ کر پناہ گاہ تلاش کرنے کے دوران پیغمبر نہ انھیں کھانا لباس دے سکتے تھے نہ پناہ لے سکتے تھے نہ

دشمن سے جا سکتے تھے ان دونوں کے کسی منطق کسی وجدان کے تحت پیغمبر پر ایمان لائے مکے میں ایمان لانے والوں میں کوئی فرد جاھل ہوسکتا ہے جزباتی ہوسکتا ہے منافق ناممکن تھے ان کو ان دونوں پر اصلی ایمان نہ لانے کا شکایت نہیں ہے بلکہ نبی کریم جیسے محمد جیسے زعیم سے محروم ہونے کے بعد ان جیسا امت میں ناقد ہونے کے دور میں خطرات کے دور محاصرے میں منافقین کمین گاہوں کے دور میں مفاد پرست مرتد ہونے کے دور میں ان دونوں نے جس طرح سے اسلام اورمسل،ین کو بچایا ہے اس غصے میں انھوں نے ان کو مشرک قرار دیا ہے

۲۔نص امامت سے متعلق دو کتابیں ہیں

ا۔کتاب ارشاد مؤلف شیخ مفید ہے شیخ مفید کو ایک عالم معتدل غیر متعصب گردانا جاتا ہے شیخ مفید استاد رضی ،مرتضیٰ ،شیخ طوسی ہے اس کتاب میں حضرت علی سے لیکر امام حسن عسکری تک کسی نے بھی اپنے بعد کے امام پر نص نہیں کی ہے ذکر تک نہیں کیا ہے نص اللہ رسول اور امام سابق کی نص نہ ہونے کا واضح مثل آفتاب دلیل یہ ہے خاندان نبوت میں امام حسین کے اور امام حسن کے اولادوں میں تناؤ ہوگیا اختلاف ہوگیا ایک دوسرے سے بدظن ہوگیا امام حسن کے دونوں بیٹوں میں اختلاف ہوگیا زید نے قیام کیا۔امام جعفر صادق کے چار فرزند تھے اسماعیل ،عبداللہ افطح ،موسی کاظم ،محمد دیباج چاروں نے دعوائے امامت کئے اگر اندرون خانہ امام کی اولاد نص کو نہ مانیں تو بھر والے کون مانے گا اگر نص ہوتے تو یہ اتنے کھلے بے دین بھی نہیں تھے امام موسی بن جعفر کی اولاد امام رضا نے مامون الرشید کی ولی عہدی قبول کی اور ان کی نگرانی میں اپنے کسی قسم کی حرکت امامت کے نام سے نہیں کی امام علی الھادی کے تینوں بڑے امامت کے منصب پر انھوں نے کہا یالو گوں نے کرایا محمد آپ کے حیات میں گذری امام حسن عسکری لا ولد دنیا سے گذرے جعفر کذاب کے نام سے معروف تھے لوگوں نے نہیں مانی یہاں ملحد بے دین محمد بن نصیری نمیری نے دعویٰ باب کیا اور امامت کے اثنا عشری کا بنیاد رکھا اثنا عشری باطل ہونے کی ہے بنیاد ہونے کی بانی نصیری ہونے کی دلیل یہ ہے اس سے پہلے ہر امام کے وفات پر لوگ رکھتے تھے توقف کرتے تھے امام باقر پر نہیں رکتے امام جعفر صادق پر نہیں رکھتے علی الھادی پر نہیں لھذاا امامت کو نص کے ذریعے چلانے والے فاطمیین ہے وہ بھی نہیں چلا سکے انھوں نے بھی خود دعویٰ کی ہے قتل کشتا سے کرسی پر بیٹھے ہیں کلمہ امام امامیہ منشور باطنی ہونے کی دلیل اثنا عشریوں کیغیر اسماریلی ہونے کی دلیل وہاں سے فاش ہوتا ہے اس وقت پاکستان میں اکثریت اذان میں شھادت ثالثہ اس طرح سے پڑھتے اشھد انّ امیر المؤمنین علی ولی اللہ و وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل منافق وغیر منافق کے تکرار واصرار کے بعد بادل ناخواستہ امام جمہور مسلمین قبول کیا اس کو کیسے کہتے ہیں کہ خلیفتہ بلا فصل ،تو یہ جھوٹ ہے امامت اثنا عشری والے زیدی والوں سے دفاع کرتے ہیں ان کو اپنی چھتری میں رکھتے ہیں

دعوائے الٰہی کرنے والے اسماعیلی سے دفاع کرتے ہیں ان کے کلمہ یا علی مدد کے یہ ورد کرتے ہیں آغا خانیوں سے دفاع کرتے ہیں شرف الدین کے ساتھ کیا کیا ہے دنیا جانتی ہے ان علماء کو یہ پتہ نہیں بڑے بڑے علماء ایک عرصے سے امامت کے بارے میں وجود نص سے دست بردار ہوئے ہیں اب وہ اعلمیت ائمہ سے متمسک ہے تو باطنیوں کی اصل اساس امامت ہے وہ امامت کو چلانے کے لئے اقنوم ثلثہ نص عصمیت معجزہ کے قائل ہیں ۔

ترتیب:

پہلی آیت انام ولیکم ۔۔۔۔۔مائدہ ۵۵

دوسری آیت بلغ ہے۔تیسری آیت تطہیر ہے چوتھی آیت شوریٰ ۲۳ پانچویں آیت بقرہ ۱۰۷ چھٹی آیت سورہ آل عمران آیت ساتویں آیت بقرہ ۳۷ آٹھویں آیت سورہ ریم ۹۶ نویں آیت رعد ے دسویں آیت واقعہ دس زخرف ۴۵ حاقہ ۵ کل ۴۴ آیات سے استدال کی ہے قرآن عربی زبان میں ہیاٰیات کثیرہ میں فہم قرآن کو غیر مبہم غیر معوج غیر معما واضح تبیین کتاب قرار دیا ہے قرآں پر غور کرنا ہے اس کلمے سے کیا معنی نکلتا ہے اس کے سیاق وسباق سے کا ے مطلب اخذ کرسکتے ہیں قرآن کے بارے میں دو بحث ہیں:

۱۔ایک بحث وہ ہے جو اس لفظ سے کیا نکلتا ہیاس کو وجود کہتا ہے۔

۲۔دوسرا اس آیت کے لئے کتنے مصادیق بیان کی ہے جہاں لفظ کی فہم ناقص کو پیغمبر یا علماء نے واضح کیا ہے اس کے بعد مسائل قانع ہوا ہے مطمئن ہوا تو یہ بات درست ہے اگر قرآں کی آیت سے غیر مربوط اجنبی معنی بیان کرے تو یہ تحریف قرآن ہوگی ادخال مالیس فیالقرآن ہوگی ہم ان ۸۴ آیات کے تمام کو بیان نہیں کریں گے کیونکہ ان آیات اکثر آیات کا کسی قسم کا ربط شائبہ تک نہیں بنتا ہے لیکن چند آیات استدلال کرنے جواز بن سکتا ہے شائبہ ہوتا ہے بیان کریں گے، مربوط ہیں لیکن چند آیات سے استدلال کرن کا بحث کرنے کا متشابہ ہوسکتا ہے احتمال دے سکتا ہے ان چند آیات کا ذکر کرتے ہیں۔

جس پر علامہ ودیگران نے زور دیا ہے وہ بیان کریں گے مائدہ آیت ۳، ۵۵، ۶۷ اور آیت تطہیر آیت مودت ومباہلہ یہ آیات بھی اپنی جگہ آیت متشابھات سے استدلال ہے یہ آیت امامت میں متشابہ ہے متشابہ سے استدلال منافق ہی کرتا ہے۔

راسخین فی العلم

اس بارے میں اصول کافی میں تین روایتیں ہیں راسخون فی العلم صرف نبی اور ائمہ ہیں یہ راویات اپنی سند میں ضعیف ہیں کیونکہ ان راویاں میں

اعلی ابن حسان ضال وکذاب تھا

۲۔عبدالرحمان ابن کثیر ہے وہ وضاع تھا روایت جعل کرنے والا تھا

۳محمد بن عورمہ ہے یہ بھی خلط ملط کرنے والا ہے علماء رجال نے ان پر اعتماد نہیں کیا ہے جن لوگوں نے راسخین فی العلم کا معنیٰ آیات قرآنی ان تک محدود کرنے کی یا راسخون فی العلم کی تعریف کی ہے وہ سورہ آل عمران آیت ۷ والراسخون فی العلم راسخون فی العلم سے پہلے جو واو ہے اس کو واو عاطفہ بتایا ہے یہاں ایک بحث ہے کہ یہ واو واو استأنفہ ہے یا واو عاطفہ ہے راسخون فی العلم تأویلات قرآن جانتے ہیں یہ اس صورت میں ہوگا جب واو کو عاطفہ کریں گے واو عاطفہ ہونے کی صورت میں راسخون فی العلم اللہ کا شریک ہوگا علم میں برابر ہوگا راسخون فی العلم کے بعد آیا ہے آمنا من کل من عندربنا ہم نے ایمان لایا تو اللہ تو ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ کے لئے کوئی رب نہیں ہے جس پر اللہ ایمان لائے تو ماننا پڑے گا کہ یہ واو واو استأنفہ ہے

۳۔سورہ النساء آیت ۱۶۲ میں آیا ہے علماء یہود کو راسخون فی العلم کہا ہے جب علماء یہود راسخون فی العلم ہونگے تو علماء مسلمین بھی راسخون فی العلم ہونگے

۴۔نہج البلاغہ خطبہ ۱۸۹ اس میں حضرت علی نے فرمایا ہے ص ۱۶۵ ھم الذین اغناھم عن اقتحام راسخون فی العلم وہ ہے اللہ نے ان کو دور رکھا ہے جو ہر غیب اور ان کے درمیان میں رکھا ہے ان میں کودے اس میں اعتراف عجز ونا تونی ترک تعمق حس کی تکلیف نہیں ان کو راسخون فی العلم کہا ہے غیب گوئی میں نہ کودنے والوں کو اپنی نادانی کا اعتراف کرنے والوں کو راسخون فی العلم کہا ہے

ائمہ نور سے خلق ہوئے ہیں:

ائمہ نور سے خلق ہوا ہے خلقت کائنات سے پہلے خلق ہوا ہے اس سلسلے میں اصول کافی میں چار روایتیں ہیں سب مجھول مرفوع مرسل فاسد روایت وراوی ہے ان روایات میں

۱احمد ابن محمد برقی

۲۔ابوعیس واسطی

۳سھل ابن زیاد

۴۔علی ابن منان اس کے علاوہ یہ روایات اپنی متن میں غلط ہے ائمہ نور سے خلق ہوا ہے جب کہ قرآن میں آیا ہے پیغمبر نے فرمایا کہ میں تم جیسا بشر ہوں سورہ روم کی آیات میں آیا ہے فطرت فطرت اللہ فطر الناس علیھا ﴾ آیت صحیح لکھنی ہے) تمام لوگ فطرت توحید پے خلق ہوا ہے

۳۔یخرج الحی من المیت ویخرج المیت منا لحی ﴾ کے خلاف ہے آدم سے قابل پیدا ہوا نوح سے نوح کا بیٹا پیدا ہوا عبد المطلب کے اجداد سب مشرک تھے

اسباب نزول قرآن

علوم قرآن میں سے ایک علم یا ایک شرط معرفت نزول قرآن کو گردانا جاتا ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں بعض آیات قرآن کسی جماعت گروہ کی سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے چنانچہ جہاں جہاں یسئلونک آیا ہے اس کا معنی بعض نے آپ سے سوال کیا ہے ان کے جواب میں نازل ہوئی ہے یہاں سوال کے جواب میں آیت نازل ہونا واضح ہے امّا ان کے علاوہ اور کتنے جگے پر اس کی کسی سبب کے تحت قرآن نازل ہوئی ہے یہ موضوع بحث ونقاش ہے قرآن کریم کی غرض نزول دو بتایا جاتا ہے

۱۔ایک اثبات نبوت حضرت محمدﷺ ہے اس سلسلے میں نازل آیات ہے جو پیغمبر کی نبوت کے بارے میں آیات کسی سبب کا محتاج نہیں سوائے معاندین کی لجاجت خصومت عناد وانکاری کے جواب کے

۲ دوسرا کتاب ھدایت کتاب شریعت ہے اس کے نزول میں کسی سبب کے انتظار نہیں ہوتا ہے لھذا بعض آیات کسی سبب کے تحت نازل ہوئے ہیں وہ بھی اللہ کے علم میں تھا اس کا جواب وقت مناسب پر دیا گیا ہے یہ کتاب للہ نے نازل کرنے ہی تھے وہ کسی سبب کے متوقف نہیں تھے علیٰ ایّ حال اسباب نزول قرآن جو کہ ایک شرط تفسیر بتایا ہے معاون و مددگار تفسیر بتایا ہے اسکو کچھ حد تک اس بارے میں وضاحت ضروری ہے اس سلسلے میں کتاب الاتقان فی علوم القرآن ص ۶۱ عنوان معرفت سبب نزول کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی نے لھا ہے اسباب نزول قرآن پر سب سے پہلے کتاب لکھنے والا علی ابن مدنی شیخ استاد بخاری ہے اسباب نزول کے بارے میں سب سے مشہور کتاب واحدی ہے جو نقائص و معائب سے بھرے ہیں اس کو جعبری نے اس کی اسناد کو حذف کیا ہے

۳۔شیخ الاسلام ابوالفصل ابن حجر نے ایک کتاب لکھی ہے لیکن اس کا مسودہ گم ہے ہم نے اس کے بارے میں کوئی چیز نہیں

دیکھی ہے

۵۔خود انکی سیوطی کی کتاب ہے ہم نے اس میں ایک کتاب لکھی ہے جو انتہائی مختصر ہے لیکن اس جیسا ابھی تک اس جیسی اس موضوع پر کسی نے کتاب نہیں لکھی ہے اس کا نام ہم نے کتاب نقول فی اسباب نزول رکھا ہے اس پر بعض نے بہت سخت کی ہے معرفت نزول کے بغیر تفسیر کرنا درست نہیں ابن تیمہ نے لکھا ہے معرفت نزول فہم قرآن کے لئے مددگار ہے سنی شیعوں کا اسباب نزول قرآن کے بارے میں جھنجالی واضح نظر آتا ہے کتاب مناھل عرفان فی علوم قرآن ص ۱۰۰ پر آیا ہے بعض آیات قرآن خلیفہ دوئم عمر ابن خطاب کی تمنا خواہشپر اتری ہے اس کے لئے یہ آیا چند آیات مثال پیش کی ہے اعمر ابن خطاب نے پیغمبر سے تمنا کی اگر ہم مصلی کو مقام ابراہیم لے تو اچھا ہوتا تو یہ آیت اتری والتخذ وامن مقام ابراہیم مصلی (آیت کو صحیح کرنی ہے)

۲۔آپ کے ازواج کے حضور میں بے حجابی حالت میں بر و فاسق فاجر سب آتے ہیں آپ ان بیویوں کو حجاب کرنے کا حکم دیتے تو اچھا ہوتا تو یہ آیہ حجاب اتری یاایّھا الذین لاتدخلوابیوت النبی سورہ احزاب آیت ۱۳ ازواج نبی نے غیرت سوکھنی کی بنیاد پر پیغمبر کو پریشان ی کی تو عمر نے ان کو طلاق دینے کی مشورہ دی تو اللہ نے سورہ تحریم نازل کی ان کو طلاق دینے کے متعلق۔وھکذا شیعوں کے چھٹی صدی کا عالم دین نے ۸۴ آیات کے سبب نزول کو حجرت علی کی امامت بنایا ہے اور آیت کا علی تو چھوڑ دیں امامت سے کوئی ربط نہیں ہے کوئی رشتہ دور کا نہیں ہے اس طرح انھوں نے عملی میدان میں قرآن کو کنارے پر لگایا ہے اور دونوں نے اپنے مذھب کو اٹھانے کے لئے آیات کا شان نزول بنایا ہے

کبھی یہ کہتے ہیں خود پہلے یہ کرتے تھے یا یہ کہتے تھے میری پرانی کتابوں میں لکھی گئی عبارات پیش کرتے تھے ڈاکٹر اسد رجائی کہنے لگے کتابوں میں تضاد بھرے ہوئے ہیں یہ قرآن کے خلاف ہے یہ باتیں منطق فرعون ہے فرعون نے موسیٰ سے کہا سورہ شعراء آیت ۱۹ اتم یہاں پہلے آدمی مروا کے گئے تھے تو موسیٰ نے کہا میں اس وقت گمراہ تھا موسی اولولعزم نے طور پر اللہ کی درگاہ میں جب نبوت ملی تو فرمایا اے اللہ میں نے ان کے آدمی کو قتل کر کے آیا ہوں تو میں کیسے جاؤں جب موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر نبوت ملنے سے پہلے غلط کاری کرے تو شرف الدینکی کیا حیثیت کہ وہ جاھل محلے جاھل والدین کے پرورش پائی اور علم کی تلاش مدینہ علم میں گیا وہاں سے جھل مرکب بن کر بغیر علم دین خود کو عالم بنا کر جس طرح آج کل پاکستان میں بغیر علم اسلام زبانی رٹہ کرنے والے عبا قبا پھن کر عالم دین کہتے ہوئے منابر پر بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے کے بعد جھوٹ سے فضاء کو مکدر کرتے ہیں ہم بھی انہیں میں سے تھے شرف الدین کو بعد میں پتہ چلا علم دین نہیں جانتے ہیں نہ اس ماحول میں دین کی خدمت کر سکتے ہیں تو لباس علما کی جو کسی کی یا فقیہ و مجتھد کی حکم پر اخلاق کرنے سے پہلے اس لباس

کو اتار کے پھینک کر اٹھارہ سال ہو گیا مجھے اپنی جھالت کا خدمت نہ کر سکنے کا پورا یقین ہو گیا تو میں نے لباس پھینک دیا مجھ سے غلطیاں ہونا حتمی بلکہ مجھے خود احساس شرمندگی ہے کہ میں کیوں شیعوں کی رسومات فاسدہ میں شریک ہوئے لھذا مجھے میری سابقہ گفتگو ان باتوں میں شرکت کو جواز بنا کر مجھے مطعون کرنے کی کوئی جواز نہیں آیت اللہ جناتی نے اپنے مجتھد سید محمود شھرودی سے تین سو فتویٰ بدلوایا کسی کو ایک صفحہ تک نہیں بھیجا کہ ہمارے یہ فتویٰ بدل گئے کبھی یہ نہیں کہا کہ میرا یہ فتویٰ بدل گیا ہے لوگوں کو بتاو ہمارے دوست ذوالفقار اس پر اسرار ہے سابق کتابوں میں جو لکھے ہیں اس کی تردید لکھے اگر عقل ہے تو نئی کتابوں میں جو آیا ہے وہی صحیح ہے مجھے اس کا اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے میری مذھب والوں کے اوران کے علماء کی دروغات قولی وفعلی ہے انھوں نے اھل البیت اطھار کے نام سے کفر کا ہمیشہ ابتداء سے ساتھ دیا ہے اھل البیت سے ان کا واسطہ نہیں ہے ان کے مذھب کے بنیاد رکھنے والے قائدین کے چہرے کتب تاریخ میں ممسوخ ضد اسلام اسلام سے دور الحاد سے قریب ہے ہم نے کہا یہ مذھب الحاد سے قریب ہے الحادیوں کے حامی وداعی ہے دروغ پردازی ان کی مؤثر ترین سُپَر واسلحہ ہے آئے کہ یہ مذھب اسلام کے خلاف ہے یا نہیں اس بارے میں ایک ان کے ہاں ابھی تک تروتازہ اسرار کے ساتھ ایک عملی موجود ہے وہ بغض وعناد تکفیر شیخین ہے یا ثلاثہ شیوخ ہیں آئے دیکھتے ہیں خلفاء سے سب اھل لبیت کی خاطر یا اسلام دشمنی سے۔

دلالت لفظی

کلام

کلام اپنے معنی مفھوم کے حوالے سے تین درجات رکھتا ہے جو مفھوم اس سے نکلتا ہے وہ اس مفھوم میں نص ہے اسکا دوسرا احتمال نہیں ہے مثلاً قرآن میں آیا ہے یاایھا النبی قل لازواجک یہاں ایھا النبی نص ہے پیغمبر اسلام کے لئے کسی اور کے لئے نہیں دوسرا احتمال نہیں ایک ہے دوسرا ہے اس کا معنی ظاہری طور پر یہی ہے اگر کہے کچھ پینے کے لئے دو تو وہ پانی ہوتا ہے شربت چائے کا بھی احتمال ہوتا ہے

۳تاٗویل ہوتا ہے معنی مرجوح یعنی دور کا معنی دیتا ہے ظن طرف راجح وہم طرف مرجوح کو کہتے ہیں اب تاٗویل کرنے کے لئے معنی مرجوح ہوتا ہے

جس پر لفظ دلالت کرتے ہیں اس کو دلالت مطوقی کہتا ہے جو حروف اس کے منہ سے نکلی ہے جو کلام اس نے نطق کی ہے اسے دلالت منطوقی کہتا ہے دلالت منطوقی اپنی جگہ اس کی تین قسمیں ہیں خود دلالت منطوقی اس کی تین قسمیں ہیں ایک

نص ہے

۲۔ظاہر ہے

۳مؤل ہےنص اس کو کہتے ہیں جو معنی اس سے نکلتا ہے اس لفظ سے وہ صریح ہے واضح ہے جائے شک وتر دید نہیں ہے
اس کا دوسرا معنی ہو نہیں سکتا ہے اسکو نص کہتا ہے جیسے ﴿ فصیام ثلاثۃ ایاّم فی الحج وسبعۃ اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ ﴾ یہ صیح
ہے تین دن ایام حج میں روزہ رکھو اور سات دن جب واپس پہنچے تو رکھے یہ عشرہ مکمل ہوتا ہے یعنی دس روزہ مکمل ہوتا ہے
۲۔ظاہر و مایسبق الی الفھم منہ، جو معنی پہلے ذھن میں آتا ہے اس کو ظاہر کہتا ہے گر چہ ایک دوسرا احتمال بھی ہے تیسرا احتمال
ہے لیکن دوسرا احتمال مرجوح ہے پہلا راجح ہے لھذا نص کے بعد ظاہر کا دور آتا ہے جیسے سورہ بقرہ آیت ۱۷۲ ﴿ فمن
الضطر غیر باغ ﴾، بغاوت نہیں بغاوت کے دو معنی ہے ایک جاھل ۲۔ظالم ہے لیکن بغاوت کا معنی ظالم ظاہر جاھل ظاہر
نہیں احتمال ہے تعدی

۳معنی معول، ماحمل لفظ علی معنی مرجوح لفظ کو مرجوح پر حمل کیا ہے راجح پر نہیں کیوں یہاں معنی راجح لے نہیں سکتا ہے
ظاہر کے خلاف ہے ظاہر لفظ سے راجح نہیں لے سکتا ہے کیونکہ راجح کو کہنے کا دلیل نہیں ہے مرجوح کو لینے کا دلیل ہے ﴿ و
احفظ لھما جناح ذل ﴾ یعنی کندھے نیچے کرو والدین کی احترام کے لئے یہاں جناح الذل سے مراد معنی خضوع ہے

محکم متشابہ

قواعد تفسیر جلد۲ ص ۶۵۹ محکم ومتشابہ

تعریف محکم حا، کاف، میم اس کی ایک اصلؒ ہے وھومنع، اور وہ منع ہے منع سے مراد منع از ظلم ہے سواری کے لجام کو حکمہ کہتا
ہے کیونکہ وہ اس سے روکتا ہے محکم مادہ حکم سے آپ کہیں گے حکمتُ شی ءیعنی ایقنتہ یعنی اس کا دوسرا احتمال نہیں کہتے
ہیں لغت میں منع کو کہتے ہیں صطلاح میں اس کا دوسرا احتمال نہیں ہوتا ہے محکم کے لئے علم ءنے چند تعریفیں کی ہیں ایک
تعریف اس کا معنی واضھ ہو خود لفظ مستقل ہو

۲اس میں لفظی حولے سے کوئی دوسرا شبہ نہ ہو نہ معنی کے اعتبار سے یہ دونوں معنی محکم کے حکم کے گرد گومتا ہے کبھی کہتا ہے
محکم مااستقل نفسہ، بغیر کسی شبہ التماس کے معنی بتاتے ہیں

متشابہ مقائیس میں لکھا ہے شین، با، ھا اس کی ایک اصل ہے یدل علی تشابہ شی ءوتشا کلہ یہ لون وشکل میں ایک جیسا سمجھتا
ہے مشکلات امور کو مشبہات امور ہوتا ہے اصطلاح میں متشابہ کی تعریف بہت آئی ہے افضل تعریفات متشابہ علماء نے بہت

کی ہے یہاں ہم چند کا ذکر کرتے ہیں

۱۔مالم یتضح معناہ معنی واضح نہ ہو لفظ مشترک ہے یا اجمال ہے جیسے صلوٰۃ

۲۔اس کا معنی مستقل نہیں جب تک اس کو کسی قرائن وشواھد کی طرف برگشت نہ کرے

۳۔اس کی تفسیر مشکل ہو چونکہ وہ دوسرے سے متشابہ ہے

۴۔جس کی ظاہر معنائے اصلی کے مراد ومقصود کو ظاہر نہ کرے

۵۔بعض آیات محکم ہے بعض آیات متشابہ ہے جس پہ سورہ آل عمران کی آیت ۷ دلالت کرتی ہے منھم آیات محکمات واُخرُ متشابہات ﴾اس کی آیات محکم ہے اس کی واُخر متشبہات یعنی بعض متشابہ ہے یعنی متشابہ کم ہے

۶ جس طرح محکم ضروری ہے ناگزیر ہے آیات متشابہ بھی ناگزیر ہے محکم کیسے ضروری ہے اس لئے ضروری ہے کہ یہ کتاب ھدایت ہے دستور ہے منہج ہے واضح ہونا چاہئے بعض آیات متشابہ ضروری ہے وہ کیسا ہے؟ چونکہ قرآن جو ہے اس کا کل زور ایمان باللہ پر ہے ایک ایمان باآخرت پر ہے زور ایمان باللہ کثرت دلیل کثرت آثار بتانے ہیں کہ اللہ ہے محکم مبدء ہے لیکن چونکہ محسوس نہیں ہے حس میں نہیں آتا ہے اللہ کی علم کیسی ہے حیات کیسی ہے متشابہ ہے قرآن کی ہر جگہ آخرت پر ایمان کی دعوت دی ہے اس پر ایمان لاؤ آخرت پر ایمان لاؤ کہا ہے وہ ایمان کو محکم کرتا ہے چونکہ غیر محسوس ہے جنت کیسے ہونگے جھنم کیسے ہونگے معلوم نہیں ہوتے ہیں اسلئے متشابہ ہوتا ہے اصولی طور پر آپ کسی چیز پر یقین ہو گیا تو یقین ہونے کے بعد میں نہیں جاننا چاہئے مزید شکوک نہیں پھیلنا چاہئے قرآن سب محکم ہونے کی مثال سورہ ھود آیت ا متشابہ کل ہونے مثال سورہ زمر آیت ۲۳ بعض متشابہ بعض محکم ہونے کی مثال سورہ آل عمران آیت ۷ متشابہ ومحکم کے بارے میں حکم کیا ہے تو جواب یہ ہے محکم پر عمل کرنا ہے متشابہ پر ایمان لانا ہے کیا یمان لانا ہے؟ یہ اللہ کی کلام ہے پر ایمان لانا ہے

نص

نص لغت میں ارتفاع وظہور کو کہتے ہیں وکل ما اظہر فقد نص ہر وہ چیز جو ظاہر ہو اس کو نص کہتے ہیں جہاں عروس یعنی دلھا دلھن کو رکھتا ہے اس سے نص کہتا ہے یہ معنی لغوی ہے اصطلاح میں اپنے معنی ومراد میں واضح ہو ہے اس میں شائبہ احتمال نہیں ہوتا ہے اس مفہوم کے خلاف احتمال بھی نہیں تو اس حوالے سے معنئے لغوی اور اصطلاح ایک معنی کے علاوہ کوئی معنی نہیں دیتیں ہے

لازمہ نص نص بلندی کو کہتا ہے جب بلند ہو تو ظاہر ہوتا ہے لفظ کی تین معنی تصور ہے

ا۔معنی ظاہری ہوتا ہے ظاہر ضد باطن آتا ہے باطن کے خلاف آتا ہے ظہر شیء جب وہ بہر نکلے ظہور بدوی شیء جو کسی چیز پوشیدہ ہے اس کا پیدا ہونے کو کہتے ہیں معنی سامع کے لئے واضح ہو کوئی تأویل کئے بغیر سمجھ میں آتا ظاہر کے ضد ہے خفی اس کو کہتے ہیں جب تک بیان نہ کرے اس کا معنی واضح نہیں ہوتا ہے اصطلاح میں ما دل علی معنی ایک معنی پر دلالت کرتا ہے اس کے خلاف ایک احتمال بھی دیتا ہے لیکن وہ احتمال ثانوی ہے' اس کو ظاہر کہتا ہے ظاہر کی دو قسمیں ہوتے ہیں ا۔ظاہر باوضع ہے وضع سے ظاہر ہے مثلا صلوٰۃ صیام کی معنی بیان کی ہے صلوٰۃ کا معنی یہ ہے صیام کا معنی یہ ہے۔یا وضع لغت سے جیسے امر آپ سے کہا صلی احتمال ہے واجب ہونا اور احتمال ہے مستحب ہو مثلا صلی عند شریعت نماز ہے تو یہاں احتمال ہے کہ یہ صلوٰۃ واجب ہو یا مستحب ہو نص کی مثال قرآن میں سورہ عنکبوت کی آیت ۱۴ ﴿فلبس خمسین ......آیت لکھنی ہے﴾ وواعدنا موسی ثلاثین لیلۃ ......آیت صحیح لکھنی ہے﴾ ہم نے موسی کو تیس رات کا وعدہ کیا تھا بعد میں ایک اور دس کا اضافہ کیا سورہ بقرہ آیت ۲۵۵ یہ بھی نص ہے سورہ الفتح آیت ۲۹ یہ بھی نص ہے

قرآن اور تفسیر بالرائے:

تفسیر باطنی کو رواج دینے کیلئے تفسیر بحدیث اور تفسیر باالرائے میں جھگڑا ڈالا ایک نے حدیث کو ضعیف مرسل مقطوع اسرائیلی کہہ کر یکسرہ مسترد کر کے تفسیر قرآن کو اجتہاد کے حوالے کیا تا کہ یہ میدان اجتہادیوں کے لئے خالص ہو جائے دوسرے نے نقل پر تفکر سے کلی طور پر منع کیا تا کہ توجہ بقرآن سے یکسرہ روکنے کے لئے اٹھائے گئے اقدامات موثر رہیں لیکن تفسیر بالرائے بطور قطعی عند الکل مذموم مقدوح ممنوع تفسیر ہے جبکہ تفسیر اجتہادی کی تعریف کرتے ہیں بلکہ تفسیر اجتہادی کے آغاز یا ابتکار کو تابعین اور اسلاف کی طرف برگشت کرتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ہم تفسیر بالرائے کو تحلیل کریں اس کی برگشت کہاں ہوتی ہے تفسیر کا معنی تو پہلے بیان کر چکے ہیں ابھی کلمہ رائے کی وضاحت ضروری ہے۔رای کسے کہتے ہیں؟ یہ کہاں سے نکلی ہے؟ کون اس کا مبتکر و بانی ہے پہلے ہم مادہ وصیغہ رائے کا معنی معلوم کرتے ہیں رائے قرآن کریم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

شاید اس جیسا کوئی کلمہ استعمال نہ ہوا ہو رائے ، رائی ، رایت ، رایتک ، رایتکم اور رایتھم بھرے ہوئے ہیں صاحب کتاب عمدۃ الحفاظ القرآن نے لکھا ہے کلمہ رائے بمعنی بصارت دو معنیٰ میں استعمال ہوا ہے ایک اپنی آنکھوں سے دیکھنا اگر آنکھوں سے دیکھنا ممنوع اور مذموم عمل قرار پائیں گے تو دنیا اس کے لئے تاریک ظلمت ہو جائے گی مدخل علوم پہلے

بصارت ہے بعد سماعت ہے اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے سماعت و بصارت ختم ہونے کے بعد عقل کوئی کام نہیں کرسکتی ہے باب علوم رایت وسمعیت ہے۔ آپ نے سمعیت کو آزاد چھوڑا اور رایت پر پابندی لگائی۔

دوسرا معنی علم ہے آپ کو پتہ نہیں چلا آپ کو معلوم نہیں ہوا اس کی بھی برگشت رویت پر ہوتی ہے ایک دفعہ آنکھوں سے خود چیز کو دیکھتا ہے اس کو رویت بصری کہتا ہے دوسری چیز اس کے اثر کو دیکھ کر موثر پر ایمان لاتے ہیں اس کو رویت علمی قلبی کہتا ہے چنانچہ پیغمبر کے بارے میں آیا ہے ﴿وَ لَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى ☆عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى ﴾ (النجم ۔۱۳،۱۴) محمد نے ایک دفعہ اللہ کو سدرۃ المنتھیٰ پر دیکھا یعنی رویت رویت علمی ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل کیا آپ نے نہیں دیکھا ہے اصحاب فیل کے ساتھ ہم نے کیا کیا جس وقت اصحاب فیل آئے تھے محمد دنیا میں نہیں تھے وہ رویت علمی ہے خلاصہ کلام رائے آنکھوں سے دیکھنا رائے عقل سے اثر دیکھ کے موثر پر ایمان لانا اس کا نام رائے ہے اللہ کی مشرکین وملحدین پر احتجاج تنقید مذمت اس لئے ہے کہ تم کیوں نہیں دیکھتے ہو۔

دیکھتے کیوں نہیں دیکھتے رویت کو کہتے ہیں کیوں نہیں سمجھتے ہو سمجھتے رویت علمی ہے رویت کی طرف دعوت کے باوجود تفسیر بالرائے کی شدت سے مذمت کس بات پر ہوتی ہے کیا آیات قرآن میں استعمال ہونے والے کلمات اسم فعل حرف کے معانی کو سامنے رکھ کر معنی کرنا لغت کے ریشہ کو دیکھنا صیغہ کو دیکھنا آیات کے سیاق وسباق کو دیکھ کر معنی کرنا تفسیر بالرائے ہے تفسیر سب سے پہلے کس نے کی ہے اس کے پس منظر کیا ہے یہ دوسری صدی میں قائم اصحاب رائے در احکام شرعیہ سے پیدا ہوئی ہے اور ایک گروہ خاص کی مذمت میں ہے وہ قرآن کو چھوڑ کے عقل کی سواری پر سوار ہو کے میدان مارنے والے محمد کی جگہ پر بیٹھ کے میری عقل کہتی ہے اللہ اور ہے اور اس کی صفات اور ہیں عقل پہلے ہے قرآن بعد میں واصل بن عطاء اور اس کی جماعت کی رائے ہے۔ ان کی ضد میں عقل کی مذمت کی ہوگی عقل سحیرہ ہے مثل مسئلہ ہے عقل عمل ہے عقل کو کوئی حق نہیں۔ اصل حدیث ہے اہل نقل نے آ کے عقل پر تنقید کی ہے۔

اہل حدیث نے معتزلہ کی ضد میں عقل پر تنقید کی ہے معتزلہ نے اسلام کی ضد میں قرآن کو کنارے پر لگا کر اپنی طرف سے نیا اصول دین وضع کیا تھا قرآن کی کثیر آیات میں مشرکین سے خطاب میں عتاب آیا ہے کیوں عقل نہیں کرتے کیوں تفکر نہیں کرتے کیوں نہیں سوچتے آیا مشرکین سے یہ کہا ہے قرآن کو لے جا کر قرآن کے معانی ابوبکر سے کیوں نہیں پوچھتے علی سے عمر سے کیوں نہیں پوچھتے ابی مسعود عثمان بن عفان ابوصعہ سے کیوں نہیں پوچھتے ایسا ہے؟

تفسیر بالرائے کی مذمت کرنے والوں سے سوال ہے یہ لمبی چوڑی ۳۵ آیت حضرت علی کے منصوص ہونے کے بارے میں پیش کی ہیں آیت بلغ آیت اکمل آیت سال سائل آیت رکوع آیت تطہیر ان میں نص برامامت کہاں سے نکلی

ہے زواج متعہ کہاں سے نکلی ہے رائے نہیں ہے عقل سے کلام نکلتا ہے کلام سے عقل نکلتا ہے کلام سمجھنے کے لئے عقل چاہیے عقل کو سمجھانے کے لئے کلام چاہیے۔

عقل اور کلام والد و مولود ہیں انڈہ اور مرغی ہیں اس طرح کھیل کے رنز بنائے ہیں قرآن کریم کی تفسیر قیل وقال اخباریوں حدیثوں سلفیوں سے تفسیر کرنا تفسیر صحیح ہے کلمات قرآن کریم کو لغت سے سمجھنے کے بعد سیاق وسباق دیکھ کر معنی کرنا مذموم ومردود قرار دینا نقلیات بے سند کی جگہ بنانے کیلیے میدان خالی کرنے کا حربہ ہے منصفین بھی اس وادی میں گرگئے ہیں ہادی معرفت جیسے بحاث محقق یہاں پھنس گئے ہیں تفسیر رائے کو مسترد کیا اس لئے کہ احادیث کورد نہیں کر سکتے تھے تفسیر اجتہادی کورد کیا چونکہ خود مجتہد تھے مجتہد کے داعی تھے مجتہد کے پروردہ تھے مجتہد کے ریزہ خوار تھے اجتہاد کا ستون وادی رائے ہے اور رائے کی برگشت اپنا خیال ہے اور اس کے لئے ان کے پاس دلیل نہیں دلیل طلب کرنے والوں کو لاٹھی اور دھمکی ہے۔

تفسیر بالرائے رویت بصری حقائق کی نیابت رویت قلبی تنظیم وترتیب مقدمات کے بعد تفسیر کرنا عین حکم قرآن ہے اگر تفسیر رائے سے مراد فرقوں کی تفاسیر ہیں تو نجفی چاہے یا موسوی تفسیر بالرائے سے خالی نہیں ہوگا آفت ضرور لاحق ہوگی۔

تفسیر بالرائے:

مادہ رائے رئی جیسا کہ معجم مفہرست آیات میں یہ مادہ ۴۲ دفعہ ذکر آیا ہے رائے کا معنی تری یری ارینا ترونا حاسہ چشم میں آنے والی چیز کو کہتے ہیں حس بصری کو کہتا ہے ادراک بصر کو کہتا ہے

۲ وھم وتخیّل خیال کو کہتے ہیں جیسا کہ سورہ انفال آیت ۵۰ میں آیا ہے غور وتفکر کو کہتا ہے سورہ انفال ۴۸ عقل کو کہتا ہے سورہ نجم آیت ۱۱ اگر مادہ رائے دو مفعول لیا ہے تو اس کا وہاں معنی علم کا دیتا ہے یعنی جان لیا ہے۔

تفسیر بالرائے

کتاب تفسیر والمفسر ون ذھبی جلد اص ۲۲۸ میں اور تفسیر والمفسر ون علامہ ھدی معرفت جلد اص ۷ میں آیا ہے تفسیر رائے۔ رائے بمعنی رؤیت یعنی جس کی برگشت رؤیت بصری ہو یا رؤیت علمی اصول علمی سے قائم رائے اس پر عمل کرنا مذموم قرار پانے کی کوئی منطق نہیں ہے لھذا دیکھنا ہوگا تفسیر بالرائے کیوں مذموم ہے مقبوح ہے اس سلسلے میں ایک توجیہ یوں کی ہے کہ افراد گروہ بشر کسی دلیل لغوی طرفی عقلی کے اپنے مسلک کو مقدم رکھتے ہوئے آیت کی تفسیر کرے لھذا یہ تفسیر تفسیر برائے ہوگی

۱۱اس سلسلے میں اھل سنت والجماعت نشاندھی کرتے ہیں اھل تشیع نے آیات قرآن کواپنی مسلک کے مطابق اپنی مقصد کے مطابق تفسیر کی ہے ان کی تفسیر تفسیر برائے کا مصداق جلی ہے

۲۔اھل سنت بغیر کسی دلیل وسند کے اپنی تفسیر برائے پرحق سلف کو دی ہے سلف نے جوتفسیر کی ہے وہ صحیح ہے ان کی تفسیر تفسیر رائے کی دوسری مصداق ہے

۳۔تفسیر برائے کی تیسری مصداق دوسری صدی کے پہلے پچاس میں آئی ہے جہاں بقول ابوحنیفہ آیہ قرآن نہ ہوحدیث نہ ہواصحاب کی حدیث نہ ہوتو میں اپنا رائے دوں گا جہاں دلیل نہیں ہے مجتہد اپنا رائے دے کے فتویٰ دیتا ہے لھذا اکثر وبیشتر مجتہدین کے فتویٰ ان کے ذاتی رائے پر ہوتا یہ ذاتی رائے عقل سے بہتر ہے ان کی خصوصی عقل ہے

۴۔رائے اشاعرہ نے بنام عقل معتزلہ کے خلاف قائم کی ہے بنام نقل معتزلہ کے خلاف قائم کی ہے۔

۵۔رائے اٹھارویں صدی کے میلادی کے بعد مغرب کے دباؤ میں علماء ودانشوراں،، مسلمین میں یہ سمجھتا ہوں،،، جیسے سر سید احمد خان علامہ اقبال جمال الدین افغانی محمد عبدہ وغیرہ نے رائے دی ہیں جن کو مجددین کہتا ہے جن کی اراء کا برگشت عقل اجتماعی سے ہوتا ہے نہ نقل مستند سے وہ تفسیر برائے ہوگی اس قسم کے رائے دینے والا قدیم دور سے یہ فراوان ہیں جس میں بڑے بڑے مخول علماء مفسرین اس ظلمت میں پھنسے ہیں اس لئے نہیں کہ ان کے علم کم تھے بلکہ ان کے فرقہ پرستی ہے فرقہ بذات خود باطل ہے من گھڑت ہے فرقہ کی اصول پر مصلحت کی بناپر فرقے کی بچاؤ کی بنیاد پر دی گئی آراء بھی باطل ہے۔

کتاب تفسیر والمفسر ون تالیف محمد حسین ذہبی جلد۲ص ۱۰۷

باطنیہ:

باطنیہ مادہ بطن سے ہےمصدر جعلیۃ جیسے پاکستانیہ بطن شکم کے لیے ہے شکم کے اندر چیزیں حواس خمسہ میں نہیں آتی ہیں لہٰذا کہتے ہیں کہ باطن میں کیا چیز ہے یا کہ کوئی نہیں جانتا ہے

باطنیہ فرقہ اسماعیلیہ کے تجربات اور تجدید نظر کے بعد جدید نام ہے اس کی اصل برگشت اسماعیلیہ کو جاتی ہے جس کی برگشت میمون دیصانی مغیر بن محمد سعید عجلی جابر بن جعفی وغیرہ ساکنین منافقین نشین کوفہ کو جاتی ہے جہاں انہوں نے اسلام کو بنیاد سے گرانے کے لیے نظام اسلام غیر عنصری کو عنصری نظام میں تبدیل کرنے کے لیے اہل بیت کو حقدار خلافت کی تحریک چلائی تھی اس سلسلے میں انہوں نے امام صادق کے بڑے بیٹے اسماعیل جو اپنی جگہ خوبصورت اور عیاش تھے انہوں نے ان

کی شکل اور تجربے وترجیحات کو ان کو اپنی خدمات سہولیات پیش کیں اگر ان کے باپ کو قابو نہ کرسکے تو ان کے بیٹے کو قابو کر سکتے ہیں اتفاق سے اسماعیل امام صادق سے پہلے وفات پائے ماجرا کتاب ''خطراحیون کا اسماعیلیوں کا اغواء'' میں دیکھ سکتے ہیں ہر آئے دن ان کے منکرات سامنے آنے سے ان کے چہرے مسوخ ہو گئے تھے مسلمان ان کے عزائم کو روکنے کے لئے چوکنا ہو گئے تھے یہاں تک دور اقتدار مامون عباسی میں اس کے بعض سرکردہ افراد من جملہ عبداللہ میمون دیصان کوفہ کے زندان پہنچے جہاں انہوں نے اپنی تمام سرگرمیوں کو سابقہ تجربات کی روشنی میں ناکامی ہونے کی اسباب وجوہات سامنے رکھ کر آئندہ تقیہ کی چھتری کا وراس کے جڑواں کو گرانے کے لیے اپنا نام بدل کر باطنیہ رکھا باطنیہ کے منشور پر چلانے کا فیصلہ کیا یعنی ہر چیز کا الٹا اس کے باطن تک پہنچا جاتا تاکہ باطن کہہ کر اپنی منویات خبیثہ فاسدہ پر عمل کر سکے اگرچہ انہوں نے کل اساس اسلام کو نشانہ بنائے تھے لیکن مرکزی توجہ قرآن پر لگایا یا قرآن کے ظاہری معنی سے رو گردانی کر کے باطن کی طرف پلٹایا اور باطن کو جاننے والے آئمہ کو گردانا۔ آئمہ کون ہیں اس کو اہل بیت والے بتایا اور اہل بیت سے مراد کون ہیں اس کو مبہم رکھا مجمل رکھا۔ چنانچہ ان کے ایک سربراہ عبیداللہ بن حسن قیروانی نے سلیمان بن حسن بن سعید جنانی کو سفارش کی ہدایت کی کہ تم اور تمھارے ماننے والے کی توجہ یہ ہو تمام شرائع کو منہدم کریں اصول عقائد کی بنیادوں کو مسمار کرے اس سلسلے میں زیادہ تر توجہ قرآن میں تشکیک پھیلانا ہے قرآن میں تشکیک پھیلانے کا طریقہ یہ ہے کہ قرآن کا ایک ظاہر ہوتا ہے ایک باطن۔ انہوں نے اساس ادیان اساس اسلام کے ساتھ ادیان سماوی کے مسلمہ محرمات کو بھی حلال گردانا حلال گردان کر نکاح بنات، اخوات، ماں بیٹیاں سب جائز گردانا ہے۔ کیا بھائی سے زیادہ اپنی بہن سے نکاح کرنے کا کوئی سزاوار ہے؟ کیا باپ سے زیادہ اپنی بیٹی سے نکاح کرنے کا کوئی سزاوار ہے۔ ذھبی قیروانی کے بارے میں آگے جا کر لکھتے ہیں مجھے سب سے زیادہ تعجب ادیان سماوی پر یہ ہوا کہ یہ شخص دعویٰ کرتے ہیں کہ خود عاقل ہیں اس کے لیے ایک بہن بیٹی حسین ہے اس کے لئے زوجہ نہیں اس کی حسینہ بہن بیٹی سے کوئی نکاح کرے، اگر کسی جاہل سے بھی پوچھیں کہ یہ عورت کس کی زوجیت میں جائے کون حقدار ہے پھٹ کے کہہ دیتا ہے اس کا باپ، اسکے بھائی۔

اسماعیلیوں میں ظاہر فرق اسماعیلیوں میں ہونے والی فرقہ سازی فرقہ بازی کسی فکری مصلحتی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ پہلے دن سے ہی ان کے دو فرقے تھے کیونکہ ان فرقوں کی بنیاد، بنیادی مرکز اسلام ہی تھا اسلام کے خلاف کام کرنا تھا تو اسلام کے خلاف کام کرنے کیلیے دنیا کفر والحاد ہمیشہ سے متحد آئے ہیں چنانچہ کوفہ میں یہودی صلیبی مجوسی جو آپس میں اختلاف رکھتے تھے وہ متحد ہو گئے تھے تو کیوں اسماعیلی منتشر ہو گئے تھے اسلام کے خلاف سب متحد تھے ان کے اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ

انہوں نے اسلام کے خلاف دو بدو جنگ نہیں لڑی ہے بلکہ باطن اور ظاہر دونوں میں لڑی ہے لہذا مسلمانوں کو دھوکہ فریب دینے کے لئے ابہوں نے اپنی جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ایک گروہ آشکار طور پر اسلام کو للکارتے۔ دوسرا گروہ اسلامی شعار کا پاس دکھاتے چنانچہ پہلے ہی دن کوفہ میں شریعت اسلام سے کھلم کھلا بغاوت کا کام آشکار طور پر شروع کیا ان کا نام وہاں کے قائد کے نام سے منسوب کیا۔

قرامطہ:

جبکہ دوسرے گروہ جو سلمیہ میں ہوتے تھے اس کا نام انہوں نے اپنا پرانا نام اسماعیلیہ رکھا یہی سلسلہ الی یومنا ھذا باقی ہے۔ سادہ مسلمان اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے والا دونوں چلے آرہے ہیں جیسا کہ فرقہ اسماعیلیہ سلمیہ کا نمائندہ بہرہ کو قرار دیا جاتا ہے جبکہ قرامطہ کا نمائندہ آغا خان کو قرار دیا جاتا ہے مظاہر اسلامی والوں کو پسند کرتا ہے ڈاکٹر حسین ذھبی کہتے ہیں ایسا نہیں ہے بلکہ وقت حالات زمان کے تحت وہ اپنا نام خود انتخاب کرتے تھے چنانچہ برصغیر میں شریعت کے پابند دکھانے والوں کو اسماعیلیہ یا بھرہ کہتے ہیں جبکہ اسلام کے ساتھ بغاوت اسلام کو کچلنے والے فرقے کا نام آغا خانی رکھا جو اس وقت ان کی قیادت کررہا ہے۔ شام میں اسلام باغی گروہ کا نام علویہ نصیریہ ہے یہ وہی گروہ ہے جو علی کو اللہ کہتا ہے۔ ترکیہ میں ان کو بگداشتیہ کہتے ہیں ایران میں انکو بابیہ کہتے ہیں فلسطین میں انکو بھائیہ کہتے ہیں ہندوستان پاکستان میں انکو قادیانیہ کہتے ہیں یہ فکری بنیاد پر نہیں بلکہ قیادتی بنیاد پر ہے کہ تنظیم کی قیادت کون کرے گا بابیہ منسوب علی محمد یہ ان کا پہلا رئیس تھا علی محمد متولد ۱۲۳۵ھ اس نے پہلے خود کو جب اس کی عمر ۲۵ سال ہوگئی تو نائب امام متعارف کرایا جب ان کی تعداد بڑھ گئی علی محمد کے لیے ماحول سازگار کرنے اور آخر میں خود کو ہی مہدی موعود قرار دیا اور کل شریعت سے انکار کیا فرائض ساقط کیے ناصر الدین شاہ کے دور میں میدان تبریز میں ۱۲۶۵ھ کو انہیں قتل کیا گیا۔ ان کے بعد ان کے جانشین کون ہونگے ان کے بھائی متولد ۱۲۳۳ھ۔۔۔ ۱۲۶۸ کو ان کو گرفتار کیا ان کو جیل میں ڈالا اور ۱۲۶۹ھ کو عراق میں ملک بدر کیا وہاں انہوں نے خود کو مہدی کہا حالانکہ دونوں کی برگشت امام ہوتا ہے دونوں کے نزدیک کائنات کی ہر چیز کا مالک امام ہوتا ہے کسی چیز کا حلال اور کسی چیز کا حرام قرار دینے کا حق صرف امام کو حاصل ہے دنیا بھر میں جہاں جہاں شیعہ ہیں ان کے نزدیک بھی یہی عقیدہ ہے آئمہ کے بعد مجتھدین حلال کو حرام، حرام کو حلال قرار دے سکتے ہیں چنانچہ مجتھدین لکھتے ہیں حکومتیں طاغوت ہیں ملک کی دولت مال امام ہے مال خزانہ، بجلی گیس بھی ملک امام ہے اب جتنا لوٹ سکتے ہیں

لوٹ لیں لہذا جامعہ تعلیمات اسلامی مظاہر اسلامی کا پاس رکھنے والے ہیں انہوں شرف الدین منکر نص امام کی وجہ کتب کے واجب الادا راقم کو اپنے پنجاب، ڈی آئی خان کے نمائندے کے روکنے کو مباح گردانا ہے

---------- ------

ہماری بدبختی اس میں ہے کہ ہم ظواہر پر مغرور باطن سے غافل ہیں ہمارے اندر اختلاف، افتراق وانتشار کے شاکی ہیں اندر سے دشمنوں کی سرگرمی و ویرانی بربادی سے غافل ہیں دوسرے لوگ نام گزاری میں دقت و باریکی رکھتے ہیں۔ ہم طاہر نام پر ناچتے ہیں کسی کو مقدس کہنے سے سمجھتے ہیں دین وشریعت کے پابند ہیں اندر سے جرائم وموبقات کے مرتکب ہیں کسی کے نام روحانی سے یا روح اللہ کہنے سے سمجھتے ہیں کہ وہ مطعومات مشروبات لذائذ سے پرہیز کرتے ہیں یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ خلوت میں شراب پیتے ہیں کسی کے عالم ہونے سے سمجھتے ہیں کہ کان مایکون زمین وآسمان وفضاء میں، فضاء کی دگرگونی سے واقف وآگاہی ہیں۔ نہیں سمجھتے ہیں کہ اہم اصول وشریعت سے ناواقف ہیں اسی طرح باطنیہ سے سمجھتے ہیں باطنیہ وہ گروہ ہے جو ہر چیز کا باطنی معنی لیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسلام کے خلاف ہر میدان میں مقابلہ کرنا مزاحمت کرنا خاص کر باطن سے اسلام کو گرنیٹ اڑانا ہے اسی اصول کے تحت ملک میں ظاہری طور پر ہاتھ باندھنے کھولنے، افطار پہلے اور بعد میں کرنے، خلفاء کو رضی اللہ کہنے نہ کہنے، سب وشتم کرنے نہ کرنے کی جنگ میں سینکڑوں سے تجاوز کر کے ہزاروں مارے گئے لاکھوں نقصان ہوا لیکن اسلام ومسلمین کی جڑوں کو مسمار کرنے سکھانے کے لیے سرگرم باطنیہ اور اس کے بنات قادیانیہ، اسماعیلیہ باہر سے امن پسند کر کے فتنہ وفساد کے پٹرول میں ماچس کی تیلی پھینکنے والے ایندھن پھینکنے والے اپنے کام کر رہے ہیں اور آرام سے کرتے آئے ہیں اور کر رہے ہیں اور ملک کے تمام ذمہ دار ادارے بمعہ قوم ان کو امن وامان کی چٹ دے رہیں ہیں

ممکن ہے بم دھماکوں، خودکشیوں، آتش سوزیوں، میں ان کا کردار نہ ہو لیکن منابر پر چن چن کر سباب وشتام کو لانے، امام بارگاہوں میں بریانی دیگیں لانے مزارات میں شرابیوں وچرسیوں اوباشوں کو لانے، ضریحوں کے نیچے، علموں کے نیچے، یہاں اپنی حاجتیں مانگیں علی کو جو اپنی مشکلات میں پھنسے ہوئے تھے اپنی بے بسی پر اپنے دوستان گزشتگان کو یاد کر کے روتے تھے اپنی مدد کے لیے ان کو پکارتے تھے فرماتے تھے علی امیر المومنین اس وقت محکوم ہے اسکی رعیت اس پر حاکم ہے ملجم مرادی شقی قصی نے ایک زہریلے تلوار کے وار سے روح وجسم علی میں جدائی ڈال دی تھی ان جاہلوں سے کہتے علی مولا حلال مشاکل ہے مولا کے پاس کوئی کمی نہیں، علم عباس کو زور سے پکڑو، ہلاؤ۔ وہ عباس جو اپنے دو بازوں کاٹنے والوں کو روک نہیں سکتے تھے کہتے ہیں عباس اپنی مریدوں کی حاجتوں کے لیے اللہ اور محمد سے لڑتے ہیں ہر آئے دن

قبرستانوں میں امام بارگاہوں میں معجزات نکالنادین حق والوں کے راستے روکنا مسیحوں کواقتدارکیلیے دعوت دینے والے اداکاروں کوملک کی اقتدارسنبھالنے والوں کودعوت دینے والے انہیں (قادیانی وآغاخانی) دو کےعلاوہ کوئی اور ہوسکتا ہے۔

تحلیل سقیفہ:

سقیفہ میں کیاہوااوراس کے اثرات امت مسلمہ پرکیارہے،اس پر گفتگو کرنے سے پہلےسقیفہ کی تحلیل ضروری ہے کہ وہ زمان ومکان کے حوالہ سے کیاانتساب رکھتے تھےسقیفہ مادہ سقف سے ہےعربی میں چھت کو کہتے ہیں عرب عام طور پر مسلمانوں کااستقبال اجتماعات تہوارکاانعقادگھرسے باہر بنائے گئی جھونپڑیوں میں کرتے تھے کیونکہ اس زمانے میں اتنے وسیع گھرنہیں بناتے تھے بڑے اجتماعات کی گنجائش نہیں ہوتی تھی اس حوالے سے مدینہ سے باہرسعدبن عبادہ اس وقت کے رئیس انصاراوس وخزرج کامہمان خانہ تھانبی کریمؐ کی وفات کے بعدجوخلاء قیادت امت میں آیاتھااس خلاءکو بروقت قبل ازوقوع آشوب فتنہ آوراورآشوب سے بچنے کے لیےانصارنے انصاریوں کو یہاں جمع کیا تھا اس خلاکوپر کرنے کیلیے مناسب اقدام کیاجائے اس پررائے پردازی کی اکثریت کی خواہش تھی اس جگہ پرسعدابن عبادہ کومنتخب کریں کیونکہ انصاربحثییت میزبان رسول اللہؐ ومہاجرین،انہیں خطرہ تھاکہ نبی کریم کے بعداعراب جزیرۃ العرب اور روم وفارس والےان پرحملہ نہ کریں وہ اپنے شہرکوخطرات سے بچانے کے لیے بروقت اجتماع کیا۔لیکن اتفاق سے ابابکر، عمر یہ خبرسن کرفوراًیہاں آئےاوراجتماع کواپنے ہاتھوں میں لیا۔اس طرح عناصرتحلیلی سقیفہ تین گروہ بنے اوس،خزرج اور مہاجرین۔چوتھاعنصروہ افرادتھے جوسقیفہ کی قراردادطے پانے والے فیصلہ انتخاب ابوبکرکومستردکرنے والاناراض گروہ تھا۔ناراض گروہ کے یہ لوگ آج کل کے محاورے کےتحت خانہ علی میں دھرنادیئے بیٹھے تھےسقیفہ کی روداد کے بارے میں مصادرکتاب سلیم بن قیس ہےسقیفہ کی اہمیت اورسقیفہ کواجاگرکرنے والے یہاں دھرنادینے والے کی وجہ سے اب ان کی اہمیت قدروقیمت ان کے مطالبات سے ہوتی ہےاحتجاجی خطابات سے ہوتی ہے احتجاجی مطالبات کیا تھےاس سلسلہ میں محتملات مفروضات ہیں

۱۔ اخلاقی ہے۔حضرت علی ایک حوالے سے پروردہ نبی اور جہاں جہاں ضرورت کے موقع پرخاندانی مسائل میں نبی کریم آپ کومنتخب کرتے تھے جیسے ہجرت کے موقع پرعرفات میں سورہ برائت کی قرائت کے موقع پرتبوک میں جاتے وقت اپنے خاندان کی حفاظت کے امور سے متعلق علی کومعین کیا تھا۔علی ایک مردعالم وآگاہ امین ومعتمدرسول اللہ تھے نبی

کریم کو آپ پر بہت اعتماد اور بھروسہ تھا خود علی صاحب لیاقت و کمالات تھے لہٰذا کم سے کم اس اجتماع میں علی کو ہونا چاہیے تھا اہل سقیفہ نے علی کو یہ موقع نہیں دیا یہ علی کے حق میں ایک کوتاہی ہے یہ ایک اخلاقی فرض تھا جو سقیفہ والوں نے نہیں کیا یہاں تک یہ منطق اپنی جگہ درست ہے لیکن اس کے نہ ہونے پر احتجاج سے ہٹ کر سقیفہ والوں کو خاص کر منتخب خلیفوں کو بدزبانی کرنا سب وشتم کرنا لعن کرنا امت کو کسی بھی دینی مسئلے پر متحد ہونے نہ دینا، یہ منطق یہ روپ یہ سلوک نا قابل تحلیل ہے

۲۔ علی اس منصب کے قانونی حقدار ہیں علی کے ہوتے ہوئے کسی اور کو اس منصب پر رہنے کا حق نہیں پہنچتا ہے یہ منطق روم وفارس میں چلتی ہے وہاں اس کو پزیرائی حاصل ہے کیونکہ وہاں رائج نظام، نظام خاندانی ہے۔لیکن جو نظام حضرت محمدؐ لائے ہیں آپ نے پہلے دن سے ہی کہ اس مقام پر آپ کے بعد کون ہوگا ہمیں دیں گے تو آپ نے اس کو مسترد کیا چنانچہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے فرمایا کہ یہاں جو نظام عصبیت چلتا تھا اس کو ہم نے دفنایا ہے اور پھر زندہ نہیں ہونے دیں گے اب یہاں نظام الٰہی ہے۔لہٰذا دھرنا دینے والوں کے لیے اگر یہ قصہ درس ہے تو وہ اس قانون سے تمسک کرتے۔اس منصب کا سب سے زیادہ حق دار علی ہے اس کو آیات قرآنی، سنت وسیرت فرمان رسول اللہؐ سے استناد کرتے لیکن وہاں بیٹھنے والی شخصیات نہ خاندان سے سے وابستی شخصیات تھیں حتیٰ خود حضرت علی نے اس حوالہ سے اپنا استحقاق پیش نہیں کیا۔استحقاق نص جو ہے دوسری تیسری صدی سے جب سے شان نزول بنانے کا سلسلہ شروع کیا اس وقت سے شروع ہوا اس سے پہلے بنی ہاشم صرف استحقاق کو اٹھاتے تھے یہاں سے واضح ہوجاتا ہے سقیفہ مخالف کی شور شرابہ چوتھی صدی کے مفروضہ مجہول الحال النسب۔سلیم بن قیس بطل وقہرمان سقیفہ کے مفروضے سے رونق لیا ان کے بارے میں ہم آگے بتائیں گے

موضوعات قرآن کریم کے بارے میں مختصر وضاحت کرتے گزرنا متحیر ومدافع قرآن اسلام ومسلمین کے ایک گران قدر سرمایہ علمی جناب علامہ عبداللہ دراز۔۔۔۔۔کے شہر لاہور میں منعقدہ سیمینار میں ممتاز عالم دین نے اس سیمینار ۔۔۔۔۔کے لئے جو عنوان انتخاب کیا تھا وہ یہ تھا موقف اسلام من الادیان الزھر کے۔۔۔۔۔اس خطاب کے فوراً بعد یہاں اسلام سے دفاع کرتے ہوئے ان کی روح اطہر خالق متعالیٰ سے جا ملی آپ نے سورہ مبارکہ کی ایک شرح لکھی ہے شرح کلمات کے علاوہ اس کے سورت کے محتوی مضامین کی شرح کرتے ہوئے لکھا یہ سورہ استدلال قرآن ہے جو

کچھ قرآن میں ہے یہ اس کا خلاصہ ہے کل قرآن کے موضوعات کو ایک موضوع لائیں تو یہ بنتا ہے معرفۃ الحق ومعرفۃ الخیر تقدیس الحق والتزام بالخیر اما معرفۃ الحق تو وہ سبحانہ الحمد رب العالمین الرحمٰن و مالک یوم الدین وہی صاحب اللہ تعالیٰ افراسیی کی طرف برگشت ہے قرآن میں موضوعات ہیں ہر ایک سورہ اپنی جگہ ایک موضوع کامل ہے بعض موضوعات سے متعلق آیات پراگندہ منتشر ہیں یہاں تمام موضوعات بلکہ اکثر پر احاطہ کرنا ممکن ہے۔

یہ عرب کے بھی خلاف ہے اس کے دلائل آگے بیان کریں گے لیکن انہوں اپنے خائنانہ سازش کے لئے کیونکہ تمام زبانوں سے زبان عرب قدرت بیان میں معروف ومشہور ہے قرآن کریم نے بیان مطلب میں یہ قضاۃ عرب کو تحدی کیا ہے اگر قرآن کا بیان وہ اصل مقصود وہدف نزول میں نقص بیان ہونا قرآن کی اہانت وجسارت ہے اس کے علاوہ قرآن نے بیانگ دھل تکرار سے اعلان کیا ہے کہ اس کے بیان میں ابہام واجمال نہیں اس کی آیات محکمات ہیں اما اینکہ قرآن اور سنت میں تمام احکام نہیں ہیں اس بارے میں دیکھتے ہیں۔

وھابیہ

کتاب فرق اھل سنت صالح مردانی ص ۱۶۹ فرقہ وھابی بارھویں صدی کے دوسرے نصف میں جزیرہ عربی میں عبد الوھاب کے ذریعے وجود میں آئے ان کے رخ اف جزیرہ عرب میں حکمران فقھاء اشرف سب نے مقاومت مزحمت کی لیکن ابن سعود نے عبدالوھاب کے ساتھ دینے پر ان کی دعوت کو فروغ ملی جو ابن تیمہ کو نہیں ملی افکار ابن وھاب ان نکات میں خلاصہ ہوتی ہے

ا۔قبور مزار پنجرہ زیارات اور توسل کے خلاف ہے اسی طرح ان سے مربوط احتلافات اجتماعات کا بھی مخالف کیا اسی طرح بیان کے ان ضریحوں کے لئے مزارات زبائح سے بھی منع کیا۔

رواۃ میں آیا ہے وہ سنہ ۲۷ھ کو پیدا ہوئے سنہ ۱۱۴ میں وفات پائے علمائے رجال نے ان کی توثیقات کی ہے

۲۔طاؤس کتاب تھذیب التھذیب جلد ۵ ص ۸ پر سنہ ۱۰۶ یا ۱۰۰ کے درمیان وفات پائے ہیں علماء نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ان کے قرائت کے بارے میں کچھ نہیں ہے

۳۔مجاھد کتاب تھذیب التھذیب جلد ۱۰ ص ۴۱ مجاھد کے نام سے تین ہیں اور تینوں کی توثیق ہوئی ہے

۴۔عکرمہ کتاب تھذیب التھذیب جلد ۷ ص میں عکرمہ کے نام سے ۱۱ ہیں لھذا مجھول ہے کہ وہ کونسے عکرمہ ہے بعض عکرمہ ضعیف ہے متروک ہے علاوہ ازیں قرائت سے ان کا کوئی تعلق نہیں

۴۔علقمہ کتاب تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۲۴۷،۲۴۶ میں علقمہ کے نام سے کوفی والے دو ہیں

۵۔اسود کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۲۹۸،۲۹۹ اسود کوفی کے نام سے دو ہیں

۶۔مسروق کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۰۰،۱۰۲ اس کتاب میں کوفی والے مسروق دو ہیں

عبید کتاب تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۷۷،۸۷ میں کوفے والے عبید کے نام سے ۴ ہیں معلوم نہیں کون سے عبید ہے

عمرو ابن شرجیل کتاب تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۱۴۲ اس کے بارے میں بھی قرائت سے متعلق کوئی بات نہیں ہے

۸ حارث بن قیس کتاب تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۳۴ حارث ابن قیس جعفی اس کتاب میں بھی ان کے قرائت کے متعلق کوئی بات نہیں سوائے ان کے دفن کے بعد

۹ عمرو بن میمون کتاب تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۹۶ میں آیا ہے وہ سنہ ۷۴ یا ۷۵ کو وفات پائے ہیں ابن معین نسائی نے ثقہ کہا ہے لیکن قرائت سے متعلق کوئی بات ذکر نہیں کیا ہے وہ اسی سال کے عمر میں مرے ہیں معجم شعراء میں آیا ہے کہ وہ خوارج ہے پھر وہ خوارج کو چھوڑا شیعہ اور ابن زبیر سے برائت کیا

یحی ابن یعمر تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۲۶۶ عثمان علی ابوذر سے روایت نقل کرتے ہیں ھارون ابن موسی نے کہا ہے وہ سب سے پہلے شخص ہے جس نے سب سے پہلے قرآن پہ نقطہ لگائی عبد الملک بن عمیر نے کہا ہے فصحاء تین ہیں موسی بن طلحہ، یحی ابن یعمر، حبیب ابن جابر

یحی ابن یعمر قطیبہ بن مسلم کی طرف سے مروہ میں قاضی تھے یحی بن یعمر نحوی تھے علوم عربی سے واقف تھے اس نے نحو کو ابوالاسود دویلی سے لیا ہے یہ ۱۲۹ کو وفات پائے اس میں بصری حس دو ہیں ابنسیرین

قتادہ کتاب تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۳۱۵ کئی ہیں بصری دو ہیں

مغیرہ بن ابی شہاب محزومی شامی مغیرہ محزومی مغیرہ محزومی ہے مگر ابی شیب نہیں ہے کتاب تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۴۱

صاحب عثمان خلیفہ بن سعد کتاب تہذیب التہذیب میں آیا ہے اضافہ کے ساتھ

صاحب بی دردا

عبداللہ بن حبیب بن ابوعبدالرحمن اسلمی کتاب تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۱۶۱ میں آیا ہے وہ ۹۰ سال کی عمر میں ۷۲، ۱۹ ۸۵ھ میں وفت پائے ہیں علماء نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے لیکن قرئت میں کوئی ذکر نہیں ہے

سعید بن جبیر کتاب تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۱ میں آیا ہے ۴۰ سل کی عمر گزرنے کے بعد ۹۷ھ کو حجاج بن یوسف کے ہاتھوں وہ قتل ہوئے وہ عبدالحمن بن اشعث کے لشکر میں تھے ان کے لشکر کو شکست ہونے کے بعد مکہ گئے وہاں وہاں سے

خالد قصری نے گرفتار کر کے حجاج کو بھیجا

شعبی عامر بن شراجیل بن عبداللہ شعیب ھمدانی کتب تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۵۷ یک از تابعین اپنے دور کے عالم علماء میں سے تھے اصحاب میں علی سعد بن وقاص وغیرہ سے نقل کرتے ہیں اپنے دور کے کثیر الجھہ علم کے حامل علماء میں سے تھے نقل روایت میں کثر گرائی رکھنے والوں میں سے تھے دین و دیانت میں مقدوح نہیں ہے لیکن کثیر روایات کی وجہ سے ان سے مروی روایات میں ضعف آئی ہے وہ سنہ ۱۰۰ ھ کے کچھ بعد ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائے ہیں جہاں تک قاری قرآن ہونے کے حوالے سے ان کی کوئی امتیازات نہیں آئی ہے

ابو عالیہ کنیت البراء نام کتاب تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۱۶۰ موالی قریش ابن عمر ابن زبیر وغیرہ سے نقل کرتے ہیں عجلی نے نھیں ثقہ قرار دیا ہے ابن سعد نے قلیل الحدیث روائے رفتہ ثقہ کہا ہے

ابو عجاء البصری نام مرجی بن رجاء الشکری یا عدوی ہے کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۷۵ میں آیا ہے عقیلی اور ابن معین نے ان کو ضعیف گردانا ہے ابن عدی نے ان سے حدیث نہ لینے کا کہا ہے

نصر بن عاصم لیثی البصری کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۸۱ عمر ابن خطاب، مالک بن حویرث، ابوبکر، خالد سمیع بن خالد وغیرہ روایت کرتے ہیں وہ کاتب مصاحف تھے خلیفہ نے ان کو طبقہ دوئم قراء بصرہ میں شامل کیا ہے ابو درداء نے ان کو خارجی قرار دیا

عطاء بن یسار کتاب تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۱۹۴ موالی میمونہ زوجہ رسول اللہ ہے وہ سنہ ۱۰۳ یا ۱۰۴ کو ۸۴ سال کی عمر میں اسکندریہ میں وفات پائے ہیں وہ انیس ھجری کو پیدا ہوا ۱۰۳ کو وفات پائے

معاذ بن حارث کتاب تہذیب التہذیب میں دو نام ذکر ہیں دونوں کے بارے میں ہے یہ ۶۳ ھجری حرہ کے موقع پر قتل ہوئے ہیں دونوں کے بارے میں قرائت سے متعلق کوئی ذکر نہیں ہے

سالم کتاب تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۳۸۶ میں سالم غیر منسوب لکھا ہے ان کی نسب واضح نہیں ہے

عبدالرحمٰن ھرمز الاعرج کتاب تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۶۰ پر عبدالرحمٰن ھرمز اعرج کے بارے میں لکھا ہے یہ ۱۱۷ کو وفات پائے ہیں بعض نے کہا ہے ۱۱۰ کو وفات پائے ہیں کہتے ہیں عبدالرحمٰن انساب اور عربی میں عالم تھے ان کی کوئی اور صفات بیان نہیں کی ہے

مسلم بن جندب کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۱۱۲ پے مسلم بن جندب ھزلی کہتے ہیں سنہ ۱۰۶ کو مرے بعض نے کہا ھشام بن عبدالملک کے دور میں مرے وہ بغیر تنخواہ قضاوت کرتے تھے عمر بن عبدالعزیز کے معلم تھے ان کے قرائت

قرآن اچھی تھی

زید بن اسلم العدوی کتاب تہذیب التہذیب جلد۳ ص۱۳۴۱ اپنے باب عبداللہ بن عمر ابوھریرہ سے نقل کیا ہے ان سے ان کے تین بیٹے نقل کرتے ہیں وہ ۱۳۶ھ کو وفات پائے ہیں حماد بن زید نے کہا ہے کہ وہ تفسیر بالرائے کرتے تھے ان کی فقط قرآن میں اشکال ہے حدیث زیادہ نقل کرتے تھے

عبید بن عمیر کتاب تہذیب التہذیب جلد۷ ص عبید بن عمیر جلد۷ میں بہت سے نام آئے ہیں معلوم نہیں کونسے عبید ہیں

عطاء بن رباح ان کا نام اسلم قریشی ہے موالی ہے کتاب تہذیب التہذیب جلد۷ ص۱۷۹ میں آیا ہے وہ ۲۷ھ کو پیدا ہوئے ۱۱۴ھ میں وفات پائے علماء رجال نے ان کی توثیق کی ہے۔

کتاب نور الثقلین کتاب تفسیر والمفسرون جلد۲ ص۳۲۷ مؤلف عبدالعلی بن جمعہ عروینی متوفی ۱۱۱۲ھ اخباری تھے محدث فقیہ تھے شاعر تھے انھوں نے جو بھی روایات ائمہ سے منسوب ملے قرآن سے مربوط ہو تفسیر ہو یا تأویل ہو یا تائید ہو اس کو جمع کیا ہے اس میں موجود اغلب روایات تفسیر قرآن سے ربط نہیں رکھتا ہے

تفسیر برھان

کتاب تفسیر والمفسرون جلد ص۳۳۰ سید ھاشم بن سلیمان بن اسماعیل حسینی بحرانی کنکانی متوفی ۱۱۰۷ھ۔

مذھب ابوحنیفہ:

کتاب مدخل شریعہ ص۱۶۷ پر لکھتے ہیں ابوحنیفہ فتوی دیتے وقت کتاب وسنت اقوال صحابہ پر عمل کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا آکذوا بکتاب اللہ اذا وجدت فیھفی الحکم والافسنۃ رسول ولافی سنۃ رسول اللہ اخذت باصحاب آخذ والقول من شئت منھم ولا اخرج من قولھم غیرھم فاذن انھائی الی ابرھیم وشعراء بن سیرین وعطی وسعید بن مسیّب فانی اجتھد کما اجتھد وی مدخ شریعت ص۱۷۰ پر لکھتے ہیں ہم نے پہلے بتایا ہے امام ابی حنیفہ کی مذھب کو آپ کے ساتھیوں نے مل کے بنایا ہے جس کو ابوحنیفہ اور آپ کے ساتھیوں نے ملکے بنایا ہے وہ ہم تک نہیں پہنچے ہیں جو کچھ ہم تک فقہ ابوحنیفہ پہنچا ہے اور جس کو لکھا ہے وہ محمد بن حسن شیبانی ہے ساری کتاب محمد بن حسن شیبانی نے تنظیم کی ہے تألیف کی ہے چاہے انھوں نے خود سے سنے ہوں یا ابویوسف سے سنے ہوں اس سلسلے میں جو کتاب محمد بن حسن نے لکھی ہے وہ تنہا اقوال ابوحنیفہ نہیں تھے بلکہ اس میں ان کے ساتھی بھی شامل تھے ان کے اقوال بھی تھے۔

تاریخ فقہ وفقہاء: مذاہب فقہی:

قرآن وسنت کے مصدر وماٴ خذ ہونے پر ایمان رکھنے والوں کے لئے نا قابل فہم وادراک گلے میں پھنسنے والی ہڈی فقہ ہے نبی کریم کی رخصت کے سوسال بعد شریعت کی جگہ فقہ وفقہاء نے کیسے جگہ بنائی کیسے انھوں نے دو مصادر کے مقابل و متوازی اصول بنائے ابتدائی مراحل میں حسن ظن سے گزرے لیکن گذشتِ زمان کے ساتھ یہ فقہاء اپنی جگہ ایک دوسرے کے گریبان پکڑنے لگے ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کرنے لگے ایک دوسرے کے خون کو مباح سمجھنے لگے۔

یہاں تک کہ ہر جگہ ان کے درمیان فتنہ وفساد اس حد تک بڑھ گیا کہ نو مسلمان بادشاہان تاتاری الخانی ایرانی اعلان کرنے لگے کہ ہم اسلام کو ایک اچھا دین سمجھ کر انتخاب کئے ہوئے تھے اب معلوم ہوا کہ اس دین سے ہمارا دین شرک ہی بہتر تھا چنانچہ اس وقت کے حنبلی شافعی حنفی کے درمیان فتنہ وفساد جو بنے تھے اس بارے میں رسالت توحید صادرہ از سازمان تبلیغات اسلامی میں جزو رطائفہ کے عنوان سے آیت اللہ مؤمن نے بیان کیا ہے اسی طرح دارالعلوم برصغیر میں دور برطانیہ میں اہل حدیث اور حنفیوں کے درمیان لکھنؤ میں شیعہ تبراء گروں اور اہل سنت کے درمیان فسادات پڑے ہیں جس میں جہاں مسلمانوں کو تشکیک ہوئی وہاں غیر مسلمین نے مسلمانوں پر طنز طعن کیا فقہاء کے اختلاف اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ فلسفہ یونان سے پہلے روم میں پیدا ہونے والی فسطائزم کی شکل اختیار کر گئے حقیقت نامی کچھ نہیں حقیقت وہی ہے جو مجتہدین کہتے ہیں۔

چنانچہ انھوں نے مجتہدین کی غلطی پر سزا نہیں دی ہے بلکہ انھیں انعام دیا تعجب اس بات کا ہے اس طرح کی سیاہ سرخ سے بھرے صفحات تاریخ فقہ وفقہاء کو یکسرہ نظر انداز کر کے کہتے ہیں مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہم اسلام میں اختلاف نہیں کرتے۔

۱۔ نیا طریقہ فہم شریعت لائے ہیں قرآن وسنت کے فہم کا نیا طریقہ اپنایا ہے

۲۔ قرآن وسنت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے نئے مصادر بنائے ہیں جب اجتھاد کے مدرسے تخریج فقیہ مجتہد بغیر کسی اصول وضابطے کے ہو تنہا دعویٰ کرنا کافی ہو تو ہر جگہ سے فقیہ ومجتہد اٹھنے لگے لیکن جن کو حکومت کی سرپرستی ملی تعاون ملا ان کے نام رہ گئے بہر حال اپنے وجود کی خاطر غیر مسلمین کے طنز وطعن سے بچنے کے لئے انھوں نے اختلاف سے انکار کیا جس طرح کسی گھر میں میاں بیوی بچے بہو کے درمیان ہر شب جھگڑا فساد سننے کے بعد پڑوسی پوچھتے ہیں کہ آپ کے گھر میں کیوں ہر روز فتنہ فساد ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہمارے گھر میں کوئی فساد نہیں سب خوشی ہنسی رہ رہے ہیں انھوں نے فقہاء کے اختلافات کو جائز گردانتے کے لئے چند وجوہات پیش کی ہیں مثلاً

۱۔اس میں سے ایک یہ ہے کہ ایک لفظ مشترک ہے اس کے دو معنی لغت میں ہیں جیسے لفظ قروء جس کو حیض اور حیض سے طہارت دونوں میں استعمال کرتے ہیں۔

۲۔لفظ مرکب ہونے سے اشتباہ ہوتا ہے جیسے جاء ربک میں

۳۔تیسرا سبب سبب اختلاف عربی ہے ہر لفظ کا ایک معنی حقیقی ہوتا ہے اور ایک معنی مجازی ہوتا ہے بعض فقہاء اس کے معنی حقیقی کو لیتا ہے جبکہ بعض اس کے معنی مجازی کو لیتا ہے۔

۴۔چوتھا ایک مسئلہ کے بارے میں بعض کہتے ہیں ایک دلیل کافی ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک اور دلیل اضافہ کرنا چاہئے یہ ایک کافی نہیں ہے۔

۵۔لفظ کے معنی عام اور خاص میں اختلاف ہے جیسے آیہ لا اکراہ فی الدین سورہ بقرہ آیت۔۲۵۶ آیا یہ لا اکراہ خبر ہے یا ان شاء اللہ ہے۔

۶۔ایک حدیث کسی جگہ پہنچی ہے دوسرے علاقے میں یہ حدیث نہیں پہنچائی ہے

۷۔قیاس اپنی جگہ حجت ہے لیکن اس کو حجت گردانے کے لئے اسکی شرائط میں اختلاف ہے کہاں جائز ہے کہاں جائز نہیں

۸۔قرآن وسنت میں کہاں نسخ ہے کہاں نسخ نہیں کونسی ناسخ ہے کونسی منسوخ روایت آیت کو نسخ کرسکتی ہے یا نہیں

۹۔کبھی روایت آتی ہے اذان کے بارے میں اور تکبیر کے بارے نماز آیات میں یا آیتوں کی قرائت کے بارے میں

۱۰۔بعض عمل اھل مدینہ کو حجت سمجھتے ہیں بعض نہیں یا بعض اجماع کو حجت سمجھتے ہیں بعض نہیں سمجھتے ہیں

۱۱۔اصول لغت میں اختلاف ہے جیسے کہ کلمہ من ابتداء کے لئے ہے یا بعض کے لئے ابوحنیفہ کے پاس یہ ابتداء کیلئے ہے شافعی کے پاس یہ تبعیض کے لئے ہے دکتور محمد مصطفیٰ شلبی وغیرہ اس اختلافات کی توجیہ بیان کرتے ہیں اختلاف اگر عمداً کسی خواہش ذاتی کے تحت کیا ہے تو مذموم ہے اگر اختلاف حسن نیت پر کیا ہے تو قصر فہمی ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

تقلید اور امام احمد بن حنبل

کتاب تاریخ تشریع فقہ اسلامی ص ۲۱۹ احمد بن حنبل نے کہا ہے لاتقلدونی ولا تقلدوا مالکاً ولا شافعی ولا ثوری وتعلموا کما تعلمنا لا تقلدین الرجال فانھم لم یسلموا من ان یغلطوا

منصور دوانقی مؤسس ومزدھر علوم دینی

علمائے اسلام میں تجدید گر ترقی پسند علماء ودانشوراں کے اغلاط کبیرہ خط پائے ناقابل بخشش میں سے ایک علوم دینی اور علوم دنیوی کو ایک ہی درجے میں رکھنا ہے انھوں نے اس میں آیات متشابہات روایات مرسلات سے تمسک کرکے

علوم دنیوی کوعلوم دینی کا درجہ دیا ہے مقام دیا ہے بلکہ علوم دینی اور دنیوی کے نام سے تقسیم کرنے والوں کونقد وتنقید کا نشانہ بنایا ہے بلکہ انھوں نے علوم دنیوی کے مؤسس کوپیغمبرائمہ اطہار سے منسوب کیا ہے ان مجددین نے اسی بنیاد پرخلافت عباسیہ کی تعریف وتمجید کی ہے یہاں تک کہ علوم دنیوی کوعلوم اسلامی کا نام دیکران کے مؤسسین کوسراہا ہے ان علوم کی بنیاد ڈالنے والوں کا سہرا خلفائے عباسی کے چار بزرگ مقتدر خلفاء کے سر پر رکھا ہے منصور دوانقی ھارون الرشید مامون عباسی غرب اس وقت جوعلم دنیوی میں اپنی عوج وبلندی پر پہنچا ہے ان سے کہتے ہیں تمھاری ایسی کی تیسی یہ علوم تمہیں کہاں سے ملے ہیں یہ علوم جس پے تم ناز کرتے ہو وہ ہم سے لئے ہیں ان علوم دنیوی کوعلم دینی کا مساوی درجہ دینے کی وجہ سے عصر حاضر میں مسلمانوں کے لائق اور قابل علماء نے علم دین کونصاب سے خارج کر کے صرف علم دنیوی کونصاب دینی کے نام سے چلایا ہے اس سے آگے بڑھکرعلم استعمار گری علم استحصال مسلمین علم تبعید اسلام علم تذلیل مسلمین علم صلیب گرائی کواپنی درس گاہوں کا نصاب بنایا ہے ان کے اس کارنامے کی واحد سند خلفائے عباسی کے مقتدر خلفاء میں سے منصور دوانقی ہے اس سلسلے میں ان کے مداح یوسف قرضاوی ہیں جواس دور کے بڑے پائے کے عالم دین ہیں اگر کوئی ان کوفقھائے اربعہ مسلمین سے زیادہ اعلم گردانناچاہے تو یہ چندان غلط نہیں ہوگا کیونکہ فقھائے اربعہ میں چاروں فقھاء کوجووسائل ذرائع ملے ہیں وہ حکومتوں کی سرپرستی کی وجہ سے لیکن علم بذات خوداپنی جگہ طفل تھے علم دینی اپنی طفولیت کے دور سے گزرر ہے تھے توان کے پاس اتنی کتب ومصادر نہیں تھے جوقرضاوی کونصیب ہوئیں معلوم نہیں اس کے کتاب خانے میں کتنے لاکھ کی کتابیں ہیں اسی وجہ سے وہ ایک بڑا عالم ہیں۔

تجدد پسندی میں مثل ابوحنیفہ سے زیادہ فتویٰ دیئے ہیں ان کی تجدد پسندی یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ بنی امیہ اور بنی عباس خاص طور سے بنی عباس کے دور کوعصر ذہبی علوم قرار دیا ہے کتاب تاریخنا مفتراءعلیہ ص ۱۰۵ پرانھوں نے لکھا ہے منصور نے علم دین ودنیوی دونوں کا اہتمام کیا ہے۔

عقلانیہ:

ایک مذہب الحاد ہے الحاد اپنی جگہ دوقسم کے ہیں:

۱۔الحاد مطلق: اس الحاد کوکہتے ہیں جوسرے سے وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں وہ مادے کے علاوہ غیر مادے کا اعتراف نہیں کرتے، مانتے نہیں، مادہ وہی ہے جس تک انسان کی حس پہنچے جہاں انسان کی حس نہیں پہنچتی وہاں کوئی چیز نہیں۔ یہاں سے الحاد کا دائرہ وسیع ہوتا ہے وحی، اخبار، غیب، اللہ نامی کوئی چیز موجود ہی نہیں ہے اس گروہ کی بھی انواع واقسام ہیں یا چندین نام سے انھیں یاد کرتے ہیں قدیم زمانے میں ان کودھریہ کہتے تھے جیسا کہ سورہ جاثیہ آیت ۲۴ میں آیا

ہے، فلاسفہ یونان ان کو طبیعی بھی کہتے ہیں جدید دور میں ان کو تطوری کیمونسٹ آخر میں علمانیزم یا سیکولیر یزم بھی کہتے ہیں یہاں سے ہر قسم کے ایمان بر وجود ماورائے حس کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا الحاد: مقیدہ الحاد مقید اس الحاد کو کہتے ہیں جو خالق کائنات پر ایمان رکھتے ہیں متدبر کائنات کو تسلیم کرتے ہیں ان کو الحاد متدین کہتے ہیں اللہ کو مانتے ہیں لیکن دین کو اللہ کی ساخت نہیں بلکہ لوگوں کی ساخت مانتے ہیں یعنی دین بشری کے قائل ہیں جیسے ہندو بوذی چینی سکھ یہ الحاد متدینین ہیں یعنی دین الٰہی نہیں بشری ہے اس کو دین وضعی بھی کہتے ہیں۔ الحاد وضعی یعنی دین بشری میں درخت پرستی بت یا اشخاص کی پرستش آتی ہے چنانچہ بشر کے بنائے گئے دین کے بعض معبودوں کا ذکر سورہ انجم کی ۱۹ تا ۲۳ تک ذکر ہیں پھر آیت ۲۷ میں ذکر ہے اس کے بعد الحاد دین کتابی آتا ہے جہاں انھوں نے اللہ کی ذات میں الحاد کیا ہے سورہ توبہ آیت ۳۰ عزیز کو ابن اللہ کہا ہے مسیح کو اللہ کہا ہے علماء یہود و نصاریٰ کو اللہ کا درجہ دیا ہے سورہ توبہ آیت ۳۱ میں ان کے اس عمل کو مسترد کیا گیا ہے یہودیوں کی غیر اللہ کی پرستش کا ذکر سورہ بقرہ ۴۷ اعراف آیت ۱۳۸ سورہ بقرہ آیت ۵۵ سورہ نساء آیت ۱۵۲ سورہ آل عمران ۱۸۱ سورہ مائدہ آیت ۲۷ آیت ۷۳۔

عقلانیہ اسلامیہ دین اسلام کو مانتے ہیں لیکن صرف عقلی بنیاد پر مانتے ہیں وحی کو تابع عقل بناتے ہیں دین کو سرے سے مسترد کرنے والوں کے مقابلے میں دین کو اندر سے کنارے پر لگانے والے زیادہ دین کے لئے خطرناک ہیں حضرت امیر کا فرمان ہے اگر کوئی کفر خالص کو پیش کریں گے تو مسلمان موحد اسے قبول نہیں کریں گے اگر دین خالص پیش کریں گے تو کوئی اشتباہ نہیں ہونگے لیکن حق و باطل کو ملا کے پیش کرنے سے ہر شخص درک نہیں کر سکتا۔ اسلام میں عقلانیت کے بانی کی دو جماعت ہیں ایک جماعت اصول عقائد میں جو صرف عقل پر پرکھتے ہیں جنہیں معتزلہ کہتے ہیں دوسرے عقل کو فروعات پر چلاتے ہیں انہیں اصولی کہتے ہیں۔ معتزلہ کی بنیاد رکھنے والے نے دین کو ایک مصدر پر چلانے کی مذموم کوشش کی ہے جو ابھی تک واضح نہیں ہوسکی کہ یہ لوگ اسلام کے خائن ہیں اگر ادنیٰ سی توجہ کریں گے تو واضح ہو جاتا ہے معتزلہ افراد اس کے بانیوں سے لے کر ابھی تک آنے والوں نے دین کو صرف عقل پر چلا کر ہر ایک نے ایک نئی چیز کا انکار کر کے ایک کا احترام کر کے دین کو تہس نہس کر دیا ہے جس کا واضح ثبوت ان کے صریح کھلم کھلا اعلانات سے ہوتا ہے:

۱۔ ان کے عمائد دین پانچ ہیں۔

۲۔ انھوں نے نئے سرے سے اصول دین وضع کئے ہیں

۳۔ عظیم شخصیات اسلامی حضرت علی جیسی ہستی کو جنگ جمل و صفین کو ان کے گناہوں میں شمار کیا ہے۔

۴۔ دین کی اساس وحی کو تابع عقل بنایا ہے اس طرح سے انھوں نے صحیح و غلط کی تمیز کا انحصار صرف عقل پر کیا ہے دور وحی

کو عقل کے ذریعے تاویل کرنے کا کہا ہے، شاید بعض کی یہ بات حسن نیت پر مبنی ہے کیونکہ انسان ایک موضوع عاقل ہے دوسرے موضوعات میں اسکی عقل قاصر رہتی ہے اس طرح سے وہ بہت سے لوگوں کو اغواء و گمراہ کرسکتا ہے۔

۵۔ اللہ کی صفات کو زائد بر ذات کہا ہے یعنی ایک دور ایسا گزرا ہے کہ اللہ نے ان صفات علم، قدرت، حیات سے عاری، خالی تھے۔

۶۔ معتزلہ مصادر دین میں صرف عقل کو مانتے ہیں۔ اس طرح سے معتزلہ نے پیغمبروں کی جگہ اپنے لئے مشعل راہ فلاسفہ یونان اوران کے بعد فلاسفہ اسلامی کو بنایا ہے یہاں سے ان کے بارے میں حکم اسلامی بیان کرنا تنہا مشکل و پیچیدہ نہیں رہا ہے ان کے بعد آنے والے ملاحدہ اسلامی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں جس طرح ملاحدہ قدیم نے وحی کو کنارے پر لگایا ہے جس کی وجہ سے مسلمان ہدایت وحی سے محروم ہوئے ہیں اور ضلالت و گمراہی جھوٹ و تہمت الزام تراشی سے تلبیس ابلیس کے دروازے کھولے ہیں معتزلہ کے بعد اساس دین سے کھیلنے والے اشاعرہ ہیں۔ انہیں وحیانیہ کہتے ہیں انھوں نے قرآن اور سنت میں عقل کو مسترد کیا ہے اللہ نے انسان کو ادراک حقائق کیلیے آنکھ کان دونوں دیئے ہیں اگر کسی سے ان میں سے ایک سے استفادہ کرنے سے انکار کریں گے تو وہ گمراہی کے راستہ پر گامزن ہوگا۔

جہاں انہوں نے عقل کو احادیث سے زندان میں حبس کیا ہے لجام دی ہے اور وحی کے نام سے تمام جھوٹی خودساختہ احادیث کو انھوں نے محور بنا کر عرش پر چڑھایا ہے یہاں سے انھیں اللہ کو جسم و جنایت سے شباہت دینا آسان ہوگئی ہے اور دین یہود کو دین اسلام میں داخل کرنے والوں کو فروغ ملا ہے مسلمان سمجھ لیں اگر عوام الناس اسلام کے متعلق ادنیٰ سا علم وادراک رکھتے ہیں تو سلاطین سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں کھلونا نہیں بنتے وہ میدان میں ہوتے اوران دین سے کھیلنے والوں کو پہچانتے نشاندہی کرتے تو یہ روزگار پیش نہیں آتا اس سے خطرناک افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ سب کہتے ہیں معتزلہ کا خاتمہ ہوا ہے معتزلہ کا وجود نہیں ہے وہ لوگ مرگئے ہیں جبکہ ہمارے ہاں کی نرسریاں انگلش میڈیم ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں معتزلہ پیدا کرتی ہیں گھر گھر معتزلہ خانہ بنا ہوا ہے۔

کتاب عمدۃ الحفاظ ج ۳ ص سفر بمعنی کشف و بیان کو کہتے ہیں صاحب مفردات نے کہا ہے حسد اظہار معنی معمول کسی بھی قول سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے اسے تفسیرہ کہتے ہیں گلاس جس میں پانی ہو اسے مفسر کہتے ہیں تفسیر القرآن بیان الفاظ ومعانی کو کہتے ہیں تفسیر معرفۃ مدسوالات الفاظ واسباب نزول ودقائع۔

التفسیر کشف المراد عن لفظ المشکل التاویل واحدی المعتین الی مایطابق ظاہر صاحب مفردات نے کہا تفسیر یطابق بمفرادات الانصاف وغرایش تاویل بمعنی تفصیل ارجاع کو کہتے ہیں الرجوع با الفاظ عن ظاہری الی معنی سقیم بہ ذالک الفاظ

سفر اس کی جمع اسفار ہے الرجل من مکان الی مکان اس کے بھی معنی کشف کے ہیں کیونکہ سفر سے ہی لوگوں کے اخلاق ضروریات سلوک کشف ہوتا ہے سفر عام طور پر ایمان سے کشف حجات کو کہتے ہیں۔

سفر العمامہ سفر الخمار عن الوجہ سفر البیت یعنی کشف گھر کا جاڑو کو کہتے ہیں سفیر اس مٹی کو کہتے ہیں جو جاڑو کی وجہ سے جمع ہوا ہے۔

اسفار ظہور ضوء النہار اسی سے یہ آیت ہے والصبح اذا اسفر مدثر ۳۴ یہاں ظلمت سے ہٹ جاتے ہیں وجو یومئذ مسفرہ عبس ۸۰ سفر کتاب کو بھی کہتے ہیں چونکہ وہ حقائق سے پردہ ہٹاتے ہیں۔

سفیر سورن فصیل اسم فاعل سے رسوی کو کہتے ہیں جبھی اس لحاظ سے بھی کہتے قوم کے درمیان جو کشیدہ گی نفرت عداوت ہے اس کو ازالہ کرتے ہیں سفیر معنی معصول جو جاڑے جمع ہوتے ہیں سفارہ رسالت رسول کتب کو کہتے ہیں۔

سفیر رسولوں کو بھی کہتے ہیں رسالت کو بھی کہتے ہیں جن سے خلق مخلوقات کی اصلاح ہوتی ہے سفیر ساعی باالصلح عمدۃ الحفاظ ۲۳۲ ج ۲ سفر کتاب قاموس قرآن میں پانچ معنوں میں آیا ہے سفر المنازل الکتب الاشراق الانکشاف سفر منازل کے معنی میں آیا ہے باعد بین السفار نا ہمارے محلے گاؤں کو ایک دوسرے سے دور کریں سفر بمعنی کتاب جمع عملوں اسفار سفر بمعنی اشراف عبس ۸۱ سفر بمعنی کشف سفر بمعنی طی منازل میں کان منکم مریضا

نسخ قرآن:

علماء اسلام نے نسخ ادیان کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے

۱۔ شریعت گزشتہ میں نسخ ہوئی ہے

۲۔ شریعت اسلام میں نسخ ہے یا نہیں؟ اس بارے میں لکھا ہے شریعت اسلام میں نسخ جزئی موجود ہے جو احکام نزول قرآن سے پہلے موجود تھے شریعت گزشتہ کے وہ شریعت اسلام کے ذریعے قرآن کے ذریعے نسخ ہوئے ہیں

۳۔ ایک حکم قرآن آنے کے بعد دوسری آیت سے یہ منسوخ ہوا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے بعض تسلیم کرتے ہیں اور بعض اسے رد کرتے ہیں

۴۔ حکم قرآن میں موجود ہے اسے سنت قطعیّہ کے ذریعے یعنی اخبار تواتر کے ذریعے سنت تواتر سے کرتے ہیں کیا یہ نسخ ہوتا ہے؟

۵۔ اجماع عقل سے نسخ ہوتا ہے یا نہیں؟

۶۔ اخبار آحاد سے نسخ ہوتا ہے یا نہیں اس سلسلے میں آیت اللہ خوئی نے تین تصورات پیش کیے ہیں

۱ اقرآن کریم میں آیات نسخ ہوئی ہیں لیکن حکم اپنی جگہ باقی ہے

۲۔ آیت اور حکم دونوں منسوخ ہیں

۳۔حکم منسوخ ہے آیت اپنی جگہ موجود ہے اس بارے میں بہت سی آیات پیش کی ہیں حکم ثابت اور قرآن وسنت متواترہ کے ذریعے اجماع قطعی جو روایات معصوم سے صادر ہونا یقینی ہو آیت اللہ خوئی نے اپنی کتاب البیان میں ص ۲۰ پر لکھا ہے کہا ہے چندیں آیات کی تلاوت بھی منسوخ ہوگئی پیغمبر کے زمانے میں وہ آیات تلاوت ہوتی تھیں اس سلسلے میں روایت میں ابن عباس نے عمر سے نقل کیا ہے عمر منبر پر تھے اس نے خطبے میں کہا اللہ نے پیغمبر پر کتاب نازل کی اس کتاب میں آیت رجم تھی ہم نے اس آیت کی تلاوت کی ہے اور پیغمبر نے رجم کی ہے ہم نے بھی رجم کی ہے اگر کوئی کہے پیغمبر کے بعد آیت رجم نہیں ہے تو ایک فریضہ الٰہی رک جاتا ہے رجم کتاب اللہ میں موجود ہے

ان میں سے یہ آیت الاتقان جلد۔ا ص ا والدین کا فر بھی ہوں تو ان سے رخ نہ موڑیں صحیح بخاری جلد ۸ ص ۲۶ صحیح مسلم جلد ۵ ص ۱۶ جمع قرآن کے موقع پر عمر نے آیت رجم لائی تو نہیں لکھی کیونکہ وہ تنہا تھے الاتقان جلد ا ص ۱۰۱ نسخ یا احکام منسوخہ اسلام میں موجود ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں قیل وقال تقسیمات سے اختصار کی خاطر گریز کرتے ہوئے بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم بحث کو خلاصہ کرتے ہیں اسلام میں آیات منسوخہ کے دو تصور بنتے ہیں

ا۔تصور یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے جن احکام پر عمل ہوتے تھے وہ عمل سابقہ شریعت پر ہوتے تھے قرآن آنے کے بعد وہ منسوخ قرار پائے اس کی واضح مثال منسوخیت قبلہ ہے اس کی ناسخ آیت قرآن ہے ایک آیت سے پہلے آیت کی تلاوت حکم منسوخ ہو جائے یا دونوں منسوخ ہوجائیں یہ صورت استدلال عقلی کے حوالے سے کوئی اشکال نہیں اللہ مالک ہے یفعل مایشاء، ویختار مایشاء ولہ الحکم ولہ الامر حق حکم حق امر حق اختیار سب اسی کے لئے ہے ہم اس کے بندے ہیں چوں وچرا کی گنجائش نہیں لیکن یہ خود اس کی نازل کردہ آیات سے متصادم ہے

ا۔اس نے فرمایا ہے کہ ہم نے ذکر کو نازل کیا ہے ﴿انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون﴾ سورہ الحجر آیت:۹ خود اس نے کہا ہے کہ ہم حفظ کریں گے خود نے اس حکم کو نکال دیا اس میں فرق نہیں پڑتا حکم منسوخ ہو آیات منسوخ ہو یا دونوں جس کی ضمانت خود نے دی ہے اور خود ختم کرے ﴿انَّ اللہ لایخلف المیعاد﴾ سورہ آل عمران آیت:۹ اللہ خلف وعدہ نہیں کرتا نعوذ باللہ اللہ خلف وعدہ کرے اس پر کوئی بھی کسی کو بھی اطمنان نہیں رہے گا دوسری آیت سورہ فصلت آیت:۴۲ ﴿لایأ تیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ﴾ اس کتاب کو باطل کنندہ کسی طرف سے بھی نہیں آئینگے نہ اللہ باطل کریں گے نہ کوئی غیر اس کو باطل کرسکیں گے یہاں سے کمال اطمنان سے کہ سکتے ہیں نسخ شریعت کی بنیاد سابقہ حکم باطل ہونے کی وجہ سے نسخ کرے یہ تصور اپنی جگہ غلط ہے چونکہ اللہ سے باطل سرزد ہوتا ہی نہیں ہے اللہ خود باطل کو ختم کرنے والا ہے اللہ باطل کو کیسے بھیجتا ہے سورہ انفال آیت:۸ ﴿لیحق الحق ویبطل الباطل﴾

۲۔اس حق کو مٹا کے کوئی اور حکم لائے یہ بھی ممکن نہیں اس کے لئے ترجیح چاہئے اللہ کے پاس ترجیحات نہیں ہے

۳۔ امتحان وآزمائش کے لئے، یہ بھی درست نہیں آئین نظام کی تبدیلی سے آزمائش نہیں ہوتی آئین کی شناخت یہ ہے کہ بشری آئین تغیر پزیر ہوتا ہے الٰہی آئین غیر تغیر پزیر ہوتا ہے

۴۔وہ حکم پہلے ہی سے ایک خاص مدت کے لئے تھے پہلے ہی سے ہمیشہ کے لئے نہیں تھے جیسے بنی اسرائیل پر بعض احکام چنانچہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں اس وقتی محرمات کو اُٹھانے کے لئے آیا ہوں یا بیت المقدس کے بارے میں وہ بذات خود وقتی تھے اصل قبلہ مسلمین کعبہ تھے جب یہ ثابت ہوا قرآن قرون سے منسوخ نہیں ہوتا ہے تو اس میں کودنا احادیث متواترہ سے ہوتا ہے یا نہیں سوال ہی نہیں ہوتا چہ جائے کہ آحاد کے بحث میں کود پڑے

یہ احادیث اپنی ضعف سند کے علاوہ تضارب تناقض تضادات سے پر ہے کتاب تفسیر والمفسر ون تالیف محقق علامہ ھادی معرفت جلد دوم ص ۳۰ پر احمد بن حنبل سے نقل کی ہے تین کتابوں کی بنیاد نہیں ان پر اعتماد ہو نہیں کر سکتا ہے۔

۱۔کتب غزوات

۲۔کتب ملاحم پیش گویاں

۳۔کتب تفسیر اسی صفحے پر امام شافعی سے نقل ہے ابن عباس سے تفسیر کے بارے میں تقریباً سو حدیث نقل ہیں اس سے زیادہ قطعی طور پر خود ساختہ ہیں تفسیر ضعف اسناد ارسال مرسلات جعلیات اسرائکیات سے پر ہے آفت تفاسیر میں احادیث پہلے نمبر پر کتاب اللہ سے ناروا سلوک اجنبیت بے دردی لاوارثی کا رویہ ہے کسی نے دونوں ہاتھ میں ڈنڈا یا دو دھار تلوار ہاتھ میں لے کر اجتماع میں کودا ہے میری باتوں کو نہ ماننے والوں کے لئے یہ ڈنڈا ہے۔ایک قرآن کو اپنی رائے کے انڈر جو خود کہتا ہے وہی تفسیر قرآن ہے جسے تفسیر اجتہادی کا نام دیا ہے۔

۲۔تفسیر علمی قرآن کریم کو سائنسی اکتشافات سے موازنہ کرنے کی تفسیر ہے۔۳۔تفسیر صوفی انھوں نے قرآن کے ساتھ جو کھیلا ہے بے ربط معانی بنائے ہیں۔۴۔تفسیر عقلی قرآن کی تفسیر پر عقل حاکم ہے عقل حجت ہے عقل آیات کو لجام دیتا ہے جو خلاف عقل ہے وہ نادرست ہے جیسے تفاسیر اہل عقلانیت کی تفسیر قدیم وجدید ۵۔تفاسیر منجمد فہم لغت فہم کلام میں تعقل سے روکنے تفاسیر اشعری۔۶۔تفاسیر فرق ومذاھب۔

جہاں یہ کہتا ہوا اسلام ختم ہو چکا تھا امام حسین نے بچایا ہے تبسم علی اصغر نے بچایا شرابی جواری تارک صلوٰۃ عزادار نے بچایا ہے اعلیٰ مقاصد کے لئے محرمات کا ارتکاب بے حرج ہے اسلام روحانیت سے زندہ ہے کو روحانیوں کی عیاشی نظر نہیں آتی ہے قرآن کی بجائے صرف ونحو نے اسلام کو بچایا ہے۔

دین کو انہی علماء نے بچایا گزشتگان کے توسط سے دین ہم تک پہنچا ہے لیکن بقول امیر المومنین حق لوگوں کے ذریعے سمجھنے

والے کبھی حق تک نہیں پہنچ سکتے

امااس کی سند

مفسرین نے اس تفسیر کواحسن تفاسیر قرار دیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں یہ ایک حقیقت ناصعہ قاطعہ ہے قرآن کریم کی نظام ترتیب جوکہ بذریعہ وحی ہوا ہے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے ایک آیت کسی جگہ بطوراجمال بیان ہوا ہے یہی مطلب دوسری جگہ بطور تفصیل بیان ہوا ہے ایک جگہ مختصر بیان ہوا ہے دوسری جگہ بسیط کلام کی ہے اس کی ایک مثال سورہ مریم کی آیت ۔۷۱ میں دی ہے اسی آیت کا ایک ٹکڑا • وان منکم الا واردھا تم میں سے ہرایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے تم میں سے ہرایک جھنم پہنچے گا یقیناً یہ خبر ایک مایوس کن خبر ہوگی لیکن اسی کے ذیل مین آیا ہے پھر ہم متقین کونجات دیں گے ظالمین کو چھوڑیں گے اس کی ایک مثال زیادہ تر سورہ انعام کی آیت ۸۲ سے دی ہے اسکی تفسیر سورہ لقمان کی آیت ۱۳ سے دی ہے لیکن یہاں بھی یہ تفسیر واضح نہیں ہے اس آیت میں ظلم میں ملوث ملبوس انسان کو قیامت کے دن امن نہیں ہوں گے امن صرف مؤمنین کے لئے ہونگے ظلم سے مراد ظلم شرک کی ہے ظلم شرک سے مراد تنہا بت پرستی نہیں بلکہ تمام انواع اقسام ظلم ہیں اللہ کو خالق سمجھتے ہیں عبادت گزار بھی ہیں لیکن نظم کائنات میں اللہ کو بے دخل کیا ہے نظام وضعی نفاذ کرنے میں سرتوڑ کوشش کی ہے گویا قیامت کے دن نجات دو گزرگاہ سے گزرتا ہے ایک منطقہ ایمانی جو شرک جلی سے گزرتا ہے شروع ہوتا ہے

۳۔نسخ نماز روزہ زکات گزشتہ شریعت میں موجود تھے چنانچہ پیغمبر اکرم ص مبعوث ہونے کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں حج کئے ہیں لیکن آپ پر مستقل طور پر حکم واجب صلوۃ معراج کے بعد ہوئی ہے چنانچہ نماز آپ شریعت سابق کے تحت بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھتے تھے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد قبلہ تبدیل ہوئے حج وعمرہ سابق دور کے تحت آپ انجام دیتے تھے وجوب حج دس ھجری کو ہوئی۔

میں اور میرے لائق احترام علماء وبزرگ اور معاصر طلباء وفضلا کے مابین ایک خفیہ راز حاجب تھا یہ بزرگان حتیٰ احباب و اعزاء اس رازمخفی سے آگاہ تھے میں جاہل ونادان، بے خبر تھا میں سمجھتا تھا میرادین قرآن میرا امام قرآن اور محمد ﷺ ہیں میں دین کوقرآن ومحمد سے ناپتا تھا جو قرآن ومحمدؐ میں تھے اس کو آئمہ میں بھی قبول کرتا تھا اور جو محمدؐ میں نفی تھے وہ آئمہ سے بھی

نفی کرتا تھا مثلاً محمدؐ سے اللہ نے کہلوایا ہے کہ آپ کہیں کہ میں علم غیب نہیں جانتا ہوں آپ کہیں کہ میں نفع ونقصان کی قدرت نہیں رکھتا ہوں میرے بزرگ علماء کا عقیدہ تھا دین کی اساس آئمہ، آئمہ کان ما یکون جانتے ہوئے تصرف کرسکتے تھے لہٰذا بزرگان میرے عقائد کی طرف طنز کرتے تھے دل باور نہیں کرتا تھا سارے مجھے ان کے عقائد کے خلاف گردانتے۔ان کے دین کی اساس امامت ہے اور امامت کی اساس کتاب سلیم بن قیس ہلالی ہے کتاب سلیم بن قیس خود بے اساس ہے جبکہ میں قرآن ومحمدﷺ کو اساس سمجھتا ہوں قرآن ومحمد لازم وملزوم ہیں قرآن، اللہ سے کس نے لایا۔محمدؐ نے لائے، محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں کس نے کہا قرآن نے کہا۔میرا اوران کے درمیان اصل نزاع قرآن اور سلیم بن قیس کے درمیان حائل ہے

تفسیر موضوعی

آئینہ تفاسیر:

ہدایہ نحو صمدیہ سیوطی نہ سمجھنے والے تفسیر قرآن میں کود یں ایسے افراد کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں ایسے اقدامات کرنے والے کو اگر ممکن ہو سکے ماہر نفسیات سے علاج کرائیں یا پاگل خانے میں پہنچائیں میں اس قسم کی نتیجہ اخذ

کرنے والوں کو منطق ناخوندہ کہیں گے اگر کوئی بلتی جس کو انگریزی سمجھ میں نہیں آتی ہے آپ اس سے کہیں تمہیں انگریزی تو نہیں آتی ہے بلتی تمہاری میں سمجھ میں کہاں سے آئیگا صرف ونحو جو کہ فہم قرآن کو ناممکن بنانے کے لئے وجود میں لائی ہے چنانچہ ان کے واضعان کی سنت وسیرت عزائم وکردار اس کا منہ بولتا ثبوت ہے غیر عرب والوں کو سمجھانے کے لئے وجود میں لائی ہے یہ خود ان کا دعویٰ ہے کہ ہر کس وناکس کیلئے سمجھ میں نہیں آئے گی یہ ہر آئے دن مشکل بناتے گئے جبکہ دنیا میں علوم کو آسان سے آسان بنایا گیا ہے چنانچہ فی زمانہ مدارس میں کم سے کم چھ سات سال لگتے ہیں لہٰذا نحو فہم قرآن سے ربط ہی نہیں رکھتا ہے جب کہ قرآن عام لوگوں کیلئے آسان بنا کر بھیجا ہے چنانچہ سورہ قمر میں تکرار سے آیا ہے ۔اس علم کے مبتکرین مذاہب فاسدہ سے وابستہ تھے ان میں اکثر وبیشتر شعوبی تھے۔

یہ محدود افراد کی سمجھ میں آتی ہے جن کی سمجھ میں آتی ہے یا جنہوں نے اس علم کی ابتکار کی ہے وہ عربی کو عام لوگوں کیلئے آسان بنانے کیلئے نہیں بنائی گئی ہے بلکہ اس کو ایک متاع بازار سلاطین نشین کیلئے بناتے تھے وہ یہ علم حاصل کرنے کے بعد وہ فوراً دربار سلاطین میں آکر پہلے اپنا نام درج کرتے تھے چنانچہ اس علم کے نابغہ سکا کی پہلے دربار رشید میں پہنچا تاکہ معلم شہزادہ بن جائے بدقسمتی سے سیبویہ بعد میں پہنچا اس نے اپنی کتاب پر فخر وناز کرتے ہوئے حل میں مبارز کہا یحییٰ بن برمکہ نے انہیں منع کیا ایسا مت کرو لیکن وہ نہیں مانا آخر میں سکا کی کی ساتھیوں نے سیبویہ کو پہلے تھکایا بعد میں سکا کی آکے سیبویہ سے کہا بصری تمہاری ایسی کی تیسی تم کیا جانو اور نحو یہ یہ علم دربار سلاطین میں ایک متاع گران قیمت تازی تازی لے کر بھیجنے کے لئے وجود میں لائی تھی۔

اس علم کا قرآن فہم سے کوئی رشتہ نہیں اس کی دو ناقابل انکار حقیقت ہے ایک نحوی قرآن توڑ کے لئے وجود میں آئی ہے ضد قرآن وجود میں آئی ہے اس کی پہلی ثبوت جس قرآن نے شعر کو محکوم مردو گمراہ کن قرار دیا تھا سیبویہ نے قوائد نحوی کے اثبات کیلئے تین ہزار اشعار جاہلیت ومولدین سے استناد کیا لیکن قرآن سے بمشکل پچاس سے کچھ زیادہ آیت سے استدلال کیا دوسرا ثبوت مدارس وحوزات کو ضد قرآن متعارف ہونے کے باوجود اس کو کسی صورت میں نصاب میں رکھنے کے لئے آمادہ نہیں طلباء کو قرائت سکھائیں گے لیکن معنی نہیں سکھائیں گے۔

ان کے دعویٰ یہ عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی ہے جبکہ متکلم قرآن کا فرمان ہے ہم نے یہ آسان بنایا ہے تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی ہے اس کے علاوہ خود ان کے بعض استاد بھی لحن درست نہیں کر سکے، نابغہ نحو فراء کو یحییٰ بن برمکی نے کہا یہ عربی غلط بولتے ہیں فراء کو تسلیم کرنا پڑا ہے چونکہ میں نسل عجمی ہوں اس لئے کبھی کبھی لحن ہوتی ہے۔

واردات باطنیہ:

باطنیہ پروردہ ماسویہ یہودیہ مستعار نام ہے لہٰذا ان کا واردات ماسونیہ یہودیہ سے مختلف نہیں ہے طریقہ واردات باطنیہ ان عناوین کے گرد گردش کرتا ہے:

۱۔ضرب دین بہ دین

۲۔ضرب مسلمین بہ مسلمین

۳۔ضرب امام مجموع مومنین

۴۔ضرب مامونین بہ امام

۵۔ضرب مسلمین بہ کافرین

اما ضرب دین بہ دین کچھ اس طرح سے ضرب سنت محمد بقیل وقال ضرب قرآن بہ حدیث قرآن کریم میں آیا ہے ہمارے یا خود نبی سے بار ہا کھلوایا ہے ہم علم غیب نہیں جانتے ہیں لیکن اتنی احادیث غیب گوئی کی بھرما کی ہے:

۱۔میری امت میں سے فلان فلان جنت میں جائے گا تفصیل رشدورشادات میں دیکھیں۔

۲۔میری امت کے تہتر فرقے ہونگے۔ہر فرقے کے نام لے کر لعنت بھیجا ہے۔

۳۔امت قرآن کو چھوڑیں گے۔

تفسیر قرآن کے اقسام وانواع لکھنے والوں نے ایک کا نام تفسیر باطنیہ لکھا ہے جسے سب نے نامنظور غیر مقبول قرار دے کر مسترد کیا ہے باطنیہ دوسری صدی کے پہلے پچاس اسلام کے خلاف وجود میں والی ایک فرقہ ہے جس کے بارے میں ہم نے ایک مستقل کتاب میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔نیز کتاب دراسات فرق ومذاہب میں بھی لکھا ہے باطنیہ کو باطنیہ اس لئے کہا ہے انھوں نے ہر ظاہر کے لئے ایک باطن ہر تنزیل کے لئے تاویل کا دعویٰ کیا ہے ظاہر سے صرف نظر کر کے بے معنی بے فائدہ قرار دے کر باطن کو مرام ومقصود قرار دینے کا مطلب ہی آیات کو حجت سے گرامی اوران کے طرف سے صادر معانی تنہا درست قرار دیا ہے یہ اپنی جگہ استبدادی استحصالی عزائم ومنویات پر عمل درآمد ہے۔

ان کے لئے کیئے گئے معنی باطنی درست ہونے کا کوئی حیثیش برابر دلیل نہیں وہ خود مدعی ہے اور وہ خود گواہ ہے اور خود قاضی ہے جس طرح فاطمی حکومت قائم ہونے سے پہلے عبداللہ میمون خود لوگوں کو امام کی طرف دعوت دینے والے تھے خود امام تھے یہ فرقہ ایک شخص کی بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ یہودو صلیب مجوسیوں کی مشترکہ کمپنی کے ساخت ہے غرض و غایت جس طرح اخوان صفا نے اعلان کیا ہے ان کے نظر میں دین کو شیشتشو کرنے کی ضرورت ہے دین شیشتشو کر کے کفرو

شرک کو بحال کرنا ہے اس کے لئے انھوں نے مختلف متعدد منصوبہ بندیاں کی ہیں ان میں ایک تفسیر قرآن ہے۔ تفسیر ق رآن کے نام سے قرآں کو معاشرے سے ہٹانا ہے اس عزم ناپاک کے لئے انہوں نے تفسیر قرآن فہم قرآن کے لئے ایک لمبی مقدمات پیش کیا ہے۔

تفسیر باطنیہ، یعنی فرقہ باطنیہ کے منہج تفسیر پیش کرنے سے پہلے خود ان کے اسلام اور قرآن کے بارے میں معتقدات بیان کرنا ضروری ہے باطنیہ کے بارے میں ہم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے مزید کتاب درسات فرق و مذاهب میں حرف،، با،، میں لکھا ہے اس مذہب کی بنیاد ابی الخطاب اسدی، جابر جعفی، منذر جاروت، میمون دیصان، وغیرہ کے اسلام دشمنی کی بنیاد پر وجود میں لائی ہے مسلمانوں کے بھیج میں رہ کر اہل البیت کے نام سے ہر سو سے ہر طرف سے اسلام کا انہدام ان کا منشور دلی رہا ہے۔

تفسیر مفسرین ذھبی جلد۲ص ۲۵۶ پر لکھا ہیں اس فرقے کی بنیاد مامون رشید کے دور میں عراق کی زندان میں وجود میں آیا جہاں اس زندان میں عبداللہ بن میمون قداح فرزند میمون دیصان محمد بن حسن معروف زندان جنھیں چار بچے کے نام سے وجود میں آئی انھوں نے اس مذہب کی منشور بنائی ہے کلی طور پر ان کی منشور تمام شرائع کو منہدم کرنا ہے بالخصوص شریعت اسلام کا. یہ وہی منشور ہے جو یہودیوں کی خفیہ تنظیم ماسونیہ نے بنائی ہے جن کو وہ یہودی نہ کر سکے ان کو بے دین ملحد بناتے ہیں لوگوں کو دین سے بے گانہ بنانے کا ایک ذریعہ تنظیم قرآن کریم کی تفسیر قرار دیا ہے۔

انہوں نے قرآن قرآن کے نام سے قرآن سے نفرت کرنے یا قرآن کو باطل گردانے کا عزم محکم کیا ہے عبداللہ بن حسن قیروانی نے ایک خط میں سلیمان بن حسن جنانی کو ایک لمبی خط لکھا ہے تشکیک تورات وانجیل اوران کو کہا ہے شرائع کو کلی طور پر مشکوک بنائیں اور یہ ثابت کریں انسان وبشر وہ نہیں ہے جو آدم ابوالبشر سے پھیلا ہے بشر پہلے سے موجود تھے عبیداللہ بن حسن قیروانی کی اس بیان سے ان کی ادیان سابقہ خاص کر اسلام کے ساتھ عداوت کو واضح ہوا یہاں سے انھوں نے قرآن کو کنارے پے لگانے باطل کرنے مشکوک گردانںے اور معطل کرنے کے لئے ہے اصطلاح جعل کی ہے کہ ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر باطن کا چھلکا ہے ظاہر کا باطن سے یا باطن کا ظاہر سے نسبت مغز کا چھلکے سے جو ظاہر قرآن پر عمل کرتے ہیں وہ اس دنیا کے عذاب میں مبتلاء ہوتا ہے جو باطل قرآن پر عمل کرتا ہے اسے شریعت سے نجات ملتا ہے کس طرح انھوں نے قرآن کو کنارے پے لگانے کے لئے اصول بنایا ہے تفاسیر باطنیہ کی طرف کہ انھوں نے آیات قرآن کا کس طرح سے تفسیر کیا ہے۔

ا۔ وضوء ہے وضوء سے مراد موالات امام ہیں۔

۲۔صلوۃ سے مراد امام ناطق مراد ہیں جو سورہ عنکبوت کی آیت ۴۵ میں ہے۔

۳۔غسل سے مراد جس کسی نے مذھب کی اسرار کو فاش کیا ہے تجدید عھد کریں۔

۴۔زکوۃ سے مراد تزکیہ نفس ہے۔

۵۔کعبہ سے مراد نبی ہے باب سے مراد علی ہے۔

۶۔صفاء سے مراد نبی ہے مروہ سے مراد علی ہے۔

۷۔میقات سے مراد ایناس ہے۔

۸۔تلبیہ سے مراد اجابت دعا ہے۔

۹۔طواف سے مراد موالات ائمہ سبعہ ہے۔

۱۰۔جنت سے مراد جسم کو تکالیف شرعیہ سے آزاد کرنا ہے۔

۱۱۔نار سے مراد ظاہری عبادت انجام دینا ہے۔

(ضرورت تفسیر کی توجیہات (قوسین کے اندر جتنی عبارت لکھی ہے یہ دوبارہ لکھا ہے اس کی اصل آگے آئے گا)

تفاسیر باطنی:

۱۔قرآن میں کلمات غرائب بہت ہے جو ہر کس کے لئے سمجھنا ممکن نہیں۔

۲۔قرآن میں اعلیٰ وارفع معانی ومعارف ہے اس تک پہنچنا آسان نہیں ہے۔

۳۔قرآن میں کلمات مشترک لفظی بہت ہے یہاں کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔

باطنی سے مراد صرف فرقہ باطنیہ نہیں ہم باطنیہ کو اس کی بنیاد سے متعارف کریں گے باطنیہ وہی ماسونیہ یہودی کی پیش رفتہ شکل کو کہتے ہیں ظاہری تعارف میں کہا ہے کہ وہ ظاہر کو نہیں باطن اشیاء کے قائل ہے دنیا میں ایک ظاہر ہوتا ہے جو نظروں میں آتا ہے مثلاً کلمات حروف سے مرکب ہے کلمات مرکب سے کلام بن جاتا ہے کلام اپنی جگہ ایک قسم کی حکایت خبر ہوتا ہے۔ظاہر کو ملغی نظر انداز کرنے کے بعد باطن پر ایمان اعتراف کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا ہے۔

۲۔باہر موجود اثرات اس باطن پر دلالت کرتا ہے جیسے اللہ سبحانہ کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے باطن ہی ہوتا ہے لیکن کائنات کی ہر چیز اس پر دلالت کرتی ہے کلام میں بھی ایک ظاہری معنی ہوتا ہے اس سے ایک معنی باطن بھی لے سکتا ہے جس پر یہ کلام دلالت کرتا ہے لیکن باطنیہ جو معنی بتاتے ہیں وہ ظاہر کلام سے بالکل غیر مربوط ہوتا ہے لہذا یہ معنی اس ظاہر سے ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

جو ظاہر سے منہ موڑ کر نظریں ہٹا کر باطن نا معلوم باطن مجھول باطن نا قابل فہم کی طرف دعوت دینے والے انسان کو حقیقت سے روگردانی کروانا ہے لغت افہام و تفہیم کے لئے وضع ہوا ہے لغوی معنی کی طرف سے صرف نظر کر کے یہ کہیں جو ہم کہتے ہے اسی کو لے لیں اس کا نام استبداد ہے یعنی جو میں کہتا ہوں اس کو مان لے یہ ہمیشہ فاقد دلائل والوں کی منطق ہوتی ہے یہاں سے ہم یہ کہہ سکتا ہے کہ تمام فرقے اس باطنیہ کے شاخ اوران کے ریزہ خوار اوران کی لشکر ابرہہ ہیں فرقے والے کہتے ہیں ہر چیز کی دلیل نہیں ہوتی ہے دلائل کے جگہ ہماری باتیں سنیں بلکہ دلائل کو چھوڑیں ہماری باتیں سنیں۔

تفاسیر باطنی یا قرآن توڑ مساعی:۔

باطنیہ نے قرآن کی تفسیر کس نہج پر کس زاویے سے کی ہے اس بارے میں گفتگو کرنے سے پہلے خود باطنیہ کی تھوڑا مختصر سا تعارف کرنا ضروری ہے باطنیہ کے بارے میں ہم نے مستقل کتاب لکھی ہے اور دراسات میں بھی ان کے بارے میں کافی روشنی ڈالی ہے لہٰذا مزید تکرار نہیں کرتے اما قرآن کے بارے میں یا ان کے قرآن کی شناخت کے بارے میں تعارف ضروری ہے اس سلسلہ میں عرض ہے باطنیہ وہ دوسری جماعت ہے جس نے قرآن کو عمق گہرائی سے پہچان لیا ہے یعنی روئے زمین میں کوئی چیز ہماری بنیادوں کو مسمار اور سکھا نہیں سکتے ہیں سوائے ادیان کے اور ادیان میں سب سے زیادہ اسلام ہے اسلام میں قرآن ہے چنانچہ ان سے پہلے قرآن کو پہچان کر قرآن سے دوبدو جنگ مشرکین نے کیا تھا مشرکین نے کہا تھا محمدؐ بغیر قرآن قبول ہے لیکن قرآن کسی صورت میں قبول نہیں لہٰذا انھوں نے محمد کو مہنگی ترین پیش کش کی ہے آپ کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہے صرف قرآن نہیں انھوں نے کہا یہ سحر ہے یہ جادو ہے یہ اللہ کی طرف نسبت دینا جھوٹ ہے اللہ نے نہیں کہا ہے اگر اللہ کی طرف سے صحیح ہوتا ہے تو آپ پر نہیں بھیجتے ہیں آپ پر بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا نہیں ہے۔

انھوں نے اچھی طرح سے سمجھ لیا کہ قرآن اللہ ہی کا ہے عرب قرآن کو کیوں نہ سمجھیں یہ انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے جس طرح محمدؐ کو سمجھنے کیلئے سب سے زیادہ سزاوار یہود تھے انہوں نے محمدؐ کو اچھی طرح سے سمجھا اسی سمجھ کی بنیاد پر محمدؐ سے مزاحمت مقاومت کیا، وہی لوگ سمجھنے کا مستحق تھے اگر مشرکین کے سمجھ میں نہ آتا تو کسی اور کے سمجھ میں نہیں آتا قرآن عربی زبان میں تھا اور قریش عربی زبان کے اعلیٰ پائے فصاحت و بلاغت پر فائز تھے لیکن ان کا سمجھنا گرائش جھکاو کی بنیاد پر نہیں تھے ان کا قرآن کی شناخت شناخت دشمن تھے انسان کے لئے ضروری ہے دوست کے ساتھ دشمن کی بھی شناخت کریں لیکن بے چارہ مشرکین منتشر پراگندہ ہونے کی وجہ سے کسی مسئلہ پر اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے قرآن سے

مزاحمت کرنا مقابلے کرنے کی حیلے طریقے ان کو نہیں آتے تھے لہٰذا انھیں شناخت قرآن کا فائدہ نہیں ہوا لہٰذا مشرکین کو قرآن کے مقابلہ میں ہزیمت اٹھانا پڑی ان اسباب وعلل کا دقت اور باریکی سے جائزہ لیا خود قرآن سمجھنے کی کوشش سحر انگیز بیان مسلمانوں کا اس سے لگاو وجھکا واس کا دقت باریکی سے جائزہ لیا پھر اپنے لئے اپنے پاس اس کا مقابہ کرنے کے لئے اس سے دوبدو لڑنے کے لئے کیا ذرائع ہوسکتا ہے اسکا بھی جائزہ لینے کے لئے انھوں نے تجربات یہودی پروٹوکولات تلموت ماسونیہ میں آیا ہے دو طریقے سے مزاحمت آئی ہے ہے مزاحمت دشمنی میدانی میں یہودیوں نے دین نصاریٰ کو روکنے کے لئے سلاطین رومی کے اندر نفوذ کیا۔ سلاطین روم کے ذریعے انھوں نے مسیحیوں کو تتر بتر منتشر کیا حضرت عیسیٰ کو دار پر کھینچا۔

۲۔ دوسرا طریقہ دوستی میں آے چہرہ دوستی میں آیا رجعت مسیح کا قائل ہوا مسیح کو اللہ کا بیٹا بنایا اس طرح سے نصاریٰ کو خالص مشرک بنایا باطنیہ نے دیکھا اسلام کی روح قرآن ہے، قرآن کے ہوتے ہوئے ہر قسم کی کاوش ضائع بے فائدہ ہے نیز مسلمان قرآن کے خلاف ذراسی بھی آنکھ مچولی برداشت نہیں کریں گے یہاں سے انہوں نے تمام تر توجہ قرآن پر لگایا کلی طور پر یہودی سیرت پر عمل کر کے تمام شریعت کے خلاف اعلانیہ بغاوت کر کے سنت رسول سے بغاوت کرے ہر میدان میں سے بغاوت کر کے سنت رسول کو کنارے پر لگانے کے لئے حدیث کو قرآن پر مسلط کیا پھر فقہ کو آگے لایا قرآن کو پیچھے کرنے کے لئے شعوبیوں کو آگے لایا۔ نحو سازوں کو آگے لایا ان کے زبان سے قرآن قرآن کرایا ،قرائت قرآن کا شعبہ کھولا کلمات قرآن کو مسخ کرنے کے لئے لغویین کو لایا بچے کچے ضمیر فروشوں دین فروشوں شکم پرست مولویوں کے لئے تخریب دین کیلئے بجٹ بنایا اور کسی بھی دروازے سے قرآن کو اٹھانے کا سوراخ بھی بند کیا اور قرآن کے نام سے قرآن کے خلاف لکھنے والوں کو مفسرین قرآن کا اعزاز دیا۔ کراچی میں محفل خراساں کے امام جس نے قرآن سے توجہ ہٹانے دور کرنے کیلئے اردو قرآن بنایا تا کہ سیکولر قرآن کو رد کرنے کیلئے اردو قرآن استعمال کریں۔

یہاں سے اہل فکر و دانش عقل وخرد والے کہتے ہیں ایک طریقہ شناخت تعریف بضد ہے یک از طریقہ شناخت آپ کے بارے میں آپ کے دشمن کیا کہتا ہے یہ جاننا ضروری ہے دشمن کی دوزبان ہوتی ہیں۔

۱۔ زبان مدح ہوتی ہے۔ وہ ان کے خاص الخاص کو اکسانے کے لئے کرتے ہیں مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے اپنوں کو اٹھانے کے لئے کرتے ہیں چنانچہ شعوبی دوگروہ تھے۔

۲۔ خود کو عرب دوست پیش کرتے تھے اور بعض عرب دشمن اس طرح قرآن سے مقابلے کیلئے دوگروہ بنائے ایک میدان عمل میں اتارا اور قرآن کو کنارے پر لگانے پر تلے ہوئے ہیں ایک قرآن کی تعریف پر تلے ہوئے ہیں ایک قرآن

فہمی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں۔دوسرا قرآن قرآن مت کرو اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ قرآن ہر کس و ناکس کا نہیں۔

ہم نے کہا تھا تفسیر باطنیہ صرف وہ تفسیر نہیں جو مفسرین نے تفسیر باطنی کے نام سے بیان کیا ہے بلکہ وہ تفاسیر بھی تفسیر باطنی ہے جسے انھوں نے اپنی جگہ تفسیر ظاہری کہا ہے باطنیوں کے دو قسم کی تفسیر ہے ایک مرکزی حیثیت رکھتا ہے جہاں کہیں ان کے باتیں سننے کے لئے آمادہ ہو یا خود باطنی ہو وہاں تفسیر باطنی خالص لاتے ہیں سامع یا قاری ان کے مخالف ہو ان سے اتفاق نہیں کرتا ہے ان کے لئے انہوں نے ان کے لئے یا مسلمانوں کے لئے ایک الگ تفسیر مختلف نام انداز میں تفاسیر لائی ہے ان تفاسیر میں فارسی کو کسی نہ کسی طریقے قرآن دور کریں۔

۲۔دوسرا عام مسلمانوں کے درمیان میں کرتا ہے جہاں وہ اچھے عبارات کلمات کے استعمال کر کے ایک ایسی کلمات چھوڑتا ہے جیسے قرآن کو وہ جو مقام اللہ نے دی ہے وہ گراتے ہیں۔

دو مرحلے بنائے ہیں ایک خالص باطنیہ ہے کہ جو سرے سے توحید رسالت معاد قرآن سب کو خیر باد کرے جسے آج کل کی اصطلاح میں سیکولر کہتے ہیں دوسرا باطنیہ نفاقی ہے وہ مسلمانوں کے بھیس میں رہے اور کام باطنیہ کیلئے کرے باطنی اہداف کیلئے کرے یہاں سے ایک شخص یقین واطمینان سے کہہ سکتا ہے تفسیر باطنی صرف وہ تفاسیر ہیں جو باطنیوں نے پیش کی ہے بلکہ جو تفاسیر فرقوں کے پاس ہیں وہ بھی سرے سے تفسیر باطنی ہے۔اس میں بھی بھرپور طریقے سے کوشش کیا ہے کہ قرآن کو سرے سے نکالا جائے صرف برائے نام قرآن قرآن کرے یہ دعویٰ ہے لیکن اس کے ثبوت میں بہت سے دلائل پائے جاتے ہیں۔

۱۔قرآن کریم میں قرآن کو بنیاد اساس کو محکمات کہا ہے جس کیلئے کوئی دوسرا کوئی احتمال ممکن ہی نہیں ہے۔دوسرا حصہ جو محدود ہے وہ متشابہات ہے اس کو تفسیر کرنے کا نہیں کہا ہے۔

۲۔باطنیہ نے کہا ہے ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔پھر شروع کیا تفسیر کا آغاز اس طرح کیا ہے ظاہر قرآن حجت ہے یا نہیں کہا ہے امت کا اتفاق ہے ظاہر قرآن حجت ہے لیکن پیغمبر کے دور میں وہ منسوخ ہو سکتا ہے جس قرآن کیلئے اللہ کے فرمایا ہے حجت بالغہ ہے جسے رد نہیں کر سکتا ہے۔مفسرین نے کہا ہے اس کی حجت ہونا نا ہونا مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے اختلاف ہے اس میں حجت ہے یا نہیں جب تک مسلمان قرآن حجت ہونے کا اتفاق نہیں کریں گے قرآن حجت نہیں ہو سکتا تو انہوں نے تفسیر میں آیات قرآن کی تقسیم ظاہر و باطن سے کیا ہے محکم و متشابہ سے نہیں کیا ہے۔یہاں سے واضح ہو جاتا ہے تفسیر کی بنیاد رکھنے والے باطنی ہیں۔

۳۔حضرت محمدؐ کی نبوت قرآن سے ثابت ہے۔آپ کی فعل طور و طریقہ تغیر دامن حدیث میں پرورش پائی

ہے۔اس سے بھی ثابت ہوا کہ مفسرین خود رگ باطنی رکھتا ہے۔

۴۔تفسیر قرآن میں لکھا ہے تفسیر قرآن دامن حدیث میں پرورش پائی اس کی دلیل یہ ہے کہ تفسیر اصول فقہ،فقہ معتزلہ واشاعرہ یہ سب جڑواں ہیں۔

تفاسیر باطنیہ:۔

قرآن کریم کے الفاظ کلمات آیات کا ظاہری معانی کے علاوہ کوئی باطنی معنی بھی ہوتا ہے جسے قرآن کریم میں تاویل سے تعبیر کی ہے جیسا کہ سورہ کہف میں آیا ہے عبدالصالح نے جو اعمال غیر عادی انجام دیا تھا ان اعمال کے اسباب وعلل جو بعد میں بیان کیا ہے اس کے بارے میں کہا ہے یہ ان اعمال کا تاویل تھا باطنیوں کی تفسیر باطنی سے مراد وہ تفاسیر نہیں جو آیات کے کلمات کے سیاق وسباق سے مربوط ہو کلمہ باطن ظاہر کے مقابلے میں آتا ہے ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے لیکن وہ باطن ظاہر سے بالکل الٹ نہیں ہوتا ہے وہ باطن ظاہر سے مربوط ہوتا ہے۔

ظاہر اس باطن کا شب دلیل رہنما ہوتا ہے جسے قرآں میں عالم دوحصوں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔عالم ظاہری

۲۔عالم باطنی

بواطن سے مراد وہ ہے جو اس خمسہ میں نہیں آتا ہے باطن کلی یا باطن حقیقی باطن واقعی جو بھی انقلاب ظاہر نہیں ہوتا ہے منقلب نہیں ہوتا ہے وہ ذات اللہ تبارک وتعالیٰ ہے لیکن دنیا کی ہر ظاہر اس باطن کی دلیل ہے اگر سوچنے والا انسان نہ ہوتے اگر یہ کائنات اپنے وجود میں متغیر نہ ہوتے یہ آثار فتانہ نہ ہوتے تو وجود الہ پر کوئی دلیل نہیں ہوتے کائنات کی ہر وجود وجود اللہ پر دلیل ہے لیکن جو تفسیر باطنیہ پیش کرتے ہیں وہ الفاظ وکلمات آیات سے نہیں نکلتا ہے وہ کلام سے بالکل غیر مربوط تفسیر ہے اس تفسیر کے ہونے کے بارے میں کسی قسم کی شواہد قرائن دلائل نہیں ہوتا ہے۔

سوائے وہ باطنیہ ملحد وکافر دعویٰ کنندہ وہی دعویٰ کرنے وال اہے وہی مدعیٰ ہے اور وہی گواہ ہے۔تفسیر باطنیہ سے مراد صرف وتفاسیر مراد نہں ہے جو فرقہ اسماعیلیہ پیش کرتے ہیں بلکہ اس سے مراد ہر وہ تفاسیر ہے جو آیت قرآن سے غیر مربوط ہے یہ تفاسیر ہمیشہ معاندین اسلام منافقین مذاہب منحرفہ ادیان باطلہ پیش کرتے ہیں اس تفسیر میں فرقہ مخصوص باطنیہ کے علاوہ اہل تشیع کے تفاسیر فرقہ بھائیہ کا تفسیر فرقہ صوفیوں کے تفاسیر سب شامل نہیں آئے ان میں سے ہر ایک کی ایک دو تفاسیر پیش کرتے ہیں۔

کتاب تفسیر والمفسر ون تالیف محمد حسین ذھبی ج ۳ ص ۲۸۸ پہ لکھتے ہیں بھائیوں کے باب نے سورہ یوسف

کے بارے میں بات کی ہے گرچہ باب قرآن نہیں مانتے ہیں اس نے خود کتاب لایا ہے لیکن وہ اثنا عشری سے نکلے ہوئے تھے ابتداء میں وہ اثناعشری تھے لہٰذا اپنی مدعیٰ کو خود کو پیش کرنے کے لئے اس نے بعض آیات کی تفسیر اپنے مقصد کے لئے کیا ہے وہ سورہ یوسف کی آیت ۴ جہاں حضرت یوسف نے حضرت یعقوب سے کہا بابا میں نے گیارہ ستاروں کو میرے لئے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے جس مین وہ بھابی کہتا ہے یوسف سے مراد نفس رسول ہے ثمرۃ سے بتول ہے حسین بن علی ہے انھوں نے اپنے باپ علی سے کہا میں نے گیارہ ستاروں کو مجھے جھکتے ہوئے دیکھا ہے شمس سے مراد زہرا ہے قمر سے مراد محمد ہے اور نجوم سے مراد آئمہ ہیں۔ تو علی نے کہا کہ یہ رویت میں اپنے بھائیوں سے نہ کہو، بھائی نے کہا ہے جو کچھ قرآن میں آیا ہے صلوۃ زکاۃ صیام حج کعبہ بلد الحرام ان سے یہ معانی مراد نہیں ہے اس سے مراد آئمہ ہے چنانچہ امام صادق سے منسوب کر کے لکھتے ہیں انتم الصراط قرآن میں جو صراط ذکر ہوا ہے اس سے مراد آپ ہیں امام نے فرمایا نحن صراط قرآن میں جو صراط ہیں وہ ہم ہیں زکاۃ ہم ہیں صیام ہم ہیں ہم ہیں حج ہم ہیں بلد الحرام ہم ہیں کعبہ الحرام وجہ اللہ ہم ہیں جنت ونار قرآن میں جو آئے ہیں وہ جنت ونار حقیقی ہے یہ رمزی ہے۔

تفسیر صافی تالیف فیض کاشانی ج ا مقدمہ سوئم میں لکھتے ہیں امیر المومنین نے کہا ہے کہ قرآن میں تین حصوں میں تقسیم ہیں ایک حصہ ہم اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے ایک سنن وامثال اور ایک حصہ احکام کے بارے میں نازل ہوا ہے ہر ایک کا ایک معنی ظاہر ہوتا ہے اور ایک معنی باطن اور ہر ایک طابن کے لئے سات بطون ہیں۔ تفسیر صافی ج اص ۸۵ پر اھد نا الصراط المستقیم کے بارے میں امام صادق سے نقل کرتے ہیں صراط دو ہیں ایک دنیا میں ہے ایک آخرت میں ہے دنیا میں صراط سے مراد امام مفترض باطاعہ ہے جو دنیا میں اپنے وقت کی امام کو نہیں پہچانیں گے اس کی پیروی نہیں کریں گے وہ آخرت کے صراط سے نہیں گزر سکیں گے۔

دوسری روایت میں ہے صراط سے مراد امیر المومنین ہیں تیسری روایت میں آیا ہے نحن صراط مستقیم تفسیر صافی ج ا ص ۹۱ میں حروف مقطعات کے بارے میں صاحب تفسیر لکھتے ہیں اسرار غربیہ حروف مقطعات میں سے یہ ہے ترکیب کرتے وقت مکرر حرف کو حذف کرنے کے بعد یہ جملہ سنتا ہے علی صراط حق نمسکہ اور علی حق نمسق ہے کتاب سے مراد کتاب علی ہے جو لاریب فیہ ہے تفسیر صافی میں اس جیسی تفاسیر سے پر ہیں یا یوں کہتے تفسیر باطنی کا ایک شاخص تفسیر ہے۔

یک از تفاسیر باطنی تفاسیر صوفی ہے ان کی تفاسیر بھی آیا ظاہر سے مبانی ومزاج ہے قرآن سے باہر ہے ان کے بھی تفاسیر انواع واقسام ہیں صوفی شیعی یا اسماعیلی کی تفاسیر اپنی تمام تر اختلافات تشتطات منتشرات کے باوجود سب کی بازگشت قرآن سے دوری ہے قرآن تمسک سے روکنا ہے ہدایت کی دروازے کو بند کر کے ضلالت کے دروازے کو کھولنا ہے۔

صوفی دو گروہوں پر مشتمل ہے ایک گروہ فلسفی ہے یہ اتباع فلسفہ یونانی ہے فلسہ یونان سے قرآن کی آیات کو موڑا ہے۔

۲۔ دوسرا صوفی عملی ہے ریاضت قناعت کشکول نماز بے معنی بے جا سے آیات قرآن کا غیر مربوط تفاسیر پیش کی ہے پہلے مرحلے کے مفسر محی الدین عربی ہے ان کے نام سے ایک تفسیر ہے تفسیر ابن عربی بعض اس تفسیر کو ان سے نفی کرتا ہے علی ای حال ان کی ہو یا ان سے منسوب ہو تفسیر تفسیر صوفی ہے ہر آیات نظریہ فلسفہ یونان سے جوڑ کے کرتے ہیں سورہ مریم کی آیت ۵۷ میں ادریس کے بارے میں رفعنا مکانا علیا سے مراد سورج کو لیا ہے جس کے نیچے سات افلاک اوپر سات افلاک ہے اور خود سورج پندروں فرلک ہے مرج البحرین کی تفسیر میں فیولائے جسمانی اور عبر روح سے جورا ہے وہ نظریہ وحدت کے داعی تھے وہ اللہ کے علاوہ سب کو باطل کہتے تھے کائنات میں صرف اللہ کے علاوہ کسی بھی وجود کے قائل نہیں تھے اور خود اللہ اور اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے کہ اللہ خود ہے یا خود اللہ اس کے بارے میں شک کرتے تھے۔

وحدت وجود کے اخطاب میں ابی یزید بسطامی حسین حلاج شبلی وغیرہ آتا ہے کتاب تفسیر والمفسر ون ج ۳ ص ۳۶۸۔

باطنیہ تہتر فرقوں میں سے ایک ہے یا فرقوں کا خالق:۔

اس بارے میں باطنیہ کے بنیادی عقائد اور دیگر فرقوں کے عقاید و سرگرمیاں دیکھنے ہونگے کہ ان سے مختلف ہے یا ان کی عقائد و نظریات دیگر فرقوں میں مماثلت پائے جاتے ہیں مسلمانوں میں گرچہ تہتر فرقے بتاتے ہیں لیکن ان کو دو فرقوں کے چھتری میں تقسیم کئے ہوئے ہیں شیعہ اور سنی دونوں میں مصادر عقائد و شریعت قرآن اور سنت رسول کو گردانا جاتا ہے لیکن شیعہ بطور صریح کہتے ہیں قرآن اور سنت دونوں اہل بیت سے لیتے ہیں اس سے واضح ہو جاتا ہے وہ قرآن اور سنت کو بطور مستقم نہیں لیتے ہیں نیز ہر دور میں امام کا ہونا ہوا رجعت تقیہ کتمان انتظار مہدی عام مسلمانوں سے نفرت کے حوالے سے شیعہ یا عین باطنیہ نظر آتا ہے چنانچہ دونوں امامیہ میں شامل ہیں لیکن اہل سنت پر باطنیہ کا کتنا سایہ ہے ان کی کتابوں میں باطنیوں کے خلاف سخت تند و تیز لہجہ پایا جاتا ہے اس بارے میں بہت کچھ تجزیہ و تحلیل کرنے کی ضرورت ہے آئیں دیکھتے ہیں۔

مصدر دین اسلام قرآن اور سنت محمد ہے اہل سنت قرآن اور محمد سے کہاں تک قریب ہے قرآن کے بارے میں اہل سنت کا موقف واضح ہے انہوں نے قرآن سے انتساب سے گریز پرہیز کرتے ہوئے اپنے کو خالص سنتی متعارف کیا ہے، جس طرح شیعہ نے دونوں سے انتساب توڑا ہے۔ اہل فکر و دانش خاص کر قرآن اور سنت دونوں کو مصدر اسلام قرار

دینے والوں کے اذھان میں چندین سوال آتا ہے دونوں کو رکھنے میں کیا قباحت تھی۔قرآن کو یہاں یہاں سے ہٹانے کی کیا وجہ تھی۔

۳۔قرآن پر سنت کو قاضی وحاکم قرار دیا ہے۔

۴۔سنت کو قرآن سے بے نیاز قرآن کو سنت کے نیازمند قرار دینے کے بعد پہلے دوسوال کا کچھ حد تک جواب مل جاتا ہے کہ قرآن ایک کتاب طفیلی سنت مانتے ہیں چنانچہ قرطبی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس حدیث کو باطل و بے بنیاد قرار دیا ہے،قرآن ہی کسوٹی صحت وسقم حدیث ہے۔

۵۔خود سنت سے کس حد تک وابستہ ہے اس سلسلے میں سنت منسوب مرفوع سے سنت اصحاب سنت اتباع اور بعد میں قول سلف سے سنت اصحاب کو شامل کر کے میدان عمل سے سنت رسول کو بے دخل کیا ہے۔

یہ حدیث اپنی سند ومتن دونوں حوالے سے مسئلہ متنازعہ بحث طلب ہے۔

باطنیہ حسن فرق ہے:

بعض اصحاب دوسرے تیسرے درجہ اصحاب کے ہوتے ہوتے پہلے درجہ کے اصحاب حتیٰ اہل بیت کے گھرانے سے زیادہ ان سے احادیث نقل ہوتی ہے یہاں تک علماء حدیث نے انہیں مکثر بن احادیث کا لقب دیا ہے لہٰذا ان سے منقول احادیث مشکوک مخدوش نظر آتا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا ہے یا ان سے منسوب کیا ہے۔

۲۔علماء حدیث نے احادیث کو اسناد کے حوالے تین حصوں میں تقسیم کے ہے احادیث صحیحہ۔

۳۔احادیث ضعیفہ پر عمل نہیں کر سکتا ہے جبکہ فقہاء ومفسرین دونوں نیا حدیث ضعیفہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

۴۔احادیث رسول بحکم قرآن اطاعت رسول میں آتا ہے اس کے لئے تعین جازم چاہیے کہ یہ رسول اللہ نے فرمایا احادیث ضعیفہ قطع اور نہیں بلکہ ظن آور ہے ظنی حجت نہیں جس حدیث کے بارے میں یقین نہ ہو کہ نبی کریم نے فرمایا یا نہیں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں یہ سنت رسول اللہ ہے۔

۵۔اہل سنت دوسری تیسری صدی کے بعد مثل یہود آنکھ بند کر کے دین کو علماء کے دورا ہے سے بندھا ہے ان کے اقوال فتاویٰ کو سنت کا درجہ دیا ہے لہٰذا اس وقت سنت رسول سے بھی بہت دور فاصلہ پر کھڑا الھذا وہ خرافات اور باطنیہ کے اہداف کو پروان دیتے ہیں مصروف ہے ان کے تمام پوری پیش روایات قرآن اور سنت رسول سے دور ہے۔

قرآن اور تفسیر بالرائے:

تصدی وتوجہ بقرآن سے یکسرہ یکطرف روکنے کے لئے اٹھائے گئی دوسری لاٹھی کا نام تفسیر بالرائے ہے جسے کبھی

تفسیر بالرائے اور کبھی تفسیر اجتہادی کہتا ہے تفسیر بالرائے بطور قطعی عند الکل مذموم مقدوح ممنوع تفسیر ہے جبکہ تفسیر اجتہادی کی کبھی مذمت کرتے ہیں اور کبھی اس کی تعریف کرتے ہیں بلکہ تفسیر اجتہادی کے آغاز یا ابتکار کو تابعین اور اسلاف کی طرف برگشت کرتے ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ہم تفسیر بالرائے کو تحلیل کر کے تفسیر بالرائے معنی واضح کرتے ہیں ۔تفسیر بالرائے کسے کہتے ہیں؟ یہ کہاں سے نکلی ہے؟ کس نے شروع کی ہے؟ کون اس کا مبتکر ہے؟ اس کے مبتکر و بانی جاننے کے بعد ہم لفظ رائے کا کلمہ اور اس کا معنی معلوم کرتے ہیں رائے قرآن کریم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ شاید اس جیسا کوئی کلمہ استعمال نہ ہوا ہو رائے، رائی، رایت، رایتک، رایتکم اور رایتھم بھرے ہوئے ہیں صاحب کتاب عمدۃ الحفاظ القرآن نے لکھا ہے کلمہ رائے بمعنی بصارت دو معنیٰ مین استعمال ہوا ہے ایک اپنی آنکھوں سے دیکھنا اگر رائے کو ہٹا دیں گے تو دنیا اس کے لئے تیر و تار ہے مدخل علوم بصارت ہے باقی سماعت رہ جاتی ہے اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے سماعت و بصارت ختم ہونے کے بعد عقل کوئی کام نہیں کرتا باب علوم رایت ہے۔

دوسرا معنی علم ہے آپ کو پتہ نہیں چلا آپ کو معلوم نہیں ہوا اس کا بھی برگشت رویت پر ہوتا ہے ایک دفعہ آنکھوں سے خود چیز کو دیکھتا ہے اس کو رویت بصری کہتا ہے دوسری چیز اس کو اثر کو دیکھ کر موثر پر ایمان لاتے ہیں اس کو رویت علمی کہتا ہے چنانچہ پیغمبر کے بارے میں آیا ہے ﴿وَ لَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرى ☆عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهى ﴾ (النجم۔۱۳،۱۴) محمد نے ایک دفعہ اللہ کو سدرۃ المنتھیٰ پر دیکھا تو یہ رویت علمی ہے الم تر کیف فعل ربک با اصحاب الفیل کیا آپ نے نہیں دیکھا ہے اصحاب فیل کے ساتھ ہم نے کیا کیا جس وقت اصحاب فیل آئے تھے محمد دنیا میں نہیں تھے وہ رویت علمہ ہے خلاص رائے آنکھوں سے دیکھنا رائے عقل سے اثر دیکھ کے موثر پر ایمان لانا ن اس کا نام رائے اللہ کے مشرکین وملحدین کے تمام تر احتجاج تنقید مذمت اس پر ہے کہ تم کیوں نہیں دیکھتے کیوں نہیں۔

سوچتے کیوں نہیں دیکھتے یہ رویت بصری ہے کیونکہ سمجھتے رویت علمی ہے رویت کی طرف دعوت کے باوجود تفسیر بالرائے کی شدت سے مذمت اس بات کی عکاسی رہنمائی کرتا ہے یہ دوسری صدی میں قائم اصحاب رائے در احکام شرعیہ کی مذمت میں پیدا ہوا ہے اور ایک گروہ خاص کی مذمت ہے وہ ہے قرآن کو چھوڑ کے عقل کو چھوڑ کر صرف عقلی سواری پر سوار ہو کے میدان مارنے والے محمد کی جگہ پر بیٹھ کے میری عقل کہتا ہے اللہ اور ہے اور اس کی صفات اور ہے عقل پہلے ہے قرآن بعد واصل بن عطاء اور اس کی جماعت کی رائے ہے۔ان کی ضد میں عقل کیا ہوتی ہے عقل سحیرہ ہے مثل مسئلہ ہے عقل عمل ہے عقل کو کوئی حق نہیں اصل حدیث ہے اہل نے آ کے عقل کو تنقید کیا ہے۔

اہل حدیث نے معتزلہ کے ضد میں عقل کو تنقید کیا ہے معتزلہ نے اسلام کے ضد میں قرآں کو کنڈم کیا ان کے

بھاگ دوڑ میں کرکٹ کھیل میں لھویات میں مسابقات میں کیوں دوڑیں قرآن میں کثیر آیات میں مشرکین کی خطاب میں عقاب آیا ہے کیوں عقل نہیں کرتے کیوں تفکر نہیں کرتے کیوں نہیں سوچتے آیا مشرکین سے یہ کہا ہے قرآن کو لے جا کر قرآن کے معانی ابوبکر سے کیوں نہیں پوچھتے علی سے عمر سے کیوں نہیں پوچھتے شعمی اور شخص سے کیوں نہیں پوچھتے ایسا ہے؟

تفسیر بالرائے کی مذمت کرنے والوں سے سوال ہے یہ لمبی چوڑی ۳۵ آیت حضرت علی کی منصوصیت ہونے کے بارے میں پیش کی ہے آیت بلغ آیت اکمل آیت سال سائل آیت رکوع آیت تطہیران میں نص برامامت کہاں سے نکلی ہے اگر آپ کا رائے نہیں ہے زواج متعہ کہاں سے نکلی ہے رائے نہیں ہے عقل سے کلام نکلتا ہے کلام سے عقل نکلتا ہے کلام سمجھنے کے لئے عقل چاہیے عقل کو سمجھانے کے لئے کلام چاہیے۔

عقل اور کلام والد و مولود ہیں انڈہ اور مرغی ہیں اس طرح کھیل کے قرآن سے دور رکھا ہے منصفین بھی اس وادی میں گر گئے ہیں ہادی معرفت جیسے بحاث محقق یہاں پھنس گئے ہیں تفسیر رائے مسترد کیا اس لئے کہ احادیث کو رد نہیں کر سکتے تھے تفسیر اجتہادی کو رد کیا چونکہ خود مجتہد تھے مجتہد کے داعی تھے مجتہد کے پرورده تھے مجتہد کے ریزہ خوار تھے اجتہاد کا ستون رائے وادی رائے ہے اور رائے کی برگشت اپنا خیال ہے اور اس کے لئے ان کے پاس دلیل نہیں دلیل طلب کرنے والوں کو لاٹھی اور دھمکی ہے۔

۲۔تفسیر قرآن ہے تفسیر قرآن لکھنے والوں نے اس کلمے کی وضاحت میں لکھا ہے کلمہ تفسیر مغلوب سفرہ یا دونوں مترادف کلمہ ہے دونوں کا معنی کشف حجاب کشف قناع ہے تفاسیر پڑھنے کے بعد نتیجہ یہاں پہنچا ہے کہ کشف قناع ممکن نہیں ہے، معانی حقیقی قرآن ممکن نہیں اس سلسلے میں چند مثالیں پیش کرتے ہیں اس سلسلے میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں

ا۔صاحب مفاتیح الغیب محمد بن عمر رازی ملقب فخر رازی متوفی ۶۰۶ھ یہ اشعری مسلک کے تھے علوم یونان فلسفہ کلام کے تبحر تھے آپ نے تفسیر کبیر کے نام سے اپنی تفسیر کو قیل وقال سے پُر کیا ہے یہاں تک صاحب الاتقان فی العلوم قرآن نے لکھا ہے فیہ کل شی ءالاّ التفسیر اس میں ہر چیز موجود ہے صرف تفسیر نہیں ہے ہم اس میں یہ قضاوت نہیں کر رہے ہیں کہ یہ تفسیر ہے یا نہیں لیکن رائے عامہ ہے کہ یہ ۳۲ جلد تفسیر نہیں ہے۔

۲۔علامہ محمد حسین طباطبائی متوفی ۱۴۰۲ھ نے المیزان فی التفسیر قرآن بقرآن کے نام سے ۲۰ جلد لکھے ہیں تفسیر لکھتے وقت بیچارے معاشرے میں مطعون بدنام تھے قاضی قضاۃ انقلاب اسلامی ایران مرحوم بہشتی نے کہا میں ایک دن ان کے گھر گیا اور گھر سے وہ درس کے لئے نکلے تو میں ان کے ساتھ مسجد تک گیا درس چھوڑ کے آنا بھی میرے لئے

مسئلہ تھا ان کی اھانت ہوتی تھی حلقے میں شامل ہونا بھی مسئلہ تھا حلقے سے دور کسی ستون کے ساتھ بیٹھ کے سنتا رہا ان کے تفسیر کے بارے میں بھی یہی مقولہ رائج ہوا ہے کہ یہ کتاب فلسفی ہے تفسیر نہیں یہ شیعوں کا کہنا ہے ڈاکٹر فھد نے اتجاھات فی التفسیر کے نام سے چار جلد لائے ہیں۔

تفاسیر سنی شیعہ پر تبصرہ آئی ہے تو المیز ان کے ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے فیہ کل شی ءاچھی کتاب ہے الاّ ان مفسرہ شیعی یعنی مفسر مؤلف شیعہ ہے شیعہ اس جملے ڈاکٹر فہد کی،، یہ تفسیر شیعی ہے،، اسلئے اچھا نہیں ہے لیکن اس کا مراد یہ نہیں ہے ان کا مراد یہ ہے شیعہ میں ہوتے ہوئے تفسیر نہیں لکھ سکتے یا یوں کہیں کہ کسی فرقے میں ہوتے ہوئے تفسیر نہیں لکھ سکتے ہیں۔فرقے تفسیر لکھتے وقت تین اصول سامنے رکھتے ہیں تحقیق تقلید تفریق ایک جہت سے تحقیق کرتے ہیں بہت سی میں منوعن گزشتگان کی تقلید کرنے موخر میں فرقہ کی امتیاز شناخت کو باقی رکھتے ہیں۔

فرقہ خود گلے میں پھنسنے والی ھڈی ہے اس سلسلے میں کہنا ہے کہ تفسیر بالرائے کے مذمت میں لکھتے ہیں فرقے والے تفسیر قرآن لکھتے وقت اپنے فرقے کے حق میں لکھتے ہیں' بلکہ تفسیر قرآن کیلئے نہیں بلکہ اپنے فرقے کو یہ ثابت کریں میں اس فرقہ سے ہوتا ہے۔علامہ طباطبائی بھی اسی طرح کے تھے وہ فرقے میں رہ کے تفسیر لکھتے تھے اس کی چند ثبوت ہیں ۔

۱۔شیعوں نے جن آیا متشابھات سے حضرت علی کی امامت کے لئے استدلال کیا تھا صاحب مفسر قرآن بقرآن نے بھی آیات کو چھوڑ کر انھیں روایات موضوعہ کی چھاؤ میں ٹھتری کے نیچے آرام فرما کر آیات غیر مربوط کو نص سے ربط دیا ہے یہ دلیل ہے کہ یہ شیعہ ہونے کی

۲۔ ہر آیت کے بعد اس آیت سے متعلق روایات کو بحث روائی کے عنوان سے جمع کیا ہے کسی بھی روایات کے بارے میں اظہار خیال تک نہیں کیا ہے تفسیر امام حسن العسکری تفسیر قمی تفسیر صافی تفسیر برھان سب کو چھوٹ ملی ہے

۳۔اثبات متعہ کے بارے میں کلمہ استمتعتم سے استدلال کی ہے کلمہ متاع لذت اٹھانے کو کہتا ہے یہ وقتی ہوتا ہے حالآنکہ متاع گھر کے سامان کو کہتا ہے متاع مرغن کو نہیں کہتا ہے حلویات کو نہیں کہتا ہے گھر میں موجود ہمیشہ استعمال ہونے والی سامان کو کہتے ہیں متاع بیت ہمیشہ کے لئے زندگی بھر کے لئے لائے تو اس کا اتنا لذت نہیں ہے جتنا چند دن کے لئے لانے والی عورت کی لذت ہے آپ نے تفسیر قرآن بقرآن پیش کر کے اندر انھیں روایات عقل قرآن سے متصادم روایات کو اٹھایا ہے۔

۴۔ ہمارے استاد ڈاکٹر صادقی تہرانی نے الفرقان فی تفسیر القرآن لکھا ہے تفسیر قرآن بقرآن شروع کرنے سے

وفات تک مطعون رہے' انقلاب اسلامی ایران قیام حکومت اسلامی کے بعد جب قم تشریف لائے یہاں بھی درس تفسیر کو جاری رکھا لیکن فرقوں کو قرآن سنجیدگی سے اٹھانا کیسے برداشت ہے یہ کتاب جہاں مشرکین کے شرک سوز تھا وہاں توسل کے نام سے جاری شرک کے بھی سوز تھا۔قم میں دوران درس حلقہ درس مسجد سے نکالنے کے لئے ہمارے ملک کے وحدت مسلمین کے سربراہ نے لاٹھی بردار لشکر حکومتی ہے وہاں سے نکالنے کے لئے لے گئے تھے ہمیں بھی ان کے تفسیر میں جانے کے جرم میں ہمارے علماء نے خانے میں محصور کیا ہے آیت اللہ ۲۰ تفسیر لکھنے کے بعد بھی فرقے سے نہیں نکل سکے روایت خذ ماوفق القرآن، وضرب الجدار ماخالف القرآن کے صارخ نے خمس کو متعہ کو تقلید کو حدیث کساء امام مہدی جیسے بے بنیاد عقائد کو ثابت ثابت کرنا چھوڑا نہیں۔

۵۔امام خمینی نے انقلاب اسلامی کے کامیاب ہونے کے بعد تہران منتقل ہونے سے پہلے ختم قرآن درس تفسیر قرآن دیا جو بعد میں چھپ گئی اردو میں بھی ترجمہ ہوا اس میں آپ نے لکھا ہے حقیقی تفسیر قرآن ممکن نہیں اور اب تک کسی نے لکھا بھی نہیں ہیں اور جو کچھ لکھا ہے سرسری شرح لفظ ہے۔انقلاب کا یہ عقیدہ تھا انقلابیوں نے تفسیر قرآن کو چھویا نہیں ہے۔

اب ہم آتے ہیں آیا قرآن دنیا کے دیگر کلام سے بالکل مختلف ہے یا اسی کلام کی نوعیت ہے۔

یہاں سے سوال آتا ہے قرآن خود دن تن تنہا سمجھ میں نہ آنے والی کتاب ہو تفسیر بھی ممکن ہو گویا یہ کتاب اپنے ناقابل سمجھ ہونے میں انجیل تورات جیسی کتاب ہے بقول باطنیہ دوم قرآن کی زبان بھی زبان لاطینی جیسا ہے جو خاص خاص بلکہ خواص الخاص سمجھتے یہاں سے نتیجہ اخذ کرنا آسان ہوگا ہمارے پاس جیسے بھی تفاسیر ہے باطنیوں کی تفسیر ہے۔

کلام کی تعریف میں لکھتا ہے الکلام افاد المستمع فائدۃ تامۃ کلام وہ ہے جو مستمع کو فائدہ تامۃ دیتا ہے کلام کا غرض و غایت مستمع کو قانع کرنا منوانا ہے کلام متکلم کے حوالے سے سامع کے حوالے سے اصل کلام کے حوالے سے متنوع ہوتی ہے کلام عوامی ہوتا ہے عام انسانوں کو افہام تفہیم کے لئے وہاں کوئی مفسر نہیں ہوتا ہے۔

کلام ایک دفعہ ھنر مند سے متعلق ہوتا ہے فن سے متعلق ہوتا ہے لیباٹری کا ڈاکٹر لیباٹری کے شاگردوں سے خطاب کرتا ہے عام آدمی نہیں سمجھ نہیں سکتا شاگرد اچھی طرح سمجھ سکتا ہے ڈاکٹر شاگرد سے خطاب کرتا ہے جہاں نہیں سمجھے سوال کرتا ہے سیاسی ستی درس گاہ میں درس دیتا ہے طلبہ سمجھتے ہیں ایک دفعہ شاگردوں سے خطاب کرتے ہیں کبھی ایک دفعہ میدان میں آ کے روٹ میں آ کے عوام سے خطاب کرتے ہیں ڈاکٹر ایک دفعہ شاگردوں سے خطاب کرتے ہیں ایک دفعہ مریض سے خطاب کرتے ہیں مریض سے خطاب کرے تو مریض کی سمجھ میں آتا ہے ملک کے فوجی سربراہ ایک دفعہ

سپاہیوں سے خطاب کرتے ہیں ایک دفعہ عوام سے خطاب کرتے ہیں سب کے سمجھ میں آتا ہے ایک دفعہ جرنلوں سے خطاب کرتے ہیں جہاں دوسروں کو سمجھانا مقصود نہیں ہوتا ہے خطاب الفاظ ومعانی پر تسلط وقدرت کا نام ہے الفاظ کی ذخائر کا نام ہے۔

قدرت سازی کا نام ہے تو بتاؤ کائنات میں انسانوں کو قوت کلام دینے والی ھستی قوت گویائی دینے والی ھستی قوت بیانی دینے والی افہام وتفہیم کے قوت دینے والی ہستی جب خود خطاب کرتا ہے تو اس کا خطاب گونگ ہو جاتا ہے یہ کونسی منطق ہے یہ کونسی زبان ہے مشرکین مکہ جہاں تیرہ سال آپ نے خطاب کیں ایک طرف جاھل انپڑھ لجوج لدود مشرکین تھے ایک طرف آپ تھے وہاں نہ علی درمیان میں تھے نہ ابن مسعود نہ ابوبکر وعمر بھیج میں تفسیر کرتے تھے تیرہ سال بغیر ترجمان ومفسر مشرکین ٹھیک ٹھیک طرح مشرکین سمجھ میں آئی مدینے میں تشریف لانے کے بعد اصحاب کے سمجھ میں نہیں آئی گویا یہ کہیں نعوذ باللہ قرآن سمجھی میں مشکلات صرف ایمان تھے ایمان لانے کے بعد فھم قرآن غائب ہو جاتے ہیں واضح الفاظ میں بتاؤں مسلمانوں کو قرآن سے اجنبی دور کس نے کیا تو یہ کہہ سکتا ہے علم نحو، علم فقہ، علم اصول فقہ، فلسفہ نے قرآن سے اجنبی کیا ہے۔

قرآن کی تفسیر کیوں ضروری ہے:

ہر غیر عادی غیر روایتی کے بارے میں سب پوچھتا ہے دنیا میں سیاست دان خطاب کرتا ہے علماء خطاب کرتا ہے فن ھنر والے خطاب کرتا ہے کاروباری افراد ایک دوسرے سے خطاب کرتا ہے ان کی کلمات کی تفسیر نہیں ہوتی ہے۔ دنیا میں کسی بھی کلام کی تفسیر نہیں ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ توضیح تشریح ہوتی ہے کیونکہ تفسیر کے معنی ہے کشف غطاء کلام پر لگے پردے کو ہٹانا ہے نقاب کو اٹھانا ہےجیسا کہ مفسرین نے کلمہ تفسیر کی وضاحت میں بتایا ہے مبہم نا سمجھ کلمات کی توضیح کو تفسیر کہا ہے دنیا میں کسی کی کلام کی تفسیر نہین ہوتی ہے حتی ہمارے ہاں پیغمبر کے کلمات کی تفسیر نہیں کہلاتے ہیں کلمہ تفسیر مخصوص ہے قرآن کے لئے۔ یہاں سے سوال پیشاہے کہ صرف قرآن محتاج تفسیر ہونے کی کیا اسباب ووجوہات ہیں۔ قرآن کی کیوں تفسیر چاہیئے قرآن کی تفسیر کی ضرورت کے بارے میں کیا جواب دیتے ہیں کہتے ہیں قرآن عام لوگوں کی کلام جیسا نہیں خالق کائنات کا کلام ہے۔

قرآن حقائق ومعارف سے بھرے ہوئے کلام ہے اسلئے اس کی تفسیر کی ضرورت ہے۔

۳۔قرآن میں غیر عربی کلمات استعمال ہوا ہے۔

مفسرین نے ضرورت تفسیر کی توجیہ بنائی ہے ان کی ضرورت توجیہ کی وجوہات یہ ہیں

۱۔قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہے چنانچہ انھوں نے کلمات غریبہ پر کتابیں لکھی ہیں (مؤلفین کا نام لکھنا ہے)
کہاہے عربی زبان میں ایک کلمہ بہت سے چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے جسے انھوں نے کلمات مشترک معنوی رکھا
ہے جس کے لئے انھوں نے ایک مثال دی ہے کلمہ ولی کلمہ عین ان دو کلموں کے لئے بہت سے معانی بیان کی ہے اب
قرآن میں یہ کلمہ جہاں جہاں آئی ہے معلوم نہیں ان سے کونسی معنی مراد لی ہے۔

۳۔قرآن میں ایک چیز کے لئے دو لفظ آیئے ہیں ان دونوں میں کونسا لفظ استعمال کریں بلکہ ایک جز کے لئے
چندین معنی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً سورج کے لئے اتنی الفاظ استعمال ہوا ہے کھجور کے لئے اتنے الفاظ استعمال
ہوئے ہیں اور اونٹ کے لئے اتنے الفاظ استعمال ہوا ہے (یہاں وہ سارے الفاظ درج کرنا ہے)۔

۴۔حقیقت ومجاز کبھی کلمہ اپنے معنی حقیقی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی مجازی میں استعمال ہوتا ہے معلوم نہیں ہوتا
ہے کہ حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے یا مجازی میں یہ لغت کے لحاظ سے ہے۔

۵۔قرآن دیگر کلام جیسا نہیں ہے قرآن اللہ کا کلام ہے اللہ کا کلام کلاموں کا اللہ ہے جس طرح اللہ بلند ہے
انسان کے وھم وخیال اللہ تک نہیں پہنچتا ہے اسی طرح انسان کا ذھن اللہ کی کلام تک پہنث نہیں سکتا ہے یہ وجوہات کلام
کے حوالے سے ہے۔

۲۔مخاطبین کے حولے سے قبائل وعشائر سے بھرے ہوئے ہیں عربی میں مشترک ہے لیکن ہر قبیلے کے اپنے
اپنے زبان ہیں کچھ چیزیں اپنی جگہ فرق ہے جیسے اردو سب کی ایک ہے لیکن علاقے کے حوالے سے فرق ہے عربوں میں
بھی اس طرح سے ہے عرب عدنانی ہے قحطانی ہے حجازی ہے مختلف ہے۔

کیا وجوہات قرآں اور اس کے مشکلہ الیہ سبحانہ تعظیم وتوقیر ہے یا باطنی زبان عقدہ وحقد کی زبان میں قرآن اور
اللہ کی شان میں اہانت وجسارت ہے۔

۴۔متکلم بذات خود عاجز وقاصر ہے مطلب کو ادا نہیں کر سکتے اس سے قریب افراد اس سے مائنوس افراد اس
سے صحبت میں رہنے والے افراد مطالب کو اپنی زبان میں وضاحت کرتا ہے جیسے بچہ کوئی چیز طلب کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں
آتا ہے تو ماں سے پوچھتا ہے یہ کیا کہتا ہے باہر جائیں لوگوں کے سمجھ میں نہ آئے تو باب سے پوچھتا ہے کہ بچہ کیا کہتا
ہے۔

۵۔خود لگت میں عیب ہے نقص ہے وہ یہ ہے اس لغت میں دنیا کی لغت سے ہٹ کر بیان)
یہاں ہم اس کلام کی عناصر ترکیبی کو کھولنے کی ضرورت ہے اس کلام کی ایک عنصر لغت کلام میں ہے اس لغت میں گنجائش

نہیں اس کی تفسیر کی ضرورت پڑی ہے۔

۱۔لغت کلام ہے یہ کلام جس لغت سے لینی ہے یہ لغت بذات خود ایک معما لغت ہے جس میں قدرت بیان نہیں ہے جیسے حبشی زبان کُردی زبان بلتی زبان شنائی زبان پنجابی زبان بلوچی پشتوئی زبان سرائکی زبان سابق زمانے کے سنسکرتی زبان یا لاطینی زبان قدرت بیان نہ ہونے کی وجہ سے متروک ہو رہا ہے آیا لغت عرب جس میں یہ قرآن آئی ہے ان زبانوں جیسا زبان ہے اس میں مواد ادائیگی کم ہے یہ بات یہ فارمولہ یہ باطل ہے زبان عرب دنیا میں بہترین زبان ہے ہر چیز کی ادائیگی کے لئے اس میں کلمات فراوانی سے ملتے ہیں جس کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے لغت میں خرابی نہیں ہے۔

۲۔مستمعین مخاطبین جن سے خطاب ہے اگر مخاطب بچہ ہو اگر مخاطب دیوانہ ہو تو ان سے خطاب نہیں ہو سکتی۔

اگر مخاطب غیر عربی ہو تو یہ لوگ غیر عرب نہیں سمجھیں گے جب تک وہ عربی زبان کو نہیں پڑھیں گے۔

۳۔متکلم کی قدرت بیان میں نقص خامی ہے جسمانی طور پر لکنت رکھتا ہے یا کوئی جرم وجنایت کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ موسی نے فرعون سے خطاب کرنے میں اپنی خامی بیان کیا ہے(آیت لکھنا ہے)ایک زبانی نقص کو پیش کیا ہے ایک مخاطبین کی نظر میں مجرم ہوں (آیت لکھنا ہے) اللہ سبحانہ خالق کلام اللہ ہے متکلم اللہ ہے ہر نقص وعیب سے پاک ومنزہ ذات ہے خالق انسان ہے خالق عقل ہے خالق سماعت ہے اور معلم بیان ہے دوسروں کو بیان سکھانے والا ہے کیسے ممکن ہے متکلم میں عیب ہو۔

۳۔ٹھیک ہے قرآن جو ہے صرف عرب کے لئے نہیں ہے دنیا بھر کے انسان کے لئے ہے دنیا بھر کے انسانوں کے لئے ہے۔

۴۔مثال دیتے ہیں پہلی کلاس والے سے خطاب خطاب تعلیم الگ زبان میں دیتے ہیں۔

ہمارے پاس قرآن فہمی کے لئے چار ذرائع ہے:

۱۔سب سے پہلا ذریعہ لغت عرب ہے۔لغت میں بھی دخل اندازی کی ہے۔

جس طرح حدیث گزشتہ اقوام وملل کی علماء بادشاہ یہاں وطباء روز فلاسفہ کی کلمات سے پر کیا ہے لغت عرب جمع کرنے والوں کی اکثریت شعوی تھے شعوبی یعنی غربوں سے عداوت نفرت رکھنے والے اس سلسلہ میں انوار جندی نے ایک کتاب لکھی فصحی لغت عرب سے اس میں کلمات جو قومین لغت میں جمع ہے بیان کیا ہے ابھی سے کتنے متروک اور کتنے استعمال میں بیان کیا ہے ملاحظہ کریں

لہٰذا لغت میں بھی بحث کرنے کی ضرورت ہے لغت سے اصلی معنی کیسے اخذ کریں تحریف سے محفوظ لغت کہاں سے اخذ کریں اس کا کوئی اصول ہے یا نہیں ماہرین دواؤں میں غلط اجزاء کی تشخیص کرتا ہے غذا میں ملاوٹ کی تشخیص کرتا ہے غرض مرکبات میں اجزائے اصلی اور اجزائے ملاوٹی میں تشخیص دنیا میں آسان ہو گیا لیباٹریاں وجود میں آئی ہیں آزمائش گاہیں وجود میں آئی ہیں تو لغت میں تحریفات نکالنا کوئی دشوار نہیں ہے۔

قرآن کا معنی لغت سے نکالنا اس کی پہلی تفسیر ہے یہاں سے یقین اطمنان ضرس قاطع دل مطمئن سے کہ سکتا ہے یہ تفاسیر تفسیر باطنیہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لغت کو تیسرے درجے پر پھینکا ہے ۲ دوسرا مسلمان درس گاہوں میں لغت قرآن کا شعبہ نصاب میں نہیں' اگر ہے وہ لغت قرآن کا نہیں لغت جاہلیت کا ہے رکھا ہے جب تک ملاوٹ نکالنے کا شعبہ قائم نہیں ہونگے ہم ان کو باطنیہ کہتے رہیں گے دنیا بھر میں ہر زبان میں اللہ نے انسان کے بارے میں کہا ہے ہم نے انسان کو بیان سکھایا ہے تو بیان کا بیان ہوتا ہے بہت نادر ہوتا ہے تو تمام زبانوں میں سب سے اعلیٰ سب سے زیادہ اپنا مرام مقصود بتانیکی صلاحیت رکھنے والی زبان زبان عربی ہے قرآن کریم میں اللہ نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کا ذکر کیا ہے سورہ نحل آیت ۔۱۰۳ سورہ شعریٰ آیت ۔۱۹۰، ۔۷ سورہ یوسف آیت ۲ سورہ رعد آیت ۳۷ سورہ طہٰ آیت ۱۱۲ سورہ فصلت آیت ۔۳ سورہ زخرف آیت ۳ میں عربی میں نازل کرنے کا ذکر کی ہے

عربی کا معنی ہی

عربی واضح اور فصیح کلام کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قرآناً عربیاً • واضح اور فصیح زبان میں (نازل کیا) سورہ یوسف آیت ۔۲ عربی کا معنی ہی وضاحت بیان ہے جس میں کسی قسم کی شبہ نہ ہو چنانچہ غیر مزوجہ لڑکیاں ان کو غیر مبین کہا ہے وہ اپنی خوہشات کا اظہار نہیں کر سکتی بیوہ کو کہا بیوہ اپنی خواہشات کا اظہار کرتی ہے رضایت کا اظہا کرتی ہے تفسیر ہی: الکشف عن الشیء، وھواعم من النطق لانّ انطق مختص بالانسان عرب کے معنی تغییر ہے عرب کے معنی بیان ہے عرب کے معنی تحسین ہے ورب کے معنی ازالہ فساد ہے قرآن نے تکرار سے کہا ہے کہ یہ ایک کلام بیّن ہے قرآن نے سورہ فصّلت آیت ۔۴۴ میں کلام کو دو حصون میں تقسیم کی ہے

۱۔ کلام عجمی

۲۔ کلام عجمی کلام نامفہوم کو کہتا ہے کلام عربی کلام مفہوم کو کہتا ہے زبان واضح ہونے کی وجہ سے اللہ نے فرمایا ہے اس کے احکام بھی واضح ہے اس کے احکام میں بھی اجمال وابہام نہیں ہے جس کلام کو اللہ نے کلام مانوس سہل البیان کہا ہے باطنیہ نے اس کو الفاظ غریبیّہ کہا ہے باطنیّہ نے اس کو ظنیّ الدّ لالہ کہا ہے تب بھی قارئین مطمئن نہیں ہوں گے تب بھی انصاف

نہیں ملیں گے عربی کا معنی واضح ہونے کی ایک منطق شعوبیین نے کلمات آسان سے پڑھنے کے لیے صحیح پڑھنے کے لئے لگانے والے نشانی کو اعراب کہا ہے پورے عربی زبان آسان زبان ہے اور عرب میں بھی آسان زبان واضح زبان زبان مستعمل قریش ہے۔

قرآن قریش کی لہجے میں نازل ہوا لہذا قرآن کی کلمات کو کلمات غریبہ غرائب قرآن کہنے والے اپنے منہ کو دھولے اگر بد نیت نہیں ہے تو لغت قرآن کا درس رکھے تفسیر قرآن اس وقت وجود میں آئی ہے جس وقت احادیث دین وشریعت کا مصدر وحید بنے ہوئے تھے تفسیر قرآن کریم احادیث کے غلط وملط کی تمیز کرنے رہائی دینے کے لئے وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ اس ڈر سے کہیں قرآن دوبارہ معاشرے پر حاکم نہ ہو جائے اسے روکنے کے لئے تفسیر قرآن نامی ایک شعبہ کھولا ہے لیکن اس عمل غلط کو مستند بنانے کے لئے انھوں نے تفسیر قرآن کو خود رسول اللہ سے اور آپ کے بعد اصحاب وتابعین سے انتساب کیا ہے جس طرح انھوں نے بدعت اجتہاد کو اصحاب اور رسول اللہ سے انتساب کیا ہے جب جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ چھپانے کے لئے اور جھوٹ بولنا پڑتا ہے یہ وجوہات کرتے ہیں عبداللہ بن عمرو بن عاص نے خصوص اجازت لے کر آپ سے حدیث لکھتے تھے یا حضرت علی آپ سے املاء لکھتے تھے آیات قرآن اور منع تدوین حدیث سے متصادم ہے۔

آئے دیکھتے ہیں پیغمبر کے دور میں تفسیر قرآن کے بارے میں انھوں نے کتنے غلط بیانی کی ہے کتاب اصول تفسیر ومناھج ص ۱۴ پر لکھتے ہیں اس وقت کے مسلمان عرب خالص تھے اپنی ذوق سلیقہ عربی کے حوالے سے قرآن کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔

عرب اپنی ذوق اور سلیقہ میں بلند مقام رکھتے تھے لیکن قرآن کریم تمام عربوں کی زبان پر فوقیت رکھتے تھے اپنی الفاظ و اسالیب میں جو سمجھ میں نہیں آتا وہ ایک دوسرے کو بیان کرتے تھے اگر کسی کے بھی سمجھ میں نہیں آتا تو پیغمبر سے پوچھتے تھے۔

الفاظ قرآن سکھاتے وقت قرآن کے معانی کی بھی کرتے تھے تفسیر ۔

۲۔حدیث انس بن مالک نے کہا ہے عمر کو بقرہ یاد کرنے کے لئے چندیں سال لگانا پڑا عمر کو حفظ سورہ بقرہ کے لئے چندین سال لگ گئے ہیں تو یقیناً پیغمبر دنیا سے گزرتے وقت ایک تھائی بھی یاد نہیں ہوا ہوگا دوسری جگہ ص ۱۹ پے لکھتے ہیں عمر کو اب کا معنی نہیں آیا جب قرآن عربی خالص ہے عمر عرب خالص تھے عمر کی تاریخ میں آیا ہے وہ جذباتی تھے لیکن اتنی کن ذھن نافہم ناسمجھ تو نہیں تھے بلکہ تاریخ عمر میں آیا ہے وہ قریش کا سفیر بھی تھے بلکہ ایک سفیر کی اداء کلمات میں دوسروں سے زیادہ

کتنی صلاحیت ہونا چاہیے یہ تو کہیں نہیں آیا ہے کس نے اس وقت کے بڑی طاقت روم وفارس کو فتح کیا ہو بارہ سال امن و سکون کی حکومت چلایا ہو اس کو ابہ کا معنی نہیں آتا ہو اور اس کو سورہ بقرہ سمجھنے کے لئے چندین سال لگایا ہو اسکی تفسیر کہاں سے ملے گی۔

۳۔ لکھتے ہیں تفسیر قرآن میں اصحاب میں سے صرف چار مفسر قرآن نکلے ہیں:

۱۔ علی ابن ابی طالب

۲۔ عبداللہ ابن مسعود ۳۔ عبداللہ ابن عباس ۴۔ ابیہ بن کعب ہیں جہاں پیغمبر خود تفسیر فرماتے تھے اصحاب خود شغف قرآن رکھتے تھے آیات ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کم سے کم مدینے کے آبادی ۴۰، ۵۰ ہزار کے تھے ۴۰، ۵۰ ہزار میں سے صرف چار افراد نکلے تو قرآن پر علیہ السلام ہوگا اور پیغمبر نے جو کلاس تفسیر رکھے تھے اس میں سے صرف چار آدمی نکلے

۳۔ انچاروں کے علاوہ دیگر اصحاب برجستہ زھین وفتین اصحاب تھے وہ کہاں گئے ان کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں تھا یا یہ لوگ اس درس میں شامل نہیں ہوتے تھے وہ لوگ کہاں گئے تھے۔

۴ ان چاروں میں جو اس وقت کے اعلیٰ پائے کے مفسر اعلیٰ تھے جو تفسیر انھوں نے کی ہے وہ کہاں ہے کوئی کتاب ہے اگر منتشر بیان کو جمع کر کے کوئی سو روایات تفسیر قرآن کے سو آیات مستند پیش کرے شکوک وشبھات سے پاک تفسیر جس عبداللہ بن مسعود کو مفسر قرآن کہا ہے اس کا حشر فرقوں نے کیا کیا ہے اس کو بھی ذرا دیکھو کہاں ہے تفسیر قرآن از سنت کے بارے میں آیت اللہ خوئی نے لکھا جو پیغمبر درس تفسیر دیتے تھے اور قرآن کی تفسیر سنت رسول سے ہوگا کہتے ہیں پیغمبر سے نقل شدہ تفسیر قرآن بہت قلیل ہے نہ ہونے کے برابر ہے کہتے ہیں سیوطی نے پیغمبر سے مروی تفسیر قرآن کی چند صفحات لکھی ہیں

۵۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے سب سے زیادہ جعلیات وضعیات خود ساختگی تفسیر قرآن میں ہے۔

۶۔ سب سے زیادہ منہ بولتا ثبوت ہمارے دسرس میں موجود کتب تفسیر ہیں جس میں تفسیر صافی، نور ثقلین، تفسیر برھان درمنثور کو دیکھنے کے بعد یقین کامل ہوتا ہے کہ انھوں نے قرآن کو احادیث رسول سے نہیں باندھا ہے بلکہ احادیث موضوعات سے باندھا ہے قرآن کریم کی آیات کو ظنیّ الدلالہ گردانے کے لئے اس کے کلمات کو تفسیر باطنی ۔ مروجہ تفسیر باطنیوں کا تفسیر ہے جہاں انھوں نے سنت اقوال سلف سے آیات کا معنی مفہوم مراد بیان کی ہے۔

یہ جو احادیث فہم علماء سلف سے آیات کی توضیح تشریح کرنا کس سند سے مستند ہے یہ طریقہ کس کی ایجاد کردہ ہے کس نے ایجاد کرنے کی ہدایت دی ہے؟ یہ طریقہ نہ متکلم قرآن کے ساتھ بنتا ہے نہ عربی زبان سے بنتا ہے یہ طریقہ متکلم کے شان

کے خلاف ہے عربی زبان کے بھی خلاف ہے آیئے پہلے تفسیر کا معنی کرتے ہیں کتاب عمدۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۲۷۳ پر آیا ہے۔

تفسیر القرآن: بیان الفاظہ و بیان معانیہ واحکامہ، وتاویلہ حملہ علی المعانی اللائقہ، یہ الفاظ اس کے شان کے مطابق مناسب الفاظ بیان الفاظ بیان معانی واحکام ہے اور تاویل کا معنی اس کو ایک ایسے معنی پر حمل کرے جس کا ظاہر سے لائق ہو کبھی یہ معنی جاھل یا فوری شعور نہ رکھنے والا کرتے ہیں و قال الراغب : **والتفسير قد يقال فيما يختص بمفردات الالفاظ و غريبها فيما يختص بالتئويل ، تفسير کا لفظ** کبھی تو مفرد اور غریب الفاظ کے تشریح اور وضاحت پر بولا جاتا ہے اور کبھی خاص کر تحویل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے تفسیر رئیا تحویل رئیا دونوں کہتے ہیں صاحب عمدہ کہتے ہیں التحویل تفعیل من اٰلَ یَؤُولُ ، ای رجع فمعنی تحویل: الرجوع بالفظ عن ظاھرہ الی معنیً یستقیمُ بہٖ ذالک لفظ۔

تفسیر کا معنی مدلولات الفاظ ہے اور اسباب نزول وقائع احادیث ہے ام تحویل لفظ کو ایک ہی معنی کی طرف برگشت کرے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو

تفاسیر مروجہ قرآن کریم تفسیر باطنیہ ہے اس کے لئے ہمارے پاس چند شوھد نا قابل انکار ہیں

۱۔مفسرین نے مصادر ماخذ تفسیر پیش کرتے وقت سب سے پہلا مصدر خود قرآن کو قرار دیا ہے بہترین تفسیر قرآن کا قرآن سے کرنا ہے قرآن کا قرآن سے تفسیر کرنے کا منطق اھل البیت کے نام سے دشمنان اھل البیت کو آگے لانے کی منطق جیسا ہے یہ قرآن سے جذبات سے کھینے کے لئے اھل قرآن کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کہا ہے ایسے تفسیر لکھنے والوں نے اپنی تفسیر روایت ہی کو تفسیر واحد گردا اہے جیسے اصفراء قرآن المیز ان اور الفرقان ہے

۲۔قرآن کی تفسیر روایت منسوب یہ پیغمبر سے منسوب روایت یہ کہہ کر اصحاب سے منقول دوسرے نے عترت سے کروایا ہے تیسرے نے سلف سے کروایا

۳ قرآن کی دوسری تفسیر عقل سے کرایا عقل سے مراد عقل فلسفی کو آگے لایا ہے ایک نے تفسیر رائے کہہ کر مسترد کیا ہے کو تفسیر عقلی قرار دیا اور دوسرے نے ان کے ضد میں عقل کو مسترد کیا۔

فہم قرآں بغیر تفسیر سلف ممکن نہیں:

تفسیر قرآن خود بغیر اصول وقواعد تفسیر ممکن نہیں لھذا پہلے مرحلے میں ہمیں کتب تفسیر پڑھنا ضروری ہے تا کہ قرآن سمجھ سکے یہاں سوال پیش آتا ہے کتب تفاسیر بہت ہیں ان میں سے کونسی تفسیر پر اعتماد کرے آیا کوئی تفسیر موجود ہے جو قرآن کریم کے تمام مقاصد نزول پر محیط وحاوی ہو۔

۲۔اس تفسیر کے محتویٰ کے بارے میں اختلاف نہ ہو جسے سب تسلیم کرتا ہو یہاں کہتا ہے تفسیر قرآن کے لئے تفسیر سلف پڑھنا چاہئے کیوں کہ وہ عصر نزول قرآن سے نزدیک میں ہونے میں کونسی تکیہ پوشیدہ تھے تو یہاں سوال آتا ہے جن سلف نے تفسیر قرآن لکھی ہے وہ کونسی تفاسیر ہے وہ خود تفسیر لکھتے وقت کن کن تفاسیر پر اعتماد کرتے تھے آیا ان سے پہلے کسی نے تفسیر لکھی تھی جو سلفیوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی یا انھوں نے خود کی تھی اگر خود انھوں نے کی تھی سلف تو دوسری تیسری دور میں تھے ان سے پہلے والے تفسیر قرآن کس طرح کرتے تھے ان کا کہنا ہے سلف تفسیر قرآن تبع تابعین سے لی ہے تابعین تبع نے تفسیر قرآن اصحاب سے لی ہے اصحاب کی تعداد ہزاروں سے گزر گئی ہیں اصحاب کے مراتب درجات ہیں۔

بعض نے پیغمبر کو دیکھا ہے سنا نہیں ہے ان میں انپڑھ جاھل عالم با فھم سب تھے ان میں سے کون کون تھے جو تفسیر قرآن سے زیادہ شغف رکھتے تھے اصحاب کے بارے میں لکھتے ہیں اصحاب کو جب قرآن میں کلمات غریبہ دیکھتے تھے خود دوسرے اصحاب سے پوچھتے تھے اگر ان کو نہیں آیا تو رسول اللہ سے پوچھتے تھے اصل مفسر قرآن خود رسول اللہ ہے نبی کریم کی فرائض نبوت میں سے ایک تبیین وتفسیر قرآن تھے جہاں پیغمبر لوگوں کو الفاظ قرآن سکھاتے تھے معانی بھی سکھاتے تھے تفسیر قرآن کی ضرورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ایک تو اس میں بہت سے الفاظ غریبہ ہے جو سب کو نہیں آتے۔

۲۔گرچہ اصحاب عرب خُلّص تھے لیکن آیات قرآنی اپنی جگہ معارف کا اوقیانوس بحر مواج معانی مفاھیم رکھتے تھے جس تک ہرکس وناکس کا پہنچنا ناممکن تھے یہاں سے علماء کہتے ہیں تفسیر قرآن کے لئے پہلے مرحلے میں اصول تفسیر پڑھنا ضروری ہے مفسرین نے فھم ودرک معانی قرآن مشکل اور دشوار ہونے ہرکسوناکس کی استطاعت سے خارج ہونے کے بارے میں چندین وجوہات سے استدلال کیا ہے۔

۱۔قرآن میں کلمات غریبہ موجود ہیں جو کہ خود عربوں کے سمجھ میں نہیں آتے تھے

۲۔قرآن کی معانی مفاہیم اتنا انچا بلند تھے جو ہر انسان کے لئے اس تک رسائی ممکن نہیں تھے

۳۔قرآن کریم جن پر نازل ہوا یا جس گھر میں نازل ہوا ہے یا جن سے خطاب ہوا ہے وہی قرآن کے معانی سمجھ سکتے ہیں۔

۴۔عربی زبان میں کلمات مشترک لفظی معنوی کلمات متضاد حد سے زیادہ ہے یہ کلمات یا تو کلمہ چندین معانی کے لئے وضع ہوا ہے پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہاں کس معنی میں استعمال ہوا ہے یا ایک معنی کے لئے چندین الفاث وضع ہونے میں میں ان میں سے کونسی لفظ استعمال ہوتا ہے۔لفظ قسورہ قیل:ھوالاسد، وقیل :الرّمی، وقیل الصائد بعض نے کہا ہے قسورۃ سے

مراد، شیر ہے اور بعض نے تیرانداز اور بعض نے شکاری مراد لیا ہے سورہ مدثّر آیت ۵۱ میں آیا ہے۰ فرّت من قسورۃ ۰ یعنی شیر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ معلوم نہیں یہاں شیر کے لئے استعمال ہوا ہے یا تیر مارنے والے کے لئے ہے یا شکاری کے لئے استعمال ہوا ہے

۳۔ کلمہ عسعس کے معنی تاریکی ہلکی ہونے کے ہیں یہ کیفیت رات کے دونوں اطراف میں ہوتی ہے یعنی رات جب آنے والی ہو یا جانے والی ہو اس لئے سورہ تکویر آیت ۱۷ میں ۰ واللّیل اذا عسعس ۰ میں عسعس کے معنی رات کے آنے اور جانے دونوں ہو سکتے ہیں۔

۴۔ نکاح ،عقد کو بھی کہتے ہیں جماع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے سورہ نور آیت ۔۳۲ سورہ احزاب آیت ۔۴۹ سورہ النساء آیت ۔۲۵

۵۔ قرء، حیض کو بھی کہتے ہیں اور طہر کو بھی کہتے ہیں سورہ البقرۃ آیت ۔۲۲۸ یہ کلمات کی بات ہے قرآن میں بہت سے حروف استعمال ہوا ہے مثلاً کلمہ من یہ حرف جار ہے اور یہ ۱۔ ابتدائی غایت ۲۔ تبعیض ۳۔ تبیین کے لئے آتا ہے ۴۔ اور حرف نفی اور استفھا کے ساتھ ہو تو استغراق جنس کے معنی دیتا ہے سورہ الحاقۃ آیت ۔۴۷ ۵۔ کبھی عوض کے لئے آتا ہے سورہ ابراہیم آیت ۳۷ میں تبعیض کے لئے آیا ہے سورہ نور آیت ۴۳ من السماء من جبال فیھا من برد ۰ میں من اولی ظرفیت کے لئے ہے اور دوسرا مفعولیت اور تیسر برائے تبیین ہیا ور سورہ مائدہ آیت ۴ میں تبعیضیہ ہے بعض نے کہا ہے کہ زائدہ ہے سورہ اسراء کی آیت ۱ میں ابتداء کے لئے آیا ہے سورہ آلعمران آیت ۹۲ میں تبعیض کے لئے استعمال ہوا ہے من سببیت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسے سورہ نوح آیت ۲۵ اسی طرح ،،با،،فا،،الی،،علی،، ہر ایک کی چندین معنی ہیں کس معنی کو لے لیں؟

۶ عربی زمان میں کلمہ اپنی جگہ اس کے حقیقی معنی میں استعمال ہونا ہے اور مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کونسی معنی لے لیں؟ ان سب کا مجموعی سب کو نظر میں رکھ کر کہا ہے کہ قرآن کریم ظنی الدلالۃ ہے ظنی الدلالہ کا اگر آپ سادہ زبان میں عامی زبان میں پیش کریں تو ان عبارات میں پیش کر سکتے ہیں ۰ مانفقہ کثیر اَمّما تقولُ ۰ سورہ ھود آیت ۹۱ سورہ اعراف آیت ۹۸ سورہ انفال آیت ۔۶۵ سورہ توبہ ۱۲۷ سورہ حشر آیت ۱۲ سورہ منافقین آیت ۴ سورہ انعام آیت ۲۵ ہمارے دلوں پے پردہ ہے سورہ اسراء آیت ۴۶ سورہ کھف آیت ۔۵۷ سورہ فصلت آیت ۔۵ ،۴۴ سورہ لقمان آیت ۔۲۷

تفسیر قرآن بہ حدیث:

پہلے مرحلہ میں سنت رسول کے لئے کہا ہے پھر سنت کی تشریح میں فعل رسول کے علاوہ قول اور تقریر کو شامل کیا پھر سنت اصحاب کو بھی شامل سنت کیا۔

کتاب عقود المرجان ص ۳۷ پر لکھتے احادیث ضعیف سے تفسیر کرنا جائز ہے چنانچہ فقہائے امت نے رائے پر حدیث ضعیف کو مقدم رکھتے تھے امام احمد بن حنبل نے فرمایا حدیث ضعیف رائے سے بہتر ہے جب فقہ میں حدیث ضعیف سے فتویٰ دینا صحیح ہے تو تفسیر میں بھی جائز ہے کتاب قواعد حدیث من فنون مصطلح الحدیث تألیف جمال الدین قاسمی ص ۱۱۱ پر لکتے ہیں حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں شرط صحت کا فقدان ہے نہ اس میں حسن ہے حدیث ضعیف کے اقسام ہیں موضوع مغلوب شاذ منکر معلل مضطرب جب علماء حدیث نے حدیث ضعیف کو مردود کیا ہے تو پھر اس کو فقہ میں تفسیر میں لانے کی سند قرار دینے کی کیا منطق ہے۔

اس میں جائے شک وتردید ہے اعتراض نہیں ہوگا لیکن

اقسام وانواع تفاسیر میں سے سب سے بہتر اولیٰ تفسیر تفسیر قرآن بہ قرآن کو گردانا گیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں دنیا کے ہر متکلم ہ مصنف ہر مؤلف ہر خطیب کلام کا توضیح وتشریح خود اس سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا ہر وہ اسی اصول مسلمہ کے تحت تفسیر کی اقسام پر لکھنے والوں نے بہترین تفسیر قرآن کا قرآن سے گردانا گیا ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسی جامع کتاب تفسیر قرآن بہ قرآن سامنے نہیں آیا ہے انہوں نے آیات محکمات کی تفسیر آیات متشابھات سے آیات متشابھات کا تفسیر روایات مرسلات اور فرقہ کی اعتقادات سے کیا ہے؟

یہ ایک سوال ہے کتاب کا عنوان تفسیر قرآن بہ قرآن ملیں گے مگر عند التفسیر وہ قرآن سے زیادہ اپنی منویات نظریات عقائد ترجیحات کو مقدم رکھتے ہیں اس ذریعے میں ایک واضح مثال تفسیر المیزان فی تفسیر القرآن پیش کرتے ہیں لیکن عند التفسیر آیت سے ہٹ کر روایات سے تفسیر کی ہے اور بحث روائی کو ایک خاص مقام دیا گیا ہے اور روایات پیش کرتے وقت روایات پر نقد کا قلم چلانے سے گریز پرہیز کیا ہے منجملہ آیات جیسے اس فرقے کے بزرگون نے نص برامامت میں پیش کی ہیں آیات کا امامت سے دور کا رشتہ نہیں تھے انھوں نے اس سلسلے میں روایات سے بنائی ہیں اور اس کو متواتر بنا کر ٹھونسا ہے جس کی وجہ سے جو معنی انھوں نے کی ہے وہ آیت سے اجنبی ہوگئے ہیں اس طرح کتاب اضواء البیان فی ایضاح قرآن بہ قرآن شنقیتی انھوں نے قرآن بالقرآن کہا ہے لیکن اندر سے انھوں نے احادیث اور فقہ سے تفسیر کی ہیں۔

تفسیر قرآن سنت رسول سے:

سنت رسول سے مراد فعل رسول ہیں آپ کا عمل خود تفسیر قرآن رہا ہے جیسے اقیموا الصلوۃ کی تفسیر آپ کے نماز پڑھنا سے

ہوتا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا صلو کمارایتمونی اصلی آپ تابع قرآن ہیں تو یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوگا آپ کے عمل مطابق قرآن ہوں گے لہٰذا یہ کہیں گے سنت شارح موضح آیات قرآن ہے سورہ نحل کی آیت ۴۴ بھی اس کی تصدیق وتائید کی ہے۔

۱۔ پہلے مرحلے میں سنت رسول میں تحریف کیا ہے سنت عمل رسول میں قولی اور تقریر کو شامل کیا۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں جن کی سنت حجت ہونے کے لئے تنکہ برابر سند نہیں ان کو بھی بزور طاقت سنت میں شامل کیا ہے سنت اصحاب بھی سنت ہے۔

لیکن تفسیر قرآن سنت کے سلسلے میں اصول تفسیر تالیف خالد عبدالرحمان ص ۷۹ پر ابی داود سے کتاب امارات میں ترمذی نے اپنی کتاب علم میں ابن ماجہ دارمی میں امام احمد سے نقل کی ہے (عبارت لکھنا ہے متن حدیث قرآن کے برابر بھی دی ہے یعنی سنت بھی قرآن کے برابر مقدار میں دی ہے یہ حدیث اپنی جگہ سند ومتن دونوں حوالے سے موضوع بحث وتحقیق ہے اس پر ملاحظات ہو سکتے ہیں۔

۳۔ سنت تابعین سنت کا جزء قرار دیا ہے۔

یہ احادیث اپنی ضعف سند کے علاوہ تضارب تناقض تضادات سے پر ہے کتاب تفسیر والمفسر ون تالیف محقق علامہ ھادی معرفت جلد دوم ص ۳۰ پر احمد بن حنبل سے نقل کی ہے تین کتابوں کی بنیاد نہیں اعتماد ہو نہیں سکتی۔

۱۔ کتب غزوات ہے

۲۔ کتب ملاحم ہے پیش گویاں

۳۔ تفسیر اسی صفحے پر امام شافعی سے نقل ہے ابن عباس سے تفسیر کے بارے میں تقریباً سو حدیث نقل ہے اس سے زیادہ قطعی طور پر خود ساختہ ہے روایات تفسیر ضعف اسناد ارسال تقطیع جعلیات اسرائلیات سے پر ہے آفت تفاسیر میں تفسیر احادیث کتاب اللہ سے ناروا سلوک جو انسانی زندگی میں ایک قسم کی اجنبیت بے دردی لاوارثی کا رویہ ہے کسی نے دونوں ہاتھ میں ڈنڈا یا دودھار تلوار ہاتھ میں لے کر اجتماع میں کودا ہے میری باتوں کو نہ ماننے والوں کے لئے یہ ڈنڈا ہے ۔ایک قرآن کو اپنی رائے کے انڈر جو خود کہتا ہے وہی تفسیر قرآن ہے جیسے تفسیر اجتہادی کا نام دیا ہے۔ ۲۔ تفسیر علمی قرآن کریم کو سائینسی اکتشافات سے موازنہ کرنے کی تفسیر ہے۔ ۳۔ تفسیر صوفی انھوں نے قرآن کے ساتھ جو کھیلا ہے بے ربط معانی بنائے ہیں۔ ۴۔ تفسیر عقلی قرآن کی تفسیر پر عقل حاکم ہے عقل حجت ہے عقل آیات کو لجام دیتا ہے جو خلاف عقل ہے وہ نادرست ہے جیسے تفاسیر اھل عقلانیت کی تفسیر قدیم وجدید۔ ۵۔ تفاسیر منجمد فھم لغت فھم کلات مین تعقل سے روکنے

تداسیر اشعری۔٦۔تفاسیر فرق ومذاھب۔

باطنیوں کی تیسری واردات قرآن کریم پر بحث واردات ناسخ ومنسوخ ہے ان کا کہنا ہے قرآن میں آیات منسوخ نہیں ہے بعض نے بہت سی آیات منسوخہ کی نشاندہی کی ہے بعض نے اگر مگر لگا کر چند صورتیں بنائی ہیں سب سے زیادہ خطرناک صورت حال حدیث سے آیت سے آیت منسوخ کرنے کا تصور ہے کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۲۹۷ پر لکھتے ہیں نسخ کے معنی ازالہ ونقل ہے نسخت الشمس الصلہ سورج کی سائے ختم ہوا نسخت الکتاب یعنی ہم نے اس کی نقل اتاری ہے قرآن میں اس معنی میں سورہ جاثیہ کی آیت ۲۹ کا ذکر آیا ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ چند بار آئی ہے من جملہ سورہ اعراف آیت ۱۵۴ سورہ حج آیت ۵۲ میں آئی ہے اصطلاح مفسرین میں نسخ یعنی شرعی سے ثابت چیز کو دوسرے دلیل شرعی سے زائل کرنے کو کہتے ہیں عام محاورے میں عام سوچ میں اپنے نظرئے میں تبدیلی آنے سے ہوتا ہے لیکن دین میں یہ حکم اس مدت تک کے لئے تھے نسخ نہیں کیا۔

شریعت میں نسخ ایک حکم شرعی کی مدت ختم ہونے کو کہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ حکم ہمیشہ جاری رہے گی لیکن اللہ کے نزدیک ہے یہ حکم اسی مدت تک کیلئے تھی تو ہمارے حوالے سے یہ حکم بدل گیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے اس کا دورانیہ ختم ہوا ہے حافظ عبدالبر دنے یحیٰ بن اکثم سے نقل کیا ہے تمام علوم میں ایک علم جو علماء کے لئے سب سے زیادہ واجب ہے کو اس سے آگاہ ہونا چاہئے وہ علم ناسخ ومنسوخ ناسخ کو لینا واجب اور اس پر عمل کرنا دیانت کا ثبوت ہے ناسخ ومنسوخ والوں نے شریعت میں احکام منسوخ ہونے کی فلسفہ حکمت بیان کی ہیں منسوخ ہونا بہت بڑا فلسفہ ہے۔:

۱۔پہلے مرحلے میں کہا گیا کہ پیغمبر شارح قرآن اور مبین قرآن ہیں شرح وتبین قرآں جو کہ خود قرآن میں آیا ہے اس میں جائے شک وتردید اعتراض نہیں ہوگا لیکن اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے پیغمبر مقابل قرآن ہیں قرآن ومحمد مل کے شریعت بنتے ہیں یہاں دو شریک بتاتے ہیں کیونکہ شارع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مطلب کو لفظ سے نکال کے بتاتے ہیں وہ مطلب کو سیاق وسباق سے نکال کے بتاتے ہیں آپ آیات کی تفسیر کو دیگر آیات سے جوڑ کے بتاتے ہیں جب آپ تفسیر کو مثلہ معہ سے جوڑیں گے تو یہ ایک نہیں دو ہونگے۔

۲۔قرآن کریم نے بتایا ہے اس میں خشک وتر سب ہے اس میں ہر چیز ہے اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے تفسیر قرآن بہ حدیث کے قائلین کے نزدیک اگر آیات کی تفسیر پیغمبر کی سنت میں نہیں ملا تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے صحابہ جانتے ہیں کیوں کہ وہ نزول قرآن کے شاھد وناظر تھے لہٰذا ان سے مروی روایات کو تفسیر قرآن میں قول نبی کی حیثیت ہو گی دین اسلام کو تہ وبالا کرنے میں سب سے بڑی کردار ان لوگوں نے کیا ہے جنھوں نے اھل البیت اصحاب کو بطور

مطلق رسول اللہ کے مساوی قرار دیا ہے عدلدلیل ماوقع فی الخارج ہے جس کو کوئی رد نہیں کرسکتا اھل البیت سے کتنے اقتدار پرست نکلے ہیں انکی اقتدر پرستی سے کتنے لوگ قتل ہوئے ہیں نظام مسلمین درھم برھم ہوے ہیں خاص کر فاطمیین کے کردار ابھی تک مسلمان بھگت رہے ہیں اس خاندان سے ذر پرست کتنے نکلے ہیں بنی عباس بنی امیہ نے کتنی دولت کمائی ہے وہ تاریخ میں ثبت ہے اسی طرح اصحاب میں مشرکین کو جاسوسی کرنے والے جنگ میں بغیر عذر حیلہ بحانے سے بیٹھنے والے شرکت سے گریز کرنے والے مسجد ضرار بنانے والیکم سے کم فھم وادراک میں اصحاب الف سے یے تک کے فاصلہ ذرہ سے مجرہ تک کے فاصلے غبی اور ذکی ہونا عقل ونقل دونوں سے ثابت ہیں ان کی ضروریات کو پیغمبر ﷺ کی دعا سے جوڑنا پیغمبر نے ان کی حق میں دعا کی تھی یہ فرق القطاع تھے۔

یہ پیغمبر رحمت للعالمین تھے رحمت خاصہ نہیں تھے یہ جو دعا پیغمبر نے ابن عباس کے حق میں کی ہے کیوں اپنے چچا کے حق میں نہیں کی کیوں حضرات حسنین کے حق میں نہیں کی کیوں جعفر طیار کی اولادوں کے حق میں نہیں کی۔

تفسیر قرآن بہ قرآن اما اس کی سند مفسرین نے اس تفسیر کو احسن تفاسیر قرار دیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہین یہ ایک حقیقت ناسعہ شامخہ ہے قرآن کریم کی نظام ترتیب جو کہ بذریعہ وحی ہوا ہے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے ایک آیت کسی جگہ بطور اجمال بیان ہوا ہے یہی مطلب دوسری جگہ بطور تفصیل بیان ہوا ہے ایک جگہ مختصر بیان ہوا ہے دوسری جگہ بہت کلام کی ہے اس کی ایک مثال سورہ مریم کی آیت۔ ۷۱ میں دی ہے اسی آیت کا ایک ٹکڑا ۰ وان منکم الاّ واردھا تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے تم میں سے ہر ایک جھنم پہنچے گا یقیناً یہ خبر ایک مایوس کن خبر ہوگی لیکن اسی کے ذیل مین آیا ہے پھر ہم متقین کو نجات دیں گے ظالمین کو چھوڑیں گے اس کی ایک مثال زیادہ تر سورہ انعام کی آیت ۸۲ سے دی ہے اسکی تفسیر سورہ لقمان کی آیت ۱۳ سے دی ہے لیکن یہاں بھی یہ تفسیر واضح نہیں ہے اس آیت میں ظلم میں ملوث ملبوس انسان کو قیامت کے دن امن نہیں ہوں گے امن صرف مؤمنین کے لئے ہونگے ظلم سے مراد ظلم شرک کیا ہے ظلم شرک سے مراد تنہا بت پرستی نہیں بلکہ تمام انواع اقسام ظلم ہیں اللہ کو خالق سمجھتے ہیں عبادت گزار بھی ہیں لیکن نظم کائنات میں اللہ کو بے دخل کیا ہے نظام وضعی نفاذ کرنے میں سرتوڑ کوشش کی ہے گویا قیامت کے دن نجات دو گزرگاہ سے گزرتا ہے ایک منطقہ ایمانی جو شرک جلی سے گزرتا ہے شروع ہوتا ہے۔

ایک منطقہ عملی ہے شرک منطقہ اعتقادی سے گزر کر میدان عملی میں اعراض کرنے والے یا کوتاہی کرنے والوں کا بھی حشر برا ہوں گے جیسا کہ سورہ بلد اور سورہ عصر میں آیا ہے

ا۔ سب سے بڑا فلسفہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی مالکیت کا اعتراف ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو وہ سمجھتا ہے

حکم کرتا ہے۔

۲۔کمال عبودیت کا اظہار ہے گویا بندہ اللہ کے نئے حکم کے انتظار میں رہتا ہے جس شکل وصورت میں حکم آتا ہے وہ اپنی اطاعت وبندگی کا اظہار کرتے ہیں کمال خضوع وخشوع کے انعقاد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۳۔بندے کی آزادخیال آزادمردی کا کا امتحان لینا ہے تاکہ پتہ چلے کون سرکش ہیں؟ کون مطاع ہیں؟ کون اھل اطاعت ہے اورکون اھل عناد ہیں دنیادار امتحان ہے سونا آگ میں لگاکے تجربہ کرتا ہے بندہ امتحان وآزمائش میں لگا کر امتحان لیتا ہے۔

۴۔اس کا اظہار کرنا ہے کہ بندے کو احکامات اس کی طاقت کے برابر ہے یانہیں؟ اگر طاقت سے مافوق ہے تو حکم اٹھائے گا۔

۵۔بندوں سے مشقتی چیزیں اٹھانا ہے مصلحت عامہ کا خیال رکھنا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۶ میں آیا ہے۔

۶۔ضعفاء کو کمزوروں کو عسر وحرج سے یسر میں منتقل کرنا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ کسی حکم کا منسوخ ہونا عقل قیاس اجتھاد سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ منسوخ صرف دلیل نقل سے ثابت ہوتا ہے منسوخ ثابت ہونے کی چند طریقے ہیں۔

۱۔اصحاب سے بطور نقل صحیح منقول ہو کیونکہ نسخ کا دور پیغمبر کی دور تک محدود ہے نسخ ایک حکم وحی کو نسخ کرنا ہے تو وحی ہی سے نسخ ہوتا ہے چنانچہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ میرے بس میں نہیں کہ میں ایک حکم کو تبدیل کروں سورہ یونس آیت ۱۵

۲۔شخص راوی تاریخ نسخ کو نقل کرے کہ میں نے فلان فلان موقع پر پیغمبر سے سنا تھا نسخ ہونے کے بارے میں امام بخاری نے اپنے صحیح میں ایک واقعہ نقل کی ہے کہ نسخ کیسے ہوتا تھا امام بخاری سورہ توبہ کی آیت ۸۱ کے تلاوت وتفسیر کررہے تھے عبداللہ بن ابیہ بن سلول ان کا بیٹا پیغمبر کے پاس آیا پیغمبرص سے ان کا قمیص مانگا جس میں عبداللہ کو کفن کرے پیغمبر نے قمیص ان کو دیا پھر عبداللہ نے آپ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی پیغمبر اُٹھے عبداللہ کی نماز جنازہ کے لئے تو عمر اپنے جگہ سے اٹھے اور پیغمبر کے لباس کو پکڑا اور کہا آپ کس پر نماز پڑھ رہے ہیں حالانکی اللہ نے آپکو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے تو پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ اس پر ستر بار بھی استغفار کرے میں نہیں بخشوں گا تو میں ستر سے زائد استغفار کروں گا عمر نے کہا کہ وہ منافق ہے پیغمبر نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تو اللہ نے یہ آیت سورہ توبہ ۸۴ نازل کی یہ آیت آنے کے بعد پہلے جو نماز پڑھنے کے اختیار تھے وہ منسوخ ہوئے صاحب اصول تفسیر نے قرآن کریم کی جن سوروں میں ناسخ ومنسوخ نہیں ان کی تعداد ۴۳ بتائی ہیں جن میں آیات ناسخ ہے منسوخ نہیں وہ ۶ سورے بتائے ہیں اور جن میں منسوخ ہے ناسخ نہیں وہ ۴۰ سورے بتائے ہیں اور جس میں ناسخ منسوخ دونوں نہیں

ان کی تعداد ۲۵ بتائی ہیں اب شخص مفسر کے لئے ان تمام کا علم ہونا ضروری ہے۔

پیغمبر نے فرمایا میں حکم نہیں بدل سکتا ہوں پیغمبر وحی کے ذریعے حکم بدلتے ہیں انھوں نے کہا وحی دو قسم کے ہوتے ہیں

ا۔ وحی متلو ہوتا ہے وہ قرآن ہے۔

۲۔ غیر متلو ہوتی ہے اس سے مراد جہاں پیغمبر کو تفوض ہوئی ہے کہ آپ اپنی طرف سے تعبیر کرے جب پیغمبر تعبیر کرتے ہیں تو وحی کے تعبیر کرتے ہیں وہ قرآن کے برابر ہیں اس کے لئے انھوں نے سورہ حشر آیت ۔۷ سورہ آل عمران آیت ۳۱ سے استناد کی ہیں قرآن حدیث سے نسخ ہونے کی دلیل اسی کتاب میں آیا ہے پیغمبر نے نماز سورہ مؤمنین پڑھا اور اس میں ایک آیت نہیں پڑھی نماز ختم کرنے کے بعد ان سے پوچھا کیا تم میں کوئی نہیں تھے کہ مجھے یاد دلائے صحابی نے کہا ہم نے سمجھا کہ یہ منسوخ ہوا ہے تو پیغمبر نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو میں تمھیں خبر دیتا نقل از کتاب اصول سرخصی جلد۲ ص ۷۵ اصحاب پیغمبر کا عقیدہ تھا کہ قرآن سنت سے نسخ ہوئی ہے اس کی ایک اور مثال پیغمبر نے فرمایا لا وصیت للوارث

نسخ کتاب البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۹۵ نسخ کا معنی استکتاب ہے استنساخ استنساخ نقل تحویل ازالہ اما لغت میں ایک امر حکم شریعت میں ثابت شدہ ہے اس کی مدت ختم ہونے کو کہتے ہیں چاہے وہ احکام تکلیفہ ہو یا احکام وضعیہ یا مناصب الٰہی پر یا ایسی امر ہو جس کی برگشت اللہ کی طرف ہو ہم نے کہا ایک حکم ثابت ایک حکم ثابت سے رفع کرنے کو کہتے ہیں کبھی حکم موضوع ختم ہونے سے ختم ہوتا ہے جیسے رمضان ختم ہونے کے بعد روزے کا حکم ختم ہوتا ہے نماز پڑھنے وقت ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم ختم ہوتا ہے کسی شخص کی ملکیت اس کے مرنے کے بعد ختم ہوتا ہے اصل نسخ عقلائے مسلمین کے نزدیک نسخ شریعت جائز ہے جب کہ یہود و نصاریٰ نے نسخ شریعت کو محال ناجائز قرار دیا ہے۔

شریعت اسلام میں نسخ واقع ہوئی ہے جو احکام پہلے شریعتوں کا بقایا چل رہے تھے اس پر مسلمانوں نے عمل کیا تھا وہ اسلام میں نازل قرآن کے ذریعے منسوخ ہوا ہے جس کی مثال مسلمان بیت مقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ اس آیت کے تحت منسوخ ہوئے اس میں جائے شک و تردید نہیں لیکن بحث یہاں ہے قرآن میں ناسخ منسوخ ہے یا نہیں ؟ بعض نے اس میں بہت غلو کی ہے ابوبکر نحاس نے ایک کتاب ناسخ و منسوخ تالیف کی ہے اس میں ۱۳۸ آیات منسوخ ہونے کا کہا ہے آیت اللہ خوئی نے ۱۳۸ کو مختصر کر کے ۳۶ آیات کو اُٹھایا ہے اس پر بحث کی ہے جس ۳۶ آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں بحث کی ہے۔

وہ سورہ مجادلہ کی آیت ۱۲ ہے اس میں پیغمبر سے سرگوشی کرنے پر صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یہ آیت اسی سورے کی آیت ۱۳ سے منسوخ کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں وارد روایات دونوں طرف سے مستفیض

ہے یہ حضرت علی کے شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت علی کے پاس صرف ایک دینار تھا اس کو درھم میں تبدیل کیا دس درھم ملے روزانہ ایک درھم دے کے پیغمبر سے سرگوشی فرماتے تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میری منقبت میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھے ان میں سے ایک دس درھم روزانہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرم سے نجوی کرنا تھے جس پر علی نے فرمایا اس آیت پر میرے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا ہے آقائے خوئی مرحوم کا یہ کہنا ہے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ کے علاوہ کوئی آیت منسوخ ہونا قابل ہضم نہیں یہاں بحث کرنے کی ضرورت ہے جب نسخ خلاف اصل ہے تو یہاں بھی خلاف اصل ہوگا اس خلاف کو اپنان کی کیا سند ہے اس کو بحث میں لانے کی ضرورت ہے۔

۱۔نسخ شریعت قوانین میں گزشتہ زمان کے ساتھ تنسیخ وترمیم کی جواز اس لئے بنتے ہیں چونکہ بشر آئندہ آنے والے زمانے اور لوگوں کے مفاسد ومصالح سے جاھل ہوتا ہے ان کو پتہ نہیں ہوتا ہے غلطیوں کا اکتشاف ہونے کے بعد اسے منسوخ کرتا ہے مسخ پے قانون بشر ضروری ہے نسخ نہ کرنا ایک ظلم وجبر ہے اما یہ صورت حال اللہ رب العزت کے بارے میں تصور بذات خود باطل ہے ناممکن ہے نقص در الوھیت آتا ہے۔

۲۔نسخ ادیان گزشتہ مسلمان سادہ زبان میں سرسری سادگی مین کہتے ہیں کہ نسخ شرائع ہوا ہے ایسا نہیں ہے دین کے دوحصے ہیں ایک اصول عقائد ہے ایمانیات ہیں وہ قابل تنسیخ نہیں تبدیل نہیں دوسرہ اعمال وافعال ہیں وہ اپنی جگہ دوقسم کے ہوتے ہیں ایک امھات ہوتی ہے واجب کی بنیادیں محرمات کی بنیادیں یہ بھی قابل نسخ نہیں تبدیل نہیں۔

دوسرا ہنگامی حالات میں وقتی حالات میں امتحان وآزمائش کے لئے استقامت دکھانے کے لئے ہوتا ہے وہ اسباب ختم ہونے کے بعد اس کا حکم بھی ختم ہوتا ہے نسخ شرائع سے مراد اس قسم کے احکامات ہیں یہود ونصاریٰ جس چیز کی نسخ سے انکار کر رہا ہے وہ نسخ سے نہیں شریعت اسلام کو رد کرنے کے لئے کہتا ہے۔

۳۔نسخ نماز روزہ زکات گزشتہ شریعت میں موجود تھے چنانچہ پیغمبر اکرم ص مبعوث ہونے کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں حج کئے ہیں لیکن آپ پر مستقل طور پر حکم واجب صلوۃ معراج کے بعد ہوئی ہے چنانچہ نماز آپ شریعت سابق کے تحت بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھتے تھے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد قبلہ تبدیل ہوئے حج وعمرہ سابق دور کے تحت آپ انجام دیتے تھے وجوب حج دس ھجری کو ہوئی۔

۴۔اما قرآن میں آیات منسوخ ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ قرآن کریم کی ان آیات سے منافی ہے اس قرآن میں کسی قسم کی نقص عیب تبدیلی آگے پیچھے سے نہیں آینگے اللہ کا یہ فرمان یہ آیت • لایأ تیھا البطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن نہ اللہ کی طرف سے منسوخ ہونگے نہ کسی اور کی طرف سے اب آتے ہیں اس آیت کے بارے میں

۔اروایت کا یہ کہنا دس دن تک اس آیت پر حضرت علی کے سوا کسی اور نے اس پر عمل نہیں کیا یہاں سول آتا ہے کسی اور نے عمل کیوں نہیں کیا چند مفروضے ہوتا ہے۔

ا۔کسی کے پاس صدقہ دینے کی گنجائش نہیں تھے یہ مفروضہ غلط ہے اصحاب میں مھاجر وانصار دونوں صاحبان ثروت تھے۔

۲۔بخل کنجوسی مال سے محبت یہ مفروضہ بھی تاریخ مھاجرین وانصار کے تحت غلط ہے بے بنیاد ہے جن انصار نے اپنی تمام مایملک ہتھیلی میں رکھ کر مھاجرین کو پیش کیا ہو اللہ رسولکے خاطر سب کچھ ہتھیلی میں رکھ کر پیش کیا ہو ان کے پاس ایک درہم کی کیا حیثیت ہے۔

۳۔مھاجرین میں ابوبکر عثمان طلحہ زبیر جیسے شخصیات تھے جو ہمہ وقت پیغمبر کے فرمان پر سب کچھ بذل کرنے والے تھے ایک دفعہ پیغمبر نے انصار سے کہا کہ اس جنگ میں چندہ دے دیں ابوبکر نے کچھ مال لایا پیغمبر نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہو کہا اللہ اور اسکے رسول کو ابوبکر نے ۳۔۴ غلاموں کو مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کیا اپنی بیٹی عائشہ کی صداق جو چارسو ساڑھے چارسو بنتے تھے پیغمبر کو دیا آپ اس کو صداق میں دے دیں عثمان بن عفان نے جنگ تبوک میں لشکر اسلام کے نصف لشکر کے اخراجات برداشت کئے اب ان دونوں کے لئے ایک درھم کی کیا حیثیت تھی

۴۔آیا تاریخ میں ملتا ہے کہ حضرت علی اس سے پہلے بار بار پیغمبر سے سرگوشی کرتے تھے

۔۵۔سرگوشی پر عائد پابندی کی کیا حکمت عملی تھے یہاں دو احتمال ہوتے ہیں

ا۔اس بہانے سے اغنیاء سے کچھ پیسے نکال کے فقراء کو دینا تھا فقراء کے حالات کو بہتر بنانا تھا جو کہ کامیاب نہیں ہوسکی یہ ہو بہوانجان لوگوں کی قوانین جیسی بنی اس پر عمل ہی نہیں ہوسکی

۲۔اغنیاء کو امتحان میں لانا تھا وہ بھی امتحان میں نہیں آئے

۶۔حضرت علی کی فضیلت کو اٹھانا تھا علی کی فضیلت کو اس نازک قانون کے ذریعے سے علی کیا مقام منظور تھا کیا پیغمبر سے نجوٰ کرنا یا نجویٰ کے لئے صدقہ دینا کیا خلیفہ مسلمین کے لئے بنیادی شرط ہے لہذا محسوس ہوتا ہے یہ قصے ایسا ہے جھوٹ اتنا بولے جھوٹ نکالنے والے پریشان ہوکر خود بیٹھ جائے یا ایسا ہے ایک شخص نے لوگوں کو کسی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک جھوٹی خبر بنائی وہاں کوئی قیمتی چیز مفت میں دے رہا ہے لوگ جوق درجوق وہاں جانے لگے تو جھوٹ بولنے والے کے خود شک ہوگیا کہ کہیں وہاں تقسیم تو نہیں ہورہا خود بھی ان کے ساتھ چلا گیا غرض اسلام ومحمد ص سے قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے مذاھب وفرق کی مساعی غیر جمیلہ غیر حسینہ کامیاب ہوئی ہے اب دین صحاب ائمہ سے شروع ہوتا ہے انھیں پر ختم ہوتا ہے قرآن ومحمد ص دونوں مھجور واقع ہوئے ہیں

فہم قرآن آسان نہیں:

یہ منطق اخباریوں حدیثیوں کی منطق ہے اصول فقہ نے احکام شرعیہ کو قرآن سے ہٹا کر صرف حدیث سے استناد کرنے کے لئے اللہ سے ہر طعن افتراء باندھتے ہوئے کہا ہے قرآن ظنی الدلالہ ہے قرآن سمجھنے کے لئے حدیث سے استعانت ضروری اور ناگزیر ہے جبکہ اللہ سورہ انعام ۱۴۹ میں فرماتا ہے اللہ کے دلائل بالغہ ہیں آیئے دیکھے ہیں قرآن اس افتراء کا کیا جواب دیتا ہے۔

کیا قرآن سمجھنا آسان ہے؟ نہیں اتفاق واجماع اخباری حدیثی اصولی ہے نہیں قرآن سمجھنا آسان نہیں قرآن ظنی الدلالہ ہے حوزات ومدارس کے عبا وقبا پوش کے نزدیک نا قابل تردید تشکیک ونا قابل نقاش حقیقت ہے کہ قرآن ظنی الدلالہ ہونے اور سنت رسول کی تدوین میں تاخیر کی وجہ سے علماء نے زحمت ومشقت برداشت کر کے ان دو میں کمی کو دیگر قراء وامارات کی استعانت سے عامہ الناس کے لئے درپیش مسائل قیاس واجماع سے پر کیا ہے۔

اگر کوئی شخص قرآن سمجھنا چاہتے ہیں فعلیہ الاستعانہ بالا حادیث آیئے دیکھتے ہیں اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ہماری دلائل وبراہین بالغہ سے انکار نہیں کر سکتے ہیں لا ینکر الا مکابر ومعاند خود قرآں سے پوچھتے ہیں اے کتاب رب کریم کیا یہ جوبات اخباری حدیثی فقہاء کہتے ہیں قرآن ظنی الدلالہ ہے درست ہے یا ایسا نہیں قرآن آپ کو جواب دیں گے نہیں کلا ثم کلا الف مرۃ کا یہ مالک قرآن پر افتراء وطعن ہے۔

قرآن سمجھنے کے لئے وضع کئے گئے قواعد کو سامنے رکھ کر یا ان کو استعمال کریں وہ یہ ہیں:

۱۔قرآن کی آیات میں آئے کلمات کے معانی جاننے کے لئے قدیم ترین لغات میں تلاش کریں جسے لسان عرب تاج عروس قاموس محیط مفردات قرآن عمدۃ الحفاظ وغیرہ یا وجود نظایر الفاظ وکلمات قرآن میں دیکھیں وہاں کیا معنی کیا ہے اس کو تفسیر کہا ہے۔

۲۔تدبر درآیات قرآن کریں سورہ نساء ۱۲ محمد ۲۴ ص ۲۹ میں آیات قرآن میں تدبر کرو نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے تدبر مادہ دبر سے سے ہے دبر کا معنی لغت میں کسی خلاف یا قبل کو کہا ہے یہاں سے خالق ورازق کائنات کو مدبر کائنات کہا ہے لہذا قرآن میں دبر کے معنی بعد وراء خلف ادبار آیا ہے کسی چیز کے پس منظر میں جانا ہے مثلا تحقیقاتی اداروں میں کسی بھی چیز کے بارے میں چاہے درستگاہ ہو ادارہ ہو کتاب ہو شخصیات ہو اس کے آغاز ابتدائی تاریخ سے شروع کرتے ہیں مثلا م اگر قرآن کریم کو سمجھنا ہو تو قرآن کے آغاز ونزول میں جانا ہوگا یہ قرآن کب نازل ہوا کہتے ہیں چھٹی میلادی

کے بعد نازل ہوا۔

یعنی جس وقت عرب اور سارے دنیا پر جاہلیت چھائے ہوئے تھی جس ذات پر یہ کتاب نازل ہوئی تھی وہ ذات بہ اتفاق موافق مخالف کے وہ کسی بھی انسان کے سامنے تعلیم کے لئے جھکے نہیں تھے وہ امی ان پڑھ تھے لہٰذا جب پہلی آیت نازل ہوئی اس سے کہا پڑھو تو نہیں پڑھ سکا کیونکہ کسی چیز کے پڑھنے کے دو طریقے ہوتے ہیں ایک صفحات ذہن پر محفوظ ہو یا سامنے کوئی مکتوب ہو یہ دونوں نہیں تھے اس وقت امی نے یہ کتاب لاکر جاہل مشرکین کو پڑھایا تو وہاں مشرکین نے از خود درک کیا ہے یہ کلام عربی میں ہے لیکن عام انسان نہیں بول سکتا ہے وہ اس کے تہہ تک نہیں پہنچا محمد پڑھے ہوئے نہیں تھے لہٰذا کسی نے سحر و جادو کسی نے کہا یہ شعر ہے اللہ نے ان سے نہیں کہا کسی عالم سے پوچھو مفسر سے پوچھو فرمایا خود تفکر کرو یہ کتاب اس طرح نازل ہوئی جس طرح ابتدائی کلاسوں میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے یہ کہتا ہے بال ہے اندھے ہیں کان ہیں یہ ناک یہ انگلیاں ہیں اللہ نے فرمایا تمہارے اوپر کیا آسمان زمین کے نیچے کیا ہے زمین یہ ہوائیں نظر آتی ہیں کہا ہاں تو پوچھا ان کو کس نے خلق کیا ہے اس طریقے کو تدبر تفکر تعقل کہا ہے۔

موضوعات قرآن کریم کے بارے میں مختصر وضاحت کرتے گزرنا۔۔۔ متحیر و مدافع قرآن اسلام و مسلمین کے ایک گران قدر سرمایہ علمی جناب علامہ عبداللہ دراز۔۔۔۔۔۔ کے شہر لاہور میں منعقدہ سیمینار میں ممتاز عالم دین نے اس سیمینار ۔۔۔۔۔۔ کے لئے جو عنوان انتخاب کیا تھا وہ یہ تھا موقف اسلام من الادیان الزھر کے۔۔۔۔۔۔ اس خطاب کے فوراً بعد یہاں اسلام سے دفاع کرتے ہوئے ان کی روح اطہر خالق متعالی سے جا ملی آپ نے سورہ مبارکہ کی ایک شرح لکھی ہے شرح کلمات کے علاوہ اس کے سورت کے محتویٰ مضامین کی شرح کرتے ہوئے لکھا یہ سورہ استدلال قرآن ہے جو کچھ قرآن میں ہے یہ اس کا خلاصہ ہے کل قرآن کے موضوعات کو ایک موضوع لائیں تو یہ بنتا ہے معرفۃ الحق و معرفۃ الخیر تقدیس الحق والتزام بالخیر اما معرفۃ الحق قوہ سبحانہ الحمد رب العالمین الرحمٰن و مالک یوم الدین وہی صاحب اللہ تعالیٰ افراسیی کی طرف برگشت ہے قرآن میں موضوعات ہیں ہر ایک سورہ اپنی جگہ ایک موضوع کامل ہے بعض موضوعات سے متعلق آیات پراگندہ منتشر ہیں یہاں تمام موضوعات بلکہ اکثر پر احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

یہ عرب کے بھی خلاف ہے اس کے دلائل آگے بیان کریں گے لیکن انہوں اپنے خائنانہ سازش کے لئے کیونکہ تمام زبانوں سے زبان عرب قدرت بیان میں معروف و مشہور ہے قرآن کریم نے بیان مطلب میں یہ قضاۃ عرب کو تحدی کیا ہے اگر قرآن کا بیان وہ اصل مقصود و ہدف نزول میں نقص بیان ہونا قرآن کی اہانت و جسارت ہے اس کے علاوہ قرآن بیانگ دھل تکرار سے اعلان کیا ہے کہ اس کے بیان میں ابہام و اجمال نہیں اس کی آیات محکمات ہیں اما اینکہ قرآن اور

سنت میں تمام احکام نہیں ہے اس بارے میں دیکھتے ہیں۔

قرآن میں نسخ:

قرآن کریم کو معطل ومتروک قرار دینے کے لئے کئے گئے دوسری منصوبہ بندی نسخ آیات قرآن ہیں چنانچہ کثیر آیات آیات منسوخ قرار دیا ہے امام خوئی نے اپنی کتاب البیان فی التفسیر القرآن میں ابو بکر نحاس کی تالیف ناسخ ومنسوخ سے ایک سو اٹھتیس آیات کا ذکر کیا ہے نسخ کا معنی لغت میں نسخہ گیری کو کہتے ہیں کاپی کرنے کے ہیں نقل کرنے کو جو سابق زمانے میں تھے اور بعد میں طباعت آئی ہے بعض نے نسخ کا اصل معنی ایک کو زائل کرکے دوسری کو اس کی جگہ لانے کے ہیں پھر کبھی اس سے صرف ازالہ کے معنی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ سورہ حج آیت ۔۵۲ میں آیا ہے۔فینسک اللہ مایلقی الشّیطٰن ثمہ یحکم اللہ ایٰتہ ۔تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے قرآن میں آیت منسوخ ہونے کا معنی یعنی ازالہ حکم لیا ہے انھوں نے عام کو تخصیص دینے اور مطلق کو تقیید دینے کو نسخ کہا ہے اما الصطلاح مفسرین میں نسخ ایک حکم ثابت شدہ کے مدت کو ختم ہونے کی وجہ سے حکم کا رفع ہونے کو نسخ کہا ہے نسخ حکم میں دو چیزیں ہیں ایک حکم نسخ تکلیفی ہے ۲ حکم نسخ وضعی ہے یہاں یعنی جو چیز اللہ نے جو آیت حامل حکم کو ایک زمانہ تک کے بعد اس کو اٹھایا ہے اس کو نسخ قرآن کہا ہے نسخ قرآن کی چند صورتیں ہیں

۱ ایک دفعہ تلاوت ہی ختم ہے وہ نسخ ہوا ہے آیت ہی قرآن میں نہیں ہے

۲ ایک دفعہ آیت قرآن میں ہے لیکن حکم منسوخ ہوا ہے اس میں جائے شک نہیں احکام شرائع سابقہ میں سے حکم قرآ کی توسط سے نسخ ہوا ہے بحث اس میں ہے کہ حکم قرآن کو نسخ ہونا ایک اور آیت کے ذریعے یا یا ۲ حکم سنت رسول کے ذریعے سے نسخ ہو جائے

۳۔عقل کے ذریعے نسخ ہو جائے

۴۔اجماع کے ذریعے۔

۴۔قرآن میں ایک سلسلہ آیات اکل بالباطل سے منع کیا ہے کسی کے مال پر جبری قبضہ مت کرو اس کو مجبور کرکے مال مت کھینچو سرقت مت کرو ہر قسم کی سرقت حرام ہے ان محرمات کا ارتکاب مرتکبین کو اگر دنیا میں سزا دیا جاتا تو مال کتنا پھیلتا تاہم مسلمانوں کے مال غیر مسلمین کی نسبت بہت محفوظ نظر آئیں گے۔

۵۔انسان کس چیز کا مالک ہوتا ہے کب مالک ہوتا ہے جس چیز میں انسان نے پسینہ نہ ڈالی ہے جو جہد صرف نہیں کی ہے اس میں وہ مالک نہیں ہے احادیث کیسے قرآن کے برابر ہوسکتا ہے جس شخص یا لوگوں نے حدیث کو قاضی کہا ہے وہ ظالم

ہے وہ غالی ہے حدیث کی عنصر حدیث کی تاریخ اس بات کو دوٹوک الفاظ میں رد کرتے ہیں آئیے دیکھتے ہیں

۔احدیث ایک خبر ہے خبر پر احتمال صدق و کذب برابر ہوتا ہے جب تک کوئی ترجیح نہ ہو یک طرفہ صدق یا کذب کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں

۲۔حدیث بالاتفاق علماء حدیث اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا ہے جو لوگ یہ کہتا ہے اس کی مثال وہ پیاز کھانے والے انسان کی مثال ہے وہ کہتا ہم نے پیاز نہیں کھائی ہے یا کہے ہم نے شراب نہیں پی ہے اس کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے جھوٹ بولنے والے کہتے ہیں ہم نے جھوٹ نہیں بولے ہیں وہی وہ جھوٹ بولتا ہے

۔۳۔حدیث کی ضمانت اللہ نے نہیں لی ہے اس کی دلیل مجامع احادیث میں صحیح حدیث کی نسبت جھوٹی احادیث کی کثرت دلیل ہے جیسا کہ صاحب بخاری صاحب مسند احمد نے خود لکھے ہیں انھوں نے یہ احادیث کتنے لاکھوں سے چھانٹی کی ہیں۔

۴۔احادیث جن لوگوں سے جمع کی ہیں ان میں حدیث جعل کرنے والوں کے نام اور تعداد تاریخ میں کتب حدیث میں میں ثبت ہوا ہے

۔۵۔احادیث آسان سے تصدیق نہ ہونے کی ایک ثبوت ہر اُٹ پٹنگ لوگوں نے احادیث نقل کی ہیں احادیث نقل کرنے کے لئے کوئی معیار نہیں رکھا ہے جس کے پاس ایک حدیث تھی تو وہ محدث بنے ہیں تو وہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان کے پاس ایک حدیث نہ ہو

۔۶۔بعض محدثین جیسے ابن حیان جس نے ثقات لکھی ہے اپنے دور میں متھم تھے آمودی خلاف شریعت افعال کا مرکب کرنے کی وجہ سے لوگون نے شہر بدر کیا ہے

۔۷۔احادیث کو جمع کرنے والوں میں بہت سے ایسے افراد ہیں جنھوں نے خلفاء کے لئے سب وشتم کی ہے ان میں مشھور ابن عقدہ وغیرہ ہے

۔۸۔احادیث میں جعل احادیث میں ہیر پھیر کے بڑھتے ہوئے حالات نے علم رجال لکھنے کی ضرورت آئی علم رجال دلیل ہے کہ احادیث نقل والوں میں اچھے برے دونوں تھے اچھے اور برے میں تمیز کرنے کے لئے علم رجال لکھیے

۔۹۔علم رجال آنے کے بعد لوگ سند دینے سے ڈرتے تھے کہیں وہ فاش نہ ہو جائے جب ان سے پوچھتے تھے کہ آپ نے اس کی سند نہیں دی تو انھوں نے کہا کہ ہم نے معتبر لوگوں سے پوچھ کے لکھی ہے لہٰذا آپ کسی بھی شخص کا نام لیکر پڑھ سکتے ہیں۔

۱۰ احادیث میں جب سند ضرورت ہوسند کی چھان بین کرنا شروع ہوااس دن سے انھوں نے پہلے اور آخری راوی کو معتبر ثقہ کا نام لیا بیچ میں ضعیف مجھول الحال یا کوئی انپڑھ جن کا نام ہے ہی نہیں ان سے پر کیا احادیث کا اکثر و بیشتر حصہ بہت سے مجامع احادیث کی حدیثوں کے راویوں کے نام علم رجال میں نہیں ہے

آفات تفسیر قرآن

تفسیر قرآن کے لئے جو آفات خزاں لگی ہے وہ تفسیر روائی سے لگی ہے یہ تفاسیر اپنی ضعف سند کے علاوہ تضارب تناقض تضادات سے پر ہے کتاب تفسیر والمفسر ون تا ٔلیف محقق آیت اللہ ھادی معرفت جلد دوم ص ۳۰ پر احمد بن حنبل سے نقل کی ہے تین کتابوں کی بنیاد نہیں ہے اعتماد ہو نہیں سکتی ۔ا۔کتب غزوات ہے ۔۲۔کتب ملاحم ہے پیش گویاں ۔۳۔تفسیر اسی صفحے پر امام شافعی سے نقل ہے ابن عباس سے تفسیر کے بارے میں تقریباً سو حدیث نقل ہے اس سے زیادہ قطعی طور پر خود ساختہ ہے روایات تفسیر ضعف اسناد ارسال تقطیع جعلیات اسرائیلیات سے پر ہے آفت تفاسیر میں تفسیر مرویات کے بعد جو ایک ناروا سلوک کتاب اللہ سے روا رکھا ہے جو انسانی زندگی میں ایک قسم کی اجنبیت بے دردی لاوارثی کا رویہ ہے کسی نے دونوں ہاتھ میں ڈنڈا یا تلوار دودھارے کو معاشرے میں کودا ہے میری باتوں کو نہ ماننے والوں کے لئے یہ ڈنڈا ہے۔ایک قرآن کو اپنی رائے کے انڈر جو خود کہتا ہے وہی تفسیر قرآن ہے جیسے تفسیر اجتہادی کا نام دیا ہے۔۲۔تفسیر علمی قرآن کریم کو سائنسی اکتشافات سے موازنہ کرنے کی تفسیر ہے۔۳۔تفسیر صوفی انھوں نے قآن کے ساتھ جو کھیلا ہے بے ربط معانی بنائی ہے۔۴۔تفسیر عقلی قرآن کی تفسیر پر عقل حاکم ہے عقل حجت ہے عقل آیات کو لجام دیتا ہے جو خلاف عقل ہے وہ نادرست ہے جیسے تفاسیر اھل عقلانیت کی تفسیر قدیم وجدید۔۵۔تفاسیر منجمد فھم لغت فھم کلات مین تعقل سے روکنے تداسیر اشعری۔۶۔تفاسیر فرق و مذاھب۔

تفسیر قرآن میں ایک مشکلہ ناسخ و منسوخ ہے بعج کا کہنا ہے قرآن میں آیات منسوخہ نہیں ہے اس کے بالمقبل میں بعض نے بہت سی آیات منسوخہ کی نشاندہی کی ہے ان دونون کے درمیان مین بعج نے اگر مگر لگا کر چند صورتیں بنائے ہیں سب سے زیادہ خطرناک صورت حال حدیث سے آیت منسوخ کرنے کا تصور ہے کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۲۹۷ پر لکھتے ہیں نسخ کے معنی ازالہ ونقل ہے نسخت الشّمس الضلہ سورج کی سائے ختم ہوا نسخت الکتاب یعنی ہم نے اس کی نقل اتاری ہے قرآن میں اس معنی میں سورہ جاثیہ کی آیت ۲۹ کا ذکر آیا ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ چند بار آئی ہے من جملہ سورہ اعراف آیت ۱۵۴ سورہ حج آیت ۵۲ میں آئی ہے اصطلاح مفسرین میں نسخ یعنی شرعی سے ثابت چیز کو دوسرے دلیل شرعی سے

زائل کرنے کو کہتے ہیں عام محاورے میں عام سوچ میں اپنے نظرئے میں تبدیلی آنے سے ہوتا ہے لیکن دین میں یہ حکم اس مدت تک کے لئے تھے اللہ پہلے سے جانتا تھا زائل نہیں کیا شریعت میں نسخ سے ایک حکم شرعی کی مدت ختم ہونے کو کہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ حکم ہمیشہ جاری رہے گی لیکن اللہ جانتا ہے یہ حکم اسی مدت تک جاری رہے گی تو ہمارے حوالے سے یہ حکم بدل گیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے اس کا دورانیہ ختم ہوا ہے حافظ عبد البر دنے یحیٰ بن اکثم سے نقل کیا ہے تمام علوم میں ایک علم جو علماء کے لئے سب سے زیادہ واجب ہے متعلمین کو اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ ہونا چاہئے وہ علم قرآن میں ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا ضروری ہے ناسخ کو لینا واجب اور اس پر عمل کرنا دیانت کی ثبوت ہے ناسخ و منسوخ والوں نے شریعت میں احکام منسوخ ہونے کی فلسفہ حکمت بیان کی ہیں منسوخ ہونا بہت بڑا فلسفہ ہے۔ ۱۔ سب سے بڑا فلسفہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی مالکیت کا اعتراف ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو وہ سمجھتا ہے حکم کرتا ہے۔ ۲۔ کمال عبودیت کا اظہار ہے گویا بندہ اللہ کی نئی حکم کے انتظار میں رہتا ہے جس شکل وصورت میں حکم آتا ہے وہ اپنی اطاعت وبندگی کا اظہار کرتے ہیں کمال خضوع وخشوع کے انعقاد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ۳۔ بندے کی آزاد خیال آزادمردی کا کا امتحان لینا ہے تا کہ پتہ چلے کون سرکش ہیں؟ کون مطاع ہیں؟ کون اھل اطاعت ہے اور کون اھل عناد ہیں دنیا دار امتحان ہے سونا آگ میں لگا کے تجربہ کرتا ہے بندہ امتحان وآزمائش میں لگا کر امتحان لیتا ہے۔ ۴۔ اس کا اظہار کرنا ہے کہ بندے کو احکامات اس کی طاقت کے برابر ہے یا نہیں؟ اگر طاقت سے مافوق ہے تو حکم اٹھائے گا۔ ۵۔ بندوں سے مشقتی چیزیں اٹھانا ہے مصلحت عامہ کا حیال رکھنا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۶ میں آیا ہے۔ ۶۔ ضعفاء کو کمزوروں کو عسر وحرج سے یسر میں منتقل کرنا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ کسی حکم کا منسوخ ہونا عقل قیاس اجتھاد سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ منسوخ صرف دلیل نقل سے ثابت ہوتا ہے منسوخ ثابت ہونے کی چند طریقے ہیں۔ ۱۔ اصحاب سے بطور نقل صحیح منقول ہو کیونکہ نسخ کا دور پیغمبر کی دور تک محدود ہے نسخ ایک حکم وحی کو نسخ کرنا ہے تو وحی ہی سے نسخ ہوتا ہے چنانچہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ میرے بس میں نہیں کہ میں ایک حکم کو تبدیل کروں سورہ یونس آیت ۱۵۔ ۲۔ شخص راوی تاریخ نسخ کو نقل کرے کہ میں نے فلان فلان موقع پر پیغمبر سے سنا تھا نسخ ہونے کے بارے میں امام بخاری نے اپنے صحیح میں ایک واقعہ نقل کی ہے کہ نسخ کیسے ہوتا تھا امام بخاری سورہ توبہ کی آیت ۸۱ کے تلاوت وتفسیر کر رہے تھے عبد اللہ بن ابیہ بن سلول ان کا بیٹا پیغمبر کے پاس آیا پیغمبرص سے ان کا قمیص مانگا جس میں عبد اللہ کو کفن کرے پیغمبر نے قمیص ان کو دیا پھر عبد اللہ نے آپ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی پیغمبر اُٹھے عبد اللہ کی نماز جنازہ کے لئے تو عمر اپنے جگے سے اٹھے اور پیغمبر کے لباس کو پکڑا اور کہا آپ سے آپ کس پر نماز پڑھ رہے ہیں حالانکی اللہ نے آپکو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے

منع کیا ہے تو پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ اس پر استغفار کرے یا نہ کرے ستر بار استغفار کرے میں بخشوں گا نہیں تو میں ستر سے زائد استغفار کروں گا عمر نے کہا کہ وہ منافق ہے پیغمبر نے ان کی نماز جنازہ پڑھے تو اللہ نے یہ آیت سورہ توبہ ۸۴ نازل کی یہ آیت آنے کے بعد پہلے جو نماز پڑھنے کے اختیار تھے وہ منسوخ ہوئے صاحب اصول تفسیر نے قرآن کریم کی جن سوروں میں ناسخ و منسوخ نہیں ان کی تعداد ۴۳ بتائی ہیں جن میں آیات ناسخ ہے منسوخ نہیں وہ ٦ سورے بتائے ہیں اور جن میں منسوخ ہے ناسخ نہیں وہ ۴۰ سورے بتائے ہیں اور جس میں ناسخ منسوخ دونوں نہیں ان کی تعداد ۲۵ بتائی ہیں اب شخص مفسر کے لئے ان تمام کا علم ہونا ضروری ہے اما حکم کس سے منسوخ ہونا ہے عدات نسخ وحی ہے اور کوئی چیز نہیں سورہ یونس آیت ۱۴

پیغمبر نے فرمایا میں حکم نہیں بدل سکتا ہوں پیغمبر وحی کے ذریعے حکم بدلتے ہیں انھوں نے کہا وحی دو قسم کے ہوتے ہیں

۔۱۔ وحی متلو ہوتا ہے وہ قرآن ہے

۔۲۔ غیر متلو ہوتی ہے اس سے مراد جہاں پیغمبر کو تفوض ہوئی ہے کہ آپ اپنی طرف سے تعبیر کرے تو جب پیغمبر تعبیر کرتے ہیں تو وحی کے تعبیر کرتے ہیں یو وہ قرآن کے برابر ہیں اس کے لئے انھوں نے سورہ حشر آیت ۔۷ سورہ آلعمران آیت ۳۱ سے استناد کی ہیں قرآن حدیث سے نسخ ہونے کی دلیل اسی کتاب میں آیا ہے پیغمبر نے نماز سورہ مؤمنین پڑھا اور اس میں ایک آیت نہیں پڑھی نماز ختم کرنے کے بعد ان سے پوچھا کیا تم میں کوئی نہیں تھے کہ مجھے یاد دلائے صحابی نے کہا ہم نے سمجھا کہ یہ منسوخ ہوا ہے تو پیغمبر نے فرمایا اگر منسوک ہوتے تو میں تمھیں خبر دیتا نقل از کتاب اصول سرخصی جلد ۲ ص ۵۷ اصحاب پیغمبر کا عقیدہ تھا کہ قرآن سنت سے نسخ ہوئی ہے اس کی ایک اور مثال پیغمبر نے فرمایا لا وصیت للوارث نسخ کتاب البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۹۵ نسخ کا معنی استکتاب ہے استنساخ استنساخ نقل تحویل ازالہ اما لغت میں ایک امر حکم شریعت میں ثابت شدہ ہے اس کی مدت ختم ہونے کو کہتے ہیں چاہے وہ احکام تکلیفہ ہو یا احکام وضعیہ یا مناصب الہی پر یا ایسی امر ہو جس کی برگشت اللہ کی طرف ہو ہم نے کہا ایک حکم ثابت ایک حکم ثابت سے رفع کرنے کو کہتے ہیں کبھی حکم موضوع ختم ہونے سے ختم ہوتا ہے جیسے رمضان ختم ہونے کے بعد روزے کا حکم ختم ہوتا ہے نماز پڑھنے وقت ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم ختم ہوتا ہے کسی شخص کی ملکیت اس کے مرنے کے بعد ختم ہوتا ہے اصل نسخ عقلائے مسلمین کے نزدیک نسخ شریعت جائز ہے جب کہ یہود و نصاریٰ نے نسخ شریعت کو محال ناجائز قرار دیا ہے شریعت اسلام میں نسخ واقع ہوئی ہے جو احکام پہلے شریعتوں کا بقایا چل رہے تھے اس پر مسلمانوں نے عمل کیا تھا وہ اسلام میں نازل قرآن کے ذریعے منسوخ ہوا ہے جس کی مثال مسلمان بیت مقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ اس آیت کے تحت

منسوخ ہوئے اس میں جائے شک وتر دید نہیں لیکن بحث یہاں ہے قرآن کریم کی آیت میں ناسخ منسوخ ہے یا نہیں؟ اس میں بحث ہے بعض نے اس میں بہت سے غلو کی ہے ابوبکر نحاس نے ایک کتاب ناسخ ومنسوخ تا لیف کی ہے اس میں ۱۳۸ آیات منسوخ بیان کی ہے آیت اللہ خوئی نے لکھا ہے ہم ۱۳۸ کو مختصر کر کے صرف ۳۶ آیات کو اُٹھایا ہے اس پر بحث کی ہے جس ۳۶ آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں آیت اللہ خوئی نے مباحثہ کی ہے وہ سورہ مجادلہ کی آیت ۱۲ ہے اس میں پیغمبر سے سرگوشی کرنے پر صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یہ آیت اسی سورے کی آیت ۱۳ سے منسوخ کی ہے پھر آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے منسوک ہونے کے بارے میں وارد روایات دونوں طرف سے مستفیض ہے یہ حضرت علی کے شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت علی کے پاس صرف ایک دینار تھا اس کو درھم میں تبدیل کیا دس درھم ملے روزانہ ایک درھم دے کے پیغمبر سے سرگوشی فرماتے تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میرے منقبت میں جس میں میرے ساتھ کو یہ اور شریک نہیں تھے ان مناقب میں سے ایک دس درھم روزانہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرم سے مناجات کرنا تھے جس پر علے نے فرمایا اس آیت پر میرے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا ہے آقائے خوئی مرحوم کا یہ کہنا ہے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ کے علاوہ کوئی آیت منسوخ ہونا قابل ھضم نہیں لیکن ہمیں جاننا چ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں سامنے آتا ہے اس کو بحث میں لانے کی ضرورت ہے یہاں سے اصل نسخ شریعت سے اس آیت تک بحث کرنے کی ضرورت ہے

۔۱۔ نسخ شریعت قوانین میں گزشتہ زمان کے ساتھ تنسیخ وترمیم کی جواز اس لئے بنتے ہیں چونکہ بشر آئندہ آنے والے زمانے اور انلوگوں کے مفاسد ومصالح سے جاھل ہوتا ہے ان کو پتہ نہیں ہوتا ہے غلطیوں کا اکتشاف ہونے کے بعد اسے منسوخ کرتا ہے مسخ پے قانون بشر ضروری ہے نسخ نہ کرنا ایک ظلم وجبر ہے اما یہ صورت حال اللہ رب العزت کے بارے میں تصور بذات خود باطل ہے ناممکن ہے نقص در الوھیت آتا ہے

۔۲۔ نسخ ادیان گزشتہ مسلمان سادہ زبان میں سرسری سادگی مین کہتے ہیں کہ نسخ شرائع ہوا ہے ایسا نہیں ہے دین کے دو حصے ہیں ایک اصول عقائد ہے ایمانیات ہیں وہ قابل تنسیخ نہیں تبدیل نہیں دوسرہ اعمال وافعال ہیں وہ اپنی جگہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک امھات ہوتی ہے واجب کی بنیادیں محرمات کی بنیادیں یہ بھی قابل نسخ نہیں تبدیل نہیں۔

دوسرا ہنگامی حالات میں وقتی حالات میں امتحان وآزمائش کے لئے استقامت دکھانے کے لئے ہوتا ہے وہ اسباب ختم ہونے کے بعد اس کا حکم بھی ختم ہوتا ہے نسخ شرائع سے مراد اس قسم کے احکامات ہیں یہود ونصارا جس چیز کی نسخ سے انکار کر رہا ہے وہ نسخ سے نہیں شریعت اسلام کو رد کرنے کے لئے کہتا ہے

۔۳۔نسخ نماز روزہ زکات گزشیہ شریعت میں موجود تھے چنانچہ پیغمبر اکرم ص مبعوث ہونے کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں حج کی ہیں لیکن آپکے اپ مستقل طور پر حکم واجب صلوۃ معراج کے بعد ہوئی ہے چنانچہ نماز آپ شریعت سابق کے تحت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھتے تھے مدینہ ہجرت کرنے کے قبلہ تبدیل ہوئے حج وعمرہ سابق دور کے تحت آپ انجام دیتے تھے وجوب حج دس ھجری کو ہوئی

۔۴۔اما قرآن میں آیات منسوخ ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ قرآن کریم کے ان آیات سے منافی ہے اس قرآن میں کسی قسم کی نقص عیب تبدیلی آگے پیچھے سے نہیں آینگے اللہ کا یہ فرمان یہ آیت • لایأ تیہا لبطل من بین یدیہ ولا من خلفہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن نہ اللہ کی طرف سے منسوخ ہونگے نہ کسی اور کی طرف سے اب آتے ہیں اس آیت کے بارے میں

۔ا روایت کا یہ کہنا دس دن تک اس آیت پر حضرت علی کے سوا کسی اور نے اس پر عمل نہیں کیا یہاں سول آتا ہے کسی اور نے عمل کیوں نہیں کیا چند مفروضے ہوتا ہے

۔ا۔کسی کے پاس صدقہ دینے کی گنجائش نہیں تھے یہ مفروضہ غلط ہے اصحاب میں مہاجر وانصار دونوں صاحبان ثروت تھے

۔۲۔بخل کنجوسی مال سے محبت یہ مفروضہ بھی تاریخ مہاجرین وانصار کے تحت غلط ہے بے بنیاد ہے جن انصار نے اپنی تمام مایملک ہتھیلی میں رکھ کر مہاجرین کو پیش کیا ہو اللہ رسو لکے خاطر سب کچھ ہتھیلی میں رکھ کر پیش کیا ہو ان کے پاس ایک درہم کی کیا حیثیت ہے

۔۳۔مہاجرین میں ابوبکر عثمان طلحہ زبیر جیسے شخصیات تھے جو ہمہ وقت پیغمبر کی فرمان پر سب کچھ بذل کرنے والے تھے ایک دفعہ پیغمبر نے انصار سے کہا کہ اس جنگ میں چندہ دے دیں ابوبکر نیکچھ مال لا یا پیغمبر نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہو کہا اللہ اور اسکے رسول کو ابوبکر نے ۳۔۴ غلاموں کو مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کیا اپنی بیٹی عائشہ کی صداق جو چار سو ساڑھے چار سو بنتے تھے پیغمبر کو دیا آپ اس کو صداق میں دے دیں عثمان بن عفان نے جنگ تبوک میں لشکر اسلام کے نصف لشکر کے اخراجات برداشت کی اب ان دونوں کے لئے ایک درھم کی کیا حیثیت رکھتے تھے

۴۔آیا تاریخ میں ملتا ہے کہ حضرت علی اس سے پہلے بار بار پیغمبر سے سرگوشی کرتے تھے

۔۵۔سرگوشی پر عائد پابندی کا کیا حکمت عملی تھے یہاں دو احتمال ہوتے ہیں

ا۔اس بہانے سے اغنیاء سے کچھ پیسے نکال کے فقراء کو دینا تھا فقراء کے حالات کو بہتر بنانا تھا جو کہ کامیاب نہیں ہوسکی یہ ہو بھو انجان لوگوں کی قوانین جیسی بنی اس پر عمل ہی نہیں ہوسکی

۔۲۔اغنیاء کو امتحان میں لانا تھا وہ بھی امتحان میں نہیں آئے

۔٦۔حضرت علی کی فضیلت کو اٹھانا تھا حجرت علی کی فضیلت کو اس نازک قانون کے ذریعے سے علی کیا مقام منظور تھا کیا پیغمبر سے نجوٰ کرنا یا نجویٰ کے لئے صدقہ دینا کیا خلیفہ مسلمین کے لئے بنیادی شرط ہے لہٰذا محسوس ہوتا ہے یہ قصے ایسا ہے جھوٹ اتنا بولے جھوٹ نکالنے والے پریشان ہوکر خود بیٹھ جائے یا ایسا ہے ایک شخص نے لوگوں کو کسی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک جھوٹی خبر بنائی وہاں کوئی قیمتی چیز مفت میں دے رہا ہے لوگ جوق درجوق وہاں جانے لگے تو جھوٹ بولنے والے کے خود شک ہوگیا کہ کہیں وہاں تقسیم تونہیں ہورہا خود بھی ان کے ساتھ چلا گیا غرض اسلام ومحمد ص سے قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے مذاھب وفرق کی مساعی غیر جمیلہ غیر حسینہ کامیاب ہوئی ہے اب دین صحاب ائمہ سے شروع ہوتا ہے انھیں پر ختم ہوتا ہے قرآن ومحمد ص دونوں مھجور واقع ہوئے ہیں

کتاب اصول تفسیر وقواعد ہ ص ۷۹

حدیث ۔الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ لا یوشک ورجل شعبان علی اریکتہ ۔کتاب سنن ابی داود جلد ۴ ص ۲۰۰ شمارہ ۴۰۶۰۴ راویاں

۱۔عبدالوھاب بن نجدہ کتاب تہذیب التہذیب جلد ٦ ص ۴۰۱ متوفی ۲۳۲ ھ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ابوعمرو بن کثیر بن دینار کتاب تہذیب التھذیب میں ان کا ذکر نہیں آیا ہے۔

۳۔حریز بن عثمان کتاب تہذیب التھذیب جلد ۲ ص ۲۰۷ بعض نے حریز کو ثقہ قرار دیا ہے حافظ حدیث قرار دیا ہے لیکن ابن عمار نے کہا ہے کہ وہ علی کے سرسخت مخالف تھے حریز کہتے تھے کہ ہم علی سے محبت نہیں کرتے علی نے ہمارے آباواجداد کو قتل کیا ہے لوگوں سے کہتے تھے تمھارا امام ہمارا امام عمران بن غیث نے کہا میں نے حریز بن عثمان سے سنا کہ میں علی سے محبت نہیں کرتا ہوں حریز جب مکہ آیا تو کھل کے علی کو سب کرتا تھا۔

۴۔عبدالرحمٰن بن ابی عوف کتاب تہذیب التھذیب جلد ٦ ص ۲۲۲ عجلی نے شامی تابعی ثقہ کہا ہے ابن قحطان نے ان کو مجھول الحال کہا ہے۔

۵۔مقدام بن معدیکرب کتاب تہذیب التھذیب میں مقداد ذکر ہے جلد ۱۰ ص ۲۵۵ انھوں نے پیغمبر سے نقل کیا ہے وہ ۸۷ ھ کو وفات پائیہیں صحابی رسول ہیں عن رسول اللہ ؐ یہ روایت اپنی جگہ متن میں مخدوش درمخدوش ہونے کے علاوہ ایک ایک راوی ابی عمرو بن کثیر کا نام ہی تھذیب التھذیب میں نہیں آیا ہے دوسری عبدالرحمٰن بن ابی عوف کا نام مجھول الحال پایا ہے تیسرے حریز کا نام سب شاتم علی قرار پائیہیں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت کسی اعتقادی فقہی مسائل کا حل ہونا تو دور ہے بلکہ یہ قرآن کے ساتھ اھانت وجسارت ہے نبی کے ساتھ افتراء ہے

تفسیر قرآن حدیث سے:۔

کتاب عقود المرجان ص ۳۷ پر لکھتے احادیث ضعیف ہو اگر اس کی تائید نہ ہو یا اس کا معارضہ نہ ہو رد کرنے کی تو اس حدیث سے تفسیر کرنا جائز ہے چنانچہ فقہائے امت نے اس پر عمل کیا ہے وہ رائے پر حدیث ضعیف کو مقدم تھے امام احمد بن حنبل نے فرمایا حدیث ضعیف رائے سے بہتر ہے جب فقہ میں حدیث ضعیف سے فتویٰ دینا صحیح ہے تو تفسیر میں بھی جائز ہے کتاب قواعد تحدیث من فنون مصطلح الحدیث تألیف جمال الدین قاسمی ص ۱۱۱ پر لکتے ہیں حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں شرط صحت کا فقدان ہے نہ اس میں حسن ہے حدیث ضعیف کے اقسام ہیں موضوع مغلوب شاز منکر معلل مضطرب جب علماء حدیث نے حدیث ضعیف کو مردود کیا ہے تو پھر اس کو فقہمیں تفسیر میں لانے کی سند قرار دینے کی کیا منطق ہے قرآن میں احکام اموال اس سلسلے میں وارد آیات پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم مال کی تعریف کریں مال اہل لغت نے مال کو کہا ہے مال وہ چیز ہے کس سے معاش انسان قائم ہوتا ہے چلتا ہے لیکن مال اس کو کہا جاتا ہے جو انسان تحمل زحمت مشقت سے حاصل کرے جس کے حصول میں زحمت درکار نہ ہو اس کو مال نہیں کہ سکتا وہ مال نہیں ہے جیسے ہوا بارش کا پانی دشت و بیابان سمندر بڑے بڑے دریا مٹی پہاڑ غار درختوں کے سائے یہ چیزیں مال نہیں ہیں چوں کہ ان کے وجود میں انسان کی جہد کوشش بذل نہیں ہے اما مال ہے اس کی تین انواع ہیں۔

۱۔ وہ مال بزات خود بغیر کسی توسط توقف کے استعمال میں آتے ہیں جیسے کھانے پینے کی سامان دانے پھل فروٹ حیوان اس کی گوشت دودھ بال اس کے چمڑے اس پے سوار ہونا اس پر ہر چیز انسان کے استفادے میں آتے ہیں جیسا کہ سورہ غافر آیت ۷۹ میں آیا ہے۔

۲۔ وہ مال جس سے زندگی حاصل نہیں ہوتا ہے اس سے نفع لینے کسی اور چیز پر موقوف ہے یعنی خود استعمال میں نہیں آتا ہے جیسے زمین زراعت کے لئے گھر بنانے کے لئے آگ کھانا پکانے کے لئے پنی درختوں کی آبیاری کے لئے مشینری لکڑی بال وغیرہ۔

۳۔ وہ مال ہے جو کسی عوض کے ذریعے حاصل ہوتا ہے معاوضے کے ذریعے یعنی اس کی عوض میں جو ملتا ہے اس سے زندگی بنتی ہے جیسے نقد رقم

تفاسیر روائی کی قدر و قیمت:

جتنی بھی تفسیر روئی سے موسوم کتب میں منقول رویات کی برگشت اخیر جن ذوات کو جاتی ہے ہم ان ذوات کے

بارے میں دیکھتے ہیں کیا یہ واقعی ان سے منقول ہے یا انسے منسوب ہے

اعیاد و ماتم

اعیاد و ماتم ہمارے دین ملک وملت کو لاحق خسارات جسیمہ کثیرہ جس کا کوئی عائد فائدہ معقول مشروع نہیں خسارے کا خسارا و بال دنیا عذاب آخرت شقاوت و بدبختی کا سامنا ا ہونے والے چیزوں میں سے ایک اعیاد وماتم ہیں جس کے ارتکاب میں ملک کے جاھل عوام طلبہ اسکالر عالم دین مؤمنین منافقین سیاستدان حکمران سب اس خسارے کے ذمہ دار ہیں دنیا میں وہ سیاہ اور آخرت میں عذاب الیم کا مستحق ہوگا وہ اعیاد وماتم ہیں۔

۲۔ دنیا میں بے مقصد حرکت کرنے والے کو بچہ کہتا ہے زیادہ خودنمائی کرنے والے کو عورت کہتا ہے بے فائدہ حرکات انجام دینے والے کو احمق پاگل کہتا ہے۔

۳۔ عمل با مقصد عمل بے مقصد کی تمیز یہ ہے با مقصد عمل کا ہر جز دلیل و براھین کے زنجیر سے جوڑا ہوتا ہے ہر بات کی دلیل دیتا ہے سامعین کو قانع ومطمئن کرتا ہے کم سے کم لاجواب کرتا ہے۔

۴۔ یہ لفظ علماء لغت کے نزدیک ایک معنی کے لئے استعمال ہے اعیاد خوشی میں استعمال کرتے ہیں ماتم دکھ مصیبت میں استعمال کرتے ہیں خوشی ایک طبیعی ہوتا ہے ایک جعلی دکھاوا خود ساختہ ہوتا ہے طبیعی خوشی کو عقل وشرع دونوں اجازت دیتے ہیں روکتا نہیں ہے بلک ہ وہ اس کے لئے اظہار کرتے ہیں تعریف کرتے ہیں شکر کرنے کی تلقین کرتا ہے مصیبت طبیعی ہوتا ہے جسے کوئی روکتا نہیں بلکہ اسپر صبر برداشت کی تلقین کرتا ہے ایک جعلی ہوتا ہے فراڈ ہوتا ہے ناجائز لوگوں سے ہمدردی لینے کا بہانہ ہوتا ہے اس تمھید کے بعد ہم آتے ہیں ہمارے ملک میں رائج اعیاد و ماتم کا تجزیہ کرتے ہیں ان دونوں لفظ کے معنی کیا ہے اور کس معنی میں استعمال ہوتا ہے اعیاد مادہ عود سے کسی چیز کا بر گشت کو کہتے ہیں ماتم عورتوں کا کسی مردے کی یاد میں جمع ہو کے فریاد و فغاں کرنے کو کہتا ہے اعیاد و ماتم خود ساختہ بے معنی بے فائدہ بلکہ باخسارہ عادت روایت کی تکرار کو کہتے ہیں ایسی روایات جو اس وقت امت مسلمہ منا رہا ہے ان کو یہ چیز کہاں سے کدھر سے کب سے ورثے میں ملی ہے تاریخ ادیان سابقہ اور جاہلیت عرب دیکھنا ہوگا عربوں نے جب بت پرستی کی بت خانے بنائے اور ان بت خانوں کو آباد کرنے لوگوں کو یہاں جمع کرنے کھانے کھلانے جادو کرنے وغیرہ کے لئے مراسم بنائی تھی ان میں سے لات وعزیٰ منات کا دن مناتے تھے۔

جن کا ذکر سورہ النجم کی آیت۔۱۹،۲۰ میں ہے بت لات طائف میں ہوتی تھی یہ ایک گزشتہ زمان کے انسان کے یاد میں مناتے تھے عرب وہاں جمع ہوتے تھے وہاں انھوں نے اس کو بیت الربّہ کے نام سے مناتے تھے عزیٰ مکہ

والوں کے تھی یہ بت خانہ عرفات میں تھے وہاں ایک درخت تھا اس کے سامنے قربانیاں دیتے تھے فتح مکہ کے موقع پر خالد بن ولید کو بھیج کر منہدم کیا اما منات اھل مدینہ کے تھا یہ جبل قدید مکہ مدینہ کے درمیان میں ساحل دریا پے تھی یہاں یہ لوگ تین دن رہتے تھے اس کو کعبہ جیسا احترام کرتے تھے نجران کے پاس ایک لمبا کھجور کا درخت تھا وہ اپنا عید یہاں مناتے تھے اس درخت کو اچھے لباس پہناتے تھے بلوغ اعراب فی المعرفت اصول العرب جلد ۱ ص ۳۴۹۔

۲۔اعیاد مجوسی۔مجوسیوں کی اعیاد بہت زیادہ ہے ان میں سے ہم چند کا ذکر کرتے ہیں سب سے اہم تین اعیاد ہیں۔

الف۔نوروز کا عید۔ب۔مہرجان ۔ج۔سداق

نوروز کا عید سب سے بڑا دن ہے اس دن کو منانے کا آغاز جمشاد فارسیوں کا ایک بادشاہ ہے جمشاد یہ کلمہ مرکب ہے جم کا یعنی چاند ہے شاد شعاع ہے جمشاد جب بادشاہ بنے جس دن وہ بادشاہ بنے اس دن کو اپنے لئے نیا دن حساب کر کے اس نے اس دن کو خوشی منانے کے لئے حکم دیا اور یہ دن آج بھی فارس میں انقلاب اسلامی آنے کے بعد بھی آب وتاب کے ساتھ مالی۔۔۔خسارے کے ساتھ اس کو عید سعید کہکر مناتے ہیں اب اس میں مسلمانوں کیلئے کونسی سعادت کا دن ہے ان کے علماء سے پوچھیں جوان کے ساتھ یکجہتی کیلئے دنیا بھر کے شیعہ نشین علاقوں میں مناتے آئے ہیں ہمارے ملک پاکستان جن کا ایران کے بادشاہوں سے کوئی رشتہ نہیں بنتا ہے وہ بھی مناتے آئے ہیں چنانچہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ہرسال اس دن شیعہ چند جانیں اسی دن کے لئے دیتے آئے ہیں بلتستان بھی شیعہ نشین کے حوالے سے تمام منکرات کا اہتمام کرتے آئے ہیں جس کا علماء کی تائید بھی حاصل ہے لیکن افسوس صد افسوس کے ساتھ ایران میں انقلاب اسلامی آنے کے بعد بھی اس بے منطق عید کے لئے سرکاری بچت چھٹیاں پائی جاتی ہے خسارے اٹھانے آتے ہیں۔ ایران اسلامی میں بڑی زور وشور سے جاری ہے۔

یہاں ایک سوال ہے سابق زمانوں میں خاص کر۔۔۔۔۔میں حکومت تھی وہ اس مراسم کو اپنے فائدہ اٹھانے کے لئے جاری رکھا صفویوں کے دور میں وہ بھی مفاد پرستوں کی حکومت بھی اسلامی حکومت کے دور میں جمشید کی تخت نشینی منانے کی کیا منطق بنتی ہے اگر فرض کریں وہ اچھے آدمی تھے تب وہ مسلمانوں جو اپنے نبی کے نام ایسے دن نہیں مانتے اس دو کو منانے کی کیا تفسیر کر سکتے ہیں۔ایسے بہت سی روایات اباطیل ہے جنہیں چھوٹے روایات سے تکیہ دے کر جاری رکھا ہے اگر یہ کام صفوی قاچاری پہلوی یا عوامی حکومت ہوتی تو اس کی توجیہ ہوسکتی ہے مفاد پرست لوگ ہے لیکن علماء کی حکومت مرجع اعلیٰ کی حکومت اس دن کو عید سعید کہنے کی کیا منطق پیش کریں اگر آپ فرمائیں ہمارے پاس اس بارے

میں روایات ہے کہ ہم عرض کرتے ہیں وہ روایات اما حکم قرآں سے متصادم ہے قرآن ہر قسم کی تدی تجاوز عدم توازن کورد کرتا ہے۔

۲۔قوم قبط کے لئے چودہ عید ہیں ان میں سے سات بڑے اور سات چھوٹے ہیں

۳۔اعیاد یہود کتاب بلوغ العرب جلد ا ص ۳۵۴ اس میں آیا ہے یہود کے پانچ عیدیں ہیں

۴۔نصاری کی چودہ عیدیں ہیں سات بڑے ہیں سات بڑے ہیں سات چھوٹیان میں ایک عید مسیح ہے اس بارے میں ان کا کہنا ہے کہ مسیح سلی پر چڑنے کے بعد اتر کے آدم کو جھیم سے نجات دلایا خود زمین میں چالیس دن رہا آخری دن جمعرات تھا اس دن آسمان پر چڑا جب قسطنطنین نے خود کو مسیحی پیش کر کے فرق نصارا کی اجازت سے بادشاہ بنے تو انھوں نے یہودیوں کے مقابلے میں ایک دن آخر کیا یعنی یہودی ہفتہ کو عید مناتے تھے انھوں نے اتوار کو منایا مشرکین یہودیوں کی اور عصر حاضر میں خاس کر مسیحیوں کی عید کی شکل وصورت سب کے سامنے ہے ابتا ہکیا مسلمانوں کے لئے بھی کوئی عید ہے جب سب قوم کے لئے عید ہے جس دن قوم گھروں سے آرائش وزیبائش خود ساختہ بنا کے بن کے زینت کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہر قوم کے لئے عید ہے تو مسلمانوں کے لئے بھی عید ہونی چاہئے یہ کس منطق کے تحت کس عقل وشرع کے تحت کہ عید ہونی چاہئے کیا ان کی عید عقل کہتا ہے کہ یہ دن عید منئے پیغمبر جب مدینے میں پہنچا تو دیکھا کہ یہ لوگ دو دن کھیلتے تھے تو پیغمبر نے فرمایا یہ کیا ہے تو انھوں نےٗ عرض کیا ہم زمانہ جاھلیت میں کھیلتے تھے تو پیغمبر نے فرمایا خدا نے تمھیں اس کے بدلے میں دو عیدیں دی ہیں دوسری روایات میں ہے کہ نوروز اور مہرجان ہیں عرب اپنی عید کے دنوں میں کیا کرتے تھے کتاب مذکور کے ص ۳۵۹ پر آیا ہے وہ اپنے عید میں فاخرہ قیمتی لباس پہنتے تھے اچھے گھوڑوں پے سوار ہو کے گھڑ دوڑ کا مقابلہ کرتے تھجوئے کھیلتے تھے دف ڈھول بجاتے تھے گانے گاتے تھے اشعار پڑھتے تھے۔

ماتم کتاب بلوغ العرب جلد ۳ ص ۱۲ پے آئے ہیں جاھلیت عرب میں مرنے والے اپنے خاندان کو وصیت کرتے تھے کہ اگر وہ مرے تو ان پر روئیں یہ سنت مشرکین تھے وہ اپنی اشعار میں بیوی بیٹیوں کو وصیت کتے تھے جاھلیت عرب جاھلیت یہود جاھلیت نصارا کے اعیاد کی اسناد بیان کرنے کے بعد ان کی اقتداء تاسی میں مسلمانوں کی اعیاد پر گفتگو کرتے ہیں مسمانوں کی اعیاد کے بارے میں جو اسناد پیش کی ہے وہ اپنے لفظ عبارت سند دونوں مخدوش ہیں سطر ذیل ان کے متضاد ہے مثلا پیغمبر اسی مکے میں رہتے تھے اور اس مدینے میں ان کی ننیال رہتے تھے بنی نجار وغیرہ لھذا قریش بنی ہاشم مدینے سے ناآشنا نہیں تھے لھذا اعادات وتقالید مکہ مدینہ والے اجنبی نہیں تھے ایک دوسرے سے واقف

تھے ۵۵ سال مکے میں گزارنے والے محمد کو مدینے میں ہونے والے عید کا پتہ نہ ہو پوچھیں کہ یہ کیا ہے تو کہا کہ ہم
جاھلیت میں عید مناتے تھے تو پھر فرمایا تمھارے لئے عید نوروز وعید مھر جان ہے جاھلیت عرب کے مقبلے میں جاھلیت
فارس پیش کرے یا عید الفطر والضحیٰ ہے فطر واضحیٰ میں کونسی کھیل ہے آیا اس کھیل اور اس کھیل میں کوئی فرق ہے اس دن
کرے تو مذموم عید فطر واضحیٰ میں کرے تو جائز ہے لٰھذا عید الفطر کے بارے میں وارد روایات مخدوش متن وسند ہے کسی
کے پاس ہے تو سامنے لائے روایات مخدوش متن سے امت کو چکر نہ دے دیں غلط طریقہ رواج کی وجہ سے اللہ نے
تمھارے اپر میں عید کے نام پر مسلط کیا ہے خشی ان کے لئے ہے جو بے دین ہیں اس کی سند مخدوش ہونے کے بعد اس فکر
وعمل کو قرآن کے سامنے پیش کرتے ہیں دیکھیں قرآن کیا فرماتا ہے عید کے لفظ اور صفت قرآن میں دو جگے ذکر کرائی ہے
ایک سورہ مائدہ آیت ۱۴ میں ایک سورہ قصص آیت ۔ ۷۸ یہ دونوں جگہ خوشی کے سرگرمی کیبارے میں آیا ہے اما مائدہ
میں آیت ۱۱۲ میں حواریین نے حضرت عیسی سے ایک ایسی سوال کیا بے ادبی بدتھذیب سوال کی عیسی سے کہا اے عیسی
تمھارا رب یہ کرسکتا ہے کہ وہ ہمیں آسمان سے پکے کھانا بھیجیں تو عیسی نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر مؤمن ہو اس طرح
کے سوال مت کرو تو انھوں نے کہا کہ ہم یہ دیکھ کر ہمارے ایمان میں اضافہ ہو جائے ہمارے ایمان کی قبولیت کی نشانی
بنے گینصارا نے اس کو اپنی ایمان کی قبولیت کی نشانی کے طور پر مانگی ہے الل سے دعا کی اے اللہ ہمارے لئے ایک مائدہ
بھیجیں جو ہم سب کے لئے خوشی کا باعث ہو اور تیری ذات کی طرف سے معجزہ ہو تو اللہ نے فرمایا میں مائدہ نازل کر رہا
ہوں اگر اس کے بعد پھر کافر ہوا تو دردناک عذاب دونگا کہ کسی اور کو نہیں دیا ہو لھذا اس میں جوشیاں ہمنانے گانا گانے کا
ذکر نہیں ہے دوس ذکر عید کا فرعون کے زمانے میں قوم موسی سے ایک قارون نامی شخص کہتے ہیں یہ موسی کے چچازاد تھے وہ
صاحب مال ودولت کثیرہ تھے اور اپنے مال نمائی قدرت نمائی بہت کرتا تھا اس کی قوم نے اسے پسند نہیں کیا اس سے کہا
کہ ایسی خوشی مت کرو اللہ ایسی خوشی منانے والوں کو پسند نہیں کرتے یہ قارون ایک دن زیب زینت کے ساتھ نکلے عید کو
یوم زینت بھی کہتے ہیں یعنی زینت نمائی جب فرعون اپنی تمام زینت وزیبائش کے ساتھ نکلے تو یہ صورت حال دیکھ کر سادہ
لوگ کہنے لگے بڑے قسمت والے ہیں صاحبان علم والے نے کہا ایسا مت کہو اللہ کے ثواب اس سے کہیں بہتر ہے اللہ
نے قارون اور اس کے پورے گھر سمیت کھینچ لیا اس وقت اس کو بچانے والا کوئی نہیں ہوا تو ہم بھی فرعون جیسا بن جانا اللہ
نے اس دن عید اور آرائش وزینت کی مذمت کی ہے اور بدترین پاداش کا وعیدی ہے سورہ انعام آیت ۴۳ سورہ انفال
آیت ۴۸ سورہ نحل آیت ۶۲ سورہ نمل ۲۴ سورہ عنکبوت آیت ۔ ۳۸ اور بعض آیات میں عمل مشرکین قرار دیا ہے سورہ انعام
۱۳۷ اور بعض آیات میں کافرین کی عمل قرار دیا ہے سورہ بقرہ آیت ۲۱۲ سورہ آل عمران آیت ۔ ۱۴ سورہ انعام ۱۲۲

بعض جگہ خود پسندوں کی نشانی قرار دیا ہے سورہ توبہ آیت ۳۷ سورہ یونس آیت ۱۲ میں علامت مسرفین قرار دیا ہے سورہ رعد آیت ۳۳ سورہ فاطر آیت ،۸ سورہ غافر آیت ۳۳ سورہ محمد ص آیت ۱۴ سورہ نمل آیت ۴ ان آیات میں اللہ نے ایسی زینت سجائی کرنے والوں کی مذمت کی ہے ان آیات سے پتہ چلتا ہے عید عوام کی نہیں ہوتی ہے عید حکمرانوں کی ہوتی ہے عید صاحبان مال ودولے کی ہوتی ہے یہاں صاحبان عقل کو سوچنے کا لمحہ ہے انسان مال صرف کرنے میں دو قسم کے ہیں مال خرچ کرنے والے دو گروہ ہوتا ہے ایک گروہ اپنی خود کمائی کرتا ہے زحمت ومشقت سے پیسہ بناتا ہے وہ بے ہودہ خرچ نہیں کرتا ہے تزیین وآرائش نہیں کرتے کمائی سے خرچ سے بچنے والے کمائی کو خرچ نہیں کرتے چاہے باایمان ہو یا بے ایمان ہو وہ تزیین نہیں کرتے وہ کہتا ہے کہ ہماری اپنی گزر اوقات نہیں ہے مصیبت کے دنوں میں ہمارے پرساں کرنے والا نہیں ہے احتیاج کے دنوں میں ہمیں پوچھنے والا نہیں ہے دوسر گروہ وہ گروہ ہے جن کے پاس کمائی سے ہٹ کر پیسہ ہے وہ لوگ جن کے پاس کمائی سے ہٹ کے پیسہ آتا ہے اس سے وہ تزیین وآرائش کرتے مثلا جن کے پاس رشوت ہو جن کے پاس کرپشن ہو جن کے پاس حساب نہ دکھانے والی پیسہ ہو اور جو تاجر سرمایہ دار انھیں این جی اوز پیسہ تقسیم کرنے کے لئے دیا ہو فساد پھلانے کے لئے دیا ہوا وہی لوگ عید مناتے ہیں صاحبان اقتدار اور صاحبان دولت عید مناتے ہیں چونکہ ان کے پیسہ جو ان کے ہاتھ میں ہے ایک فالتو سے زیادہ ہے لھذا وزیر اعظم نے اس سال رمضاب المبارک میں کھیلنے والوں کے لئے ملک کے تقدیر سے کھیلنے وقاس کے لئے ۵۱۲ کروڑ دے دیا کیا وہ وزارت پے نہ ہوتو ایسا دیتا کیا خلفائے اسلام نے کسی کو ایسی جائزہ دیا ہے لھذا بے ھودہ ناجائز شریعت میں منھی اعمال بجالانے کی وجہ سے ان عوام پر عذاب دھشت گردی کے علاوہ بار بار عذاب آفت ان پر پڑتے ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ معروف میں شریک نہیں منکرات میں شریک ہیں۔

اعیاد وماتم:

اعیاد خوشی میں توازن سے نکلنے کو کہتے ہیں طبیعی خوشی سے نکل کر مصنوعی جعلی خوشی کا ھلہ بولنا ہے

ماتم طبیعی حزن واندوہ سے نکل کر جعلی خودساختگی حزن واندوہ کا مظاہرہ کرنا چیخ وپکار کو کہتے ہیں اسلام طبیعت کے حدود سے نکل کر غیر طبیعی ہر قسم کے حرکات سکنات کو مسترد کرتے ہیں جس طرح جسم انسان میں موجود عناصر طبیعی میں ایک عنصر کی کمی بیشی باعث علالت بنتے ہیں بلکہ وہ کبھی جان لیوا ہوتا ہے لہذا اطباء سعی وکوشش کرتے ہیں مختلف طریقے سے توازن بحال کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس طرح جسمانی عناصر میں توازن بگڑنے سے موت واقع ہوتا ہے اجتماعی توازن بگڑنے سے اجتماع تباہ ہوتا ہے۔

لہٰذا قرآن میں یکی از غرض بعثت انبیاء وانزال کتب کواجتماعی توازن قائم کرنے کے لئے کہا ہے سورہ انعام آیت ۱۵۲ سورہ اعراف آیت ۸۵ سورہ ہود آیت ۸۴، ۸۵ سورہ شوریٰ آیت ۱۷ سورہ رحمٰن آیت ۷، ۹، ۸ سورہ حدید آیت ۲۵ میں توزن رکھنے کے لئے تاکید کی ہے من جملہ آیات میں سے ایک آیت سورہ رحمٰن کی یہ آیت ہے۔ ﴿والسماء ورفعھا ووضع المیزان﴾ چھوٹی سی ایک پتہ دو پتہ والی سبزی سے لیکر بڑے وسیع عریض طویل شاخوں والی درخت کیڑے سے جراثیم سے لیکر ہاتھی والی حیوانات ذرہ سے مجرہ انسان سورج چاند ستارے یہ سارے ایک نظام کے اندر گردش میں ہے ان میں سے ایک کی خلل کائنات میں دگرگونی و بربادی ہوتا ہے لہٰذا علماء نے کہا ہے پوری کائنات زبان ریاضت میں لکھی ہے زبان نظام لکھی ہے یہ نظام محققین دیکھتا ہے۔

جس طرح کائنات میں نظام ہے اللہ کے بنائے ہوئے نظام میں بھی نظام ہے قرآن میں جس طرح انسانی جسم میں ترکیب عناصر میں نظام ہے روح کے تقاضوں کے لئے بھی نظام ہے ایک خوشی دوسرا دکھ ہے دکھ اور خوشی کے لئے بھی نظام ہے اگر دکھ اور خوشی کے نظام میں توازن بگڑ جائے آفت آور ہوتا ہے فتح میں زیادہ خوشی مصیبت آور ہوتی ہے شکست میں حزن واندوہ میں مبالغہ توازن سے باہر ہونا انسان کو گھٹنے پے بیٹھاتے ہیں لہٰذا کسی فتح کی خوشی میں توازن میں تجاوز دیوانہ پنٹری کی نشانی ہے چنانچہ قرآں کریم کی ان آیات میں آیا ہے خوشی میں اضفہ کو اللہ پسند نہیں کرتا ہے چنانچہ سورہ قصص میں آیا ہے عید کی خوشی میں نکلنے والے قناروں کو دیکھ کر لوگوں میں حیرت آئی تھی آہ وافسوس آئی تھی چنانچہ اللہ نے اس خوشی ممنوع مذموم کی گرفت میں وہ اور اس کی دولت زمین کی شکم میں ناپید ہوگی۔

اگر پاکستان ہندوستان جیت جائے تہ و نہس کرے تب بھی خوشی میں توازن سے نہیں نکلنا چاہئے کیونکہ پاکستان کا دشمن صرف ہندوستان نہیں دوسرے دشمن اس سے فائدہ ٹھاتے ہیں چہ جائے کہ بچگانہ حرکت میں عقلاء زمامدار نہ مملکت کے لئے آفت ہوگی وہ فی الحال سمجھ میں نہیں آئے گی۔

اسی طرح مصیبت میں توازن سے بڑھنا کسی دن وہ خود قوم کے لئے مصیبت بن جاتا ہے دور جاھلیت میں عرب میں اپنے مُردوں پر رونے کا ایک مصنوعی شکل اختیار کیا تھا جس کے لئے خواتین کو باقاعدہ وصیت کرتے تھے کہ ہم مرے تو ہمارے اُپر روئے ہفتہ مہینہ روئیں اس کو شعر میں میری فضائل ومناقب کو ذکر کرے یہ بدعت یہ طبیعت حزن سے نکلنے ایک کی طریقہ آگے سر پر پڑی ایک دن ان کو اپنے دشمن کو شکست دینے کے لئے بدر گئے تھے بہتر شجاعان قریش کو خاک وخون میں غلطان کر کے واپس آنا پڑا تو قریش نے محمد سے انتقام لینے کے لئے اس رسم پے پابندی لگائے کوئی کسی عزیز کے لئے نہیں روئے گا۔ عرب فلسفہ تو نہیں پڑھتے تھے لیکن طبیعت انسان حتیٰ حیوانات کے دیگر گون سے واقف تھے

وہ جانتے تھے رونے سے جذبات ٹھنڈا ہو جاتا ہے جس انتقام خاموش ہو جاتی ہے۔

چونکہ اسلام میں یہ رسم نہیں تھی نہ رونے کی رسم تھی اور نہ رونے پر پابندی تھی تو مدینہ میں نہ خوشی زیادہ منائی اور نہ ان کی قربانیوں پر رونہ پیٹنا ہوا۔ دشمن کہ ستانا میدان عمل سے ہوتا ہے کاغذی کاروائی اور پٹاخے چلانے سے نہیں ہوتا۔ رقاصی سے دشمن مرغوب نہیں ہوتا چنانچہ امام حسین کے نام سے بدعت مشرکین کرنے والوں کو آج پوری مملکت کی ایک ارب کفر سے لڑنے والی فوج کو اس دن ان کے اپنے تحفظ کرنا پڑتا ہے۔ یہ لمحہ المیہ وفکر یہ ہے اس پر کیوں نہیں سوچتے۔ وہ لوگ تو احمق ہوں گے دیوانے ہوں گئے جو کل تک کہتے تھے کہ یہ حرام ہے۔ آج اصحاب کے نام سے اس دن کو اسی طریقہ سے چلانے کی تحریک چلا رہے ہیں۔

اعیاد جمع عید ہے، عید عود سے لیا ہے عود برگشت دورانیہ کو کہتے ہیں چاہے خیر ہو اور چاہے شیر ہو آج جو اعیاد مسلمانوں کے لئے پڑا ہے وہ امام اسلام کی نہیں امام ادیان باطلہ ہے فاسدہ مشرکہ کی ثقافت ہے اس نام سے جاری تمام مظاہر قرآن اور سنت محمد سے متصدم ہے مزاج اسلام کے خلاف ہے۔ اس نے اداروں کو مفلوج کیا ہے خزانے کو لوٹ لیا ہے۔ اعیاد وماتم دونوں خیرات سے بے بہرہ شرورات کا سیلاب دولت کو لوٹنے والا قوم وملت بوٹ کرنے اداروں کو عاجز وناتوان کرنے والا دشمنوں کے حوصلے بلند کرنے والے ایام ادیان باطہ فاسدہ کی روایات کو تازہ کرنے والا قرآں و سنت محمد سے متصدم اسراف وتبذیر لہوولعب دیوانہ بندگی کے مظاہر سے برے مراسم ہے ایسی مظاہرہ کے لئے تنکہ برابر عقل ونقل معتبری سے عاری ہے۔

تفسیر علمی آیات قرآن کی:

تفسیر اپنی تمام تنوعات کو تین خانے میں یا تین مراتب میں خلاصہ کر سکتے ہیں:

ا۔ تفاسیر استبدادی یعنی بغیر دلیل کے مفسر کی شان کو اعلیٰ قدسیت پر لے جا کر ان کے قوم من وعن ٹھونسا گر چہ آیا قرآن سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو روایات اپنی متن سے پہلے سند میں حصب اصطلاح اسرائیلیات ضیعفات مقطوعات مرفوعات ہیں لیکن اس کو سلف تابعین اصحاب سے نسبت دے کر اس کو تفسیر واقعی حقیقی قرار دینا اس کو تفسیر علمی نہیں کہہ سکتے یہ تفسیر اپنی جگہ تفسیر استبدادی کہنا درست ہے۔

جس کی قرآن نے ہر جگہ مسترد کیا ہے سورہ بقرہ آیت ۲۵۶ سورہ یونس آیت ۱۹۹ ایسی تفسیر قرآں وسنت رسول عقل تینوں کی طرف سے مردود ہے یہ تفسیر حقیقی معنوں میں اس کو تفسیر باطنی یا استبدادی ہے۔

اشکال اعتراض سوال کنندہ کوتمہای کسی جرائت تمہاری کیا حیثیت ہے تمہاری مایہ علمی کیا ہے علوم عربیہ کتنی پڑھی ہے کہ تم علماء و بزرگان کے حق میں اہانتو جسارت کرواورانھیں قصوروارٹھہرائیں ہمارے پاس جوکچھ دینی ذخائر ہیں انھیں ان کی وراثت ہے یہ سب اسلام سے قرآن سے محمد سے علماء سے اخلاص کی بنیاد پرنہیں ہے یہ سب دلیل و براہین کا راستہ روکنے کے لئے کرتے ہیں علماء تابعین اصحاب ان میں بلندوبالا مقام پر فائزہی کیوں نہ ہوانبیاء سے بالانہیں حضرت ابراہیم نے نمرودکا جواب دیا حضرت موسیٰ نے فرعون کا جواب دیا ہے حضرت محمد نے ابوجہل کا جواب دیا خوداللہ نے ابلیس کا جواب دیا قرآن اورسنت رسول سے ہٹ کے علماء کو بلند مقام دینے والے خودمشکوک افراد ہیں ان کی ایسی باتوں سے بوئے گند باطنیہ آتا ہے یہ باطنیہ کی سنت وسیرت رہی ہے۔ پہلے ناسمجھ نامفہوم تاویل تحونسیں پھران پرمنوعن گردن گھسیٹ عمل کرائے قرآن مجید کی آیات اس کوسختی سے رد کرتے ہیں۔

۲۔تفسیر علمی کا دوسرا مصداق وہ ہے جہاں مفسر آیات کی توضیح میں جودلائل پیش کرتا ہے آپ اس کورد نہیں آئیں کرسکتے چاہیے معاندہی کیوں نہ ہومثلا ایک جگہ قرآں کے لئے قرآن میں آیا ہے ابناء اللہ کے لئے ابن حب اس کورد کریں گے اللہ کے لئے ابن کسی صورت میں صحیح نہیں استناد لم یلد ولم یولد سے کرے وغیرہ قرآن کی بہت سی آیات کی توضیح تشرح دوسری آیتوں میں آیا ہے جس سے کسی کوانکارنہیں۔

۳۔تفسیر علمی سے مراددائل والی تفسیرنہیں یعنی جدید علوم فیزیکس کیمسٹری ریاضیات فلکیات کے مطابق آیات قرآن کا تفسیر کرنااس سلسلہ میں ایسے تفاسیر پراظہار نظر کرنے والے تین ہستیوں سے ہم نے استفادہ کیا ہے استادومحقق شیخ ہادی معرفت کے تفسیر المفسر وں استاد دکتور محمد حسین ذھی کے تفسیر المفسر وں استاد دکتور فھد بن عبدالرحمٰن بن سلیمان روفی کے اتجاھات التفسیر فی القرآن الرابع عشر سے تینوں نے اس سلسلہ میں بحث وافی تفصیل سے بحث کی ہے اس فن کے مبتکر محمد بن احمد اسکندرانی متوفی ۱۳۰۶ھ شیخ طنطاوی بن جوہری مصری متوفہ ۱۵۸ھ یہ دونوں اس میدان میں شہسوار نکلے ہیں یہاں تک طنطاوی نے تفسیر علمی کی حمایت میں یااس کی دفاع میں فقہاء پرتندوتیز لہجے میں حملہ کیا ہے۔

اس نے کہا ہے فقہ میں آیت صرف ۱۵۰ آیتیں ہیں اوراس پرکتنی کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن علوم کے بارے میں سات سو چپاس آیات آئی ہے اس میں جائے شک وتردیدنہیں تفسیر علمی میں کتب کم لکھی گئی ہے مکمل تفسیر کم لکھی گئی ہے لیکن ہرایک نے ایک فن کواٹھا کرسینکڑوں کتابیں تفسیر علمی پرلکھی گئی ہے یہاں صرف ایک لکھنے کی وضاحت کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے قرآن کی محور پرکار جس کی گردقرآن گردش کرتا ہے آیا قرآن کا غایت نزول کوئی قیام قیامت تک ہونیوالی اسرارورموز کائنات کوہروقت کشف کرکے عرض کرنا مقصودنزول قرآن ہے اس کتاب میں بشریت کوعلم ہی علم لایا ہے یہ نظریہ کہ

قرآن ایک کتاب علم ہے تاریخ نشری میں اکتشاف ہونے والی آئندہ ہونے والی تمام اکتشافات پر محیط ہے۔
یہ نظریہ اس کی برگشت گزشتہ زمان کے خرافات حزیلات اسرائیلیات سے چندان فرق نہیں ہونگے اور اس کی برگشت بھی آخر میں قرآ توڑ ہوگا جس کی واضح دلیل قرآں میں آیات کو نبہ نبی انکشافات کی خبر ۱۴۰۰ سال پہلے دی گئی ہے پہلے ایمان کشفیات کرنے والے اور کشفیات پر ایمان لانیوالوں کی عقیدہ باللہ خضوع باللہ اوامر ونواہی پر کتنا ہونا چاہیے اللہ پے عقل اور آیات قرآن کے تحت اللہ کی فرائض الوہیت میں نہیں ہے اللہ کی الوہیت کی فرائض میں ہدایت خلق ہے جو انزال کتب بعثت انبیاء سے ہوتا ہے لیکن کائنات کی حقائق وباریکی کو کشف کرنا اللہ نے خوش بسر پر چھوڑا ہے سخر لکم مافی الارض اسموات ومافی الارض جمیعا سورہ جاثیا آیت ۱۳۔ کشفیات کا ایمانیات سے کوئی ربط نہیں ہے۔
جس کی ایک مثال ضرورت تفسیر کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے اصحاب کو بعض اوقات قرآن کریم کے الفاظ غریبہ پیش آتے تھے۔
جو عربوں کے درمیان میں مستعمل نہیں لھذا وہ دیگر اصحاب سے پوچھتے تھے اگر وہ جواب نہ دے سکے تو رسول اللہ سے پوچھتے تھے ان کا یہ جملہ شان قرآن کیخلاف ہے بلکہ علماء فصاحت کے بھی خلاف ہے علماء نے عام فہم کے لئے کلام میں فصاحت شرط لگایا ہے کلام فصیح ہونا چاہئے بلیغ ہونا فصاحت کلام میں انھوں نے لکھا ہے کہ الفاظ تنافر نہ ہو الفاظ کی ترکیب میں ضعف نہ ہو الفاظ ادائیگی میں پیچیدگی نہ ہو قرآن کریم نے خلفائے عرب کو چیلنج کیا ہے فصحائے عرب کلمات غریبہ کو مسترد کرتے تھے نقد وطعن کا نشانہ بناتے تھے اگر قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہوتے تو اسی وقت جس وقت اللہ نے تحدی کیا تھا کہ ایک سورۃ لاؤ اس جیسا تو وہ لوگ کہ سکتے تھے ہم آپ کے قرآن میں کلمات غریبہ ہے قرآن میں کلمات غریبہ کا ہونا قرآن پر ایک نقد ہے طعن ہے دوسرا جمل انھوں نے کہا ہے گرچہ اس زمانے کے عرب فصاحت وبلاغت کے انتہائی اوج عروج پر تھے۔
لیکن قرآن اپنی جگہ اتنا اعلیٰ ارفع معانی کا حاوی تھے ہر شخص کے فہم وادراک سے بالا تھے لحاظ وہ محتاج تفسیر تھے تو یہاں سوال آتا ہے کلام میں ایک شرط بلاغت ہے بلاغت میں یہ کہتا ہے متکلم کو نظر میں رکھ کے خطاب کرے تو گویا اللہ کو پتہ نہیں تھا یا پتہ ہو کے اللہ نے عرب اس وقت کے لوگوں کو نظر میں رکھے بغیر آیات نازل کی ہے لہذا مفسرین قرآن کے نزدیک یہ قرآن فصیح بھی نہیں ہے بلیغ بھی نہیں ہے آیات محکمات مفسرین کی اصولین کی توجیہ کو بنگ دخل ضرس قاطع رد کرتے ہیں قرآن کریم میں کو جن صفات سے یاد کیا ہے وہ مردود ہے کیوں کہ عمران ۷ میں قرآن کو محکمات کہا ہے شکم کا معنی ہر قسم ابہام اجمال کو مسترد کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں:

۱۔قرآن کے صفت میں سے ایک صفت بیان ہے فرمایا یہ لوگوں کے لئے ایک بیان ہے سورہ آل عمران آیت ۔۱۲۸ سورہ قیامت ۔۲۹

۲۔بینات سورہ عنکبوت ۵۹ سورہ بقرہ ۱۸۵ سورہ یونس آیت ۱۵ سورہ حج آیت ۱۶، ۷۲ سورہ نور آیت ۱
بینہ آیت ۔۱، ۴ سورہ انعام آیت ۔۱۵۷ سورہ اعراف آیت ۔۷۲ چندیں کلمہ مبین آیا ہے سورہ مائدہ آیت ۹۲ سورہ حجر ۸۹ سورہ نمل آیت ۳۵، ۸۲، ۱۲ سورہ یٰسین آیت ۱۷ سورہ مائدہ آیت ۱۵ سورہ یوسف آیت ۔۱ سورہ شعراء آیت ۔۲ سورہ قصص آیت ۔۲ سورہ زخرف آیت ۔۲ سورہ دخان آیت ۔۲ سورہ انعام آیت ۔۵۹ سورہ یونس آیت ۔۶۱ سورہ حجر آیت ۔۱ سورہ نمل آیت ۔۱ سورہ یٰسین آیت ۱۲
آیات فصل قرآن نے اپنے آپ کو قول فصل کہا ہے سورہ طارق آیت ۱۳ سورہ ھود آیت ۔۱ سورہ فصلت آیت ۔۳، ۴۴ سورہ انعام آیت ۔۹۷، ۹۸ سورہ زخرف آیت ۵۲
کلمات یسر سورہ قمر میں چند آیات میں تکرار سے کہا ہے کہ ہم نے قرآن کو ہر کس کے دست رس میں دیا ہے سورہ کھف کی آیت ۔۱ میں اس کو غیر عوج کہا ہے۔

کلمہ تفسیر:

تبین وتوضیح معانی قرآن کریم کے لئے استعمال ہونے والی ہے سب کثیر الاستوار سب سے قدیم سب کے استعمال میں رائج کلمہ کے بارے میں ایک غیر عربی وہ بھی علوم عربی میں فیل انسان سے کون سنے یا کہاں معاشرے میں محکم ترین دلیل شہرت سے اور قدامت وکثرت ہو کون اس بار میں نظر ثانی کریں گے۔
اصول تفسیر باطنی اب قارئین کرام کے آزمائش وامتحان کا موقعہ ہے قرآن کریم میں آیا ہے ونبلوھم بالخیر والشر و خیر وشر دونوں سے آزمائش لیتے ہیں کلی طور پر نہیں کہہ سکتا ہوں قارئین کرام اس آزمائش امتحان میں سرخ روا اچھے نمبروں سے پاس ہوہ نگے کیونکہ انسان بہت سے مفاہیم کے جبر میں رہتے ہیں زندان سلاسل اقتصادی پابندی معاشرتی انحصار ان سے زیادہ ثقافتی جبر بہت سخت ہوتی ہے بطور مثال اگر ہمارے ملک کے اعلیٰ اداروں سے یہ سوال ہو جائیں حضرت سرکار آپ سے سوال ہے پاکستان کے سیاسی استحکام معاشی ترقی علوم وفنون وصنعت میں ایک مثال قائم کرنے کیلئے ان کہلاڑیوں کے کیا کردار ہے کیا فوائد ہے اگر اس کو متحمل کریں کیا نقصانات ہونگے میرا چھٹی حس بتاتے ہیں جواب اس طرح آئیں گے احمقوں پاگلوں کے سوالات کا ہمارے پاس جواب نہیں جہاں ان کے شکست کو فتح فتح کو فتح فتوح قرار دیتا ہوا اس جواب سے بہتر کیا جواب ہوسکتا ہے اس طرح عید فطر کے بارے میں علماء سے پوچھا دین اسلام کو کیا فائدہ

ہوا ہے۔

جہاں یہ کہتا ہوا اسلام محسر ختم ہو چکا تھا امام حسین نے بچایا ہے تبسم علی اصغر نے بچایا شرابی جواری تارک عزادار نے بچایا ہے اعلیٰ مقاصد کے محرمات کا ارتکاب بے حرج ہے اسلام سے زندہ روحانیت ہے تو اسلام باقی ہے قرآن کی بجائے صرف ونحو نے اسلام کو بچایا ہے۔

جن کی قول اللہ قول رسول مقدم قول رسول پر قول اہل بیت مقدم ہے دین کو انہی علماء نے بچایا گزشتگان کی توسط سے دین ہم تک پہنچا ہے یہ کیسے ممکن ہے سب کی قول کو اجماع کو مسترد کر کے ایک بے قد بے سروپا بدنام زمانے کی بات کو قبول کریں بقول امیر المومنےحق لوگوں کے ذریعے سمجھنے والے کبھی حق تک نہیں پہنچ سکتا ہے بہر حال جس نے یہ فیصلہ کیا ہو حق بولیں گے تکبر غرور انا پسند نہیں کریں دلیل سنیں گے دہشت گردی استبداد قبول نہیں کریں گے قول حق اللہ کے لئے بولیں گے احساب حشر ونشر کے لئے بولیں گے بتائیں ہم ہے اور دلیل ہم ہے اور اللہ ہے وہی حامی وناصر ہے۔

جتنے اللہ ہمارے دسترس میں ہے وہ باطنیوں کی ہے پہلا دلیل ہے اصول تفسیر دوسرا کلمہ خود تفسیر تیسرا کلمہ وسائل ذرائع تفسیر چھوتھا خود کتب تفسیر ہے آئیں ملاحظہ کرتے ہیں:

تفسیر مادہ فسر سے باب تفعیل کا مصدر ہے مادہ فسرہ اور مادہ سفرہ دونوں کے معنی مستور مغمور مغموض مرموز مفاہیم سے کشف خطاء کیلئے آتے ہیں کشف غطاء عن وجه شئي میں فسر وسفر دونوں ملتا ہے دونوں کے معنی ازالہ خفا حجاب پردہ ہٹانے کے معنوں میں آتے ہیں شخص مسافر کو اس لئے مسافر کہتے ہیں وہ گھر سے باہر کشف حالات کے لئے نکلتے ہیں تا کہ نامعلوم واقعات وحوادث سے آگاہی حاصل کریں چنانچہ گھر دور غیر حاوی مسافت طی کرنے کی غرض سے نکلنے والے کو مسافر کہتے ہیں دنیا میں کیا رہا ہے کہ وہ مجھولات سے کشف غطاء کے لئے نکلتے ہیں چنانچہ سابق زمانے سے عصر حاضر تک کے سیاحان نے بہت سی معلومات فراہم کی ہے تاریخ میں مکتشفین کی کشفیات کی فہرست لمبی ہے اس تناسب سے پردہ چھوڑ کر نکلنے والی خواتین کو سافرہ مسفورات کہتے ہیں کسی کلام کے غموض ورموز پر چھائے پردہ کو ہٹا کر اصلی معنی کو بیان کرنے کو تفسیر کہا ہے جسیا کہ سورہ کہف میں قصہ موسیٰ وہود وصالح میں آیا ہے۔

کتاب عمدۃ الحفاظ ج۳ص۲۷۳ فسر بمعنی کشف وبیان کو کہا ہے صاحب مفردات نے فسر اظہار معنی مقصود کو فسر کہتے ہیں گلاس جس میں بول ہوتے ہیں طبیب اس میں موجود بول دیکھتے ہیں یہیں سے گلاس کو تفسیر کہتے ہیں۔

کتاب التحقیق فی کلمات القرآن الکریم جلد۹ص۸۶ پر کتاب مقائیس الغات سے لکھا ہے کہ کلمہ فسر کسی چیز کے بیان اور اس کی توضیح میں استعمال ہوتا ہے یہاں سے نظر الطبيب الى الماء و حكمه فيه کو تفسیر کہا ہے۔

کتاب مصباح سے نقل ہے فسرت الشیء باب ضرب سے ہے بیّنته واوضحته کتاب تہذیب جلد۱۲ص ۴۰۶ الفسر کشف ما غطّی لیث نے کہا الفسّر : **التفسیرهو بیان وتفصیل الکتاب .و التفسرة: اسم قاروا ة لالذی ینظر فیه الاطباء ،یستدلّون بلو نه علی علة** اس بول کو جو شیشیہ میں رکھا ہے کہتے ہیں۔

اوراس کی رنگ سے مرض کی نوعیت کو دیکھتے ہیں وکل شی ءیعرف بہ شی ءویعنیه فهو تفسیرته بعض نے کہا ہے التفسیر: کشف المرادعن اللفظ المشکل لفظ مشکل سے معنی اخذ کرنے کو کہتے ہیں اس کے مقابلے میں تاویل آتا ہے **و التاویل ۔رد احد ی المعنین الی ما یطابق الظاهر للفظ** یعنی دو محتمل میں سے ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں جو ظاہر کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔صاحب کتاب لغویوں کے بیان پر تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں شرح معہ توضیح شرح کے ساتھ توضیح ہو۔

التوضیح ،التبیین ،الکشف التفصیل ،التأ ویل کے درمیان فرق یہ ہے **انّ الشرح : بسط مخصوص فی موضوعی فی قبال القبض** جہاں بند ہے اس کو زیادہ کھولے۔

البیان :انکشاف بعد ابهام ،بالتفریق و الفصل .

الانکشاف: زوال غطاء ورفعه عن شیء حتیٰ یظهر .

التأویل:جعل شیء متقدماحتی یترتب علیه الآخر .

التوضیح : یقابلالخمول و الحفاء . التفصیل :یقابل الوصل

پس مادہ فسر بیان کشف تأ ویل تعریف تقریبی ہے اصل شرح ہے توضیح کے ساتھ مصادیق شرح مصادیق ایضاح شیشے میں موجود مریض کے بول کو دیکھنا ہے لیکن تفسر بول کو نہیں کہا ہے یہ شیشے کو کہتا ہے مجازاً. شیشے میں موجود بول کو دیکھنا شیشے کو دیکھنا کہتے ہیں اس میں دیکھنا بول کو ہی ہے مجازاً شیشے کو دیکھنا کہتے ہیں۔سورہ فرقان آیت ۔۳۳۔۹ سورہ فرقان آیت ۹ کی تفسیر آیت ۳۳ میں کی ہے ہر کلام کی تفسیر دو چیزوں پہ متوقف ہے مفاہیم الفاظ اور کلمات کی تحقیق وتجوز میں نہیں ہے بلکہ تقریب وتجویز میں ہے فہم مراد متکلم متوقف ہے علم بر دلالات کلمات یعنی ان کلمات کے کیا معنی ہے؟

تفسیر فہم مراد متکلم ہے مفسرین ایضاح وشرح بیان کے ذریعے واضح کرے حد سے خارج نہ ہو کسی کلام کا تفسیر منظور متکلم کے خلاف نہیں ہونا چاہیے۔یہ چیز یہ تحقیق لغات میں ہوتا ہے معنی حقیقی کلمات کیا ہے خاص کر قرآنی آیات میں مستعمل کلمات ہمیشہ مفاہیم حقیقی میں استعمال ہوتا ہے مجاز میں نہیں ہوتا جب تک کسی کو دھوکہ فریب مفہوم سے غافل

رکھنا مقصود نہ ہو دوسرا معنی متوقف ہے نورانیت باطنی بصیرت قلبی پر صاحب کتاب لغات لکھتے ہیں انتہا ئی افسوس سے کہنا پڑتا ہے یہ دونوں شرط مفسرین میں فاقد ہیں اس وجہ سے ہم ہر آئے دن پہلے کی تقلید کرتے ہیں اکثر جگہ وہ شک وتردد حیرت میں ہیں کونسے معانی مراد ہیں ان کو کسی بھی جگہ کسی بھی موضوع میں یقین نہیں آتا قطعیت سے نہیں کہ سکتا ہے کہ یہ معنی درست نہیں ہے۔ان کے خیال میں عام لغت میں دیکھنے اور عام تفسیر میں دیکھنا کافی ہے سورہ ۵۴ آیت ۔۸۷

التفسیر کشف المراد عن لفظ لمشکل التاویل اخذاحدی المعنین الی ما یطایق ظاهر اللفظ

صاحب مفردات نے کہا **تفسیر مایطایق بمفرادات الالفاظ و غرائب تاویل بمعنی الرجوع با الفاظ عن ظاهری الی معنی سقیم به ذالک الفاظ** سفر اس کی جمع استار آتا ہے **الرجل من مکان الی مکان** اس کے بھی معنی کشف کے ہیں کیونکہ سفر سے ہی لوگوں کے اخلاق ضروریات سلوک کشف ہوتا ہے سفر عام طور پر انسان سے کشف حجاب کرتے ہیں، تفسیر وتاویل کے بارے میں لکھتے ہیں یہ دونوں کلمہ مترادف ہے یا متغائر ہے کہتے ہیں تفسر معرفت وشان نزول کو کہتے ہیں اما تاویل ردمعانی بسوئے معانی لائق کو کہا ہے اسنادو ردمعانی الی مایطاق الظاہر پر۔

سفر العمامه عن راسه سفر الخمار عن الوجه سفر البیت یعنی کشف گھر کا جھاڑو کرنے کو کہتے ہیں سفیر اس مٹی کو کہتے ہیں جو جھاڑو کی وجہ سے جمع ہوئی ہے۔

اسفار ظہور ضوء النہار اسی سے یہ آیت یہ والصبح اذا اسفر مدثر ۴۷ یہاں ظلمت سے ہٹ جاتے ہیں وجو یومئذ مسفرہ عبس ۸۰، سفر کتاب کو بھی کہتے ہیں چونکہ وہ حقائق سے پردہ ہٹاتے ہیں۔

صاحب وجوہ ونظائر نے راغب اصفہانی سے نقل کیا ہے فسر مقلوب سفر یا بالعکس دونوں قریب المعنی ہے جبکہ بعض نے تحلیل کرتے ہوئے لکھا ہے فسر اظہار وتبیین معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ سفر اظہار معانی ومادی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

التحقیق فی کلمات القرآن کریم جلد ۵ ص ۱۳۶ سفر زمین میں چلنے کو کہتے ہیں جس کی جمع سفر جیسے صاحب سے صحب۔اس کا اسم السَفر آتا ہے سفر قطع مسافت کو کہتے ہیں اگر وہ کسی مقصد کے لئے کسی خاص جگہ کے لئے عادی مسافت سے زیادہ طے کرے اس کو سفر کہتے ہیں اس لفظ سے سفر یا مسافر یہ فعل اور فاعل کا کلمہ کم استعمال ہوتا ہے اسم جمع اسفار آتا ہے دوساتھ سفر کرے تو سافر کہتے ہیں جمع قیاس سفرات آتا ہے **سفرت الشمس** یعنی سورج نکل گیا سفر بین القوم یعنی دوقوموں کے درمیان اصلاح کیا وکیل کے لئے سفیر کہتے ہیں اس کی جمع سفراء کہتے ہیں یہ کلمہ مأخوذ ہے سفرت الشیء سے **اذا کشفتهَ و اوضحتهٗ** وہ اپنے منسوب فیہ کو واضح کرتا ہے **سَفَرَت المرأةُ سُفُرا : کشفت وجهها**، چہرہ نکالی۔

اسفرالصبح اِسفاراً یعنی دن نے روشنی ڈالی اسفرالرجل بالصلوٰۃ یعنی نماز کو سفر میں پڑھا اسی سے سُفرہ بھی آتا ہے سفرہ اس غذا کو کہتے ہیں جو مسافر سفر میں لے جانے کے لئے بناتا ہے اس کو رکھنے والے برتن (ٹفن) جس میں یہ غذا رکھتا ہے صاحب کلمات نے مقائیس سے نقل کی ہے اس کا اصل معنی انکشاف وانجلاء کے لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گھروں سے نکلتے ہیں سفرتُ البیت یعنی کنستُہ گھر کو جھاڑو کیا درخت سے گرنے والے پتہ کو بھی: سفیر کہتے ہیں کیوں کہ ہوا نے اس کو پھینکا ہے سفیر قوم سفیر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عداوت وکدورت کو دور کرتا ہے۔

سفرت المرأۃ عن وجھا عورت نے اپنی چہرے سے چادر ہٹائی وجہ مُسفِر یعنی خوش چہرہ سفر کشف غطاء کو کہتے ہیں سر سے عمامہ ہٹانے کو کہتے ہیں چہرے سے نقاب ہٹانے کو کہتے ہیں گھر کو جاڑو دینے کو کہتے ہیں اصل اس کا معنی اس مادے میں **ھو حرکۃ الی محیط خارج عن محدودتہ**، اپنے محدود علاقے سے باہر نکلنے کو کہتے ہیں (یہ قید ملحوظ ہے استعمال کے تمام موارد میں) والصبح اذا اسفر سورہ ۷۴ آیت ۔۳۴ سورہ ۔۸۰ آیت ۔۳۸ سورہ ۔۶۲ آیت ۔۵ سورہ ۔۸۰ آیت ،۱۵ سورہ ۔۲ آیت ۸۴ سورہ ۲ آیت ۲۸۳ ۔

سفیر بروزن فعیل اسم فاعل سے رسوں کو کہتے ہیں کبھی اس لحاظ سے بھی کہتے ہیں کہ قوم کے درمیان جو کشیدگی نفرت عداوت ہے اس کو ازالہ کرتے ہیں سفیر معنی مفعول جو جاڑ جمع ہوتے ہیں۔

سفیر رسولوں کو بھی کہتے ہیں رسالت کو بھی کہتے ہیں جن سے خلق مخلوقات کی اصلاح ہوتی ہے سفیر ساعی باالصلح عمدۃ الحفاظ ۲۳۲ ج ۲ سفر کتاب قاموس قرآن میں پانچ معنوں میں آیا ہے **سفر المنازل الکتب الاشراق الانکشاف** سفر منازل کے معنی میں آیا ہے **باعدیین السفارنا** ہمارے محلے گاوں کو ایک دوسرے سے دور کریں سفر بمعنی کتاب جمع عملوں اسفار سفر بمعنی اشراف عبس ۸۱ سفر بمعنی کشف سفر بمعنی طی منازل میں کان منکم مریضا

۱۔ کلمے کے قریب المعنی یا ترجمہ لفظی کرتے ہیں کبھی اس کے بالکل مخالف کلمے کے ذریعے کرتے ہیں، عربی زبان میں ہر ایک کلمہ کے قریب المعنی لفظ پایا جاتا ہے اس کو مترادف کہتے ہیں بعض نے اس بارے میں کتاب لکھا ہے اردو میں پایا جاتا ہے دوسرا اس کا ضد کلمہ پیش کیا ہے مثلاً کلمہ غنی کو کبھی بے نیازی سے کرتے ہیں کبھی اس کے نتائج سے کرتے ہیں جیسا کہ کلمہ اللہ احد کی تفسیر الصمد سے لم یلد ولم یولد سے کی ہے ضد فقیر سے بھی کرتے ہیں۔

۲۔ تفسیر کا دوسرا طریقہ تفسیر لفظ سے نہیں بلکہ کلام کے سیاق وسباق اول وآخر سے جوڑ کر آگے پیچھے لگے قرائن سے معنی نکالتے ہیں جہاں کلمہ کے معنی حقیقی امکان پذیر نہ ہو وہاں سیاق وسباق کو دیکھتے ہیں کیونکہ ہر کلمے کے معنی از روئے لغت تین طریقے سے کیئے جاتے ہیں۔

الف۔ایک طریقہ کلمہ کے پورے معنی جو اس لفظ کے لئے وضع کیا معنی کرتے ہیں اس کو دلالت مطابقی کہتا ہے
۔

ب۔کبھی کلمے کے ایک حصہ کا معنی بیان کرتے ہیں اس کو دلالت تضمّنی کہتا ہے۔

ج۔لفظ کے خارجی لوازمات میں سے کرتا ہے اس کو دلالت التزامی کہتا ہے' عقلاء ماہرین زبان جانتے ہیں کہ متکلم نے یہاں معنی مطابقی مراد لیا ہے تضمنی یا التزام یہ لغات شناس اچھی طرح سے جانتے ہیں لغت بنایا ہے اسی لئے کہ مخاطب مطلب کو سمجھیں دنیا میں رائج تمام زبانوں میں سب سے زیادہ افہام وتفہیم کرنے کی طاقت عربی زبان میں ہے
۔

د۔ایک دفعہ ان تینوں معنوں سے بھی ہٹ کر بہت دور کے بھی معنی کرتے ہیں' لوگوں کی فہم وادراک سے دور ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں چند جگہ آیا ہے وما ادراک آپ کو کہاں سے پتہ چلا آپ کہاں سے جانتے ہیں وما ادراک کے بعد جو جواب آتا ہے وہ اس لفظ سے آسانی سے نہیں نکلتا ہے

سورہ حاقہ آیت ۔۲ سورہ مدثر آیت ۔۲۷ سورہ مرسلات آیت ۔۱۴ سورہ انفطار آیت ۔۱۷۔۱۸ سورہ مطففین آیت ۱۸۔۱۹ سورہ طارق آیت ۔۳ سورہ بلد آیت ۔۱۲ سورہ قدر آیت ۔۲ سورہ القارعہ آیت ۲۔۱۰ سورہ ھمزہ آیت ۔۵ سورہ یونس آیت ۔۶ سورہ احزاب آیت ۷۲ سورہ شوریٰ آیت ۱۷

القارعۃ وما ادراک مالقارعہ اسقر وما ادراک ما اسقر الطلاق وما ادراک ما الطارق القارعہ وما ادراک مالا قارعہ فرماتے یو م یکون الناس کا دلسوزان کسی چیز کو جب زیادہ دبائیں گے اس کا آخری نتیجہ مراد ہے بتاتے ہیں۔

قرآن کریم کی ایک تفسیر لغت سے کرتے ہیں اس حوالے سے بھی تفسیر کے لئے کن کن لغات کو دیکھنا ہے جاننا چاہیے عام طور پر لوگ جدید کتاب لغت امثال منجد وغیرہ دیکھنے پر کفایت کرتے ہیں جبکہ ان لغات میں فی زمانہ رائج معانی کو بیان کرتے ہیں لغات میں بھی انحراف پایا جاتا ہے کتب لغت میں بھی فرق ہے کتب لغات جدید و قدیم سے قدیم مثلا بعض کتب بڑے سے بڑے عالم کہتے ہیں صاحب مجمع البیان المیزان نے کیا کہا ہے مفسرین نے کیا بتایا ہے یہ بات اپنی جگہ سرسری سادہ غیر مبہم غیر متنازع حالت میں درست ہے۔لیکن عند تحقیق وتدقیق درست نہیں ہے کیونکہ ان ذوات میں دو نقص پایا جاتا ہے ایک تو یہ حضرات لغوی نہیں تھے۔

انہوں نے تاج العروس لسان عرب قاموس محیط تہذیب مقائس لغت سے لیا ہے کتب لغت میں ہر کلمہ

کے لئے کتنی معانی بیان کئے ہیں ان میں سے مفسرین نے اپنے مطلب کی معنی اخذ کیئے ہیں کیونکہ یہ معنی ان کے ذوق سے قریب تھے یا ان کے فرقے کے حق میں تھے۔ بطور مثال کلمہ عترت قرآن کو کنارے پر لگانے کے بعد سنت کو بھی کنارے پر لگانے کے لئے سنت کی بدیل میں عترت لایا ہے استعمال کیا ہے پھر اس کو تواتر بنایا ہے علماء ذاکرین عوام سے اس کا رٹہ لگایا ہے جن علماء یا عوام کو سنت سے بھی چیڑ ہے اُن کو غصہ آتا ہے کہ سنت نہیں عترت ہے۔ جب ان سے پوچھا جاتا ہے اس کلمہ کا کیا معنی ہے۔ کہا جاتا ہے لغت میں عترت کے لئے جو معانی بیان کیا ہے وہ یہاں مناسبت نہیں رکھتا ہے تاھم عترت کا ایک معنی رشتہ دار بھی ہے اس حوالے سے نبی کریم کے رشتہ دار چند بطون میں تقسیم ہیں۔

لغت عرب کی امتیازات میں سے ایک قلیل الحروف کثیر المعانی ہے یعنی اس کے حروف تہجی دوسروں کی بنسبت کم ہے دوسرا امتیاز ایک کلمہ کے چندین معانی کا ذکر کیا ہے جسے مشترک لفظی کہتے ہیں اس کے مقابل میں چندین الفاظ کے ایک معنی ہیں جسے مشترک معنوی کہتے ہیں بعض جگہ ایک دو معنی متضاد رکھتے ہیں چنانچہ ماہرین لغات نے اس کلمہ پر مستقل کتابیں لکھی ہے مثلاً قرآن کریم سے شغف رکھنے والوں نے ایک کتاب مترادفات قرآن لکھی ہے اس کتاب میں ان الفاظ کو جمع کیا ہے جس کے چندین معانی بتایا ہے اس کے بالمقابل ایک معنی کے لئے چندین الفاظ وضع کئے ہیں جسے مشترک کلمات کہتے ہیں مترادفات اس کا مترادفات القرآن نام رکھا ہے اپنی جگہ مستحسن عمل ہے لیکن فلسفہ لغت والوں کا کہنا ہے لغت جو بھی ہو خاص کر لغت عرب میں ہر ایک کلمہ کی ایک ہی معنی ہوتا ہے ورنہ وضع لغت کے منافی ہونگے۔

کیونکہ وضع لغت کا فلسفہ افہام وتفہیم ہے جبکہ ایک لفظ کے چندین معنی ہونا یا ایک معنی کے لئے چند کلمات ہونے سے فہم معانی میں اشتباہ ہوتا ہے ہر شخص کو تمام کلمات پر عبور بھی نہیں ہوتا ہے

دوسرا نقص وعیب مفسرین کا وہ فرقہ ہے۔ جو فرقہ میں رہ کر قرآن کی تفسیر کرنے میں مزہ آتا ہے۔ وہ فرقہ سے باہر آنہیں سکتا ہے کیونکہ قرآن میں آیا ہے ولا تتفرقو ہم اس قرآن سے افتراق وانتشار کی دعوت آسانی سے دے سکتا ہے جو قرآن سے باہر نہیں دے سکتے ہیں مفسر یہ دعواء بھی کرتےہیں کہ ہم غیر جانب دار رہ کر فرقے سے وابستہ تفسیر کریں گے یہ ممکن نہیں چنانچہ تفسیروں پر تبصرہ کرنے والوں میں سے ایک نے تفسیر المیز ان کے بارے میں لکھا ہے تفسیر اپنی جگہ اچھی تفسیر ہے تفسیر سے متعلق معلومات ذخیرہ ہے لیکن اس کے مفسر شیعہ ہے شیعہ ہونے کے بعد آیات کی حقیقی تفسیر ممکن نہیں ہے۔

یہ شیعوں نے اس تجزیہ نگار کی عصبیت پر استدلال کیا کہ دیکھو یہ شیعہ سے کتنا تعصب رکھتے ہیں لیکن اس نے

دقت سے ایک حقیقت انکشاف کیا ہے دیکھو اگر آپ کو اطمینان نہیں آتا ہے آیت بلغ آیت مودت سیاق وسباق کے ساتھ کیا ہے۔ چنانچہ صاحب المیز ان نے اپنی نبوغت علمی کے باوجود ساتھویں صدی کے اسماعیلی عالم دین نے جن آیات کو حضرت علی کی امامت بطور نص پیش کیا ہے جیسے آیت تطہیر اہل بیت کی شان آیت مودت شوریٰ ۲۳ کی اقربا رسول آیت انما ولیکم اللہ حضرت علی اور اولی الامر ائمہ کی عصمت کی دلیل میں پیش کیا ہے ان آیات میں کوئی ایک کلمہ ان کی شان میں مخصوص نہیں یہاں تک انہوں نے اپنے اسلاف کی مدعیٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جن آیات سے ان کے اسلاف نے امامت کے لئے استدلال کیا اس میں کچھ اضافہ کیا آیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں بنتا ہے۔ اس کی وہ مثال ملاحظہ کریں۔

جیسے اولی الامر کے معنی معصوم کیا ہے لفظ اولی الامر میں سے کلمہ معصوم کہاں نکلا ہے اولیٰ مضاف ہے سے نکالا ہے نہیں ہے اولی الامر فاسق وفاجر کی مصادیق دنائے میں پر ہے کسی قسم کی کمی نہیں ہے یہاں یہ کہنا اس وقت دنیا میں کہیں بھی صدر مملکت وزیر اعظم تا آرمی چیف نامی کوئی نہیں جیا ہے۔ مصادیق بنتے ہیں صدر اسلام سے لے کر الیٰ یومنا ھذا تک تمام مصادیق کے مظاہر سامنے آئے ہیں عادل ظالم مسلمان کافر دیندار بے دین سب آتا رہا ہے اور نہیں ہے جیسے روس چین ہندستان کے اولی الامر اس فرقہ کے جتنی کتنی بڑی عالم ہی کیوں نہ ہو بغیر کسی تامل تردد کے اولیٰ الامر کے معنی معصوم کریں گے۔

لہٰذا حل نزاع دفع اختلافان کے تفاسیر سے ممکن نہیں قرآن میں اس آیت کے ذیل میں آیا ہے فان تنازعتم فی شئی فردوالی اللہ والی رسول اس آیت کی تفسیرئی میں ردالیٰ امیر المومنین حضرت علی نے فرمایا ہے ردالیہ اکذلکتاب الیٰر دالی رسول سے مراد ردسنت سے مراد اثر رسول اخذ سنت رسول اللہ ہے اگر اولیٰ الامر کے معنی مصداق میں اختلاف ہو جائیں ان دونوں کی طرف رجوع کریں زبان پیغمبر میں مکہ میں فتح مکہ کے بعد ان پر والی عتاب بن تھا۔

اولی الامر کی تفسیر معصوم قرآں کی بغیر تفسیر اہلبیت مانتے نہیں سنت رسول کو بھی نہیں مانتے ہیں آیئے لغت میں دیکھتے ہیں کتب لغت خود مذاہب جیسا ہے ہر آئے دن نئے معنی بتاتے ہیں تو نئی لغات نئی استعمالات بیان کرتے ہیں لذا نزول قرآن کے دور سے قریب لکھی ہوئی لغت کو دیکھنا چاہئے جیسے مفردات راغب لسان العرب تہذیب قاموس وغیرہ۔

۱۱۔ علم رجال آنے اور ان کے خود ساختہ روایتوں کے راویوں کے چہرے بے نقاب ہونے کے بعد انھوں نے رجال سے بھی کھیلنا شروع کیا لوگوں پے قداست عبادت حافظ قرآن ہونا جیسے القاب چڑانا شروع کیا۔

لغت عرب سیکھنے کی چند مراتب ومدارج ہے:

۱۔علم الاصوات عرب جیسے قرائت کرنا۔مکہ مہد حضارت ہوتے ہوئے پہلے مرحلے میں کحن سیکھتے تھے اب قیمتی عباء قباء حجۃ الاسلام والوں کی قرات پر عربوں کو اعتراض ہے یہ بھی حوزات کے ماتھے پر داغ ہے۔

۲۔علم لغت مادر علوم ہے آپ آیت اللہ آپ نے جس علم کو سیکھانا ہے یا اس میں عبور حاصل کرنا ہے اس کے لئے پہلے مرحلے میں اس لغت کو سیکھتے ہیں علوم اسلام میں قرآن اور سنت آتے ہیں پھر اس سے نکلنے والی شعبہ جات احکام تاریخ عقائد آتا ہے ان کو درست سمجھنے کیلیے اس لغت کے مصادر اصلہ مشتقات کو دیکھنا پڑھنا ہوتا ہے یہ کلمہ کہاں سے لیا ہے۔

۳۔لغت اصل مواد کو نکالنے کو کہتے ہیں۔

۴۔فلسفہ لغت اس کلمہ کی اصل کیا ہے نہیں سیکھائی جاتی ہے۔

جناب فاضل ارشد حوزہ میں نے عرض کیا یہاں سے بفرض محال فارغ ہونیوالے فضلاء اپنے معاشرے میں چھٹ انگلی جانا جاتا ہے اس کی دلیل فضلا یہاں چھوڑنے کے لئے تیار نہیں جس طرح مرنے کے لئے تیار نہیں دونوں کے لئے ایک ہی مثال دی جاتی ہے اس کی سبب علت جانا چاہیے والوں کا کہنا ہے ہمارے پاس اس حوزے کا دو تصور ہے:

۱۔یہ درستگاہ دینی ملت تشیع ہے یہاں حاصل محاصل کو رسالت حوزہ کی طرح لے کر پہنچاتے ہیں اگر اس امات مسائی میں خوتا ہی ہے تو یا افاضل ہے یا حوزہ ہے۔

۲۔مقرر مرجع جہاں تشیع یہاں سے ہوتی ہے عزب ونصب وکلاء ومبلغین مرشدین ان کی ہدایت ورہنمائی سے ہوئی ہے اب پہلا ناگفتہ حالت کی تشخیص کا نوبت آئی ہے یہاں سے فارغ ہونے والا کیوں چھٹی انگلی ہے یہاں تین مفروضہ ہے۔یہاں چھوڑنے اپنے ملکوں علاقوں میں جانے کیلیئے آمادہ تیار نہیں ہوتی ہے گویا یہ حضرات یہاں پڑھنے کے لئے نہیں آئی ہے یہاں جلاوطنی زندگی گزارنے کیلیئے آئی ہے جب تک پابندی ختم نہیں ۃ وگی وہ یہاں چھوڑ نہیں سکتی ہے اگر بالفرض یہاں چھوڑ کر بھی جائیں تو علاقے میں چھٹ انگلی بنتی ہے ایسا کیوں ہوتا ہے۔

۱۔مرجع ہے

۲۔درستگاہ

۳۔فاضل ارشد

اب ان تینوں میں کس کو انتخاب کریں گے مجھے جواب دیں۔

علماء نحوی میں سے ایک:

عبدالرحمٰن بن رمز الاعرج کتاب تاریخ نحو عربی ص ۵۲ پر آیا ہے لیکن بعد میں لکھتے ہیں امام مالک چند سال ان سے کچھ سیکھتے رہے لیکن معلوم نہیں ہوا انہوں نے ان سے کیا سیکھا امام مالک نے اس کا اظہار نہیں کیا امام مالک کا استاد ہوا اور وہ مجہول الحال ہو۔

ابوالاسود دوئلی جو کہ ۴۰ھ سے پہلے کے تھے اگر حضرت علی سے سیکھا وہ غیر عربوں کی اختلاط سے عربی زبان میں خلل آرہا ہے تھے اسی وجہ سے وضع اصول وقواعد کی ضرورت پیش آئی ہے اگر ایسا ہے تو حکومت وقت کو اٹھانا چاہیے کیونکہ یہ زبان حکومت وقت کی کل حیثیت رگ حیات سے امر مربوط ہے لیکن حکومت نے اس پر کسی بھی وقت توجہ دیا ہو اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے نحوی کو ابوالاسود نے ۴۰ سے پہلے اٹھایا اس کے بعد ان کے بعد کس نے اٹھایا ہے اس کا ذکر نہیں ملتا ہے علم نحو ایک مربوط منظّم علم کی حیثیت سے سیبویہ نے اٹھایا ہے وہ دوسو کے قریب دور ہاروں الرشید تھا لوگوں نے تازہ تازہ اس علم کی بات سن کر تعجب کرنے لگے یا یہاں سے معلوم بلکہ واضح ہوجاتا ہے علم نحو علم کلام علم اصول فقہ علم فقہ سب جوڑ واں علم ہے جسے معتزلہ نے ترتیب سے اسلام کے خلاف اختراع کیا ہے۔

شاہ نے سزائے موت سنائی تھی انقلاب اسلامی برپا ہونے کے بعد ایران آیا ایران آنے کے بعد جہاں نماز جمعہ نہیں ہوتے اگر ہوتے کہیں چند محدود افراد ہوتے تہران یونیورسٹی میں جمعہ قائم کیا پھر ان کو وہاں سے بھگایا پھر مشہد میں کسی باغ جمعہ قائم کیا وہاں سے بھگایا پھر مسجد جمکران میں جمعہ قائم کیا بھگایا قم میں تفسیر قرآن دیتے وقت اس وقت کے وحدت المسلمین کے سربراہ جناب راجہ ناصر صاحب اپنے جیالے کے ساتھ ڈنڈا لے کر وہاں جاکر انک وہاں سے بھاگایا آخر میں گھر میں محصورانہ مظلومانہ زندگی گزار کر جوار رب میں چلے گئے پھر حقیر کو ان کے درس قرآن میں شرکت کی وجہ سے مبتکر خرافات جناب افتخار نقوی پاکستان میں خرافات کے نشر واشاعت سمعی وبصری نظری سمعی کی کاروبار درستگاہ کھولنے والے نے صفدر ڈوگر سے استعانت طلب کی میری عقائد ونظریات کی رد میں مضامین لکھیں ان کی تحقیق میرے بارے میں مفسر قرآن آقائے صادقی تک پہنچایا چونکہ ان کے نظر میں قرآن والے گمراہ تھے کیوں قرآن کو عمر نے اٹھایا تھا وہ گمراہ ہے لہٰذا ان کے شاگرد بھی گمراہ ہوگا بے نمازیوں نے نمازیوں پر جرمانہ لگایا افتخار کے کہنے پر میرے خلاف صحیفہ حقائق کے نام سے کتاب نشر کی جس میں اس نے لکھا ہے ہمیں شرف الدین کے بارے میں نصف تک رسائی ہوئی ہے۔

شرف الدین کے بدنامی کا دوسرا سند نہج البلاغہ امیر المومنین ہے جب سے سنا نہج البلاغہ خطیب کلمات وکتب امیر المومنین میں کلام مخلوق خالق سے نیچے والا کتاب ہے تو ہم نے اسے اپنی طرف سے درس میں ہم نے نجف میں مرحوم ذیشان حیدر جوادی سے نہج البلاغۃ پڑا بعد میں میں نے خود چندین بار نہج البلاغہ تدریس کی نہج البلاغہ سے متعلق شرح لغت نامہ تمام

کتب کو جمع کیا یہ کتاب میری مصادر دوم اسلام اس کتاب میں موجود خطاب وکلمات کے تحت میں سبّ خلفاء کی مخالفت کی جس کی وجہ سے بعض نے خلفاء کے وکیل بعض جماعت اسلامی بعض سعودی کا ایجنٹ قرار دیا ہے۔ یہاں تک ان سے لوگوں سے بھی سننے میں آیا نہج البلاغہ کے نام سے دو کتاب ہے ایک شیعوں کی لکھی ہے ایک سنیوں نے لکھی ہے یہ جو چل رہا ہے وہ شیعوں کی ہے یعنی شریف رضی بھی ان کی نظر میں سنی ہے۔

یہاں سے میں خلفاء ام المومنین کی حق میں جسارت واہانت کے اسباب وعلل کا سلسلہ ابی الخطاب اسدی منذرین جا رودی مرحوب صلیبی مجوسی بنیان گزار اسماعیلی مذہب عراق میں قرامطہ مغرب میں فاطمی بنائی اور عراق معزالدولہ سے ۳۵۱ کو سب خلفاء شروع کیا ان کے بعد غلات مردہ آل بویہ وآل صفوی کو جاتے ہیں جہاں سے معلوم ہو یہاں اصول وفروع اسماعیلی نافذ ہے اسی لئے یہاں کے لوگ پی پی اور خانی کے گرویدہ ہے پی پی اور خانی کے مخالفت سنیوں سے دوستانہ تعلقات برادر راشد تبلیغات ان کو گوارا نہیں ہے۔

یہاں سے استقراء منطقی کے تحت آسان طریقہ سے نتیجہ اخذ کر سکتا ہے ان کا اہل بیت سے تعارف ایک مجہول الحال یا معلوم الحال بچہ کا علاقہ کسی برگزیدہ انتساب جیسا ہے ان کا اہل بیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ان کی سنت وسیرت ضد اہل بیت ہے۔

۵۔ دوسرا کلمہ موضوعات جمع موضوع ہے موضوع اسم مفعول ہے مادہ وضع سے وضع کا معنی کسی چیز کو کسی بھی جگہ رکھنے کو کہتے ہیں جگہ کو موضع جس چیز کو اس میں رکھتا ہے اس کو موضوع کہتے ہیں اگر مادہ وضع عن سے متعدی ہو اس کے معنی ساقط ہوتا ہے یعنی گرانا جیسا کہ الم نشرح میں **ووضعنا عنک وزرک** یعنی ہم نے آپ سے بوجھ کو اتار اگرا دیا ہے صاحب مقائس لغت نے لکھا ہے وضع کی ایک ہی اصل ہے جس کا معنی اترنا تنزل حط یعنی نیچے رکھنے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

صاحب التحقیق کلمات فی القرآن نے بھی یہی کہا ہے کہ کسی چیز کو کسی محل میں رکھنے کو وضع کہتے ہیں اس معنی کے تحت بچہ پیدا ہونے کو وضع حمل کہتے ہیں یعنی بچہ کو پیٹ سے اتار ازمین پر رکھ دیا ہے عورت نے حاملہ بچے کو زمین پر چھوڑی یعنی حمل جو بھاری تھی اسکو چھوڑا ہے جیسا کہ سورہ آلعمران آیت۔ ۳۶ میں آئی ہے کسی سے بوجھ اٹھانا یعنی کسی انسان نے بوجھ اٹھایا ہوا تھا اس کو اٹھانا اسی معنی میں ہر چیز کو اپنے جگہ پر رکھنے کو وضع کہتے ہیں رکھی ہوئی چیز کو موضوع کہتے ہیں جیسا کہ سورہ غاشیہ ۱۰ اکواب موضوعہ کو کہا ہے تحریف کے معنی میں بھی آیا ہے۔ یحرفون الکلمہ عن مواضعہ کلمہ موضوع کے معنی واضح ہونے کے بعد اب ہم آتے ہیں تفسیر موضوعی کی طرف تفسیر موضوعی کیا ہوتا ہے تفسیر موضوعی

قرآن تفسیر تجزی قرآں کے مقابلے میں ہے یعنی ایک موضوع اعتقادی یا شرعی کے بارے میں وارد آیات کو جمع کر کے ایک واضح جامع مفہوم اخذ کرنے کو تفسیر موضوعی کہتے ہیں قرآن کریم میں اس حوالے سے چندین موضوعات نکلتے ہیں۔

۱۔کل قرآن اپنی جگہ ایک موضوع ہے۔

۲۔ ہر ایک سورہ بعض جگہ دوسوروں کو ملا کر ایک موضوع ہے۔

۳۔ بہت سی سوروں سے بات جمع کر کے ایک موضوع اخذ کر سکتے ہیں۔

اس موضوع ہدایت ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲ اسراء ان ھذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم اما خود ہدایت سے متعلق موضوعات لیکن یہاں فی الحال قرآن کے ہر سورہ اپنی جگہ ایک موضوع ہے چنانچہ سوہ قصار میں یہ واضح نظر آتا ہے لیکن بڑے سوروں میں نظر نہیں آتا ہے بطور سورہ کہف جہاں چار موضوع الگ الگ مختلف نظر آتا ہے جن بزرگوں نے اس موضوع میں عرق ریزی کی ہے انہوں نے کہا ہے یہاں مختلف نہیں بلکہ ایک ہی موضوع کو اٹھاتا ہے جیسا کہ ابتدائی آیت میں اشارہ کیا ہے۔

۱۔تفسیر موضوعی قرآن میں یہاں جو موضوع پہلے اٹھانا ہے وہ احکامات قرآنیہ ہے اس کو اٹھائیں گے سب سے پہلے موضوع یہاں جس سے کتاب کا آغاز کریں گے اگر اللہ نے توفیق دی تو الوہیت و ربوبیت قرآن میں ایمان بآخرت کو اٹھانا ہے قرآن میں نبوت و رسالت

قرآن کریم کی آیات کی تفسیر دو طرح سے کی جاتی ہے ایک تفسیر جو متداول و جاری ہے تفسیر تجزئی کہلاتی ہے جہاں تفسیر کنندہ ہر آیت کی تفسیر اپنی جگہ کرتے ہیں اس قسم کی تفسیر سے انسان کسی مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں کیونکہ قرآن کریم کی ایک موضوع سے متعلق آیات ایک جگہ بیان نہیں ہوا ہے بلکہ آیات کل قرآن میں متفرق منتشر ہیں۔اس کا مطلب آیات قرآن ایک دوسرے سے مربوط منظّم نہیں ہیں یہ مراد نہیں بلکہ ہر آیت سیاق وسباق میں مربوط لیکن قرآن کریم کے نامحرمان اس کو غیر مربوط تصور کرتے ہیں دوسرا تفسیر تفسیر موضوعی قرآن ہے جہاں مفسر ایک موضوع کو اٹھاتے ہیں اس موضوع کے عناصر کو تحلیل کرتے اس کے کتنے ابعاد و عناصر ہیں اس کو ترتیب میں لاتے ہیں پھر ہر ایک کے بارے میں آیات تلاش کرتے ہیں یہ تفسیر ابھی تک عام رواج ہوا نہیں ہے اگر ہوتا ہے تو عالم اسلام کی وضع و حالات کچھ اور ہوتے۔ کیونکہ قرآن پر زیادہ توجہ نہیں دی گی۔ بلکہ قرآن سے دور ہونے کی مسائل پر زیادہ زور دیا گیا ہے اس تفسیر کا آغاز جب مصر میں کلیہ اصول دین بنی اس وقت یہ تفسیر سامنے آئی اس کا مطلب یہ اخذ نہیں کر سکتے ہیں یہ ایک قسم کی تفسیر بدعت ہو گئی ہے وہ کیسے بدعت ہوگی قرآن کریم کو قرآن کریم سے تفسیر کریں عام طور پر عام لوگوں کی ضد میں کیئے گئے اقوام کو جمع

کر کے موضوع نہیں بنا سکتے ہیں کیونکہ اول و آخر میں تضادات اختلافات بہت ہوگا تفسیر بدعت نہیں ہوتی ہے غلط ہو سکتی ہے یہ تفسیر ایک طریقہ تفسیر ہے جو قرآں کے حدود میں غوطہ زن ہو کر قرآں کو سمجھنے کی کوشش ہے کیونکہ قرآن بذات خود ایک عنوان رکھتا ہے کل قرآن ایک عنوان کے گرد گردش کرتا ہے وہ ہے ہدایت انسان جیسا کہ سورہ فاتحہ میں آیا ہے اگر آپ ہدایت انسان کو تحلیل کریں گے تو اس کے مندرجہ ذیل عناصر نکلتے ہیں۔

۱۔انسان ۲۔ہدایت ہادی:

۱۔ہدایت اپنی جگہ عناوین رکھتا ہے۔ہدایت دلالت رہنمائی ہدایت توفیق ہدایت بسوی سعادت دینو دنیاو آخرت ہدایت نظام ہے اللہ کی طرف نازل کتب ہے انبیاء دور مرسلین قرآن کریم کی ہدایت کا محور دو ہے اک اللہ کی ربوبیت الوہیت کی طرف رہنمائی ءکرتا ہے لہذا پہلے مرحلے میں بحث ربوبیت والوہیت ہوگی۔

تیسرا کلمہ قرآنیہ ہے قرآن بروزن فرقان مادہ قرء کے مصدر ہے قرآن اور فرقان ایک دوسرے سے لعظاء و معنا مختلف ہے قرآن مادہ قرء سے بمعنی جمع ہے جہاں جمع ہوتا ہے وہاں خلاصہ فشردہ جامع معنی دیتے ہیں قرآن کو قرائت کرنے کی وجہ سے قرآن کہتے ہیں قرائت کے سطور سینوں میں ثبت ہوتا ہے جبکہ فریقان ایک دوسرے سے الگ کرنے کے اغیر کے معنی دیتے ہیں۔ یہاں سے معنی تفصیل اخذ کرتا ہے جبکہ کتاب صفحات کے سطور تدوین ہوتا ہے۔

قرآن کریم کو کبھی قرآن کہہ کر یاد کیا ہے اور کبھی اس کو کتاب کہہ کے یاد کیا ہے یہ دونوں نام قرآن کریم کی ستائیس سوروں میں اس کتاب کے تعارف میں یہ سورے آتے ہیں سورہ بقرہ' سورہ اعراف' سورہ یونس' سورہ ھود' سورہ یوسف' سورہ رعد' سورہ ابراہیم' سورہ حجر' سورہ کہف' سورہ طٰہ' سورہ فرقان' سورہ شوریٰ' سورہ النمل' سورہ قصص' سورہ لقمان' سورہ سجدہ' سورہ یٰسین' سورہ جن' سورہ زمر' سورہ فصّلت' سورہ زخرف' سورہ دخان' سورہ جاثیہ' سورہ احقاف' سورہ طور ان سوروں کی ابتداء میں کبھی قرآن کبھی کتاب سے تعارف کیا ہے۔

قرآن گزشتہ کتب سے دو امتیاز رکھتا ہے جو اس سے پہلے کتابوں کو حاصل نہیں تھی اگر اس کے صفحات دنیا میں ختم ہو جائینگے تو قرآن سینوں میں زندہ پائینگے امّا کتاب سطور کی کتابت کے ذریعے محفوظ ہے سورہ بقرہ دوسری سورہ میں اس کتاب کی دو تعریف کی ہیں:

۱۔اس میں شک کی گنجایش نہیں ہے شک کے لئے جگہ نہیں شک کا فرض نہیں بنتا ہے جس طرح اس سے پہلے نازل کتابوں کو لاحق ہوا ہے اس کتاب کو لاحق نہیں پہلے کتب ان کے لانے والے نبی کے بعد انسانوں کی لکھی ہوئی کتاب ہے اور نیز ان کتابوں کی محافظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا ہے۔علماء کے ذمہ لگائی ہے۔

۲۔اسکی دوسری خاصیت یہ ہے کہ کتاب ہدایت ہے متّقین کے لئے متقین وہ انسان ہیں جو محتمل خطرات سے پیشگی احتیاط کرتے ہیں حیوان جیسا نہیں جو محسوسات تک محدود ہے فرقوں جیسا نہیں کہ تمہاری مذہب بے بنیاد مذہب ہے پروانہیں کرتے ہیں ماورا محسوسات بھی نظر رکھتا ہے۔

قرآن کریم کا تعارف کسی بشر سے کرنے سے پہلے خود اللہ نے مثل شہاب ثاقب آیات محکمات سے ہر قسم کی شکوک وشبہات کو رد کیا ہے یہ نبی کریم پر نہیں چھوڑا ہے کہ آپ بیان کریں یہ کتاب کتنی عظیم ہے کتاب کی عظمت وجا معیت ورسائی وادراک کی نوعیت کو خود اللہ نے گزشتہ آیات میں بیان کیا ہے ان واضح وروشن ودرخشان وتابناک بیانات کے باوجود قرآن سے آنکھ چرانے توجہ ہٹانے کے لئے قرآن کو ایک نا قابل فہم وادراک کتاب قرار دیا ہے اس کے لئے دوطریقے اپنایا ہے عوام گرائشی طریقہ کو اپنایا ہے ہم ادنیٰ شعر نہیں سمجھتے ہیں اپنے علماء کے کلام کو نہیں سمجھتے ہیں چہ جائیکہ کلام خالق متعال کے کلام کو کیا سمجھیں گے۔ کہتے ہیں ہم علامہ اقبال کی کلام نہیں سمجھتے ہیں ہم بوشاہ عباس کی کلام کو نہیں سمجھتے ہیں۔

۲۔آیات متشابات سے استناد کرتے ہیں۔اس آیت کا کیا معنی ہے اس آیت کا کیا مطلب ہے ترجمین نے متکلمین مختلف معانی بیان کیئے ہیں۔

۳۔طریقہ علمی بنایا علماء فرماتے ہیں قرآن ظنی الدلالہ ہے۔

حیلے بہانے تششات ابلیسطیش مانند سے تمسک بخشش یہ سب قرآن کریم منزل ہے قرآن رب کریم پر افتراء تہمت ہے کہ قرآن میں انحراف کی ایک وجہ قرآن میں کلمات مشترکات ہیں یہاں اس کو مفروغ عنہ قرار دے کر اس پر آثار واحکام مرتب کیا ہے اور سب سے خطرناک اثر جو مرتب کیا ہے کلی طور پر کہا ہے قرآن کی آیات ظنی الدلالت ہیں یعنی کلمات قرآن کی معانی میں لغویّین کا اختلاف ہے کسی لفظ کے بارے میں قطعی سے یہ نہیں کہ سکتا ہے اس کا معنی یہ ہے یہ مفروغ عنہ اور اس پر مرتّب حکم دونوں خطرناک عقل قرآن سے متصادم ہے امّا قرآن میں کلمات مشترک لفظی مشترک معنوی پایا جاتا ہے یہ بات چندین لحاظ سے مردود ہے۔

قرآن زبان عربی میں ہے اس میں غیر عربی نہیں ہے لہذا عربی زبان میں جتنے بھی علوم وفنون حتیٰ عام خطابات ظنی الدلالہ ہوتا ہے وہ کوئی نہیں کہتا ہے تمام علماء بلغاء عرب کا اتفاق ہے عربی زبانوں میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ زبان ہے۔قرآن زبان قریش میں نازل ہوا ہے اور قریشیوں کو تحدی کیا ہے جب قرآن سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ہو نگے تو اسے سب سے آسان فہم زبان سمجھنا دیگران کے خطابات سے بہتر ہونگے۔عربی زبان میں ایک لفظ کا چندین معنی

ہوتے ہیں یا ایک معنی کے لئے چندین الفاظ ہوتے ہیں۔

امّا فلسفہ لغت کے حوالے سے یہ مردود ہے اس کی وضاحت یہ ہے وضع لغت افہام وتفہیم کے لئے ہے جب ایک لغت کا چندین معنی ہو تو یہ نقص وضع لغت ہے لغت افہام وتفہیم کے لئے ہے ایک لفظ کے کثیر معنی ہونا افہام وتفہیم میں رکاوٹ ہے تو یہ دونوں نہیں مانتا ہے یا وضع فلسفہ لغت افہام وتفہیم کیلئے ہے اس سے انکار کرے یا ایک لفظ کے چندین معنی ہے اس کا انکار کرے یہ دونوں ایک ساتھ نہیں چلتے یہ تناقض ہے جس کسی نے یہ بات گھڑی ہے وہ غلط ہے قانون لغت کے حوالے سے لغت عرب دیگر لغات سے مختلف نہیں ہوسکتا جب دیگر لغات میں مشترکات نہیں ہے کلمہ مشترک نہیں ہے تو عربی میں کیوں آئے۔

خود اہل لغت خود بھی اس کو رد کرتے ہیں چنانچہ دربار صاحب بن عباد میں ایک شخص لغوی انتہائی غرور وتکبر میں کہا کہ میں شیر کے پچاس نام جانتا ہوں تو ابن عنباری نے کہا میں تو صرف ایک نام جانتا ہوں شیر کا ایک نام ہے کسی چیز کے دو نام نہیں ہوسکتے جس طرح انسانوں کی دو نام نہیں ہوسکتے عدالتوں میں وثیقہ جات میں ہمیشہ ایک نام لکھتے ہیں امّا قرآن کریم میں آیا ہے۔:

۱۔قرآن ایک واضح روشن تابناک ہے کتاب مبین ہے لسان مبین ہے حتی عربی زبان کو عربی اس لئے کہتے ہیں معانی بیان کرنے میں آسان ہے۔

۲۔قرآن میں آیا ہے اگر یہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں اختلاف پایا جاتا چونکہ یہ اللہ کا کلام ہے اس لئے اس میں اختلاف نہیں پایا جاتا ہے۔

۳۔قرآن فہم وادراک میں واضح وآسان ہونے کی ایک وجہ یہ عربی زبان کی خصوصیات ہیں اس میں ماضی الص کو ادلہ کرنے میں آسانی ہے

۳۔قرآن کا ایک تفسیر جسے تفسیر روائی یا اثری کہتے ہیں اس کو تفسیر بحدیث یا روائی اثری کہنے کی جائے جبکہ قرآن فہمی کے دل کا تالہ کہہ سکتے ہیں۔جس کی وجہ سے آج تک مسلمان قرآن سے بہت دور فاصلے پر پہنچا ہے اب قرآن اس کے لئے معنی ہی نہیں بنتا ہے بلکہ سایہ چہار حدیث کے پناہندہ کہہ سکتے ہیں چنانچہ اس عالم حدیث نے کہا حدیث قرآن کے محتاج نہیں بلکہ قرآن حدیث کے محتاج ہے۔

احادیث سے ہونے والی تفاسیر اسّی فیصد قرآن کے لغت اور سیاق وسباق سے سیاق وسباق سے دور کا جیسا کہ جن آیات کو مفسرین شیعہ نے اہل البیت ائمہ کی شان میں کتاب پے کتاب کی انبار لگائی اس کو متواتر بنا کر تحقیق سے روکنے کے

لئے اس کوتواتر معنوی بنایا ہے جوقرآن کو پیچھے کرنے کے لئے بنائی ہے اس کے لئے پہلے روایت گھڑی ہے پھراس کو مختلف لوگوں سے لکھوار کرتواتر بنائی ہے تفاسیر میں صرف قول فرمان رسول حجت ہے جہاں رسول نے آیت کا ذکر کر کے اس کا کوئی معنی بیان کی ہو پیغمبر کے فرمان کے بعد ہمیں معنی وضح ہو جائے اگر حدیث آیت سے اجنبی ہوتو اس فرمان کو قبول کرنے سے منع کیا ہے تو یہ تفسیر قرآن نہیں ہوگا یہ قرآن سے ہٹ کے ایک مطلب بن جائیگا۔

۴۔ایک موضوع سے متعلق آیات کو جمع کرنے کے بعد جوان تمام آیات سے ایک مزاج ایک معنی ایک جامع مفہوم نکلتا ہے اس کو تفسیر موضوعی کہیں گے۔

ایمان ماوراءمحسوسات تنہا موحدین تک محدود نہیں ہے بلکہ مادین ملحدین کیلئے بھی ماوراءمحسوسات پر ایمان لانا ناگزیر ہو جاتا ہے لیکن ان کا جب ایک جگہ رک جاتا ہے تحقیق نہیں کرتا ہے مثلا کہتا ہے کائنات پہلے گیس یا مائع تھا اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کیا ہے۔کیا حس میں نہیں آتا ے حدیں لگایا ہے سوال اٹھتا ہے اس حس کو کس نے پیدا کیا ہے کس نے اس میں دھماکہ کیا ہے منفجر کیا ہے۔

ایمان بہ ماوراءمادہ ہرقسم کے خوف خطرات سے اپنے آپ کو محفوظ کرتا ہے دوسری سورہ کہف کی آیت ۔۲ ہے اس میں آیا ہے یہ کتاب جو آپ پہ نازل کی ہے اس میں آپ کے دل میں سینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔

اس کوابلاغ کرنے میں آپ کوکوئی حرج نہیں ہوگا نیز مؤمنین کے لئے تذکرے ہونگے کتاب اوپر سے مرتبہ علو سے آپ پہ نازل ہوا ہے رب نے آپ پر نازل کی ہے تو آپ کواس کی تبلیغ میں تشوش ہونے کی بات ہے جب یقین ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے تو لوگ آپ سے کہیں کہ یہ سحر ہے جادو ہے شعر ہے حواس باختہ ہوگیا ہے کہانی ہے اس سے آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے آپ بغیر کسی پریشانی کے اس کا ابلاغ کرے یہ آیت پیغمبر کے بعد اشاعہ ترویج دین والوں کے لئے بھی ہے جب آپ کی گفتگو جب آپ کی دعوت کا محور مصدر مأ خذ منبع قرآن ہے تو لوگ جو بھی کہے جو بھی تہمت الزام تراشی کرے یہ جھوٹ بولتا ہے کسی کی بات کہنے کی کرتا ہے علماء بھی تبلیغ دین میں تردد تذبذب تشکیک اتراو چڑاو یہ سب اس لئے آئی ہے ان کی مصدر مأ خذ کتب فقہ جو فقہاء کی ساخت ہے یا اخبار واحادیث سازوں کی مجموعہ ہے یہاں سے جوں ہی باہر سے تردید ہوتی ہے ان کو پریشانی ہوتی ہے جس کسی کا مصدر مأ خذ منقول قرآن ہو اس کو کوئی لوگوں کی چہ می گوئیاں سے پریشانی نہیں ہوتے نہیں ہونا چاہئے۔

ا۔یہ قرآن کتاب قرآئت ہے بمعہ تدبّر کے قرآن وہ کتاب نہیں جس میں نقص وعیب ہو اس قرآن کی تعریف میں سورہ بقرہ کی پہلی آیت آئی ہے ذالک الکتاب لاریب فیہ۔۔اس میں جائے شک وتردید نہیں لہٰذا یہ ایک کھلی کتاب

ہے جس میں تدبر کی دعوت دی ہے سورہ نساء آیت ۔۸۲ سورہ محمد آیت ۔۲۴

۲۔ یہ قرآن صراط مستقیم کی طرف جادہ حق کی طرف ہادی ہے سورہ بقرہ آیت ۔اسورہ اسراء آیت ۔۹

۳۔ یہ قرآن سرے سے لفظ کے ساتھ اللہ سے مستقیم لی ہے سورہ نمل آیت ۔۶

۴۔قرآن ہر ایک کے لئے میسر ہے سورہ قمر آیت ۔۱۷۔۲۲۔۲۳۔۴۰

۵۔قرآن تغییر تنسیخ ناپزیر ہے سورہ حجر آیت قرآن عربی ہے۔

خطابات قرآن:

خطابات قرآن دنیا کے نامور خطباء کے خطابات سے مختلف ہیں دنیا میں اگر کوئی علم و دانش میں متبحر نابغہ اعلیٰ وارفع دانشگاہوں کے خطیب وسخنور ہو تو وہ سادہ عوامانہ خطاب نہیں کر سکیں گے وہ عوام الناس سے خطاب اپنے لئے اہانت اور جسارت محسوس کرتے ہیں اگر عامۃ الناس سے خطاب کرنے والے عالمانہ خطاب کریں تو عوام کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

قرآن کا مخاطب عالم دانشمند جاہل ان پڑھ مومن کافر انسان وجن ہے۔

کفروایمان:

قرآنی موضوعات میں سے ایک موضوع کفر وایمان ہیں قرآنی اصطلاح کے تحت اقلیم یا براعظم دنیا ہی ہے براعظم ایمانی اور اقلیم کفرستان ہے گویا یہ موضوع تمام موضوعات پر حاوی موضوع ہے۔

کفر قرآن کریم میں سب سے زیادہ تکرار ہونے والی کلمات میں سے ایک کلمہ ہے یہ مادہ عربی زبان کی تمام صیغون میں آیا ہے مفرد جمع تثنیہ مضارع مصدر اس کی مصداق اعلیٰ انکار وجود باری تعالیٰ سب سے ادنیٰ مصداق ترک واجبات شرعی نماز حج زکوۃ روزہ ہے ارتکاب محرمات الٰہی ہے اس کے باوجود علماء مفتیان بغیر کسی جھجک کے فتویٰ دیتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کو کافر نہیں کہہ سکتا ہے ان کی اس منطق کی کوئی سند نہیں ہے؟

قرآن بذات خود جس کا ایک نام فرقان ہے کفر وایمان میں تمیز کرتا ہے قرآن کریم میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والے کلمات میں سے ایک کلمہ کفر ہے یہ کلمہ کُفَّارُ (۱۹) دفعہ۔ کُفَّاراً (۱) دفعہ کَفَّارٍ (۴) دفعہ کَفَّاراً (۱) دفعہ کَفَّارَۃٌ (۳) دفعہ کَفَّارَتُہٗ (۱) دفعہ کُفَّارُکُم (۱) دفعہ کَفَرَ (۱۹) دفعہ کُفِرَ (۱) دفعہ الکُفرِ (۱۷) دفعہ کَفَّرَ (۱) دفعہ کَفِّرْ (۱) دفعہ کُفراً (۸) دفعہ کُفرَانَ (۱) دفعہ کَفَرتُ (۱) دفعہ کَفَرتَ (۱) دفعہ کَفَرتُ (۲) دفعہ الکَفَرۃُ (۱) دفعہ کَفَرتُمْ (۸) دفعہ بکُفرِکَ (۱) دفعہ کَفَرنا (۱) دفعہ کَفَّرنا (۳) دفعہ کُفُرہٗ (۳) دفعہ کُفرِھِم (۸) دفعہ کَفَرُوا (۱۹۴) دفعہ کل یہ کلمہ ۳۰۱

دفعہ استعمال ہوا ہے۔

صاحب تحقیق فی کلمات القرآن نے اپنی کتاب جلد ۱۰ اص ۹۷ پر لکھتے ہیں اس کی اصلی معنی ایک ہے وہ ستر وتغطیہ ہے جس چیز کو چھپاتے ہیں اس کو کفر کہتے ہیں قد کفر درعہ جس نے اپنے زرہ کو چھپایا سمندر کو بھی کافر کہتے ہیں کافر سورج ڈوبنے کے جگہ کو کہتے ہیں کفر: ضد ایمان ہے اس شخص کو کافر اسلئے کہتے ہیں کہ وہ ایمان کو چھپاتے ہیں حق کو چھپانے کی چندین مصادیق بنتے ہیں مصداق جلی کفر انکار وجود باری تعالیٰ انکار روز آخرت انکار نبوت ورسالت کفر شریعت اسلام ہے کفران نعمت کرنے والا کسی چیز سے انکار کرنے والا کافر غیر آباد جگہ کو بھی کفر کہتے ہیں نا قابل آباد جگہ کو کہتے ہیں لیث نے کہا کفر: نقیض ایمان ہے اسکی چار قسمیں ہیں۔

ا۔ایک انکار کو کہتے ہیں اس کو کفر جحو د کہتے ہیں یہ کفر عنید ہے عناد دشمنی دل سے دشمنی زبان سے اقرار کرتے ہیں ماننے سے انکار ہے ۔۲۔کفر نفاق ہے دل سے انکار کرے زبان سے اقرار کرے لیث نے کہا ہے کہ کافر کو کافر اس لئے کہتے ہیں جس کے پورا دل گہرا ہے صاحب تحقیق لکھتے ہیں اصل اس مادہ میں رد کرنے اور اعتناء نہ کرنے کے لئے ہوتا ہے جس کے آثار میں سے تبری ہے محو ہے تغطیہ ہے اس کے آچار میں سے نعمتوں کا اعتناء نہ کرنا جہاں فراموش باتوں سے منہ موڑ لینا اس کے مراتب ودرجات ہیں سب سے بڑا کفر اللہ کا انکار ہے سورہ بقرہ آیت ۔۶ سورہ ۔۸ آیت ۵۵ سورہ ۲ آیت ۔۸۹ ۔۶۱ سورہ ۳ آیت ۵۴ سورہ ۔۱۸ آیت ۔۱۱۵ سورہ ۴۰ آیت ۔۴۲ ۔۱۲ ۔۱۴ سورہ ۲ آیت ۔۳۵ ۔۱۵۱ قرآن کریم کی ان آیات میں تمام مصادیق کفر کو بیان کفر از روء نعت کفر از روئے معاشرت کفر اعتقاد کفر عملی یہاں یہ بیان کرنا مقصود ہے کسی شخص کو کافر کہنے کی کیا کسوٹی ہے۔

لیکن انسانوں سے خطاب میں اللہ نے دو طبقہ بندی کی ہے الوہیت وربوبیت کے منکرین سے کیا ہے سے خطاب میں دعوت بہ اسلام دلائل وبراہین صحیح وقاطعہ سب سے کیا ہے اللہ سبحانہ جن لوگوں نے آپ کی الوہیت وربوبیت کو تسلیم نہیں کیا ہے ان سے جبراً تسلیم نہیں کروایا جائے گا دوسرا وہ گروہ ہے اللہ کی الوہیت کی اور ربوبیت کو تسلیم کرنے والوں سے ہو جنہیں یا ایھا الذین آمنوا سے خطاب کیا ہے پہلے والوں سے خطاب میں اللہ اپنی الوہیت وربوبیت کا دلیل پیش کیا ہے ان منکرین سے انکار کا دلیل طلب کیا ہے۔

سورہ نساء ۱۷۴ یا ایھا الناس قد جائکم برہان من ربکم شعراوی ص ۲۸۸ میں تمہاری طرف اللہ کی طرف سے برہان آئی ہے اور نور مبین آئی ہے سورہ نساء آیت ۱۷۰ اے ایھا الناس قد جائکم الرسول بالحق اس پر آیمان لائیں تمہارے لئے بہتر ہوگا

اگر انکار کریں گے اللہ کے مافی السموات والارض سورہ نساء اج ۴ص ۱۹۹۳ ایھا الناس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں نفس واحدہ سے خلق کیا ہے اللہ تمہارے اوپر رقیب ہے۔ سورہ اعراف ۱۵۸ یا ایھا الناس میں اللہ کی طرف سے تمہارے رسول ہے اللہ کے لئے آسمان وزمین ہے وہی محی ومحیت ہے۔

خطابات یا ایھا الناس حج ۷۳ یا الناس حزب میں ایک مثل ہے سنو لو جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کو پکارتے ہیں جن کو وہ پکارتے ہیں اتنی عاجز وناتوان ہے وہ مکھی بھی خلق نہیں کرسکتے ہیں اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لیں وہ بھی واپس نہیں کرسکتے ہیں صاحب تفسیر شعراوی نے ۹۹۳۰ پر لکھتے ہیں وہ افراد جو کسی چیز کو پیدا کرنے سے عاجز ہے اس مثال کے علاوہ اللہ نے ان کی اور چند جگہ مثال دی ہے بقرہ ۱۷ اعراف ۱۷۶ عنکبوت ۱۴۶ اس آیت میں اللہ نے تین حقائق سے آگاہ کیا ہے۔

۱۔ جو لوگ اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کی پرستش کرتے ہیں وہ مکھی بھی خلق نہیں کرسکتے ہیں۔

۲۔ اگر اپنے ساتھ اوروں کو بھی ملائیں گے نہی کرسکتے ہیں۔

۳۔ اگر مکھی ان سے کچھ چیز چھین لیں ان کی شہد کھا جائیں گے۔

۴۔ طالب مطلوب دونوں ضعف ہیا سی طرح داعی مدعو ایک جیسا ہے۔

سورہ فاطر آیت ۵ میں فرماتے ہیں اے انسان تم سب فقیر ہو اللہ کے محتاج مند ہو اللہ تم سے بے نیاز ہے اگر تم سب کو اٹھا کر اور نئی مخلوق لائیں تو اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ سورہ لقمان ج ۱۹ص ۵۸ ۷ یا ایھا الاس اپنے رب سے اور عذاب آخرت سے جس دن کوئی بھی تمہارا کام نہیں آئیں گے نہ باپ نہ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا یہ اللہ کی وعدہ ہے ہو کے رہے گا نہ دنیا سے مفرور ہو جائیں۔

خطاب یا ایھا الناس یونس ۱۰۸ تفسیر شعراوی ص ۶۲۵۴ پر لکھتے ہیں میں فلاسفہ دو طبقہ ہے فلاسفہ طبیعات ہے جو مادہ کی حقیقت کیا بحث کرتے ہیں انہیں فلاسفہ مادی کہتے ہیں فلاسفہ مادین کا کہنا ہے ہمیں مادے اللہ کو نہیں پایا یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مادے میں کیسے ہیں وہ ماوراء مادہ بحث کرتے ہیں کیونکہ عقل انسان کہتی ہے ہر اثر کی ایک موثر ہوتا ہے اس مادہ کی بھی موثر وموحد ہونا چاہے چنانچہ آسمان وزمین ستاروں میں تحقیق کرنے والوں نے تحقیق کیا ہے یہ کائنات اس سے پہلے ایک مادہ ضائع تھا انہوں نیا س مائع کو دیکھا نہیں حد میں کھا جس طرح ایک کمرے میں بیٹھے جماعت نے اچانک دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز سننے کے بعد سب اتفاق سے کہیں گے باہر کوئی آیا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ نے اس خطاب میں ہم نے تمہیں صاحب عقل بنانے کے اس عقلی تقاضے کے مطابق انبیاء

بھیجے ہیں انبیاء کی دعوت اپنی جگہ دعوت تذکرہے یادھانی ہے اب عقل کے بعد نبی آنے کے بعد کوئی ہدایت پائیں گے یا گمراہی اختیار کریں گے دونوں اپنے ذمہ دار ہونگے ہم نے تمہیں ابلاغ کیا چنانچہ قرآن میں آیا انما علیا البلاغ۔

اسی طرح سورہ حج کی پہلی آیت میں آیا ہے اپنے رب سے ڈرو کس چیز سے ڈرو اللہ کی اطاعت شریعت کو نہ ماننے کی صورت میں قیامت عذاب عظیم بھکتنا پڑے گا خطاب یاایھا الناس میں اللہ کی عبودیت و بندگی کی طرف دعوت دیتے ہوئے خطاب ایھا الناس میں تین نکات ہوتے ہیں:

۱۔اللہ کی الوہیت کو تسلیم کرو۔

۲۔تسلیم کرنے کی وجہ دلیل یہ ہے کہ تم اس کے بندہ ہو اس کی دی ہوئی نعمتیں کھاتے ہو۔

۳۔اگر تسلیم نہیں کیا اس کا نقصان دنیا و آخرت میں تمہیں ہوگا اللہ کو نہیں ہوگا۔

۴۔سورہ حج میں آیا ہے کہ اگر تمہیں قیامت ہونے میں کوئی شک ہے تو سن لو قیامت ہو کے رہے گی چنانچہ ہم مٹی سے خلقت کے بعد سے آخر تک۔

قرآن کریم کی ایک سلسلہ خطاب متوجہ بالناس ہے یہ وہ آیات ہیں جو اللہ نے بغیر کسی امتیاز صنف و گروہ بندی کے من حیث انسان خطاب کیا ہے جہاں عام و خاص نامی کوئی تمیز نہیں ہے خطابت مخاطب عوام سے کرنا اور خواص دے کر کرنے کی مختلف فلسفہ ہے وجوہات ہیں۔

۱۔عامۃ الناس سے وہ خطاب کرتا ہے جس کے پاس لوگوں میں طبقہ بندی کا کوئی نظر نہیں ایک گروہ دوسرے سے محترم و مقرب ہو۔

۲۔عامۃ الناس سے وہی خطاب کرتا ہے جو مضمون خطاب کو عامۃ الناس کے فھم و ادراک میں لانے کی قدرت صلاحیت رکھتا ہو

۔۳۔عامۃ الناس سے وہی خطاب کرتا ہے جس کے پاس ساز بازی کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔

عامۃ الناس سے وہ خطاب کرتا ہے جہاں لوگ اس کا حکم ماننے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔

۵۔عامۃ الناس سے وہ خطاب کرتا ہے جو سب کو یک زبان ماننے نہ ماننے کی صورت میں سب کی مخالفت مول سکتا ہو وہ ایک جامع خطاب کرتا ہے جو نہ مانتے کا نتیجہ بھگتنے کے لئے تحدید کر سکتا ہے مطلع کر سکتا ہے۔

الف۔میرے پاس سیاہ و سفید اونچا نیچا عالم جاھل غنی فقیر سب برابر ہے تمام انسانوں کی یکسانیت مساوی ہے جیسا کہ سورہ حجرات آیت۔۱۳

ب۔عبودیت وبندگی کی دعوت ہے نہ ماننے کی صورت میں دردناک عذاب ہوگی سورہ بقرہ آیت۔۲۱

ج۔میری رسالت عامۃ الناس کے لئے ہے سورہ الاعراف آیت۔۱۵۸

د۔مرنا ہے اایمان بموت ایمان بمعاد سورہ حج آیت۔۵۔اسب کوضعیف اور کمزور نیازمند بتانے کے لئےتم میں سے کوئی میرامقابلہ نہیں کرسکتے سورہ فاطر آیت ۱۵

قرآن کریم میں اللہ نے دونوع سے خطاب اپنایاہے خطاب یاایہا الناس فرما کرخطاب کیاہے اس میں ہروہ انسان جو لیاقت وصلاحیت خطاب سنارکھتے ہیں سماعت کےساتھ بھی رکھتے ہیں اس خطاب میں کافرمعاندلجوج سامع مطیع شریف شریرسب سے خطاب کیاہے جوبھی کوئی روئے زمین میں ہوگا اس میں شامل نہیں ہوں اپنے جگہ پرسمجھتاہے کہ میں انسان ہوں میں سمجھتاہوں میں جانتاہوں اس انسان سے خطاب ہے اس انسان کودعوت ہے ادھرادھر دیکھیں گردو پیش کودیکھیں کیانظرآتاہے پھر سوال ہےتم اور یہ تمھارے گردوپیش چیزیں کس نے خلق کیاان کی حقیقت کیاہے؟ان کو کس نے پیدا کیاہے قرآن کریم کی کثیرآیات انسانوں سے اس قسم کی سوالات کیاہیں جیساکہ ان آیات میں دیکھیں سورہ غاشیہ **أ فلا ینظرون الی الابل کیف خلقت والی السماء کیف رفعت و الی الجبال کیف نصبت والی الارض کیف سطحت .**

اس قسم کی آیات ہیں دوسراخودانسان کے بارے میں ہے سورہ دھرآیت۔۱ **هل اتیٰ علی الانسان حین من الدھرلم یکن شیئامذکور ۱** آیا۔

تم ایک دورایک زمانہ یہاں پہ نہیں تھے کیاتم کو یادنہیں آتاکہ تم اس سے پہلے کچھ بھی نہیں تھے کثیرآیات میں آیاہے اے انسان تم مٹی سے خلق ہواہے نطفے سے خلق ہواہے گندہ پانی سے خلق ہواہے دیکھنے کی دعوت دی ہے تمہارے یہ قدو قامت کا پہلاذرہ کیاہے پہلاذرہ کس چیز سے بنی ہے وہ کتنی گراں قدرچیز ہے پھراس میں روح کہاں سے آئی ہے ایک دوسرے کےساتھ شکل وشمائل میں فرق کہاں سے آئی ہے اس پہ کبھی سوچاہے نہیں سوچاہے توسوچیں۔

علوم مدارس وحوزات کے طلاب واساتید گران قدرنمک خوران بیت المال مسلمین موسگان لغات عربی باریک بینان و ظرافت گاران کلمات وجملات کے محاضر اعلیٰ میں خاضعانہ جسورانہ محض ادب ازسوی بےادب پیش خدمت ہے۔

کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۷۹

حدیث۔الاانی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ لایوشک ورجل شعبان علی اریکتہ۔کتاب سنن ابی داود جلد۴ص ۲۰۰ شمارہ ۴۶۰۴ راویان

۱۔عبدالوھاب بن نجدہ کتاب تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۴۰۱ متوفی ۲۳۲ھ کو ثقہ قرار دیا ہے

۲ ابو عمرو بن کثیر بن دینار کتاب تہذیب التہذیب میں ان کا ذکر نہیں آیا ہے

۳۔حریز بن عثمان کتاب تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۰۷ بعض نے حریز کو ثقہ قرار دیا ہے حافظ حدیث قرار دیا ہے لیکن ابن عمار نے کہا ہے کہ وہ علی کے سرسخت مخالف تھے حریز کہتے تھے کہ ہم علی سے محبت نہیں کرتے علی نے ہمارے آبا واجداد کو قتل کیا ہے لوگوں سے کہتے تھے تمھارا امام ہمارا امام عمران بن غیث نے کہا میں نے حریز بن عثمان سے سنا کہ میں علی سے محبت نہیں کرتا ہوں حریز جب مکہ آیا تو کھل کے علی کو سب کرتا تھا

۴۔عبدالرحمن بن ابی عوف کتاب تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۲۲ عجلی نے شامی تابعی ثقہ کہا ہے ابن قحطان نے ان کو مجھول الحال کہا ہے۔

۵۔مقدام بن معدیکرب کتاب تہذیب التہذیب میں مقداد ذکر ہے جلد ۱۰ ص ۲۵۵ انھوں نے پیغمبر سے نقل کیا ہے وہ ۸۷ھ کو وفات پائیھیں صحابی رسول ہیں عن رسول اللہ یہ روایت اپنی جگہ متن میں مخدوش در مخدوش ہونے کے علاوہ ایک ایک راوی ابی عمرو بن کثیر کا نام ہی تھذیب التھذیب میں نہیں آیا ہے دوسرا یہ عبدالرحمن بن ابی عوف کا نام مجھول الحال پایا ہے تیسرے حریز کا نام سب شاتم علی قرار پائے ہیں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت کسی اعتقادی فقہی مسائل کا حل ہونا تو دور ہے بلکہ یہ قرآن کے ساتھ اھانت وجسارت ہے نبی کے ساتھ افتراء ہے۔

خطابات قرآن تفسیر باطنی ۱۹ رمضان ۱۴۳۸ھ

مصادیق امر در قرآن

قرآن کریم میں صیغہ امر کے کتنے مصادیق ملتے ہیں؟

۱۔خود لفظ امر استعمال ہوتا ہے جیسے امرتُ یہ سب سے بلیغ مؤکد طلب ہے

صیغہ،،امر،،استعمال ہوا ہے

۲ فاتوا بسورۃ من مثلہ سورہ بقرہ آیت ۔۲۳ اس امر کو امر تعجیز وتحدی کہتا ہے یعنی فریق کو چیلنج کرتا ہے کہ تم یہ نہیں کر سکو گے

۳۔فرض حتم سے ہے یہ فعل ہر صورت بجالانا ہے چوں وچرا بروبرگشت نہیں جیسے سورہ بقرہ آیت ۴۳ سورہ حج آیت ۔۷۸ سورہ توبہ آیت ۴۱ سورہ مائدہ آیت ۶۷

۴۔غیر حتمی ہے یعنی جن عورتوں سے تمھیں شک ہے کہ وہ باغیہ ہے نافرمان ہے کہ ان کو وعظ کرو سورہ النساء آیت ۳۴

۵۔نماز ختم کرے تو منتشر ہو جاؤ سورہ جمعہ آیت ۔۱۰

۶۔اگر محل ہو جائے تو شکار کرو تو شکار کرنا واجب نہیں ہے سورہ بقرہ آیت ۔۱۹۸ کلوا واشربوا حتی یتبیّن یعنی کھاؤ پیو یعنی سحری کھاؤ یہ واجب نہیں ہے سورہ بقرہ آیت ۔۱۷۸

۷۔تحدید ڈراؤ دھمکاؤ اعلموا سورہ فصلت آیت ۴۰ یعنی جو کچھ چاہے کرو سورہ اعراف آیت ۷۶ سورہ توبہ آیت ۱۰۵ سورہ زمر آیت ۔۸ سورہ کھف آیت ۲۹

۸۔زجر ہے کل کونوا احجارۃ او حدیدا یعنی پتھر ہو جاؤ یا لوہا یعنی سرکشی میں جو کرنا ہے کرو

۹۔امر بمعنی سوال اھدنا الصراط المستقیم رب اغفرلی سورہ اعراف آیت ۱۶ ربنا آتنا سورہ بقرہ آیت ۱۰۲

۱۰۔امر بے فائدہ ،کرے یا نہ کرے

نہی

نہی طلب ترک فعل کو کہتے ہیں یہ بھی ایک دفعہ لفظ ،، نہی ،، آتا ہے نھیتک عن فلان کبھی صیغہ ہوتا ہے

۱۔سورہ بقرہ آیت ۱۸۸ ولا تئکلوا اموالکم بینکم بالباطل .صیغہ ہوتا ہے سورہ اسراء آیت ۔۳۲ ولا تقربوا الزنی

۲ نہی مطلق ہے

۳ نہی اکید ہے

۴۔نہی تسلی ہے ولا تحزن علیھم ولا تکُ فی ضیق سورہ نحل آیت ۱۲۷ لا تخف ولا تحزن سورہ عنکبوت آیت ۳۳ سورہ قصص آیت ۷

۵۔نہی دلداری ہے ان کے لئے اپنے نفس کو ھلاکت میں مت ڈالو سورہ فاطر آیت ۔۸ سورہ ھود ۔۱۲ سورہ کھف آیت ۲۸۔

۶ نہی بلفظ حرمت حرمت علیکم امّھاتکم سورہ بقرہ آیت ۔۱۴۵ سورہ مائدہ ۔۹ سورہ حج ۳۰ سورہ فرقان ۱۴

نظام وضعی:

انسان کے اعمال تصرفات دو محوروں میں انحصار ہیں۔

۱۔ذاتی تصرفات جسے شخص فردی خصوصی کہا جاتا ہے جو دیگران سے دور نزدیک سے متصادم نہیں ہے

۲۔دوسرا تصرف دیگران سے مربوط ہے جیسے افراد خانہ صلہ ارحام پڑوسی ہم وطنی ہم ملک غیر ملکیوں سے

۳۔انسان کی یہ دونوں سرگرمیاں دیگران کے لئے اسباب خیر سعادت ہوتی ہیں کبھی دیگران کے لئے ضرر رساں مصیبت مشقت کا سبب بنتا ہے لہٰذا دیگران کو ضرر زیاں مصائب و بلایاں شقاوتوں سے بچانے کے لیے انسان سے صادر اعمال کے لئے قانون نظم وضوابط کا ہونا ضرری اور ناگزیر ہے اس مسلمہ حقیقت کو سامنے رکھنے کے بعد اگر ہم انسانوں کو بنائے گئے ضوابط قوانین ونظام کا جائزہ لینگے تو ان میں بہت سے قوانین دوسروں کیلئے زیاں نقصان ضرر کا سبب بنے ہیں بلکہ انسانوں کی ایک بڑی جماعت کے لئے وبال جان بنے شقاوت و بدبختی کا سبب بنے ہیں بطور مثال مغرب نے جو بھی قوانین بنائے ہیں انسان کی فردی آزادی کو محور بنا کے قانون بنائے ہیں اس سے دنیا میں بہت سے انسانوں کے مصالح خطرے میں پڑے ہیں ان کی آزادی چھینی گئی ہے مغرب والوں کی آزادی کی خاطر مشرق والوں سے آزادی کو چھینا گیا ہے۔

اسی طرح نظام کمیونیزم میں محور اجتماع کو بنایا ہے یہاں سے انسانوں کی فردی آزادی کا خاتمہ ہوا ہے تمام خیرات متصورہ قانون اجتماعی کے حامیوں کے بینک میں جمع ہوا ہے جب انسان ایک خطے کی صلاح کی خاطر قانون نہیں بنا سکتے تو پوری انسانیت کے لئے قابل قبول قوانین نہیں بنا سکتے لہٰذا یہ کہنا پڑے گا یا تسلیم کرنا پڑے گا تمام انسانوں کے لئے قانون صرف وہی بنا سکتے ہیں جو انسانوں کے سر وا خفا نقائص معائب طاقت وقدرت سے آشنا ذات صرف اللہ ہی قانون بنا سکتا ہے۔

مذھب ابوحنیفہ:

کتاب مدخل شریعہ ص ۱۶۷ پر لکھتے ہیں ابوحنیفہ فتوی دیتے وقت کتاب وسنت اقوال صحابہ پر عمل کرتے تھے چنانچہ آپ نے فرمایا آ کذوا بکتاب اللہ اذا وجدت فیھفی الحکم والافسنۃ رسول ولافی سنۃ رسول اللہ اخذت باصحاب آخذ والبقول من شئت منھم ولا اخرج من قولھم غیرھم فاذن انھائی الی ابرھیم وشعراء بن سیرین وعطی وسعید بن مسیّب فانی اجتھد کما اجتھد وی مدخ شریعت ص ۱۷۰ پر لکھتے ہیں ہم نے پہلے بتایا ہے امام ابی حنیفہ کی مذھب کو آپ کے ساتھیوں نے مل کے بنایا ہے جس کو ابوحنیفہ اور آپ کے ساتھیوں نے ملکے بنایا ہے وہ ہم تک نہیں پہنچے ہیں جو کچھ ہم تک فقہ ابوحنیفہ پہنچا ہے اور جس کو لکھا ہے وہ محمد بن حسن شیبانی ہے ساری کتاب محمد بن حسن شیبانی نے تنظیم کی ہے تالیف کی ہے چاہے انھوں نے

خود سے سنے ہوں یا ابو یوسف سے سنے ہوں اس سلسلے میں جو کتاب محمد بن حسن نے لکھا ہے وہ تنہا قول ابو حنیفہ نہیں تھے بلکہ اس میں ان کے ساتھی بھی شامل تھے ان کے اقوال بھی تھے۔

تاریخ فقہ وفقہاء: مذاہب فقہی:

صرف قرآن وسنت مصدر وماٴ خذ پر ایمان رکھنے والوں کے لئے نا قابل فہم وادراک گلے میں پھنسنے والی ہڈی بنی ہے نبی کریم کے رخصت کے سو سال کے بعد شریعت کی جگہ فقہ وفقہاء نے کیسے جگہ بنائی کیسے انھوں نے دو مصادر کے مقابل متوازی میں اپنا اصول بنانے میں کامیاب ہو گئے ابتدائی مراحل میں حسن ظن سے گزرے لیکن گذشتہ زمان کے ساتھ یہ فقھاء اپنی جگہ ایک دوسرے کے گریبان پکڑنے لگے ایک دوسرے کو اسلام سے خارج کرنے لگے ایک دوسرے کے خون کو مباح سمجھنے لگے۔

یہاں تک ہر جگہ ان کے درمیان فتنہ وفساد اس حد تک بڑھ گئے کہ نو مسلمان بادشاہان تاری الخانی ایرانی اعلان کرنے لگے کہ ہم اسلام کو ایک اچھا دین سمجھ کر انتخاب کئے ہوئے تھے اب معلوم ہوا کہ اس دین سے ہماری دین شرک ہی بہتر ہے چنانچہ اس وقت کے حنبلی شافعی حنفی کے درمیان فتنہ وفساد جو بنے تھے اس بارے میں رسالت توحید صادرہ از سازمان تبلیغات اسلامی میں جزر ورطائفہ کے عنوان سے آیت اللہ مؤمن نے بیان کیا ہے اسی طرح دار العلوم برصغیر میں دور بریطانیہ میں اہل حدیث اور حنفیوں کے درمیان لکھنوٴ میں شیعہ تبراء گروں اور اہل سنت کے درمیان فسادات پڑی ہیں جس سے جہاں مسلمانوں کو تشکیک ہوا وہاں غیر مسلمین نے مسلمانوں پر طز طعن کرنے لگے فقہاء کی اختلاف اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ فلسفہ یونان سے پہلے روم میں پیدا ہونے والی فسطائزم کی شکل اختیار کر گئی حقیقت نامی کچھ نہیں حقیقت وہی ہے جو مجتہدین کہتے ہیں۔

چنانچہ انھوں نے مجتہدین کو غلطی پر سزا نہیں دی ہے بلکہ انھیں انعام دی تعجب اس بات کا ہے اس طرح کی سیاہ سرخ سے بھرے صفحات تاریخ فقہ وفقہاء کو یکسرہ نظر انداز کر کے مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہم اسلام میں اختلاف نہیں کرتے نہیں کیا نہ کوئی نئ لایا ہے نئ دین نہیں لائی ہے۔

۱۔ نئ طریقہ فہم شریعت لائی ہے قرآن وسنت کے فہم کا نیا طریقہ اپنایا ہے

۲۔ قرآن وسنت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے نئے مصادر بنائے ہیں جب اجتھاد کے مدرسے تخریج فقیہ مجتہد بغیر کسی اصول وضابطے کے ہو تنہا دعویٰ کرنا کافی ہو تو ہر جگے سے فقیہ ومجتہد اٹھنے لگے لیکن جن کو حکومت کی سرپرستی ملی تعاون ملاان کے نام رہ گئے بہر حال اپنے وجود کی خاطر غیر مسلمین کی طنز وطعن سے بچنے کے لئے انھوں نے اختلاف سے انکار کیا

جس طرح کسی گھر میں میاں بیوی بچے بہو کے درمیان ہر شب جھگڑا فساد سننے کے بعد پڑوسی پوچھتے ہیں کہ آپ کے گھر میں کیوں ہر روز فتنہ فساد ہوتا ہے تو کہتے ہیں ہمارے گھر میں کوئی فساد نہیں سب خوشی ہنسی رہ رہے ہیں انھوں نے فقہاء کے اختلافات کو جائز گردانے کے لئے چند وجوہات پیش کی ہیں مثلاً

۱۔ اس میں سے ایک یہ ہے کہ ایک لفظ مشترک ہے اس کے دو معنی لغت میں آئی ہیں جیسے لفظ قروء جس کو حیض اور حیض سے طہارت دونوں میں استعمال کرتے ہیں۔

۲۔ لفظ مرکب ہونے سے اشتباہ ہوتا ہے جیسے جاء ربک میں

۳۔ تیسری سبب سبب اختلاف عربی کے ہر لفظ کا ایک معنی حقیقی ہوتا ہے اور ایک معنی مجازی ہوتا ہے بعض فقہاء اس کے معنی حقیقی کو لیتا ہے جبکہ بعض اس کے معنی مجازی کو لیتا ہے۔

۴۔ چوتھا ایک مسئلے کے بارے میں بعض کہتے ہیں ایک دلیل کافی ہے جبکہ دوسرا کہتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک اور دلیل اضافہ کرنا چاہئے یہ ایک کافی نہیں ہے۔

۵۔ لفظ کے معنی عام اور خاص میں اختلاف ہے جیسے آیہ لا اکراہ فی الدین سورہ بقرہ آیت۔ ۲۵۶ آیا یہ لا اکراہ خبر ہے یا انشاء اللہ ہے۔

۶۔ ایک حدیث کسی جگہ پہنچا ہے دوسرے علاقے یہ حدیث نہیں پہنچا ہے

۷۔ قیاس اپنی جگہ حجت ہے لیکن اس کو حجت گردانے کے لئے اسکی شرائط میں اختلاف ہے کہاں جائز ہے کہاں جائز نہیں

۸۔ قرآن وسنت میں کہاں نسخ ہے کہاں نسخ نہیں کونسی ناسخ ہے کونسی منسوخ روایت آیت کو نسخ کرسکتی ہے یا نہیں

۹۔ کبھی روایت آتی ہے اذان کے بارے میں اور تکبیر کے بارے نماز آیات میں یا آیتوں کی قرائت کے بارے میں

۱۰۔ بعض عمل اھل مدینہ کو حجت سمجھتے ہیں بعض نہیں یا بعض اجماع کو حجت سمجھتے ہیں بعض نہیں سمجھتے ہیں

۱۱۔ اصول لغت میں اختلاف ہے جیسے کہ کلمہ من ابتداء کے لئے ہے یا بعض کے لئے ابوحنیفہ کے پاس یہ ابتداء کیلئے ہے شافعی کے پاس یہ تبعیض کے لئے دکتور محمد مصطفیٰ شلبی وغیرہ اس اختلافات کی توجیہ بیں کرتے ہیں اختلاف اگر عمداً کسی خواہشات ذاتی کے تحت کیا ہے تو مذموم ہے اگر اختلاف حسن نیت پر کیا ہے قصر فہمی ہے تو اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

تقلید اور امام احمد بن حنبل

کتاب تاریخ تشریع فقہ اسلامی ص ۱۲۱۹حمد بن حنبل نے کہا ہے لاتقلدونی ولاتقلدوامالکاً ولاشافعی ولاثوری وتعلموا کما تعلمنا لاتقلدین الرجال فاھم لم یسلموامن ان یغلطوا

منصور دوانقی مؤسس ومزدھر علوم دینی

علمائے اسلام میں تجدید گر ترقی پسند علماء ودانشوراں کے اغلاط کبیرہ خط پائے ناقابل بخشش میں سے ایک علوم دینی اور علوم دنیوی کو ایک ہی درجے میں رکھنا ہے انھوں نے اس میں آیات متشابہات روایات مرسلات سے تمسک کر کے علوم دنیوی کو علوم دینی کا درجہ دیا ہے مقام دیا ہے بلکہ علوم دینی اور دنیوی کے نام سے تقسیم کرنے والوں کو نقد تنقید کا نشانہ بنایا ہے بلکہ انھوں نے علوم دنیوی کے مؤسس کو پیغمبر ائمہ اطہار سے منسوب کیا ہے ان مجددین نے اسی بنیاد پر خلافت عباسیہ کی تعریف وتمجید کی ہے یہاں تک علوم دنیوی کو علوم اسلامی کا نام دیکر ان کی مؤسسین کو سراہا ہے ان علوم کے بنیاد ڈالنے والوں کا سہرا خلفائے عباسی کے چار بزرگ مقتدر خلفاء کے سر پر رکھا ہے منصور دوانقی ھارون الرشید مامون عباسی کو یہ اعزاز دیا ہے غرب اس وقت جو علم دنیوی میں اپنی عوج بلندی پر پہنچا ہے ان سے کہتا ہے تمھاری ایسی کی تیسی یہ علوم تمہیں کہاں سے ملے ہیں یہ علوم جس پے تم ناز کرتے ہو وہ ہم سے لئے ہیں ان علوم دنیوی کو علم دینی کا مساوی درجہ دینے کی وجہ سے عصر حاضر میں مسلمانوں کے لائق اور قابل علماء نے علم دین کو نصاب سے خارج کر کے صرف علم دنیوی کو نصاب دینی کے نام سے چلایا ہے اس سے آگے بڑھکر علم استعمار گری علم استحصال مسلمین علم تبعید اسلام علم تذلیل مسلمین علم صلیب گرائیکو اپنے درس گاہوں کا نصاب بنایا ہے ان کی اپنے اس کارنامے کا واحد سند خلفائے عباسی کے مقتدر خلفاء منصور دوانقی ہے اس سلسلے میں ان کے مداح یوسف قرضاوی ہے جو اس دور کے بڑے پائے کے عالم دین ہیں اگر کوئی ان کو فقہائے اربعہ مسلمین سے زیادہ اعلم گردانا چاہے تو یہ چنداں غلط نہیں ہوگا کیونکہ فقہائے اربعہ میں چاروں فقہاء کو جو وسائل ذرائع ملے ہیں وہ حکومتوں کی سرپرستی کی وجہ سے لیکن علم بذات خود اپنی جگہ طفل تھے علم دینی اپنی طفولیت کے دور سے گزر رہے تھے تو ان کے پاس اتنی کتب ومصادر نہیں تھے جو قرضاوی کو نصیب ہوئی ہے معلوم نہیں اس کے کتاب خانے میں کتنے لاکھ کی کتابیں ہیں اسی وجہ سے وہ ایک بڑا عالم ہیں۔

تجدد پسندی میں مثل ابوحنیفہ سے زیادہ فتویٰ دئے ہیں ان کی تجدد پسندی یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ بنی امیہ اور بنی عباس خاص طور سے بنی عباسکے دور کو عصر ضہی علوم قرار دیا ہے کتاب تاریخنا مفتراء علیہ ص ۱۰۵ پر انھوں نے لکھا ہے منصور نے علم دین ودنیوی دونوں کا اھتمام کیا ہے۔ ہونے کے لئے سب وشتم کے لئے ہم ہی کافی تھے کیوں اس میں میرے ساتھ شرف الدین جیسے علوم حوزا

عقلانیہ:

ایک مذہب الحاد ہے الحاد اپنی جگہ دو قسم کے ہیں:

۱۔الحاد مطلق: اس الحاد کو کہتے ہیں جو سرے سے وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں وہ مادے کے علاوہ غیر مادے کا اعتراف نہیں کرتے مانتے نہیں مادہ وہی ہے جس تک انسان کا حس پہنچے جہاں انسان کا حس نہیں پہنچتے وہاں کوئی چیز نہیں یہاں سے الحاد کا دائرہ وسیع ہوتا ہے وحی اخبار غیب اللہ نامی کوئی چیز موجود ہی نہیں ہے اس گروہ کے بھی انواع واقسام ہیں یا چندین نام سے انھیں یاد کرتے ہیں قدیم زمانے میں ان کو دھریہ کہتے تھے جیسا کہ سورہ جاثیہ آیت ۲۴ میں آیا ہے' فلاسفہ یونان ان کو طبیعی بھی کہتے ہیں جدید دور میں ان کو تطوری کمیونیزم آخر میں علمانیزم سیکولیریزم بھی کہتے ہیں یہاں سے ہر قسم کی ایمان بر وجود ماورائے حس کا انکار کرتے ہیں۔

۲۔دوسرا الحاد: مقیدہ الحاد مقید اس الحاد کو کہتے ہیں جو خالق کائنات پر ایمان رکھتے ہیں متدبر کائنات کو تسلیم کرتے ہیں ان کو الحاد متدین کہتے ہیں اللہ کو مانتے لیکن دین کو اللہ کی ساخت نہیں بلکہ لوگوں کی ساخت ہے یعنی دین بشری کے قائل ہیں جیسے ہندو وبوذی جینی سکھ یہ الحاد متدبنیں ہے یعنی دین الٰہی نہیں بشری کو جسے اس کو دین وضعی بھی کہتے ہیں۔الحاد وضعی یہ یعنی دین بشری میں الحاد درخت پرستی بت یا اشخاص کی پرستش آتے ہیں چنانچہ بشر کے بنائے گئے دین کے بعض معبودوں کا ذکر سورہ النجم کی ۱۹ تا ۲۳ تک ذکر ہیں پھر آیت ۲۷ میں ذکر ہے اس کے بعد الحاد دین کتابی آتا ہے جہاں انھوں نے اللہ کی ذات میں الحاد کی ہے سورہ توبہ آیت ۳۰ عزیز ابن کو اللہ کہا ہے مسیح کو اللہ کہا ہے علماء یہود ونصاریٰ کو اللہ کا درجہ دیا ہے سورہ توبہ آیت ۳۱ میں ان کے اس عمل کو مسترد کیا ہے یہودیوں کی غیر اللہ کی پرستش کا ذکر سورہ بقرہ ۴۷ اعراف آیت ۱۳۸ سورہ بقرہ آیت ۵۵ سورہ نساء آیت ۱۵۲ سورہ آل عمران ۱۸۱ سورہ مائدہ آیت ۲۷ آیت ۳۷۔

عقلانیہ اسلامیہ دین اسلام کو مانتے ہیں لیکن صرف عقلی بنیاد پر مانتے ہیں وحی کو تابع عقل بناتے ہیں دین کو سرے سے مسترد کرنے والوں کے مقابلے میں دین کو اندر سے کنارے پر لگانے والے زیادہ دین کے لئے خطرناک ہیں حضرت امیر کا فرمان ہے اگر کوئی کفر خالص کو پیش کریں گے تو مسلمان موحد اسے قبول نہیں کریں گے اگر دین خالص پیش کریں گے تو کوئی اشتباہ نہیں ہونگے لیکن حق وباطل کو ملا کے پیش کرنے سے ہر شخص درک نہیں کر سکتے اسلام میں عقلانیت کے بانی کے دو جماعت ہے ایک جماعت اصول عقائد میں صرف عقل پر پرکھاتے ہیں جنہیں معتزلہ کہتے ہیں دوسرا فروعات پر چلاتے ہیں انہیں اصولی کہتے ہیں۔معتزلہ کے بنیاد رکھنے والا دین کو ایک مصدر پر چلانے کی مذموم کوشش کی ہے جسے ابھی تک واضح نہیں ہو سکی کہ یہ لوگ اسلام کے خائن ہیں اگر ادنیٰ سا توجہ کریں گے تو واضح ہو جاتا ہے معتزلہ افراد اس کے

بانیوں سے لے کر ابھی تک آنے والوں نے دین کو صرف عقل پر چلا کر ہر ایک نے ایک نئی چیز کا انکار کر کے ایک کا احترام کر کے دین تہس نہس کر دیا ہے جس کی واضح ثبوت ان کے صریح کھلم کھلا اعلانات سے ہوتا ہے:

۱۔ان کے عمائدین پانچ ہیں۔

۲۔انھوں نے نئے سرے سے اصول دین وضع کی ہے

۳۔عظیم شخصیات اسلامی حضرت علی جیسی ہستی کو جنگ جمل وصفین کو ان کی گناہوں میں شمار کیا ہے۔

۴۔دین کی اساس کو عقل اور وحی کو تابع عقل بنایا ہے اس طرح سے انھوں نے صحیح وغلط کی تمیز کو صرف عقل پر انحصار کی ہے دور وحی کو عقل کے ذریعے تاویل کرنے کا کہا ہے' شاید بعض یہ بات حسن نیت بدنیتی پر مبنی ہے کیونکہ انسان ایک موضوع عاقل ہوتا ہے دوسرے موضوعات میں ان کا عقل قاصر رہتا ہے اس طرح سے وہ بہت سے لوگوں کو اغواء وگمراہ کر سکتا ہے

۔

۵۔اللہ کی صفات کو زائد پر ذات کہا ہے یعنی ایک دور ایسا گزرا ہے اللہ نے ان صفات علم قدرت حیات سے عاری خالی تھے۔

۶۔معتزلہ مصادر دین میں صرف عقل کو مانتے ہیں۔اس طرح سے معتزلہ پیغمبروں کی جگہ اپنے لئے مشعل راہ فلاسفہ یونان اوران کے بعد فلاسفہ اسلامی کو بنایا ہے یہاں سے ان کے بارے میں حکم اسلامی بیان کرنا تنہا مشکل و پیچیدہ نہیں رہا ہے ان کے بعد آنے والے ملاحدہ اسلامی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں جس طرح ملاحدہ قدیم نے وحی کو کنارے پر لگایا ہے جس کی وجہ سے مسلمان اسلام ہدایت وحی سے محروم ہوئے ہیں اور ضلالت وگمراہی جھوٹ وتہمت الزام تراشی سے تلبیس ابلیس کے دروازے کھولے ہیں معتزلہ کے بعد اساس دین سے کھیلنے والے اشاعرہ ہیں۔انہیں وحیانیہ کہتے ہیں انھوں نے قرآن اور سنت میں عقل کو مسترد کیا ہے' سبحھ اللہ انسان کو ادراک حقائق کے آنکھ کان دونوں دیا ہے اگر کسی سے ان میں سے ایک سے استفادہ کرنے سے انکار کریں گے تو وہ گمراہی کے راستہ پر گامزن ہوگا۔

جہاں انہوں نے عقل کو احادیث زندان میں حبس کیا ہے لجام دی ہے اور وحی کے نام سے تمام جھوٹے خود ساختہ احادیث کو انھوں نے محور بنا کر عرش پر چڑھایا ہے یہاں سے انھیں اللہ کو جسم وجنایت سے شباہت دینا آسان ہوگئی ہے اور دین یہود کو دین اسلام میں داخل کرنے والوں کو فروغ ملا ہے مسلمان سمجھ لیں اگر عوام الناس اپنے بارہ عالم وجوادنیٰ سا ادراک رکھتے ہیں سلاطین سرمایہ داروں کی ہاتھوں میں کھلونا نہیں بنتے وہ میدان میں ہوتے اوران دین سے کھیلنے والوں کو پہچانتے نشاندہی کرتے تو یہ روزگار پیش نہیں آتے اس سے خطرناک افسوسناک صورت حال یہ ہے کہ سب کہتے ہیں

معتزلہ کا خاتمہ ہوا ہے معتزلہ کا وجود نہیں ہے وہ لوگ مر گئے ہیں جبکہ ہمارے ہاں کے نرسریاں انگلش میڈیم ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں معتزلہ پیدا کرتے ہیں گھر گھر معتزلہ خانہ ہوا ہے۔

کتاب عمدۃ الحفاظ ج ۳ ص سفر بمعنی کشف و بیان کو کہتے ہیں صاحب مفردات نے کہا ہے حسد اظہار معنی معمول اسی کسی بھی قول سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے تفسیرہ کہتے ہیں گلاس جس میں پانی ہو تفسیر القرآن بیان الفاظ و معانی کو کہتے ہیں تفسیر معرفۃ مد سوالات الفاظ و اسباب نزول و دقائع۔

التفسیر کشف المراد عن لفظ المشکل التاویل واحدی المعتنین الی مایطایق ظاہر صاحب مفردات نے کہا تفسیر یطایق بمفرادات الانصاف وغرایش تاویل بمعنی تفصیل ارجاع کو کہتے ہیں الرجوع باالفاظ عن ظاہری الی معنی سقیم بہ ذالک الفاظ

سفر اس کی جمع استفار آتا ہے الرجل من مکان الی مان اس کے بھی معنی کشف کے ہیں کیونکہ سفر سے ہی لوگوں کے اخلاق ضروریات سلوک کشف ہوتا ہے سفر عام طور پر ایمان سے کشف حجات کو کہتے ہیں۔

سفر العمامہ سفر الخمار عن الوجہ سفر البیت یعنی کشف گھر کا جاڑو کو کہتے ہیں سفیر اس مٹی کو کہتے ہیں جو جاڑو کی وجہ سے جمع ہوا ہے۔

اسفار ظہور ضوء النہار اسی سے یہ آیت یہ والصبح اذا اسفر مدکر ۳۷ یہاں ظلمت سے ہٹ جاتے ہیں وجو یومئذ مسفرہ عبس ۸۰ سفر کتاب کو بھی کہتے ہیں چونکہ وہ حقائق سے پردہ ہٹاتے ہیں۔

سفیر سورن فصیل اسم فاعل سے رسوی کو کہتے ہیں جھی اس لحاظ سے بھی کہتے قوم کے درمیان جو کشیدہ گی نفرت عداوت ہے اس کو ازالہ کرتے ہیں سفیر معنی معصول جو جاڑے جمع ہوتے ہیں سفارہ رسالت رسول کتب کو کہتے ہیں۔

سفیر رسولوں کو بھی کہتے ہیں رسالت کو بھی کہتے ہیں جن سے خلق مخلوقات کی اصلاح ہوتی ہے سفیر ساعی باالصلح عمدۃ الحفاظ ۲۳۲ ج ۲ سفر کتاب قاموس قرآن میں پانچ معنوں میں آیا ہے سفر المنازل الکتب الاشراق الانکشاف سفر منازل کے معنی میں آیا ہے باعد بین السفار نا ہمارے محلے گاوں کو ایک دوسرے سے دور کریں سفر بمعنی کتاب جمع عملوں اسفار سفر بمعنی اشراف عبس ۸۱ سفر بمعنی کشف

سفر بمعنی طی منازل میں کان منکم مریضا

تفسیر قرآن بہ قرآن

اقسام وانواع تفاسیر میں سے سب سے بہتر اولیٰ تفسیر تفسیر قرآن بہ قرآن کو گردانا گیا ہے اس میں جائے شک وتر دید نہیں دنیا کی ہر متکلم ہ مصنف ہر مؤلف ہر خطیب کی تفسیر تشریح اس سے بہتر کوئی نہیں کرسکتا ہر وہ اولیٰ اقدم ہوگا اس کی کلام کی تفسیر میں اسی اصول مسلمہ کے تحت تفسیر کی اقسام پر لکھنے والوں نے بہترین تفسیر قرآن کا قرآن سے گردانا گیا ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسی جامع کتاب تفسیر قرآن بہ قرآن خالص میں گے پایا جاتا ہے؟ یہ ایک سوال ہے کتاب کے عنوان تفسیر قرآن بہ قرآن ملیں گے مگر عند التفسیر وہ قرآن سے زیادہ اپنی منویات نضر یات عقائد ترجیحات کو مقدم رکھتے ہیں اس سلسلے میں ایک عاضح مثال تفسیر المیز ان فی تفسی القرآن پیش کرتے ہیں لیکن عند التفسیر آیت سے ہٹ کر روایات سے تفسیر کی ہے اور بحث روائی کو ایک خاص مقام دیا گیا ہے اور روایات پیش کرتے وقت روایات پر نقد کی قلم چلانے سے گریز پرہیز کی ہے منجملہ جو آیات اس فرقے کے بزرگون نے نص برامامت میں پیش کی ہیں آیات کا امامت سے دور کا ریشتہ نہیں تھے انھوں نے اس سلسلے میں روایات سے بنائی ہیں اور اس کو متاواتر بنا کر ٹھونسا ہے جس کی وجہ سے جو معنی انھوں نے کی ہے وہ آیت سے اجنبی ہوگئی ہے اس طرح کتاب اضواء البیان فی ایضاح قرآن بہ قرآن شنقیتی انھوں نیقرآن بالقرآن کہا ہے لیکن اندر سیا نھوں نے احادیث اور فقہ سے تفسیر کی ہیں۔

تفسیر قرون سنت رسول ص سے۔

یہاں سنت رسول سے مراد قول فعل رسول ہیں یعنی آپ ص نے کسی آیت کی تفسیر توضیح فرمائی ہے یا آپ کا عمل فعل مسلسل رہی ہے چونکہ آپ تابع قرآن ہیں تو یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوگا کہ آپ کا عمل قرآن کے مخالف نہیں ہوں گیآپ کے عمل مطابق قرآن ہوں گے لہذا یہ کہیں گے سنت شارح موضح آیات قرآن ہے سورہ نحل کی آیت ۴۴ بھی اس کی تصدیق و تائید کرتی ہے لیکن تفسیر قرآن سنت کے سلسلے میں ایک حدیث صاحب اصول تفسیر وقواعدہ تألیف خالد عبدالرحمان ص ۷۹ پرابی داود سے کتاب امرات میں ترمزی نے اپنی جامعہ میں کتاب علم میں ابن ماجہ دارمی میں امام احمد سے نقل کی ہے (عبارت لکھنا ہے متن حدیث کا) یعنی قرآن بھی دی ہے اور قرآن کے برابر بھی دی ہے یعنی سنت بھی قرآن کے برابر مقدار میں دی ہے یہ حدیث اپنی جگہ سند ومتن دونوں ضوالے سے موضوع نقاش بحث وتحقیق ہے اس پر ملاحظات ہو سکتے ہیں

۔ا۔ پہلے مرحلے میں کہا گیا کہ پیغمبر شارح قرآن ہیں مبین قرآن ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے پیغمبر مقابل قرآن ہیں قرآن ومحمل کے شریعت بنتے ہیں یہاں دو شریک بتاتے ہیں کیونکہ شارع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مطلب کو لفظ سے نکال کے بتاتے ہیں وہ مطلب کو سیاق وسباق سے نکال کے بتاتے ہیں آپ آیات کی تفسیر کو دیگر آیات سے جوڑ کے

بتاتے ہیں جب آپ تفسیر کومثلہ معہ سے بول کے رہیں گے تو یہ الگ ہوں گے
۔۲۔قرآن کریم نے بتایا ہے اس میں خشک وتر سب ہے اس میں ہر چیز نہیں ہے اس میں ہر چیز کی تفصیل نہیں ہے تفسیر قرآن بہ سنت کے قائلین کے نذدیک اگر آیات کی تفسیر پیغمبر کی سنت میں نہیں ملا تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے صحابہ جانتے ہیں کیوں کہ وہ نزول قرآن کے شاھد وناظر تھے لہٰذا ان سے مروی روایات کو تفسیر قرآن میں قول نبی کی حیثیت ہوگی دین اسلام کو تہ وبالا کرنے میں سب سے بڑی کردار ان لوگوں نے کی ہے جنھوں نے اھل البیت کو بطور مطلق اصحاب کو بطور مطلق رسول کے مساوی قرار دی ہیں عدلدلیل ماوقع فی الخارج ہے جس کو کوئی رد نہیں کرسکتا اھل البیت سے کتنے اقتدار پرست نکلے ہیں انکی اقتدر پرستی سے کتنے لوگ قتل ہوئے ہیں نظام مسلمین درھم برھم ہوے ہیں خاص کر فاطمیین کے کردار ابھی تک مسلمان بگت رہے ہیں اس خاندان سے ذر پرستی کتنے نکلے ہیں بنی عباس بنی امیہ سے کتنی دولت کمائی ہیں وہ تاریخ میں ثبت ہے اسی طرح اصحاب میں مشرکین کو جاسوسی کرنے والے جنگ میں بغیر عذر حیلہ بحانے سے بیٹھنے والیشر کت سے گریز کرنے والے مسجد ضرار بنانے والیکم سے کم فھم وادراک میں اصحاب الف سے یے تک کے فاصلہ ذرہ سے مجرہ تک کے فاصلے غبی اور ذکی ہونا عقل ونقل دونوں سے ثابت ہیں ان کی ضروریات کو پیگمبر کی دعا سے جوڑنا پیغمبر نے ان کی حق میں دعا کی تھی یہ فرق القطاع تھے
یہ پیغمبر رحمت للعالمین تھے رحمت خاصہ نہیں تھے یہ جو دعا پیغمبر نے ابن عباس کے حق میں کی ہے کیوں اپنے چچا کے حق میں نہیں کی کیوں حضرات حسنین کے حق میں نہیں کی کیوں جعفر طیار کے اولادون کے حق میں نہیں کی

تفسیر قرآن بہ قرآن اما اس کی سند

مفسرین نے اس تفسیر کو احسن تفاسیر قرار دیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہین یہ ایک حقیقت ناسعہ شامخہ ہے قرآن کریم کی نظام ترتیب جوکہ بذریعہ وحی ہوا ہیاس کا منہ بولتا ثبوت ہے ایک آیت کسی جگہ بطور اجمال بیان ہوا ہے یہی مطلب دوسری جگہ بطور تفصیل بیان ہوا ہے ایک جگہ مختصر بیان ہوا ہے دوسری جگہ بہت کلام کی ہے اس کی ایک مثال سورہ مریم کی آیت ۔۷۱ میں دی ہے اسی آیت کا ایک ٹکڑا ۰ وان منکم الاّ واردھا تم میں سے ہرایک وہاں ضرورواردہونے والا ہے تم میں سے ہرایک جھنم پہنچے گا یقیناً یہ خبر ایک مایوس کن خبر ہوگی لیکن اسی کے ذیل مین آیا ہے پھر ہم متقین کو نجات دیں گے ظالمین کو چھوڑیں گے اس کی ایک مثال زیادہ تر سورہ انعام کی آیت ۸۲ سے دی ہے اسکی تفسیر سورہ لقمان کی آیت ۱۳ سے دی ہے لیکن یہاں بھی یہ تفسیر واضح نہیں ہے اس آیت میں ظلم میں ملوث ملبوس انسان کو قیامت کے دن امن نہیں ہوں گے امن صرف مؤمنین کے لئے ہونگے ظلم سے مراد ظلم شرک کی ہے ظلم شرک سے مراد تنہا بت پرستی نہیں بلکہ تمام

انواع اقسام ضلم ہیں اللہ کو خالق سمجھتے ہیں عبادت گزار بھی ہیں لیکن نظم کائنات میں اللہ کو بے دخل کیا ہے نظام وضعی نفاذ کرنے میں سرتوڑ کوشش کی ہے گویا قیامت کے دن نجات دو گزرگاہ سے گزرتا ہے ایک منطقہ ایمانی جو شرک جلی سے گزرتا ہے شروع ہوتا ہے

ایک منطقہ عملی ہے شرک منطقہ اعتقادی سے گزر کر میدان عملی میں اعراض کرنے والے یا کوتاہی کرنے والوں کا بھی حشر براہوں گے جیسا کہ سورہ بلد اور سورہ عصر میں آیا ہے

تفسیر قرآن بہ قرآن

قرآن کا قرآن سے تفسیر اس کی چند مصادیق بنتے ہیں۔ا۔ایک لفظ کا معنی مفہوم اسی آیت کے ذیل میں بیان کی ہے ۔۲۔ایک لفظ کا معنی دوسری آیت میں بیان کی ہے۔۳۔ایک جملے کا مفہوم دوسری آیت میں بیان کی ہے جیسے سورہ دخان کی ایک اور تین میں ہے اس کی بیان سورہ قدر کی آیت ایک میں آیا ہے ان دونوں کا مصداق رمضان میں ہوا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵اسی طرح سورہ انفال آیت ۔۲۴ کی توضیح سورہ حشر کی آیت ۱۹ میں ہوا ہے سورہ دھر کی آیت ۱۴۱ اس کی وضاحت سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ میں ہوا ہے سورہ بقرہ آیت ۳۰ کی تفسیر سوہ لقمان آیت ۲۰ سورہ جاثیہ آیت ۱۳ میں ہوا ہے۔

۴شوال ۱۴۳۸ھ وقت ۴:۴۵

اگر زمان نزول میں جہاں پیغمبر دو بدو مشرکین وملحدین سے مقابلہ تھا اگر اس کلام میں کلام غربیہ یا غرائب ہوتے تو مشرکین دومنٹ میں پیغمبر کو رد کرسکتے تھے آپ کی بات ہمارے سمجھ میں نہیں آرہا ہے پیغمبر کی بیان یہ آیت اتنی سھل اور سریع فھم تھے اور مؤثر اثر کنندہ تھے جلدی سے مخاطب کے سمجھ میں آتے تھے لھذا مشرکین نے مکے میں آنے والوں کو پہلے جاکے روکتے تھے محمد سے نہ ملے یہ سمجانے میں سحر کرتے ہیں عرب کے لجوج وبدو بغیر توضیح کنندہ بغیر تفسیر کنندہ اس کلمے کا معنی یہ ہے اچھی طرح سے سمجھ میں آتے تھے بھلا یہ اصحاب کا جن لوگوں نے ان کو بدنام کیا الفاظ قرآن اصحاب کے سمجھ میں نہیں آرہے تھے ایمان لانے کے بعد بھی ان کے سمجھ میں نہیں آرہے تھے تو قرآن سنجھ میں نہ آنے کی واحد رکاوٹ دو میں سے ایک ہوگا یا ایمان سمجھ میں آنے سے مانع ہے یا نفاق مانع ہے ظاہر قرائن شواھد یہ بتاتے ہیں قصص قرآن میں کسی کو آیت غربیہ نظر نہیں آتا ہے ان کو آیات غربیہ صرف آیات ایمانی اور عملی میں نظر آتا ہت ساری توڑ پھوڑ یہاں ہے ایمانیات عملیات سے متعلق آیات میں ہیں

یہاں تک ۴شوال کا ہے وقت ۴:۴۵ شام

اسباب ووجوہات ضرورت تفسیر قرآن: ۴ شوال ۱۴۳۸ھ ۴:۴۵ شام

یہ اسبابو جوہا تجو مفسرین نے تفسیر کے بارے میں علوم قرآن کے نام سے تفاسیر کے مقدمے میں جداگانہ علوم قرآن کے نام سے بیان کی ہے جو وجوہات انھوں نے پیش کی ہے اس کو ایک حوالے سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک وجہ کی برگشت خود قرآن کریم ہے قرآن کریم کی دلالت میں پوشیدہ ہے قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہے یعنی بعید الفھم کلمات مستعرب ہے یعنی غیر عربی کلمات مشترک معانی ہے۔

تفسیر قرآن بلغت قرآن

دنیا میں یا تاریخ میں رائج تشریح توضیح تفسیر میں پہلا مرحلہ اس کلام کے لغت سے کیا جاتا ہے جس میں یہ کلام آئی ہے اگر اس کے بعد کوئی کمی خلاء یا تعیّن مصادیق کی ضرورت پڑے تو اس کے گرد و پیش قرائن وشواھد سیاق وسباق تاریخ سے کرتے ہیں قرآن زبان عرب میں نازل ہوا ہے عربی ایک زبان وسیع وعریض زبان ہے کوئی کلامہ مبھم مجمل یا غیر مانوس نظر آیا تو اس کو عربی لغت میں دیکھا جائے گا لغت نویسیوں نے اس کلمے کا کیا تشریح توضیح دی ہے لغت میں بھی جدید وقدیم ہے لھذا قرائن کہ جس کے نزول کے پندرھویں صدی چل رہی ہے لھذا کسی بھی کلمہ قرآن کا توضیح وتشریح یا تفسیر منجد، غیاث الغت، قوامسجدید سے نہیں کیا جائے گا قرآنی کلمات کی تفسی وتشریح سب سے قدیم لگات سے کریں گے جب لغات سے کریں گے تو لغات میں بھی حوالہ دیکھنا ضروری ہے لغات جو اس وقت ہمارے لئے میسر ہے وہ لغات دوسرے مرحلے کی لغت ہے انھوں نے جن افراد سے اس کلمات کا معنی نقل کیا ہے کہ فلان نے اس کلمے کا معنی کیا ہے اس کا حوالہ ان کتابوں میں موجود ہیں مثلاً سب سے بڑی اور رائج کتب لغت لسان العرب تاج العروس صحاح مفردات راغب ہیں انکتابوں میں کلمات کے معانی جن لغویوں سے نقل کی ہے جس طرح کتاب کے لئے مصادر ہوتا ہے مصادر ہوتا ہے مصادر لغوی میں اشہر لغوبین مشہورترین لغوبین میں ابوعبیدہ مبرد فرہ زجاج قطرب شریف رضی راغب اصفہانی کا نام آتا ہے۔

(**لغوبین کے نام جو ایک دوصفہ پہلے گزر چکا ہے اس کو یہاں لکھنا ہے**) یہاں یہ بات یا یہ حقیقت وضح کرنے کی ضرورت ہے جس طرح نبی کریم اصحاب تابعین سے روایات نسبت دی ہے ان لغوبین سے بھی نسبت دے سکتا ہے ممکن ہے گزشت زمان کے ساتھ بہت سے کلمات کے معانی ان سے منسوب کیا ہو اس کے بھی تحقیق کرنے کی ضرورت ہے اس سے بھی اہم خود ان لغوبین کی شخصیت دین کے حوالے سے واضح اور روشن صاف ہونا

ضروری ہے کس فکر کے انسان تھے کس فرقے سے تعلق رکھتے تھیان کی ذھنیات اسلام سے شغف کس حد تک تھے ممکن ہے انھوں نے اس فن میں ھنر مہارت حاصل کر کے بہت سے غیر حقیقی مطالب اس میں درج کیا ہو لغت عرب ہم تک گر چہ انہی لوگوں سے پہنچی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں انھوں نیجو کچھ کیا ہے الف سے یا تک ہر کلمے کا معنی ہمارے لئے حجت ہو لھذا ہم مناسب اور ضروری سمجھتے ہیں مفسرین قرآن یہ کام نہ کرے اگر کسی کو کسی فقیہ کی فتوی سود نہ پڑے تو دوسرے فقیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں چنانچہ دنیا میں مسلمان حکومتوں کی اکثریت ابوحنیفہ کی پیروی کرتے ہیں تقلید کرتے ہیں کیونکہ ان کی فقہ میں حکمران کو زیادہ سہولت ملا ہے مفسرین بھی اپنی نظریات ٹھونسنے کے لئے کسی بھی لغوی سے استناد کر سکتے ہیں ہم اللہ کی کتاب کی تفسیر کرتے ہیں لھذا ہم قیل وقال سے تفسیر نہیں کرتے کلمات کے معنی اخذ کرتے وقت بھی بہتر آیت سے قریب غیر متنازع اولی کلمات کو انتخاب کرنا ہوگا بہترین وجوہات بہترین کلمات سے تفسیر کرنا ہوگا آیئے دیکھتے ہیں قرآن فہمی میں مفسرین جن لغویین سے نحویین سے استناد کرتے ہیں وہ لوگ کیسے تھے

۱۔ معمر ابن مثنی ملقب با بوعبیدہ کتاب موسوعہ علوم لغت عربیہ جلد ۸ ص ۵۵۵ متوفی ۲۰۹ ھ لکھتے ہیں معمر بن مثنی بصری تھے اصل ان کا عجمی ہے قبیلہ بنی تمیم کے موالی میں سے تھے انھوں نے علم لغت کو یونس بن حبیب عمر بن علی سے لی ہے ابونواس ان کے شارح شاگرد اور مادح تھے ابوعبیدہ قاسم بن سلام اسلم علی بن مغیرہ ابی علمان مازنی ابی حاتم بجستانی سے لی ہیں انھوں نے لغت سے متعلق بہت کتابچے لکھے ہیں ان کے بارے میں وفیات الاعیان جلد ۵ ص ۲۲۵، فوات الوفیات ضلد اص ۱۸۹ جلد ۲ ص ۱۲۹ تاریخ بغدادی جلد ۱۳ ص ۲۵۲ شذرات الذھب جلد ص ۲۴ نجوم الزاھرہ جلد ۲ ص ۱۸۴

۲۔ محمد بن مستنیر معروف بہ قطرب موسوعہ علم لغت عربی جلد ۸ ص ۳۴۶ محمد بن مستنیر بن احمد کنیت ابوعلی ملقب بقطرب ۔ قطرب نحو اور لغت میں بڑا عالم تھا نحو کو سیبویہ اور دوسرے علماء بصرین سے سیکھا ہے انھیں قطرب کا لقب سیبویہ نے دیا ہے قطرب ایک کیڑے کا نام ہے جو تلاش ارزاق میں تھکتے نہیں تھیتیزی دکھاتے تھے انھوں نے معانی قرآن اشتقاق قوافی نحو اضداد غریب حدیث وغیرہ میں بہت کتابیں لکھی ہیں قطرب معتزلہ نظامی تھے نظام قرآن کی تحدی کو نہیں مانتے تھے کہتے تھے کہ دوسرا بھی ایسی کتاب پیش کر سکتے ہیں وہ مذھب نظام پر تھے صاحب موسوعہ لکھتے ہیں قطرب صاحب ثقہ نہیں تھے ابن سکین کہتا ہے وہ لغت میں جھوٹ بولتا ہے ماہر ہے لھذا میں نے ان سے نقل کرنا چھوڑ دیا قطرب اور ان کے باب کا دین واضح نہیں ہے متھم ہے ان کے بارے میں الوافی بالوافیات کے جلد ۵ ص ۱۹ وفیات الاعیان جلد ۴ ص ۳۱۲ تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۲۹۸ شذرات الذھب جلد ۲ ص ۱۵

۳ سکاکی موسوعہ علوم جلد ۹ ص ۵۰۵ یوسف بن ابوبکر بن محمد کنیت ابویعقوب لقب سکاکی حنفی تھے اھل خوازم سے

تھے علوم عربی معانی بیان کے متبحر تھے متکلم وفقیہ تھے بارہ علم میں عبور رکھتے تھے ان کا ذکر الاعلام زرکلی جلد ۸ ص ۲۲۲ تاریخ بغداد جلد ۱۰ اص ۲۷۵ میں آیا ہے وہ استاد فرزندان ھارون تھے برامکہ کے درباری تھے مال دنیا کے خاطر سیبویہ کے شرمندگی سے شکست دیا

۴۔سیبویہ موسوعہ علوم لغت جلد ۵ ص ۶۲۲ سیبویہ سنجاری علم لغت کے ماہر تھے سنجار سے بغداد آئے وہاں کے علماء سے سیکھا پھر اپنے شہر سنجار آئے نحو پڑھایا ادب میں محارت حاصل کی آخر میں طلب رزق کے لئے مذھب حنفی کی طرف برگشت کی زندگی سخت گزری

۵۔مبرد موسوعہ علوم عربیہ جلد ۸ ص ۳۶۶ نام محمد بن یزید کنیت ابوبکر یزیدی نحوی ہے نحو ولحت میں امام تھے

۶۔ابوالفتح ابن جنید ابوالفتح ابن جنید موسوعہ عربیہ جلد ۶ ص ۳۸۸ متوفی ۳۳۰ھ عثمان بن جنید ابوالفتح موصلی علم نحو صرف تصریف کے امام تھے وہ موصل کے مسجد میں علم نحو پڑھاتے تھے وہاں ابوعلی فارسی کا گزر ہوا ان سے علم صرف کے بارے میں پوچھا تو ابن جنید کونہیں آیا تو کہا کہ تو عالم ہونے سے پہلے تربیت کے میدان میں آیا ہے وہ ابوعلی کے ساتھ رہے ان سے علم حاصل کیا ان کے مرنے کے بعد ان کی جگہ تدریس کی پھر اس دوران متنبہ کے پاس جاتے تھے نحو کے بارے میں ان سے گفتگو کرتے تھے متنبہ ان کے احترام کرتے تھے ان کی کتاب میں خصائص نحو ہے وہ موصل میں پیدا ہوئے غلام رومی تھے سلیمان بن فھد ازلی کا غلام تھے بغداد میں ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائے صاحب کتاب معجم فرق اسلامی ترجمہ فرھنگ نامہ فرقہ ہائے اسلامی میں حرف ،،عین،، کے ذیل میں فرقہ نصیری اثنا عشری کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان کے چند فرقے ہیں ان میں سے ایک فرقے کا عقیدہ یہ ہے وہ اللہ کو ایتام خمسہ میں تجسم کے قائل ہے ایتام خمسہ میں ان ذوات کا نام لیتا ہے سلمان فارسی کو پدر مہربان شمار کرتے ہیں ان میں مقداد، ابوذر، عبداللہ بن رواحہ، عثمان بن مذعون، قنبر کادان، صاحب بن عتاد وزیر آل بویہ اور صاحب بن عباد کے وزیر ابوالفتح عثمان بن جنید امیر لازقیہ امیر راسق بن خضر لاثانی محمد بن حسن بن علی حرانی مؤلف کتب تحف العقول عن آل رسول اس فرقے سے تعلق رکتے تھے یہ لوگ بنی ھمدان کے دور حکومت میں ۲۸۳ بنی ھمدان کی عقائد فاسد ترین عقائد ہے اور علماء فاسد العقائد ان کے رزق خوار ہیں ان کے بارے میں فوات الوفیات جلد ۳ ص ۳۴۵ وفیات الاعیان جلد ۳ ص ۲۴۶ اعلام زرکل جلد ۴ ص ۲۰۴ شذرات الذھب جلد ۳ ص ۱۴۰ ابدایہ ونہاۂ جلد ۱۱ اص ۳۵۳ تاریخ بغداد جلد ۱۱ اص ۳۱۲

فرہ موسوعہ علوم عربی جلد ۹ ص ۴۷۵ یحیٰ ابن زیاد بن عبداللہ کنیت ابوزکریا معروف بفرہ علم عرب نحو کے متبحر تھے وہ بنی اسد کے موالی میں سے تھے بعض نے کہا ہے بنی منقر کے موالی تھے انھوں نے علم نحو کو کسائی سے لیا وہ کوفہ میں پیدا ہوئے

بغداد میں منتقل ہوئے بغداد میں قیام کیا طلب معاش میں گردش میں رہتے تھے مال جمع کرتے تھے کوفہ واپس آتے تھے اس طرح چالیس سال گزرے اس نے کہا میں مرجاؤں گا میرے اندر ایک تمنا رہے گا کلمہ ،،حتیٰ،، سے کیونکہ کلمہ حتی جر بھی دیتا ہے رفع بھی دیتا ہے نصب بھی فرہ مامون کے پاس گیا مئموں نے ان کو اصول نحو لکنے کے لئے کہا ایک کمرہ دیا خدمت گزار دیا املاء لکھنے والے دیا دو سال کے بعد کتاب حدود لکھا کتاب معانی لکھا حسن بن سھل نے ان سے آیات قرآنی کے بارے میں پوچھا تو ان کو نہیں آیا تو انھوں نے فرہ سے کہا کہ ایک اصول وضع کریں انھوں نے ایک کتاب قرآن کے بارے میں لکھا سب سے زیادہ نحوبین میں قرآن پر لکھنے والے فرہ ہے ان کے حیات کے بارے میں وفیات الاعیان جلد۶ ص ۱۷۶ اعلام زرکلی جلد۸ ص ۱۴۵ شورات الذھب جلد۲ ص ۱۹ تاریخ بغداد جلد۱۴ ص ۱۴۹ نجوم زاہرہ جلد ۸ص ۱۸۵ وہ سنہ ۱۴۰ھ کو وفات پائے

۸خلیل ابن احمد متوفی سنہ ۱۷۵ھ موسوعہ عربی جلد۵ ص ۳۹۱ وہ ۱۰۰ھ کو بصرہ میں وفات پائے قریہ عمانیہ میں کہتے ہیں کہتے ہیں میں عمانیہ سے نکلتے وقت رائے صفریہ پہ تھا (صفریہ خوارج ہے) ایوب بن ابی تمیمہ ان سے نحو سیکھا وہ اپنے دور میں عراق میں پہلی اور دوسری ھجری میں سب سے بڑے عالم نحو تھے نحو کو انھوں نے ان سے سیکھا خلیل بہت ذھین انسان تھے علم کی طرف زیادہ شوق تھے مختصر زندگی پے قانع تھے بادشاہ اور مال سے دور رہے سلیمان بن حبیب بن مھلب نے ان کے لئے وزارت کی پیش کش کی تو معزوری پیش کی سلیمان بن حبیب بن مھلب نے ان کے لئے پیغام بھیجا کہ وزارت قبول کرے تو انھوں نے اس پیغام رساں کو کہا کہ اس روٹی کو کھاؤ میرے پاس اس کے علاوہ کچھ نہیں جبتک مجھے یہ ملتے رہیں گے امیر کی محتاج نہیں نیاز مند نہیں اپر کی اس کے باوجود بصرہ چھوڑ کے بغداد آیا خلیفہ مھدی سے ملے خراساں گیا لیثبن رافع سے ملے امیر خراساں کے پاس چاہا کہ ان کے لئے کوئی تحفہ لے کے جاؤ پھر سمجھا کہ امیر کے لئے مال کی کوئی کمی نہیں اس کے لئے ایک کتاب کتاب عین لکھا احواز گئے پھر اس کو چھوڑا کیوں کہ وہاں سلیمان بن حبیب تھے یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زاھد تھے مشکوک ہو گیا احواز میں سلیمان نے اسن کو اہمیت نہیں دی دوسرے کو دیا اس نے شعر میں علم عروز ابتکار کی ان کی لغوی حس بہت رقیق تھے اسرار عربی میں دقیق میں بہت سے علماء کو شک ہے کتاب عین اس نے لکھا ہے یا ابن جنید نے لکھا ہے کتاب عین میں بہت غلطیاں خلط ملط ہے ابوعلی فانی نے رد کیا ہے کہ کتاب عین ان کی ہے یہ خلیل کا نہیں ہے یہ مذھب کوفیین کا ہے مذھب بصریین کے برخلاف ۔خلیل ۱۷۵ھ میں وفات پائے بعض نے ۱۶۰ھ کہا ہے خلیل فقیر زندگی گزاری بدنام بلکہ معاشرے میں بے اعتنائی تھے یعنی لوگ ان کو اہمیت نہیں دیتے تھے خلیل کیعلم سے زیادہ عقل ہے خلیل کا ذکر اعلام زرکلی جلد۲ ص ۳۱۴ وفیات الاعیان جلد۲ ص ۲۴۲ شذرات الذھب جلد۱

ص ۲۷۵وافی بالوفیات جلد۱۳ص ۳۸۵فوات الوفیات جلد۱۴ص ۳۱۳فہرستابن ندیم ص ۶۴ضحیٰ الاسلام جلد۲ص ۲۹۰ مذھل جلد۱ص ۲۷۴

سیبویہ کتاب تاریخ آداب لغت عربیہ جرجی زیدان جلد۲ص ۱۲۳سیبویہ کا نام عمرابن عثمان ہے بنی حارث بن کعب کے موالیوں میں سے تھے سیبویہ اس کا لقب ہے یہ کلمہ کلمہ فارسی ہے اس کا ترجمہ سیب کا خوشبو ہے بصرہ میں پیدا ہوئے پرورش پائی اور علم حدیث وفقہ میں معروف ہوئے پھر نحو میں خلیل یونس یحی ابن عمر سے نحو پڑھے اور اس میں مہارت پھر اپنی کتاب لکھی ایک ایسی کتاب لکھی جوان سے پہلے کسی نے نہیں لکھی اور اس میں انھوں نے اپنے استاد سے سند دی ہے زیادہ تر ابی زید انصاری سے سند دی ہے ان کی کتاب لوگ ایک دوسرے کو تحفہ دیتے تھے ابوالعباس مبرد کتاب سیبویہ کی بہت تعریف کرتے تھے اور اسی کو ایک مشکل کتاب قرار دیتے تھے ان سے اس علم کو لینے والے ابوالحسن اخفش ہے قطرب ہے اس دور میں کوفہ میں اس علم کا احتمام ہوا تھا اس کتاب کو مستشرقین نے جرمن میں ایک ہزار کاپی چھاپا ہے عمرو ابن عثمان ملقب بسیبویہ متوفی ۱۸۰یا۱۸۳ ھ عمرو بن عثمان بن قنبر سیبویہ پہلے علم حدیث وفقہ پڑھتے تھے ان کے ساتھ ہوتے تھے حماد بن سلمہ سے پڑھے ایک دن قرائت غلط پڑھی تو اس کی وجہ سے ان کو عتاب ملی پھر ان کو چھوڑ کر خلیل کے پاس گئے اس کے بعد ۳۲ سال کی عمر میں زمان رشید میں بغداد آئے یحی برنکی کسائی سے علم نحو پر مناظرہ کیا کسائی سے جو معلم اولاد ھارون رشید تھے یحی برمکی نے سیبویہ کو مشورہ دیا کہ کسائی سے مناظرہ نہ کرے لیکن انھوں نے اسرار کیا احمد نے ان سے سو مسئلہ نحو کا سوال کیا جسے سیبویہ نے جواب دیا احمد نے اسے غلط ٹھرایا سیبویہ خاموش ہو گیا پھر کسائی آئے اس نے ایک سوال کیا کسائی نے ان کو کنڈم کیا ان کی باتوں کو غلط ٹھرایا جہاں سے سیبویہ دل شکستہ ہو کر فارس گئے واپس بصرہ نہیں آئیے ان کے بارے میں وفیات الاعیان ضلد۳ص ۴۶۳فوات الوفیات جلد۹ص ۱۰۳تاریخ بغداد جلد۱۲ص ۱۹۵نجوم ظاہرہ جلد۲ص ۴۹بدایہ ونہایہ جلد۱۰ص ۱۸۲شذرات ذھب جلد۱ص ۲۵۲

تاریخ پیدائش علوم

نبی کریم کے آغاز بعثت سے وفات تک تمام تر توجہ مرکزیت قرآن اور اپنی سیرت عملی پر مرکوز تھے یہاں تک پیغمبر اکرم نے اپنی اقوال اپنی کلمات کو لکھنے سے منع کیا چنانچہ یہ ایک باب بن ہے تاریخ تدوین حدیث بہت دیر سے ہوا تاریخ تدوین حدیث دیر سے ہونے کی وجہ پیغمبر کا منع تھا تاریخ تدوین حدیث میں تائخیر جو کہ ایک مسئلہ ہے اس کا لازمی نتیجہ ہے جب تک پیغمبر تھے اصحاب تھے حدیث کی کوئی اہمیت نہیں تھے تمام توجہ قرآن اور عمل رسول پر تھے رسول نے کیا کیا اس مسئلے پر رسول کیا کرتے تھے تو حدیث کی اہمیت نہیں تھی حدیث کی اہمیت دور تابعین سے شروع ہوا ہے شبعی اور غیر شعی

نے حدیث جمع کیا یہاں سے مفاد پرستوں نے حدیث جمع کرنے شوق پزیرائی ان کو اٹھانے ان کے لئے جائزہ اجر ثواب کا ایک فضاء ماحول پیدا کیا یہاں سے معاشرے پر حدیث والے چھا گئے حدیث کی بے تحاشہ نقل غیر مربوط غیر معقول احادیث نے لوگوں کو احادیث سے بدظن کیا یہاں سے لوگوں نے حدیث پر فقہ کو آگے کیا فقہ کی فضائلبین کرنا شروع کیا اور اس کے پشت میں عقلانیت کو مقام دیا جو کہ فقہ کا پشت پناہ تھے فقہ وحدیث کی چرچا اپنے عروج پر پہنچا تھا بصرے میں دور عربی شروع ہوا یہاں سے علم نحو کو پزیرائی ملی علماء نحو کا مقام ہو تو تیسرے درجے کے علوم جو قرآن کو کنارے پے لگانے کا بہت کردار ادا کیا ہے

مناھج تفاسیر

اب تک مسلمانوں میں چلی تفاسیر کے طریقہ نھج کتنے طریقے سامنے آئے ہیں مناھج جمع منہاج ہے منہاج طریق واضح کو کہتے ہیں سورہ مائدہ آیت ۔۴۸ میں شریعت قرآنی لوگوں کے لئے طریقہ زندگی ہے مناھج تفسیر پر بہت سے علماء نے مختلف کم وبیش مناھج کا ذکر کیا ہے بعض نے مناھج کی تقسیم کو فرقے قرار دئے ہیں یعنی طریقہ اسلوب تشریح توضیح آیات قرآنی فرقوں نے کس نھج کو اپنایا ہے واضح ہے فرقے کتنے ہیں حقائق و معارف قرآن کو واضح کرنے میں مخلص ہی کیوں نہ ہو اس کو اپنے فرقے کے چار دیواری میں حدود میں رہ کر تفسیر کرنی ہے وہ کسی صورت میں فرقے کے بنیادی افکار نظریات عقائد کے حدود سے نکل کر تفسیر نہیں کریں گے لھذا یہ تفسیر یہ طریقہ غلط ہونا منحرف گمراہ ہونا اظہر من الشّمس ہے

۲۔ بعض نے مناھج تفسیر کو دلائل و براھین کی بنیاد پر تقسیم کی ہے اھل حدیث، اخباریین نے توضیح وتشریح آیات میں یہ تسلیم کروایا ہے یہ طے شدہ مسئلہ بنایا ہیکہ قرآن عامۃ الناس کے فھم وادراک سے مافوق ہے لھذا توضیح وتشریح آیات صرف اور صرف ان ذوات کے اقوال کلمات سے ہوگی قرآن جن سے خطاب ہے ان کو قرآن آتی ہے ان کے اقوال پر قرآن کی توضیح وتشریح کرے اس سلسلے میں فرقوں نے بہت سے روایات جمع کی ہے جیسے درمنثور تفسیر برھان ہاشم بحرانی نور ثقلین وغیرہ

۲۔ عصر رسالت سے سو سال گزرنے کے بعد مسلمانوں میں عقل گرائی کا گروہ یعنی معتزلہ وجود میں آئی انھوں نے آیات قرآنی کا تفسیر لغت وحدیث سے ہٹ کر صرف عقلی بنیاد پر تفسیر کی ہے جس کی تعداد یا اس تفسیر کی گرائش اس دن سے الی یوم ھذا آتے رہے ہیں خاص کر مغرب کی ایماء اشارے دباؤ میں اسلام کو چھوڑ کر نئے نظام کی مغربی نظام کی تطبیق کے لئے اٹھانے اٹھنے والے جنھیں مجددین کہا جاتا ہے انھوں نے آیات قرآن میں جو ان کے عقل میں نہیں آئی یا وہ عقلی طور

پراس کی توضیح نہیں کر سکے انھوں نے اس توضیح وتشریح کو یکسرہ مسترد کیا اس تفسیر کے داعی سر سید احمد خان علامہ اقبال، جمال الدین افغانی، محمد عبدہ وغیرہ نکلے ہیں اس نھج کے تفسیر کو تفسیر اجتھادی کا نام دیا ہے

۳۔تفسیر علمی اول ایمان باللہ ایمان بکتب آسمانی ایمان بنظام الٰہی ایمان بآخرت کی جگہ ایمان بحقیقت علم کو جاگزیں کرنے والوں نے آیات قرآنی کو جدید علوم نکشافات کی بنیاد پرستی کی ہے اس نھج کو ہم علمی نام رکھا ہے

۴۔قرآن کریم جس نے محمد امی کی نبوت کو مثل آفتاب اسمانی بشریت پر طالع کیا تھا ہر کافر و مشرک معاند وملحد خاص کر یہود زادگان جن کے دل قرآن کے لئے حقد و کینہ بغض عداوت سے فوزان لبریز جماعت نے قرآن کو کلی طور پر جام کرنے اساطیر اولین لقب دے کر تہ خانوں میں کتب خانوں میں انبار کرنے کی غرض سے قرآن فھمی کے تما متصورات کو باطل گردانا قرآن کی تشریح وتوضیح کو نشر نہیں کر سکتے ہیں صرف ان کے امام جاھل یا امام معدوم کر سکتے ہیں کیونکہ اس کے لفظ سے جو معانی بنتا ہے وہ نکلتا نہیں ہے لھذا وہ امام کریں گے اور چونکہ امام ہوتا ہی نہیں ہے اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے تو وہ خود جو تفسیر کریں گے وہی اصل معنی ہوں گیا س تفسیر کو تفسیر باطنی کہتا ہے باطن نامی کوئی چیز نہیں لھذا قرآن نامی بھی کوئی کوئی چیز نہیں

۵۔منھج ادبی قرآن اس کی وضاحت کے لئے کلمہ ادب کی وضاحت ضروری ہے کلمہ ادب کلمہ عرب نہیں چنانچہ صاحب آداب لغت عربیہ عالم مصری استاذ رافعی نے کہا ہے یہ کلمہ کلمہ دخیلہ ہے عرب میں مستعمل نہیں تھے یہ بنی امیہ کی دور میں خلفاء امراء کی بچوں کو لغت عرب سکھانے والے معلمین کے لئے کسی نے مؤدب اولاد خلفاء امراء کے لئے استعمال کیا ہے رفتہ رفتہ کلمہ ادب مخصوص اشعار ہوا ادب شعر کے لئے مخصوص ہونے کے بعد ہر کلمہ عربی کے لئے شعر سے استناد کرنا شروع کیا کہ فلاں شعر میں یہ کلمہ آیا ہے جس قرآن نے شعر وشاعر کی وھم وخیال حقیقت سے عاری غاوی ضال گمراہ قرار دیا تھا دشمنان قرآن نے اس کو قرآن کی کلمات کی سند میں پیش کرنے لگا چنانچہ علم نحو کے مبتکرین نے اپنی قواعد کے لئے انکی اشعار سے استناد کیا ان کت دور میں موجود شعاء اپنی شعر کو اٹھانے اس کو مقام بخشنے کے لئے نحویین سے مدد لی کسی نحوی کو نوازا اور کسی نحوی کو دھمکایا کہ اپنی کتاب میں ہماری شعر کو جگہ دیدیں یہاں سے قرآن کی تفسیر ادبی بنی یعنی قرآن کی تفسیر شعر سے کرے چنانچہ تفسیر مجمع البیان طبرسی جسے بہت سے علماء سراہتے ہیں بہت اچھی تفسیر ہے انھوں نے قرآن کیتفسیر کے لئے اشعار سے سند لی ہے یہاں سے ہر منصف کہ سکتا ہے اب تک جتنی تفاسیر آئی ہیں وہ تمام تفاسیر اپنی اختلاف کے باوجود قرآن کو کنارے پے لگانے میں باطنیہ کت ساتھ ہم تعاون ہیں ہم دست ہیں دنیا میں جس دن سے بشر وجود میں آئی ہے اور اللہ سبحانہ نے آدم کو علم آدم الاسماء سکھایا ہے اس اسماء سے مراد اسماء لغت ہے بشریت ہے بشریت

نے جہاں بھی ہو لغت سمجھ میں نہیں آیا تو لغت سے تشریح کی ہے جتنی معاجم کے نام سے یا قاموس کے نام سے لغات وجود میں آئی ہے لغت کی توضیح کلام کی توضیح لغت ہی سے کیا ہے تو کلام کی توضیح لغت کو چھوڑ کے حدیث سے کرنا لغت چھوڑ کے شعر سے کرنا لغت چھوڑ کے عقل سے کرنا لغت چھوڑ کے باطنی من مانی تفسیر کرنا یہ سب قرآن کو اجنبیت کی طرف لے جانے کی کاوش ہوگی ہماری یہ ناقص کاوش کی تفسیر توضیح ہوگی ہم اس میں مدارس حوزات کے قرآن کو چھوڑ کر قرآن کی جگہ پر نحو فلسفہ کی شاخیں کھولنے والوں کی عزائم ومنویات کی تفسیر کریں گے مشکلات دشواریات سے رہائی برگشت قرآن ہی کی طرف کرے۔ وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ سورہ انعام آیت۔۱۵۳

تمھید مناھج مضامیں مناھج اور اس سے پہلے آغاز وانجام اجتہاد وتقلید مذاھب فقہی مسلمین سے لیکر افق گفتگو تک کے بارے میں مجھے جن کلمات سے نقد کیا ہے وہ ہے کسی چیز کو بھی نہیں مانتے یقیناً مناھج دیکھنے کے بعد آگ بگولہ ہون گے مثل محمد حسین مقدسی واہ کینٹ کتاب کو دور پھینکیں گے کہ وہ کسی چیز کو بھی نہیں مانتے اس کے لئے میرے پاس کوئی تدارک چارہ جوئی نہیں ہے کیونکہ جس معاشرے میں جو بھی چلتا ہے اس کو اچھی کہنا ہو منافق کافر کو بھی ایمان اور بات ہے عمل فاسد اور بات ہے اپنی جگہ مخلص ہے کہنا ہے کم سے کم اس نے یہ تو کہا ہے کہتا ہے عرصے سے چلے آرہ ہیں اس کو ختم نہیں کرسکتا جو سب کہتا ہے اسے کیسے ختم کریں گے اجماع امت کو بھی نہیں مانتے ہیں یہ بات ان سے پہلے کسی نے نہیں کہی ہے وہ اپنے علاوہ کسی کو نہیں کانتے اپنی پہلی باتوں کو بھول جاتے ہیں تضاد گوئی کرتا ہے جب معاشرے پر ایسے فرھنگ ثقافت حاکم ہو جو امت ملت ہر قسم کی نجات رہائی سے ماءیوس کرتا ہو امید کو سراب بناتا ہو افکار نظریات کو ناپنے کا کوئی کسوٹی نہ ہو جو سب کہتا ہے جو چلتا اس کو مھک حقیقت بناتا ہو جس معاشرے میں حق اور باطل دونوں صحیح ہو باطل کہنے والے کو ایک انعام ہو حق والے کو دو انعام ہو اسلام کو الٹا چلاتا ہو اقلیت کو مفاد پرستی میں دیکھتا ہو ترقی تمدن کو کرپشن اور قرضے میں دیکھتا ہو برائی کو اچھا دیکھتا ہو اچھے کو پرانہ بوسیدہ سمجھتا ہو فسطائیزم معاشرے پے حاکم ہو تو اس معاشرے میں کیسے لوگوں کو جواب دے دیں انکو وہی کہ سکتے ہیں یا تم حق پے ہو یا ہم دونوں حق پے بھی نہیں ہوسکتا دونوں باطل پر بھی نہیں ہوسکتا حاضر کتاب مناھج تفسیر ایک ہے یا چندیں بھی ایسا ہوگا کہیں گے کہ اب تک وہ تفسیر کو بھی نہیں مانتا ہے جس طرح آپ نے اجتہاد کو ایک وحی کے طور پر پیش کر کے وحی کو کنارے پر لگا کے وحی والے آپ کو نہیں روک سکے تو ہم آپ کو کیسے روکیں گے۔

عدم امکان فہم قرآن:

یامشکلہ فہم قرآن کے بارے میں ایک چیز قرآن کریم کا سات حروف پر نازل ہونا ہے اس سلسلہ میں تفسیر البیان فی تفسیر القرآن آیت اللہ خوئی میں گیارہ روایات نقل کی ہیں اس جیسی دیگر مشاکل عوائق فہم قرآن کے بارے میں گڑھی گئی مشکلات سے واضح ہوجاتا ہے مخالفین قرآں کی اصول وقواعد کو لے کے قرآن کے مقابلہ نہیں کیا ہے جب وہ قرآں سے اصولی مقابلہ کرنے سے عاجز آگئے توانھوں نے تمام فرق ومذاہب سے کہا ہے درخواست کی ہے التماس کی ہے یا اعلان کی ہے اپنی طرف سے فہم قرآن کوروکنے کے لئے جوکچھ بول سکتا ہے بولے اگرایک دورد ہوجائے تو باقی ہمارے پاس موجود ہے اگرسب رد ہوگئے دیکھو یہ سب غلط ہے؟

یہ سب بے دین ہیں؟ صرف آپ عالم ہیں؟ صرف آپ دیندار ہیں؟ یہ لوگ اپنے وقت کے بڑے بڑے عبادت گزار تھے قائم الیل صائم النھار تھے کیسے ممکن ہے؟ غلط کہتا ہوا نہی میں سے ایک قرآن کومشکل بنانے والوں میں سے ایک شوبی ہے شعوبیوں کا کارکردگی میں سے ایک جعل نحو ہے جس کتاب سے نحویوں کوافتخار ہے ان کے پاس وہ کتاب ام الکتاب ہے جسے سیبویہ نے تالیف کی ہے سیبویہ نے اس کتاب میں اصول نحو کے لئے تین ہزار اشعار سے استناد کی ہے جنھوں نے اصحاب مدارس حوزات مدارس جوکہتا ہے ہم یہاں قرآن فہمی والے علم کوسکھاتے ہیں وہاں قرآن کوچھوڑ کر اشعار جاہلیت قدیم وجدید سے استناد کی ہے۔

جن قرآن نے شعر کومسترد کیا تھا انھوں نے اس شعر سے نحو بنائی ہے اورنحو بانئے کے بعد قرآن سے کھیلا ہے ۔اورقرآن کی ہر آیت کے لئے عرب عشائر وقبائل سے لہجات لی ہے حوف بدل دی ہے ایک آیت پڑھنے کے لئے بیس طریقے ایجاد کی ہے اوران کوقرائتوں کوصحیح کرنے کے لئے بیس قرائت کیسے ہونگے اس کوکم کر کے سات بنائی ہے اور سات کوصحیح کرنے کے لئے حدیث سے استناد کی ہے اوراس کے لئے ایک حدیث جعل کی ہے وہ حدیث ہے قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے علماء لغات کا اس بات پر اتفاق ہے حروف کا کوئی معنی نہیں ہے انھوں نے جس کا معنی نہیں ہے اسے قرآں بنایا ہے۔

کتاب اعجاز القرآن والبلاغہ النبویہ تالیف شیخ الجلیل مصطفیٰ صادق رافعی ص ۵۷ پرانھوں نے ایک حدیث کتاب مناھل عرفان ج اص ۱۳۰ ابرہان ج اص ۳۰۱ سے ایک حدیث نقل کی ہے انزل القرآن علی سبعۃ احرف اللہ نے قرآں کوسات حروف پر نازل کیا ہے ہر حرف کا ایک مظاہر ہے ایک باطن پھران حروف کی تاویل میں پھنس گیا حروف کا کوئی معنی نہیں ہوتا تواس کی تاویل کی ہے پتہ ہے تاویل باطنیہ کے پاس بے ربط جعلی معنی نہیں ہوتا ہے اس کوتاویل کہتا ہے انھوں نے اس حرف کے معنی کی تاویل یوں کی ہے۔

سات حروف سے مراد یعنی قرآن سات طریقے سے پڑھا جائے گا یعنی سات لغات عرب پھیلا ہے اور اس سے سات قرائت مراد لی ہے یہ روایات شناسوں کے نزدیک لحافت اور تناقص سے بھرے ہوتے ہیں اس کے علاوہ اس کو تسلیم کرے تو یہ قرآں کو حجت سے گردانے کے لئے بنائی ہے قرآن حجت سے گرنے کے بعد نہ قرآں رہیں گے نہ محمد رہیں گے جب کہ اللہ نے وعدہ دیا ہے اس قرآن کے آگے پیچھے سے اس کو باطل کرنے والے کوئی چیز نہیں۔

حدیث الاوتیت الکتاب و مثله الا اوتیت القرآن و مثله معه لال یو شک رجل ینشی شعبان علیٰ اریکته یقول علیکم با لقرآں فما وجود تم فی من حلال محلوه و ما وجد تم فیمن حرام فحترمو الا لا یحل لکم لحم الحمار اهلی ولا کل ذی ناب من السبا ع الا ولا لقطة من المال معاهد الا ان یستد من عنها صاحبها و من نزل یقوم فعلیهم ان یقروهم فان لم یقروهم فلهم ان یعقوبهم بمثل قراهم .

اس حدیث کے راویان مسند احمد بن حنبل سے ج ۴ ص ۱۳۰ سے نقل کیا ہے۔

۱۔عبداللہ نے ابی سے

۲۔یزےدبن ہارون

۳۔حریز بن عبدالرحمٰن بن ابی عوف الجرشی

۴۔المقدام بن معدیکرا کندی

رسول اللہ سے

مندرجہ بالا حدیث کے راویان سنن ابن ابی داود ج ۴ ص ۲۰۰ حدیث ۴۶۰۴

۱۔عبدالوہاب بن نجدۃ

۲۔ابوعمرو بن کثیر بن دینار

۳۔حریز بن عثمان

۴۔عبدالرحمٰن بن ابی عوف

۵۔المقدام بن مویکرب

رسول اللہ سے

تفسیر قرآن بسنت:

کتاب جامع الاحکام القرآن تالیف ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی ۶۷۱ ص ۳۷ ج ا باب تبیین بالکتاب با لسنۃ وماجاء فی ذالک میں سورہ نحل کی آیت ۴۴ سورہ نور آیت ۶۳ شوریٰ آیت ۵۲ سورہ حشر آیت ۴ سورہ احذاب ۳۶ میں تفسیر تبین للناس کے بارے میں ابوداود کی مقدام ابن معدیکرے سے اس حدیث کو پیش کیا ہے حدیث الا وتیت پھر لکھتے اوتیت مثلہ سہ کے بارے میں لکھتے ہیں اس کی دو تاویل ہیں۔

ا۔ یہ ہے کہ رسول اللہ نے قرآن کے علاوہ اتنی برابر وحی باطنی کی ہے ان معنا اوتی من الوحی باطن غیر متلو و مثل ما اعطیٰ من الظاهر الملو۔

انہ اوتی الکتاب وجاء جلیی واوتی من البیان مثلہ ایک کتاب دی ہے یہ وحی ہوتی ہے جو تلاوت ہوتی ہے اتنی برابر بیان دی ہے اذن لہ ان کو اجازت دی ہے جو کچھ اس کتاب میں ہے بیان کرے کبھی عام بیان کرتے ہیں کبھی خاص بیان کرتے ہیں کبھی خاص بیان کرتے ہیں کبھی اضافہ کرتے ہیں کتاب میں وہ شرع شروع کرتے ہیں حسان بن عطیہ سے اوضاعی نے نقل کی ہے پیغمبر پر وحی نازل ہوتے تھے جبرئیل سنت لے کے بیٹھتے تھے اس آیت کا تفسیر کرتے تھے سعید بن منصور نے عیسیٰ بن یونس سے انھوں نے اوضاعی سے انھوں نے مقھول سے نقل کی ہے۔

حدیث القرآں احوج الی النسہ من النسہ الی القرآں روایت اوضاعی نے یحیٰی بن کثیر سے نقل کی ہے السنۃ قاضیۃ علی الکتاب ولیس الکتاب بقاض علی السنۃ قال فضل بن زیاد سمعت ابی عبداللہ یعنی احمد بن حنبل ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا السنۃ قاصیۃ علی التساب تو کہا کہ میں یہ جسارت نہیں کرتا ہوں کہ یہ بات کروں لیکن اتنا کہتا ہو سنت کتاب کی تفسیر کرت یہیں تبین کرتے ہیں ایک اور بیان میں قرآں کے حکم پر اضافہ بیان دینے کی مثال کی تحریم نکاح المرائة علی عمتها و خاتها و تحریم الحمر الا هلیه و کل ذی ناب من السباع و القضاة با لیمین مع الشاهد و غیر ذالک۔

قرآن فہمی نیاز مند بسنت:

اس میں جائے شک تر دید شبہ خدشہ کی گنجائش نہیں جو بھی عمل نبی کریم انجام دیں گے بیان فرمائیں گے اسے رد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں علامت ایمان میں سے یہ ہے رسول کریم کی من وعن اطاعت کریں آیات اطاعت گواہ صدق دلائل قاطع ہے اما قرآن کو گونگا بنانا قرآن کو غریب قرار دے کر قرآن کو مجمل و مھمل قرار دے کر نیا مند توضیح وتشریح دے کر خود نبی کے بیان پر اکتفہ کر کے اصحاب تابعین مبلغین متقدمین ہر علماء کی بیان کو من وعن قبول کرنا اور اس کے لئے باندھے

گئے مقدمات تمہیدات اپنی جگہ مخدوش ومشکوک موہوم ہے اس سلسلہ میں علماء نے علماء اہل حدیث نے جو تمہیدات باندھی ہے پہلے وہ پیش کرتا ہو۔

تفسیر شعراوی ج ۱۳ص ۷۹۵۷ پر لکھتے ہیں قرآن بیک وقت دو عنوان رکھتے ہیں:

۱۔کتاب معجزہ یعنی یہ لانے والے ہمارے نبی ہیں۔

۲۔کتاب منہج دستور ہے یعنی آئین حیات ہے اب آ کے کہتے ہیں کتاب معجزہ ہونے کے حوالے سے عربوں کے لئے بطور مستقیم سمجھ میں آئے کہ یہ کتاب اللہ کی کتاب ہے۔

لیکن منہج کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اسمیں اصول ہے تفصیل نہیں ہے اس میں منہج کی تعریف نہیں ہوا ہے توضیح ضروری نہں وا ہے یہ کیوں نہیں ہوا؟ کہتے ہیں اگر توضیح وتشریح کرتے تو بہت ضخیم مجلدات ہوتے لہٰذا قرآں نے اصول لایا ہے اور تبیین وتوضیح رسول پر چھوڑا ہے کہ آپ شرح کرے آپ وضاحت کریں کہتے ہیں بعض کہے گا جو کچھ سنت میں آیا ہے اس پر عمل کرنا واجب نہیں کیونکہ سنت وہ ہے جس کو انجام دینے والے کو ثواب ملتا ہے نہ کرنے والے کو عقاب نہیں ہوتا ہے۔

شعراوی صاحب فرماتے ہیں ہم ان کو کہیں گے یہ بات صحیح نہیں ہے ہمیں سنت کو اس فرق میں رکھنا ہوگا۔

۱۔سنت دلیل ہے۔

۲۔سنت حکم ہے دونوں میں تمیز ہونا چاہیے فرق ہونا چاہیے سنت دلیل کا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل واجب ہے یعنی اس فعل کی دلیل ہے سنت سے جیسے عدد رکعات فرائض صبح ظہر وعصر مغرب عشاء ان رکعات کی تعداد سنت پیغمبر سے ثابت ہے۔

۳۔وہ سنت وہ حکم ہے دلیل نہیں ہے آپ سے کہا کہ کرو یہ امر احکام فقہی ہے پیغمبر سے مروی ہے انجام دینے والوں کو ثواب ملے گا چھوڑنے کو عقاب نہیں ہوگا جب پیغمبر اپنی سلوک پہ ہمیں اپنی سلوک اور حکم سے ثابت ہوا ہم اس حکم میں دیکھیں گے یہ سنت دلیل ہے یا سنت حکم یہ کہاں سے ثابت ہوگا کہ یہ سنت دلیل ہے یا سنت دلیل ہے یا سنت حکم پیغمبر کے عمل سے معلوم ہوگا یہ پیغمبر کرتے رہے تو واجب ہوگا۔

اگر پیغمبر نے مسلسل نہیں کرتے رہے تو یہ مستحب ہوگا پیغمبر کی ذمہ داری قرآن دینا لوگوں کو پہنچانا نہیں بلکہ جو اس کا نہج ہے اس کا بیان بھی ہے تو ہمیں اس میں فرق رکھنا چاہیے کہ یہ عطائے قرآن ہے عطائے نبوی ہے۔اخباریوں اور حدیثیوں کے آنکھ میں لگنے والی پڑنے والی خار مغیلان قرآن ہے وہ قرآں کا نام سننا دیکھنا برداشت نہیں ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے قرآں ک ومہک کسوٹی قرار دینے والے روایت کو باطل اور بے اصل قرار دیا ہے اور اس کی جگہ القرآن محتاج الی السنۃ و

لیس انہ محتاج الی القرآں یا السنہ قاصیۃ ۔۔۔۔

جیسی مجھولات کو بنیاد بنانے والوں نے قرآن کو ہٹانے کے بعد ہر باب میں احادیث واخبار کی کی برمار کی ہے بوچھاڑ کی ہے ان میں سے ایک معجزہ نبی کریم ہے اکؒ اریوں نے معجزات پر بحرالمعاجز لکھی ہے حدیثوں نے نبی کریم کے لئے ایک ہزار سے زائد معجزات پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں سورہ اسراء میں معجزات طلب کرنے والوں کو اللہ نے دوٹوک نفی میں جواب دی ہے۔ہم معجزات نہیں دیتے کیونکہ پہلے والونے معجزات دیکھنے کے بعد ایمان کے بجائے کفر پر اصرا کی ہے حدیث نہیں حدیث سے پیغمبر کی نبوت ثابت نہیں اس سے دور لازم آتا ہے پیغمبر کی نبوت ورسالت کی سینکڑوں معجزات نہیں سورہ عنکبوت آیت ۵۱ میں اللہ نے روئے توبیخ تعجب سے خطاب کا ہے مذمت میں آیا کہ ان کے لئے یہ کافی نہیں ہم نے آپ پہ کتاب نازل کی ہے یہ معجزہ ایک ایسی معجزہ ہے جو ہر شخص سمجھ سکتا ہے سن سکتا ہے اہل ایمان کیلئے یہی کافی ہے۔

تفسیر قرآن بہ قرآن

قرآن کی قرآن سے تفسیر کے چند مصادیق بنتے ہیں ۔۲۔ایک لفظ کا معنی دوسری آیت میں بیان کیا ہے۔

۳۔ایک جملے کا مفہوم دوسری آیت میں بیان کیا ہے جیسے سورہ دخان کی ایک اور تین کا بیان سورہ قدر کی آیت ایک میں آیا ہے ان دونوں کا مصداق رمضان میں ہونا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ اسی طرح سورہ انفال آیت۔۲۴ کی توضیح سورہ حشر کی آیت ۱۹ میں ہوا ہے سورہ دھر کی آیت ۱۴۱ اس کی وضاحت سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ میں ہوا ہے سورہ بقرہ آیت ۳۰ کی تفسیر سوہ لقمان آیت ۲۰ سورہ جاثیہ آیت ۱۳ میں ہوا ہے۔

نسخ:

نسخ یکی از اصول تفسیر قرآن علم یا آیات ناسخ ومنسوخ ہے یہاں چند مسائل پر بحث وگفتگو کرنے کی ضرورت ہے مسائل پر گفتگو کرنے سے پہلے خود کلمہ نسخ کا معنی واضح ہونا ضروری ہے کلمہ نسخ قرآن کریم کی چند آیات میں آئی ہے یک از آیات سورہ حج آیت ۵۲ سورہ جاثیہ آیت ۲۹ سورہ بقرہ آیت ۱۰۶ اعلماء لغت نے کلمہ نسخ کے معنی میں کہا ہے نسخ عمدۃ الحفاظ نے کہا ہے۔

النسخ: الازالۃ کسی چیز کا زائل ہونا ہے نسخت الریح اثر القوام ہوا نے قوم کی نشانی کو مٹایا وقیل زھوازالۃ شئی بشئی ایک چیز کا دوسرے چیز سے زائل کرنے کو کہتے ہیں نسخت اسمش انکل وسورج نے سائے کو ختم کیا ہے والثیب الشباب پڑھانے جوانی کو ختم کیا ہے پھر نسخ جو ہے تین قسم کے ہیں:

۱۔ایک دفعہ اور حکم دونوں کو اٹھاتے ہیں:

۲۔ایک دفعہ لفظ کو اٹھاتے ہیں حکم باقی رکھتا ہے جیسے الشیخ والشیخہ اذا زینا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم شیخ وشیخہ کو جب وزراء کرے رحم کر۔

۳۔اس کا الٹا ہے حکم کو اٹھاتے ہیں لفظ کو رکھتے ہیں کلمہ نسخ ایک دفعہ ابطال اور ازالے کے لئے آیا ہے ایک چیز بالکل ختم کر کے اٹھا کے اس جگہ جاگزین کرنے کو نسخ کہتے ہیں۔سورہ بقرہ ۱۰۶ اور سورہ حج آیت ۵۲ دونوں میں اس معنی میں آیا ہے۔

۲۔دوسری وہ چیز ہے اپنی جگہ کو اس سے نقل اٹھانا ہے اس کا فوٹو اٹھانا جیسے نسخہ گیری کہتیہ یں جسے ایک کتاب کی نقل لک کر یا آج کل فوٹو کاپی نکالتے ہیں نقل اتارنا اکثر علماء نے کہا ہے کلمہ نسخ وابطال اور ازالے میں استعمال حقیقی دوسرے معنی نسخہ گیرری میں مجاز ہے۔

۳۔اما محمد بن علی علماء شافعی متوفی ۳۶۵ھ انہوں نے کہا ہے اس کا برعکس صحیح ہے یعنی نسخہ گیری میں حقیقت ہے ابطال میں مجاز ہے۔تیسرا قول انھوں نے کہا ہے یہ مشترک لفظی ہے دونوں میں حقیقت ہے یہ بات عبدالرحمٰن بن احمد متوفی ۷۵۷ ھ اس نے کہا ہے یہ معنی لغوی ہوا امام اصطلاح میں رفع حکم شرعی بدلیل شرعی متاخر ایک حکم شرعی کو دوسرے دلیل شرعی کے ذریعے اٹھانا نسخ اپنی جگہ جائز ہے یا ناجائز کہتے ہیں عقل اجماع اہل شرائع کے تحت جائز ہے۔

امت اسلامی میں اس پر اتفاق ہے اس میں کسی نے اختلاف نہیں کی ہے اختلاف صرف ایک نے کی ہے وہ ہے محمد بن بحر اس نے کہا ہے نہیں ہے امام نسخ جائز ہے یا نہیں یہاں چند مفروضے ہیں:

۱۔نسخ درشرائع گزشتہ بعض گزشتہ شرائع میں احکامات تھے اس وقت اسی نبی کے ذریعے یا بعد میں آنے والے نبی کے ذریعے نسخ ہوا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے بعض احکامات توارات کو منسوخ کیا ہے جیسا کہ اس آیت ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔

۲۔شریعت اسلام میں نسخ ہے یا نہیں یہاں بھی کچھ ایسے مواقع ہیں جہاں نسخ ہوا ہے جیسے نسخ قبلہ پہلے نماز بیت المقدس کی طرح پڑھتے تھے بعد میں سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ کے تحت بیت المقدس میں منسوخ ہوا قبلہ کعبہ کی طرف موڑ لیا یا وصیت

والدین سورہ بقرہ آیت ۱۸۰ سورہ نساء کی آیت ۷ تا ۱۲ کے ذریعہ نسخ ہوا ہے۔

۳۔تیسری بحث معرکہ آڑا زء جو ہے یہاں ہے وہ ہے وہ حکم جو قرآن سے ثابت ہے وہ حدیث سے نسخ ہوتا ہے یا نہیں بحث اس میں ہے سلفین اور اہل حدیث یا اخباری نے یا کلی طور پر اصول فقہ والوں نے کہا ہے آیات حدیث سے نسخ ہوتی ہے انہوں نے اس کے لئے ایک فلسفہ تراشی بھی کی ہے شریعت اسلام کی بنیاد مصلح عباد پر مبنی ہے مصالح عباد زمان ومکان کے حوالے سے مختلف ہوتے ہیں جو مصلحت عوام کی دور رسالت دور نزول قرآن میں تھا وہ دوسو سال تین سو سال کے بعد وہ مصلحت ختم ہوا ہے۔

اب نئی مصلحت کے متقاضی ہے اس فلسفے کو تسلیم کرنے کے بعد فقہ اور اصول فقہ بنانے والوں کو دلیل کو تقویت ملی ہے اور خاص کر مغرب جو کہتا ہے کہ وہ شریعت پرانی ہے مصلحت بدل گئی ہے لہٰذا قانون وضعی قانون اسلام کے جگہ جاگزین کرنا ضروری ہے اس صورت میں کوئی بھی شخص فلسفہ تراشی کر کے اس کو عقلی کہہ کر عقل سے نسخ کر سکتے ہیں۔داعیان نسخ اور خاص کر نسخ قرآن حدیث کے ذریعے کرنے کو انھوں نے حکمت سے جوڑا ہے کہا ہے شریعت کے احکامات حکمت پر مبنی ہے اور حکمت شریعت بندوں کی آزمائش وامتحان پر مبنی ہے نسخ شریعت ایک قسم کی امتیحان وآزمائش ہے امتحان وآزمائش کا سلسلہ باقی رہنا چاہیے لہٰذا نسخ جاری رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے یہ بحث تفسیر آیات احکام محمد علی سیاسی عبدالطیف سبکی ج ا ص ۰۷ ہے۔

نسخ احکامات قرآن ابی بکر احمد بن علی رازی حصاص متوفی ۲۷۰ ج ا ص ۰۷ پر لکھتے ہیں ابوبکر نے کہا ہے بعض متاخرین علماء جو اہل فقہی نہیں ہے انھوں نے کہا ہے کہ شریعت محمد میں نسخ نہیں ہے جتنے بھی نسخ کے بارے میں باتیں آئی ہے اس سے مراد شریعت سابقہ ہے شریعت محمد بن نسخ نہیں جیسے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکاری مشرق ومغرب کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے چونکہ ہمارے پیغمبر کی شریعت دائمی ہے ابدی ہے تا قیام قیامت تک ابوبکر نے کہا ہے جس شخص میں جس عالم نے نسخ کو انکار کرے اہے وہ عالم بلاغت میں مہارت رکھتے ہیں جس شخص جس عالم نے نسخ کو انکار کیا ہے وہ عالم بلاغت میں مہارت رکھتے ہیں لیکن علم وفقہ واصول میں اس کو بجیرہ نہیں ہے انکے اعتقاد میں شبہ نہیں ہے اما وہ اس رائے میں گمراہ ہوا ہے کیونکہ اس نے جو رائے دیا ہے اس میں اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے اس سے پہلے کسی نے ایسی رائے نہیں دی ہے نسخ شریعتوں میں چلتی ہو سنت ہے قرآن میں عام وخاص ہے محکم ومتشابہ ہے لہٰذا نسخ کا ہونا ناگزیر ہے ابوبکر نے یہ بات بھی کی ہے جن لوگوں نے عدم جواز منسخ پر استدلال کی ہے انھوں نے کہا ہے اس میں جائے شک نہیں سنت قرآن سے بہتر نہیں ہوسکتا ہے کہتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

تفسیر غرائب قرآن:

تبیین توضیح آیات قرآن کو تفسیر غرائب کہنا قرآں کے حق میں اہانت اور جسارت ہے کیونکہ تفسیر کے معنی کشف رموزات مجملا ے بعید غریب غیر مانوس کیلیۓ استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کلمہ تفسیر میں انسان سے خارج اس مائع میں موجود جراثیم و کشف کرنے کو تفسیر کہا ہے اس طرح قرآن میں بھی کسی فعل کے انجام کو جو انسان کے ذہن سے اذہان سے بعید ہے اس کے لئے استعمال ہوا ہے۔

استعمال کلمات غریب:

مخل فصاحت ہے لہٰذا کلمات غریب استعمال کرنے والے کو غیر فصیح کہتا ہے اور کلام غریب کو بھی غیر فصیح کہتا ہے ایسے کلام ایسے متکلم معاشرے میں ایسے کلمات اور ایسے متکلم کو پسند نہیں کرتے غیر مقبول ہے لذا اوج فصاحت بلاغت زبان عرب میں افراد محدود جاہلیت و اسلام دونوں میں افراد محدود کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ یہ لوگ فصیح و بلیغ ہے قرآن کریم نے نازل ہوتے ہی ان فصحاء اوران بلغاء کو تحدی کی ہے چیلنج کی ہے ھل من مبارز کی ہے مبارزہ طلبی کی ہے۔
آئیں دیکھتے ہیں کلام فصیح متکلم فصیح کسے کہتا ہے کتاب اسالیب البیان گی القرآن تالیف سید جعفر حیسنی اپنی کتاب کے ص ۷۰ پر لکھتے ہیں فصاحت کلام میں سب سے پہلا فصاحت مفرد آتا ہے کلام فصیح ہونے کے لئے کلام میں استعمال ہونے والی کلمہ فصیح ہونا چاہیے کلمہ فصیح ہونے کیلیۓ فصحاء نے تین شرطیں لگائی ہیں:

۱۔اس کلمہ میں حروف منفور رتنافر والی حرف استعمال نہ ہو اگر حرف نفرت آور استعملا ہوا ہے تو اسکلمہ کو فصیح نہیں کہتے۔

۲۔غرائب لفظ، لفظ اپنی جگہ غریب نہ ہو اجنبی نہ ہو غیر مستعمل نہ ہو۔

۳۔خلاف قیاس نہ ہو آئیں دیکھتے ہیں تینوں کی تشریح کرت ہیں توضیح کرتے ہیں تنافر حروف سے مراد مخارج سے مراد یہ ہے اللہ نے اس اقلیم دھان میں حروف کی سرگرفی کے لئے حروف کی نقل وحرکت کے لئے سرحدیں معین کی ہے اس کی مخارج معین کی ہے تو ایک مخرج کی دو حروف دونوں قریب نہیں ہونا چاہیے اس طرح دو حروف کے درمیان مخرج کے لحاظ سے دور نہیں ہونا چاہیے اگر دو حروف انتہائی نزدیک و یا فاصلہ زیادہ ہو تو بولنا بھی مشکل ہوتا ہے اور سننا بھی مشکل ہوتا ہے۔

وہ حروف کون سے ہے جن کے مخارج ایک دوسرے کے قریب ہے السین والشین والجیم والھاء والخاء والصین اگر ان حروف میں سے دو حروف ساتھ استعمال ہو جائے بیچ میں فاصلہ نہ ہو تو اس کو تنافر کہتا ہے جب تنافر ہوتا ہے تو فصاحت سے نکل جاتا ہے جیسے لفظ السیجح یہ لفظ اس زمین کو کہتے ہیں جو نہ نرم ہے گارا ہے۔

۴۔ لفظ استندج ساذج اسے بنی ہے فراحدی نے کہا ہے حروف مخارج قریب یا ایک دوسرے سے دور ہونے سے کلام فصاحت سے نکلتا ہے یہاں اس پر اقتصار کرتے ہیں۔

۲۔ غرائب کلام:

کلام غریب نہیں ہونا چاہیے یعنی ایک کلمہ اس کا معنی ظاہر نہ ہو استعمال میں معروف و مالوف نہ ہو فصحاء کے لئے کوئی لفظ اجنبی نہ ہو فصحاء کے لئے اصل بیان کیلئے ایسا نہ ہو وہ سننے کے بعد جا کے لغت دیکھنا پڑھنے لغو تلاش کرنا پڑے جس کے لئے اہل معانی بیان نے عیسی بن عمرو نحوی کا یہ کلمہ نقل کے اہے کہ وہ اپنے گدھے سے گر گئے تو لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے تو اسنے یہ جملہ کہا ''مالکم تکا کات علی کتکا کتم علی الذی جنۃ افرنفعوا عنی''۔

۳۔ مخالف قیاس نہ ہو قانون کلمات سازی کے خلاف نہ ہو یعنی قانون صرف کے فصاحت کلمہ کے بعد فصاحت کلام آتی ہے یعنی تعکیب کلمات میں بھی فصیح ہونا چاہیے ایک دوسرے کلمہ میں توافق توانس ہونا چاہیے انسجام والتیام تطابق توفیق اس سلسلہ میں مذکورہ کتاب کے صفحہ ۹۳ پر تین شرط بتاتے ہیں۔

۱۔ دو کلمہ جب جمع کریں تو تنافر ہوتا ہے ایسا نہ ہو۔

۲۔ ترکیب میں ضعف نہ ہو۔

۳۔ لفظ کی ادائیگی میں مشکل نہ ہو تنافر سے مراد ایک حرف مکرر نہ ہو اگر ان نہ ہو لفظ کے استعمال کرنے میں تقدیم کے بارے میں عبد القادر جرجانی کہتے ہیں کلمات ترکیب دینے میں غلطی نہ ہو ترتیب لفظی ہے جہاں لفظ معنی دینے سے قاصر رہے کثرت تکرار نہ ہو اضافات نہ ہو کلام فصیح کے لئے مفرد کلام متکلم تینوں کی فصاحت شرط ہے۔

اصطلاح باطنیہ کے تفسیر کے علاوہ دیگر فرق و مذاہب کی تفاسیر بھی قرآن سے دوری کرنے قرآن کو مھجور و معطل رکھنے کی اہم شاہد میں سے ایک سرے سے ابتداء ہی سے تفسیر قرآن کو احادیث سے شروع کرنا ہے کیونکہ دنیا میں درس و تدریس تالیف میں ابھی بھی پہلے مرحلے میں کلام کے مفردات پر بحث کرتے ہیں اور خاص کر اس میں مبہم مشکل الفاظ کا پہلے وضاحت کرتے ہیں یہاں تک محققین نے مصطلحات دینی میں شامل بہت سے اصطلاحات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ

کلام مولد ہے یعنی بعد میں شامل کیا ہے پہلے نہیں تھے قرآن کریم کا پہلا دعویٰ ہے کہ ہم آسان کتاب ہیں یہ کلام کلام آسان ہے آسان کلام ہے محتاج تفسیر نہیں توضیح نہیں اس کو اللہ نے دو مرحلے میں پیش کیا ہے:

ا۔ پہلے مرحلے میں کہا ہے یہ کلام عربی ہے سورہ نحل آیت ۱۰۳ سورہ فصلت آیت ۴۴ سورہ شعراء آیت ۱۹۵ سورہ یوسف آیت ۲ سورہ رعد آیت ۳۷ سورہ طہٰ آیت ۱۱۳ سورہ زمر آیت ۲۸ سورہ فصلت آیت ۳ سورہ شوریٰ آیت ۷ سورہ زخرف آیت ۳ سورہ احقاف آیت ۱۲ کیونکہ دنیا بھر کے تمام کلاموں میں افہام وتفہیم میں پیچیدگیاں پایا جاتا ہے اس کلام میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں نہ اس کی کلام میں نہ اس کی فہم میں۔

۲۔ بہت سے آیات میں فرمایا ہیں کہ یہ کتاب فصل ہے سورہ انعام آیت ۱۱۹ سورہ یوسف آیت ۹۴ سورہ ہود آیت ا سورہ فصلت آیت ۳۔۴۴ سورہ انعام ۹۷، ۹۸، ۱۲۶ سورہ اعراف آیت ۷ سورہ اسراء ۱۲ خود کتاب فصل ہے ہم نے تفصیل کی ہے غیر ذی عوج ہے ہم نے آسان بنایا ہے کلام خود جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ ایک واضح زبان ہے اس کے علاوہ ہم نے اورمزید وضاحت کی ہے۔ کیونکہ یہ کتاب درس گاہوں میں علمی حلقوں میں محدود نہیں ہے اس کو بازار میں روٹ پر عوام سے خطاب کرنی ہے لہٰذا اس کی مزید وضاحت چاہیے تھا لہٰذا نزول قرآں کے دور میں اس کو سمجھنے کے لئے عرب کے بدو کو سمجھنے میں مشکل پیش آئی نہ قائدین کو نہ رعایا کو حتیٰ عددارو د یہود ونصاریٰ کو پیش آئی کسی یہودی مسیحی نے اسپیوں نہیں پھینکا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا چھوڑو سب نے سنجیدگی سے پڑھا جلادستون وزیر اعظم برطانیہ نے بغیر کسی استناد حدیث سے عوام سے کہا ہے کہ یہ کتاب ہے اس کو پڑھو اس کو سمجھو یہ غیر مسلمین کے لئے کمر شکن کتاب ہے۔

دندان شکن کتاب ہے تاہم کوئی نہ کوئی کسی کے لئے پیچیدہ رہا ہے تو عربی کلام کا عربی کلمات کا تعارف دو طریقے سے کرتے ہیں:

ا۔ اس کے مترادفات قریب المعنی کلمہ سے اس کی وضاحت کرتے ہیں چنانچہ قوامس لغت میں اس سے ترتیب دی ہے قریب المعنی کلمہ سے وضاحت دی ہے۔

۲۔ اس کلمے کے ضد سے اشیاء کو اس کے ضد سے پہچانوں اس اصول کے تحت اس کلمے کے ضد سے تعریف کی ہے چنانچہ راغب اصفہانی نے مفردات اس طریقے سے لکھا ہے۔ آغاز وتاسیس علوم عربیہ سے لے کر ابھی تک کے مدارس فرق میں اس کی تدریس نہیں ہوتی ہے عام لغت کی ہوتی ہے لیکن خصوص قرآن کی تدریس اس طریقے سے نہیں ہوتی ہے اس طریقے سے کہتے ہیں مجمع میں یہ کہا ہے جلال الدین نے یہ کہا ہے قرطبی نے یہ کہا ہے اصلی لغت سے نہیں کہتا ہے آئیں ہم پہلے مرحلے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اللہ نے اپنی آخری کتاب اپنے بندوں میں نازل کرنے کے لئے لغت عرب

کو انتخاب کیا وہ بھی منطقہ سرزمین حجاز کے مرکز کو انتخاب کیا کیونکہ یہ کلام اپنی ساخت حروفی سے لے کر آخری صنعت کلام تک اس جیسا کلام سازی نہ پہلے آئی ہے نہ ابھی ہے یہ افتخار عربی زبان کو حاصل ہے عربی زبان میں جس حروف سے بنی ہے حروف بنی ہے اور حروف کی آواز بنی ہے ہر حروف کی منطقہ تک جہاں سے نکلتا ہے عربی زبان کی ساخت ابتداء سے عصر حاضر حاضر تک کے بارے میں استاد مصطفیٰ صادق رافعی نے تاریخ آداب العرب کے نام سے تین کتابیں لکھی ہیں اس کی پہلے ج ص ۱۳۸ آیا ہوا پر عربی زبان کیسے رشد پایا اور کس طرح اس کی بنیاد رکھی گئی اس کی بنیاد کے بارے میں ص ۱۳۸ اپر طرق وضع کے عنوان سے لکھی ہے جو کلمہ اس وقت ہمیں میسر ہے دستیاب ہے اگر ان کلمات پر اگر غور کریں گے تو یہ تین منازل سے گزرتا ہے۔

۱۔ایک مرحلہ ارتجالی ہے ایک عرب نے کوئی چیز دیکھا فوراً اس نے اس کے لئے ایک نام اختراع کیا بغیر کسی آگے پیچھے سوچ بغیر جس طرح بہت سے لوگ بغیر کسی مناسبت دیکھے اپنے عزیز کے نام رکھتے ہیں اس کو وضع ارتجالی کہتے ہیں یہ پہلا وضع ہے۔

۲۔دوسرا وضع اس کو اشتقاق کہتا ہے اشتقاق کے چند مراحل ہیں۔

۱۔اشتقاق صغر

۲۔اشتقاق کبر

۳۔اشتقاق کبار

یہاں یہ امتیاز اس زبان کو ہے اس میں ایک مادہ ہے جو اس ارتجال سے لی ہے جیسے ضرب قول فعل عمل ان کلمات میں صرف حدث بتاتے ہیں ضرب مارنا قول بولنا فعل کرنا جب اس سے کلمات بناتے ہیں اس کو صیغہ کہتے ہیں صیغہ صوغ سے بنا ہے یعنی اس کا ڈھانچہ بنانا ھیئت بنانا اس ڈھانچہ سے دو معنی نکلتا ہے ایک زمان و مکان نکلتا ہے کرنے والا یہ دوسرے مرحلے کی توسیع اس زبان میں جو ہے وہ دیگر زبان میں نہیں ہوتی۔

دوسرا اشتقاق اشتقاق کبیر ہے جسے علی بن فارس ان کے بعد ان کے شاگرد جثیہ نے بنائی ہے۔

تیسرا اشتقاق جس کا کوئی حد نہیں وہ ہے کوئی کلمہ مختصر سی مناسبت پر دوسرے کے لئے استعمال کرے اس سے زبان عرب پھولتا ہے اس سے اس کلام میں بہت سی حسن و جمال توسیع وسعت ترقی تمام اس کلام میں آیا ہے سب جانتے ہیں اہل کلام فصحاء بلغاء جانتے ہیں کسی کی کلام میں اجمال ابہام اس لئے آتا ہے اس کے لئے یا اس کی زبان میں جو معانی وہ پیش کرنا چاہتے ہیں اس کے لئے الفاظ نہیں لہٰذا وہ مشکل میں پڑتا ہے سر پکڑتا ہے کہ میں آپ کو کس طریقے سے سمجھاوں اس

کے ل ٔکونسی کلمات استعمال کروں۔

قرآن وہ زبان ہے جو دنیا بھرمیں اور خود عربوں میں جو سب سے پہلے ترقہ وتمدن کے لئے جو صنعت لگائی ہے وہ صنعت زبان ہے اس صنعت زبان سے عرب حجاز کو دیگر عربوں پر فوقیت ملی ہے امتیاز ملی ہے۔

اعجاز قرآن:

اعجاز قرآن کے بارے میں کتاب الذریعہ شمارہ ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸ مین اعجاز قرآں کے بارے میں کتابیں ذکر کی ہیں کتاب کشف الذنون ج ا ص ۱۲۱ پہ محمد بن زید واسطی متوفی ۳۰۰ھ آئی ہے کتاب کشف الذنون ج ۳ ص ۱۹۸ اعجاز قرآن محمد بن طبیب بن محمد بن جعفر بن قاسم باقلانی اشعری متوفی ۴۵۳ھ ہے۔

محمد بن ابراہیم انصاری شاطبی مالکی متوفی ۶۶۷ھ اعجاز قرآں کے بارے میں تالیفات کتاب اعجاز قرآن مصطفیٰ رافعی ج ا ص ۱۲۳ سب سے پہلے محمد بن یزید بن علی بن حسین واسطی متوفی ۳۰۶ ہے۔

۱۔دلائل اعجاز عبدالقادر جیلانی

۲۔علی بن یحییٰ بن علی بن عبداللہ رمانی متوفی ۳۸۴ھ

۴۔ابوبکر بتلانی متوفی ۴۰۳۔

۵۔احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب سبطی متوفی ۳۸۸۔

۶۔فخرالدین رازی

۷۔محمد بن عمرو بن حسن بن حسین تمیمی بکری متوفی ۶۰۶

۸۔ابن ابی اصبع متوفہ ۶۵۴

۹۔زملکانی متوفی ۲۷ھ

۱۰۔محمد بن یحییٰ بن سراقہ عامری متوفی اس کے بعد اعجاز القرآن والبلاغہ النبویہ مصطفیٰ صادق رافعی ۱۳۵۶ھ۔

تفاسیر موضوعی احکام قرآن

اس ذات کے لئے سزاوار ہے جس نے ہمیں وہ چیز دی ہے جو دنیا میں کسی اور قوم کو نہیں دی ہے حمد وثناء اس ذات کے لئے مخصوص ہے جس نے اس کتاب کو ہمیشہ کے لئے کتاب ہدات بنایا ہے حمد وثناء اس ذات کے لئے مختص ہے جس نے اس کتاب کو کتاب شریعت خاتم قرار دیا ہے۔حمد وثناء اس ذات کے لئے لائق ہے جس نے اس کتاب کو مادام الدھر حجت بنایا ہے حمد وثناء اس ذات کے لئے سزاورا ہے اس نے اس کتاب کی حفاظت خود نے کرنے کی یقین دہانی کی ہے حمد وثناء اس ذات کے لئے مخصوص ہے اسے آیادی خائنانہ اس تک رسائی سے کوتاہ رکھنے کی بھی اطمینان دلایا ہے۔حمد وثناء اس ذات] کے لئے سزاوار ہے جس نے مجھے فقھوں کی بجائے قرآن کی طرف متوجہ ومصروف رکھا ہے۔

حمد وستائش اس ذات کے لئے مخصوص وسزاوار ہے جس نے ابتداء ہی سے قرآن اور سنت محمد کے مقابل میں بنائے گئے فقہ سے دور رکھا میں اس میں کودا نہیں بلکہ اعلانیہ کہتا رہا مجھے فقہ نہیں آتی ہے میں فقہ نہیں جانتا ہوں۔جس نے مجھے تعلیم دنیا سے نہیں نوازا کیونکہ اس کے حصول کے لئے دینی کاروبار والوں سے نزدیک رحمانیہ سے دور ہوجاتے ہیں احزاب الحادیوں کے بجٹ سے سہم مولفۃ قلوب المومنین للکافرین سے سہم لینا پڑھتا تھا نیز اللہ سے دور خدمت خلق سے نزدیک ہوجاتے' چنانچہ بہت علمی مذہبی شخصیات خدمت دین سے مستعفیٰ ہوکر خدمت خلق کو اپنے لئے بہتر گردانتے ہیں حمد وثنا اس کے لئے سزاوار ہے جس نے مجھے ان ضرورتوں سے محروم نہیں رکھا جو میری حیات دنیوی کے لئے ناگزیر تھی ورنہ میں سرمایہ داروں سے قرب کی خاطر مال ومالداروں کی شان میں حدیث گھڑنا پڑھتا ہے نیز ان کے بقول ان سے توسل میں مبتلا ہوجاتا۔

سلام ودرود بے نہایت اس بشیر ونذیر عالمین پر سلام ودرود اس رسول امین حامل کتاب عظیم پر سلام ودرود مصطفیٰ عالمین پر ہو جس کا خلق قرآن ہے اس کا وصیت فرقان ہے اس کا میراث کتاب لاریب فیہ ہے۔سلام ودرود اس ہستی پر جس نے ایک عمر امی گزارنے کے بعد پہلا درس قرآن امین وحی جبرئیل سے لیا اس درس میں پہلا نصاب درس قرات تھا اس درستگاہ سے حاصل قرآن کو لے کر ابوقبیس پر چڑھ کر فرمایا جئکم کو خیر قرات آیات کریمہ الدنیا والاخرہ نیز سلام رب جلیل وکریم ان باصفا وفاداران محمد پر جنہوں نے سراء وضراء میں آپ کی معیت میں گزاری ہم رب منزل قرآن خالق کون ومکان سے اس کتاب کے بارے میں اس کا ارشاد ہے اگر یہ کتاب اللہ کے علاوہ کسی اور سے ہوتا تو اس میں بہت سی اختلافات پاتے۔

قرآن کریم اور دیگران کی کتب میں پہلا فرق مندرجات میں اختلافات کا نہ پانا اور پانا قرار دیا اس کی کتاب میں کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا ہے آیت اس طرح اس میں بھی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے کہ یہ کتاب کس نے لائی ہے

اس کی اصل اور محتویٰ مشکوک قرار نہیں پائیں جتنا بھی پروپیکنڈہ شایعہ افکنی کیا گیا یہ کسی اور کا ہے ثابت نہیں کر سکے تسلیم ہونا پڑھا اس میں خود کا بھی حصہ سہم نہیں وہ صرف واسطہ ہے غور کریں کسی اور سے ہونے کا احتمال دور سے دور تک جاتے ہیں لہٰذا تاریخ بشریت میں یہ واحد کتاب ہے جس کی انتساب صرف حضرت محمد مصطفیٰ کے علاوہ کسی اور سے نہیں گرچہ مشرکین اور صلبین نے چہ می گوئیاں، مشکوک شبہات کی بوچھاڑ کی لیکن وہ ھبا منشور ہو گیا یہاں کفر کی سربراہوں کو اپنے ایوانوں میں کہنا پڑھتا ہے جب تک یہ کتاب مسلمان میں ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔اس طرح سے کی ہے کہ محمد نے یہ کتاب کسی بشر سے نہیں لی ہے آیات مندرجات کو جمع کرنے غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب محمد نے ہی پیش کی ہے لیکن اپنی طرف سے نہیں بلکہ خالق کائنات مدبر کائنات رب الناس رب محمد کی کتاب ہے۔

ہم برات و بے زاری کا اعلان کرتے جس کسی نے بھی قرآن اور محمد کے مقابل میں حجتیں گھڑی ہیں اس دن سے دشمنان اسلام یہود و مجوس وصلیب و ہنود کی سازشیں کامیاب ہوتے گئیں ان کی امیدیں بڑھنے لگیں ادیان باطلہ بتوسل فرق و مذاہب امت مسلمہ کو زمین بوس کیا وہ صرف اپنوں کو ایسی تیسی کہنے میں مشغول رہے ہر ایک فرقے نے ایک وسیع علاقہ پر بدترین استبداد کا مظاہرہ کیا کتاب دراسات فی الفرق والمذاہب اور کتاب اجتہاد التقلید تجدید نے آنکھوں سے پٹی اتارے گی۔

یہ کتاب اس لئے تصنیف نہیں کی ہے کہ دنیا سے رخصت ہوتے ہوقت بزرگان کو غصہ دلا کر جاوں اس لئے بھی نہیں لکھا ہے میرے مرنے کے بعد یہ یادگار رہے گا نہ مجھے اس کا ڈر ہے کہ لوگ مرنے کے بعد لعنت بھیجیں گے میں نے دنیا والوں سے بہت زجر و اہانت کھایا ہوں مرنے کے بعد زجر کا پتہ نہیں چلے گا۔روز قیامت جس دن کو اللہ نے یوم اتبلی سرائر نام رکھا ہے اور کسی جگہ فرمایا ہے **الیوم تبدون ما کنتم تخفون** کسی جگہ **الیوم تجزون** کسی جگہ **الیوم نختم علی افواھم** کسی جگہ جہنم داخضہ آیا ہے وہ حیل شرعی و مصلحت قومی وقت حالات کے ساتھ دینا پڑھتا تھا والی حیلے بہانے تراشی کار آمد نہیں ہوگی وہاں یہ منطق کار آمد نہیں ہوگی یہ اعتراض وہاں نہیں چلے گا اعتراض مدارس حوزات کے فیل تھے بے قد و قامت بدشکل تھے۔

ہم رب کریم و رحیم علیم و قدیر پر بھروسہ کرتے ہوئے عمر پیری میں حالت علیل اور ضعف جسمانی کے وجوہات کے علاوہ شرف وداع دنیا و مافیہا کے موقعہ پر ایک گراں بہا قابل قدر یادگار چھوڑنے کی نیت سے اس موضوع کا آغاز کیا ہے تا کہ ملائکہ حساب و کتاب کے اس سوال کا کیا لائے ہو اور کیا چھوڑ کر آئے ہو تو میں جواب قرآن سے دفاع کر و احکام فقہاء کو چھوڑ و احکام قرآنیہ کو نفاذ کر و پتہ نہیں جو پہلے لکھ چکا ہے اور اس کا حشر کیا ہوں گے آخرت میں میری نجات میں

کہاں تک یہ مؤثر اور شافع واقع ہوں گے وہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے میں صرف مرتے وقت اللہ کی کتاب قرآن عظیم سے لگاو اور اس کو اپنی فہم وادراک کے دائرے میں رہتے ہوے ایک توشہ آخرت سمجھ کر شروع کیا ہے چناچہ سورہ انشقاق میں اللہ نے فرمایا ہے کہ تم اپنی تمام زحمت ومشقت اور تک ودو کے ساتھ میری طرف آرہا ہے آیت تو قرآن کی معیت میں اللہ کے حضور میں پہنچنے کی شرف حاصل کرنے کی نیت سے شروع کیے ہیں معلوم نہیں کہ میں کتنے صفحات کتنے عناوین لکھ کر چھوڑ دوں۔

ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے بنی ہوئی طویل وعریض عمارت فقہ کو تجاوزات غیر قانونی قرار دے کر گرانا بعض کی نظر میں اقدام غیر عاقلانہ حرکات جاہلانہ تصورات احمقانہ ہوگی۔ بہت سے دانشوران وغیر دانشمندان اور علماء المذاہب ہم آہنگی کے داعیوں کا کہنا ہے جس طرح دین یہود ونصاریٰ مجوسی کو ختم نہیں کر سکتے ہیں فرقوں کو بھی ختم نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ تصور انتہائی غلط اور بے بنیاد ہوگی کیا کسی مذہب یا دین کو باطل بے بنیاد کہنا اس کو گرانا نہیں کہتے ہیں ۔

جس طرح دین صلیبی ومسیحی ویہودی کو متعرض ہونے میں کوئی اشکال واعتراض نہیں ہے بلکہ اس سلسلہ میں عرصہ دراز سے ادیان باطلہ مذاہب فاسدہ کو باطل گردانتے آیا ہے ادیان ومذاہب دنیا میں پیش آنے والے حوادث واقعات معروضات دنیا جیسا ہے دونوں کو دلائل وبراہین سے ثابت کرنا ہوتا ہے جس طرح کسی بھی چیز کا ثبوت پرانا ہونا نہیں ہوتا ہے دلیل سے محروم ہونے کی وجہ سے دلائل سننے سے ہراساں، پریشان ہوتا ہے گھبراتا ہے ناگوار گزرتا ہے دلائل ان کے لئے مثل صاعقہ ہوتے ہیں وہ طاقت وقدرت کا مظاہر کرتا ہے

اس کو بے بنیاد کہتے ہیں، یعنی یہ دین یا مذاہب کسی محکم متقنی دلائل پر قائم نہیں بلکہ ہوا خیال نفخ شیاطین جن وانس پر قائم ہے بے پدرو بے اساس وین ہے۔ اس دین یا مذہب پر قائم والوں کو چاہیے اپنے دین ومذہب کی بنیاد پیش کریں۔ دین مذہب کی بنیاد احتجاج، خوف اور ہراس سے استحکام نہیں پاتے ہیں اس کے لئے آیات قرآن سے استناد کی ضرورت ہے۔

ان کے پاس دلائل وبراہین صحیح کا بحران رہتا ہے طاقت وقدرت کی فراوانی ہوتی ہے شاید آئندہ بھی ایسا رہے یوں ہی ان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے، طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

جبکہ دین حق والوں کو افتخار واعزاز اس حاصل ہے کہ وہ دلائل قاطعہ ساطعہ لا یتناھی تھا سے مسلح فتح وکامیابی حاصل کرتے ہیں الحادی طاقتیں اتحاد یہ قائم کرتی ہیں دلائل سے محروم فرقے بھی اس اتحاد میں شامل ہوتے ہیں کبھی محروم وبے بس بھی

رہتے ہیں۔

تبین احکام قرآنیہ:

مذاہب فقہی نے قرآن اور سنت رسول سے انحراف کر کے احکام فقہاء کو احکام قرآن کی جگہ جاگزین کیا ہے۔

اس کے لئے انہوں نے چندین وجوہات پیش کی ہے۔

۱۔قرآن کریم اور سنت رسول میں تمام احکام نہیں۔

۲۔قرآن کریم کی آیات ظنی الدلالہ ہیں، سنت رسول ظنی سند ہے۔اس تجاوزات غیر آئینی قبضہ بلا سند کو چھڑانا ہر فرد مسلمان عالم و دانشمند اور ہم جیسے شاگردان فیل پر واجب قرآن ہے۔

فقہاء نے اپنی فقہ کو احکام قرآنیہ کی جاگزین کرنے کیلئے اللہ اور اس کے رسول امین پر افتراء جھوٹ باندھا ہے، نیز خود قرآن کی دعواء کو جھٹلا کر اہانت و جسارت کی ہے نیز انہوں نے تضاد گویاں بھی کی ہے قرآن کریم کی چھ ہزار سے زائد آیات کے علاوہ یہ دعواء بھی افتراع کیا ہے اتنی برابر وصی غیر متلو بھی ہوا ہے ۔

فقہاء نے اپنے اس وعدے کا وفا بھی نہیں کیا جو انھوں نے کتب اصول فقہ میں تکرار سے کہا ہے کہ ہمارا مصدر فتویٰ قرآن و سنت محمد ہے جہاں حکم قرآن یا سنت محمد میں حکم موجود ہو ہم فتویٰ نہیں دیتے جہاں قرآن و سنت میں حکم نہ ہو یا روایات ضعیف عمل اصحاب بھی نہ ہو وہاں ہم فتویٰ دیتے ہیں یہاں ان سے سوال ہوتا ہے یہاں فتویٰ دینے کا یہ حق آپ کو کسی نے دیا ہے لیکن جب انھوں نے فتویٰ صادر کرنا شروع کیا تو انھوں نے قرآن سنت محمد دونوں کو نظر انداز کر کے فتویٰ دیا ہے۔

بلکہ بعض جگہ حکم صریح قرآن ہوتے ہوئے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے ہم اس کتاب میں پہلے مرحلے میں ۔لیکن ہم ان کے اس دعویٰ کو مسترد کرتے ہیں جہاں انہوں نے کہا ہے قرآن میں عام احکام نہیں ہے نیز نبی کریم کے اس فرمان کو بھی جھٹلایا ہے جس میں آپ نے فرماتا ہے ہم نے عام احکام بتایا ہے آئے پہلے ان آیات دیکھتے ہیں۔

اس کتاب میں ہر خشک وتر کا بیان ہے سورہ انعام آیت ۵۹ سورہ شوریٰ آیت ۱۹۵ سورہ نمل آیت ا آیت ۷۵ سورہ سبا آیت ۳۔۱۲ یہ کتاب واضح و روشن ہے سورہ آل عمران ۱۳۸ نحل آیت ۱۰۲ یہ کتاب عربی ہے عربی کا معنی واضح ہے سورہ فصلت آیت ۴۴ سورہ شوریٰ آیت ۱۹۵ یوسف آیت ۲ رعد آیت ۳۷ طہ آیت ۱۱۲ زمر آیت ۲۸ فصلت ۳ شوریٰ آیت ۷ زخرف آیت ۳ سورہ احقاف ۱۲۔

۲۔قرآن میں احکام کی حدود بتایا ہے انسان سے کہا ہے ان حدود سے قریب مت جائیں یا تعدی نہ کریں جو شخص حدود کا پاس نہیں کریں گے اس پر نقض حکم کا حد جاری ہوگا قرآن کریم میں آیا ہے کہ اللہ نے حدود بیان کی ہیں بقرہ آیت ۱۸۷ آیت ۲۲۹ آیت ۲۳ نساء آیت ۱۳ مجادلہ آیت ۴ طلاق آیت ۱ سورہ توبہ آیت ۱۱۲ سورہ نساء آیت ۱۴ سورہ توبہ آیت ۹۷ سورہ مائدہ آیت ۱۳ ان آیات میں آیا ہے اللہ نے ہر چیز کو بیان کیا ہے۔تو یہ کہنا کہ اللہ نے نہیں بیان کیا ہے یہ تہمت ہے راہ فرار ہے۔

۱۔اس میں ہر خشک وتر کا حکم ہے انعام ۵۹

۲۔اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے نحل ۹۰

۳۔قیام قسط کریں مائدہ ۸

۴۔قرآن میں قوموں کی کوئی حیثیت نہیں حجرات ۱۳

۵۔یہ کتاب ہدایت ہے احقاف ۳۰

بقرہ ۲۔۱

توبہ ۸۶۔۱۲۴۔۲۳ بقرہ ۱۸۵

فہم قرآن مشکل نہیں بقرہ ۱۸۵ انعام ۱۹ نساء ۸۲ ص ۲۹ فصلت ۳ قرآن بیان لناس آل عمران ۱۳۸۔قیامت ۱۸ رحمٰن ۴

بقرہ ۲۱۳‘ ۲۰۹‘ ۲۵۳۔

آل عمران ۸۶،۱۰۵۔

یہ دعویٰ ہر حوالے سے غلط اور بے بنیاد ہے کہ قرآن میں تمام احکام نہیں ہے فقہاء نے اعتراف کیا ہے قرآن میں پانچ سو آیات احکام کے بارے میں آیا ہے جبکہ ابن عربی نے آٹھ سو آیات علامہ ہادی معرفت نے تفسیر ومفسرون میں دو ہزار کے قریب آیات بتائی ہے اگر اس عدو مذکور پر ان پر اعتماد کریں تو انہوں نے ان سے بھی استناد نہیں کیا ہے خاص کر کے بعض ابواب جسے ارث خواتین نکاح محرمات احکام جنگو جہاد سے متعلق آیات تفصیل سے بیان ہوا ہے امانت داری کا تقاضا تھا کہ وہ جہاں جہاں قرآن میں احکام بیان ہوا ہے ان کو سامنے لاتے جہاں آیت نہیں یا دلالت میں نقص ہے وہاں وہ دیگر امارات سے استناد کرتے بلکہ انہوں نے بہت سی ایسی جگہ قرآن کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

۱۔قرآن وسنت میں آیا ہے وہ حیلہ بہانہ کر کے کہتے ہیں نہیں آے ہیں تو وہ جھوٹ ہوں گے

۲۔قرآن وسنت میں آیا ہی نہیں ہے اگر قرآن وسنت میں نہیں آیا ہے تو ان کو یہ حق نہیں ہے‘ جہاں اللہ نے حکم نہیں دیا

ہے وہ وہاں حکم صادر کریں یہ ایک قسم کی ڈھاکہ ہے آیئے دیکھتے ہیں
قرآن وسنت سے ہٹ کر یا اس کے علاوہ مصادر وماٗ خذ جعلی اور خود ساختہ سے فتویٰ دینے کی جواز کے اسناد یہ ہے
(۱) قرآن اور سنت ظنّی الدلالت وسند کی وجہ سے استنباط احکام ناممکن ہو گیا ہے۔
(۲) قرآن وسنت میں تمام احکامات کے بارے میں آیات روایات نہیں پائے جاتے ہیں یہ دعویٰ صریح آیات قرآں کریم سے متصادم ہے قرآن کریم کی چندین آیات میں آیا ہی اس کتاب میں احکام خشک وتیر موجود ہے یا کامل اتم ہے ہر چیز بیان کیا ہے۔
۲۔جہاں چندین آیات میں آیا ہے ہم نے بندے کے لئے حد بندیاں کی ہے۔
۳۔احکام خانوادہ کی احکام اصول جہاں ارث بیان کیا ہے۔کتاب قواعد التّدبّر الامثل لکتاب اللہ عزّ وجلّ تأ لیف عبدالرحمٰن حسن حبنک المیدانی ناشر دارالقلم دمشق ص (۹۶) پر آیا ہے قران کریم کی چندین آیات میں کلمہ حدود آے ہیں بعض آیات میں حدود کے قریب جانے سے منع کیا ہے بعض آیات میں حدود سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے شریعت الٰہی لی حدود معیّن ہے اس میں نئی احکام داخل کرنے اور پرانی احکام سے تعدی کرنے کی اجازت نہیں ہے حدود شریعت کے نزدیک معروف ہے ملکوں کے حدود ہوتے ہیں جائدادوں کے حدود ہوتے ہیں گھروں کے حدود ہوتے ہیں حدود جمع حد ہے حد اس نشانی کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان میں فاصلہ ایک دوسرے کو الگ کرتے ہیں جدا کرنے والا ہے دو چیزوں کو ایک دوسرے سے تمیز کرنے دونوں کو خلط نہ کرنے ایک دوسرے میں متداخل نہ ہو ہر محدود اپنے حد میں رہے تا کہ اس حد سے کوئی باہر نہ جائے کوئی اس میں داخل نہ ہو جائے جن آیات میں حدود ذکر ہوا ہے وہ احکام شریعت ہے جن کی مقدار بیان ہوا ہے احکام شریعت کو قرآن میں چودہ جگہ پر حد کا ذکر آیا ہے۔
ان آیات میں بعض جگہ حدود کے قریب جانے سے منع کیا ہے حدود سے باہر رہے بعض آیات میں حدود سے تجاوز کرنے سے منع کی ہے بعض آیات میں حدود کو اقامہ کرنے کی دعوت دی ہے بعض آیات میں حدود کے محافظین کی تعریف کی ہے جہاں حدود کے قریب جانے سے منع کی ہے وہ جگہ ہے جہاں دیوار بین اباحہ وحرمت قائم ہے حدود حرمت کا دیوار ہے حدود سے باہر اباحہ کے درمیان ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیات (۱۸۳) سے (۱۸۷) تک یہاں حرمت اور مباح کے بارے میں تفصیل بیان کی ہی اس میں مؤمنین سے خطاب کی ہے اس میں محرمات اور واجبات کا ذکر ہے وہاں تعدی کرنے سے تجاوز کرنے سے منع کی ہے ان حدود سے تعدی تجاوز کرنے والوں کو ظالم کہا ہے سورہ بقرہ آیات۔۲۳۹
(۳) بہت سی جگہ احکام شریعت بیان ہوا ہے وہ احکام مالیات سے متعلق ہے اموال یتیم خواتین مُردوں کے ارث جیسا

کہ سورہ نساء آیت (۱۳۔۱۴) میں آیا ہے

(۴) سورہ طلاق آیت۔ا میں آیا ہے طلاق کے بارے میں عورت طلاق لینے کے بعد عدت گزارے گی ایک مدت تک اس شوہر کے نگران میں رہے گی۔

(۵) جو لوگ اللہ کے بیان کردہ حدود کی پاسداری کرتے ہیں محافظت کرتے ہیں انجام دیتے ہیں اقامہ کرتے ہیں ان کے بارے میں سورہ توبہ آیت۔۱۱۳ آئی ہے (۶) جو اللہ رسول کی عصیان نافرمان کرے حدود سے نکل جاتا ہے ان کے لیے جھنم کی عذاب کا وعدہ دیا ہے اور بعض اس حدود سے تجاوز کرتا ہے اس کو ظالمین کہا ہے اور جو افراد ذوات ایسے ہیں جو ان حدود کی نگرانی کرتے ہیں جن آیات میں ان حدود ک قریب جانے سے منع کی ہے یا اس میں ردو تبدیل اس کے لیے کلمہ قرب استعمال ہوا ہے لفظ نہی لاتقربا سے لفظ لاتا کل لاتفعل زیادہ بلیغ ہے پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث ہے حلال بھی واضح ہے حرام بھی واضح ہے درمین میں کچھ چیزیں مشتبہ ہے وہ لوگ نہیں جانتے اگر اس سے بچ کے رہا تو دین کو بچایا ناموس کو بچایا اگر مشتبہ میں گر گیا تو حرام میں گر گیا۔

اس کتاب میں ہر خشک وتر کا بیان ہے سورہ انعام آیت ۵۹ سورہ شوریٰ آیت ۱۹۵ سورہ نمل آیت ا آیت ۷۵ سورہ سبا آیت ۳۔۱۲ ایہ کتاب واضح وروشن ہے سورہ آل عمران ۱۳۸ نحل آیت ۱۰۲ ایہ کتاب عربی ہے عربی کا معنی واضح ہے سورہ فصلت آیت ۴۴ سورہ شوریٰ آیت ۱۹۵ یوسف آیت ۲ رعد آیت ۳۷ طہٰ آیت ۱۱۲ زمر آیت ۲۸ فصلت ۳ شوریٰ آیت ۷ زخرف آیت ۳ سورہ احقاف ۱۲ قرآن میں سب حکم نہیں ہے احکام حدود کی پاسداری کو کہتے ہیں جو شخص حدود کا پاس نہیں کریں گے اس پر نقض حکم کا حد جاری ہوگا قرآن کریم میں آیا ہے کہ اللہ نے حدود بیان کیا ہے بقرہ آیت ۱۸۷ آیت ۲۲۹ آیت ۲۳ نساء آیت ۱۳ مجادلہ آیت ۴ طلاق آیت ا سورہ توبہ آیت ۱۱۲ سورہ نساء آیت ۱۴ سورہ توبہ آیت ۹۷ سورہ مائدہ آیت ۳ ان آیات میں آیا ہے اللہ نے ہر چیز کو بیان کیا ہے۔تو یہ کہنا کہ اللہ نے نہیں بیان کے ا ہے یہ تہمت ہے راہ فرار ہے۔

ا۔اس میں ہر خشک وتر کا حکم ہے انعام ۵۹

۲۔اللہ عدل واحسان کا حکم دیتا ہے نحل ۹۰

۳۔قیام قسط کریں مائدہ ۸

۴۔قرآن میں قوموں کی کوئی حیثیت نہیں حجرات ۱۳

۵۔یہ کتاب ہدایت ہے احقاف ۳۰

تعارف قرآن از قرآن:

بقرہ ۲۔۱

توبہ ۸۶۔۱۲۴۔۲۳ بقرہ ۱۸۵

فہم قرآں مشکل نہیں بقرہ ۱۸۵ انعام ۱۹ نساء ۸۲ ص ۲۹ فصلت ۳ قرآن بیان لناس آل عمران ۱۳۸۔ قیامت ۱۸ ارحمٰن ۴

بقرہ ۲۱۳، ۲۰۹، ۲۵۳۔

آل عمران ۸۶،۱۰۵۔

کتاب علم اصول فقہ ص ۱۳۶ احکام معاملات مندرجہ ذیل عناوین میں پایا جاتا ہے:

۱۔احوال شخصیہ یعنی خاندانی احکام از دواج رشتہ دار قرابت داری کے بارے میں ۷۰ آیات ہیں۔

۲۔احکام معاملات ایک دوسرے کے ساتھ تبادل وتعادل مواد خرید وفروخت اجارہ رہن کفالت شرکت قرضہ ہر ایک کے دوسرے پر حقوق اس سلسلہ میں ستر آیات ہیں۔

۳۔احکام جنائی ہر وہ شخص جس سے جرائم صادر ہوتے ہیں۔ مستحق عقوبت پاتے ہیں لوگوں کی جان ومال وناموس ان کی زد میں آتا ہے ان کے تحفظ کے بارے میں تیس آیات ہیں۔

۴۔ایک دوسرے کے حقوق کے حقوق طلبی میں مدعی مدعیٰ علیہ قاضی شاہد قسم اس سلسلہ میں ۱۳ آیات ہیں۔

۵۔نظام کے بارے میں حکومت داری ریاست داری کے سلسلہ میں ۱۰ آیات ہیں۔

۶۔اسلامی مملکت کا دیگر حکومتوں سے تعلقات کے سلسلہ میں ۲۵ آیات ہیں۔

۷۔احکام اقتصادی ومالی زکوٰۃ محتاجوں کی اجر وماجور فقیر وغنی حکومت ورعایا کے سلسلہ میں ۱۰ آیات ہیں قرآن اپنی جگہ قطعی الصدور ہے لیکن اس کی بعض آیات کی دلالت ظنی ہے اس سلسلہ میں سورہ بقرہ آیت ۲۲۸ مال دیتا ہے لفظ قرء مشترک ہے حیض اور طہر کو بھی کہتے ہیں یعنی غسل ظاہر ہونا ہے۔

۲۔حیض کو بھی کہتے ہیں۔

یہ انحرافات اپنی جگہ از روئے جہل یا خطاء اجتہادی نہیں ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں بلکہ انتہائی دقت باریک بینی دہشت استبدادی طریقے سے نافذ کی ہے یہ انحراف از روئے نقص فہم آیت کریمہ شک در دلالت ودر سند روایات بھی نہیں بلکہ از روئے عمداً انحراف کی بنیاد ڈالی ہے۔

آئیں جہاں حکم قرآن بطور صریح موجود ہے آئے پہلے ہم خود احکام کے بارے میں بحث کرتے ہیں جعل حکم کس کو حاصل

ہے آیا مجتہدین کو یہ حق حاصل ہے یا انہوں نے بھی احکام وضعی والوں جیسا بذریعہ طاقت قدرت حیلہ بہانہ قبضہ کیا ہے بلکہ وضعین کے لئے میدان ہموار کیا ہے آئیں پہلے کلمہ کا معنی لغوی اور اصطلاحی قرآن پر نظر ڈالتے ہیں۔

قرآن کریم میں احکامات کے بارے میں آیات:

صاحب کتاب التحقیق فی الکلمات القرآن نے صفحہ ۲۶۴ پر لکھا ہے اس کا اصل معنی منع ہے جب کسی کو کسی چیز سے منع کرے اس کو حکم کہتے ہیں مخالفت سے روکیں وہ اس دائرے سے خارج نہ ہو جاے اس کو حکم کہتے ہیں یہیں سیمرض شناسی اور دواشناسی کے علم کو علم حکمت تشخیص کرنے والے کو حکیم کہتے ہیں حکمت حکیم یہاں سے تجاوز کر کے معاشرے انسانی میں انسانوں کی طغیان سرکشی افراط وتفریط حرج مرج تعدی تجاوز جگڑا فساد روکنے کو حکم کہتے ہیں۔ روکنے والے کو حاکم کہتے ہیں۔

یہاں سے یہ بحث آتی ہے یہ حق کس کو حاصل ہے کس کو حاصل نہیں ہے سواری کو لجام کرنے کا حق سوار کو حاصل ہے کوئی نہیں کہتا ہے کہ سوار کو کہ تم اس کو کیوں لجام دیا ہے کیونکہ یہ اسکا خریدا ہوا ہے اس کا پالا ہوا ہے یہاں ایک ملکیت ہے اور ایک ربوبیت ہے حق ملکیت حق پالنا دونوں اس کو حق حکومت دیتا ہے یہاں سے آگے اس کو تعدی تجاوز کرنے کے لئے یہ دونوں فلسفہ کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے یہاں سے یہ کہتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے مقابل میں حق حکومت نہیں رکھتا ہے۔ سوائے جہاں کسی نے کسی اللہ شدو اسان کو ذرے دے کر خریدا ہوا ہے۔

یعنی کوئی انسان دوسرے انسان پر حق حکومت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اس نے ووسرے انسان کو نہ خلق کیا ہے نہ پالا ہے خلق نہ کرنے کا مطلب واضح روشن ہے کوئی انسان نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں نے خود کو خلق کیا ہے یا یہ بھی نہیں کہ سکتا کہ میں خود بہ خود خلق ہوا ہے یا کسی نے اس کو خلق کیا ہے یا یہ بھی نہیں کہ سکتا چنانچہ اللہ سبحانہ نے کثیر آیات میں بندہ محکوم ہونا فلسفہ مالک نفع وضرر پر قائم کیا ہے جو تمہارے نفع وضرر کا مالک ہے تو اس کے بندو ہو اس کے حکم کو مانو حق حکومت صرف اس کو حاصل ہے پھر اس ذات اپنی مالک کے ہونا کا دلائل دیا ہے۔

امّا جہاں تک ربوبیّت کے اسباب ہیں اس میں پانی ہے ہوا ہے ارزاق ہے یہ سب بھی کسی کے ملکیت میں نہیں ہے تا کہ وہ دوسرے کو دے دیں تو مالک حقیقی ربوبیت حقیقی کسی انسان کو حاصل نہیں ہے لہٰذا قرآن کریم میں آیا ہے حق حکومت صرف اور صرف اللہ کو حاصل ہے حق حکومت کسی اور کو نہیں ہے کسی بھی بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے چاہے کتنی ہی بلند و بالا مقام ومنزلت رکھتا ہو حکم مختص ہے ذات الوھیت و ربوبیت کے لئے ہے۔

جو ہستی اس انسان کا خالق اور مربی ہو حاکم محکوم اپنی جگہ ذاتی اور دونوں ہوتا ہے ذاتی سر کیلئے ہیں عرضہ جیسے اللہ یہ حق دیں

عرضی ہوتا ہے حق حکومت کے تمام اقسام انواع بطور ذاتی صرف اور صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے کیونکہ اللہ ہی اس خالق ہے مدبر ورازق ہے حکومت کرنے کی تمام صلاحیت واہلیت علم قدرت اللہ تک محدود ہے اس کے ماسوا کسی اور کو حتیٰ انبیاء کو بھی حکومت ذاتی حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ گزشتہ انبیاء خود حضرت محمد سے زائد عرصہ خود مقہور مقلوب تھے۔

لہٰذا قرآن کریم کی بعض آیات میں حق حکومت کو صرف اللہ کے لئے مخصوص کیا ہے غیر اللہ کے لئے حق حاکمیت حکم جاھلیت قرار دیا ہے سورہ المائدہ آیت۔۵۰ اللہ ہی بندوں میں حکومت کرتا ہے سورہ الغافر آیت۔۴۸ حق حکومت مخصوص اللہ کے لئے ہے سورہ انعام آیت۔۵۷ سورہ قصص آیت۔۸۸ سورہ انسان آیت۔۲۴ سورہ مائدہ آیت۔ ۵۰ سورہ شوریٰ آیت۔۱۰ سورہ کھف آیت۔۲۶ سورہ بقرہ آیت۔۳۲ لہٰذا ایک اور سلسلہ آیات میں اللہ کی حکومت کو چھوڑ کر کسی اور کے حکومت کو اپنانے کو فاسق کافر جاھل ظالم گردانا ہے یہاں سے ان دو سلسلہ آیات سے ثابت ہے حق حکومت بطور ذاتی اللہ کے لئے ہے بطور عرضی انسان کے لئے ہے جب بطور عرضی انبیاء کو ہے تو انبیاء یہ حکم کسی اور کو نہیں دے سکتا ہے جب انبیاء کسی اور کو نہیں دے سکتا ہے تو ماسوا انبیاء امت میں کوئی بھی حکم صادر نہیں کر سکتا بندے جتنے بھی ہے حکم نافذ کرنے میں حاکم ہے حکم دینے میں نہیں کیونکہ حکم دینے کے لئے علم غیر محدود قدرت غیر محدود ہونا چاہیئے یہاں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فقہاء حاکم نہیں ہے لہٰذا فقہاء جب تک حکم نافذ کرنے کے لئے جو بھی طریقہ اپنائے اپنا سکتے ہیں چونکہ یہ حق بندوں کا ہے نافذ کرنے کا حق بندوں کو ہے بندے خاموش ہو جاے تو معارضہ اختلاف ختم ہو جاتا ہے لیکن حکم صادر کرنے کے لئے علم واقعی چاہئے علم حقیقی چاہئے اور حکم مخالف کو سزا دینے کی قدرت چاہئے اگر وہ یہاں حکم کو نہیں مانیں گے تو اس کی گرفت سے بہر نہیں جا سکیں گے یہ جن فقیہاء کو ہم نے حاکم تصور کیا ہے ان کی مصادر حکم بھی مشکوک ہے جن کی سند دے کے حکم دے رہے ہیں وہ بھی مشکوک ہے وہ اپنی حکم کو نافذ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خود معتوب تھے یہ خود عذاب خوردہ ہے تو کیسے ان کا حکم امّت پے نافذ ہوگا۔

سورہ المائدہ آیت۔۴۴ ۔۴۵۔۴۷۔۴۸۔۴۹ سورہ بقرہ آیت۔۲۱۳ سورہ آل عمران آیت۔۲۳ سورہ الاعراف آیت ۔۸۷ سورہ یونس آیت۔۱۰ سورہ یوسف آیت۔۸۰ سورہ نور آیت۔۴۸۔۵۱ سورہ بقرہ۔۱۱۳ سورہ نساء آیت۔۱۴۱ سورہ مائدہ آیت۔۱۔۴۴۔۹۵ سورہ رعد آیت۔۴۱ سورہ نحل آیت ۱۲۴ سورہ حجّ آیت۔۵۶۔۶۹۔۵۲ سورہ زمر آیت۔۳ سورہ ممتحنہ آیت۔۱۰ سورہ انبیاء آیت۔۷۸ سورہ نساء آیت۔۶۵

اللہ کے بعد یہ اس ذات کو حاصل ہے جو اللہ نے دین وشریعت دے کر بھیجا ہے اس میں انبیاء آتے ہیں اسلام آنے کے بعد یہ حق صرف خاتم النبیین کو حاصل ہے کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں ہے جیسا کہ سورہ النساء آیت ۶۵ میں آیا ہے اس

آیت میں اللہ نے اللہ پر ایمان لانے اور نہ لانے والوں کا پہچان شناخت اس کو بنایا ہے جس نے محمدﷺ کو حاکم بنا دیا حکم قرار دیا اس نے ایمان لایا ہے جس نیا آپ کو حکم نہیں بنایا ہے اس نے ایمان نہیں لایا اللہ کی طرف سے متصل حاکم پیغمبر کے بعد ختم ہے جیسا کہ سورہ النساء آیت ۔۱۶۵ میں آیا ہے پیغمبر کے بعد یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں یہاں حکم جعل کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے تاہم حکم کے نفاذ کا حق یہ پوری امّت کو حاصل ہے جنھوں نے واجد شرائط وصفات کو حکم قرار دے دیں جو علم باحکام رکھتا ہو یہاں سے یہ دیکھنا ہے یہ جو فقھاء کے تعریف میں آیا ہے جہاں قرآن وسنت میں حکم نہیں آیا ہے وہ ان اصول وموازین کے تحت حکم دے سکتا ہے اس حکم کی کوئی سند عقلی وقرآن وسنت سے نہیں ہے بلکہ یہ حکم اپنی جگہ طاغوتی ہے کیونکہ انھوں نے یہ منصب اپنے لئے دروغ گوئی افتراء پردازی سے حاصل کی ہے انھوں نے کہا ہے قرآن وسنت میں نہیں ہے قرآن وسنت میں نہ ہونا اپنی جگہ دو مفہوم رکھتے ہیں

احکام قرآنیہ:

انسانی زندگی کے تمام شعب حیات پر محیط ہے مرجع انسان اس عالم میں شکل ہے خود ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے وہ ہے۔

۳۔وسیع وعریض کلمات آسمان زمین ومابینہا ہے۔

۴۔اپنے بمنوع خود جیسا انسان ہے وہ خود جی تین سے الگ جدا منفرد مستقبل نہیں پاتا ہے خاص اس کے خالق سے کسی فہم کی استقلال نہیں پاتے ہیں۔

۵۔اس کے وجود کے بقاء کے لئے آسمان زمین ومابینہا میں موجود کے نیاز مند ہے۔

۶۔وہ اپنی ضروریات کو خود تنہا حاصل نہیں کرسکتا ہے۔

انسان کا رشتہ اپنے رب سے وصل جوڑنے کو عبادت کہتے ہیناس کے علاوہ کوئی اور صورت ممکن نہیں کیونکہ وہ غنی بالذات ہے وہ خود فقیر بالذات ہے۔

تمام انسانوں یہ گرائش موجود ہے کہ وہ ایک بڑی طاقت سے سامنے خواستہ ناخواستہ خاضع ہے اس خضوع کو اس اختیار مرض سے کرنے کو عبادت کہتے ہیں عبادت کے دو مصداق ہے ایک خالص اظلار خضوع ہے جس میں صلات روزہ حج آتا ہے دوسرا روعیت اوامر ونواہی ہے۔

احکام عبادی ہے جن میں نماز۔روزہ حج آتا ہے آئیں دیکھتے ہیں ہمارے احکام نماز میں ہاں ادھورا چھوڑا ہے۔

احکام عبادات:

عبادت ایک مفہوم عام ہے جن میں سرفہرست صلات حج وعمرہ روزہ کے علاوہ دیگر اوامر ونواہی کا امتثال بھی شامل ہے کلمہ عبادت کے بارے میں صاحب تحقیق نے کتاب مقائیس اللغۃ سے کلمہ، عین، با، دال سے مرکب کے لئے دو معنی بیان کی ہیں گویا دونوں ایک دوسرے کے ضد میں ہے یعنی دونوں معنی متضاد ہے عبادت کی ایک معنی لیّن نرمی ذلت بتاتے ہیں دوسرا معنی غلاظت شدت طاقت وقدرت کے بتاتے ہیں صاحب تحقیق اپنی کتاب کے جلد ۸ صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں عبد کا معنی مفہوم لیّن وذل ہے عبد مملوک کو کہتے ہیں عبد کی جمع عبید یا عباد آتا ہے بعض نحویین نے عباد وعبید میں فرق رکھا ہے جب کہ دوسرا معنی قوت صلاحیت کے معنوں میں آتا ہے عبد انف حمیہ کے معنوں میں آتا ہے اس معنی میں یہ آیت آئی ہے ﴿قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العٰبدین﴾ آپ کہد یجئے کہ اگر بالفرض رحمٰن کی اولاد ہو تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا سورہ زخرف آیت ۔۸۱ لکھتے ہیں کلمہ عبد طریق معبد سے بنی ہے یعنی چلا ہوا راستہ قدم کے نیچے دبا ہوا ہموار راستہ کو کہتے ہیں بعیر المعبد یعنی تابعدار اونٹ صاحب تحقیق نے لکھا ہے عبد کا معنیٰ غایت تذلل ہے یعنی اطاعت کے بعد ذلت دکھانا ہے اپنی اطاعت کو ناچیز دکھانا ہے کسی بڑے افسر کے حکم مانتے ہیں اطاعت کرتے ہیں مگر تذلل نہیں ہوتے یہ اطاعت تذلل اپنی جگہ تکوینی بھی ہوتا ہے اور اختیاری انتخابی بھی ہوتا ہے۔

تکوین یعنی وہ اس عبادت کو رد نہیں کر سکتے اپر جائے نیچے جائے وہ اس عبادت کو رد نہیں کر سکتے یعنی وہ چاہے یا نہ چاہے وہ اللہ کا بندہ ہے لہٰذا انسان لمحہ بھر کے لئے عبادت سے باہر نہیں ہوتا وہ اس عبادت میں مسخر مجبور بے اختیار ہے اس عبادت کے بارے میں سورہ ۱۹ آیت ۹۳ سورہ ۶ آیت ۶۱ وجود کا باقی رہنا زندہ رہنا رگوں میں خون کا دوڑنا دل کا دھڑکن نمو وغیرہ شامل ہے ان کے وجود میں اللہ نے ان کے ذلیل رہنے کی عناصر میں تخلیق کی ہے وہ کسی قسم کی نافرمانی نہیں کر سکتے یہیں سے کہتا ہے جو خودکشی کرتا ہے وہ اس کے اس قانون کے خلاف ہے اگر وہ مجھے رکھنا چاہتا ہے تو میں نہیں رہوں گا تب بھی یہ انسان موت کا مالک نہیں ہے وہ حیات کو چھیڑ نہیں سکتا ہے اس نے حیات کے ڈھانچے کو چھیڑا ہے جس طرح آکسیجن کو بھرے ظرف کو توڑا اسی لئے قتل ایک ایسے بڑا جرم ہے۔

اما عبادت اپنی اختیار سے ذلیل دکھانا ذلت دکھانا اس کے لئے دین وشریعت آئے ہیں انبیاء اس عبادت کی دعوت کو لے کے آئے ہیں۔

سورہ ۔ ۷ آیت ۶۵ سورہ ۱۷ آیت ۔ ۳ سورہ ۹ آیت ۲ عبودیت حقیقی اس کو کہتے ہیں جو انسان پنے اختیار سے عبودیت کو اپنائے یعنی اپنے کو عبد تکوینی کے مطابق بنائے جس طرح تکوین میں تو عبد ہے دین و شریعت کے ذریعے اس کے برابر بنائیآیات یاایّھاالناس یہ دعوت ہے اس دعوت کی طرف اشارہ ہے سورہ ۔ ۲ آیت ۲۱ سورہ ۔ ۳ آیت ۵۱ سورہ ۔ ۱۵ آیت ۔ ۸۹ سورہ ۵ آیت ۷۶ سورہ ۱۳ آیت ۳۵ سورہ ۳۹ آیت ۱۷ سورہ ۳۶ آیت ۔ ۶۰ سورہ ۔ ۳۴ آیت ۴۰ اسللہ نے اس عبادت اختیاری کے بارے میں انسانوں سے ان آیات ایّھاالناس میں بتایا ہے یہ تذلل یہ تعبد یہ خضوع یہ انکساری ایک ایسی مخلوق کے سامنے نہ کرے جو تمھارے نفع نقصان میں کوئی کردار ادا نہیں کرسکتا سورہ ۲۹ آیت ۱۷ لیکن انسان کی جھالت نادانی سوءاختیار برے انتخاب یہ رہے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے اپنے جیسے پست نالائق نا قابل بے اختیار چیزوں کے سامنے خاضع ہوتے ہیں انسان کی تمام بدبختی کارگ اس میں ہے اس کی واضح دو مثالیں ہیں ایک سنت آباءواجداد کے سامنے خاضع ہونا اس سے بدتر دنیائے کفر و شرک کے نظام کے سامنے خاضع ہونا ہے اس سے بڑھ کر ذلت و عار کی تصور نہیں ہوتا۔

عبادات سرفہرست صلاۃ ہے جو کسی زمان و مکان سے وابستہ نہیں دن میں پانچ وقت کی صلات ہر حالت میں پڑھیں یہ کسی صورت میں نہیں چھوٹ سکتا ہے آئیں پہلے صورت میں دیکھتے ہیں اس کلمے کے معنی لغوی کیا ہے۔

صلوٰۃ:

کلمہ صلوٰۃ کس کلمہ سے مشتق ہے پھر عربی میں یہ کلمہ کس زبان سے منتقل ہوا ہے۔

مشتق منہ صلوۃ:

صلوات جمع صلوٰۃ ہے لیکن خود صلوٰۃ کس کلمہ سے بنی ہے اس بارے میں علماء میں اختلاف ہے صاحب مفردات نے ص ۔ل ۔الف کی اصل کو ص ۔ل ۔ی صلی بتایا ہے جس کا معنی آگ میں جلانا ہے صلیٰ بالنار اسی سے گوشت کو کباب کرنے کو صلوٰۃ کہتے ہیں اسی معنی میں سورہ یٰسین آیت ۶۴ سورہ اعلیٰ آیت ۔ ۱۲ سورہ غاشیہ آیت ۔ ۴ سورہ انشقاق آیت ۔ ۱۲ سورہ النساء آیت ۔ ۱۰ سورہ مجادلہ آیت ۔ ۸ سورہ مدّثر آیت ۔ ۲۶ سورہ واقعہ آیت ۔ ۹۴ سورہ اللیل آیت ۔ ۱۵ ۔ ۱۶ سورہ النساء آیت ۳۰ سورہ مریم آیت ۔ ۷۰ میں آیا ہے بعض اھل لغت نے اس کا معنی دعا تمجید تحمید رب کہا ہے یہاں سوال ہوتا ہے صلی جس کا معنی آگ میں جلنا جلانا ہے اور اس کے بارے میں اتنی آیات آیا ہے تو اسے دعا کے معنی میں کیسے

منتقل کیا کس مناسبت سے دعا میں استعمال کیا ہے تو کہتے ہیں انسان اس دعا کے ذریعے سے اپنے سے عذاب الٰہی کو دور کرتے ہیں جو دردناک عذاب ہے قائمین صلوۃ اس عذاب کو اپنے سے رفع کرتے ہیں جبکہ اس کے مقابل میں صاحب عمدۃ الحفاظ تا لیف احمد بن یوسف جلد ۲ ص ۴۰۵ پر لکھا ہے یہ کلمہ دو مادے سے آیا ہے ایک مادہ صلی ص۔ل۔ی ایک مادہ صلو۔ص۔ل۔و ہے ص۔ل۔ی یہ کلمہ آگ میں جلانے کے لئے آتا ہے جبکہ ص۔ل۔و بمعنی دعا کے لئے آتا ہے اگر یہ مطلب ثابت ہو جائے گا تو آسان ہو جایگا اگر ان کا ایک مادے کی طرف ارجاع کرینگے تو صلی کو بمعنی دعا کے لئے بہت سے تکلفات کرنا پڑینگے جو انتہائی مشکل ہوگا۔

صاحب حفاظ نے اس مفروضے کو مسترد کیا ہے کہ صلوٰۃ مادہ صلی سے جلانے کے معنی میں آتا ہے اس کو دعا کے معنی میں کرنا درست نہیں ہے صلوۃ صلو ص۔ل۔و۔اس مادے سے جمع صلوات آتا ہے صلوات کا معنی اس آیت میں سورہ حج میں معبد یہود کو کہا ہے جہاں یہود دعا کرتے تھے لہدمت صلوات یعنی موضع عبادت صلوۃ بمعنی دعا میں سورہ حج آیت ۔۲۲ سورہ ماعون آیت ۔۵ سورہ مریم آیت ۔۵۹ سورہ توبہ آیت ۔۵۴ سورہ ماعون آیت ۔۴ سورہ مدثر آیت ۔۴۳ سورہ قیامت آیت ۔۳۱ سورہ معارج آیت ۔۳۴ ان جگوں پہ صلوٰۃ بمعنی عبادت مخصوص میں آیا ہے۔

صلوٰۃ بمعنی دعا سے ایک خاص مخصوص عبادت کے لئے استعمال ہونا انتہائی مناسبت پر قائم ہے کیونکہ یہ عبادات اپنی حرکات جسمانی اور اذکار قرائت تمام کے تمام دعا پر مشتمل ہے بلکہ تمام کے تمام دعا ہی ہے صلوۃ سے دعا ارکان مخصوص کے لئے ہے مخصوص ہونا اس وجہ سے ہے بندگی کے مظاہرے کا آغاز اختتام صلوٰۃ سے ہوتا ہے اللہ کی بندگی کا شروع ہی نماز سے ہوتا ہے لہذا قرآن کریم میں عبادت کا ذکر جہاں بھی آیا ہے پہلے صلوٰۃ کا ذکر آیا ہے۔

قرآن کریم میں صلوٰۃ دعا کے معنوں میں ان آیات میں آیا ہے سورہ توبہ آیت ۔۱۰۳ سورہ احزاب آیت ۔۵۶ سورہ توبہ آیت ۔۹۹ سورہ بقرہ آیت ۔۱۵۷ سورہ احزاب آیت ۵۶ صلوٰۃ بمعنی ارکان مخصوص سورہ النساء آیت ۔۱۰۳ صلوٰۃ بمعنی مکان عبادت سورہ حج آیت ۔۴۰ نماز قائم کرنے کی دعوت سورہ النساء آیت ۱۶۲ سورہ بقرہ آیت ۔۴۳۔۶۔۲۷ تارکین صلوٰۃ کی مذمت میں سورہ الماعون آیت ۔۴۔۵ سورۂ توبہ آیت ۔۵۴ سورہ مدثر آیت ۴۳ سورہ قیامت آیت ۔۳۱ سورہ انفال آیت ۔۳۵ نماز ادا کرنے والوں کی تعریف سورہ المؤمنون آیت ۔۱۱۲۔۱۰۹

سورہ بقرہ کی دوسری آیت میں ایمان باللہ کی پہلی نشانی صلوٰۃ کو گردانا ہے اقرار بوحدانیت ورسالت وایمان بآخرت کے بعد صلوٰۃ کی نوبت آتی ہے گویا تسلیم قلبی کے بعد تسلیم جسمانی کا آغاز صلوٰۃ سے ہوتا ہے لہذا اللہ کی طرف سے بندوں پر نافذ احکامات آغاز صلوٰۃ سے کرتے ہیں صلوٰۃ کے کیا احکامات ہیں کیا طریقہ کار ہے اس بارے میں بھی ہمیں قرآن سے

ہی رجوع کرنا ہے سورہ النساء آیت ۔۱۰۳ میں آیا ہے صلوٰۃ یہ جوارکان عبادت ہے۔
اس عبادت کے بارے میں چند اہم نکات وضاحت کی ضرورت ہے:
ا۔نوعیت کیفیت صلوۃ کیا ہوگا کیونکہ جاہلیت عرب میں ایک غیر مانوس مالوف عبادت ہے اس کا طریقہ ادائیگی کیا ہوگا۔ معلوم ہے کلمہ صلوٰۃ حضرت ابراھیمؑ کی اس دعا میں آئی ہے جب آپ نے اپنے بیٹے اسماعیل اور انکی ماں کو اللہ کے گھر کے جوار میں چھوڑ کے جاتے وقت دعا کی (آیت) حضرت ابراھیمؑ کی زبان زبان عبرانی تھی حضرت ابراہیم عراق کے شہر بابل میں رہتے تھے بابلیوں کی زبان عبرانی تھی عبرانی میں کلمہ صلوٰۃ وصلوات یہ دو کلمہ عبرانی میں مکان صلوٰۃ کو کہتے ہیں قرآن میں یہ کلمہ سورہ حج آیت ۔۴۰ میں آیا ہے عبرانی زبان سے عربی زبان میں منتقل ہوئی ہے۔
کلمہ صلوۃ اس وقت عربی زبان بنی ہے جب حضرت اسماعیل مکے میں نشو نما ہوئے انھوں نے عرب جنوب سے زوجہ کا انتخاب کیا لہٰذا اسماعیل نے عربی زبان کو اپنی سسرال سے سیکھا ہے لہٰذا حضرت اسماعیل کو عرب مستعرب کہتے ہیں کلمہ صلوٰۃ عبرانی زبان سے عربی زبان میں حضرت اسماعیل سے شروع ہوا اس سے پہلے کلمہ صلوٰۃ حضرت ابراہیم نے استعمال کیا سورہ بقرہ آیت ۱۲۵ اس آیت میں جو عبادت حضرت ابراہیم انجام دیتے تھے اس میں رکوع وسجود تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ نماز ایک عبادت جدید نہیں ہے کہ جو پیغمبر نے لائی ہے بلکہ یہ نماز حضرت ابراہیم سے شروع ہوئی ہے جیسا کہ سورہ علق آیت ۹۔۱۰ سے ثابت ہے یعنی ابتدائی دعوت میں پیغمبر نماز پڑھتے تھے جو عبادت پیغمبر کرتے تھے اس عبادت کو صلوٰۃ کہتے تھے اس عبادت کو صلاۃ کہنا تسمیۃ الجز باسم کل ہے صلوۃ بمعنی دعا ہے یہ دعا یہ رحمت کبھی اللہ کی طرف سے بندے پر ہوتا ہے سورہ بقرہ آیت ۔۱۵۷ کبھی یہ دعا ایک انسان دوسرے انسان پر کرتے ہیں۔
۸۔دعوت عبودیت ودعوت اقامہ الصلوۃ میں فرق ہے لذا دعوت عبودیت خطابت ایّھا الناس میں آیا ہے جہاں بندے کو دعوت دی ہے تم ہمارے بندگی میں ہو ہمارے بندگی سے جائے فرار نہیں تم ہماری بندگی کو تسلیم کرو کہ ہم تیرے بندے ہیں ورنہ بتادو کہ تمھارے استقلال کی کوئی چیز ہے نہ آنے کی کوئی طاقت وقدرت رکھا ہے تم چاہے نہ چاہے آخر میں ہمارے پاس ہونگے یہاں دعوی دلائل وبراہین پر قائم ہے جہاں بھی دعوت عبودیت دی ہے وہاں اللہ نے دلائل دی ہے۔
تم ہمارے بندے ہو سورہ بقرہ آیت ۔۲۱ سورہ المائدہ آیت ۔۱۱۷-۷۲ سورہ حج آیت ۔۷۷ سورہ النساء آیت ۔۳۶ سورہ الاعراف آیت ۔۵۹ ۔۶۵ ۔۷۳ ۔۸۵ سورہ انعام آیت ۔۵۶-۱۰۲ سورہ رعد آیت ۔۳۶ سورہ نمل آیت ۔۹۱ ۔۴۵ سورہ زمر آیت ۔۱۱ سورہ غافر آیت ۔۶۶ سورہ یونس آیت ۔۱۰۴-۱۰ سورہ یٰسین آیت ۔۲۲-۶۱ سورہ زمر آیت۔

۱۴۔۶۴۔۱۵سورہ کافرون آیت ۔۲۔۳۔۵سورہ حجر آیت ۔۹۹سورہ زمر آیت ۔۶۶۔۲سورہ طٰہٰ آیت ۔۱۴سورہ ھود آیت ۔۱۲۳۔ ۵۰۔۶۱۔۸۴ سورہ مریم آیت ۔۶۵۔۳۶سورہ نحل آیت ۔۳۶سورہ حج آیت ۔۷۷سورہ مؤمنون آیت ۔۲۳۔۳۲ سورہ عنکبوت آیت ۔۱۶۔۱۷ ۔۳۶۔۵۶۔۱۷سورہ نجم آیت ۔۶۲سورہ نوح آیت ۔۳سورہ انبیاء آیت ۔۲۵۔۹۲سورہ سورہ آل عمران آیت ۔۵۱ سورہ زخرف آیت ۔۶۴۔ انما دعوت اقامہ صلوٰۃ نماز قائم کرو یہ دعوت امر پر قائم ہے امر اس کا مانا جاتا ہے جس کو مولا سمجھتے ہیں حق امر کسی کو بھی نہیں ہے الامر للہ حق امر صرف اللہ کیلئے ہے و لرسولہ یہ حق اللہ نے رسول کو دی ہے کہ وہ لوگوں کو امر کرے کس چیز کی امر کرے جو اللہ کی پیغام کو سنا کے رسول آمر بذات نہیں ہے استقلال نہیں ہیا مر رسول کی برگشت اللہ ہے تو دعوت صلوۃ اللہ سے ہٹ کر خود نبی کوئی عبادت جعل نہیں کر سکتے امر میں انکار روگردانی کرنے والوں کیلئے آخرت میں عذاب ہے امر تسلیم منھج کا نام ہے صلوۃ تسلیم منھج ہے عبادت تسلیم ذات ہے۔

اوقات صلاۃ:

۲۔ یہ عبادت کن کن اوقات میں انجام دیتا ہے یا جس وقت چاہے ادا کر سکتے ہیں یا اوقات مخصوص ہیں۔

اس کا پہلا حکم اوقات کی پابندی ہے نماز کی جو اوقات ہے اسے بندے نے انتخاب نہیں کرنا ہے یہ فارغ ٹائم میں انجام دینے والی عبادت نہیں جب چاہیں انجام دینے والی عبادت نہیں بلکھیہ عبادت مخصوص اوقات میں انجام دینی ہے صلوٰۃ کی اہمیت اس آیت سے واضح ہو جاتی ہے صلوٰۃ یعنی ذکر اللہ یا دخدا ہر حالت میں یا دخدار کھے کھڑے ہو بیٹھے ہو سوے ہو یہاں تک اگر دشمن سے دوبدو مقابلے میں ہو اور میدان جنگ ضرب طعن کے گرما گرمی میں ہو تب بھی جسم دشمن کے ساتھ رکھے دل اللہ کے ساتھ رکھے شعور انسانی میں ذکر اللہ غائب نہ ہو ہاتھ میں تلوار ہو اسلحہ ہو لیکن زبان پے اللہ کو یاد کرے ہاں دشمن اللہ و مسلمین اگر میدان جنگ میں موقع تلاشی میں ہو تو اس وقت اس آیت میں آیا ہے کہ جنگ کو جاری رکھے جب جنگ کا خطرہ ٹل جائیں تو اس وقت نماز ادا کریں جوں ہی حالت اشتد اد کو تدارک ہو جائے تو فوراً نماز ادا کرے وقت نماز ضائع نہ ہو یہ وقت اللہ کی طرف سے محدود ہے۔

نماز رکعت کے حوالے سے ۱۷ ہے مشکل و کیفیت میں پانچ ہے تین چار رکعتی ہے ایک تین ایک دو رکعت ہے اوقات قرآن میں صرف دو کا ذکر ہے۔

معلوم نہیں محدث نوری جو اس سلسلہ میں زیادہ مہارت رکھتے ہیں کتنی جمع کی ہونگی۔

۲۔ اس میں کتنی روایات بغیر کسی استناد کے مرسلات چھوڑی ہیں۔

۳۔کتنے راویوں کا ذکر سرے سے ہی نہیں۔

۴۔کتنے راوی ضعیف اور مخدوش ہیں تب پتہ چلے گا ان روایات کا حشر کیا ہوگا۔

۵۔ان روایات کا متن دیکھنا ہوگا کہیں یہ روایات اپنی متن کے حوالے سے اصول مقررہ مسلمہ مبانی فقہ سے متصادم تو نہیں کیونکہ جو چیز اللہ نے واجب کی ہو اسے رسول اسقاط نہیں کر سکتے اور اس طرح جو فرض اللہ نے کی ہو اور رسول اسقاط نہیں کر سکتے۔

۶۔انہوں نے ساقط رکعات کو فرض از رسول قرار دیا ہے نماز طاعت اللہ میں پڑھتا ہے جب اللہ نے حکم نہیں دیا ہے تو یہ اطاعت اللہ نہیں ہوگا جب رکعات کو پڑھتے ہیں تو اطاعت اللہ کی نیت سے پڑھتے ہیں جبکہ اللہ نے حکم ہی نہیں دیا تھا۔ یہاں سے واضح روشن ہو جاتا ہے قصر نماز روزہ شریعت سے کھیل ہے دیکھتے ہیں وہ کہاں تک شریعت سے کھیل سکتے ہیں ۔

۷۔ان کا فلسفہ تراشی سفر میں انسان کو زحمت اور مشقت ہے لہٰذا اس میں تخفیف ہونی چاہیے شریعت نظام پارلیمانی جس میں اطراف موضوع پر بحث و گفتگو کرنے کے بعد حکومت کو یہ اختیار دیا جائیں کس کو چھوٹ دیں اور کس کو سہولت دیں۔

عبادت اللہ کا دو مظہر ہے ا۔مظہر تمام اوامر و نواہی امتثال ہے دوسرا مظہر مخصوص عبادت ہے جن کی ادائیگی میں قصد قربت اظہار خضوع و خشوع تذلیل مراد ہے اس میں صلاۃ صوم حج آیا ہے۔

نماز میں ایک بحث خشوع خضوع کو بیان کرنے میں بہت حد تک غلو اپنایا ہے بعض نے کہا ہے نماز میں خضوع خشوع قلبی ضروری ہے نماز خضوع خشوع قلبی سے پڑھیں یہ بات اپنی جگہ کہنے کی حد تک صحیح اور پسند کی بات لگتی ہے لیکن میدان عمل میں نوے فیصد نمازی ایسی نماز ادا کرنے سے قاصر عاجز ہیں پھر ایسی نماز کا حکم اللہ کی طرف سے ایک قسم کی تکلیف مالا یطاق نہ ہو تکلیف زائد از وسعت استطاعت ضرور ہوگا جو مثالیں دی ہیں اس میں ایسا ہے کہ فلاں نماز ایک سو رکعت پڑھتے تھے رقت کے ساتھ پڑھتے تھے۔بعض نے یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت امیر کے پاؤں میں تیر لگا تھا وہ تیر کوئی نہیں نکال سکتے تھے تو کسی نے مشورہ دیا کہ یہ تیر نماز کی حالت میں نکالے یہ باتیں جاہل عوام جو ہر بات کو من و عن تسلیم کرتے ہیں اور وہ کثرت تلقین تقلید کی وجہ سے عقل کو استعمال کرنے سے رہ جاتے ہیں بلکہ گریز کرتے ہیں صاحب عقل ایک ایسی نماز کو قبول نہیں کرتے کیونکہ انسان کے اندر روح ہے روح نکل جائے تو حس باقی رہ جاتا ہے جو حیوانیت کی صفت ہے روح انسانی روح عقلانیت ہے روح عقلانیت اسے کہتا ہے جو کچھ وہ بولتا ہے وہ سمجھتا ہے اگر یہ نہیں سمجھتا ہے وہ روح انسانی سے گرا ہوا انسان ہے وہ حیوان ہے حیوان جو درد و الم احساس کرتا ہے جب درد و الم محسوس نہیں کرتا ہے تو وہ

حیوانیت سے بھی گر جاتا ہے تو گویا نعوذ باللہ علی نماز کی حالت میں انسانیت سے بھی گر جانے کے بعد حیوانیت سے بھی گر جاتے تھے۔

ا۔کیا حضرت علی کو ایک ایسا تیر لگا تھا جو چند دن باقی رہا ہو علی کی جنگوں میں اس کا ذکر نہیں آیا ہے یہ جو کہتا ہے کسی جنگ میں ُ کے پاؤں میں تیر لگا تھا جنگ کا ذکر نہ کرنا اس سے بو آتا ہے کہ یہ روایت جعلی ہے ۔

۳۔اللہ کے احکامات نماز اعضاء وجوارح پر لاگو ہیں اٹھو قیام کرو رکوع میں جاؤ سجدے میں جاؤ حکم دل پہ نہیں لگائی ہے دل وجود انسانی میں سربراہ ہے وہ اگر اجازت دے دیں تو نماز پڑھتے ہیں اگر حکم نہ دیں تو نہیں پڑھتے تو احکام اعضاء پر لاگو ہیں نماز کے لئے اپنے کاروبار چھوڑتا ہے آرام چھوڑتا ہے اُٹھتا ہے یہ اعضاء وجوارح ہے یہ زبان سے چھے سورہ پڑھتے ہیں پڑھنے کا اذکار زبان سے ادا ہوتا ہے تکبیر زبان سے ادا ہوتا ہے پورے اعضاء وجوارح رکوع وسجود سے ہوتا ہے دل انسان وہ اس مملکت میں ورد کو قبول کرنے نہ کرنے میں حاکم ہے اگر دل رد کریں گے تو اس وقت یہ حکم اکراہ میں آتا ہے جبر میں آتا ہے دل کو کسی چیز پر آمادہ کرنے کا طریقہ اعضاء وجوارح سے ہوتا ہے سماعت سے ہوتا ہے بصارت سے ہوتا ہے دل بطور مستقیم کوئی حکم نہیں لیتا ہے احکام نماز اعضاء پے لاگو ہوتا ہے اعضاء نے انجام دیا ہے نماز میں خشوع قلبی کا ذکر سعرہ مئمنون میں آیا ہے آیت۔ا۔۲۔۹ ۔٭الذین ھم فی صلاتھم خاشعون٭ جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں نماز میں خشوع کیا ہوتا ہے کیسے کریں اس کا ذکر اسی آیت میں آیا ہے جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یعنی بروقت پڑھتے ہیں تیسرا معنی کیا ہے والذین ھم عن اللغو معرضون نماز میں بےھودہ کام نہیں کرتے بےھودہ کام کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دل نے نماز کی اجازت نہیں دی ہے دل لغو کی طرف متوجہ ہے اس کی اجازت دی ہے تو لہٰذا سورہ منافقین میں مذمت آئی ہے نماز چھوڑ کے دف ڈھول کی طرف جانے والوں کو منافق کہا ہے تو بےھودہ چیزوں میں مصروف نہ ہونا انسان کو پتہ چلے کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں میں یہ قرائت کر رہا ہوں یہ اذکار پڑھ رہا ہوں اسی کا نام ہے کہ یہ خشوع ہے دل کو اس کی طرف موڑنے کے لئے دو ہی طریقہ مفروض ہوتے ہیں ا۔اللہ موڑ دے۔

۲۔اللہ سے کہے کہ اے اللہ میرے دل کو موڑ دے اگر اللہ موڑتے تو دنیا کے تمام بندے نمازی ہوتے ہیں تمام نمازی خاشع ہوں گے پھر خشوع کا شرط لگانا لغو ہے دل کی کیا مجال ہے کہ ارادہ الٰہی سے انحراف کرے دل کو خاشع بنانے کا ۔۲۔دوسرا طریقہ باہر سے ہوتا ہے اس کی سماعت بصارت کے ذریعے سے کیا ہے یہ اقامہ نماز سے ہوتا ہے اجتماعی طور پر مسلمانوں میں نماز کو اس طرح اٹھائے کہ مسلمان غیر نماز کی طرف متوجہ ہی نہ ہو جائے اس کے بغیر تمھاری نماز کی ایسی کی تیسی خشوع قلبی نہیں ہے خضوع قلبی نہیں ہے ہماری جیسی نماز پڑھو یہ نماز عجیب ہے کبریائی ہے ریائی ہے۔

انسان اگر اپنے شہر سے باہر غیر عادی مسافت طی کریں تو اس کو سفر کہتے ہیں نکلنے والے کو مسافر کہتے ہیں فقہاء مذاہب تھوڑی سے فرق کے ساتھ اس دورانیہ میں اس مدت یا دورانیہ میں نماز روزہ میں چھوٹ یا تخفیف بتاتے ہیں۔ سورہ مبا کہ النساء کی آیت۔ ۱۰۱ میں آیا ہے اگر تم سفر پے نکلے تو نماز قصر کرے آیت کے ذیل میں حکم سفر پر ایک قید عائد کی ہے قید یہ عائد کی ہے کہ **ان خفتم ان یفتنکم** اگر تم کو خوف لاحق ہو کہ دشمن تم پر حملہ کریں گے تو نماز قصر کریں یعنی موجب قصر نماز خوف از دشمن ہے احکام قرآن کو کنارے پر لگا کر غیر قرآنی احکام نافذ کرنے کے لئے بہت سی ٹیکنک طلسماتی طریقہ کھیلا گیا ہے۔

نماز و روزہ خالص توقیفی ہے جس میں کسی بشر حتیٰ نبی کریم کو بھی دخل اندازی کی اجازت نہیں ہے۔ اس حوالے سے فرقوں نے کس قدر گھٹیا کھیل کھیلا ہے ملاحظہ کریں:

اس بارے میں آیت پر غور وخوص کرنے کے گزشتہ فقہاء کی فتاویٰ سے استناد کر کے یا نبی کریم سے مرفوع چند روایت سے استناد کر کے حکم مصر مصادر کیا ہے بطور مثال سابق زمانے میں ایک دن کا سفر اب ایک گھنٹہ میں طے ہوتا ہے۔

۱۔ خوف کی جگہ مشقّت لایا ہے سفر میں قصر کا فلسفہ مشقت سے رہائی ہے سفری سہولت ہے پھر سفر کی مشقت کو ثابت کرنے کے لئے قصہ کہانیاں اقوال عیاشان نقل کی ہے کہا سفر نصف سقر ہے سفر کی شدت پریشانی اہل وعیال سے دور رنجیدہ ایک لمبی کہانی بنائی ہے کہ اللہ اپنے بندے کو مشقت میں دیکھنا نہیں چاہتا ہے سفر کی مشقت خود اپنی مقاصد کے لئے انتخاب کیا ہے پورے چار رکعت چار منٹ نہیں ہوتی ہے اس میں کونسی مشقت ہے قرآن میں احکام کے بارے میں کلمہ مشقت کہیں بھی نہیں آئی ہے؟ یہ بات آئی ہے اس کی گنجائش میں ہے یا نہیں گنجائش نہیں تو تکلیف بھی نہیں گنجائش ہے تو تکلیف ہے یہ پہلا تحریف ہے۔

۲۔ قصر نماز میں ایک اور فلسفہ بافی کی ہے کیونکہ یہاں یہ اعتراض یا سوال آسکتا ہے نماز ایک عبادت ہے تقسیم بردار نہیں آدھی چھٹ جائے آدھا رہ جائے اس سلسلہ میں انہوں نے یہ فلسفہ بافی کی ہے وجوب نماز کی تاریخ میں آیا ہے جب پہلے پہلے نماز واجب ہوی تھی تو اس وقت نماز دو رکعتیں ہی واجب ہوی تھی اللہ نے دو رکعت واجب کی تھی وہ ساقط نہیں ہونگے جو دو رکعت نبی نے اضافہ کی ہے وہ ساقط ہونگے اس کے لئے ایک تاریخی قصہ بنائی ہے اس کے پس منظر کتاب صحیح بخاری جلد اص ۱۷ ۹ کتاب الصلوٰۃ میں چند روایتیں اس سلسلے میں نقل کی ہیں ا۔ پہلا ہے کہ پیغمبر اکرم جب معراج پے لے گئے تو پہلی آسمان پے آدمؑ سے ملے پھر آگے نوحؑ سے ملے پھر آگے ابراہیم سے پھر آگے دیگر انبیاء سے ملے پھر آگے جب آپ پر نماز واجب ہوئی تو موسیٰؑ کے پاس آئے تو موسیٰ نے پوچھا تو پیغمبر نے جواب دیا پچاس نمازیں

واجب کی ہے تو موسیٰ نے فرمایا واپس جائیں آپ کی امت یہ برداشت نہیں کریں گے پھر پیغمبر واپس گئے آدھا چھوڑا پھر موسیٰ نے کہا کہ آپ واپس جائیں یہ بھی برداشت نہیں ہوگا پیغمبر واپس گئے پھر آدھا چھوڑا چناچہ دوسری حدیث میں عائشہ سے نقل ہے جب اللہ نے نماز فرض کی تو حضر وسفر میں دو دو رکعتیں تھی یہ جو دو رکعت تھی سفر میں باقی رکھا باقی دو کو گرایا ہے۔

۳۔تیسری تحریف ابواب فقہ میں اگر آپ ملاحظہ کریں گے تو پہلے لکھتے کہ یہ حکم قرآن میں ثابت ہے پھر نمبر پر دو لکھتے ہیں پیغمبر کی سنت ہے پھر تیسری نمبر پے لکھتے ہیں اجماع امت ہے گویا کوئی حکم اللہ کی نہیں ہوئی اس طریقے سے شریعت ثابت کریں طریقہ مولا و بندہ نہیں ہے جعل شریعت میں مولا مستقل ہوتا ہے بندے کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی بندہ مأمور ہے وہ اگر منت سماجت کریں گے تو وہ مولا کے خاطر نہیں ہونگے اپنے ہم جنس کی ہمدردی کھنچنے کی بات ہوگی۔

نبی فقھوں کی فقہ کے جال محبوس نہیں تھے تاکہ جان چھڑانے کے لئے حیلہ بہانہ تلاش کریں اس قسم کی حکم نافذ کرنا ایسا ہے کوئی حکومت آئین بناتے ہیں وزارت سے متعلق پھر اس کو کابینہ میں پیش کرتے ہیں کابینہ اس کو منظور کرتے ہیں اگر متنازع ہو تو اس کو اسمبلی لے جاتے ہیں کہ عوام اس کو منظور کرتے ہیں یا نہیں وزارت خانے کو پتہ نہیں ہوتا اس میں کتنے پیچیدگیاں ہیں بعض خرابی کابینہ کو بھی پتہ نہیں چلتا ہے گویا یہاں امت محمد اس چیز کو برداشت کرے گا یا نہیں دس ہزار سال سے دنیا سے منتقل ہو کے عالم برزخ میں رہائش پذیر موسیٰ جس نے امت محمد کے نام بھی نہیں سنا ہے ان کو پتہ چلا کہ امت محمد برداشت نہیں کریں گے محمد جو تازہ تازہ نبوت پر مبعوث ہوئے دس سال دوبدو مخالفت مزاحمت میں گزر رہے تھے ان کو پتہ نہیں تھے گویا تمام انبیاء پر شاہد آنے والے محمد کو پتہ نہیں ہوا موسیٰ کے کہنے پر محمد کو پتہ چلا کہ میری امت برداشت نہیں کریں گے اللہ کے پاس دوبارہ درخواست لے گیا پتہ نہیں اللہ کے پاس آپ نے کن الفاظ میں اللہ سے مناجات کی اس طرح سے فرمایا ہوگا موسیٰ کلیم فرماتے ہیں کہ میری امت برداشت نہیں کریں گے۔

گویا محمد جو کہ رحمت اللعالمین بن کر آیا تھا علم یہ حال امت نہ ہونے کی وجہ سے آپ کی رحمت امت تک نیں پہنچا سکی یا یہ بھی کہہ سکتے ہیں خود اللہ کو بھی پتہ نہیں تھا اللہ کو بھی پتہ نہیں چلا کہ امت محمد اتنی رکعات برداشت نہیں کریں گے قصہ جھوٹ اور ساختہ ہونے کی وجہ سے اس میں ایک جملہ بھی سچ نظر نہیں آتا ہے اول سے آخر تک جھوٹ ہے موسیٰ ودیگر انبیاء موت کے تحت عالم برزخ میں ہے عالم برزخ اس دنیا کے طول میں واقع ہے جو وہاں جاتے ہیں وہ عالم برزخ میں ہے آسمان اس دنیا کے علاقے ہے انبیاء ادھر کیسے آئے۔

حضرت محمد کو عالم برزخ میں لے گیا تھا یہ بھی نہیں ہے تو اس کو جتنا کھولیں گے اس میں خود ساختگی کی بو آئے گی آیت میں

جب خوف کا قید لگایا ہے تو غیر خوف قید میں قصر نہیں ہونگی اگر کوئی کہے پیغمبر نے غیر خوف والی مواقع میں قصر فرمائی تھی تو ان سے سوال ہوگا آیا پیغمبر نے آیت کو دیکھ کے قصر کیا ہے یا بغیر دیکھے کے پیغمبر تابع آیات قرآن ہے یا قرآن تابع پیغمبر ہے یعنی پیغمبر کے حکم کو لیں گے ہمیں قرآن سے واسطہ نہیں کہیں گے تو اس مفتی سے سوال کرسکتے ہیں حضور اب ہم دو چیزوں کے درمیان میں ہے آپس میں تضاد ہے قرآن فرماتا ہے اگر خوف ہوجائے تو قصر کرے پیغمبر نے بغیر خوف کے قصر پڑھی ہے ان دونوں میں کس کو ترجیح دیں گے؟

لیکن ثابت کرنا پڑے گا کہ پیغمبر اکرم نے بغیر خوف قصر پڑھی پیغمبر اکرم عمرے کے لئے حدیبیہ نکلے حدیبیہ پہنچے ظہر کی نماز پوری پڑھی جب پیغمبر کو احساس ہوا یا وحی ہوا کفار کے ارادے سے آگاہ کیا تو آپ نے عصر کی نماز قصر پڑھی۔

۲۔ فتح مکہ کے لئے نکلے نماز روزہ رکھ کر سفر کیا وادی غصفان سے قصر کیا کیونکہ آگے جنگ کا خطرہ تھا۔

ظہر عصر مغرب عشاء سورہ النساء آیت۔۱۰۳ میں آیا ہے میدان جنگ میں اگر ہو نماز پڑھنے کی اگر مجال نہ ہو وہاں اللہ کا حالت قیام قعود میں اللہ کا ذکر کرے جب خطرہ ٹل جائے تو نماز قائم کرے نماز مؤمنین کے لئے وقت معیّن ہے سورہ اسراء آیت۔۷۸ میں آیا ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشّمس الی غسق الیل نماز قائم کرے زوال شمس سے الی غسق الیل غروب آفتاب تک اس کا مطلب یہ کہ ظہر عصر دونوں زوال شمس سے ہوتا ہے سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۸ میں آیا ہے اوقات نماز کا محافظت کرے خاص کر صلاۃ وسطیٰ کیکہ جو بروقت ادا کرے سورہ ھود کی آیت ۱۱۴ میں آیا ہے ۰ اقم الصلوٰۃ طرفیالنھار وزلفاً من الّیل ۰ دن رات کی اطراف میں نماز پڑھے دن کی اطراف صبح سے ہوتی ہے رات میں دو نمازیں ہیں اول آخر کا ذکر کیا ہے لیکن وقت فضیلت کا عصر اور عشاء کا ذکر نہیں کیا ہے اس کا مطلب اوقات نماز ان مذکورہ اوقات میں اوقات موسعہ ہے موضیقہ نہیں اللہ نے اس محدود وقت میں کسی بھی وقت نماز کو ادا کرنے کا حکم دی ہے لیکن ترجیح دی ہے کہ پہلے وقت میں نماز پڑھے یہاں چند مفروضے بنتے ہیں

۔۱۔ یہ کہ نماز کو الگ الگ پڑھے ظہر الگ عصر الگ مغرب الگ عشاء الگ

۔۲۔ نماز کو دونوں ملا کے بیک وقت پڑھے اس میں دو مفروضے ہوتے ہیں

الف۔ نماز اول وقت میں پڑھے ظہر اور مغرب لیکن عصر اور عشاء ان دونوں کے ساتھ ملا کے پڑھے

۔ب۔ ظہر کو تأخیر کر کے عصر کے سات پڑھے مغرب کو تأخیر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھے یہ تینوں صورتیں سب روایا پیغمبر نے اس پر عمل کی ہیں الگ الگ بھی پڑھے ہیں جمع کے ساتھ بھی پڑھے ہیں لیکن پہلے وقت میں نماز پڑھنا ایک بافضیلت ہے اس میں شک نہیں لیکن عصر کو مغرب سے کتنے دیر پہلے پڑھنا فضیلت ہے عشاء کو آدھی رات سے کتنے

ٹائم پہلے پڑھنا فضیلت ہے اس کا تعیّن نہیں ہوا ہے جامع نتیجہ یہ نکلتا ہے نماز اوقات پہلی وقت میں پڑھنا افضل ہے دوسری وقت میں پڑھنا کفایت ہے لیکن اس کو ایک مذھب بنانا اسکی حسن ثابت نہیں ہے جو بھی یہ کام کرتے ہیں وہ عمل تقلیدی ہے اس سلسلے میں کوئی تحقیق سامنے نہیں آئی ہے

حضرت محمد ص کی رسالت عالمی ہے تمام الناس کے لئے ہے جب تمام کے لئے ہے تو آپ کی رسالت خاتم بھی ہوں گے ۔۲۔آپ کی رسالت عالمی اور تمام انسان کے لئے ہونے کی ایک دلیل سورہ سباء آیت ۲۸ ہے پیغمبر کی نبوت عالمی ہونے کی ایک آیت سورہ انبیاء کی آیت ۱۰۷ ہے پیغمبر کی نبوت عالمی ہونے کی ایک آیت نساء کی آیت ۷۹ ہے جہاں فرمایا ہے وارسلناک للناس رسولا وکفی باللہ شھیدا آپکی نبوت کا آپ تمام لوگوں کے رسول دلیل اللہ ہی کافی ہے جب محمد ص اللہ کا رسول ہے جس کسی نے محمد ص کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس کسی نے آپ سے منہ موڑا آپ ان پر نگران نہیں ہیں کلمہ رسول اللہ ایک دفعہ حرف من سے تعدی رسول من اللہ سے ایل دفعہ ھرف لام سے تعدی ہے یعنی رسول للناس قرءن کریم کی بہت سی آیات سے یہ ثابت ہے کہ پیغمبر کی مسئولیت ابلاغ رسالات تک ہے پیغمبر لوگوں کو راہ راست پر لانے تسلیم اللہ ہونے کی مسئولیت نہیں رکھتے من جملہ ان آیات میں سے ایک یہی آیت ہے وما ارسلناک علیھم حفیظا ان آیات میں سے ایک سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۲ ہے سورہ خاشعہ کی آیت ۲۱۔۲۲ سورہ ق کی آیت ۴۵ ہے سورہ شوری کی آیت ۔۳ یہ آیات اس آیت کی تفسیر ہے جس میں آیا ہے امّا ھدینہ سبیلا اما شاکرا وامّا کفورا تکالیف الٰہی میں کسی قسم کی جبر تشدد نہیں ایمان لانے میں یہ جو آیات قرآن میں آئے ہیں ایمان لائے یا نہ لائے پیغمبر جبار نہیں وکیل نہیں حافظ نہیں مکرہ نہیں یہ سب ایمان لانے کے لئے ہیں لیکن پغمبر کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لانے کے بعد خود بندوں کی اقرار و اعتراف کے بعد وہ ملتزم ہے کہ اس کی شریعت پر عمل کرے اگر عمل نہ کرے تو اس صورت میں مکافات مستحق سزا ہوں گے مکافات ہوں گے ایمان لانے کے بعد ثواب وعقاب آئیں گے سزا و جزا آئیں گے پیغمبر کی نبوت نبوت خاتم ہے رسالت خاتم ہے اس کے ایک سند قرآن کریم ہے قرآن کریم اللہ کی وہ کتاب ہے جو عالمین کے لئے آیا ہے تمام الناس کیلئے آیا ہے جیسا کہ سورہ ابراھیم آیت ۔امیں آیا ہے اسی طرح سورہ آلعمران کی آیت ۔۱۳۸ اسمیں آیا ہے بیان للناس یہ بین تمام ناس کے لئے آیا ہے

صلٰوۃ قصر صحیح مسلم جلد ۵ ص ۱۹۴

صحیح مسلم نے یحی بن یحی سے اس نے کہا اس نے مالک کے پاس پڑھا ہے انھوں نے صالح بن کیسان سے انھوں نے

عروہ بن زبیر سے انھوں نے عائشہ سے انھوں نے کہا نماز دو دو رکعت واجب ہوئے سفر وحضر دونوں میں تو پیغمبر نے حضر میں دو رکعتیں اضافہ فرمایا

روایت ۔۲۔ ابوطاہر اور حرملہ بن یحی سے ان دونوں نے ابن وھب سے انھوں نے یونس سے انھوں نے ابن شھاب سے انھوں نے عروہ ابن زبیر سے انھوں نے عائشہ سے نقل کی ہے عائشہ نے کہا نماز جب واجب ہوا تو دو دو رکعتیں تھیں پھر حضر میں دو رکعتیں ضافہ کیا تو سفر میں اسی دو کو رکھا ہے

روایت ۔۳۔ علی ابن خشرم سے انھوں نے ابن عیینہ سے انھوں نے زھری سے انھوں نے عروہ سے انھوں عائشہ سے انھوں نے کہا نماز جب واجب ہوئے تو دو رکعتیں تھیں سفر کے دو دو کو باقی رکھا حضر میں دو ضافہ کیا زھری نے عروہ سے پوچھا عائشہ سفر میں نماز ہورا کیوں ہرحا تو انھوں نے کہا عائشہ نے تأ ویل کی ہے جس طرح عثمان نے کی ہے ایک اور روایت مسلم نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے اور ابی کریب زھرہ سے انھوں نے ابن حرب سے اور اسحٰق بن ابراہیم سے اسحٰق نے کہا ہے اور بعض نے عبداللہ بن ادریس سے انھوں نے ابنجریس سے انھوں نے ابن ابی عمار سے انھوں نے عبداللہ بن ابیہ سے انھوں نے یحی بن یعلی سے انھوں نے عمر ابن خطاب سے کہا نماز میں قصر پڑھنیمیں کوئی حرض نہیں اگر کافرین کی طرفسے خوف ہواب تو لوگ امن میں ہیں تو عمر نے کہا جس طرح تمھیں تعجب ہوا ہے ہمیں بھی تعجب ہقا ہم نے رسول اللہ سے عرض کیا یہی سوال جو تم نے ہم سے پوچھا ہے ہم نے پیغمبر سے پوچھ تو آپ نے فرمایا یہ ایک صدقہ ہے اللہ نے تمھیں دی ہے

صحیح مسلم کے شارح نے شرح میں لکھا ہے نماز کے رکعت دو فرض ہوئے ہیں سفر حضر دونوں میں لیکن حضر میں دو رکعتیں زیادہ کی ہے علماء قصر کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں شافعی مالک بن انس اور دیگر علماء قصر اور اتمام دونوں کے قائل ہیں لیکن قصر افضل ہے لیکن شارح لکھتا ہے تمام یعنی پورا پڑھنا افضل ہے مشہور ہے قصر افضل ہے لیکن ابوحنیفہ اور دیگران کا کہنا ہے کہ قصر واجب ہے تمام یعنی پورا پڑھنا جائز نہیں انھوں نے اس کی دلیل یوں دی ہے پیغمبر اور اکثر صحابہ اکثر نماز قصر پڑھتے تھے

احکام حکومتی قرآنیہ

گرچہ روایت سازی اور روایت کو آیت پر مقدم رکھنے کے خاطر قرآن کو پیچھے کرنے کا تاریخ ظہور فقہ سے کچھ عرصہ پہلے سے ملتے تھے لیکن قرآن کا نام ضرور لیتے تھے جس طرح آج پاکستان کے اسمبلیوں میں رہنے والے اور کالم نویس سیکولر کہتے ہیں پاکستان کی آئینقرآن وسنت کے موافق ہے معلوم نہیں شراب کی آزاد فروشی غیر مسلمانوں کی اسلام قبول پر

پابندی ہر آئے دن خواتی کو مردون پر مقدم رکھنے ان کو ھاکم مرد کو محکوم بنانے کی قوانین قرآن وسنت ہے یا نہیں؟ ان سے پوچھ سکتے ہیں لیکن جب سے استعمار مسلمان ملکوں میں نفوذ کر گئے اس دن سے متجد دعلماء دانشوروں کا یہ تحقیق ہے کہ اسلام میں احکام حکومت نہیں اسلام ایک نظام اخلاقی ہے حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے آیا یہ بات کہاں تک زخرف ہے اھانت اور جسارت بہ قرآن ہے دیکھنے کی ضرورت ہے

قرآن میں بعثت انبیاء کا غرض وغایت لوگون میں حکومت قرار دیا ہے سورہ بقرہ آیت ۲۱۳ سورہ آل عمران آیت ۲۳ سورہ مائدہ آیت ۱۔۴۴۔۴۵ وہ ظالم ہے کتب انجیل حکومت کے لئے آئے ہیں سورہ مائدہ آیت ۴۷ جو اللہ کی حکم نہیں مانتے وہ فاسق ہے سورہ اعراف آیت ۸۷ سورہ یونس آیت ۱۰۹ سورہ رعد آیت ۴۱ سورہ نور آیت ۴۸۔۵۱ سورہ زمر آیت ۔۳ سورہ ممتحنہ آیت ۱۰ اسیکولیرون نے قرآن کو کنارے پے لگانے اس کو نافذ ہونے سے روکنے کے لئے بہت سی حربے بہانے حیلے ترتیب دی ہیں ان میں سے بعض فرقے فرقہ فقہ والے ان کے ساتھ ہین ان کا کہنا ہے قرآن میں تمام احکام نہیں ہے

۲۔ بعض میں سیکولر منفرد ہیں کیونکہ فرقے قرآن کو چھوڑ سکتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ اھانت جسارت نہیں کر سکتے ہیں سیکولر کہتے ہین احکام میں قرآن وحشت قصاوت بے رحمی بے دردی پر استوار ہے چور کا ہاتھ کاٹنا قصاوت ہے قاتل سے قصاص لینا وحشت ہے زانی کو تازیانہ مارنا پرانی تاریخ ہے قرون وسطی کی تاریخ ہے لیکن جب خود ان کو ضرورت پڑتے ہیں تو سب ان کے لئے جائز ہوتا ہے جنگی جرائم کے نام سے مجرمین کے ساتھ بَری بے قصوروں کو قتل عام کرنا ان کے پاس اسپرے کرنے کے مانند ہے پاکستان مین آئین کو قرآن وسنت کے مطابق ہونے کی دعویٰ کرنے والوں نے پچاس سال تک سزائے موت کو معطل رکھا تھا جب سے دھشت گردی اپنے انتہاء کو پہنچی تھی تو جب انھوں نے محسوس کیا سزائے موت بحال ہونا چاہیے سزائے موت بحال ہوئے یہ اس بات کی دلیل ہے حق وہی ہے جو قرآن نے چادہ سو سال پہلے کہا تھا ٠ ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب قرآن کو ناقص یا اس کے احکام کو قصاوت وحشت کہنے کی بات قرآن کی حقنیت سے مرعوب ہو کر ہزیان گوئی مانند ہے اگر آج بھی قرآن ان سے تحدی کرتے ہیں قرآن سے بہتر حکم یا قرآن جیسا حکم کسی بھی میدان میں قرآن کے مقابل میں کوئی قانون لانے کے لئے مشرق ومگرب متحد ہو جائے قانون کے فلاسفر جمع ہو جائے تو ولکم فیالقصاص حیٰوت یا اولی الالباب ٠ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد مأ ۃ جلدۃ سورہ نور آیت ۔۲ ٠ واحل اللہ البیع وحرم ا؛ ربا ء ٠ السارق واسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا سورہ مائدہ آیت ۳۸ ٠ الرجال قوامون علی انساء ٠ جیسا نہیں لا سکیں گے۔

جمع صلاتین:

اوقات صلاۃ موسوعہ فقیہ کویتیہ جلد ۷ ص ۱۷۰ پر لکھتے ہیں وقت زمانے کے ایک حصے کا نام ہے جو کسی چیز کیلئے محدود کیا ہے کسی فعل کے انجام دینے کے لئے محدود کیا ہے اوقات صلاۃ وہی ہے جو شارع مقدس نے اداء صلاۃ کے لئے معیّن کئے ہیں وقت آنے کے بعد ہی صلاۃ واجب ہوتی ہے اس وقت سے پہلے نماز پڑھنا لغو وقت کے بعد پڑھنا بھی لغو ہے اوقات صلاۃ قرآن کریم کی ان آیات میں آیا ہے سورہ روم آیت ۔۱۷۔۱۸ سرہ اسراء آیت ۔۷۸ ان آیات میں اوقات صلاۃ کی ابتدائی اور انتہاء کا ذکر ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اوقات نماز موسعہ مضیقہ ہے یعنی بہت تنگ ہے نہ بہت وسیع ہے وقت محدود ہے۔

لیکن نبی کریم کی سنت سے ثابت ہے آپ نے نماز ظہر کو سائیہ شاخص کے برابر ہونے کے بعد شروع کیا نماز عصر جب ہر چیز کی سایہ اس کے دو برابر ہو جائے ایک دفعہ ظہر کو ایک برابر ہونے پر پڑھی عصر کو دو برابر ہونے پر پڑھی عشاء کو رات کو ایک تھائی گزرنے پر پڑھی نماز صبح کے وقت میں اختلاف نہیں جس کے وقت طلوع فجر صادق سے مغرب کی طرف سفیدی آنے کے تک ہے مغرب کی نماز کا وقت مشرق کی طرف سرخی ہے ختم ہونے کے بعد جب سایہ مشرق سے مغرب کی طرف پلٹ جائے گا وقت ظہر شروع ہوتا ہے۔

ظہر عصر مغرب عشاء سورہ النساء آیت ۔۱۰۳ میں آیا ہے میدان جنگ میں ہو نماز پڑھنے کی اگر مجال نہ ہو وہاں اللہ کا قیام قعود میں اللہ کا ذکر کرے جب خطرہ ٹل جائے تو نماز قائم کرے نماز مؤمنین کے لئے وقت معیّن ہے سورہ اسراء آیت ۔۷۸ میں آیا ہے اقم الصلوٰۃ لدلوک الشّمس الی غسق الیل نماز قائم کرے زوال شمس سے الی غسق الیل غروب آفتاب تک اس کا مطلب یہ کہ ظہر عصر دونوں زوال شمس سے ہوتا ہے سورہ بقرہ کی آیت ۲۳۸ میں آیا ہے اوقات نماز کی محافظت کریں خاص کر صلاۃ وسطیٰ کی جو بروقت ادا کرے سورہ ہود کی آیت ۱۱۴ میں آیا ہے۰ اقم الصلوۃ طرفی النھار وزلفاً من الّیل ۰ دن رات کی اطراف میں نماز پڑھے دن کی اطراف صبح سے ہوتی ہے رات میں دو نمازیں ہیں اول آخر کا ذکر کیا ہے لیکن وقت فضیلت کا عصر اور عشاء کا ذکر نہیں کیا ہے اس کا مطلب اوقات نماز ان مذکورہ اوقات میں اوقات موسعہ ہے موضیقہ نہیں اللہ نے اس محدود وقت میں کسی بھی وقت نماز کو ادا کرنے کا حکم دیا ہے لیکن ترجیح دی ہے کہ پہلے وقت میں نماز پڑھے یہاں چند مفروضے بنتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ نماز کو الگ الگ پڑھے ظہر الگ عصر الگ مغرب الگ عشاء الگ

۲۔ نماز کو دونوں ملا کے بیک وقت پڑھے اس میں دو مفروضے ہوتے ہیں

الف۔نماز اول وقت میں پڑھے ظہر اور عصر اور عشاء ان دونوں کے ساتھ ملا کے پڑھے
ب۔ظہر کو تاخیر کر کے عصر کے ساتھ پڑھے مغرب کو تاخیر کر کے عشاء کے ساتھ پڑھے یہ تینوں صورتیں حسب روایات پیغمبر نے اس پر عمل کیا ہے الگ الگ بھی پڑھی ہیں جمع کے ساتھ بھی پڑھی ہیں لیکن پہلے وقت میں نماز پڑھنا ایک بافضیلت ہے اس میں شک نہیں لیکن عصر کو مغرب سے کتنے دیر پہلے پڑھنا فضیلت ہے عشاء کو آدھی رات سے کتنے ٹائم پہلے پڑھنا فضیلت ہے اس کا تعیّن نہیں ہوا ہے جامع نتیجہ یہ نکلتا ہے نماز اوقات پہلی وقت میں پڑھنا افضل ہے دوسری وقت میں پڑھنا کفایت ہے لیکن اس کو ایک مذھب بنانا اسکی حسن ثابت نہیں ہے جو بھی یہ کام کرتے ہیں وہ عمل تقلیدی ہے اس سلسلے میں کوئی تحقیق سامنے نہیں آئی ہے۔
اوقات صلوٰۃ قرآن میں سورہ اسراء آیت ۔۷۸سورہ ھود آیت ۔۱۱۴سورہ روم آیت ۔۱۷۔۱۸۔
قصر صلوۃ میں ایک جنجال مسئلہ فقہاء نے تعیّن مسافت کے بارے میں کیا ہے قصر نماز کو طی مسافت سے جوڑا ہے حالانکہ قرآن سفر اور خوف سے جوڑا ہے کتاب الموسوعہ الفقھیّۃ کویتیہ جلد ۲۷ ص ۲۷۰ پر لکھا ہے اقل مسافت میں علماء کا اختلاف ہے مالکیہ شافعی حنبلی لیثی اوضاعی نے کہا ہے دو دن کا سفر ہے مسافت دن سے کی ہے دو دن سے مراد ۲۴ گھنٹے ہے یعنی دو دن سفر کرے یعنی رات کو سوئے یا رات کو سفر کرے دن کو سوئے یا مسلسل ۲۴ گھنٹے سفر کرے یہ وہ کہاں سے لائے ہیں کہتے ہیں انھوں نے مسافت کو میل سے جوڑا ہے اڑتالیس میل چار برید جبکہ فقہ جعفری نے ۲۴ کلومیٹر مسافت بنایا ہے اور حنفیوں نے تین دن رات مسلسل سفر بتایا ہے جبکہ علت قصر خوف ہے تو سفر کا تقدیر قصر بے کار ہے جب خوف نہیں ہے تو کتنی بھی سفر کرے جس طرح آج دنیا میں عام سفر جو مأمون محفوظ ہے کہیں بھی کوئی مشقت وزحمت نہیں بلکہ سفر وسیلہ عیش ونوش بنتا ہے اب بھی فقہاء دین سے کھیلنا نہیں چھوڑا یہاں تک بعض فقہاء نے بڑے شہروں میں اپنے محلّہ کے سرحد سے سفر شروع کر کے قصر کروایا ہے۔
صلوٰۃ گزشتہ شریعتوں میں بھی تھی سورہ بقرآیت ۔ ۸۳سورہ مائدہ آیت ۔۱۲سورہ یونس آیت ۔۸۷سورہ طٰہٰ آیت ۔ ۱۴۔۱۳۲سورہ حج آیت ۔۷۸سورہ لقمان آیت ۔۱۷
۱۔شریعت اسلام کے اصول ایمان ومبانی احکام میں وارد آیات محکمات سے اعراض کر کے روایات کی بوچھاڑ سے احکام شرعیہ میں تہہ وبالا کر کے احکام بنانے کی ایک مصداق سفر میں قصر نماز ہے نماز قصر کے بارے میں کتاب وسائل شیعہ ج ۸ میں ۲۴۶ روایات جمع کئے ہیں۔
حضرت محمدﷺ کی رسالت عالمی ہے تمام الناس کے لئے ہے جب تمام کے لئے ہے تو آپ کی رسالت خاتم بھی ہوں

گے۔۲۔آپ کی رسالت عالمی اورتمام انسان کے لئے ہونے کی ایک دلیل سورہ سباء آیت ۲۸ ہے پیغمبر کی نبوت عالمی ہونے کی ایک آیت سورہ انبیاء کی آیت ۱۰۷ ہے پیغمبر کی نبوت عالمی ہونے کی ایک آیت نساء کی آیت ۷۹ ہے جہاں فرمایا ہے وارسلناک للناس رسولا وکفی باللہ شھیدا آپکی نبوت کا آپ تمام لوگوں کے رسول دلیل اللہ ہی کافی ہے جب محمد ص اللہ کا رسول ہے جس کسی نے محمد ص کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس کسی نے آپ سے منہ موڑا آپ ان پرنگران نہیں ہیں کلمہ رسول اللہ ایک دفعہ حرف من سے تعدی رسول من اللہ سے ایک دفعہ ھرف لام سے تعدی ہے یعنی رسول للناس قرؤن کریم کی بہت سی آیات سے یہ ثابت ہے کہ پیغمبر کی مسئولیت ابلاغ رسالات تک ہے پیغمبر لوگوں کو راہ راست پر لانے تسلیم اللہ ہونے کی مسئولیت نہیں رکھتے من جملہ ان آیات میں سے ایک یہی آیت ہے وما ارسلناک علیھم حفیظا ان آیات میں سے ایک سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۲ ہے سورہ خاشعہ کی آیت ۲۱۔۲۲ سورہ ق کی آیت ۴۵ ہے سورہ شوری کی آیت۔۳ یہ آیات اس آیت کی تفسیر ہے جس میں آیا ہے اماھدینہ سبیلا اما شاکرا واما کفورا تکالیف الٰہی میں کسی قسم کی جبر تشدد نہیں ایمان لانے میں یہ جو آیات قرآن میں آئے ہیں ایمان لائے یا نہ لائے پیغمبر جبار نہیں وکیل نہیں حافظ نہیں مکرہ نہیں یہ سب ایمان لانے کے لئے ہیں لیکن پیغمبر کی دعوت کو قبول کر کے ایمان لانے کے بعد خود بندوں کی اقرار و اعتراف کے بعد وہ ملتزم ہے کہ اس کی شریعت پر عمل کرے اگر عمل نہ کرے تو اس صورت میں مکافات مستحق سزا ہوں گے مکافات ہوں گے ایمان لانے کے بعد ثواب وعقاب آئیں گے سزا و جزا آئیں گے پیغمبر کی نبوت نبوت خاتم ہے رسالت خاتم ہے اس کی ایک سند قرآن کریم ہے قرآن کریم اللہ کی وہ کتاب ہے جو عالمین کے لئے ہے تمام الناس کیلئے آیا ہے جیسا کہ سورہ ابراھیم آیت۔ا میں آیا ہے اسی طرح سورہ آلعمران کی آیت۔۱۳۸ اسمیں آیا ہے بیان للناس یہ بین تمام ناس کے لئے آیا ہے۔

قرآن میں احکام لہولعب:

لعب لعاب سے بنی ہے لعاب بچے کی زبان سے نکلنے والے اس پانی کو کہتے ہیں اگر کہیں گے کہ اس نے کھیل کھیلا ہے یعنی اس سے بے اختیار بغیر سمجھے یہ فعل صادر ہوا ہو مواخذہ نہ کریں یعنی یہ عمل انسان عاقل سمجھ دار کیلئے عیب ہے لہٰذا قرآن میں اس کی مذمت کی ہے سورہ عنکبوت آیت۔۶۴ سورہ انعام آیت ۷۰ سورہ انبیاء آیت۔۵۵ سور ہدخان آیت ۔۳۸۔

یعنی جو افعال واعمال بے ھودہ بے مقصد منطق بے دلیل سرگرمیاں جو عام طور پر بچگانہ یا فاقد العقول انجام دیتے ہیں جسے عرف عام میں بچگانہ حرکت کہتے ہیں' صاحبان عقل وشعور کا گانا گانا موسیقات سننا لہویات میں آتا ہے امت اسلامیہ کے لئے لاحق المیات میں سے بہت سے اعمال شر جو آیات محکمات میں اللہ نے لہو ولعب کہہ کر مذمت کی ہے یہ حرکات بزرگان کے لئے بدزیب ہے یہ عمل آج بھاری بھر کم بجٹ سے آج پوری حکومت سراپا ہو کر انجام دیتا ہے امور مملکت سنبھالنے والے کے اوقات یہاں صرف ہونے لگے ہیں۔

عقلاء قدیم زمانے سے بچوں کو یہ اجازت دیتے تھے کہ وہ الٹے سیدھے سرگرمیاں کرے تاکہ اس کی اعضاء وجوارح عضلات حرکت میں آجائیں بچہ ایک عرصہ احکام تکلیف سے آزاد رہتا ہے انسان نابالغ جو بھی سرگرمی انجام دیتے ہیں عرب نے اس کا فعل عبث نام رکھا ہے۔

فعل عبث فاقد عقل وشعور والے کرتے ہیں اللہ نے فعل عبث کو اپنی ذات سے نفی کی ہے اور انسانوں کو بھی سمجھایا ہے کہ ہم نے تمہیں بطور عبث خلق نہیں کیا ہے جس عمل میں معقول وغیر معقول خلط کر کے کرے ایک ایسی عمل جس کی کوئی غرض و غائیت نہ ہو جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت۔۱۲۸ سورہ مؤمنون آیت۔۱۱۵ میں آیا ہے یہ فعل فعل عبث ہے فعل عبث کے مقابل میں ایک ایسی سرگرمیاں ہیں جو انسان عاقل انجام دیتے ہیں وہ کسی اچھے معقول مقصد کے لئے انجام دیتے ہیں روک کے رکھتا ہے اس لئے اسکو لھو کہا ہے یعنی سرگردان اعمال با مقصد سے منصرف رکھیں کتاب مفردات راغب میں لکھا ہے لھو کلمہ لھی سے بنی ہے لھی سے لھو بنی ہے اللھو مفردات ص ۷۴۸ مایشغل الانسان عمّا یعنیہ ویھمہ ۰ جو اس کے لئے اہمیت کے حامل ہے جو کرنا چاہئے اس سے دور رکھے یہاں سے اللہ نے دنیا کے لئے کرنے والی وہ سرگرمیاں اگر وہ انسان کو سفر آخرت سے دور رکھتا ہے تو اس کو لھو کہا ہے لھو ایک برا فعل ہے مضموم عمل ہے اللہ فرماتا ہے اگر لھو اچھا ہوتا تو ہم کرتے۔

وھب بن منبہ متولد ۳۴ھ متوفی ۱۱۰ھ یا ۱۱۳ھ

غنیٰ فقہاء یک از قرآن سے متصادم متعارض فتویٰ میں سے ایک فتویٰ جواز غنیٰ ہے غنیٰ قرآن کریم سے کہاں اور کیسے متصادم ومتعارض ہیں بیان کرنے سے پہلے غنی کی تعریف ملاحظہ کریں کتاب موسوعہ فقیہ کویتی جلد ۳۱ ص ۹۴ پر غنی کی تعریف میں لکھا ہے غِنی کے ساتھ کسرہ الف مد میں غنی اسم تغنی کا غنی کی چندین معانی ذکر کی ہیں جس میں آواز میں طرب ہو سماع میں بھی طرب ہو آواز میں بلند ہو کلام میں ترنم ہو موسیقی ہو ساتھ موسیقی کے بغیر اصطلاح میں غنی شعر یا شعر سے قریب کلام موزوں کو بلند آواز سے کہنے کو کہتے ہیں غنی کے مترادف قریب المعانی کلمات میں سے ایک کلمہ تغیر ہے

غنی کے ایک ہم معنی لفظ حنا ہے اس کا ایک لفظ نصب جو شعر کو ترنم سے کہنے کو کہتے ہیں غنی کے کیا حکم ہے غنی جائز ہے یا نہیں ہے اس سلسلے میں فقہاء اختلاف ڈالے ہیں بعض نے اس کو کراھت بعض نے اس کو حرام بعض نے مباح قرار دیا ہے بعض نے غنی رجال ونساء میں فرق لکھا ہے بعض نے آلات کے ذریعے بغیر آلات حرفت غنی بعض اس کو ایک ھنر کے طور پر انجام دینا اپنانا حنفی حنبلی مالکی کا کہنا ہے اس کو ایک عمل کے طور پر ذریعہ معاش بنانا حرام ہے امام شافعی نے کتاب اُمّ میں لکھا ہے مرد یا عورت جس نے بھی غنی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا ہے اب یہ مغنی کے نام سے مشھور رہوا ہے یہ عمل جائز نہیں یہ لھو ہے مکروہ ہے بعض نے قرآن کو غنی سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ فقہائے اربعہ چاروں کے چاروں شاعر بھی تھے غنیٰ سنتے بھی تھے امام مالکی کے حیات مین آیا ہے امام مالک بچپنے سے غنیٰ سیکھنے کا شغف رکھتے تھے لیکن وہ ماں کی اصرار پر حدیث سیکھنے گئے لیکن اس کا شوق وذوق ختم نہیں ہوا یہاں تک کہ وہ غَنیٰ کے نمبر لگاتے تھے بعض غنی میں غلطی کرنے والے کو ڈانٹتے تھے۔

غنیٰ کی تعریف میں آیا ہے تاریخ اسلام میں غنی سب سے پہلے مدینے میں گایا ہے رفتہ رفتہ حرمین شریفین کا راج ثقافت اقدار مغنیٰ ومغنیات بنی ان کا دور دورہ ہوا یہاں تک مسجد نبوی میں بھی غنی کا دور دورہ چلا غنیٰ خلفاء کے دربار میں بھی پہنچا قصہ خلیفہ اموی مشہور ہے کہ وہ اپنی مغنیہ کے ساتھ کس طرح رہتے تھے مغنیہ مرنے کے بعد کتنے دن دفنانے سے روکے رکھا خلفائے اموی اور عباسی میں غنی مخالف صرف عمر ابن عبدالعزیز اور منصور دوانقی نکلے باقی سب غنیٰ سنتے تھے غنی کو اپنے انتہاء کو پہنچانے بیت المال مسلمین مغنی ومغنیات کے لئے کھل گئے ان کے خریدنے اور گانے کی جائزے پر صرف ہوئے واثق باللہ گانے کی تمام اوزان سے واقف تھے مھارت کلیہ رکھتے تھے فقہاء نے مراسم ازدواج میں اعیاد کے موقع پر غنیٰ غنی کو جائز قرار دیا ہے آیئے دیکھتے ہیں غنی اور خاصکر مغنیات کی غنی قرآن سے متصادم ہے یا نہیں؟

حقوق خواتین یا اشاعہ فحشاء حقوق خواتین یا اشاعہ فحشاء کے منصوبے ملک میں مغرب سے ملنے والی امداد کا بیشتر حصہ مشروط ہے آزادی خواتین سے۔آزادی خواتین سے مراد یہ نکات ہیں۔ا۔مرد عورت میں اختلاط ہیں گل مل مراسم اختلاط مرد و زن کی حوصلہ افزائی۔

قرآن کریم میں اللہ کی طرف سے اپنے بندوں پر عائد وانص مثبت اور نہی کو احکام اللہ کہا ہے یعنی مالک اپنے مملوک کو ملجم یا مملیلجم کریں جبکہ باطنیہ نے اس کو فتاویٰ دینے والے کو مفتی کہا ہے۔

احکام جمع حکم ہے جتنے بھی صیغے بنتے ہیں حکم تحکیم حکمت حاکم محکوم محکمة حکومت یہ سب مادہ حکم سے بنے ہیں مادہ حکم اس لوہے کے لجام کو کہتے ہیں جو گھوڑے اونٹ وغیرہ کے زبان میں رکھتے ہیں تاکہ وہ فرار نہ کریں تیز دائیں بائیں نہ مڑیں

اسی مناسبت سے ہر وہ حیلہ بہانہ موڑ دوڑ بغاوت سرکشی کرنے والوں کو کنٹرول کرنے کو تحکیم حکم حاکم حکمت کہتے ہیں سب کی برگشت ایک چیز ہے اس کو صحیح جگہ پر رکھتے ہیں۔

احکام قرآنیہ حج بیت اللہ:۔

۱۔ یہاں پہلے ایک ذہنی سوال کا جواب دینا مناسب سمجھتا ہوں وہ ہے فقہ اسلامی یا فقہ حج بیت اللہ کی جگہ احکام قرآنیہ حج انتخاب کرنے کی کیا منطق بنتی ہے فقہ اسلامی یا فقہ حج اور احکام قرآنیہ میں تداخل تلازم نامی کوئی چیز نہیں بلکہ فقہ فقہا کی کوشش رہی ہے کہ احکام قرآنیہ کو کنارے پر لگائیں چنانچہ وہ اس سلسلے میں بہت آگے نکلے ہیں اور نا کام ہوئے ہیں فقہ حج ایک نہیں بلکہ تعداد ان کتابوں سے ملے گی جنہوں نے فقہ علیٰ مذاہب لکھا ہے۔ میرے نزدیک یہ ایک طے شدہ بات ہے فقہ بیان احکام حج در قرآن کے لئے نہیں بلکہ یہ فقہ کعبہ اور قرآن و محمد سے کیسے الگ کیا جائے لوگوں کو کس طرح ان سے بدظن کریں۔

اتنا جانتا ہوں قرآن سے مختلف ہیں وہاں پہنچنے کے بعد پتہ چلتا ہے مدح منقب چھوٹے مصائب قصہ کہانیاں ہو ٹیلی فون میں خسیس کے بارے میں جانتا ہوں جس تھا اسکی فقہ لمحہ لمحہ کوشش رہی ہے کہ وہ قرآن کو کنارے پر لگا کر حج اور بیت اللہ سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل کریں اس کے قرآئن کرشمے ان کے ان مطالبات سے ملتے ہیں ایک تو حرم امام حسین کو کعبہ پر زیارت کو حج پر ترجیح تقدیم رکھنے پر اصرار ہے وہ اس مطلب کو ایام حج میں سمجھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ کہتے ہیں ہماری حقیقی حج وہاں ہے چنانچہ میدان عرفات میں امام حسین سے منسوب اکاذیب سے رلاتے ہیں۔

۲۔ سیاسی طور پر انتظام حج کو انتظامیہ مکہ و مدینہ سے نکال کر بین الاقوامی سطح کی انتظامیہ بنانے کا بارہا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔

ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ عمداً حج اور کعبہ کے بارے میں قرآن کو کنارے پر لگانے کی کاوش ہمیشہ سے جاری رکھے ہوئے ہیں حج کو حدیث پر اس کے بعد فقہ فقہا پر چلاتے ہیں تا کہ من پسندی دل خواہی عزائم کو جامہ عمل پہنایا جائے۔ حج کے بارے میں نماز روزہ زکوٰۃ کی نسبت زیادہ آیات اور وضاحت سے آئی ہے جب اللہ خود کسی چیز کے بارے میں زیادہ وضاحت کرے گا تو وہاں حدیث کے لئے جگہ نہیں رہتی ہے اگر کوئی حدیث ہے تو یہ حدیث اس کی توضیح و تشریح کے لئے ہوگی نہ کہ آیت کے مقابل میں۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں یہاں امامیہ شیعہ نے قرآن کو ابواب حج سے نکالا ہے اور کہاں کہاں قرآن کے بالمقابل اپنے احکام لائے ہیں۔

۱۔ حج کے بارے میں وارد آیات محکمات ہیں حج عمر میں محدود نہیں ہے بلکہ جتنی دفعہ استطاعت ہو حج کر سکتے ہیں۔ اس کی

وضاحت ہم نے کتاب معجم حج وعمرے میں کی ہے۔
۲۔حج کے بارے میں آیات قرآن کے ساتھ سنت رسول بھی ہے رسول نے بھی حج کیا عمرہ دونوں وہ بھی تنہائی میں نہیں بلکہ اجتماع کے بیچ میں کیا ہے۔
حج اور عمرہ دونوں کا احرام گھر سے نہیں باندھا ہے اور نہ لوگوں کو ہدایت دی ہے۔لہٰذا یہ جو احرام ہے اپنے ملک کے اداروں یا گھر سے یا شہر سے احرام باندھنے سنت وسیرت پیغمبر کے خلاف ہے سنت پیغمبر کا واضح مصداق آپ کی سیرت عملی ہے جسے سنت سے لوگوں نے دیکھا ہے اگر اس کے خلاف کوئی سنت قولی ہے تو وہ سنت عملی کے مقابل میں ہوں گے۔ یہاں سے بدظن ہونا حق بجانب ہے گھروں سے یا اپنا من مانی جگہوں سے احرام باندھنا میقات کو توڑنے کی مذموم کوشش ہے اس پر ہر مسلمان کو سوچنا ہے۔

الموسوہ الفقہیّۃ کویتیہ جلد ۱۷ص ۲۳ پر آیا ہے حج لغت میں قصد کو کہتے ہیں حج الینا یعنی ہماری طرف آیا حجہ یعنی قصد رجل مجوج مرد مقصود کتاب عمدۃ الحفاظ فی تفسیر اشرف الالفاظ جلد اص ۴۳۱ حَج حِج دونوں کا معنی قصد ہے لیکن بعض نے کہا ہے ح پر فتحہ حَج مصدر ہے ح پر کسرہ حِج اسم مصدر ہے لغت میں اس کا معنی قصد کو کہتے ہیں بعض نے حج کا معنی یک بعد دیگر آنے کو کہتے ہیں بار بار آنے کو کہتے ہیں اسی سے حج دلیل نقلی سے نکل کر دلیل جدلی کو اپنانے کو بھی حج کہا ہے امّا اصطلاح شریعت میں جیسا کہ موسوعہ فقہیہ میں آیا ہے حج بیت الحرام وعرفہ کی طرف اشھر حرم میں اعمال مخصوصہ انجام دینے کو کہا ہے اعمال مخصوصہ جیسے وقوف عرفہ وطواف سعی کرنے کو کہا ہے حج کی دو قسمیں ہیں:
۱۔حج اکبر ہے جو نو اور دس ذی الحجہ کو عرفہ منیٰ میں وقوف کرنے کو کہا ہے۔
۲۔حج اصغر عمرے کو کہا ہے یہ حج یک از ارکان اسلام میں سے ہے جو کہ نص قرآن سے ثابت ہے سورہ آل عمران آیت ۔۹۷ یہاں ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں حج بین القرآن والفقہاء حج کے بارے میں قرآن کیا احکام ہیں اور فقہاء کے کیا احکامات ہیں۔
۱۔فقہاء لکھتے ہیں حج قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے ملک میں سربراہ مملکت کی طرف سے جاری نافذ حکم کی تعریف میں لکھے یہ حکم بادشاہ سلامت اور ان کی سیکریٹری خاص اور ملک کے دانشوروں نے اتفاق سے نافذ کیا ہے سربراہ مملکت سیکریٹری اور ملت تینوں کی طرف سے نافذ ہے۔
یہ مثال صرف تقریب اذھان کے لئے پیش کیا ہے جس چیز کو خالق کائنات مدبر کائنات مالک کائنات نے نافذ کیا ہو پھر

اس کے بارے میں یہ کہنا کہ پیغمبر نے بھی واجب قرار دیا ہے علماء نے بھی اس کو واجب قرار دیا ہے کیا یہ کوئی انصاف ہے جس چیز کی وجوب قرآن سے ثابت کیسے سنت سے بھی ثابت ہے جو چیز سنت رسول سے ثابت ہے اس کے بارے میں یہ کیسے یہ اجماع علی یا اجماع امت سے بھی ثابت ہے فقہ کے ہر باب میں یہ کہتے ہیں۔

۲۔حج فرض عینی ہے ہر مکلّف مستطیع پر عمر بھر میں ایک دفعہ بجالائے آیئے دیکھتے ہیں علماء نے حج کو عمر میں ایک دفعہ بجا لانے کو کہا ہے یہ کہاں سے نکالی ہے حج فقہاء کے نزدیک اللہ کے نزدیک مادام العمر ہے۔

۳۔قرآن میں آیا ہے کہ اعمال حج میں سے ایک حلق و تقصیر ہے حلق سے مراد سر منڈوانا ہے۔ تقصیر سے مراد بال کٹوانا ہے اگر بال کٹوائیں تو بھی پورا کٹوانا ہے کیونکہ قرآن میں روسکم آیا ہے تقصیر میں آپ داڑھی سے بال کاٹیں پانچ دس بال کاٹیں کافی ہے گردانتے ہیں لہٰذا کوئی بھی پورے سر کے بال کٹواتا ہے یہ حکم قرآن کے خلاف ہے سر جب منڈواتے ہیں۔تو پورا منڈواتے ہیں تو تقصیر بھی پورا ہوگا۔

۴۔طواف نساء:۔طواف نساء کا نام سے علماء کاروان نے بہت کماتے ہے ایک جو مناسب کا اصرار اور دوسرا درآمد کی وجہ سے یہ طواف ہر قسم کی آیت روایت سے عاری ہونے کی وجہ سے آیت اللہ خوئی نے شرح عروۃ الوثقی باب حج میں اس طواف کو بغیر کسی دلیل سے استناد کیئے بغیر بیان کیا ہے۔

۵۔قربانی در منیٰ:۔ حج عمرہ میں سابق زمانے میں حجاج وعامرین مختلف نام سے حیوانات لاتے تھے جنہیں مکہ اور منیٰ میں ذبح کر کے حجاج کو کھلاتے تھے آیات کی کثرت اور سنت وسیرت رسول کے تحت یہ عمل مکہ اور منیٰ میں ہی ہوگا۔ان لوگوں نے بھرپور کوشش کی ہے کہ یہ ذبح منیٰ میں نہ ہو باہر ہو بعض کا خیال ہے یہ سعودی حکومت کو دھوکا دینے اور اپنے کمائی کی خاطر حافظ البشیر نے یہ قربانی مکہ منیٰ کے بجائے بغیر کسی دلیل وسند کے اپنی ذاتی رائے پر نجف یا ان کی پسند کی جگھوں پر ذبح کی ہے۔ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ یہ ان کی کاوش چل رہی ہے یا لوگوں کو یہ پتہ چلا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ تعجب اس بات پر ہے جو بھی فتویٰ صادر کرتے ہیں وہ آیت کو نظر انداز کر کے ہی فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

اس کے لئے ہم سورہ آل عمران کی آیت۔۹۷ کو اٹھاتے ہیں اس میں یہ نکات آئے ہیں۔

الف۔یہ اللہ کے لئے لوگو کے ذمہ واجب ہے کہ وہ بیت اللہ کا حج کرے۔

ب۔بیت پر الف لام داخل ہے اس سے مراد کعبہ ہے حج البیت تو یہاں دو باتیں آئیں ہیں۔

ا۔اللہ کے لئے لوگوں ذمے ہیں؟

ا۔جس کسی کی استطاعت گنجائش ہو راستہ اس کے لئے ہموار ہو۔

۲۔ ہر وہ شخص اس کو بجالانے سے منہ موڑے نظرانداز کرے تو اللہ عالمین سے بے نیاز ہے یہ تعبیر شریعت اسلام میں کسی بھی نماز وروزہ زکوۃ کے لئے وللہ علی الناس نہیں آیا۔

۶۔ یہ بھی نہیں آیا ہے کہ اس کو چھوڑنے والے سے اللہ بے نیاز ہے تو اس میں جو تعبیر ہے وہ نہ نماز کے بارے میں ہے نہ روزے کے بارے میں ہے اب آتے ہیں احکام جو قرآن میں آئے ہیں وہ یا تو محکمات ہیں جس میں بہت وضاحت سے بیان ہے کسی قسم کی ابہام نہیں چھوڑا ہے یا متشابہ ہے جہاں معنی واضح نہیں قرآن میں احکام صلوٰۃ ہے اقیموا الصلوٰۃ آیا تو ہے کہیں یہ بات نہیں آیا ہے کہ یہ نماز عمر بھر پڑھنی ہے یا ایک دفعہ پڑھنی ہے روزے کے بارے میں آیا ہے کتب علیکم الصیام کسی نے بحث نہیں چھیڑی ہے کہ روزہ عمر بھر میں ایک دفعہ رکھنا ہے یا ہر سال رکھنا ہے نماز عمر بھر پڑھنا ہے روزے عمر بھر رکھنا ہے تو حج ایک دفعہ کیوں؟ یہ کہاں سے نکالا ہے؟ جس کسی کی استطاعت میں ہو راستہ اس کے لئے ہموار ہو یہ تینوں عبادات رمز نشانی بندگی ہے عبادت وہ ہے جس کی تمام اجزائے ترکیبی توقیفی ہے بندہ از خود کم کرسکتا ہے نہ زیادہ کرسکتا ہے۔

یہ تینوں عبادت تنہا شریعت اسلام سے مخصوص نہیں ہے بلکہ شرائع سابق میں بھی موجود تھے اصل عبادت شرائع گزشتہ میں موجود تھا اگر کوئی جہت کیفیت میں فرق آئی ہے تو اس کو پیغمبر نے بیان کیا ہے حج وعمرہ پہلے سے موجود تھے جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت ۹۶ میں آیا ہے حضرت ابراہیم سے ہوتا ہوا پیغمبر کے دور تک حج کا سلسلہ جاری تھا دور جاھلیت میں لوگ موسم حج میں حج اور سال بھر عمرے کے لئے آتے تھے حج کے موقع پر حج کے لئے آتے تھے اور کسی بھی وقت کہیں بھی نہیں ملتا کہ وہ عمر بھر میں ایک دفعہ کرتے تھے تو یہاں سے یہ سوال ہے کہ یہ ایک دفعہ عمر بھر میں کہاں سے نکالی ہے جو روایت اس سلسلے میں پیش کرتے ہیں وہ روایت اپنے متن میں مخدوش ہے روایت میں آیا ہے پیغمبر سے سوال کیا یا رسول اللہ یہ جو حج ہے وہ ہر سال کرنا ہے یا عمر بھر میں ایک دفعہ کتاب موسوعہ فقھیہ کویتی جلد ۱۷ص ۲۴ میں آیا ہے مسلم نے ابو ھریرہ سے نقل کی ہے کہ پیغمبر نے خطبہ دیا آپ نے فرمایا ایھا الناس قد فرض اللہ علیکم الحج فحجوا؛ فقال رجل: أکل عام یا رسول اللہ ﷺ؟ فسکت حتیٰ قالھا ثلاثا فقال رسول اللہ ((لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم ۔۔۔)) اللہ نے تمہارے اوپر حج واجب کیا حج کرو تو کسی نے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہر سال واجب ہے پیغمبر خاموش ہو گئے اس آدمی نے تین دفعہ پوچھا تیسری دفعہ پیغمبر نے فرمایا اگر میں نعم کہتا تو ہر سال واجب ہوتا تم اپنی استطاعت کو دیکھو حج ایک دفعہ کے لئے انھوں نے اس روایت کے علاوہ اجماع علمائکا بھی اضافہ کیا ہے یہ حدیث صحیح مسلم جلد۲ص ۹۷۵ میں آیا ہے اب اس روایت پے آتا ہے۔

۱۔پیغمبر نے فرمایا اللہ نے تمہارے اوپر حج واجب کیا ہے حج کرو اگر حج اللہ کی طرف سے واجب ہے ہر سال استطاعت کی صورت میں واجب تھا اس میں نبی کریم کا کیا دخل ہے ایک دفعہ ہوتا تو پیغمبر فرماتے کہ ایک دفعہ کرو اگر حج کرو کہتا تو نماز روزے کی طرح ہر سال ہوتا۔

۲۔ایک آدمی نے پوچھا یہ اپنی جگہ نکرہ ہے بوئے جعل آتا ہے ہر شخص کی جرئت نہیں ہوتے کہ اجتماع میں اٹھ کر سوال کرے اس کا نام کیوں نہیں آیا یہاں سے بو آتی ہے یہ جعل ہے۔

۳۔اس نے دو دفعہ پوچھا جواب نہیں ملا اس کا معنی اس کے ساتھ بے اعتنائی کی یہ سورہ عبس کی شان نزول جیسا بنتا ہے

۴۔پیغمبر نے اس کو ڈانٹا کہ اگر میں ہاں کہتا تو تمھارے اوپر ہمیشہ واجب رہتا تو اس کا مطلب یہ ہے شریعت اسلام وحی من اللہ نہیں حضرت محمد کی نعم لا ہے آپ منہ کھولیں گے تو واجب منہ بند رکھیں گے تو ساقط اس کا مطلب پیغمبر شریک در احکام ہیں۔

۵۔ولما استطعتم یہ نہیں بنتا اللہ نے اس آیت میں حج کے وجوب کو استطاعت سے جوڑا ہے استطاعت سے جوڑنے کے بعد نہ عمر میں ایک دفعہ آتا ہے نہ ہمیشہ کرنے کا آتا ہے یہ استطاعت پر متوقف ہے استطاعت کے اقسام ہیں جو قرب وبعد مکہ مکرمہ کے نسبت سے فرق پڑتا ہے حکومتوں کی دخالت سے فرق پڑتا ہے لیکن ہمیں یہاں ایک مسئلہ یاد آتا ہے حیرت کی بات ۔ہارون الرشید نے اپنی کنیزوں میں سے ایک سے حاجت روائی کے لئے کہا تو کنیز نے کہا ہم آپ کے لئے حرام ہے جس پر ہارون بے قابو ہو گیا ھارون نے قاضی ابو یوسف کو بلایا اور اس سے پوچھا مجھے اس کی ضرورت ہے یہ کہتی ہے کہ میں تمہارے لئے حرام ہوں اس بارے میں کیا حکم ہے تو ابو یوسف نے کہا عورتوں کی باتوں کا کیا اعتبار ہے ابو یوسف کا یہ فتویٰ کسی نے عبداللہ مبارک سے پوچھا اس کا کیا حکم ہے اس نے کہا خلیفے کی ایمانداری کنیز کی ایمانداری اور مفتی کی بے دینی تینوں حیرت آور ہے اللہ قرآن میں کھل کے کہیں کہ واجب ہے علماء آ کے ایسی روایت بنایا ہے نہیں عمر بھر میں ایک دفعہ واجب ہے بتائیں انھوں نے یہ بات اس آیت کی کونسی زاویے سے بنائی ہے۔

حج نیابتی:

یعنی ایک انسان کسی معزور یا مردہ انسان کی طرف سے نیابتاً حج کرنا موسوعہ کویتی جلد ۱۷ ص ۷۲ پر آیا ہے حنفیہ شافعیہ حنبلیہ اس کے جواز کے قائل ہیں اما مالکیہ حج نیابتی کے قائل نہیں ہیں چاہے وہ شخص زندہ ہو یا مردہ ہو معذور ہو یا نہ ہو حتی حج تبرعی بھی نہیں کر سکتے جن فرقوں نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس کی دو دلیل پیش کرتے ہیں۔

۱۔سنت۔

۲۔عقل

موسوعہ جلد ۷ اص ۲۷ میں یہ حدیث بخاری مسلم سے نقل کی ہے حدیث یہ ہے۔

ا۔راوی ابن عباس ہے قال جائت امرئۃ من خثعم عام حجۃ الوداع ،قالت یارسول اللہ ان رائج فرض علی ابی شیخا کبیرالا یستطیع ان یستوی علی الراحلۃ فھل یقضی عنہ ان اج عنہ؟ قال نعم۔ایک عورت بنی خثم سے حجۃ الوداع میں شریک تھی اس نے رسول اللہ سے پوچھا اللہ نے بندوں پر حج فرض کیا ہمارے باپ بوڑھے تھے وہ سواری پر سوار نہیں ہوسکتے تھے حج نہیں کر سکتے تھے کیا میں ان کی طرف سے حج کروں تو آپ نے فرمایا ہاں ۔۲۔ دوسری روایت یہ بھی ان عباس سے نقل ہے ان امرأۃ من جھینۃ جائت الی النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتیٰ ماتت اُفأ حج عنہا؟ قال نعم حجی عنہا ارئیت لوکان علی امکِ دین اکنتِ قاضیۃ؟ ۱۰۰اقضوا اللہ فاللہ اُحق بأ لفاء۔جھینۃ میں سے ایک عورت پیغمبر کے پاس آئی اس نے کہا کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی ہے پس انھوں نے حج نہیں کی یہاں تک کہ وہ فوت ہوگئی تو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو کیا تم ان پر قرضہ ہوتے تو ادا کرتی ؟ تو کہا ہاں تو پھر اللہ کا یہ قرضہ ہے یہ حق اللہ ہے زیادہ سزاوار ہے یہ حدیث بھی بخاری سے نقل کی ہے ۔اما حج میں نیابت صحیح ہے اس کی دلیل عقلی یہ ہے حج بدن اور مال دونوں پر لاگو ہوتا ہے اس میں مشقت مالی وبدنی ہے لیکن اللہ نے اس کو ساقط کرنے میں مشقت بدنی ساقط کرنے کی اجرت دی ہے تو مال نکلنا چاہئے مال کو نفقہ حج کو کسی کو دے دیں کہ وہ حج کرے لیکن چونکہ حجت ہونے کی صورت میں وہ آرام وراحت کی خاطر یا مشقت ہونے کی خاطر نہیں گئے تھے۔

قرآن میں احکام جہاد وقتال:

قرآن کریم میں اکثر جگہ کلمہ جہاد بعض دیگر جگہوں پر کلمہ قتال آیا ہے ان دونوں میں فرق کیا ہے جہاد بغیر اسلحہ تمام کا وشوں اعلاء کلمہ کرنے کو کہتے ہیں جبکہ قتال اسلحہ جنگ سے مبارزہ کرنے کو کہتے ہیں ۔ جہاد مادہ جھد یجہد سے کسی مقصود ومطلوب تک پہنچنے یا حاصل کرنے کیلئے بذل کرنے والی مشقت کوشش آخری حد تک صرف کرنے کو کہتے ہیں جہاں اس کو رشک رہتی ہے اگر اس سے زیادہ توانائی ہوتی تو میں بذل کرتا چنانچہ جنگ تبوک میں شرکت کرنے کے خواہش مند افراد نبی کریم کے پاس آئے اور قسم کھائی کہ ہمارے پاس زاد وراحلہ نہیں اگر آپ عنایت کر سکتے ہیں تو ہماری جانیں تیار ہیں جب نبی کریم نے فرمایا میرے پاس کچھ نہیں تو وہ روتے گئے جہاد اسلام میں فرض ہے جو کم وبیش کچھ نہ کچھ بذات خود توانائی رکھتے ہوں اسلام میں جہاد کے تین میدان ہیں میدان نفس ہے وہ ہر حوالے طریقے سے اپنے نفس کو تذبذب سے نکالتے ہیں مطمئن کرتے ہیں جب اس کا نفس مطمئن ہوجاتا ہے تو یہ شخص اپنی جگہ ایک عظیم سرمایہ بن جاتا ہے۔

۲۔شیاطن پروپیگنڈا کرنے والے اس راستے سے حیلہ بہانے کرنے والوں سے سینہ تان کر مقابلہ ومقاومۃ کریں۔
۳۔کفر والحاد ہے جن سے اسلحہ دلیل ومنطق سے لڑ سکتے ہیں کوئی راستہ نہ رکھیں کہ مسلمانوں کے دین وایمان پر حملہ ہو فرد مسلمان آسانی سے تینوں محاذ پر لڑ سکتا ہے دلیل ومنطق سیکھنا کوئی مشکل دشوار نہیں ہے اپنے معاشرے میں نادار ضعیف نا توان معذور افراد کی دیکھ بھال کرنا چنداں مشکل نہیں اس سے ایمان میں پختگی آتی ہے اپنے معاشرے میں ثقافت اسلامی کو رواج دینا مشکل نہیں سب سے اہم یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو قانع ومطمئن کرنے میں کامیاب ہوجائیں غیر متزلزل نہ ہوجائیں محاذ کفر والحاد سے پہلے محاذ باطل سے لڑیں جہاں معاشرے میں افکار خرافات کا جھاڑ و کریں۔
اس سلسلہ میں انسان دائمی المطالعہ ہوجائے جو مسائل معاشرے میں چل رہے ہیں اس کو درک کریں صحیح اور غلط کا تجزیہ کریں اپنی تمام توانائی کے مقابلہ کا عزم وارادہ کرے اس میں جیت حتمی ویقینی ہے یہاں شکست ناپذیر ہے کیونکہ اللہ سبحانہ نے اس جنگ میں فتح مسلمانوں کی ہونی یقینی بتائی ہے خوشخبری دی ہے یہ ہمارا اپنا ذاتی تجربہ ہے پاکستان میں اجتماعی اقتصادی سیاسی اور علمی میدانوں میں بہت اونچا مقام رکھنے والوں نے ہماری کتابوں کے محتویٰ اور مواد کو رد نہ کرسکنے کے بعد اس پر بندش لگائی چنانچہ ہماری تمام کتابیں ابھی پڑی ہوئی ہیں میری اولادوں کو مجھ سے چھینا اس کے باوجود وہ کچھ نہ کرسکے اللہ کے فضل وکرم سے اللہ نے ہمیں مزید اور توفیقات عنایت کی ہیں۔

لا اکرہ فی الدین وآیات قتال وجہاد:

اکراہ جیسا کہ شعراوی ص ۱۱۲۶ پر آ کسی کو کسی الٰہی فعل کے انجام پر مجبور کرنے کو کہتے ہیں جس میں وہ اپنے لئے خیر نہیں دیکھتے ہیں۔
۱۔یہ آیت معاشرے میں رائج جاری چند امور سے متصادم ہے ہم اپنے بچوں کو پڑھائی کے لئے مجبور کرتے ہیں جبکہ بچے اس میں اپنے لئے خیر نہیں دیکھتے ہیں۔
۲۔شخص مریض کو دواء کھانے پر مجبور کرتے ہیں جبکہ وہ اس میں خیر نہیں دیکھتے ہیں۔
۳۔حجت مند بالغ وعاقل مسلمان کو مجبور کرتے ہیں محاذوں پر نہ جائیں اپنے ملک کو غارت گری کے لئے آنے والوں کو روکیں جبکہ قرآن کریم میں کثیر آیات میں آیا ہے کافرین سے جہاد کے لئے نکلیں۔
۴۔ملک میں مقیم غیر مسلمین کو بھی مجبور کریں کہ وہ اس ملک کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے نکلیں۔قرآن کریم کی کتنی

آیات میں نبی کریم کو جبر واکراہ سے منع کیا ہے۔ یہاں حکم منع اگر دو گروہوں سے متعلق ہے تو ایک گروہ وہ ہے جو اللہ و رسول پر ایمان نہیں لایا ہے ایک گروہ وہ ہے جو ایمان لایا ہے۔

احکام اقتصادیہ قرآنیہ:

دنیا کو درپیش گلوگیر زمین گیر فالج زدہ کرنے کی مسائل میں سے ایک مسئلہ اقتصاد ہے انقلاب صنعت فرانس کے بعد فود الیستیم اقطاع لیزیم ختم ہوئے اور دو متوازی نظام نظام سرمایہ داری اور اشتر سکی یا اشتمالی دنیا میں لاگو ہوئے سو دو سو تین سوسال سے بشران دو نظاموں کی قینچی میں کٹ رہے ہیں دونوں نظاموں میں موجود خرابیوں کی وجہ سے کسی سٹیج پر کسی درسگاہ میں اپنے نظام کی خوبی کو ثابت کرنے سے قاصر و عاجز ہونے کی وجہ سے بزور حیلہ مکر دروغ خوف ہراس دھمکی چوری اسلحہ سے یا بمباراں سے اپنے نظام کو مسلط کر رہے ہیں بس نظام کی تعریف میں فردی آزادی یا اجتماعی کفالت ضمانت کے علاوہ کوئی اور خوبی فلسفہ حکمت بیان کرنے سے دونوں عاجز و قاصر رہے ہیں۔

لیکن قرآن کریم میں آج سے ۱۴ سو سال پہلے مال کی عناصر ترکیبی اور جہات تقسیم تمام فریق حصہ دار ہے لیکن اس کا مدیر اس کے عامل کو دیا تھا کو مسلمانوں کے ذھن میں جاگزیں کیا ہے کہ یہ مال انسان کے پاس کہاں سے آیا ہے اس مال کو کس نے بنایا ہے اس مال میں کتنے فریق شامل ہیں۔ یہ مال چند فریق کا اشتراک سے بنی ہے اس کا پہلا حصہ دار خود ہے۔ خود اللہ ہے بر و بحر میں موجود حیوانات پرندے کے شکار سے حاصل اموال خالص اللہ کی ہے حیوانات اور پرندون سے ان تینوں کو بنانے میں انسان کا کوئی کردار نہیں حتی مترقی ملک میں بھی یہ نہیں بنا سکے ہیں بارش اللہ برستے ہیں زمین کو اللہ نے بچھایا ہے پانی اور زمین ہٹانے کے بعد کوئی مال بنتا نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم میں ان آیات میں آیا ہے پانی کو اللہ نے برسایا ہے ان آیات میں آیا ہے زمین کو اللہ نے بچھایا ہے۔

۲۔ دوسرا شریک انسان ہے سعی تل و دو وحرث و زراعت صیادی سیاحت و تجارت صنعت سازی سے مال بنتے ہیں

۔۳۔ اجتماع ہے جس نے آپ کے لئے مال بنانے کے وسائل پیدا کی مشینریاں بنائی ہیں آپ کے مال میں وہ شریک ہیں لہذا قرآن میں آیا ہے یہ مال انسان کے پاس امانت ہے وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ یہ تمھارے پاس امانت ہے تیسری آیت میں آیا ہے۔ فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم ۔ مال کلی طور پر اجتماعی ہے لہذا سفی دیوانے بچوں کی ملکیت کو تمھارا مال کہا ہے اسلام میں اکائی مال نہیں جس میں اللہ محتاج مند اجتماع شریک نہ ہو

دوسرا مرحلہ اس مال مین اصراف نہ کرے تبذیر نہ کرے تیسرا اصول قرض ہے جو شخص کسی کو قرضہ دیتا ہے گویا اس نے اللہ کو قرضہ دی ہے یہ اللہ کی عنایت ہے وہ اس مال میں شریک ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے قرضہ دے دیں دنیا میں

قرضے کا تصور ختم ہونے کی وجہ سے سودی نظام چڑھے ہیں اگر قرضے کا تصور بحال رہتے تو ملک کتنا ترقی کرتے خرچ مال ہے انسان اس بال سے استفادہ استھلاک صرف خرچ میں آزاد نہیں وہ بقدر ضرورت خرچ کریں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے میں دوسروں کے حقوق ضائع ہوگا مصارف فی سبیل اللہ پر اثر پڑے گا اجتماع پر اثر پڑے گا صرف مال میں انواع واقسام ہے۔

احکام مالی قرآن کریم میں:

مال انسان کا محبوب ہے:

انکم تحبون المال حبا جما مال انسان کا محبوب ہے دشمن بھی ہے مال انسان کو قہر وعذاب الٰہی سے نجات بھی نہیں دے سکتا ہے کبھی انسان کا بنایا ہوا ذخیرہ کردہ ان کے مبغوض ناپسند افراد کے عیش ونوش کا سبب بنتا ہے کسی نے ایک لڑکے سے پوچھا تمہارا باپ زندہ ہے تو کہاں ہاں زندہ ہے لیکن میں ان کے موت کا خواہان نہیں ہوں بلکہ ان کے قتل کا خواہان ہوں تاکہ مجھے دیہ مل جائے مال انسان کے وجود کے بعد دوسرا استون ہے اس کے فقدان کے بعد وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتے ہو۔

کلمہ مال قرآن کریم میں ۱۳۸ بار مختلف صیغوں میں آیا ہے مال کے بارے میں جو تصور قرآن نے پیش کیا ہے ابھی تک کسی نظام میں نہیں آیا ہے مال کے بارے میں صحیح تصور نہ بننے کی وجہ سے اہل دنیا فتنہ وفساد کے شعلوں میں جل رہے ہیں صاحبان قدرت نے کبھی آزادی کسب کے نام سے کبھی مساوات کے نام سے دنیا کے تمام ذخائر ذرائع آمدن پر قبضہ کیا ہے ان اموال سے مہلک اسلحہ بنا کر اس اسلحہ کی قیمت پر مزید اموال جمع کر رہے ہیں جبکہ اسلام کے مصادر اصلی قرآن اور سنت محمد اس مال کو کسب کرنے ذخیرہ کرنے صرف کرنے کے بنیادی مسائل کو بیان کیا ہے اور اس پر عمل کرنے کی قدرت برآمد نتائج اور اس کو نظر انداز کرنے کی صورت میں برے نتائج سے آگاہ کیا ہے ذیل میں ہم مال سے متعلق قرآنی احکامات ہدایات تصورات کو پیش کریں گے۔

مال سے متعلق کیا احکامات ہیں اس سلسلے میں مال اور ارزاق کے معانی مصادیق بیان کرنے کی ضرورت ہے ارزاق اللہ کی طرف سے حیات دنیوی اخروی جسمانی روحانی کی بقاء کے لئے عطا شدہ چیزوں کو رزق کہتے ہیں یہ ارزاق اپنی جگہ دو نوعیت کے ہیں ایک نوعیت وہ ارزاق ہیں جس کی تیاری آمدگی میں انسان کا کوئی کردار نہیں وہ خالص اللہ کا عطاء کردہ ہے اگر اللہ ان ارزاق کو نہیں دے تو چند لمحے سے زیادہ نہیں رہ سکتے جیسے پانی اور ہوا ہیں یہ دونوں اللہ کی ساخت ہیں اس میں

انسان کا کوئی کردار نہیں۔

۲۔دوسری ارزاق وہ رزق ہے جو انسان سعی کوشش سے حاصل کرتا ہے جیسے مواد غذائی گندم جو چاول میوہ جات گوشت ان کو حاصل کرنے میں انسان کا کردار بھی ہے

امّا مال کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع ہے مال اس چیز کو کہتے ہیں جس کی قدر و قیمت کی جائے مال حسب لغت مل سے بنا ہے جس کے معنی پُر ہونے کو کہتا ہے یا میل سے بنا ہے جس کے معنی جھکاؤ کے ہیں ابتدائی دور میں انسان کے پاس ضروریات زراعت مال مویشی کو کہتے تھے بعد میں یہ کرنسی دینار و درہم کو بھی مال کہنے لگے ہیں قرآن کریم میں احکام مال کے عنوان سے آیا ہے احکام مال پر لاگو کئے ہیں سورہ مبارکہ بقرہ آیت ۔۱۸۸ اور سورہ النساء آیت ۔۲۹ میں آیا ہے کہ تم اپنے مال کو باطل کر کے نہ کھاؤ۔

اکل بمعنی تناول مطعم ہے طعام تناول کرنے کو کہتے ہیں عام طور پر اکل ان چیزوں کو کہتے جو کھانے کے لئے آمدہ تیار ہو جیسے لقمہ پھر اکل کو تلف کرنے کو کہتے ہیں ختم کرنے کو کہتے ہیں سورہ بقرہ آیت ۔۱۸۸ سورہ نساء آیت ۔۱۰ میں آیا ہے کہ مال کو حرام کر کے نہ کھاؤ سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۸ میں آیا ہے اپنے مال کو باطل میں نہ کھاؤ اپنے مال کو باطل میں کھانے کی کیا صورت ہے؟ مال اپنا ہو اور باطل سے مت کھاؤ انسان کیسے اپنے مال کو باطل کر کے کھاتا ہے تو اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ اپنے برادر نوعی دوسرے انسان کے مال کو مت کھاؤ وہ اکل باطل ہے یعنی اپنی کمائی کے مال کو کھاؤ دوسرے کی کمائی کو مت کھاؤ یہاں سے ضروری ہے کہ انسان کے پاس جمع ہونے والے اموال کی کتنی صورتیں ہیں انسان کے پاس جمع ہونے والے اموال کی یہ صورتیں ہیں:

الف۔وراثت ہے جو کسی عزیز کی موت وفوت کی وجہ سے اس کی طرف منتقل ہوتی ہے اللہ نے اس کے مرنے کے بعد اس اموال کو اس کا مال قرار دیا ہے

ب۔عطیہ کسی کی طرف سے بخشش ہے

ج۔سعی کوشش سے حاصل اموال کی اپنی جگہ انواع واقسام ہیں

۱۔وہاں سے حاصل کرتے ہیں جہاں کسی کا قبضہ نہیں جیسے بنجر زمینوں کی آبادکاری

۲۔بر و بحر میں منتشر حیوانات کا شکار وغیرہ

۳۔سرقت چوری ڈھاکہ حملہ عسکری کے ذریعے

۴۔رشوت کرپشن سے حاصل اموال

۵۔ناپ تول میں گڑ بڑ کر کے

۶۔عمل مزدوری کام ناقص کرے اجرت پورا لے

۷۔حیلہ بہانہ کر کے حاصل کرے جو آج کل دنیا میں رائج ہے ایسے کاروباری طریقہ جیسے بینکنگ انشورنس وغیرہ نظام ۔

مال ارزاق اپنی جگہ دو قسم کے ہوتے ہیں:

الف۔بطور مستقیم کھاتے ہیں اناج میوجات گوشت وغیرہ

ب۔وہ مال جو کھایا نہیں جاتا اس کے ذریعے کھانا خریدا جاتا ہے جیسے کرنسی وہ خود نہیں کھاتے اس کے ذریعے کھانا خریدتے ہیں انسان کے پاس جو بھی اموال جمع ہے اس میں انسان کی خالص کمائی نہیں ہے بلکہ وہ مال اشتراک ہے جیسے کسی کے زمین پر قبضہ کر کے ذراعت کریں انسناوں کے موجود یا حاصل ارزاق کچھ اس طرح کے ہیں اللہ اور بندے دونوں کا ہے زمین کو اللہ نے خلق کیا ہے دھوپ کو اللہ نے خلق کیا ہے پانی کو اللہ نے برسایا ہے یہ سب ملا کر فصل آتا ہے انسان زحمت کر کے انسان کے پاس ایک مال جمع ہوتا ہے۔

مثلاً اگر انسان کے پاس زمین ہے تو اس کو انسان نے پیدا نہیں کیا ہے اس زمین کو لگانے والے پانی کو انسان نے خلق نہیں کیا ہے انسان کو اگر کوئی ارث ملتا ہے تو بھی اسی طرح سے ہے لہٰذا انسان کے پاس جو بھی جمع اموال ہے اگر اس کا تجزیہ وتحلیل کریں گے تو اس کی مثال ایسی ہے ایک انسان کسی کو سرمایہ فراہم کرتا ہے دوسرا اس کو چلا کے منافع بناتا ہے تو مال کا اصل سرمایہ اللہ کا ہے استفادہ اس انسان نے کیا ہے لہٰذا انسان کے پاس جمع مال سب اس کی اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوا ہے یہ مال مشترک ہے لہٰذا مال مشترک میں تصرف آزادانہ نہیں کر سکتے جب مالک طلب کریں گے تو صاحب سرمایہ کو دینا پڑے گا۔صاحب سرمایہ اللہ ہے اس وجہ سے بشر اس میں فالتو خرچ نہیں کر سکتے زیادہ خرچ نہیں کر سکتے یعنی اسراف و تبذیر نہیں کر سکتے یہاں سے کہیں گے انسان کے پاس جو مال ہے خرچ کرتے وقت اسراف کریں گے تو حرام کھایا ہے ممنوع چیز کھائی ہے اللہ نے کہا کہ یہ چیزیں مت کھاؤ کھائی ہے۔

۲۔دوسرا مصداق وہ ہے کہ کسی اور انسان نے اس کو کمایا ہے اس کی کمائی کو اب چور ڈاکہ غش تلبیس رشوت وغیرہ سے حاصل کر کے نہیں کھا سکتے ذیل میں اس سلسلے میں وارد آیات ملاحظہ کریں۔(آیات)

اکتساب مال

کسب وحصول مال تین طریقے سے ہوتا ہے

۱۔زمین ہے کچھ رقبہ زمین پر آپ قبضہ ہیں اس سے لکڑی گھاس یا حیوانات بری وبحری فصل وغیرہ زحمت بلا زحمت زمین

سے لیتے ہیں یہاں چیزین حصول کرنا مسابقت پر ہوتا ہے حیازت پر ہوتا ہے۔
۲۔زراعت سے شجر کاری ہے۔
۳۔دوسرے کے ہاتھ میں جو چیز ہے جس کے وہ نیاز مند نہیں اس کو حاصل کرتے ہیں یہ متبادلہ ہوتا ہے مال کا مال سے
سورہ بقرہ آیت ۱۸۸۔ اس میں مال کو طریقہ حرام سے کھانے سے منع کیا ہے دوسرے کا مال اکل باطل ہے۔
ا۔یہ کھلا باطل ہے جیسے غصب سرقہ حیلہ۔
۲۔لوگ اس کو حرام نہیں سمجھتے تھے شریعت نے آ کے کہا ہے کہ یہ حرام ہے جیسے رباء لوگ کہتے تھے کہ یہ بھی مثل بیع ہے
رشوت درخت پے پھل آنے سے پہلے فروخت کرنا۔
۳۔وہ ہے جو علماء نے اجتہاد کر کے بتایا ہے
• وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین • واو یہ عطف ہے امسحوا پر جو کہ وہ قریب ہے اس کو دھونا جو ہے اس صورت میں صحیح
ہے جب یہ عطف ہو وجوھکم پر مفعول اغسلوا قرار دے دیں جب کہا قرب رؤسکم ہے نحویین کا اتفاق ہے ضمیر ہمیشہ
اقرب کی طرف رجوع کرتے ہیں اقرب چھوڑ کر ابعد کی طرف کرنے کے لئے خصوصی دلیل چاہئے
حدیث صحیح بخاری جلد ا ص ۵۲ باب غسل الرجلین ولا یمسح علیٰ قدمین راویاں
۔ا۔موسیٰ کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۳۳۸ روایت میں موسی کے باپ کا ذکر نہیں ہے اس وجہ سے موسی یہاں
نکرہ ہے یعنی مجھول ہیں موسی کے نام سے بہت سارے راویاں ہیں اس لئے یہ نکرہ ہے
۔۲۔ابوعوانہ کتاب تہذیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۱۰۳ ۔۲۴۶ اس نام کے تین راویاں ہیں وضاح مذکورہ کتاب میں ابو
عوانہ کے بارے میں لکھتے ہیں اگر اس کی کتاب سے نقل کرے تو صحیح ہے لیکن اس کی زبان سے سنے تو وہ خلط ملت کرتے
ہیں
۔۳۔ابی بشر کتاب تھذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۲۵ اس نام کے ۲۳ راویاں ہیں مگر غیر منسوب ایک ہے ان سے ایک ہی
روایت نقل ہے ابو بشر کے نام بعض نے عبداللہ بن بلغاوی کہا ہے یہ نام نکرہ ہے ابو بشر کے نام سے ۲۳ راویاں ہیں
۴۔یوسف بن ماھک کتاب تھزیب التہذیب جلد ۱۱ ص ۳۷۰ متوفی سنہ ۱۰۳ ابن معین ،نسائی ،ابن خراش ،ابن حبّان
،ابن ابی عاصم نے ان کو ثقہ کہا ہے
۔۵۔عبداللہ بن عمرو کتاب تھذیب التہذیب جلد ۵ اس کتاب میں بہت سے نام ہیں جب نام زیادہ ہوتے ہیں تو مجھول
ہوتا ہے یہ عبداللہ بن عمرو ثقہ ہیں ۔

صحیح بخاری ص ۵۸ کی روایت

۔۱۔موسیٰ

۔۲۔وھب کتاب تھذیب التھذیب جلد ۱۱ص ۔اس نام کے راوی کئی ہیں

۳۔عمرو تھذیب التھذیب جلد ۸ میں اس نام کے کئی راویاں ہیں

۔۴۔ابیہ جب بیٹا مختص نہیں تو اس کے باب کا کیسا علم ہوگا

۵۔عمرو بن ابی حسن کتاب تھذیب التھذیب میں اس نام کے راوی نہیں ہے

۔۶۔عبداللہ بن زید کتاب تہذیب التھذیب میں اس نام کے آٹھ راویں ہیں

قرآن میں احکام اموال اس سلسلے میں وارد آیات پر بحث کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم مال کی تعریف کریں مال اہل لغت نے مال اس کو کہا ہے مال وہ چیز ہے جس سے معاش انسان قائم ہوتی ہے چلتی ہے لیکن مال اس کو کہا جاتا ہے جو انسان تحمل زحمت مشقت سے حاصل کرے جس کے حصول میں زحمت درکار نہ ہو اس کو مال نہیں کہہ سکتا وہ مال نہیں ہے جیسے ہوا بارش کا پانی دشت و بیابان سمندر بڑے بڑے دریا مٹی پہاڑ غار درختوں کے سائے یہ چیزیں مال نہیں ہیں چوں کہ ان کے وجود میں انسان کی جہد کوشش بذل نہیں ہے اما مال ہے اس کی تین انواع ہیں۔

۱۔وہ مال بزات خود بغیر کسی توسط توقف کے استعمال میں آتے ہیں جیسے کھانے پینے کی سامان دانے پھل فروٹ حیوان اس کی گوشت دودھ بال اس کے چمڑے اس پے سوار ہونا اس پر ہر چیز انسان کے استفادے میں آتے ہیں جیسا کہ سورہ غافر آیت ۷۹ میں آیا ہے

۲۔وہ مال جس سے زندگی حاصل نہیں ہوتا ہے اس سے نفع لینے کسی اور چیز پر موقوف ہے یعنی خود استعمال میں نہیں آتا ہے جیسے زمین زراعت کے لئے گھر بنانے کے لئے آگ کھانا پکانے کے لئے پانی درختوں کی آبیاری کے لئے مشینری لکڑی بال وغیرہ۔

۳۔وہ مال ہے جو کسی عوض کے ذریعے حاصل ہوتا ہے معاوضے کے ذریعے یعنی اس کی عوض میں جو ملتا ہے اس سے زندگی بنتی ہے جیسے نقد رقم

قرآن میں احکام والدین:

فقہاء واہل حدیث نے نظام اجتماعی قرآن کو درھم و برھم کرنے کے لئے قرآن کے مقابل میں جو احادیث اور فقہ بنائی

ہےاس میں ماں کے حق کواہمیت دے کراس کے لئے فضائل گھڑے ہیں اور والد کونسیا منسیا گردانا گیا ہے قرآن کریم میں انسان کواس کے سبب وجود کی قربت ترین سلسلہ کی طرف متوجہ کرنے کے لئے اپنی عبادت و بندگی کے بعد والدین کے ساتھ احسان کرنے کی سفارش کی ہے وصیت یا ہدایت کی ہے ان میں دونوں کا ذکر آیا ہے کہیں بھی ماں کی خصوصی طور پر ان سے زیادہ احسان کا ذکر نہیں آیا ہے جس آیت سے وہ لوگ استشہاد کرتے ہیں اس آیت میں دعا کرنے کا حکم آیا ہے تو دونوں کا ذکر آیا ہے وہ سورہ احقاف آیت ۱۵ ہے جن آیات میں والدین کا ذکر آیا ہے لقمان ۳۳۔۱۴ جلد ۲ نساء ۷۔۸۲۔۱۸۳ اسراء ۲۳۔عنکبوت ۸ بقرہ ۲۳۳ ابراہیم ۱۴۱ ۱۶ مریم ۱۴۔

اس آیت میں بچے کی حیات کو دو دورانیہ میں تقسیم کیا ہے پہلا دور جس میں ہر قسم کی شعور ادراک احساس سے محرومیت کا دور رہے ہے اس دور میں ذمہ داری حاکمی نہیں بلکہ وضعی ہے ماں خود بخود چاہیے کافر وملحد ہی کیوں نہ ہو بچہ معذور و مفلوج ہی کیوں نہ اس کی توجہ اس کی طرف مبذول نہ کرنا درحقیقت بچہ سے خیانت ہوگی اس لئے جنایتی بچہ اکثر و بیشتر ماں کی سر پرستی میں رہنے والا ہی ہوتا ہے قرآن کریم کی سورہ نحل آیت ۴۴۔۶۲ میں آیا ہے ہم نے آپ پر ذکر نازل کیا ذکر جب الف لام ہوتا ہے تو قرآن مراد ہوتا ہے اس طرح جب الکتاب آتا ہے یہاں پر قرآن مراد ہوتا ہے دونوں میں آیا ہے لتبین لناس پیغمبر ما نزل فی الکتاب بیان کرنا ہے یہاں جو بیان ہوگا قرآن میں اجمال وابہام والا بیان ہوگا نہ کہ خلاف قرآن۔

۲۔خواتین اپنے آپ کو گھروں سے نکلتے وقت اپنیکو ہر قسم کی آرائش زیبائش سے آراستہ نکلنے کی تشویق۔

۳۔حجاب جو مسلمانوں میں واجب ہے اسے اسلام سے غیر مربوط فرس وعطراک کی سنت قرار دینا

۴۔حجاب مخصوص از دواج نبی تھے امت کے لئے نہیں۔

۵۔عام مرد عورت مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں

۶۔خواتین منصب اعلیٰ کے لئے بے حرج ہے۔

۷۔خواتین اسمبلیوں میں نمائیندگی کی حوصلہ افزائی یہ منصوبے سرسید احمد خان رفاعی طحطاوی خیر الدین تونسوی محمد عبدہ سے شروع ہوتے ہوئے ابھی تک کے مجددین مستغربین کی کاوش رہے ہیں منصوبے کو ایک نکتے پر اتفاق کر کے فروعات میں اختلافات دکھا کر چلاتے آئے ہیں اتفاقی نکتہ یہ ہے کہ مغرب سے تعلقات اچھے ہونا چاہیئے عقلانیت کو کتاب وسنت پر مقدم رکھا جائے اجتہاد کو آگے بڑھایا جائے اس سلسلے میں مصر میں ایک موسوعہ ۶ جلد کی کتاب تألیف کی ہے کتاب کا نام تحریر المرء فی العصر رسالہ ہے مؤلف شیخ عبدالرحیم ابوشقہ ہے کتاب کو عرب ممالک کی دانش گاہوں میں مصادر کے طور

پر رائج کیا ہے بہت سے علماء نے اس کی تائید کی ہے کتاب میں لکھا ہے عورتوں کو نازک صاف لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں جس سے انکی جسم عکاس کرے اور انھوں نے عورتوں کی گردن ہاتھ پاؤں دیگران کو دکھانے میں بے حرج قرار دینے کا فتویٰ صادر کیا یہ چیزیں خواتین کے لئے بھاری ہو رہی ہیں اس چیز میں کوئی حرج نہیں کہ عورتیں گھروں سے اپنی تزاین و آرائش کر کے نکلے اور اجنبی مردان کو دیکھے اس کے لئے انھوں نے احادیث کی اسناد پیش کی ہے یہ تمام منصوبے کل کے کل صریح آیات سے اعراض کرتے ہیں احادیث پر اعتماد کرنے سے بنی ہے قرآن کو برائے نام میدان عمل میں مصدر کو صرف حدیث اس کے بعد فتویٰ پر چلانے سے یہ صورت حال نکلی ہے خواتین کے حقوق کے نام سے خواتین کو اسلام کے دائرے سے نکالنے کی منصوبے پر عمل پیرا لوگوں کا کہنا ہے ملک کی آبادی ۵۲ فیصد خواتین ہیں ۵۲ فیصد کو گھرون میں حبس کر کے ملک کیسے چلے گا اس منطق سے انھوں نے بہت سے فوائد حاصل کئے ہیں اپنے منصوبے میں بہت آگے بڑھے ہیں لیکن دین کے نام سے وجود میں لانے والی تنظیموں کے حلقہ جاتوں کا گروہ بندیوں کا منطق بھی انھیں سے ملتا ہے ملک میں بڑھتی ہوئی اشاعہ فحشاء ارتکاب محرمات سے ان مؤمنین کی بال تک نہیں ہلتے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا قہر الٰہی ان پر نازل بھی ہو جائے تو ان کو احساس نہیں ہوگا کہ یہ ہماری شریعت سے دور کے نتیجے میں ہوا ہے آیئے دیکھتے ہیں آگے اس سلسلے میں جاری فتویٰ اور آیات قرآنی میں کہاں تک توفق پایا جاتا ہے۔

قرآن میں احکام زواج:

زواج۔نکاح جاہلیت۔اسلام میں:

کلمہ زواج ہمبستگی ہم زیستی مادام العمر زندگی گزارنے کا معاہدہ کو کہتے ہیں جبکہ نکاح۔وطنی۔افراغ غلاضت تسکین طوفان تلاطم شہوات کو کہتے ہیں یہ دونوں جاہلیت قدیم میں کیسے چل رہا تھا جدید میں کیسے چل رہا ہے اسلام میں اس کے بارے میں کیا موقف اپنایا ہے فقہاء نے کیا تصور پیش کیا ہے قرآن نے کیا تصور پیش کیا بیان کریں گے جاہلیت قدیم و جدید کے علاوہ فقہاء نے عنوان کے لئے نکاح انتخاب کیا ہے۔

۱۔نکاح کی بنیاد جنسی فوران کو تسکین دینا رہا ہے۔یہ اس میں ہر ممکن جتنا بھی گنجائش ہو سہولت دینا ہے لہٰذا معاہدے تفاخیر میں کسی اور کو شامل نہ کریں مرد اور عورت خود فیصلہ کریں۔

۲۔جتنا ہو سکے مخفی رکھیں کسی اور کو آگاہی اطلاع نہیں ہونا چاہیے تاکہ ماحول میں خرابی پیدا کریں۔

۳۔شرائط مالی وغیرہ کم سے کم ہونا چاہیے۔

۴۔جدائی دونوں کے مرضی سے ہونا چاہیے جبکہ قرآن کریم میں زواج کوانتخاب کیا ہے بنیاد باد ام العمر زندگی ہم بستگی سے زیادہ سے زیادہ شرائط بلکہ بہت سی کڑی شرائط رکھا ہے سے شرائط ہونا چاہیے آسانی سے الگ نہ ہوجائیں ٹوٹ نہ جائیں۔

۵۔زواج بطورر مستقیم نہیں بالواسطہ ہونا چاہیے۔باب دار بھائیوں عزیز مردوں کی نگرانی میں سر پرستی میں ہو

۶۔اجتماع گواہوں کے بیچ میں اعلانیہ ہونا چاہیے۔غدر بے وفائی کیلئے باری بھرکم ضمانت ہونا چاہیے۔

۷۔جدائی آسانی سے نہ ہوجائے آئے دیکھتے ہیں جاہلیت کس نوع کواپنایا ہیا سلام نے کس کواپنایا ہے۔

حکم زواج نکاح:

یک از موقع اجتہادات علماء میں سے ایک مسئلہ زواج ونکاح ہے زواج ونکاح فطرت حیوانات وانسان دونوں میں پایا جاتا ہے لہٰذا اس کی طرف دعوت دینے کی ضرورت نہیں ہے جہاں انھوں نے شریعت اسلام آنے سے پہلے جزیرۃ عرب میں نکاح زواج کے مختلف انواع واقسام رائج تھے ان اقسام وانواع میں صرف جنسی خواہشات کو ہی منظور نظر اور مقصد زواج سمجھا جاتا تھا شریعت اسلام آنے کے بعد تمام اقسام زواج ونکاح کو باطل قرار دے کر صرف ایک زواج ہمیشگی کو جاری رکھا گیا ہے یہ زواج چند حوالے سے زواج جاہلیت قدیم وجدید سے ممتاز اور مشروط تھا:

۱۔طرفین زواج پہ راضی ہوجائیں۔

۲۔بطور علانیہ اجتماع میں انجام پائے۔

۳۔صداق ایک مقدار مال معاوضہ بضع معین ہوجائے جو مرد اپنی زوج کے لئے اداء کریں یا تعہد کریں کرے ان شرائط میں دیگر ازدواجوں میں موجود انحرافات کونفی کی گئی ہے قرآن کریم میں اس ازواج کوعمل جنسی کے علاوہ ایک دوسرے کے لیے تسکین زندگی اور تولید نسل کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے زواج کے مسئلہ کوقرآن نے بھی اتنی اہمیت دی ہے اسکے بارے میں بہت آیات نازل ہوئی ہیں قرآن کریم میں تمام ابواب احکام میں سب سے زیادہ خرافات زواج کے بارے میں آیا ہے چھوٹے سے چھوٹے درپیش مسائل قرآن میں بیان ہوئی ہیں اس میں کوئی کمی وقصر نہیں رکھی ہے اس کے باوجود اس شریعت کے باغی وطاغی افراد نے ناجائزہ زواج کوفروغ دینے کے لئے سند شرعی بنا کرنئی ازواج کی ترمیمی شکل بنائی ہے جھوٹوں کا کوئی حافظ بہت کمزور ہوتا ہے چنانچہ یہ سند اپنی جگہ ضد ونقیض اور تضاد وتناقص پر مشتمل تھی جسے ملت کی اکثریت نے بطور قطعی زنا قرار دیا ہے اس میں کوئی شک نہیں یہ زنا تھی لیکن تعجب وحیرت کی بات یہ ہے کہ

ارباب اجتہاد نے اجتہاد کے ذریعے اور بھی شقیں نکالی ہیں اس میں سے ایک نکاح سری ہے دوسرا نکاح مسیار ہے۔
اجتہاد کی دوسری سند سورہ نساء کی آیت ۸۳ ہے جہاں عام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ اگر مسلمانوں کو کوئی ایسی خبر یا حرکات وسکنات کا پتہ چلے یا دشمن کی نقل وحرکت اور عزائم کا پتہ چلے تو یہ باتیں عام عوام کے لئے نہ بولیں ایسی خبریں خود رسولؐ کے سامنے پیش کریں یا رسول کی طرف سے منصوب اولیاء امور کو پیش کریں۔
کتب فقہ میں احکام نکاح عنوان کیا ہے ہم نے احکام زواج کو انتخاب کیا ہے کیونکہ قرآن میں احکامات نکاح پر مرتب نہیں کیا ہے کیونکہ نکاح ایک مرحلہ زواج کو کہا ہے جب کہ زواج ابتداء سے انتہاء حیات تک ہوتا ہے نکاح صرف ایک مقصد کی ترجمانی کرتا ہے بقول اللغۃ مشترک لفظی ہے بین معنی عقد اور عمل قبیح ذکر ہے لہٰذا یہ کلمہ صرف تین چار دفعہ استعمال ہوا ہے سورہ النساء آیت ۔۶ ۔۲۲ سورہ بقرہ آیت ۔۲۳۵ ۔۲۳۷ سورہ النور آیت ۔۳۳ ۔۶۰ سورہ احزاب آیت ۔۴۹ جب کہ زواج ہر جگہ استعمال ہوا ہے۔
بلکہ قرآن میں زواج تکوینیات سے شروع ہوتا ہے کائنات کی ہر مادہ زوج ہے جیسا کہ سورہ ذاریات میں آیا ہے زواج جزء انفکاک ناپذیر قرار دیا ہے زواج کائنات کی ہر چیز میں دیکھا یا ہے انفرادیت ماسوائے اللہ کے لئے معیوب چیز ہے انفرادیت خصوصیت الوہیت میں سے ہیں یہاں سے یہ نتیجہ با آسانی اخذ کر سکتا ہے زواج وقتی مخفی نہیں ہوسکتا ہے۔
کلمہ زواج کثیر مقاصد کے لئے تفکیک نادرست قرار دیا ہے جزء وقتی کے لئے استعمال نہیں ہوا ہے اسکو زواج نہیں کہتا ہے جن لوگوں نے زواج موقت کا عنوان بنایا ہے وہ کلمہ زواج کے لطائف دقائق باریک بینی سے ناواقف ہونے کی ترجمانی کرتا ہے کلمہ زواج میں معانقہ معاشقہ وابستہ گی دل بستگی ہمیشگی الفت محبت جدا ناپزیری یہ تمام مفاہیم کلمہ زواج میں مندمک ومندمج ہے لہٰذا زواج قرآن میں ٹھوس ستونوں پر قائم واستوار ہے غیر متزلزل جس کی وجہ سے زواج قرآنی کی جوانمول مثال ہے اس جیسا دنیا کے ادیان منحرفہ میں نہیں لا سکے ہیں اور نہ قوانین وضعی پیش کر سکے ہیں قرآن میں زواج جن اصولوں پر قائم ہے وہ :
ا۔زواج لغوی مراد نہیں ہے جو ہر جفت جوڑ کو کہتا ہے زواج عددی بھی نہیں ہے جو ایک پتھر دوسرے پتھر پر رکھنے کو کہتے ہیں ایک دوسرے سے کوئی رشتہ نہیں ہے زواج اخروٹ وانڈا نہیں ہے یعنی دو انڈا دو اخروٹ ہے قرآن میں زواج جن اصولوں پر استوار ہے وہ یہ ہے
ا۔زواج بین مذکر ومؤنث ہے لہٰذا زواج بین مذکر ومذکر زواج بین مؤنث ومؤنث جائز نہیں ہے، زواج بین انسان و

حیوان یا حیوان وانسان نہیں جوکہ قدیم وجدید الحادی نظاموں میں چل رہا ہے۔
بلکہ خود انسانوں میں بھی زواج بین مذکر ومونث ہر جگہ نہیں چلتا ہے زواج میں محرمات نہیں چلتی جس کا ذکر قرآن کی ان آیات میں تفصیل سے آیا ہے۔نساء ۲۳
۳۔زواج بین زانیہ وزانی یا بالعکس بھی نہیں اسی طرح حیل شرعی فقہاء اسلام میں بھی قرآن کے
کتاب مستمسک عروۃ الوثقیٰ جلد ۱۴ص ۱۵۲ پر مسئلہ ۱۷ پے آیت اللہ سید کاظم یزدی لکھتے ہیں زانیہ عورت کا زواج اشکال نہیں ہے بعد میں حاشیہ میں لکھتے ہیں یہ مشہور علماء ہے بلکہ اس جواز پر اجماع ہے۔اجماع کو انھوں نے روایات سے استناد کیا ہے حرام حلال کو حرام نہیں کرسکتا ہے۔
ہروہ شخص جس نے ایک عورت سے زنا کی پھر اس کو پسند آیا کہ اس کو بیوی بنائے پھر امام نے کہا اول زنا ہے دوسرا نکاح ہے اس کی ایک اور مثال پیش کی ہے ایک شخص نے ایک کھجور کا درخت ہے اس سے چند دانے کھایا ہے پھر اس درخت کو خریدا ہے تو پھر اس کے لئے کھانا حلال ہے یہ حدیث وسائل باب ۱۱ حدیث ہے ایک اور روایت ابی بصیر نے امام صادق سے سوال کیا ہے ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کی پھر اس کو خیال آیا اس کو بیوی بنائے تو امام نے فرمایا اول حرام ہے بعد میں نکاح کے ذریعے حلال ہو گیا یہاں قرآن سے پہلے چند ملاحظات ہیں
۔۱۔حجت قرآن ہے اور پیغمبر کی سنت ہے ان دو کے بعد کسی کا بھی قول حجت نہیں ہے امام صادق کا فرمان فتویٰ جب تک قرآن وسنت رسول سے استناد نہیں حجت نہیں ہونگے
۔۲۔انھوں نے جو درخت کی مثال دی ہے وہ قیاس مع الفارق ہے ان دونوں میں قیاس درست نہیں ہے
۔۳۔یہ سورہ نور کی اس آیت کریمہ سے متصادم ہے٭ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ٭ اور ایمان والوں پر یہ حرام کر دیا گیا ہے سورہ نور آیت ۔۳
ہروہ شخص جو کسی عورت کو اپنی زوجیت میں لانا چاہتے ہیں عقد سے پہلے اس کے محاسن کو دیکھنا جائز ہے کتاب مستمسک عروۃ الوثقیٰ جلد ۱۴ باب نکاح ص ۱۳ مسئلہ ۲۶ (عبارت لکھنا ہے) جائز ہے جس عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اس کے چہرے کو دیکھے ہاتھ کو دیکھے بال کو دیکھے دیگر خوبیوں کو دیکھنا بلکہ جسم کے دیگر حصوں کو بھی دیکھ سکتے ہیں سوئے عورت کے اس مسئلے کے لئے بھی وسائل شیعہ ابواب نکاح سے روایات نقل کی ہیں امام سے پوچھا گیا جس عورت سے ازدواج کرنا چاہتے ہیں اس کے بال دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ یا مثلاً خریدنا چاہتے ہیں امام نے فرمایا کیونکہ یہ ایک سودا ہے معاملہ ہے۔

۱۔جبکہ قرائن و شواھد سے ثابت ہے کہ امام نے ایسا فتویٰ نہیں دیا ہے بفرض محال امام نے دیا ہے تو امام کا قول دیگر فقہاء سے مختلف نہیں

۲۔منگنی کرنے والی عورت کی شکل ومحاسن دیکھنے کے لئے جاھلیت سے لیکر ادوار اسلامی میں منگنی کرنے کے لئے عورتیں جاتی تھیں مرد نہیں جاتے تھے ابھی بھی خاندانوں میں یہی سنت جاری ہے گرچہ بعض لڑکیاں درسگاہوں میں طی کرتی ہے اکثر و بیشتر طلاق انہی میں ہوتی ہے۔نہیں عورتیں ہی جاتی تھیں۔جب سے ملک میں این جی اوز کی سرگرمیاں بڑھ گئیں جامعۃ الزہرا کے نام سے درسگاہیں بنی جس طرح پیام زینب کے نام سے خرافات پھیلانا شروع کیا جامعہ زہراء کے درسگاہوں سے خرافات کی شرائط نئی آگئی۔

۳۔یہ فتوی قرآن کریم کی اس آیت کے خلاف ہے جہاں آیا ہے ٭ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا٭اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے کہ جو ظاہر ہے سورہ نور آیت ۳۱ عورتیں اپنی زینت سوائے شوہروں کے کسی سے نہ دکھائیں عورت کی کل زینت بال اور چھاتی ہیں محسوس ہوتا ہے یہ فتوی حکم قرآن کو چیلنج کرنے والوں نے دیا ہے۔

زواج مستوجب اجر وثواب نہیں:

کیونکہ زواج ایک ضرورت استثناء ناپذیر ہے اعمال وافعال ضروری کیلئے اجر وثواب نہیں ہوتا ہے کتب روائی یا فتاویٰ میں نکاح کی جو فضیلت اجر وثواب فضائل کی بارش برسائی ہے اس کو ایک عمل مستوجب اجر وثواب مستحب قرار دیا ہے بلکہ ایک عبادت سے نزدیک قرار دیا ہے درست نہیں ہے دین میں کچرہ پھینکنے کا کوئی موقع نہیں چھوڑا ہے جو چیز انسان بغیر کسی دعوت کے خود انجام دیتا ہے بلکہ اس کو منع کریں روکنا نہیں ہے جیسا کھانا کھانے پانی پینے سونے آرام کرنے کے لئے کوئی اجر نہیں ہوتا ہے اس کے لئے دعوت نہیں ہوتا ہے۔

اگر یہ عمل عمل ماجور ومثوب ہوتا ہے تو اس میں کفر وشرک یہود ونصاریٰ ومجوس ہندووں سب اس میں شریک ہوتا جو چیز دنیا بنانے میں دنیا کی نعمتوں میں شمار ہوتا ہے اس سے لطف اندوزی عبادت سے دور ہوتا ہے دنیا کی نعمتوں میں اپنی صحت و سلامتی کے بعد دوسری نعمت بیوی ہے جس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دنیا کے بڑے بڑے مقتدر صاحب جبروت سلاطین حکمران اس نعمت میں محو ہوا ہے بلکہ بہت سے علماء وزاہد بھی اس میں مستغرق ہوا ہے بلکہ صراط مستقیم سیگر گیا ہے اس بار اجر و ثواب زوجہ اور عزیز اولان کے بارے میں قرآن میں آیا تمہاری اولاد بیوی تمہاری دشمن ہے یہ تمہیں جہنم لے جاتی ہے شاید چھٹی حس گنٹی دیتی ہے یہ متعہ والوں کی اختراع ہے۔

ہم نے بہت سے علماء کو دیکھا سنا ہے کہ انہوں نے سو متعے کئے ہیں ایسے عیاش تاریخ بشریت میں بے دینیوں میں دیکھا

ہے اگر اس میں اجر وثواب ہونا جائز ہے زائد پر پابندی نہیں لگتا ہے۔
یہ کیسے عبادت میں شامل ہے دین اسلام پر لگنے والی سب سے بڑی آسیب اسلام وقرآن سے نابلد معاشرے میں ریاست وزعامت شہرت کے خواہاں لوگوں نے لوگوں کے مزاج خواہشات بڑھنے گھڑی ہیں وہ احادیث لوگوں کی خواہشات سے متعلق ہیں کاسب بنا لوگوں کو خوش کرنے والے احادیث بہت آئی ہے جیسے الکاسب حبیب اللہ تاجر ملے تو اس کے لئے حدیث جعل کیا بے عمل قاری قرآن ملے تو تلاوت قرآن کی فضیلت۔
قرآن چھوڑ کے حدیث کی جانب بڑنے والے ملے تو حدیث کی فضیلت حدیث چھوڑ کر فقہ کی طرف بڑے ہے تو فقہ کی فضیلت بیان کرنا شروع کیا جب حدیث بھی چھوڑ کے خود رائے دینے کا سلسلہ شروع ہوا تو فقہ کی فضیلت میں حدیث گھڑنا شروع کیا معاشرے کے گھروں میں تصرف کرنے کے لئے صنف ضعیف کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے عورتوں کی بچوں کو پیار کرنے کی بچوں کو کھیل کود میں آزد چھوڑنے باپ کی جگہ ماں کی فضیلت والی احادیث جعلیات میں سے ہیں کی دوسری بیوی کی مذمت میں طلاق کی مذمت میں احادیث جعل کر کے نظام اسلام اور اجتماع اسلام کو تہ و بالا تتر بتر کیا ہے نا قابل نفاذ بنایا ہے اور یہی صورت حال آج کل کے قرآن وسنت سے نامحرم استفادہ کر رہا ہے بلکہ دنیائے کفرو الحاد اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے
عمل مستحب کا معنی فقہاء نے یہ کیا ہے اس فعل کو انجام دینے والے کے لئے اجر وثواب ہے اور ترک کرنے میں گناہ نہیں ہے لیکن نکاح کے بارے میں یہ آیا ہے نکاح چھوڑنے والے پیغمبر کی امت سے خارج ہے جب پیغمبر کی امت سے خارج ہوں گے تو وہ جہنمی ہی ہوگا کتاب مستمسک عروۃ الوثقی جلد ۱۴ باب نکاح سے شروع ہوتا ہے اس کی استحباب و فضیلت میں وسائل شیعہ سے لاتعداد روایات نقل کی ہے اور اس کے لئے نکاح کرنے والوں کے لئے بہت فضائل نقل کی ہے نکاح زواج انسان کی ضروریات میں سے ہے وہ لباس مسکن کھانے پینے کے بعد اس کی نوبت آتی ہے جس کسی کو اپنے علاوہ کسی اور کے لئے نان نفقہ کی گنجائش نہ ہو قرآن میں آیا ہے وہ تعفف اپنائے آیت نساء ۶ جب کہ روایات احادیث میں آیا ہے اگر فقیر ہے تو ازدواج کرے غذا کھانا کافر ملحد منافق مؤمن سب ایک جیسے ہیں اس کی ضرورت ہے غذا کھانے میں شریعت میں کوئی فضیلت نہیں آئی۔
جن افراد کی جنسی ضروریات یا طوفان غیر شرعی سے حاصل کرتا ہے وہ زواج کرنے سے گریز کرتا ہے اگر کسی کو منع کریں گے۔ وہ کر کے ہی بیٹھیں گے وہ ضرور کریں گے کیونکہ وہ اس کی فطرت ہے کلیسا کی عورتیں اسی میں مبتلا ہویں دنیا میں کوئی انسان نہیں کہ جس سے کہیں غذا مت کھا و اسی طرح زواج بھی ہے فطری تقاضوں کو قرآن کنٹرول کرتا ہے اللہ اس

کا کنٹرول کرتا ہے کہ اس سے زیادہ نہ کرے اگر اسے فعل حلال کو انسان نے اپنے لئے حرام قرار دیا تو وہ حاکم بن گیا مشرع بن گیا اسی وجہ سے مذمت ہے پیغمبر نے فرمایا کہ یہ میری سنت ہے یہ تنہا پیغمبر کی نہیں پیغمبر نے فرمایا میں کرتا ہوں تو یہی ہمارے لئے جائز ہوا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کام حلال ہے حرام نہیں ہے قرآن اور سنت میں نکاح سے مربوط آیات اس عمل کو انجام دینے اور افراط کرنے والوں کی توبیخ میں آئی ہے نہ کرنے والوں کی مذمت نہیں کی ہے اگر استطاعت کفالت نہیں رکھتے ہیں تعفف کرنے کا حکم آیا ہے حضرت یحیٰؑ پیغمبر کی قیادت میں آیا ہے آپ حضور تھے ۔
احکام نکاح میں ایک چیز جو کھلے انحراف کی واضح نشانی ہے وہ یہ ہے کہ نکاح زواج قمر در عقرب دنوں میں منع آیا ہے سورج جن دنوں میں برج عقرب میں ہو بعض نے اس کے علاوہ طاق راتوں میں بعض نے اس سے زیادہ کراھت قرار دیا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فقط خط اسلام سے انحراف پے ہے چونکہ احکام فقہیہ احکام نجوم پر نہیں ہے علم نجوم کا سلسلہ منصور دوانقی نے کی ہے یہ علم مجوسیوں کی ابتکارات میں سے ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے ستارا شناسی فلک شناسی ایک علم مذموم ہے بات یہ ہے اس کے آثار مرتب کرتے ہیں کہ یہ آثار انھوں نے کہاں سے استنتاج کیا ہے یہ ابھی تک ثابت نہیں۔
ج۔ زواج قرآن میں ایک معاہدہ اجتماعی ہے اس معاہدے کو اللہ نے غلیظ فرمایا یعنی معاہدے طی پانے کے بعد اس کا انتخاب آسان نہیں ہے مکر مشکل ہوگا اس معاہدہ کی گھاڑ اغلیظ وسنگین نکلیں ہونے کی وجوہات یہ مرد اور عورت از خود طی نہیں کرتی ہے بلکہ ہر ایک کی خاندان آپس میں طی کرتا ہے لہذا اجتماع کے حضور میں انجام پاتے ہیں اس جیسی معاھدہ تاریخ بشریت میں کم نایاب ہے بلکہ ہے ہی نہیں بڑے بڑے ملکوں میں بڑے بڑے مسائل پر معاہدہ طے ہوتا ہے بعد میں مکر جاتا ہے ثابت نہیں کر پاتے ہیں سر نیچے ہوتا ہے لہذا قرآن نے اس معاہدے کو میثاق غلیظ کہا ہے لہذا مسیار سری متعہ زواج میں نہیں آتا ہے چونکہ یہاں معاہدہ علانیہ نہیں ہوتا ہے' بلکہ بشرط خفاء ہوتا ہے یہ جو کہتا ہے یہاں معاہدہ ہوتا ہے۔ یہ معاہدہ زنا جیسا ہے مرد اور عورت کے درمیان میں ہوتا ہے۔
یہ جھوٹ بولتے ہیں اگر خدانہ خواستہ اس نکاح سے تولید مثل نکل گیا تو طرفین کو منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہتا ہے وہ نسل غیر منسوب رہتا ہے۔
د۔ زواج زر ضمانتی پر قائم ہے یہاں شخصی ضمانت کافی نہیں ہے' بڑی سے بڑی شخصیات کی ضمانت کارآمد نہیں ہے بعد میں مکر جائے مخالف معاہدہ ہونے کی صورت میں زر ضمانتی دینا پڑے گا یعنی مالیت ادا کرنا پڑے گا فقہاء نے مہر مثل کا جو اختراع کیا ہے وہ مسخرہ ہے اس کی مقدار دیت کے قریب ہونا چاہیے خسیس قلیل ضمانت کافی نہیں ہے اس سلسلے میں فرقہ

باطنیہ نے اس کو توڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے جس پر ابھی تک علماء نے توجہ ہی نہیں کیا ہے اب تک کسی نے اعتراض کیا ہو نہیں دیکھا ہے پہلا تعبیر قرآنی کو جڑ سے اکھاڑا ہے جڑ سے سکھایا ہے جڑ پر مار تول مارا ہے لوہے کی ستون کی جگہ ریت کی بنی ہوئی کچی اینٹ لگایا ہے جس کا نام رکھا ہے، مہر یہ، کلمہ مہر یہ باطل ہے اس دعویٰ کا دلیل یہ ہے قرآن نے اس زر کیلئے کلمہ صداق استعمال کیا ہے۔

کلمہ صداق کا ترجمہ کسی بھی صورت نہیں بنتا ہے صداق اور مہر یہ میں کوئی رشتہ نہیں ہے مہر یہ اس عنوان سے ہٹانے کیلئے اس جگہ جاگزین کیا ہے مجھے بتاو دو کلمہ صداق کی جگہ کلمہ مہر یہ کو زیادہ استعمال کرتے کی کیا ترجیح ہے اہل فصاحت و بلاغت انتخاب کلمات میں خاص کر معاہدات وشیقہ جات میں بہتر کلمہ کی تلاش کرتے ہیں یہاں معاہدہ ہے کلمہ مہر یہ میں کونسی خوبی ہے۔

اگر کوئی کہے ان کو کیسے ہٹا ینگے یہ تو سینکڑوں روایات میں آیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ سینکڑوں روایات کا کیا فائدہ جب وقت استدلال فائدہ نہ بخشیں بلکہ باعث شرمندہ ہو وسائل اور مستدرک میں چار سو پانچ رویات متعہ کے بارے میں ہے لیکن خطیب مولف صحاح استدلال کرتے وقت صحیح مسلم کی پندرہ سے استدلال کرتے ہیں روایات میں صداق کی جگہ مہر یہ لانا خود دلیل ہے یہاں خیانت ہوتی ہے کہ یہ روایات گھڑی گئی ہیں یہ روایات کلمہ مہر یہ کو جاگزیں کرنے کے لئے گھڑی گئی ہیں کتب لغت میں ہر لغت کے ریشے کو بتایا ہے اس کا ریشہ نکالیں پھر دیکھیں مہر یہ کیوں کہا ہے علماء نے اس زر ضمانت کو صداق کہنے کی وجہ بتائی ہے کہ صداق کس کلمہ سے بنی ہے۔

صداق عورت قرآن میں ہے عورت جب شوہر کے عقد میں جانے پر راضی و آمادہ ہو جاتی ہے تو وہیں پر اللہ نے شوہر کے ذمے اس آمدگی رضایت اور قبول کی عوض میں ایک اجرت معین کی ہے اس کو قرآن میں اجرت کہا ہے اجرت عمل انسانی کے مقابل میں دیا جاتا ہے جیسا کہ ان آیات میں آیا ہے (آیات) ادا کرنے کے بعد اسے صداق کہتا ہے اجرت کا معنی مقدار معین ہے اس کا معنی ادائیگی واجب ہے۔

ارباب فقہ نے یہاں بھی انحراف کا راستہ اپناتے ہوئے اس کے لئے مراحلؒ و مراتب طی کیا ہے پہلے مرحلے میں صداق کی جگہ کلمہ مہر استعمال کیا ہے اس کلمے کی عربی میں ماخذ نہیں یہ کلمہ زبان پہلوی کا ہے جس کا کوئی معقول معروف معنی نہیں بنتا ہے جو صداق کے ہم معنی ہو سوائے آج کل کے میڈیا ٹرائل جیسا مہر کہہ کے اذہان پے کنٹرول کی ہے مہر کا کیا معنی ہے نکاح خوانوں کو پتہ نہیں ہے شاید اس نے اپنے عمر میں **صدھا بار علی المهر المعلوم** کہا ہے لیکن اس کو مہر کی اصل معنی کیا ہے پتہ نہیں جس طرح ایک جاہل و نادان انپڑ نمازی کو اپنے پانچ وقت دو دو دفعہ پڑھنے والی سورہ حمد کا معنی

پتہ نہیں ہے عوام تو چھوڑو۔ پڑھے لکھے لوگوں کو نہیں پتہ ہے۔

۲۔ کتب فقہ میں سب نے لکھا ہے ہم یہاں بطور نمونہ کتاب العرض القرآنی لقضایا النکاح والفرقۃ مؤلف زینب عبدالسلام ابوالفضل ص ۲۰۳ سے نقل کرتے ہیں شریعت اسلامی میں مہر کی اعلیٰ حد معین نہیں ہوئی ہے یہ بات چند حوالے سے غلط گوئی ہے کہ تعین نہیں ہوئی ہے۔

الف۔ سورہ نساء آیت ۔۲۰ میں اسکا حد اعلیٰ کا تعین ہوا ہے وہ قنطار ہے بچھڑے یا گائے بھینس کے چمڑے کو مشکیزہ کی طرح تھیلہ بناتے وہ بھرا درہم دینار دے دیں تو یہ زیادہ نہیں ہے لغت میں کلمہ قنطار کا وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے مال عظیم بہت گراں قدر قابل قدر مال اگر قابل قدر مال دیا ہے تب بھی زیادہ نہیں ہے یہاں سے اندازہ ہوتا ہے حد اعلی بیان ہوا ہے اگر یہ زیادہ ہوتا تو مبالغہ ہوتا ہے اس کو عرف عام انصاف کہتا یہاں زوج اور زوجہ کے درمیان توازن ضروری ہے۔

ب۔ اس کو اجرت کہا ہے اجرت میں تعین ہوتا ہے اگر تعین نہیں ہوا تو یہ مسخرہ ہے گویا کوئی شخص بازار میں جا کر کوئی قیمتی چیز لے کر گھر آ جائیں پھر آپس میں اختلاف کریں قیمت کا تعین نہیں ہوا تو عقد کیسے پڑھے گھر کیسے آئی ایک انسان کی قیمت ہمیشہ سے انسان ہی رہا ہے لہٰذا قتل کی صورت میں قصاص ہے قصاص سے تنازل دیت ہے متغیر ہمیشہ ایک مقدار میں نہیں رہتا ہے جس طرح دیت کا تعین ہوتا ہے۔

چونکہ شریعت دائمی عالمی ہے وقت اور علاقے کے حوالے سے متغیر ہے، جیسے قتل میں دیہ ہے کوئی کہہ سکتا ہے دیہ کی حد اعلیٰ بیان نہیں ہوا ہے کیا نبی کریم نے دیت نہیں لگائی ہے کیا نبی کریم نے اپنی زوجات کے لئے بیٹیوں کے لئے صداق نہیں دی ہے نہیں لی ہے اگر پیغمبر نے مقدار دیہ پانچ سو درھم معین کیا تھا تو آج امارات والے پانچ سو درھم دیں گے یا کئی ہزارہ ونگے آج پاکستان میں دیت کی مقدار کیا ہے فرض کریں پیغمبر اپنے زمانے میں ایک معمار کو ایک دن بھر کام کے لئے مزدور کو دس درھم دیتے تھے تو آج دنیا میں کوئی شخص یہ کہہ سکیں گے مزدور کی قیمت دس درہم ہے لہٰذا پیغمبر کے بعد یہ اجرت مدینہ مکہ حجاز میں کہاں تک پہنچا ہے اس تناسب سے صداق ہوگا یہ بات ہزار دینار اس وقت کیا چیز خرید سکتے تھے خرید کے مطابق آج دینار دینا پڑے گا قنطار کی سونے کی قیمت آج کا ے ہوگی مقدار کیا ہے:

(۱) چنانچہ اسی کتاب کی ص ۲۰۴ پر ابن عباس سے نقل کی ہے قنطار کی مقدار ۔۱۲۰۰ مثقال ہے۔

(۲) دوسری روایت میں یہ ۔۱۲۰۰۰ ہزار درہم بنتا ہے یا ایک ہزار دینار بنتا ہے۔

(۳) مجاھد نے کہا ہے قنطار جو ہے۔۷۰۰۰ ہزار دینار ہے۔

(۴) انس بن مالک نے کہا ہے ایک ہزار دینار ہے۔ قنطار کی جو تعریف آئی ہے، ایک غلط مثال پیش ہے بدعت فطری ہر علاقے ہر سال نیا اعلان ہوتا ہے وہ سب عرف کے اختلاف کی بنیاد پر آئی ہے۔

ج۔ لہٰذا تفسیر شعراوی میں جلد ۴ ص ۲۰۰۹۳ پر آیا ہے قنطار وہ مال ہے جو گائے کی چمڑے سے بن تھیلی بھر مال ہو اس کو قنطار کہتے ہیں اگر اتنی مال عورت کو دیا ہے تو نہ سمجھیں کہ آپ نے عورت کو بہت دیا ہے بہت نہیں دیا ہے عمر کے زمانے میں جب عمر خلیفہ بنے تو اس زمانے میں صداق بہت زیادہ بڑھ گئی تھی چنانچہ عمر نے ممبر سے کہا یہ اجرت بہت بڑھ گئی ہے اگر کسی نے ۴۰۰ درھم سے زیادہ لیا تو ہم اس کو بیت المال میں داخل کریں گے تو ایک عورت نے باہر سے کہا کہ امیر المؤمنین درست کہتا ہے یا اللہ کہہ کر آیت پیش کیا تو عمر کو ممبر پر جا کے کہنا پڑا پردہ نشین عورتیں خلیفہ سے احکام قرآن سے آگاہ ہے اس مسئلہ میں عمر کی فتویٰ پر ان کو طعن وطنز کرنے والے آج وہی بات کر رہے ہیں جو عمر نے کیا تھا چنانچہ اس وقت ایران سعودی میں فریاد بلند ہے کہ حق مہر میں غلو ہوا ہے، گرچہ وہاں اس وقت ہزاروں ریال سے گزر گئی ہے ایران میں میلیون تومان کے علاوہ سونے کا اسکناس بھی دیا جاتا ہے ۔

د۔ فقہاء نے یہ اجرت معین نہ کرنے کی منطق کو دھندگان کے فقر وغنا سے جوڑا ہے مرد ایک دوسرے کے حوالے سے علاقے کے حوالے سے وقت وحالات کے حوالے سے فقر وغناء میں فرق ہوتا ہے یہ حق شوہر کی قدرت استطاعت کی بنیاد پر دینا ہے اور چونکہ شوہر کی استطاعت ایک جیسے نہیں ہے تو یہ حق محدود نہیں ہوسکتی ہے یہ بات اپنی جگہ غلط ہے اس میں التباس اشتباہ دھوکہ اغفال ہے آیا ایک مزدور یا ایک درزی جس کی ایک جوڑا کی سلائی کی قیمت چار سو روپے ہے تو وہ لوگوں کی استطاعت کے بنیاد پر تعین کریں گے بڑے لوگوں سے ایک ہزار لیں گے امیر کا گھر بنائینگے تو ایک ہزار ہوگا غریب کی بنائینگے تو الگ ریٹ رکھیں گے۔ حق صداق ہمیشہ لوگوں کی اشیاء ضروری کی قوت خرید کے برابر ہوگا جس طرح ایک تھیلا ایک بوتل کی قیمت امیر وغریب میں فرق نہیں ہوتا ہے ضرورت کی قیمت میں تغیر کے ساتھ صداق میں تغیر ہوگا۔ اس میں امیر غریب نہیں ہوتا ہے۔

صداق زوجات وبنات نبی ﷺ

ا۔ بحث صداق کرتے وقت کلمہ صداق اور مہر میں فرق ذکر کر کے گزری ہے صداق کا کلمہ وہ استعمال کرتے ہیں جو اپنے سکونی گھر کو خود بناتے ہیں تو وہ اس میں استعمال ہونے والی بجری سیمنٹ کی مقدار سریہ خود انتخاب کرتے ہیں اور نگرانی کرتے ہیں عرف عوام میں گھر بناتے وقت یہ بات معروف ہے کہ گھر ایک دفعہ

ہی بنتا ہے یعنی پختہ ومحکم بنائیں تو یہ گھر خود بنانے جیسا جواز دواج کرتے ہیں معاف کیجئے گا کہ ہم یہاں کلمہ شادی کہنے سے گریز کرتے ہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کیلئے گالی یا کفر ہے اس لئے احتیاط کرتا ہوں کوئی اور لفظ استعمال کرنے کی کوشش کرتا ہوں از دواج بھی دو قسم کا ہے یعنی اجتماعی گھر بنانا ہے جس میں سکون ہو لہٰذا وہ بیوی انتخاب کرتے وقت باریک بینی احتیاط برتتے ہیں اس سلسلے میں ہر قسم کی خلل پذیری سے احتیاط برتتے ہیں جو کچھ اس سلسلے میں پائیداری کا سبب بنتا ہے اس کو اپناتے ہیں کلمہ از دواج بذات خود دوام وبقاء کا عنصر رکھتا ہے جہاں از دواج ہے وہاں جدائی ناپذیر ہے قرآن میں جہاں کلمہ از دواج استعمال کیا ہے جدائی بحال ناممکن ہے اگر ہو گیا تو دونوں تنا ہوگا اس محکم کو قرآن نے اس کے خلل میں گرد وغبار جانے سے روکنے کے لئے بھاری بھرکم صداق سے ایک دوسرے کو جوڑا ہے اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے ٹریکٹر کی ٹرالی جو سامان سے بھری ہوئی ہے جس کی قیمت کروڑوں میں ہے اس کو محکم زنجیر کے حلقے سے موٹر سے جوڑتا ہے اتنا وزنی سامان اٹھاتے ہوئے مسافت کثیر طے کرنے سے نہیں ٹوٹتا ہے اس کو ٹوٹنے کے کم مواقع ہوتے ہیں۔

میاں بیوی کے درمیان جوڑ کو قرآن نے صداق کہا ہے یہاں اس جوڑ کو بنانے میں ایک سہ فریق کمپنیاں نے اس کی تعمیر میں کردار ادا کیا ہے ایک طرف مرد وعورت ہے دوسری طرف ان کے عزیز واقارب ہیں اس کا مہندس خود اللہ ہے اللہ کے دیئے ہوئے نقشہ کے مطابق ان تینوں نے عمارت بنائی ہے دنیا بھر کے متمدن و مترقی شہری میں بغیر نقشہ مہندس گھر بنانا ممنوع ہے شہری کارپوریشن پولیس کو یہ حق حاصل ہے کہ بغیر نقشہ کے گھر کو مسمار کر دیں

۲۔ دوسری مثال گھر وہ بناتے ہیں خود نہیں بیٹھنا ہے کسی اور نے بیٹھنا ہے خرچہ کسی اور نے دینا ہے تعمیر بھی کسی اور نے کرنا ہے تعمیر مکمل ہونے کے بعد پیسہ دینے والا نقشہ دینے والا عمارت بنانے والا سب اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہیں اس گھر سے کوئی تعلق نہیں اس کو ٹھکیدارنہ تعمیر کہتے ہیں۔ اس تعمیر میں مواد کے انتخاب کے وقت خرچہ سے زیادہ کم وزن ہوتا ہے ملکوں کی دیوالیگی اسی طبقہ کی وجہ سے ہوتا ہے چونکہ سب بے درد نہیں

بلکہ بدنیت میں کھانے والے ہیں ان کو کوئی پرواہ نہیں نظام ازدواجی میں بھی ایک ٹھیکیداری نظام ہے ازدواج کرنے والے دینے والے بنانے والے سب خائین ہیں مجرمین ہیں لہٰذا انہوں نے بنیاد سے خسیس پست عناصر سے اس عمارت کو بنائی ہے۔

ا۔ جو کچھ اللہ نے اس کی تعمیر کا ہندسہ پیش کیا ہے اس کا الٹ بنانا ہے

۲۔ انتخاب اللہ نے فرمایا ہے الطیبات لطبین ٹھیکیداری والوں نے پہلے اسے ازدواج میں مداخلت کی ہے۔ زواج ہمیشگی میں یہ مشکل معاشرے کے لئے جدائی کو آسان کے لئے زواج وقتی بنایا ہے۔ اور اس کی بھی اقسام ہیں۔ سری، مسیار، شغار، خدائنہ مساکین و مساکنات حسن نشین مومنات زانیوں سے وغیرہ بنایا ہے تا کہ جلدی ختم ہو۔ زواج قائم ہی نہ ہو۔ نسب کا تصور ختم ہو جائے جس طرح حیوانات اور پرندوں میں نہیں ہے۔

۲۔ جوڑ مہندس طیبات لطبین، مومنات لمومنین بنایا ہے۔ ٹھیکیداری والوں نے مومنین کا فاسقین فاجرین زانین سے نکاح بے حرج ہے۔

۳۔ صداق، نہ کھلنے کی گرہ ایک پائیدار محکم حلقہ زنجیر کی جگہ ناپائیدار حلقہ زنجیر سلور کا حلقہ لگایا ہے جس کے لئے فقہا نے ایک سورۃ دس دورد شریف پڑھیں ایک ختم قرآن کریں یہ سب باطل ہے کیونکہ مال ہے اور یہ سب مال نہیں ہیں ان پر عقد درست نہیں ہے

صداق خدیجہ: صداق زوجات و بنین نبی کریم:

کتاب نساء اھل البیت فی ضوء القرآن والحدیث احمد خلیل جمعۃ ص ۲۸ خدیجہ کی صداق میں ابو طالب نے اپنے مال سے ۲۰ اونٹ دئے بعض دیگر روایات میں آیا ہے ساڑے۔ ۱۲ اوقیہ سونا دئے ہیں پیغمبر کی طرف سے ابو طالب تھے جبکہ خدیجہ کی طرف سے ورقہ بن نوفل تھے اس میں آیا ہے چار سو دینار صداق آیا ہے ورقہ بن نوفل خدیجہ کی چاچازاد بھائی تھے یہاں سے یہ فکر مستردھوتی ہے عورت اگر بیوہ عاقلہ ہو تو اس کو ولی کی ضرورت نہیں ہے خدیجہ بیوہ بھی تھی عاقلہ بھی تھی اس کے باوجود خدیجہ کو زوجیت میں دینے والا اس

کا چا چا زاد بھائی ہے اگر باپ نہیں تو بھائی کو ملتا ہے

صداق عائشہ

نساء اهل البیت ص ۱۱۸ میں آیا ہے انکی صداق ۵۰۰ سو درھم تھی پیغمبر کی تمام زوجات کی صداق ساڑے ۱۲ ۔ اوقیہ سونا تھے ۔

صفیّہ بنت حیّ بن اخطب

صداق صفیہ بنت حیّ رئیس قبیلہ بنی نضیر دشمن ولد دو سرسخت اسلام ورسول اللہ فتح خیبر کے بعد صفیہ غنیمت میں پیغمبر کے حصے میں آئی صفیہ کی نظر میں پیغمبران کی سرسخت دشمن تھے نہیں چاہتی تھی کہ پیغمبر کی کنیزیت میں رہے پیغمبر نے ان کو دو چیزوں میں حق انتخاب دیا یا خود اپنے آپ کو فدیہ دے کر آزاد کرے اور اپنے خاندان کے پاس جائے یا میری زوجیت انتخاب کرے اگر میری زوجیت اختیار کریں گی تو ہم تمہیں آزاد کریں گے اور تمھاری آزادی ہی تمھاری صداق قرار دیں گے صفیہ کی صداق اسکی آزادی ہے تو معلوم ہوا کہ صداق معمولی نہیں ہوتا صداق جان کے برابر ہوتا ہے

امّ حبیبہ

کتاب نساء النبی ص ۳۸۱ بادشاہ حبش نے امّ حبیبہ کی صداق پیغمبر کی طرف سے چار سو دینار دئے جو پیغمبر کی تمام زوجات میں صداق میں سب سے زیادہ صداق انکی ہے

حضرت زھرا

حضرت زھرا کی حق صداق چار سو درہم تھے

خیزران ایک اسیرہ تھی مھدی عباسی نے اس کو خریدا اور انکی آزادی کو ان کا صداق قرار دیا۔

۲۔ انھوں نے صداق کو ہلکا بنانے کے لئے نحلہ کہا ہے نحلہ یعنی میٹھا شہد صداق اور شہد میں کوئی ریشہ نہیں ہے نحلہ میں مفت نہیں ہے نحلہ یعنی گوارا ہے یہ زر ضمانت عورت کی بضع کا اجرت کہے ایک گراں چیز کی قیمت ہے اجرت معمولی چیز میں نہیں ہو سکتی اگر معمولی ہے اس کے لئے اجرت استعمال نہیں ہوتا ہے کوئی بھی معمولی چیز کے لئے اجرت نہیں ہوتا ہے اجرت ہمیشہ عمل خطیر کے لئے ہوتا ہے۔

حقیر چیز کے لئے ثقیل اجرت خصیص انسان طلب کرتا ہے شریف انسان طلب نہیں کرتا ہے نبی نے نبی سے اجرت طلب کی ہے بیٹی کی نبی کریم نے پندرہ بیویاں کیں ہیں کسی بھی بیوی کے لئے ایک چادر ایک کلو گندم میٹھائی نہیں دی ہے انسان اگر اس دین کے ساتھ درد ہوتا والہانہ گرائش ہوتا تو اس کے گرد و پیش تمام چیزوں پر دہان دیتا ملک میں قائم اثاثوں کے گرد دور سے محافظین رکھتے ہیں نقل و حرکت پے نظر رکھتے ہیں آپ کے دین کے اساس معاشرے کی اساس جس کا آغاز زواج سے ہوتا ہے اس بارے میں خصیص پست بے معنی الفاظ استعمال کریں آپ کو پرواہ نہ ہو جائے یہ اس بے غیرتی بے دردی کی دلیل ہے جو شخص اپنے گھر کی ناموس کے لئے درد و بے غیرت ہو اس کا ضیاع ہونا قطعی ہے۔

انھوں نے کہا ہے یہ اجرت نہیں ہے یہ کسی چیز کے مقابل میں نہیں ہے بلکہ یہ مٹھائی ہے شیرینی ہے یہ بھی قرآن کے خلاف ہے۔

۱۔قرآن میں اجرت کہا ہے اللہ فرماتا ہے فاتوھن اجورھن فقیہ کہے اجرت نہیں ہے۔

۲۔قرآن نے کہا اس کو واپس لینا ایک تہمت بہتان ہے کھلا گناہ ہے میٹھائی واپس لینا گناہ ہے؟

۳۔قرآن میں آیا ہے معاوضہ ہے کس چیز کا معاوضہ ہے عورت کی جو علاقے ہیں وہ پوری دنیا کے لئے ممنوعہ اللہ نے حکم دیا ہے اس علاقے کو چھپا کے رکھو وہ شوہر کے لئے کھلا ہے اس کی عوض ہے۔

۴۔کہا ہے کہ یہ ایک عقد محکم کیسے ہوا اس میں اور دیگر معاملات میں فرق کیا ہے اس میں صداق ہے صداق کی قدرت ایک جان کی خریداری میں آتا ہے کیا معاہدے میں مٹھائی آتا ہے شیرینی بھی دینا معاہدے میں آتا ہے ملک میں خواتین کی استحصال دفتروں میں نہ آنے سے نہیں خواتین کی استحصال ووٹ نہ دینے میں نہیں خواتین کی استحصال سینما گھروں میں جانے نہ دینے سے نہیں خواتین کی استحصال جو اللہ کے بتائے ہوئے حقوق کا ہڑپ ہے جسے آج نام نہاد حقوق خواتین کے علم بردار اپنے مقاصد شوم کیلئے خوتین کو استعمال کرنے والے سیاستدان اور نام نہاد علماء دین مروّجین دین مفتیاں ہیں کہ جو اس اجرت کو کم کرنے پر تلے ہوے ہیں انھوں نے خواتین کو انسان سے نکال کے ربڑ مشین پلاسٹک مشین بنایا ہے وہ حاجت روائی کرنے کی حد تک استعمال کرتے ہیں۔

اب ہم زواج سے متعلق جو احکامات قرآن میں آئی ہے یا اس کی تفسیر توضیح سنت نبی میں آئی ہے وہ بیان کریں گے اس ضمن میں یا ذیل میں ہم فقہاء کی آراء نظریات فتویٰ کو متعارض نہیں ہوں گے چونکہ ہم فقہاء کو شارح شریعت نہیں بلکہ مقابل شریعت تصور کرتے ہیں احکام ازواج قرآن میں ان مسائل کو ہوتے ہیں۔

۱۔مقدمات یا تکوین زواج کے بارے میں آیا ہے کن کن سے زواج کرنی ہے یا کن کن سے زواج نہیں کرنی ہے جن

سے زواج کرنے سے قرآن نے منع کیا ہے ۔
۲۔مشرکین سے زواج کرنے سے منع کیا ہے مشرک ومسلمان میں زواج امکان پزیر نہیں ہے یہاں سے ثابت ہوتا ہے پہلا ستون ایمان باللہ ایمان باسلام ہے
۲۔زانیہ زانی سے نہیں ہوسکتی جیسا کہ سورہ نور کی ابتدائی آیات میں آیا ہے(آیات)
۳۔بعض نسبی یا سببی کی وجہ سے ان سے زواج نہیں ہوسکتی ہے جن کا ذکر ان آیات میں آیا ہے(آیہ)
ان آیات میں جن عورتوں سے زواج ممکن نہیں ان کو تفصیل سے بیان کیا ہے جب قرآن میں حکم تفصیل سے بیان آئی ہے اگر ان میں فقیہ کچھ اور اضافہ کریں گے کہ انسے بھی نہیں ہوسکتی ہے تو یہ مقابلہ بالمثل ہوگا یا تشریع ہوگا
۲۔عمل زواج کیسے تحقق ہوتا ہے
الف ۔زواج مسلمان مرد عورت دونوں اجتماع میں عندالشھو د اقرار کرے ایک دوسرے کی زوجیت پر راضی ہوجائے
ب ۔زر ضمانت جسے قرآن نے صداق کہا ہے مرد اس کو ادا کرنے کا تعہد کرے اور اس کا تعیّن کرے

ج ۔یہ مقدار شریعت میں معیّن ہے یا زوجین پر چھوڑے یا دونوں نہیں نہ زوجین پر چھوڑا ہے کہ وہ اس میں افراط تفریط کرے نہ تعیّن کی ہے جو کہ گزشتہ زمان کے ساتھ ممکن نہیں بلکہ قرآن نے اشارۃ اس کا ذکر کیا ہے
۳۔زواج کے بعد ایک دوسرے پر عائد واجبات ہیں ان واجبات میں سے جس نے بھی ادیئگی سے منہ موڑ کے سرپیچی کریں گے ان کار کریں گے تو اسے قرآن نے ناشزہ کہا ہے ناشزہ کا حکم یہ ہے کہ دوسرے پر عائد حکم ساقط ہوجاتے ہیں اسکو عدالت میں جانے کا جواز مل جائے گا۔
۴۔زواج توڑنے کا اگر کہیں حالات سازگار نہیں ہوے زواج میں اختلاف ناچاقی ناسازگاری پیش آیا تو یہاں اس سلسلے جو آخری حل ہے اسے طلاق کہا ہے۔

خواتین کشوں کی ذمہ دار این جی اوز

ایک عرصے سے ملک میں خواتین کی خودکشی اور دیگر دلسوز قصاوت شقاوت کی بدترین نمونوں کا ذکر اخباروں میں ہوتے رہتے ہیں ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کے دنیا اخبار صفحہ ۲ پر ۱۲ سال کی دور میں غیرت کے نام پر پندرہ ہزار خواتین قتل ہوئیں

ہیں ایک ہزار پانچ سو پینتیس خواتین کو جلانے ایک ہزار آٹھ سو تینتالیس کو گھریلو تشدد کا نشانہ بنانے کا ذکر ہے چار ہزار ساٹ سو چونتیس جنسی حراساں ایک ہزار پانچ سو پینتیس کو جلانے ایک ہزار آٹھ سو تینتالیس کو گھریلو تشدد پانچ ہزار پانچ سو آٹھ اغوا کرنے پینتیس ہزار نو سو پینتیس خودکشی کرنے کی واقعات رونما ہوئے ہیں اس بات کا انکشاف کیا ہے اخباری خواتین پر ہونے والی جرم وجنایت کی اعداد و شمار پیش کرنے والے اپنی جگہ مجرم ہونے کی وجہ سے شرمندہ نہیں ہے کیونکہ خواتین پر جو جرم وجنایت ہوئی ہے جو نہیں ہونی چاہئے تھا ہوگئی ہے لیکن یہ کیوں ہو رہا ہے اس کے عوامل اسباب کون فراہم کرتے ہیں تو اس کا اسی فیصد تجزیہ یہ ہے یہ اسباب این جی اوز فراہم کرتی ہیں کیوں کہ خواتین کو گھروں سے نکالنے قہوہ خانوں میں لے جانے فحشا خانوں میں لے جانے کی سہولیات مقدمات این جی اوز فراہم کرتی ہیں وہ کہتے ہیں ملک میں قانون نہیں ہے یہ بات غلط ہے قانون ہر مہینے بناتے ہیں جب چاہے بناتے ہیں خواتین کی آزادی کے لئے اسمبلی میں موجود شریفوں سے بھی بارگینیں کر کے ووٹ لیتے ہیں ان کے حقوق کے نام سے مردوں کو ذلیل کیا ہے جرم و جنایت کی ذمہ داری عزیز باب بھائی شوہر چچا ماموں کو گردانا جاتا ہے اور تاریخ میں مردوں کو محکوم خواتین کو حاکم بنانے پے تلے ہوئے ہیں معاشرے میں فساد پھلنے اقدار گرنے بہت سی برائیاں پھیلنے کی برگشت مرد وزن کی ناجائز اختلاطی اجتماع ہیں جو این جی اوز اور ان کے دباؤ میں سرکار کر رہی ہے ان سب کی برگشت مرد وزن کی اختلاطی ہے جو مسلمان برداشت نہیں کرتے اختلاط اور زنا یک طرفہ نہیں ہوتی ہے دونوں طرفسے ہوتی ہے لیکن پہل کون کرتا ہے پہل عورتیں کرتی ہیں اکسانے والی اٹھانے والی عورتیں ہیں ہم نہیں کہتے اللہ فرماتا ہے سورہ نور میں جہاں اس فاحشے کا ذکر ہے وہاں اللہ نے عورتوں کو پہلے ذکر کیا ہے الزانیہ لہ کے عورتیں پہل کرتی ہیں لہٰذا اللہ نے اصل ذمہ دار عورت ہونے کی وجہ سے اس کی تمام تمھیدات پر پابندی لگائی ہے فرمایا گھروں سے بے حجاب مت نکلو۰ ولا تبرجن تبرج الجٰھلیّۃ الاولی۰ سورہ احزاب آیت ۳۳ (آیت) نرم آواز میں بات مت کرو۰ ولا یبدین زینتھن سورہ نور آیت ۱۳۱ اپنی زینت کو اظہار مت کرو الاّ لبعولتھن جائے زینت حتی محرم سے بھی چھپانے کا حکم ہے تو ان سب کو کاٹ کے ان سب کو ہٹا کے باہر لانے والے این جی اوز اور ان سب کو بچانے والی حکومت ہے اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لئے چور دروازے سے لانے والے حکمران ہیں۔ تمام برائیوں سے ملک کی پسماندگی کی اس سے ملک کو ترقی نہیں ہوگا ملک رو بزوال ہوگا جو قوانین اللہ نے قرآن میں دیا ہے وہ انسانی فطرت کے عناصر میں سے ہے اسلام کو لات مار کر کفر کو اٹھانے والے حکمرانوں کو جلد معلوم ہوگا یہاں دو مسئلہ انتہائی زور شدومد سے جاری ہیں ایک خواتین کا مسئلہ اور دوسرا اقلیتوں کا مسئلہ ہے مٹھی بھر اقلیتوں کو مسلمانوں پر ٹھونسنے ان کے اولین ترجیحات بتاتے ہیں بروز جمعہ ۱۴ ربیع الثانی اخبار دنیا کے ادارے میں لکھتے ہیں

ہندوؤں کی تقریب میں ہندوؤں کو آگے لانے کی بلکہ ہر اسلام دشمنی کو قادیانیوں کو آگے لانے کی کوشش تیز کر رہے ہیں معلوم نہیں وہ آیندہ کس منہ سے اس ملک کو پاکستان کا نام دیں گے۔

جاہلیت میں زواج :

تاریخ بشریت میں اقسام وانواع نکاح رائج رہا ہے اور ابھی تک سلسلہ باقی ہے۔

۱۔ایک نکاح افراغ جنس شہوانی کے لئے کرتے تھے۔ابھی تک مغرب کی پشت پناہی اور ان کی طرف سے جاری وسائل سہولتوں سے چل رہا ہے۔

۲۔مطلب اولاد یا اولاد کذائی کے لئے کرتے تھے

۳۔باہم زندگی گزارنے کے لئے کرتے تھے۔

بڑے خاندان کے خواتین پہلی شکل کی نکاح سے گریز کرتے تھے لیکن مردان دونوں طریقہ استعمال کرتے تھے لیکن بعض خاندان غیر قانونی زواج سے کراہت کرتے تھے دور جاھلیت میں رائج تمام اقسام نکاح اسلام آنے کے بعد ان کو حرام قرار دیا صرف ایک ہی زواج کو باقی رکھا جن زواجوں کو اسلام نے ختم کیا ہے یہ زواج مشارکہ ہے یعنی ایک عورت چند مردوں کے درمیان بطور اشتراک رکھیں یہ تعداد دس سے زیادہ نہیں ہوتی تھیں جو عورتیں جن کے کفالت کرنے والے نہیں ہوتے تھے کوئی خاندان نہیں تھا سرپرستی کرنے والے نہیں تھے وہ چند مردوں سے زواج کرتی تھی تا کہ ان کی زندگی پوری کرے اگر یہ عورت بچہ جنم دے تو عورت کو یہ حق رکھتی تھی کہ وہ جس زانی سے منسوب کرے اس کا بچہ ہوتا تھا چنانچہ زیاد کی ماں سمیہ نے جب زیاد پیدا ہوا۔

سمیہ کسی غلام رومی کے عقد میں تھی اس کے پاس ابوسفیان بھی آیا کرتا تھا لیکن ابوسفیان نے قبول نہیں کیا یہ بچہ اس سے ہوا لیکن یہ بات معلوم تھا کہ اس عورت کے پاس ابوسفیان آتا تھا معاویہ نے اپنے دور میں اپنی کرسی کی خاطر زیاد جو کہ حضرت علی کی طرف سے فارس میں والی تھا مغیرہ ابن شعبہ کی تجویز پر اس کو اپنے باب ابوسفیان کا بیٹا قرار دیا اپنے بھائیوں میں قرار دے کر یہ زواج آج بھی جاری ہے جو عورتیں بچہ جنم دیتی ہیں ان کو کوئی نہیں لیتا ہے عالمی بجٹ کے تحت ان کی تربیت ہوتی ہے جس کے لئے اربوں روپئے خرچ ہوتے ہیں۔بین الاقوامی الحادی طاقتیں اربوں کھربوں اولاز ناپیدا کرنے پرورش دینے پر خرچ کرتی ہے۔

۲۔نکاح شغار یہ اس نکاح کو کہتے ہیں کہ انسان ایک دوسرے کے ساتھ معاھدہ کرتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹی یا بھن یا ماں اس کے عقد میں دے دیں وہ اپنی کسی عزیزہ کو ان کے عقد میں دے دین یہاں مہر یہ نہیں ہوتا ہے یہ خود ایک دوسرے کے

صداق تھے شغار خالی کرنے کو کہتا ہے یعنی ہر ایک اپنی ماتحت عورت سے دست بردار ہو جائے اس کی تفصیل ہماری کتاب قرآن میں مذکر و مؤنث ص ۱۰۰ میں ملاحظہ کریں۔

۳۔نکاح استبضاع مادہ بضع سے ہے بضع سامان کو کہتے ہیں کسی عدد کو کہتے ہیں جو ۳ سے ۹ تک کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ سورہ یوسف آیت ۴۲ میں آیا ہے یہ جاھلیت میں رائج ایک رواج تھے ابتبضاع کے نام سے تھا کہ کوئی شخص اپنے لئے جرئت مند شجاع دلیر لڑکے کی خواہش میں اپنی بیوی کو ایسے شخص کے پاس بھیجتے تھے تا کہ وہ عورت اس کے نطفے سے حاملہ ہو جائے ۔

۴۔نکاح مضاجعہ ضجع پاؤ پھیلا کے سونے کو کہتے ہیں سونے کے جگہ کو مضجع کہتے ہیں جاھلیت میں قحط بھوک فقر کی شکار عورتیں صاحبان مال وثروت کو دعوت زنا دیتی تھی

۵۔مخادنہ مادہ خدن سے ہے خدن کا معنی دوستی کے ہیں ساتھ چلنے ساتھ رہنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے قرآن کریم میں سورہ نساء آیت ۔۲۵ میں آیا ہے سورہ مائدہ آیت ۔۵ میں آیا ہے مخادنہ ان عورتوں سے ازدواج ہے جو دوسروں کو زنا دیتی ہے ان سے ازدواج کرنے سے منع ہے فی زمانہ لڑکیوں کی زواج نہ ہونا یا زواج ہونے کے بعد جلدی طلاق ہونے کی وجہ یہی ہے کہ کالج یونیورسٹی میں دوسرے لڑکوں کے ساتھ دوستی کرتی ہیں جو دوسرے لڑکوں کو پتہ ہے اس لحاظ سے ایسی لڑکیوں سے زواج نہیں کرتے یا زواج کے بعد ان کو پتہ چلتے ہیں کہ وہ کسی اور سے دوستی کرتی ہے تو وہ طلاق دیتے ہیں مسلمان یا مشرق زمین والے زمان جاھلیت میں بھی یہ پسند نہیں کرتے تھے زنا کو اشراف پسند نہیں کرتے تھے اسی وجہ سے انکی طلاق ہوتی ہے یہیں سے ہمارے ملک میں آج کل غیرت کے نام پر قتل جو چل رہا ہے وہ مشرق اور اسلامی غیرت کی بنیاد پر ہو رہا ہے چونکہ مغرب اور مغرب کے پروردو میں غیرت کا خلیہ ختم ہو چکا ہے تو ان کو پرواہ نہیں ہوتی ہے لیکن جن کی غیرت ابھی باقی ہے انکو یہ چیز برداشت نہیں ہوتی ہے زانیون سے زواج نہ کرنے کا حکم سورہ النساء کی آیت ۔۲۵ سورہ مائدہ کی آیت ۔۵ سورہ مریم کی آیت ۲۰ میں ان آیتوں میں زانیہ سے ازدواج کرنے سے منع آیا ہے

۔

زواج باغیہ زواج ان کو کہتے ہیں کہ سابق زمانے میں جن کی کنیزیں بہت ہوتی تھیں ان سے کہا کرتا تھا کہ تم زنا کر کے پیسہ جمع کرو اور اپنا فدیہ دے کر آزاد ہو جاؤ یہ تھے زنا کار غیر قانونی زواج ایک زواج المیراث ہوتے تھے زواج میراث اس زواج کو کہتے تھے جو اپنے باپ کی منکوحہ موتوعہ باپ مرنے کے بعد اپنے وراثت میں لیکر زوجہ بناتے تھے اسلام نے آکر اس سے بھی منع کیا ہے سورہ النساء آیت ۲۲۔

زواج اسراء جاھلیت میں لوگ دوسرے علاقوں پے ڈاکہ ڈالتے تھے اور مرووں سے گھروں سے لڑکیاں چھین کر لاتے تھے ان کا مقصد ان خاندانوں کو ذلیل کرنا ہوتا تھا ان سے بھی زواج کرنا ناجائز ہے خلاف شرافت ہے اسلام نے اس کو مسترد کیا ہے

زواج مبادلہ

زواج مبادلہ اس کو کہتے ہیں کہ دو انسان میں طے ہو جائیں کہ تم میری بیوی کے ساتھ سو جاؤ میں تمھاری بیوی کے ساتھ سو جاؤں گا یا میری بیوی تم لے لو اور تمھاری بیوی مجھے دیدو اسلام آنے کے بعد ان تمام زواج کو حرام قرار دیا اور صرف ایک ہی زواج باقی رکھا لیکن گزشتہ زمان کے بعد صدی گزرنے کے بعد مسلمانوں نے پھر سابقہ دور کی زواج کو دوسرے نام سے رائج کرنے پر اترے ان میں سے ایک زواج یہ ہے

۔ا۔ زواج مسیار ہے یہ زواج سعودی عرب کے منطقہ قسیم میں نکلی رفتہ رفتہ یہ پھیل گئے جس کسی نے اس زواج کا افتراع کیا ہے اس کا نام فھد غنیم ہے کلمہ مسیار سیر سے ہے جس کا معنی آنا جانا ہے صیغہ مسیار صیغہ مبالغہ ہے اس انسان کو کہا جاتا ہے جو زیادہ آتا جاتا ہے بعض کا کہنا ہے کہ یہ قواعد عربی کے مطابق نہیں ہے یہ کلمہ ادب میں نہیں آتا ہے عوامی کلمہ ہے یہ کلمہ منطقہ نجد میں استعمال ہوا ہے اس نکاح میں عورت کی طرف سے شرط ہوتی ہے کہ وہ رات کو ان کے پاس نہیں آیگا عورت ان سے نفقہ نہیں لے گی خرچہ نہیں لیں گی

۔۳۔ عورت مرد کی قوامیت میں نہیں ہوگی وہ جہاں جانا چاہے جاسکتی ہے

۔۲۔ زواج متعہ ہے

یہ زواج تقریباً دوسری صدی کے آخر میں پیدا ہوئی ہے اسلام آکے صدیوں گزرنے بعد شریعت زواج سے باہر ازدواج کرنا شریعت اور مجتمع میں خلل ڈالنے کی خاطر کی ہے یہ سب زنا کے شعبون میں سے ہے سورہ نساء آیت ۔۲۵

۳۔ نکاح مسیار

کتاب فقہ القضایا المعاصر تألیف محمد طاہر اسد اللہ مکی ص ۲۴۱ کلمہ مسیار نکاح مسیار مرکب اضافی ہے نکاح اور مسیار سے امّا مسیار لغت میں سیر کو کہتے ہیں مادہ سیر سے بنی ہے یعنی آنا جانا لفظ مسیار بروزن مفعال اسم مصدر ہے کثرت سیر والے کے لئے صیغہ مبالغہ ہے زیادہ سفر رفت آمد کرتا ہو کلمہ سیارہ سے بنی ہے سیارہ قافلہ مسافر کو کہتے ہیں اصطلاح میں ایک قسم زواج ہے جو اسی صدی میں اسی عصر میں ظاہر ہوا ہے یہ عورت کے گھر میں آمد رفت کرتے ہیں شرت کرتے ہیں کہ وہ

رات کونہیں آئیں گے اس کے عوض میں وہ اپنے حقوق سے دست بردار ہوئی ہے لہٰذا اس نکاح کے لئے اس زواج کے لئے فقہاء کے نذدیک کوئی تعریف نہیں ہے اس نکاح کی ضرورت یا اس نکاح کے وجود میں لانے کے اسباب وعوامل کے بارے میں لکھتے ہیں وہ عمر رسیدہ خواتین جو ابھی تک نعمت زواج سے لطف اندوز نہیں ہوسکی یا وہ عورتیں جن کو طلاق ہوئی یا بیوہ ہوگی ان کی تعداد زیادہ ہیں بعض عورتیں خواتین بطور ذرہ یعنی دوسری بیوی کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتیں۔

۳۔بعض افراد عورتوں کو نان نفقہ دینے سے عاجز ہے یہ بعض لوگ زواج سے عائد نفقات مسئولیات برداشت کرنے سے فرار کرتے ہیں ان جیسے دیگر عوامل کے وجوہات سے معاشرے میں غیر متزاوجات کی تعداد بہت ہوگئی ہے لہٰذا یہ دیکھنے کی ضرورت ہے اس نکاح اور رائج نکاح میں کیا فرق ہے مشترک یہ ہے کہ دونوں اپنے حقوق سے کچھ ساقط کر کے اصل زواج پر راضی ہے۔۲۔شوہر عورت پر بالا دستی سر پرستی نہیں کریں گے ان کو ان کے حال پر چھوڑیں ۔۳۔یہ نکاح تمام شروط نکاح دونوں میں جامع ہے نکاح رائج اسلام کو نکاح عرفی کہتے ہیں چونکہ حکومتوں نے اس باب میں نکاح کو اداروں میں اندراج کا حکم دیا ہے لہٰذا وہ تمام شرائط بیان ہوئے ہیں وہ دینا پڑتا ہے نکاح مسیار میں یہ ہے کہ وہ اندراج نہیں ہوتی ہے اما نکاح متعہ اور مسیار میں فرق یہ ہے کہ نکاح متعہ وقتی طور پر ہوتی ہے اور مہر بھی مخصوص ہوتی ہے مددت کے حساب سے مدت ختم ہوتے ہی زواج ختم ہوتا ہے طلاق کی ضرورت نہیں جبکہ زواج مسیار میں زواج دائم ہے مددت نہیں ہے الگ نہیں ہوتا جب تک طلاق یا فسخ یا خلع نہ ہو۔

۳۔ نکاح سری اس نکاح کو کہتے ہیں جس میں اعلان نہیں ہوتے گواہ نہیں ہوتے کسی کو اعلان نہیں کرسکتے کتمان رکھنا ضروری ہے یہ ایک قسم کا زنا ہے اگر مسیار بھی اگر شھود نہ ہو اعلان نہ ہو یہ بھی باطل ہے نکاح مسیار میں اعلان شھود ضروری ہے۔

زواج زانی یا زانیہ:

اسلام سے پہلے شریف نجیب مشرکین کے پاس بھی یہ مردود رواج تھے نجیب اجتماع میں صاحبان فضل مقام منزلت رکھنے والے مرد عورت اس سے گریز کرتے تھے قرآن کریم میں تکرار سے آیا ہے زواج عفت سے کرے عفت کی تفسیر مفسرین نے دو طریقے سے کیا ہے محصنات آزاد عورتوں کو کہتے تھے یا متزوجہ عورتوں کو کہتے تھے محصنہ آزاد عورتوں کو کہنے کا مطلب یہ ہے کہ زنا جو ہے وہ عورتیں کرتی تھیں جس کے کوئی سر پرست نہیں وہ کسی کی ولایت میں نہیں بے سر پرست عوتیں کرتی تھیں ان کو بغایا بھی کہتے تھے آزاد عورتیں اس سے گریز کرتی تھیں دوری اختیار کرتی تھیں جاھلیت میں مشرکین بھی اپنے ناموس کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھنا برداشت نہیں کرتے تھے ھند زوجہ ابوسفیان کے بارے میں مشھور رہے ھند ابوسفیان

سے پہلے کسی اور کے عقد میں تھی شوہر کے غیاب کے وقت ایک دن اس کا دوست ان کے گھر میں آیا جب دیکھا کہ اس کا دوست نہیں وہ فورا نکل کے آیا شوہر نے دیکھا کہ میرے غیاب میں یہ کیسے آیا اس نے فورا ھند کو باہر نکالا جس پر ھند کے خاندان کو شرمندگی ہوئی ھند کو لیکر کاھن کے پاس لے گیا آیا اس نے یہ فعل انجام دی ہے یا نہیں کہاں نے اسکو بری قرار دیا اس کی پاکیزہگی بیان کی اس سے برائت کینیان دی لس پر ھند نے شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا یہاں سے وہ ابو سفیان کے عقد میں آئی ابوسفیان کے عقد میں آنے کے بعد ھند اُحد میں آئی لشکر مشرکین کے ساتھ اور حمزہ سے اپنے باپ بھائیوں سے انتقام لینے کے لئے غلام حبشی کو آمادہ کیا حمزہ قتل ہونے کے بعد حمزہ کے کلیجے کو چبایا جس پر پیغمبر اکرم ﷺ نے ھند کو فتح مکہ کے موقع پر اس کے خون کو حدر کیا فتح مکہ کے بعد دیگر خواتین کے بھیس میں ھند نقاب ڈالکے آئی اس سے بیعت لینے کے لئے قرآن میں عورتوں سے بیعت کے لئے آیت اتری (آیت) کہ یہ یہ کام نہیں کرے گی ھند بول اُٹھی بے ڈرک بولی کہ آزاد عورتین زنا نہیں کرتیں محصنات کی دوسری تفسیر متزوج کہا ہے یعنی کسی کے عقد میں ہیں آزاد اور متزوجہ کو محصنہ کیوں کہتے ہیں؟ کس وجہ سے؟ دونوں کو محصنہ کہنے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں اس فعل شنیع سے محفوظ ہیں لہذا قرآن نے سورہ مائدہ کی آیت ۔۵ میں کہا ہے محصنات مؤمنین کی ہو یا محصنات اھل کتاب کی اھل کتاب کی عورتیں اور مسلمان عورتیں دونوں سے زواج صحیح ہیں اس سے واضح ہوا فعل زنا حرام صرف اسلام میں نہیں بلکہ یہود و نصریٰ میں بھی یہ فعل شنیع مردود ہے لہذا ان سے زواج کریں فعل زنا ایک فعل قبیح ہے مردود منفور عمل ہے قرآن کریم نے زنا کو شرک سے برابر قرار دیا ہے بلکہ شرک کو زنا سے پست قرار دیا ہے یہاں سے واضح ہوتا ہے انسان زواج کرتے وقت زانیہ کافرہ سے ازدواج نہ کرے زانیہ اور مشرک دونوں سے ازدواج نہ کرنے کے حکم سے ایک اصول سامنے آتا ہے ازدواج ان عورتوں سے کرے کہ جو سالم ہو محفوظ ہو۔

۲ کافرہ نہ ہو۔ تو بنیاد ایمان ہے طہارت فرج ہے ان دونوں سے متعلق ان دونوں سے نزدیک جو بھی عورتیں ہوں ان سے زواج نہیں کرنی ہے لہذا سورہ مأدہ آیت ۵ میں ان دونوں کا ذکر کیا ہے زانی نہ ہو کھلے عام یا وہ عورتیں جو اجنبی مردوں کو بغیر زواج کے دوست بنائی ہیں تغیر شعراوی سورہ نور کی آیت ۔۳۔ کی تفسیر میں ص ۱۰۲۰۲ میں عبداللہ بن عمر بن عاص سے روایت کی ہے انھوں نے کہا مکے سے اسیروں کو مدینہ لاتے تھے مکہ میں ایک عورت باغیہ تھی اس کا نام عناق تھا عناق مرسد بن ابی مرسد مکہ سے اسیرون کو لاتے تھے مکہ میں ایک عورت باغیہ تھی جو مرسد سے دوستی کرتی یھی مرسد نے پیغمبر سے پوچھا میں عناق کو اپنی عقد میں لے لون پیغمبر نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک آیت نازل ہوئی لا ینکح زانی الا زانیہ زنا اتنی فحشاء فاحشہ بڑا جرم ہونے کی وجہ سے اس سے بڑا جرم ہونے اور پست خصیص عورتون کی کردار متعارف

ہونے کی وجہ سے اس فعل شنیع کو محصنات عورتوں سے نسبت دینے پر سزا مقرر کی ہے۔۸۰ تازیانے لگانے کا حکم ہے اسی فعل کرنے والوں کی مسلمان عورتوں کو ایسی فعل کرنے کی نسبت دینے والوں کے گواہ قبول نہ کرنے کا حکم ہے فعل زنا ایک فعل فاحشہ فاسدہ ہونے کی وجہ سے اور خاص کر اس میں پہل کرنے میں عورتوں کی کردار مقدم پہل ہونے کی وجہ سے قرآن میں عورتوں کو گھروں سے آزد نکل کے جانے سے منع کیا ہے کہا ہے (آیت) ولا تبرجن تبرج الجاھلیت الاولی لیکن یہاں بدقسمتی سے بدبختی سے ہماری زوال فنا ذلت خواری کی تمام تر برگشت معاشرے میں اس فعل فاحشہ کا رواج ہے جسے مغرب نے تمام قدرت توانائی پشت پناہی سے مسلمانوں پر ٹھونسا ہے یہاں تک اس کو سھل الاصول بنایا ہے ہر قسم کی بندش کو عورت کی حق میں ظلم یا ناانصافی قرار دیا ہے شوہروں سے خاندانوں سے سرپیچی بغاوت کو ان کا حق گردانا گیا ہے۔

طلاق:

طلاق انطلاق کو کہتے ہیں نکلنے کو آزاد کو کہتے ہیں طلاق امت اسلامی استعمار غربی کے بعد ان کے دباؤ میں آ کر طلاق کی مذمتیں شروع کی ہیں انسان کی کمزوری کا ایک پہلو یہ ہوتا ہے کہ وہ دشمن کی ملامت مزمت کو دیکھ کر اپنے مذہب سے دفاع نہیں کرتے طلاق کی مذمت مین وار در روایات کلمات فقہاء وعلماء کی طلاق مبغوض اللہ ہے طلاق سے عرش الٰہی لرزے میں آتا ہے طلاق والی گھر مبغوض ملائکہ ہے وغیرا احیاء یہود کی سنت پر چل کر آیات الٰہی کو ثم تامل میں فروغ کرنے والوں نے گڑی ہے۔

یہ اقوال زیادہ تر مسیحیوں کی دباؤ میں آ کر گھڑے ہیں بجائے اس کے کہ مسیحیوں پر مذمت کرے کہ تمہاری شریعت میں طلاق نہیں اس وجہ سے تمہارے گھر میں میاں بیوی کے لئے جھنم کا کھڈا بنے ہوئے ہیں تمہارے ہاں تمہارے گھر محاذ جنگ بنے ہوئے ہیں طلاق نہ ہونے کی وجہ سے کراہت خانہ بنیہوئے ہیں تمہارے گھر زندان بنے ہیں جہاں قاتل اور مقتول قاتل ومقتول کی وارث کا اجتماع بنے ہیں اللہ جانتا ہے اگر طلاق نہ ہوتے تو میاں بیوی پر کیا کیا گزرتی۔

یہ منطق روز روشن کی طرح باطل ہونے کی ثبوت یہ ہے جس میں طلاق پر پابندی ہے اس میں ہفتہ مہینہ میں کتنی طلاقیں ہو تی ہے اور جس دین میں طلاق پر پابندی نہیں اس دین والوں کے ہاں کتنی طلاق ہوتی ہے لہٰذا مسیحیوں کو بغیر کیسے اسلام کے اصول کی طرف برگشت کرنا پڑھا ہے یہ ہے اعجاز اسلام ہے۔

لیکن قرآن کریم کی آیات میں جہاں طلاق کو چھیڑا ہے کہیں بھی یہ بو نہیں آئی ہے کہ طلاق ایک مذموم ہے۔قرآن کریم میں یہاں تکافو توازن رکھنے کے لئے خواتین کی ضمانت ہے چونکہ مرد کو حق طلاق دیتے ہیں مغرور متکبر نہ ہو جائیں اس کو سمجھایا ہے اس سے کہا ہے عدۃ کے دوران تمام اخراجات دو غصہ نہ کرو اچھی طرح سے الگ کرو خوش گوار نہ رکھو اگر

مسلمانوں میں این جی اوز گھنسے نہ ہوں مقاصد این جی اوز ہاروت ماروت جیسا تفرقہ نہ ڈالے مغربی کو خوش کرنے کے لئے حکومتی مداخلت نہ کریں تو طلاق برائے نام کے ہے۔

براعمل ہے ایسی کوئی آیت نہیں آئی ہے اگر طلاق نہ ہوتے تو جا کے اس گھر میں دیکھو جہاں میاں بیوی ناچاقی اورنفرت کی زندگی گزر رہی ہے وہاں دنیا کی کونسی خوشی چلتی ہے نہ کھانے کی خوشی ہے نہ اچھے لباس کی خوشی نہ سیر وسیاحت کی خوشی ہے بلکی طلاق کی نوبت آنے کے بعد ہر ایک کو اپنی اولاد بری لگتی ہے کاش یہ اولاد نہ ہوتی تو ہم آسانی سے جدا ہوتے شریعت میں طلاق اس معاھدہ میثاق غلیظ کو کھولنے کا نام ہے جس اللہ نے غلیظ کہا ہے اس کو اللہ نے کھلنے شرافت مند مردت اعزاو احترام احترام احتیاط سے کھولنے کا کہا ہے سورہ بقرہ آیت ۲۲۹۰ الطّلاقُ مرتان فامساک بمعروفاوتسریح باحسان۰ طلاق لائے ہیں ناچاقی کا علاج کرنے اختلاف حل کرنے کے لئے طلاق آئے ہیں۔

مشکلات حل کرنے کے لئے گو اس کو ایک دوسرے پر تعدی تجاوز انتقام لینا نہیں اچھے طریقے سے جوڑے تھے اچھے طریقے سے الگ ہونا ہے ان آیات یا دیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب طلاق دو ہیں ایک اسباب معمولی ہے جذباتی ہیں کچھ کلمات کی بے ادبی سے ہے غصّے کی نتیجے میں ہوا ہے تو کہا غصہ ختم کرنے کے لئے بچائی کے مرارت کرواہٹ کو جانچنے کے لئے تھوڑی دیر کے لئے سوچنے کے لئے الگ ہو جائے لیکن بالکل جدا نہ کرو کچھ دیر سوچنے کا موقع دیا ہے جس میں ایک دوسرے کو کوئی زیاں نہیں ہوا ہے جرم نہیں آیا دوسری سبب بنیادی ہے یہ جو عقد غلط ہوا ہے۔

طلاق کی بنیادی سبب ایک دوسرے سے ناآشنائی ہے ایک انسان گھریلوے ضروریات کو لیتے وقت صلاح مشورے سے ماہرین سے پوچھ کے لیتا ہے تحقیق کر کے لیتا ہے اس کی کتنی گرانٹی ہے۔

لیکن شریک حیات انتخاب کرتے وقت اس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ یہاں بھی نقلی سامان بیچنے والے دکانداروں کی طرح فراڈ دھوکہ دھی کی ٹیکنک طور طریقے میں ہر آئے دن نئے فارمولے آنا شروع ہوا ہے یہاں سے شرح طلاق بڑھ گئی ہے اشاعہ فحشاء اختلاط مرد عورت اداکارون سینما گھروں میں اضافہ ہونے کی تناسب سے شرح طلاق بڑھ رہی ہے ابھی بھی مسلمان ملکوں میں مغرب کی نسبت کفر والحاد کی بہ نسبت بہت کم ہے بعض نے بڑھتی ہوئی طلاق کے اسباب کو اقتصادی بتایا ہے برے اقتصاد کی وجہ سے ہوتا ہے یہ بات انتہائی بے بنیاد بات ہے گاؤں میں کم ہوتی ہے پسماندہ علاقوں میں کم ہوتی ہے شہروں میں زیادہ ہوتی ہے خاص کر ثروت مند دولت مند ملکوں میں ترقی یافتہ ملکوں میں جیسے ایران سعودی عرب عرب امارات۔

زواج کا بنیادی فلسفہ باہم زیستی ہے باہم زندگی ہے بنیادی طور پر لیکن مغرب کی مسلط کردہ افکار ونظریات کی وجہ سے

ازدواج میں تأخیر کی ہے ازدواج میں تأخیر نے جنسیات کی کوکر کو پھٹایا ہے لہذا ازدواج کے موقع پر پہلی ترجیح جنسیات ہوتی ہے جنسیات کی لہر حرارت کے گرنے کے بعد ھوش میں آتی ہے ایک دوسرے کے مستقبل کی زندگی کا سوچ آتا ہے یہاں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں کہ مستقبل میں ان سے گزرنا ناممکن محال ہے مشکل مستقبل کی زندگی خطر میں نظر آتی ہے تو باہم زندگی گزارنے پر زور دینا ایک قسم کی اجبار بنتی ہے اکراہ بنتی ہے خاص کر بڑے بڑے خرابیوں کی فاش ہونے کے بعد انکشاف ہونے کے بعد ساتھ رہنا ہوتا ہے طلاق مذموم ہونے کی ایک وجہ مطلقات سے عدم زواج ہے دونوں کی مأخذ مصدر برگشت مغرب ہے مسلمانوں کی تمام بدبختی شقاوت کی برگشت مغرب ہے۔

جب انسان مسلمان اپنی مسائل کو اپنے خطے کی روایات اور خاص کر دین اسلام کے اصول ومبانی کی روشنی میں چلانے کی بجائے مغرب کی اندھی تقلید کریں گے تو وہ کرب واضطراب وفتنہ وفساد وحشت دھشت میں ہونا ایک حتمی ہے چونکہ آپ دشمن کی عینک لگا کے دیکھتے ہیں دشمن کے دئے ہوئے فکر سے سوچتے ہیں اور انھی کی زبان بولتے ہیں ورنہ مطلقہ زواج قبیح ہونے کی کوئی منطق نہیں بنتی ایک انسان کا دوسرے انسان سے نہ بننا اس بات کی دلیل نہیں بنتی ہے کہ وہ کسی سے بنے گا نہیں ایک عورت کا کسی سے نہ بننا یہ دلیل نہیں بنتا ہے کہ وہ کسی اور سے بنے گی نہیں سب کچھ ان مسائل میں جو مشکلات پیدا کر رہا ہے وہ دور جاھلیت قدیم اور جاھلیت جدید سے ممزوج فکر سے نکلی ہے۔

طلاق

طلاق انطلاق کو کہتے ہیں نکلنے کو آزاد کو کہتے ہیں طلاق امت اسلامی استعمار غربی کے بعد ان کے دباؤ میں آکر طلاق کی مذمتیں شروع کی ہیں انسان کی کمزوری کا ایک پہلو یہ ہوتا ہے کہ وہ دشمن کی ملامت مزمت کو دیکھ کر اپنی مذھب سے دفاع نہیں کرتے طلاق کی مذمت مین وارد روایات کلمات فقہاء وعلماء کی طلاق مبغوض اللہ ہے طلاق سے عرش الہی لرزے میں آتا ہے طلاق والی گھر مبغوض ملائکہ ہے وغیرہ یہ روایات یہ اقوال زیادہ تر مسیحیوں کی مذمت طلاق اور دباؤ میں آکر گڑھا ہے بولا ہے بجائے اس کے مسیحیوں حملہ کرے کہ تمھارے شریعت میں طلاق نہیں اس وجہ سے تمھارے گھر میاں بیوی کے لئے جھنم کا کھڈا بنے ہوئے ہیں تمھارے ہاں طلاق نہ ہونے کی وجہ سے تمھارے گھر محاذ جنگ بنی ہوئی ہے طلاق نہ ہونے کی وجہ سے تمھارے گھر زندان میں قاتل ومقتول کی وارث کا اجتماع بنی ہے اللہ جانتا ہے اگر طلاق نہ ہوتے تو میاں بیوی پر کیا کیا گزرتی لیکن اللہ سے یہ کہنے لگے کہ ہمارے مذھب میں طلاق نہیں ہے قرآن کریم کی چندین آیات میں مسئلہ طلاق کو چھیڑا ہے ان آیات میں سے کہیں بھی یہ بو نہیں آئی ہے کہ طلاق ایک مذموم ہے برا عمل

ہے خانہ زوجین میں بادخزاں ہیں ایسی کوئی آیت نہیں آئی ہے اگر طلاق نہ ہوتے تو جاکے اس گھر میں دیکھو جہاں میاں بیوی ناچاقی اور نفرت کیز ندگی گزر رہی ہے وہاں دنیا کی کونسی خوشی چلتی ہے نہ کھانے کی خوشی ہے نہ اچھے لباس کی خوشی نہ سیر وسیاحت کی خوشی ہے بلکی طلاق کی نوبت آنے کے بعد ہرایک کو اپنی اولاد برے لگتے ہیں کاش یہ اولاد نہ ہوتی تو ہم آسان سے جدا ہوتے شریعت میں طلاق اس معاھدہ میثاق غلیظ گرہ کو کھولنے کا نام ہے جس اللہ نے اس معاھدے کو غلیظ کہا ہے اس اللہ کو کھلنے کا کہا ہے سورہ بقرہ آیت ۲۲۹• الطّلاقُ مرتان فامساک بمعروفاوتسریح باحسان• طلاق لائے ہیں ناچاقی کا علاج کرنے کے لئے اختلاف حل کرنے کے لئے طلاق آئے ہیں مشکلات حل کرنے کے لئے گواس کو ایک دوسرے پر تعدی تجاوز انتقام لینا نہیں اچھے طریقے سے جوڑے تھے اچھے طریقے سے الگ ہونا ہے اس آیات سے یادیگر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسباب طلاق دو ہیں ایک اسباب معمولی ہے جزباتی ہے کچھ کلمات کی بے ادبی سے ہے غصّے کی نتیجے میں ہوا ہے تو کہا غصہ ختم کرنے کے لئے طلاق دو تھوڑی دیر کے لئے سوچو لیکن بالکل جدانہ کرو کچھ دیر سوچنے کا موقع دیا ہے جس میں ایک دوسرے کو کوئی زیاں نہیں ہوا ہے جرم نہیں آیا زکم نہیں آیا دوسری سبب جزبی ہے بنیادی ہے یہ جو عقد ہوا ہے غلط ہوا ہے وہاں جزبات میں ہوا ہے نادانستہ ہوا ہے طلاق کی بنیادی سبب ایک دوسرے سے ناآشنائی ہے ایک انسان گھریلو ضروریات کو لیتے وقت صلاح مشورے سے ماہرین سے پوچھ کے لیتا ہے تحقیق کر کے لیتا ہے اس کی کتنی گرانٹ ہے کتنی گرانٹی ہے لیکن شریک حیات انتخاب کرتے وقت اس کا خیال نہیں رکھتے بلکہ یہاں بھی نقلی سامان بھیجنے والی دکانداروں کی طرح فراڈ دھوکہ دھی کی ٹیکنک طورطریقے میں ہر آئے دن نئے فارمولے آنا شروع ہوا ہے یہاں سے شرح طلاق بڑھ گئی ہے اشاعہ فحشاء اختلاط مردعورت اداکارون سینما گھروں میں اضافہ ہونے کی تناسب سے شرح طلاق بڑھ رہی ہے ابھی بھی مسلمان ملکوں میں مغرب کی نسبت کفروالحادکی بہ نسبت بہت کم ہے بعض نے بڑھتی ہوئی طلاق کے اسباب کو اقتصادی بتایا ہے برے اقتصادکی وجہ سے ہوتا ہے یہ بات انتہائی بے بنیاد بات ہے گاؤں میں کم ہوتی ہے پسماندہ علاقوں میں کم ہوتی ہے شہرون میں زیادہ ہوتی ہے خاص کر ثروت مند دولت مند ملکوں میں ترقی یافتہ ملکوں میں جیسے ایران سعودی عرب عرب امارات۔ زواج کی بنیادی فلسفہ باہم زیستی ہے باہم زندگی ہے بنیادی طور پر لیکن مغرب کی مسلط کردہ افکارونظریات کی وجہ سے ازدواج میں تأخیر ہوتی ہے ازدواج میں تأخیر فوزان جنسیات ہوتی ہے لہذا ازدواج کے موقع پر پہلی ترجیح جنسیات ہوتی ہے جنسیات کی لہر حرارت کے گرنے کے بعد ھوش میں آتی ہے ایک دوسرے کے مستقبل کی زندگی کا سوچ آتا ہے یہاں سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں کہ مستقبل میں انسے گزرنا ناممکن ہے محال ہے مشکل ہے کیسے علاھید گی چاہتی ہے لہذا ان کے خطر میں جب زندگی مشکل نظر آتی ہے

تو باہم زندگی گزارنے پر زور دینا ایک قسم کی اجبار بنتی ہے اکراہ بنتی ہے خاص کر بڑے بڑے خرابیوں کی فاش ہونے کے بعد انکشاف ہونے کے بعد ساتھ رہنا ناگزیر ہوتا ہے طلاق مذموم ہونے کی ایک وجہ مطلقات کی عدم زواج ہے طلاق مذموم ہونا اور مطلقات کی زواج قبیح ہونا دونوں کی مأخذ مصدر برگشت مغرب ہے مسلمانوں کی تمام بدبختی شقاوت کی برگشت مغرب ہے جب انسان مسلمان اپنی مسائل کو اپنے خطے کی روایات اور خاص کر دین اسلام کے اصول ومبانی کے روشنی میں چلانے کی بجائے مغرب کی اندھی تقلید کریں گے تو وہ کرب واضطراب وفتنہ وفساد وحشت دھشت میں ہونا ایک حتمی ہے چونکہ آپ دشمن کے عینک لگا کے دیکھتے ہیں دشمن کے دئے ہوئے فکر سے سوچتے ہیں اور انھی کے زبان بولتے ہیں ورنہ مطلقہ زواج قبیح ہونے کی کوئی منطق جواز نہیں بنتی ایک انسان کا دوسرے انسان سے نہ بننا اس بات کی دلیل نہیں بنتی ہے کہ وہ کسی سے بنے گا نہیں ایک عورت کا کسی سے نہ بننا یہ دلیل نہیں بنتا ہے کہ وہ کسی اور سے بنے گی نہیں سب کچھ ان مسائل میں جو مشکلات پیدا کر رہا ہے وہ دور جاھلیت قدیم اور جاھلیت جدید سے ممزج فکر سے نکلی ہے۔

غنیٰ فقہاء یک از قرآن سے متصادم متعارض فتویٰ میں سے ایک فتویٰ جواز غنیٰ ہے غنیٰ قرآن کریم سے کہاں اور کیسے متصادم ومتعارض ہیں بیان کرنے سے پہلے غنی کی تعریف ملاحظہ کریں کتاب موسوعہ فقیہ کویتی جلد ۳۱ ص ۹۴ پر غنی کی تعریف میں لکھا ہے غِنی کے ساتھ کسرہ الف مد میں غنی اسم تغنی کا غنی کی چندین معانی ذکر کی ہیں جس میں آواز میں طرب ہو سماع میں بھی طرب ہو آواز میں بلند ہو کلام میں ترنم ہو موسیقی ے ساتھ موسیقی کے بغیر اصطلاح میں غنی شعر یا شعر سے قریب کلام موزوں کو بلند آواز سے کہنے کو کہتے ہیں غنی کے مترادف قریب المعانی کلمات میں سے ایک کلمہ تغیر ہے غنی کے ایک ہم معنی لفظ حنا ہے اس کا ایک لفظ نصب جو شعر کو ترنم سے کہنے کو کہتے ہیں غنی کے کیا حکم ہے غنی جائز ہے یا نہیں ہے اس سلسلے میں فقہاء اختلاف ڈالے ہیں بعض نے اس کو کراھت بعض نے اس کو حرام بعض نے مباح قرار دیا ہے بعض نے غنی رجال ونساء میں فرق لکھا ہے بعض نے آلات کے ذریعے بغیر آلات حرفت غنی بعض اس کو ایک ھنر کے طور پر انجام دینا اپنانا حنفی حنبلی مالکی کا کہنا ہے اس کو ایک عمل کے طور پر ذریعہ معاش بنانا حرام ہے امام شافعی نے کتاب اُمّ میں لکھا ہے مرد یا عورت جس نے بھی غنی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا ہے اب یہ مغنی کے نام سے مشھور ہوا ہے یہ عمل جائز نہیں یہ لھو ہے مکروہ ہے بعض نے قرآن کو غنی سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ فقہائے اربعہ چاروں کے چاروں شاعر بھی تھے غنیٰ سنتے بھی تھے امام مالکی کے حیات مین آیا ہے امام مالک بچپنے سے غنیٰ سیکھنے کی شغف رکھتے تھے لیکن وہ ماں کی اصرار پر حدیث سیکھنے گئے لیکن اس کا شوق وذوق ختم نہیں ہوا یہاں تک کہ وہ غنیٰ کے نمبر لگاتے تھے بعض غنی میں غلطی کرنے والے کو ڈانٹتے تھے۔

غنیٰ کی تعریف میں آیا ہے تاریخ اسلام میں غنی سب سے پہلے مدینے میں گایا ہے رفتہ رفتہ حریمین شریفین کا راج ثقافت اقدار مغنیٰ ومغنیات بنی ان کا دور دورہ ہوا یہاں تک مسجد نبوی میں بھی غنی کا دور دورہ چلا غنیٰ خلفاء کے دربار میں بھی پہنچا قصہ خلیفہ اموی مشہور ہے کہ وہ اپنی مغنیہ کے ساتھ کس طرح رہتے تھے مغنیہ مرنے کے بعد کتنے دن دفنانے سے روکے رکھا خلفائے اموی اور عباسی میں غنی مخالف صرف عمر ابن عبدالعزیز اور منصور دوانقی نکلے باقی سب غنیٰ سنتے تھے غنی کو اپنے انتہاء کو پہنچانے بیت المال مسلمین مغنی ومغنیات کے لئے کھل گئے ان کے خریدنے اور گانے کی جائزے پر صرف ہوئے واثق باللہ گانے کی تمام اوزان سے واقف تھے مہارت کلیہ رکھتے تھے فقہاء نے مراسم از دواج میں اعیاد کے موقع پر غنیٰ غنی کو جائز قرار دیا ہے آئے دیکھتے ہیں غنی اور خاصکر مغنیات کی غنی قرآن سے متصادم ہے یا نہیں؟

حقوق خواتین یا اشاعہ فحشاء

حقوق خواتین یا اشاعہ فحشاء کے منصوبے ملک میں مغرب سے ملنے والی امداد کا بیشتر حصہ مشروط ہے آزادی خواتین سے۔ آزدی خواتین سے مراد یہ نکات ہیں۔ ۱۔ مرد عورت میں اختلاط ہیں گل مل مراسم اختلاط مرد وزن کی حوصلہ افزائی

۲۔ خواتین اپنے آپ کو گھروں سے نکلتے وقت اپنیکو ہر قسم کی آرائش زیبائش سے آراستہ نکلنے کی تشویق۔

۳۔ حجاب جو مسلمانوں میں واجب ہے اسے اسلام سے غیر مربوط فرس وعطراک کی سنت قرار دینا

۴۔ حجاب مخصوص از دواج نبی تھے امت کے لئے نہیں۔

۵۔ عام مرد عورت مصافحہ کرنے میں کوئی حرج نہیں

۶۔ خواتین منصب اعلیٰ کے لئے بے حرج ہے۔

۷۔ خواتین اسمبلیوں میں نمائیندگی کی حوصلہ افزائی یہ منصوبے سرسید احمد خان رفاعی طحطاوی خیر الدین تونسوی محمد عبدہ سے شروع ہوتے ہوئے ابھی تک کے مجددین مستغربین کی کاوش رہے ہیں منصوبے کو ایک نکتے پر اتفاق کرکے فروعات میں اختلافات دکھا کر چلاتے آئے ہیں اتفاقی نکتہ یہ ہے کہ مغرب سے تعلقات اچھی ہونا چاہیئے عقلانیت کو کتاب وسنت پر مقدم رکھا جائے اجتہاد کو آگے بڑھایا جائے اس سلسلے میں مصر میں ایک موسوعہ ۶ جلد کی کتاب تألیف کی ہے کتاب کا نام تحریر المرء فی العصر رسالہ ہے مؤلف شیخ عبدالحیم ابوشقہ ہے کتاب کو عرب ممالک کے دانش گاہوں میں مصادر کے طور پر رائج کی ہے بہت سے علماء سے اس کی تائید کی ہے کتاب میں لکھا ہے عورتوں کو نازک صاف لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں جس سے انکی جسم عکاس کرے اور انھوں نے عورتوں کی گردن ہاتھ پاؤں دیگران کو دکھانے میں بے حرج قرار دینے کا فتویٰ صادر کرے یہ چیزیں خواتین کے لئے بھاری ہو رہی ہے اس چیز میں کوئی حرج نہیں کہ عورتیں

گھروں سے اپنی تزیین وآرائش کر کے نکلے اور اجنبی مردان کو دیکھے اس کے لئے انھوں نے احادیث کی اسناد پیش کی ہے یہ تمام منصوبے کل کے کل صریح آیات سے اعراض کرتے ہیں احادیث پر اعتماد کرنے سے بنی ہے اقرآن کو برائے نام میدان عمل میں مصدر کو صرف حدیث اس کے بعد فتویٰ پر چلانے سے یہ صورت حال نکلی ہے خواتین کے حقوق کے نام سے خواتین کو اسلام کے دائرے سے نکالنے کی منصوبے پر عمل پیرا لوگوں کا کہنا ہے ملک کی وٓبادی ۵۲ فیصد خواتین ہیں ۵۲ فیصد کو گھر ون میں حبس کر کے ملک کیسے چلے گی اس منطق سے انھوں نے بہت سے فوئد حاصل کی ہے اپنے منصوبے میں بہت آگے بڑھے ہیں لیکن دین کے نام سے وجود میں لانے والی تنظیموں کا حلقہ جاتوں کا گروہ بندیوں کا منطق بھی انھیں سے ملتا ہے ملک میں بڑھتی ہوئی اشاعہ فحشاء ارتکاب محرمات سے ان مؤمنین کی بال تک نہیں ملتے بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا قہر الٰہی ان پر نازل بھی ہو جائے تو ان کو احساس نہیں ہوگا کہ یہ ہماری شریعت سے دور کے نتیجے میں ہوا ہے آیئے دیکھتے ہیں آگے اس سلسلے میں جاری فتویٰ اور آیات قرآنی میں کہاں تک توفق پایا جاتا ہے۔

۲۔حکم قرآن سے انحراف کا دوسرا نمونہ تمام کتب فقہ اور رسائل عملیہ میں لکھا ہے ایک مرد ایک عورت اور اسکی پھوپھی یا اسکی خالہ کو بیک وقت عقد میں نہیں رکھ سکتے ہیں کتب اصول فقہ میں یہ بات تکرار سے کہی جاتی ہے ایک حکم شرعی کی حکم کو مولا بیان نہ کرے جب کہ مولا اس کے متعلق احکام بیان کر رہا تھا تو کہا جاتا ہے کہ یہ شق اس حکم سے باہر ہے یہ حکم اس پر لاگو نہیں ہے مولا نے بھول نسیان کی وجہ سے اس کو نہیں چھوڑا ہے بلکہ عمداً چھوڑا ہے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے آتے ہیں قرآن کریم کی طرف قرآن کریم میں محرمات منکوحات سورہ النساء آیت ۔۲۳ میں تفصیل سے بیان کی ہے تو ان محرمات میں عورت کی پھوپھی اور خالہ کا ذکر نہیں آیا ہے۔

اللہ نے اس کو بھول کے نہیں چھوڑا ہے پیغمبر نے بھی بھول کے نہیں چھوڑے ہیں تو یہ حرمت کہاں سے آئی ہے اس کی حرمت کا انھوں نے سند آیت میں موجود ٠وان تجمعوا بین الاختین سے بطور قیاس اسکو بنایا ہے اسکا فلسفہ بنایا ہے ان سے اگر کرتے تو ان دو رشتہ داروں میں پیدا ہوئے شریعت اس عداوت کو حرام کراتے یہ بھی حکم قرآن سے انحرافی فقہ ہے۔

حکم فقہاء اور احکام قرآن میں تعارض تضاد کا ایک نمونہ عقد زواج ہے عقد زواج میں فقہاء نے لکھا ہے یائیسہ خواتین اپنی عقد جس کسی سے کریں وہ آزاد خود مختار ہے ان کے اوپر کسی کی طرف سے پابندی نگرانی نظارت نہیں ہوتا ہے جو لڑکیاں کنواری ہیں وہ بھی اگر بالغہ ہوا پنی فیصلہ خود کر سکتی ہو تو وہ بھی آزاد ہے جب کہ حکم قرآن جیسا کہ سورہ النساء آیت ۔۳۴ میں آئی ہے جہاں آیت میں مردوں کو نگراں کہا ہے اور اس کی وجہ سبب بھی بتایا ہے کہ ایک لحاظ سے مردوں کو ایک برتری ہے عورتوں پر اس کے علاوہ مرد عورتوں پر اپنا کمائی خرچ کرتا ہے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت چاہے بیوہ ہو یا

کنوری لڑکی ہو یا بھن ماں ہو جو بھی ہو مرد اس کا سر پرست ہے۔
کوئی عورت اپنے آپ کسی سے عقد نہیں کر سکتی ہے کیوں کہ مرد کو قوام کہا ہے تفسیر شعراوی جلد ۴ص ۲۰۰۱ شعراوی نے لکھا ہے کہ قوام قیام کا صیغہ مبالغہ ہے لفظ قیام کسی پر قیام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ زحمت مشقّت تعب سے ان کی حفاظت کرتا ہے ان کے حوالے سے بے چین رہتا ہے مرد اللہ کے نزدیک مکلّف ہے خواتین کی نگرانی کرے خوتین بغیر کسی مرد سر پرستی کے زندگی نہیں گزار سکتی ہے یہ نہ کہیا داروں میں میدان سیاست میں آنے والی تنظیموں میں آنے والی خواتین اپنی زندگی خود کر سکتی ہے اگر ان کو اپنی حال پر چھوڑا جائے پابندی ان سے ہٹایا جائے تو وہ مردوں سے اچھے زندگی گزار سکتی ہے کمائی کر سکتی ہے۔
یہ بات ایک دھوکہ ہے فریب ہے آپ نے مردوں کے لئے بندوبست نہیں کی مرد تو آزاد ہے آپ نے کتنے مردوں کو نوکری دی ہے مرد خود کیسے اپنے زندگی بنانے میں کامیاب ہوتے ہیں پاکستان تو سیاسی ڈاکوؤں کے زد میں رہنے والی ہے اس کو فقیر ملک گردانا جاتا ہے دنیا کے ترقی یافتہ ترقی دینے والی ملک یورپ امریکہ میں بے روزگاری کا سامنا ہے ملک میں ۷۵ فی صد سے زائد خواتین کی نوکریاں نہیں ہوتی ہیں ان کو حکومت کی طرف سے تنخواہیں نہیں ملتی ہیں یہ خواتین بلاشوہر یہ بہنیں بلاشوہر یہ مائیں بلاشوہر کون اس کا اہتمام کر رہا ہے کون اس کی نگرانی کر رہا ہے یہ جس دن اپنے شوہر سے طلاق دے کے نکالتے ہیں وہ کس کے گھر جاتی ہے تو یہ صریح حکم آیت کے خلاف قانون ہے گرچہ اس کو بزور طاقت ہمارے ملکوں میں مغربی استعمار نے نافذ کیا ہے لیکن اس کا آغاز ان فقہاء نے کیا ہے جنھوں نے جھوٹ بولا ہے کہ جہاں حکم قرآن نہیں ہم حکم وضع کرتے ہیں یہاں وہ اس بات پے قائم نہیں رہے ہیں گرچہ ان کو یہاں بھی حق نہیں تھے لیکن انھوں نے اس کو بچانے کے لئے تجاوز کر کے وہاں گے ہیں جہاں حکم قرآن صریح ہے فقہاء کا حکم قرآن کے خلاف صادر فتویٰ میں سے ایک فتویٰ زانی اور زانیہ کے درمیان جواز عقد ہے بعض نے اس کو جائز اور بعض نے اس کو کرھت قرار دی ہے جب کہ یہ حکم سورہ نور کی آیت تین سے متصادم ہے (آیہ)
حکم فقہاء قرآن سے باہر ایک حکم حکم رجم زانیہ ہے جبکہ سورہ نور کی آیت ۔۲ میں جلد آیا ہے تازیانہ آیا ہے علامہ شعراوی نے اپنی تفسیر کی جلد ۴ص ۲۱۰۳۲ پر لکھا ہے اگر کوئی ہم سے کہے کہ رجم کا حکم قرآن میں کہاں ہے تو ہم ان سے کہیں گے آپ کو کس نے کہا کہ تمام احکام قرآن میں موجود ہیں ہر چیز کا احکام تفصیل موجود ہے کس نے کہا ہے؟ قرآن میں اصول آئے ہیں پھر باقی رسول پر چھوڑا ہے کہ وہ لوگوں کو بیان کرے حکم دینا رسول پر تفویض کی ہے کہ وہ حکم جعل کرے یہ امتیاز رسول اللہ کو حاصل ہے اللہ نے جعل شریعت کا حکم پیغمبر کو دی ہے جیسا کہ ان آیات میں آیا ہے سورہ حشر آیت ۔۷ اس آیت سے

ثابت ہے نظام پیغمبر قرآن کے ساتھ شریک ہے اگر کوئی کہے کہ شریک نہیں ہے بلکہ قرآن میں تمام احکام دین قرآن میں موجود ہیں آپ ہمیں بتائیں پانچ وقت کی نماز کا حکم کہاں سے آئے ہیں کہاں ہے ظہر کی چار عصر کی چار مغرب کی تین عشاء کی چار فجر کی دو رکعتیں ہیں یہ کہاں سے لیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن ایک معجزے کی حیثیت سے آئے ہیں۔ قرآن کا معجزہ کا پہلو اونچا اور غالب ہے لیکن اس کے ساتھ نظام حیات کے اصول بھی ہیں اس اصول کے تحت اللہ نے رسول کو یہ اختیار دی ہے کہ وہ قانون جعل کرے اس کا جعل کردہ حکم بھی اللہ کی طرف سے مأ مور مأ ذون ہونے کی وجہ سے اس کو قرآن کہا جائے گا اگر کوئی کہیں گے کہ یہ حکم قرآن میں نہیں ہے قرآن کی کس آیت سے نکالا ہے تو اس سے کہیں یہ سورہ حشر۔۷ میں ہے (آیہ) اس کے علاوہ علماء نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے اطیعوا اللہ والرسول دونوں اطاعت آئی ہے لفظ رسول کے ساتھ اطاعت نہیں آئی ہے سورہ آل عمران آیت ۔۳۲
آیہ۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سورہ المائدہ آیت ۔۹۲ اطیعوا الرسول سورہ نور آیت ۔۵۶ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سورہ النساء آیت ۔۵۹ یہ علامہ شعراوی کی بیان ہے ہم ان کے مداح گرویدہ ہیں بیان آیت میں تحلیل لغت میں باریک بینی دقت موشگافی کا ابتکار کیا ہے اس بارے میں مفسرین میں ان کا کوئی نظیر مثیل نہیں ہے لیکن صد افسوس کے ساتھ اتنے عظیم مفسّر کے ہاتھ میں زنجیر آنکھ پے پٹی زبان پر فقہاء کا پٹی زنجیر لجام یہاں سے انھوں نے طفرہ کی ہے مصادرہ بمطلوب کیا ہے عجیب وغریب بے ربط مثال پیش کی ہے آیئے دیکھتے ہیں
۱۔ حکم رسول کے تحت رجم کو آپ اسی حکم کو ہتھیلی میں رکھ کے ثابت کریں اس روایت کی اوپر سے نیچے تک راویوں کے سلسلہ تسلسل اطمنان بخش ہے؟ اسی کے لئے جائے شک تردید نہیں رہتے ہیں کہ یہ رسول نے نہیں فرمایا ہوا بھی بھی دنیا اس میں فقہاء اس میں اختلاف رکھتے ہیں اس میں عصائے منکروحی وار کر چلایا ہے آپ ان کو ایک کانفرنس میں آزاد ماحول میں بحث کریں پھر ہم مانیں گے۔ سورہ حشر میں ما آتا کم الرسول آیا ہے جب پیغمبر اللہ کی طرف منسوب کر کے بولیں گے آیات اطیعوا میں تقسیم بندی ہے۔
۲۔ آپ نے عدد رکعات نماز کی مثال دی ہے آپ بتا دیں فرق ومذاھب انتہائی شد و مد ہر ایک حکم میں چندیں اختلاف کرنے والے فرقے ابھی تک اس عدد رکعات میں کسی نے اختلاف نہیں کی ہے کوئی اختلاف دنیا میں چل رہی ہے چار کی جگہ تین تین کی جگہ دو دو کی جگہ ایک پڑھی ہوا ایسا ہے یہ ایک اجماع امت ہے جس میں کسی امّت کو اختلاف نہیں یہ بیس سالہ زندگی پیغمبر میں دیکھا ہے آپ رجم کو دس دفعہ پیغمبر نے کیا ہو دکھائیں امّت میں عدد رکعت میں کوئی اخلاف نہیں کوئی گفتگو نہیں یہ اسلئے تھے کہ نماز پہلے ہی سے چل رہے تھے تو پیغمبر نے بھی وہی پڑھا جو تبدیلی آئی ہے اس کو شامل کیا اصل

نماز تو پہلے ہی سے موجود ہے۔
۳۔اس آیت میں آیا ہے جو رسول نے لایا ہے یعنی رسول نے لایا ہے غیر قرآن اس کو بھی مان لو تو رسول نے لایا ہے اور رسول کو تفویض کیا ہے یہ دو فرق ہے یہ دو چیزین ہیں ایک چیز نہیں ہے
۴۔آپ نے کہا کہ قرآن میں تفسیل نہیں ہے آپ بھول گے ہیں جن آیات کی آپ نے تفسیر کی ہے وہ آپ بھول گے ہیں جہاں آیا ہے اکملت لکم اتممت علیکم لا رطب ولا یابس الاّ فی کتاب مبین ۔
۵۔آپ نے یہ بھی ناانصافی کی ہے کہ قرآن کا معجزہ حاوی ہے احکام تابعی ہے
۶۔قرآن میں جگہ جگہ آئی ہے لتبیّن للناس آئی ہے تعلیم کے لئے آیا ہے تربیت کے لئے آ آیا ہے تزکیہ کے لئے آیا ہے بیان کرنے کے لئے آیا ہے قرآن میں حکم پیغمبر کو تفویض کیا ہے کہیں بھی نہیں ہے آپ نے یہ بھی کہا ہے اولی الامر کو حق حکم ہے یہ بھی غلط ہے اولی الامر پیغمبر دنیا سے چلے گئے اولی الامر قیامت تک آتے رہیں گے ان کا حکم احکام ثابتہ نہیں ہوتا ہے وہ لوگ مجری قانون ہے قانون جعل کرنے والا نہیں ہے لہٰذا قرآن میں آیا ہے کہ الی الامر کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو کہتے ہیں کہ فیصلہ قرآن اور رسول کی طرف لے جائیں۔
مفسر کبیر علامہ شعراوی نے حکم رجم کو حکم قرآن تازیانے کے علاوہ رجم کو پیغمبر اکرم کی توسط سے ثابت کیا ہے جہاں آپ نے اس کے ثبوت میں جو دلائل دئے ہیں ان دلائل کی ثبوت میں یا ان دلائل کی سند میں نظریہ تفوض پیش کیا ہے یعنی اللہ نے بعض چیزیں پیغمبر پر چھوڑی ہیں اس نظرے کی بنیاد اساس مذہب قدریہ اور قدریہ کے پیروکار کو جاتی ہے جہاں انھوں نے کہا ہے کہ اللہ نے محمد وآل محمد کو خلق کرنے کے بعد آیندہ امور تخلیق کو محمد وعلی کو تفویض کئے ہیں عقائد میں امور تخلیقات ان کو چھوڑے ہیں ان کو تفویض کہتے ہیں فقہ میں ان کو چھوڑنے کو خلافت و نیابت کہتے ہیں۔
علامہ شعراوی اشعری ہونے کے حوالے سے معتزلہ قدریہ کے خلاف ہے لیکن خود اشعری کا معتزلہ سے اختلاف بناوٹی ہے مصنوعی ہے جس طرح شیعہ اور سنّی کی مخالفت جیسا ہے وہی برائیاں وہی خرابیاں وہی بدعت دوسری نام سے چلائی ہے غرض یہاں اس کی تفصیل میں نہیں جانا یہاں صرف اس پر بات کرتے ہیں کہ بعض تشریعات اللہ نے محمد پر تفویض چھوڑا ہے ہم اس بارے میں دیکھتے ہیں کہ اللہ نے یہ امر بعض شریعت محمد کو تفویض کیا ہے یا نہیں مفسر کبیر نے اس مسئلے کو قرآن کی بہت سی جگہ چھیڑا ہے اور تفویض کے بارے میں سند صرف سورہ حشر کی آیت ۔۷ کو پیش کیا ہے۔
یہ آیہ تفوض پر دلالت نہیں کرتی ہے کیونکہ آیت میں آیا ہے۔ ما آتٰکم الرسول جو چیز پیغمبر نے لایا ہے تمہیں دیا ہے اس کو اپنائیں۔

اس میں مصداق جلی وہی ہے جو اللہ نے نص پیغمبر کو بتایا ہے پیغمبر بحثیت نبی رسول ہی آتا ہے جو اللہ سے لیا ہے اپنی طرف سے کوئی نہیں بتاتے جیسا کہ آیت میں آیا ہے کہ اگر پیغمبر اپنی طرف سے بتائیں گے تو ہم پکڑیں گے پیغمبر نے خود بھی کہا ہے کہ میں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں بول رہا ہوں اب آتا ہے کلمہ تفویض پر کلمہ تفویض وہاں کہتا ہے جہاں انسان دوسرے کے لئے آزادانہ واگزار کرے وہ جو چاہے کرے اسی سے کہتا ہے کہ شہر میں فوضا ہوا ہے یعنی حرج مرج یعنی ہر کس و ناکس اپنی مرضی پر کرتا ہے تفویض وہاں کرتا ہے جہاں خود بے بس ہو جائے کوئی چارہ نہ رہے جیسا کہ پیغمبر ھدایت میں لوگوں سے مایوس ہوئے تو کہا کہ ہم اللہ پر چھوڑتے ہیں سورہ غافر آیت ۔۴۴ تفویض کے مترادف کلمہ وکیل ہے قرآن میں بہت سی آیات آئی ہے اللہ بندوں کا وکیل ہے وکیل جیسا کہ مفردات راغب میں آیا ہے حرف واو میں کوئی فعل کسی غیر پر چھوڑے کہ وہ از روئے نیابت انجام دے دیں یہ غیر جو ہے کبھی اللہ پر چھوڑتا ہے جیسا کہ سورہ النساء آیت ۔۸۱ سورہ آل عمران آیت ۔۱۷۳ وغیرہ میں آیا ہے یہاں ایک انسان دوسرے انسان کا وکیل ہوتا ہے وکیل وہاں ہوتا ہے

۱۔خود عاجز ہو بالکل یا مر گیا ہو

۲۔وقتی معزور رہوا ہے جانہیں سکتے یا کر نہیں سکتے

۳۔یا اس فعل کی لیاقت نہیں

۴۔مریض ہوئے معذور رہوا ہے یہ چیز ہر انسان کے لئے عارض ہوتا ہے لہٰذا اللہ سب کا وکیل ہو سکتا ہے لیکن کوئی اللہ کا وکیل نہیں ہو سکتا لہٰذا اللہ نے چندیں بار پیغمبر کو کہا ہے کہ آپ ہمارا وکیل نہیں ہے اللہ کسی کو وکیل نہیں بناتا ہے یہ نقص ہے عیب ہے عیب ربوبیت ہے سورہ زمر آیت ۔۴۱ سورہ شوریٰ آیت ۔٦ سورہ اسراء آیت ۔۹۴ سورہ فرقان آیت ۴۲ پیغمبر خود اپنی زبان سے فرماتے ہیں کہ میں اللہ کی طرف سے تم پر وکیل نہیں سورہ نساء آیت ۱۰٦ تو آپ نے کیسے کہا کہ اللہ نے بعض تشریعات پیغمبر پر چھوڑا ہے

الف۔علماء نے یہ حق فرمان کو توضیح یا تقیید بیا نکرنے کی حق میں دیا ہے کہتے ہیں اللہ کی کلام کی وضاحت کرتے ہیں مصداق بیان کرتے ہیں یہ رجم مصداق نہیں ہے وضاحت بھی نہیں ہے بلکہ کوئی اعلیٰ چیز ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ ادنیٰ کو بیان کرے اعلیٰ کو رسول پر چھوڑا ہے۔

ب۔آپ کے پاس ایک سزا ہے زندہ رہ کے ایک موت ہے موت کے لئے قتل آیا ہے قتل بغیر ھا کہا ہے فاقتلوا کہا ہے رجم موت ہے تو اگر زانی کی سزا موت ہوتے تو فاقتلوا کہتے۔

ج۔علامہ نے فرمایا ہے کہ پیغمبر کو تفویض کیا ہے حالآنکہ قرآن کریم کی یہ آیات بتاتی ہیں کہ پیغمبر مبلغ ہے تفویض نہیں نائب نہیں یعنی کر کے دکھانا پیغمبر کی ذمہ داری نہیں صرف پیغام رسائی ہے بلاغ ہے سورہ انعام آیت۔۱۴۹ سورہ قلم آیت۔۳۹ سورہ آل عمران آیت۔۲۰۔۸۹ سورہ رعد آیت۔۴۰ سورہ النحل آیت۔۳۵۔۹۲ سورہ نور آیت۔۱۴ سورہ یٰسین آیت۔۱۷ سورہ شوریٰ آیت۔۴۸ سورہ احقاف آیت۔۳۵

(آیات) یہ چار احکام بیان کریں گے۔

احکام جمع حکم مادہ حکم سے ہے حکم کے جتنے بھی صیغے بنتے ہیں حکم تحکیم حکمت تحکم احکم یہ سب مادہ حکم سے بنے ہیں مادہ حکم اس لوہے کے لجام کو کہتے ہیں جو گھوڑے اونٹ وغیرہ کے زبان میں رکھتے ہیں تا کہ زیادہ نہ چلیں دائیں بائیں نہ مڑیں اسی مناسبت سے۔

ہر وہ چیز جو کسی سرکشی طغیان طوفان حیلہ بہادوڑ بغاوت سرکشی کرنے والوں کو کنٹرول کرنے کو تحکیم حکم حکمت کہتے ہیں سب کی برگشت ایک چیز ہے اس کو صحیح جگہ پر رکھتے ہیں کلمہ حکم صاحب کتاب التحقیق فی الکلمات القرآن نے صفحہ ۲۶۴ پر لکھا ہے اس کا اصل معنی منع ہے جب کسی کو کسی چیز سے منع کرے اس کو حکم کہتے ہیں مخالفت سے روکیں وہ اس دائرے سے خارج نہ ہو جائے اس کو حکم کہتے ہیں یہیں سے فلسفہ دوا دینے والے کے لئے یہ کلمہ استعمال کرتے ہیں حکمت حکیم یہاں سے تجاوز کر کے معاشرے میں انسانوں کی طغیان سرکشی افراط وتفریط حرج مرج تعدی تجاوز جگڑا فساد روکنے کو حکم کہتے ہیں یہاں سے یہ بحث آتی ہے یہ حق کس کو حاصل ہے کس کو حاصل نہیں ہے

سواری کو لجام کرنے کا حق سوار کو حاصل ہے کوئی سوار نہیں کہتا ہے وہ کہ تم نے اس کو کیوں لجام دیا ہے کیونکہ وہ اس کا مالک ہے اس کا پالا ہوا ہے اس کی ملکیت ہے' کیونکہ اس نے اس کو پیدا نہیں کیا ہے حتیٰ والدین نے بھی اس کو پیدا نہیں کیا ہے اور ایک ربوبیت ہے حق ملکیت اس نے خریدا ہے حق ربوبیت اس کو غذا دیتا ہے۔

اس کو حق لجام دیتا ہے یہاں سے آگے اس کو تعدی تجاوز کرنے نہ دیں یہ دونوں فلسفہ کا ہونا ضروری اور ناگزیر ہے یہاں سے یہ کہتا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے مقابل میں حق حکومت نہیں رکھتا ہے یعنی کوئی انسان دوسرے انسان پر حق حکومت نہیں رکھتا ہے کیونکہ اس نے دوسرے انسان کو نہ خلق کیا ہے نہ پالا ہے خلق نہ کرنے کا مطلب واضح ہے روشن ہے نہ انسان کہ سکتا ہے کہ میں نے خود خلق کیا ہے یا یہ بھی نہیں کہ سکتا کہ میں خود بہ خود خلق ہوا ہوں یا کسی اور انسان باپ نے اس کو خلق کیا ہے یا یہ بھی نہیں کہ سکتا امّا جہاں تک ربوبیّت کے اسباب ہیں اس میں پانی ہے ہوا ہے ارزاق ہے یہ سب بھی کسی کے ملکیت میں نہیں ہے تا کہ وہ دوسرے کو دے دیں تو مالک حقیقی ربوبیت حقیقی کسی انسان کو حاصل نہیں ہے

لہٰذا قرآن کریم میں آیا ہے حق حکومت صرف اور صرف اللہ کو حاصل ہے حق حکومت کسی اور کو نہیں ہے کسی بھی بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے چاہے کتنی ہی بلند و بالا مقام و منزلت رکھتا ہو حکم مختص ہے ذات الوھیت و ربوبیت کے لئے ہے حکم سے متعلق شکوک حاکم محکوم اپنی جگہ ذاتی اور عرضی ہوتا ہے حق حکومت حاکم حکومت کے تمام اقسام انواع بطور ذاتی صرف اور صرف اللہ کے لئے مخصوص ہے کیونکہ اللہ ہی کائینات کا خالق ہے مدبر و رازق ہے اسی سے کائنات باقی و زندہ ہے حکومت کرنے کی تمام صلاحیت و اہلیت علم قدرت اللہ کی ذات تک محدود ہے اس کے ماسوا کسی اور بندے کو حتیٰ انبیاء کو بھی حکومت ذاتی حاصل نہیں ہے لہٰذا قرآن کریم کی بعض آیات میں حق حکومت کو صرف اللہ کے لئے مخصوص کیا ہے غیر اللہ کے لئے حق حاکمیت حکم جاھلیت قرار دیا ہے سورہ المائدہ آیت ۔۵۰ اللہ ہی بندوں میں حکومت کرتا ہے سورہ الغافر آیت ۔۴۸ حق حکومت مخصوص اللہ کے لئے ہے سورہ انعام آیت ۔۵۷ سورہ قصص آیت ۔۸۸ سورہ انسان آیت ۔۲۴ سورہ مائدہ آیت ۔۵۰ سورہ شوریٰ آیت ۔۱۰ سورہ کھف آیت ۔۲۶ سورہ بقرہ آیت ۔۳۲ لہٰذا ایک اور سلسلہ آیات میں اللہ کی حکومت کو چھوڑ کر کسی اور کے حکومت کو اپنانے کو فاسق کافر جاہل ظالم گردانا ہے۔

یہاں سے ان دو سلسلہ آیات سے ثابت ہے حق حکومت بطور ذاتی اللہ کے لئے ہے بطور عرضی انسان کے لئے ہے جب بطور عرضی انبیاء کو ہے تو انبیاء یہ حکم کسی اور کو نہیں دے سکتا ہے جب انبیاء کسی اور کو نہیں دے سکتا ہے تو ماسوئے انبیاء امت میں کوئی بھی حکم صادر نہیں کر سکتا بندے جتنے بھی ہیں حکم نافذ کرنے میں حاکم ہیں حکم دینے میں نہیں کیونکہ حکم دینے کے لئے علم غیر محدود قدرت غیر محدود ہونا چاہیے یہاں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ فقھاء حاکم نہیں ہے لہٰذا فقہاء جب تک حکم نافذ کرنے کے لئے جو بھی طریقہ اپنائے اپنا سکتے ہیں چونکہ یہ حق بندوں کا ہے نافذ کرنے کا حق بندوں کو ہے بندے خاموش ہو جائے تو معارضہ اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔

لیکن حکم صادر کرنے کے لئے علم واقعی چاہئے علم حقیقی چاہئے اور حکم مخالف کو سزا دینے کی قدرت چاہئے اگر وہ یہاں حکم کو نہیں مانیں گے تو اس کی گرفت سے باہر نہیں جاسکیں گے یہ جن فقیہاء کو ہم نے حاکم تصور کیا ہے ان کی مصادر حکم بھی مشکوک ہیں جن کی سند دے کے حق دے رہے ہیں وہ بھی مشکوک ہے وہ اپنے حکم کو نافذ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ یہ خود معتوب تھے یہ خود عذاب خوردہ ہے تو کیسے ان کا حکم امّت پے نافذ ہوگا۔

سورہ المائدہ آیت ۔۴۴ ۔۴۵ ۔۴۷ ۔۴۸ ۔۴۹ سورہ بقرہ آیت ۔۲۱۳ سورہ آل عمران آیت ۔۲۳ سورہ الاعراف آیت ۔۸۷ سورہ یونس آیت ۔۱۰ سورہ یوسف آیت ۔۸۰ سورہ نور آیت ۔۴۸ ۔۵۱ سورہ بقرہ ۔۱۱۳ سورہ نساء آیت ۔۱۴۱ سورہ مائدہ آیت ۔۱ ۔۴۴ ۔۹۵ سورہ رعد آیت ۔۴۱ سورہ نحل آیت ۱۲۴ سورہ حجّ آیت ۔۵۶ ۔۶۹ ۔۵۲ سورہ زمر آیت ۔۳

سورہ ممتحنہ آیت ۔۱۰سورہ انبیاء آیت ۔۷۸سورہ نساء آیت ۔۶۵

اللہ کے بعد یہ اس ذات کو حاصل ہے جن کو اللہ نے دین وشریعت دے کر بھیجا ہے اس میں انبیاء آتے ہیں اسلام آنے کے بعد یہ حق صرف خاتم النبیین کو حاصل ہے کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں ہے جیسا کہ سورہ النساء آیت ۶۵ میں آیا ہے اس آیت میں اللہ نے اللہ پر ایمان لانے اور نہ لانے والوں کی پہچان شناخت اس کو بنایا ہے جس نے محمد کو حاکم بنادیا حکم قرار دیا اس نے ایمان لایا ہے جس نے آپ کو حکم نہیں بنایا ہے اس نے ایمان نہیں لایا اللہ کی طرف سے متصل حاکم پیغمبر کے بعد ختم ہے جیسا کہ سورہ النساء آیت ۔۱۶۵ میں آیا ہے پیغمبر کے بعد یہ حق کسی کو بھی حاصل نہیں یہاں حکم جعل کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے تاہم حکم کے نفاذ کا حق یہ پوری امّت کو حاصل ہے جس کو شرائط وصفات کے تحت حکم قرار دے دیں جو علم باحکام رکھتا ہو یہاں سے یہ دیکھنا ہے۔

یہ جو فقہاء کی تعریف میں آیا ہے جہاں قرآن وسنت میں حکم نہیں آیا ہے وہ ان اصول وموازین کے تحت حکم دے سکتا ہے اس حکم کی کوئی سند قرآن وسنت سے نہیں ہے بلکہ یہ حکم اپنی جگہ طاغوتی ہے کیونکہ انھوں نے یہ منصب اپنے لئے دروغ گوئی افتراء پردازی سے حاصل کیا ہے انھوں نے کہا ہے قرآن وسنت میں نہیں ہے قرآن وسنت میں نہ ہونا اپنی جگہ دو مفہوم رکھتے ہیں۔

۱۔قرآن وسنت میں آیا ہے وہ حیلہ بہانہ کر کے کہتے ہیں نہیں آیا ہے تو وہ جھوٹ ہوں گے

۲۔قرآن وسنت میں آیا ہی نہیں ہے تو اگر قرآن وسنت میں نہیں آیا ہے تو ان کو یہ حق نہیں ہے یہ ایک قسم کی ڈاکہ ہے آیئے دیکھتے ہیں۔

قرآن وسنت سے ہٹ کر یا اس کے علاوہ مصادر وماٗ خذ جعلی اور خود ساختہ سے فتویٰ دینے کی جواز کے اسناد یہ ہیں

(۱) قرآن اور سنت ظنّی الدلالت وسند کی وجہ سے استنباط احکام ناممکن ہوگیا ہے۔

(۲) قرآن وسنت میں تمام احکامات کے بارے میں آیات روایات نہیں پائی جاتی ہیں یہ دعویٰ صریح آیات قرآں کریم سے متصادم ہے کتاب قواعد التّدبّر الامثل لکتاب اللہ عزّ وجلّ تاٗلیف عبدالرحمٰن حسن حبنک المیدانی ناشر دار القلم دمشق ص(۹۶) پر آیا ہے قران کریم کی چندین آیات میں کلمہ حدود آیا ہے بعض آیات میں حدود کے قریب جانے سے منع کیا ہے بعض آیات میں حدود سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے شریعت الٰہی کی حدود معیّن ہیں اس میں نئے احکام داخل کرنے اور پرانے احکام سے تعدی کرنے کی اجازت نہیں ہے حدود شریعت کے نزدیک معروف ہے ملکوں کی حدود ہوتی ہیں جائدادوں کی حدود ہوتی ہیں گھروں کی حدود ہوتی ہیں۔

حدود جمع حد ہے حد اس نشانی کو کہتے ہیں جو دو چیزوں کے درمیان میں فاصلہ پیدا کرے ایک دوسرے کو الگ کرتے ہیں جدا کرنے والا ہے دو چیزوں کو ایک دوسرے سے تمیز کرنے دونوں کو خلط نہ کرنے ایک دوسرے میں متداخل نہ ہو ہر محدود اپنے حد میں رہے تا کہ اس حد سے کوئی باہر نہ جائے کوئی اس میں داخل نہ ہو جائے جن آیات میں حدود کا ذکر ہوا ہے وہ احکام شریعت ہیں جن کی مقدار بیان ہوئی ہے احکام شریعت کے متعلق قرآن میں چودہ جگہ پر حد کا ذکر آیا ہے۔ ان آیات میں بعض جگہ حدود کے قریب جانے سے منع کیا ہے حدود سے باہر رہے بعض آیات میں حدود سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے بعض آیات میں حدود کو اقامہ کرنے کی دعوت دی ہے بعض آیات میں حدود کے محافظین کی تعریف کی ہے جہاں حدود کے قریب جانے سے منع کی ہے وہ جگہ ہے جہاں دیوار بین اباحہ وحرمت قائم ہے حدود حرمت کا دیوار ہے حدود سے باہر اباحہ کے درمیان ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیات (۱۸۳) سے (۱۸۷) تک یہاں حرمت اور مباح کے بارے میں تفصیل بیان کی ہے اس میں مؤمنین سے خطاب کیا ہے اس میں محرمات اور واجبات کا ذکر ہے وہاں تعدی کرنے سے تجاوز کرنے سے منع کیا ہے ان حدود سے تعدی تجاوز کرنے والوں کو ظالم کہا ہے سورہ بقرہ آیات۔۲۳۹
(۳) بہت سی جگہ احکام شریعت بیان ہوا ہے وہ احکام مالیات سے متعلق ہے اموال یتیم خواتین مُردوں کے ارث جیسا کہ سورہ نساء آیت (۱۳۔۱۴) میں آیا ہے
(۴) سورہ طلاق آیت۔ا میں آیا ہے طلاق کے بارے میں عورت طلاق لینے کے بعد عدت گزارے گی ایک مدت تک اس شوہر کی نگرانی میں رہے گی۔
(۵) جو لوگ اللہ کی بیان کردہ حدود کی پاسداری کرتے ہیں محافظت کرتے ہیں انجام دیتے ہیں اقامہ کرتے ہیں ان کے بارے میں سورہ توبہ آیت۔۱۱۳ آئی ہے (۶) جو اللہ رسول کی عصیان نافرمانی کرے حدود سے نکل جاتا ہے ان کے لیے جہنم کے عذاب کا وعدہ دیا ہے اور بعض اس حدود سے تجاوز کرتا ہے اس کو ظالمین کہا ہے اور جو افراد ذوات ایسے ہیں جو ان حدود کی نگرانی کرتے ہیں جن آیات میں ان حدود کے قریب جانے سے منع کیا ہے یا اس میں ردوبدل کیا ہے اس کے لیے کلمہ قرب استعمال ہوا ہے لفظ نہی لاتقربا سے لفظ لاتاکل لاتفعل زیادہ بلیغ ہے پیغمبر اکرم ﷺ کی حدیث ہے حلال بھی واضح ہے حرام بھی واضح ہے درمیان میں کچھ چیزیں مشتبہ ہے وہ لوگ نہیں جانتے اگر اس سے بچ کے رہا تو دین کو بچایا ناموس کو بچایا اگر مشتبہ میں گر گیا تو حرام میں گر گیا۔
ازواج صاحب کتاب وجوہ نظایر لکھتے ہیں کلمہ الازواج الحلائل الاصناف القرناء۔
ا۔ازواج بمعنی حلائل بقرہ ۲۵ نساء ۱۲

۲۔ازواج بمعنی الاصاف شعراء آیت ۷ یس ۳۶ ہود ۴۰ رعد ۳

۳۔بمعنی قرناء صافات ۲۲ تکویر

احکام قرآن غیر مسلمین کے ساتھ

احکام قرآن غیر مسلمین پر قرآن اپنی آغاز نزول کے دوران ہی انسانوں کو جو مخاطب ہیں دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے مسلمان اور غیر مسلمان کثیر آیات میں غیر مسلمین کو اصحاب نار کہا ہے کافر کہا ہے دین اسلام کے بنیادی اصول جس سے وہ مسلمان بنتے ہیں وہ کلمہ توحید شھادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ حج صیام رمضان اور نماز زکوۃ کو اصول قرار دیا ہے جس پر دل میں اعتقاد عمل بارکان نہ کرنے والوں کو کافر گردانا گیا ہے کافرین میں مشرکین ملحدین اھل الکتاب آتے ہیں کافرین کے ساتھ ہر قسم کی تعلقات گرائش سلوک حتی کہ دلی محبت سے منع کیا ہے ان سے محبت کو منافی اسلام قرار دیا ہے حتیٰ اینکہ عزیز وعقارب ہی کیوں نہ ہو باپ بیٹا ہی کیوں نہ ہو بیوی بھائی بھن ہی کیوں نہ ہو سورہ مجادلہ آیت ۱۲ مائدہ میں آیا ہے یھود ونصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنائے کافرین کو اپنا دوست اصحاب سر نہ بناؤ وہ کسی صورت میں تمھارا دوست نہیں بنتا خیر خواہ نہیں بنتا سورہ آل عمران آیت ۷۳ • ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم • اگر ذرہ برابر ان کے ساتھ جھکاؤ کیا تو آپ کے لئے خطرناک ہے • ما اتخذ واھم اولیاء ولکن کثیر امنھم فاسقون • مائدہ آیت ۸۱

وہ مسائل کا حل آپ کو بتائیں گے وہ جواب دیں گے یہاں انہوں نے اجتہاد کو اولی الامر سے جوڑا ہے اولی الامر حکم شرعی بتائیں گے جس طرح دوسری آیت میں درپیش مسائل کو اولی الامر کی طرف لے جا کر اس سے بھی اجتہاد کے لئے استفادہ کیا ہے اب ہمیں دیکھنا چاہیے کہ یہ جو قرآن وسنت میں بیان نہ ہونے والے مسائل چاہے وہ قدیم ہوں یا جدید آیا ان کا حکم اولی الامر سے پوچھنا ہے کہ وہ اجتہاد کر کے ہمیں بتائیں گے تو گویا اجتہاد کر کے حکم بتانے والے ایک تو اولی الامر ہوئے جن کا آیت میں ذکر آیا ہے دوسرا قاضی ہے قاضی کو یہ حق ہے کہ وہ ازخود اجتہاد کر کے حکم شرعی بتائے یہاں یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ آیا اولی الامر یا قاضی حکم شرعی بنانے کی صلاحیت رکھتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں اولی الامر کون ہوتا ہے اور قاضی کون ہوتا ہے نبی کریمؐ نے اپنی حیات میں اولی الامر اور قاضی بنائے ہیں درحقیقت قاضی الگ نہیں تھے بلکہ قاضی ہی اولی الامر تھے یا خود اولی الامر کے بنائے ہوئے قاضی مشخص ہوتے تھے نبی کریمؐ نے اولی الامر کے لئے کن کن افراد کو انتخاب کیا آیئے دیکھتے ہیں:

۱۔یمن کے لئے معاذ بن جبل کو اور حضرت علی کو انتخاب کیا ہے یہ دونوں عرصہ دراز آپ کے محضر سے آیات قرآن آپ کے کردار و گفتار کو دیکھتے سنتے رہے ہیں حضرت علی نے تو اقرار کیا کہا میں قضاوت کو نہیں جانتا ہوں معاذ نے کہا میں جانتا

ہوں دونوں اپنی جگہ عالم تھے البتہ علی زیادہ عالم تھے۔

۲۔فتح مکہ کے موقعہ پر ایک عرصہ دراز پیغمبرؐ سے عناد و دشمنی رکھنے والے عتاب بن اسید کو مکہ میں اولی الامر بنایا کیا وہ قرآن وسنت رسولؐ سے آشنا تھے ان دو سے احکام شرعی استنباط کرتے تھے؟

۳۔ابوسفیان کو طائف کا والی بنایا کیا وہ احکام شرعیہ جانتے تھے؟

۳۔عمرو عاص کو جنہیں آپؐ کے خلاف طویل عرصہ رہنے کے بعد ایک سال بھی نہیں گزرا تھا ان کو والی بنا کے کسی جگہ بھیجا تھا کیا وہ مزاج شریعت سے واقف تھا یہ ابوموسیٰ اشعری ساتویں ہجری خیبر کے موقعہ پر اسلام لایا ان کو کسی کی جگہ پر والی بنایا کیا وہ مزاج قرآن وسنت سے واقف تھے اسی طرح ابا بکر نے شام کی ایک جگہ معاویہ کو والی بنایا یہ دونوں (یزید اور معاویہ) فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے تھے کیا یہ لوگ مزاج شریعت سے واقف تھے اسی طرح بنی امیہ اور بنی عباس کے بعض خلفاء انتہائی جاہل اور لاابالی تھے ان کا حکم ماننے کا حکم دیا ہے تو اولی الامر کا حکم ماننا فتویٰ ماننا ایک شریعت ہے یہ مزاج شریعت سے امتزاج نہیں ہے یہ شخص حالات کے تقاضے کو دیکھ کر خصیمیں ومنرافعین کو بھیجنے کا حکم دیتا ہے نزاع کو ختم کرنے کا حکم دیتا ہے یہ مجتہد نہیں ہوتا بہت سے لوگ جوان پڑھ ہوتے ہیں اگر وہ آ کر کہیں کہ جتنا وہ جانتے ہیں اتنے مسائل میں وہ اجتہاد کریں گے تو یہ اجتہاد اعلیٰ وارفع مقصد کے لئے نہیں ہوا بلکہ یہ بازاری چیز ہوگئی اطاعت اولی الامر کا حکم سورہ نساء کی آیت ۵۹ میں آیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی یہاں علامہ شعراوی اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں اطاعت کی تین قسمیں ہیں ایک جگہ فرمایا اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی یہاں لفظ اطاعت تکرار نہیں ہوا ہے یہاں سے یہ سمجھیں گے کہ اطاعت ایک مطاع اللہ ورسول ہے:

۲۔اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ہے اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی بھی اطاعت کرو یعنی جو رسول کرتے ہیں وہی کرو یہاں رسول کی اطاعت کو بھی اللہ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے سورہ نساء کی آیت ۸۰ اور سورہ حشر آیت ۱۷ کے تحت رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے' اولی الامر رسول یا نبی نہیں ہے کہ اس کی اطاعت کو بھی اطاعت اللہ گردانا جائے اولی الامر ایک بشر ہے بشر چاہے ایک ہو چاہے سو ہوں ان کی بات سند شرعی نہیں بن سکتی ہے کسی انسان کے لیے کسی کی اطاعت کرنے کی وجہ ہونا ضروری ہے اطاعت کا سبب ہونا چاہئے لہٰذا قرآن میں اللہ نے یا ایھا الناس اطیعوا اللہ اے لوگوں اللہ کی اطاعت کرو بیان نہیں کیا کیونکہ لوگ کہیں گے کہ ہم تیرے وجود کو نہیں مانتے حکم کو نہیں مانتے تو اللہ نے ان کو اطاعت کے لئے یہ نہیں کہا کہ میں اللہ کی طرف سے کہتا ہوں لیکن اولی الامر کی اطاعت اللہ کی طرف برگشت نہیں کرتی ہے نہ اولی الامر کی اطاعت اطاعت رسول جیسی ہے اگر ایسا ہوتا ہے تو لفظ اطاعت اولی الامر کے لئے بھی ہوتا لفظ

اطاعت تکرار نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اولی الامر کی اطاعت ہمہ وقت اطاعت رسول جیسی نہیں ہے کیونکہ اولی الامر کی اطاعت صحیح بھی ہوسکتا ہے غلط بھی صحیح اطاعت رسول سے منسوب ہوسکتی ہے غلط اطاعت منسوب نہیں ہوسکتی ہے لہٰذا آیت میں آیا ہے کہ اولی الامر کی حکم کے بارے میں اگر لوگوں میں اختلاف ہوجائے اور ان میں سے بعض کہیں کہ یہ حکم صحیح ہے اور بعض کہیں یہ حکم غلط ہے تو قرآن فرماتا ہے اس وقت اس کے حکم کو قرآن وسنت کی طرف لے جاؤ اگر یہ قرآن وسنت کے مطابق ہے تو یہ حکم درست ہوگا اور اگر قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے تو یہ حکم غلط ہوگا غلط ہونے کی صورت میں رسول پر اولی الامر کے حکم کی ذمہ داری نہیں ہے۔

چنانچہ امیر المومنین کو جب خبر ملی ان کی طرف سے منسوب اولی الامر نے غلط اقدامات کئے ہیں تو علی نے اللہ کی درگاہ میں اس کے فعل سے برائت کا اعلان کیا لہٰذا اولی الامر جو استنباط کرتے ہیں یہ تین حالت سے خالی نہیں یا یہ صحیح ہے یا غلط، غلط ہونے کی صورت میں یا اس نے ایسا عمداً کیا ہے یا اس سے تقصیر ہوئی ہے اگر اس نے عمداً یا تقصیراً انجام دیا ہے تو اس کے لیے طلب مغفرت کرنی چاہئے انبیاء سے سرزد غلطیوں پر انبیاء نے اللہ کی درگاہ میں طلب مغفرت کی ہے لہٰذا یہ کیسے ممکن ہے کہ مجتہدین کی غلطیوں پر اللہ ان کو اجر دے۔

طلاق:

موسوعۃ فقھیہ کویتیہ ج ۲۹ ص ۵ پر آیا ہے طلاق لغت الحل ورفع القید کو کہا ہے طلاق اسم ہے اس کی مصدر یطلق ہے طلاق کے قریب المعنی کلمات فتح متارکہ خلق تفریق ابلاغ العان اظہار آیا ہے یہ سب حالات طواری جو نظام زوجیت میں بور آفات آتی ہے ان طواری کے اسباب جہالت غصہ اشتباہ ہے طلاق نظام زوجیت میں طاری ناگوار حالات کا حل ہے اس حل کا جواز قرآن کریم کی سورۃ بقرہ ۲۲۹ اور سورہ طلاق کی پہلی آیت میں آیا ہے طلاق اس عقد نکاح کو کھولنے کو کہتے ہیں عقد نکاح کو عقد غلیظ کہا ہے جیسا کہ سورہ نساء آیت ۲۱ میں آیا ہے۔

عقد نکاح کو عقد غلیظ کہا ہے یہاں ضمانت مالی شہودہ کثیر ہے عقد غیر محدود زمان ہے عقد ذمہ داری فرائض واجبات ہے عقد زوج تحقیقات تصورات کے بعد انجام دیتا ہے عقد نکاح کے لئے کفو شرط ہے لیکن عقد کھولنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے کوئی عائد نہیں ہے یہ ناچار ناگوار ناقال تحلیل پیش آمد کی صورت میں ہورہا ہے یہاں شوہر کو بندش کرنا روکنا طلاق سے منع کرنا ان پر زیادتی ہے اس کے ساتھ ان کو رہنا ہے لہٰذا اللہ سورہ بقرہ ۲۲۹ میں اطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح با احسان چھوڑنا ہے نیک معروف مایوس طریقے سے چھوڑیں تنگ نہ کریں۔

رکھنا ہے معروف طریقے سے لہٰذا طلاق کی مذمت میں وارد روایات مسیحی مذہب کی تائید میں کی تھی چونکہ ان کے بڑھتی ہو

ئے صورت حال کے پیش نظر روکنے کے لئے کیا جتنا اس پر پابندی لگایا اتنا وہ بڑھتے گئے طلاق کی مذمت میں وارد روایات مرسلات ہے ابوداود ۲۔ ۶۳۱ نبی کریم نے چند بیویوں کو طلاق دی حفصہ کو طلاق دی پھر رجوع کیا طلاق مسلمانوں میں ابھی بھی کم ہے تاھم یہ صورت حال جب سے تنظیموں نے مداخلت کرنا شروع کیا جب سے ملک میں این جی اوز کی آمد شروع ہوئی ہے زیادہ ہوگئی ہے۔

احکام حکومتی قرآنیہ:

گرچہ روایت سازی اور روایت کو آیت پر مقدم رکھنے کے خاطر قرآن کو پیچھے کرنے کا تاریخ ظہور فقہ سے کچھ عرصہ پہلے سے ملتے تھے لیکن قرآن کا نام ضرور لیتے تھے جس طرح آج پاکستان کی اسمبلیوں میں رہنے والے اور کالم نویس سیکولر کہتے ہیں پاکستان کا آئین قرآن وسنت کے موافق ہے معلوم نہیں شراب کی آزاد فروشی غیر مسلمانوں کی اسلام قبول پر پابندی ہر آئے دن خواتین کو مردون پر مقدم رکھنے ان کو حاکم مرد کو محکوم بنانے کے قوانین قرآن وسنت ہے یا نہیں؟ ان سے پوچھ سکتے ہیں لیکن جب سے استعمار مسلمان ملکوں میں نفوذ کر گئے اس دن سے متجد دعلماء دانشوروں کی یہ تحقیق ہے کہ اسلام میں احکام حکومت نہیں اسلام ایک نظام اخلاقی ہے حکومت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے آیا یہ بات کہاں تک زخرف ہے اھانت اور جسارت بہ قرآن ہے دیکھنے کی ضرورت ہے۔

قرآن میں بعثت انبیاء کی غرض وغایت لوگون میں حکومت قرار دیا ہے سورہ بقرہ آیت ۲۱۳ سورہ آلعمران آیت ۲۳ سورہ مائدہ آیت ۱۔۴۴۔۴۵ وہ ظالم ہے کتب انجیل حکومت کے لئے آئے ہیں سورہ مائدہ آیت ۴۷ جو اللہ کی حکم نہیں مانتے وہ فاسق ہے سورہ اعراف آیت ۸۷ سورہ یونس آیت ۱۰۹ سورہ رعد آیت ۴۱ سورہ نور آیت ۴۸۔۵۱ سورہ زمر آیت ۔۳ سورہ ممتحنہ آیت ۱۰ اسیکولیروں نے قرآن کو کنارے پہ لگانے اس کو نافذ ہونے سے روکنے کے لئے بہت سی حربے بہانے حیلے ترتیب دیئے ہیں ان میں سے بعض فرقے فرقہ فقہ والے ان کے ساتھ ہین ان کا کہنا ہے قرآن میں تمام احکام نہیں ہیں۔

۲۔بعض میں سیکولر منفرد ہیں کیونکہ فرقے قرآن کو چھوڑ سکتے ہیں لیکن قرآن کے ساتھ اھانت جسارت نہیں کرسکتے ہیں سیکولر کہتے ہین احکام میں قرآن وحشت قصاوت بے رحمی بے دردی پر استوار ہے چور کا ہاتھ کاٹنا قصاوت ہے قاتل سے قصاص لینا وحشت ہے زانی کو تازیانہ مارنا پرانی تاریخ ہے قرون وسطی کی تاریخ ہے لیکن جب خود ان کو ضرورت پڑتے ہیں تو سب ان کے لئے جائز ہوتا ہے جنگی جرائم کے نام سے مجرمین کے ساتھ بَری بے قصوروں کو قتل عام کرنا ان کے پاس اسپرے کرنے کے مانند ہے پاکستان مین آئین کو قرآن وسنت کے مطابق ہونے کی دعویٰ کرنے والوں نے پچاس

سال تک سزائے موت کو معطل رکھا تھا جب سے دھشت گردی اپنے انتہاء کو پہنچی تھی تو جب انھوں نے محسوس کیا سزائے موت بحال ہونا چاہئے سزائے موت بحال ہوئے یہ اس بات کی دلیل ہے حق وہی ہے جو قرآن نے چودہ سو سال پہلے کہا تھا ۰ ولکم فی القصاص حیٰوۃ یا اولی الالباب قرآن کو ناقص یا اس کے احکام کو قصاوت وحشت کہنے کی بات قرآن کی حقانیت سے مرعوب ہو کر ہزیان گوئی مانند ہے اگر آج بھی قرآن ان سے تحدی کرتے ہیں قرآن سے بہتر حکم یا قرآن جیسا حکم کسی بھی میدان میں قرآن کے مقابل میں کوئی قانون لانے کے لئے مشرق و مغرب متحد ہو جائے قانون کے فلاسفر جمع ہو جائیں تو ولکم فی القصاص حیٰوت یا اولی الالباب ۰ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد مأۃ جلدۃ سورہ نور آیت ۲۔ ۰ واحل اللہ البیع وحرم الربا ؛ ربا ء ۰ السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا سورہ مائدہ آیت ۳۸ ۰ الرجال قوامون علی النساء ۰ جیسا نہیں لا سکیں گے۔

احکام رقیق وعبید قرآنیہ:

ترقیق تعبید دنیا کی قدیم ترین سنت میں سے ہیں لیکن اس کا ذکر کہیں نہیں ملتا کہ سب سے پہلے کس انسان نے کس انسان کو غلام بنایا تھا یہ عمل انسانیت کے ماتھے پر ایک داغ ہے اس عمل میں سب سے برا عمل کیا تھے اسلام جو انسانیت کی نجات کے لئے آئے تھے اس نے اس میں کیا موقف اپنایا ہے کہتے ہیں ترقیق تعبید کی حد یہاں تک پہنچے تھے غلاموں کے انسان ہونے کا بھی اعتراف نہیں کرتے تھے انھیں عام متاع حیوانات جیسے فروخت کرتے تھے ان جیسا سلوک کرتے تھے۔

غلام وکنیز گرچہ غلام وکنیز ہو گئے ہیں لیکن ان کے ساتھ انسان جیسا سلوک کریں انھیں ذلیل وخوار نہ کریں یہی وجہ ہے اسلام جہاں گئے جہاں اسلام کا پرچم نظر آیا اسلام کی آواز سنی وہاں اسلام کی آواز سنی ورنہ مفہوم ومعنی نہیں رکھتے تحلیل و تجزیہ نہیں رکھتے ایک امپراطور حکومت چند ہزار انسانوں کے سامنے ہتھیار ڈالے اسلام بحکم قانون جنگ اسیر کرنے کے علاوہ ان کے پاس دشمن پر غلبے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا انھوں نے ان کو اسیر کیا لیکن ان کے سامنے فدیہ کا حل ان کو دیا سورہ محمد ص آیت ۔ا۔

۲۔انھیں اسیر کرنے کے بعد مسلمانوں پر ان کی آزادی کا اہتمام کیا مسلمان کوئی بھی جرم وجنایت کرے غلطی کا ارتکاب کرے تو وہ ایک غلام، کنیز آزاد کرے روزہ توڑنے کا کفارہ بندہ آزاد کرنے کا رکھا ہے قسم توڑنے کا کفارہ بندہ آزاد کرنے کا کہا ہے عورتوں سے مظاہرہ کرنے کا کفارہ بندہ آزاد کرنے کا کہا ہے زکوٰہ میں ان کو حصہ دار بنایا ہے

بشریت کو پہلے دن سے عصر حاضر تک اور الی مادام دھر تک عارض رہنے کی ناپسند نا مطلوب نا مرغوب مبغوض مسائل میں سے ایک رقیت وعبودیت ہے کسی حیوان کو یہ احساس نہیں ہوتا ہے کہ میری بدبختی یہ ہے کہ میں فلاں انسان کی مملوک ہوں اس کے سامنے ہم بے بس ہیں یہ احساس انسانوں میں پایا جاتا ہے۔

البتہ قصہ کہانیوں میں بعض پرندوں کے لئے ذکر کرتے ہیں جیسا کہ کتاب کا مسئلہ دمنہ میں آیا ہے شاہدہ وہ پرندوں کے زبان سے انسانوں کو سیکھانے کے لئے قرض کیا ہوگا ،لیکن ہر جگہ مالک کی ذھانت وفراست اس کو حس ہونے نہیں دیتا ہے کہ میں مولا کا مملوک ہوں وہ جس اشخاص جن کے اذہان میں غیرت نفس خودمختار آزاد کا ج، لہ داخل ہی نہو البتہ بہت کم کھلم کھلا آپ کو ملے جگہ جو مولا سے فرار ہو یا اپنی آزادی کے لئے سوچتے ہیں آزاد بھی ہو جاتے ہیں۔

کبھی فردی طور پر کسی کی ملکیت میں جاتی ہے کبھی اجتماعی طور پر پورے قوم وملت کسی کی غلام بن جاتے ہیں، خاص کر آج کل خوجوں کے ہاتھوں بھیجنے والے لوگ کبھی آزاد نہیں ہوں گا شائط ان کی نسل کا بھی آثار نظر نہیں آیا ہے خاص کر فرقوں سے وابستہ بعض فرقے ہزیمت شدہ صرف سے بنی ہے۔ بسا اوقات بہت کم اقوام وملل کو احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنے جان ومال کی مالک نہیں تاریخ نے ایسے لوگوں کا بعض جگہ ذکر کیا ہے بنی اسرائیل عرصہ دراز سے مملوکیت کی زندگی گزار کے ذلیل وخوار ہونے کے بعد اپنے نبی سے کہا کہ ہم اپنی آزادی چاہتے ہیں غلامی سے رہائی چاہتے ہیں۔

آیت انھوں نے کہا کہ ہم اپنی جان ومال وناموس کے مالک نہیں ہیں لہٰذا مسئلہ مملوکیت عبودیت اتباعیت کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ جو بشر کی سمجھ میں نہ آئے بشر اس کو اچھی طریقے سے سمجھتے ہیں لیکن بعض شکم پرست مادہ پرست پہلے نا جا میں بکا ہوا انسان اس غلامی میں محترم معزز سمجھتے ہیں رہائی کا طریقہ حل بہت کم لوگوں کی سمجھ میں آتے ہیں قرآن اور سیرت طیبہ حضرت محمدص میں ان کے بارے میں کیا احکامات ہیں جاننے سے پہلے ہم مسائل رقیق دیکھتے ہیں کہ انسان کیسے رقیق بنتے ہیں کیسے کسی کا غلام بنتے تھے کتاب علاقات اجتماعیہ فی القرآن تألیف عبدالحمد جلائی ص ۱۰۸ اپر لکھتے ہیں سب سے پہلا وہ شخص جو اپنے نفس کے فقر بھوک کی وجہ سے مجبور ہے کہ وہ لقمہ حیات کے لئے خود کو فروخت کرتے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان خودکشی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے نہ اس کے بس کی بات ہے کہ خود مرے تمنا موت بھی عبرت نہیں لائی ہے۔ آرام سے جب تک انسان زندہ ہے اس کے لئے بقائے حیات کے لئے ارزاق کی ضرورت ہے لہٰذا وہ اپنے کھانے پینے یا دیگر ضروریات کی خاطر جیسے اھل وعیال کی بقائے حیات کی خاطر خود کو کسی کے لئے فروخت کرے۔

۲۔ بعض جگہ کثرت اولاد کی وجہ سے اولاد کی پرورش دیکھ بال ناممکن ہونے کی وجہ سے بعض اولاد کو فروخت کرتے ہیں کسی کو دیتا ہے ممکن ہے فروخت کا کلمہ نہ ہو لیکن بچہ اس کے سپرد ہے یہ سلسلہ آج بھی دنیا میں چل رہا ہے آزادی کے نعرہ بلند

کرنے والے آنکھ چراتے ہیں ان کو پتہ ہے ملک میں کتنے لوگ اولاد فروشی کرتا ہے اس کو کہتے ہیں جبر طبیعت حالات ایسے پیش آتے ہیں کہ انسان اپنی اولاد کو پرورش نہیں کرسکتا ہے۔

۳۔اولاد کی چوری کرتے ہیں یہ سلسلہ سابق زمانے میں بہت چلتے تھے لیکن جب سے غلامفروشی کو کاروبار پر عالمی سطح پر فروخت نہیں ہوتے تھے لیکن جدید دور میں اغویٰ شروع ہوا ہے جہاں سے اولادیں میں خاص کر اعیانوں کے اولادیں اغوا ہوتے ہیں سرقت ہوتے ہیں وہ بازار میں جا کے یا دیگر جگوں پر فروخت ہوتا ہے

۴۔جنگ ہے میدان جنگ میں جو جیت جاتا ہے ہارنے والے بعض فرار ہوتے ہیں اور جوان کے ہاتھ میں آتے ہیں وہ اسیر کرتے ہیں جن کا پیچھے کوئی نہ ہو جو فدیہ دے کے ان کو آزاد کرائیں جنگی لشکر اپنے درمیان تقسیم کرتے ہیں پھر فروخت کرتے ہیں سابق زمانے میں ایک دور جنگیں اپنے عروج پر تھے بڑے ملک چھوٹے ملکوں پے قبائل پے حملہ کرتے تھے یہاں سے لوٹے گئے اسیر بیچنے کے لئے ایک مارکیٹ بنی چنانچہ آج کل کے رشیہ کے علاقے غیب سمرقند وغیرہ میں یہ بازار لگتے تھے معتصم عباسی نے فارس کی لشکر سے جان چھڑانے کے لئے یہاں سے غلاموں کو خریدا اور انکو فوجی بنایا صلاح الدین ایوبی جس نے فاطمیہ کی حکومت کا خاتمہ کیا بعد میں مسیحیوں سے لڑے اس نے اپنا پورا لشکر جو ہے انھی ارقاء سے بنا تھا مصر ہندوستان ایران ایک طویل عرصہ انھی عبید ورقیق کی حکمرانی میں رہے۔

۵۔رقیق کا ایک مصدر وراثت ہے ماں باپ دونوں کسی کی ملکیت میں ہے ان سے پیدا ہونے والے اولاد رقیق ہونگے

۶۔ایک قوم دوسرے قوم پر حملہ کر کے دوسرے قوم کو اپنی غلامی میں لیتا ہے ان پے بھاری شرائط عائد کرتے ہیں مالیات ان پے لگاتے ہیں بہت سے کاموں سے منع کرتے ہیں ایک قوم کا دوسرے قوم کو غلام بنانے جب سے جنگ عالمی اول دوم یورپ اور امریکہ کی غلامی میں گئے ہیں ابھی تک صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہوئے ہیں۔

۷۔ملک کے سرمائیہ دار کمزور لوگوں کو اپنا غلام بناتے ہیں انھیں ملنے جلنے نہیں دیتے ہیں ہمیشہ اپنی خدمت میں رکھتے ہیں جس کو عربی زبان میں رقائی کہتے ہیں برصغیر میں یہ نظام راجہ گیری کے نام سے چلتے تھے اور اس کے اثرات ابھی تک موجود ہے گویا رقیت وعبودیت پورے تاریخ میں قوی طاقتور انسان کمزور انسانوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں ان کو آزاد اپنے ارادے پے نہیں چھوڑتے ہیں چنانچہ ایک عرصے سے ملک کے نام نہاد دیندار سرمائیہ دار یہ کام کرتے آئے ہیں مولویوں کو خریدیں اور ان کو آزاد نہ چھوڑیں یہ خسارہ ایک ناقابل جبران خسارہ بنے ہیں اب آتے ہیں اس خسیس پست قصاوت شقاوت والی کاروبار کے بارے میں قرآن نے کیا احکامات جاری کئے ہیں کیا ھدایات دی ہیں۔

تحریف ولایت

صوفی اوران کے عقائدوں نے ولایت کونبوت کی جگہ جاگزیں کیا ہےختم نبوت کے بعد نبوت کےتسلسل کوولایت کے لئے دی ہے ولایت کسے کہتے ہیں اس کے بارے میں کہتے ہیں ولایت تقدیر الٰہی عطیہ الٰہی ہے کسبی نہیں ہے ولی معصوم از خطاء ہے ولی آپ کوغیب سے خبر دیں گے جب کہ قرآن میں آیا ہےغیب سوائے اللہ کے کسی کو پتہ نہیں۔

۲۔ولی کائنات کومسخر کرسکتے ہیں ولی نبی سے افضل ہیں نبوت سے بالاتر ہے زمان ومکان سے آزاد ہیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تفسیر اولیٰ الامر:

یہاں چندمباحث ہے جوایک دوسرے سے مربوط جڑے ہوئے ہیں:

۱۔ایہا الذین آمنواالطاب مومنین

۲۔حکم ہے اللہ اوررسول کی اطاعت کرو

۳۔اولیٰ الامر جوکہ تم میں سے ہے اس کی اطاعت کرو

۴۔اولی الامر دوکلمہ ہے اولی حاجب کوکہتے ہیں امر کی چندمعانی ہے عمدۃ الحفاظ ج۱ص۱۲۷ امر طب ھل اولیٰ مادہ ولی سے ہے۔ہود۹۷ ہود۱۲۲ اعراف۱۵۴ اسراء۸۵ صافات۱۰۷ یوسف ۱۸۔

• وامسحوابرؤسکم وارجلکم الی الکعبین • واو یہ عطف ہے امسحواپر جوکہ وہ قریب ہے اس کودھونا جو ہے اس صورت میں صحیح ہے جب یہ عطف ہووجوحکم پرمفعول اغسلواقرار دے دیں جب کہا قرب رؤسکم ہے نحویین کا اتفاق ہے ضمیر ہمیشہ اقرب کی طرف رجوع کرتے ہیں اقرب چھوڑ کر بعد کی طرف کرنے کے لئے خصوصی دلیل چاہئے

حدیث صحیح بخاری جلد۱ص۵۲ باب غسل الرجلین ولایمسح علیٰ قدمین راویاں۔

۱۔موسیٰ کتاب تہذیب التہذیب جلد۱۰ص ۳۴۸ روایت میں موسی کے باپ کا ذکرنہیں ہے اس وجہ سے موسی یہاں نکرہ ہے یعنی مجھول ہیں موسی کے نام سے بہت سارے راویاں ہیں اس لئے یہ نکرہ ہے۔

۲۔ابوعوانہ کتاب تہذیب التھذیب جلد۱۱ص۱۰۳ ۔۲۴۶اس نام کے تین راویاں ہیں وضاح مذکورہ کتاب میں ابوعوانہ

کے بارے میں لکھتے ہیں اگر اس کی کتاب سے نقل کرے تو صحیح ہے لیکن اس کی زبان سے سنے تو وہ خلط ملت کرتے ہیں۔

۳۔ابی بشر کتاب تھذیب التھذیب جلد۱۲ص ۱۲۵ اس نام کے ۲۳ راویاں ہیں مگر غیر منسوب ایک ہے ان سے ایک ہی روایت نقل ہے ابوبشر کے نام بعض نے عبداللہ بن بلغاوی کہا ہے یہ نام نکرہ ہے ابوبشر کے نام سے ۲۳ راویاں ہیں

۴۔یوسف بن ماھک کتاب تھزیب التھذیب جلد ۱۱ص ۳۷۰ متوفی سنہ ۱۰۳ ابن معین،نسائی،ابن خراش،ابن حبّان ،ابن ابی عاصم نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

۵۔عبداللہ بن عمرو کتاب تھذیب التھذیب جلد ۵ اس کتاب میں بہت سے نام ہیں جب نام زیادہ ہوتے ہیں تو مجھول ہوتا ہے یہ عبداللہ بن عمرو ثقہ ہیں ۔

صحیح بخاری ص ۵۸ کی روایت

۔ا۔موسیٰ

۔۲۔وھب کتاب تھذیب التھذیب جلد ۱۱ص۔اس نام کے راوی کئی ہیں

۳۔عمرو تھذیب التھذیب جلد ۸ میں اس نام کے کئی راویاں ہیں

۔۴۔ابیہ جب بیٹا مختص نہیں تو اس کے باب کا کیسا علم ہوگا

۵۔عمرو بن ابی حسن کتاب تھذیب التھذیب میں اس نام کے راوی نہیں ہے

۔۶۔عبداللہ بن زید کتاب تہذیب التھذیب میں اس نام کے آٹھ راویں ہیں

صلوٰۃ قصر صحیح مسلم جلد ۵ ص ۱۹۴

صحیح مسلم نے یحی بن یحی سے اس نے کہا اس نے مالک کے پاس پڑھا ہے انھوں نے صالح بن کیسان سے انھوں نے عروہ بن زبیر سے انھوں نے عائشہ سے انھوں نے کہا نماز دو دو رکعت واجب ہوئے سفر و حضر دونوں میں تو پیغمبر نے حضر میں دو رکعتیں اضافہ فرمایا

روایت ۔۲۔ابوطاہر اور حرملہ بن یحی سے ان دونوں نے ابن وھب سے انھوں نے یونس سے انھوں نے ابن شھاب سے انھوں نے عروہ ابن زبیر سے انھوں نے عائشہ سے نقل کی ہے عائشہ نے کہا نماز جب واجب ہوا تو دو دو رکعتیں تھیں پھر حضر میں دو رکعتیں ضافہ کیا تو سفر میں اسی دو کو رکھا ہے

روایت ۔۳۔علی ابن خشرم سے انھوں نے ابن عیینہ سے انھوں نے زھری سے انھوں نے عروہ سے انھوں عائشہ سے انھوں نے کہا نماز جب واجب ہوئے تو دو رکعتیں تھیں سفر کے دو دو کو باقی رکھا حضر میں دو اضافہ کیا زھری نے عروہ سے

پوچھا عائشہ سفر میں نماز پورا کیوں پڑھا تو انھوں نے کہا عائشہ نے تأویل کی ہے جس طرح عثمان نے کی ہے ایک اور روایت مسلم نے ابوبکر بن ابی شیبہ سے اور ابی کریب زھرہ سے انھوں نے ابن حرب سے اور اسحٰق بن ابراہیم سے اسحٰق نے کہا ہے اور بعض نے عبداللہ بن ادریس سے انھوں نے ابن جریس سے انھوں نے ابن ابی عمار سے انھوں نے عبداللہ بن ابیہ سے انھوں نے یحی بن یعلی سے انھوں نے عمر ابن خطاب سے کہا نماز میں قصر پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اگر کافرین کی طرف سے خوف ہو اب تو لوگ امن میں ہیں تو عمر نے کہا جس طرح تمھیں تعجب ہوا ہے ہمیں بھی تعجب ہوا ہم نے رسول اللہ سے عرض کیا یہی سوال جو تم نے ہم سے پوچھا ہے ہم نے پیغمبر سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ ایک صدقہ ہے اللہ نے تمھیں دی ہے۔

صحیح مسلم کے شارح نے شرح میں لکھا ہے نماز کے رکعت دو فرض ہوئے ہیں سفر حضر دونوں میں لیکن حضر میں دو رکعتیں زیادہ کی ہے علماء قصر کے بارے میں اختلاف رکھتے ہیں شافعی مالک بن انس اور دیگر علماء قصر اور اتمام دونوں کے قائل ہیں لیکن قصر افضل ہے لیکن شارح لکھتا ہے تمام یعنی پورا پڑھنا افضل ہے مشہور ہے قصر افضل ہے لیکن ابوحنیفہ اور دیگران کا کہنا ہے کہ قصر واجب ہے تمام یعنی پورا پڑھنا جائز نہیں انھوں نے اس کی دلیل یوں دی ہے پیغمبر اور اکثر صحابہ اکثر نماز قصر پڑھتے تھے۔

احکام رقیق وعبید قرآنیہ

بشریت کو پہلے دن سے عصر حاضر تک اور الی مادام دھر تک عارض رہنے کی ناپسند نامطلوب نامرغوب بلکہ مکروہ ومبغوض مسائل میں سے ایک رقیت وعبودیت ہے کسی حیوان کو یہ احساس نہیں ہوتا ہے کہ میری بدبختی یہ ہے کہ میں فلاں کی یا انسان کی مملوک ہوں اس کے سامنے ہم بے بس ہیں یہ احساس انسانوں میں پایا جاتا ہے لیکن جگہ جگہ مالک کی ذھانت و فراست اس کو حس ہونے نہیں دیتا ہے کہ میں مولا کا مموکہوں انسان کبھی فردی طور پر کسی کی ملکیت میں جاتی ہے کبھی اجتماعی طور پر پورے قوم ملت کسی کی غلام بن جاتے ہیں بسا بہت کم اقوام وملل کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم اپنے جان ومال کی مالک نہیں قرآن کریم میں ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے۔

بنی اسرائیل عرصہ دراز سے مملوکیت کی زندگی گزار کے ذلیل وخوار ہونے کے بعد اپنے نبی سے کہا کہ ہم اپنی آزادی چاہتے ہیں غلامی سے رہائی چاہتے ہیں انھوں نے کہا کہ ہم اپنی جان ومال وناموس اپنے گھر میں مالک نہیں ہیں لہٰذا مسئلہ مملوکیت عبودیت اتباعیت کوئی ایسی مسئلہ نہیں کہ جو بشر کی سمجھ میں نہ آئے بشر اس کو اچھی طریقے سے سمجھتے ہیں لیکن رہائی کا طریقہ بہت کم لوگوں کے سمجھ میں آتے ہیں قرآن اور سیرت طیبہ حضرت محمد میں ان کے بارے میں کیا احکامات

ہیں جاننے سے پہلے ہم مسائل رقیت دیکھتے ہیں کہ انسان کیسے رق بنتے ہیں کیسے کسی کا غلام بنتے تھے کتاب علاقات اجتماعیہ فی القرآن تالیف عبدالحمد جلائی ص ۱۰۸ پر لکھتے ہیں سب سے پہلا وہ شخص جو اپنے نفس اہل وعیال کی فقر بھوک کی وجہ سے وہ لقمہ حیات کے لئے خود کو فروخت کرے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسان خودکشی کو اچھا نہیں سمجھتے تھے نہ اس کی بس کی بات کہ خود آرام سے مرے جب تک انسان زندہ ہے اس کے بقائے حیات کے لئے لقمہ حیات کی ضرورت ہے لہٰذا وہ اپنے کھانے پینے یا دیگر ضروریات کی خاطر جیسے اھل وعیال کی بقائے حیات کے خاطر خود کو کسی کے لئے فروخت کرے

۲۔ بعض جگہ اولاد کثرت کی وجہ سے اولاد کی پرورش دیکھ بال ناممکن ہونے کی وجہ سے بعض اولاد کو فروخت کرتے ہیں کسی کو دیتا ہے ممکن ہے فروخت کا کلمہ نہ ہو لیکن بچہ اس کے سپرد کرتے ہیں یہ سلسلہ آج بھی دنیا میں چل رہا ہے آزادی کے نعرہ بلند کرنے والے آنکھ چراتے ہیں ان کو پتہ ہے ملک میں کتنے لوگ اولاد فروشی کرتا ہے اس کو کہتے ہیں جبر حالات ایسا پیش آتا ہے کہ انسان اپنی اولاد کو پرورش نہیں کرسکتا ہے۔

۳۔ دوسروں کی اولاد کی چوری کرتے ہیں یہ سلسلہ سابق زمانے میں بہت چلتے تھے لیکن جب سے غلامفروشی کو کاروبار پر علانیہ پر فروخت پابندی لگایا ہے لیکن جدید دور میں اغوئ شروع ہوا ہے جہاں سے اولادوں خاص کراعیانوں کے اولادیں اغوا ہوتے ہیں وہ بازار میں جاکے یا دیگر جگوں پر فروخت ہوتا ہے

۴۔ جنگ ہے میدان جنگ میں جو جیت جاتا ہے ہارنے والے بعض فرار ہوتے ہیں اور جوان کے ہاتھ میں آتے ہیں وہ اسیر کرتے ہیں جن کا پیچھے کوئی نہ ہو جو فدیہ دے کے ان کو آزد کرائیں جنگی لشکر اپنے درمیان تقسیم کرتے ہیں پھر فروخت کرتے ہیں سابق زمانے میں ایک دور جنگیں اپنے عروج پر تھے بڑے ملک چھوتے ملکوں پے قبائل حملہ کرتے تھے یہاں سے گئے اسیر بیچنے کے لئے ایک مارکیٹ بنی چنانچہ آج کل کے رشیہ کے علاقے سمرقند وغیرہ میں یہ بازار لگتے تھے معتصم عباسی نے فارس کی لشکر سے جان چھڑانے کے لئے یہاں سے غلاموں کو خریدا گیا اور انکو فوجی بنایا صلاح الدین ایوبی جس نے فاطمیہ کی حکومت کا خاتمہ کیا بعد میں مسیحیوں سے لڑے اس نے اپنا پورالشکر انھی ارقاء سے بنی تھی مصر ہندوستان ایران ایک طویل عرصہ انھی عبید ورقیق کی حکمرانی رہے۔

۵۔ رقیت کی ایک مصدر وراثت ہے ماں باب دونوں کسی کی ملکیت میں ہے ان سے پیدا ہونے والے اولاد رقیق ہونگے

۶۔ ایک قوم دوسرے قوم پر حملہ کرکے دوسرے قوم کو اپنی غلامی میں لیتا ہے ان پے بھاری شرائط عائد کرتے ہیں مالیات ان پے لگاتے ہیں بہت سے کاموں سے منع کرتے ہیں ایک قوم کا دوسرے قوم کو غلامی بنانے جب سے جنگ عالمی اول

دوم یورپ اور امریکہ کی غلامی میں گئے ہیں ابھی تک صحیح معنوں میں آزاد نہیں ہوئے ہیں
۷۔ ملک کے سرمائیہ دار کمزور لوگوں کو اپنا غلام بناتے ہیں انھیں ملنے جلنے نہیں دیتے ہیں ہمیشہ اپنی خدمت میں رکھتے ہیں جس کو عربی زبان میں رقائی کہتے ہیں برصغیر میں یہ نظام راجہ گیری کے نام سے چلتے تھے اور اس کے اثرات ابھی تک موجود ہے گویا رقیت وعبودیت پورے تاریخ میں قوی طاقتور انسان کمزور انسانوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں ان کو آزاد اپنے ارادے پہ نہیں چھورتے ہیں چنانچہ ایک ورصے سے ملک کے نام نہاد دیندار سرمائیہ دار یہ کام کرتے آئے ہیں مولویوں کو کوخریدے اوران کو آزاد نہ چھوڑے یہ خسارہ ایک نا قابل جبران خسارہ بنے ہیں اب آتے ہیں اس خسیس پست قصاوت شقاوت والی کاروبار کے بارے میں قرآن نے کیا احکامات جاری کئے ہیں کیا ھدایات دی ہیں۔

استرقاق

ترقیق تعبید دنیا کی قدیم ترین سنت میں سے ہیں لیکن اس کا ذکر نہیں ملتا کہ سبسے پہلے کس انسان نے کس انسان کو غلام بنایا تھا یہ عمل انسانیت کے ماتھے پر ایک داغ ہے اس عمل میں سب سے برا عمل کیا تھے اسلام جو انسانیت کی نجات کے لئے آئے تھے اس نے اس میں کیا موقف اپنایا ہے کہتے ہیں ترقی کی تعبید کی حد یہاں تک پہنچے تھے غلاموں کے انسان ہونے کا بھی اعتراف نہیں کرتے تھے انھیں عام متاع حیوانات جیسے فروخت کرتے تھے ان جیسا سلوک کرتے تھے اسلام نے جو پہلا سلوک کیا وہ یہ ہے
غلام وکنیز گرچہ غلام وکنیز ہوگئے ہے لیکن ان کے ساتھ انسان جیسا سلوک کرے انھیں ذلیل وخوار نہ کرے یہی وجہ ہے تہ اسلام جہاں گئے جہاں اسلام کا پرچم نظر آیا اسلام کی آواز سنی وہاں اسلام کی آواز سنی ورنہ مفہوم ومعنی نہیں رکھتے تحلیل و تجزیہ نہیں رکھتے ایک امپراطور حکومت چند ہزار انسانوں کے سامنے ہتھیار ڈالے اسلام بحکم قانون جنگ اسیر کرنے کے علاوہ ان کے پاس دشمن پر غلبے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا لہٰذا انھوں نے ان کو اسیر کیا لیکن ان کے سامنے فداء کا حل ان کو دیا سورہ محمد ص آیت۔۱۔
۲۔ انھیں اسیر کرنے کے بعد مسلمانوں پر ان کی آزادی کا اہتمام کیا مسلمان کوئی بھی جرم وجنایت کرے غلطی کا ارتکاب کرے تو وہ ایک غلام، کنیز آزاد کرے روزہ توڑنے کا کفارہ بندہ آزاد کرنے کا رکھا ہے قسم توڑنے کا کفارہ بندہ آزاد کرنے کا کہا ہے عورتوں سے مظاہرہ کرنے کا کفارہ بندہ آزاد کرنے کا کہا ہے زکوٰۃ میں ان کو حصہ دار بنایا ہے

خواتین کشوں کی ذمہ دار این جی اوز

ایک عرصے سے ملک میں خواتین کی خودکشی اور دیگر دلسوز قصاوت شقاوت کی بدترین نمونوں کا ذکر اخباروں میں ہوتے رہتے ہیں ۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کے دنیا اخبار صفحہ ۲ پر ۱۲ سال کی دور میں غیرت کے نام پر پندرہ ہزار کواتین قتل ہوئیں ہیں ایک ہزار پانچ سو پینتیس خواتین کو جلانے ایک ہزار آٹھ سو تینتالیس کو گھریلو تشدد کا نشانہ بنانے کا ذکر ہے چار ہزار سات سو چونتیس جنسی حراساں ایک ہزار پاچ سو پینتیس کو جلانے ایک ہزار آٹھ سو تینتالیس کو گھریلو تشدد پانچ ہزار پانچ سو آٹھ اغوا کرنے پینتیس ہزار نو سو پینتیس خودکشی کرنے کی واقعات رونما ہوئے ہیں اس بات کا انکشاف کیا ہے اخباری خواتین پر ہونے والی جرم وجنایت کی اعداد وشمار پیش کرنے والے اپنی جگہ مجرم ہونے کی وجہ سے شرمندہ نہیں ہے کیونکہ خواتین پر جو جرم وجنایت ہوئی ہے جو نہیں ہونی چاہئے تھا ہو گئی ہے لیکن یہ کیون ہو رہا ہے اس کے عوامل اسباب کون فراہم کرتے ہیں تو اس کا اسی فیصد تجزیہ یہ ہے یہ اسباب این جی اوز فراہم کرتی ہیں کیں کہ خواتین کو گھروں سے نکالنے قہوہ خانوں میں لے جانے فحشا خانوں میں لے جانے کی سہولیات مقدمات این جی اوز فراہم کرتی ہیں وہ کہتے ہیں ملک میں قانون نہیں ہے یہ بات غلط ہے قانون ہر مہینے بناتے ہیں جب چاہے بناتے ہیں خواتین کی آزادی کے لئے اسمبلی میں موجود شریفوں سے بھی بارگینیں کر کے ووٹ لیتے ہیں ان کے حقوق کے نام سے مردوں کو ذلیل کیا ہے جرم و جنایت کی ذمہ داری عزیز باب بھائی شوہر چچا ماموں کو گردان جاتا ہے اور تاریخ میں مردوں کو محکوم خواتین کو حاکم بنانے پے تلے ہوئے ہیں معاشرے میں فساد پھلنے اقدار گرنے بہت سی برائیاں پھیلنے کی برگشت مرد وزن کی ناجائز اختلاطی اجتماع ہیں جو این جی اوز اور ان کے دباؤ میں سرکار کر رہی ہے ان سب کی برگشت مرد وزن کی اختلاطی ہے جو مسلمان برداشت نہیں کرتے اختلاط اور زنا یک طرفہ نہیں ہوتی ہے دونوں طرف سے ہوتی ہے لیکن پہل کون کرتا ہے پہل عورتیں کرتی ہیں اکسانے والے اٹھانے والے عورتیں ہیں ہم نہیں کہتے اللہ فرماتا ہے سورہ نور میں جہاں اس فاحشے کا ذکر ہے وہاں اللہ نے عورتوں کو پہلے ذکر کیا ہے الزانیہ لہ کے عورتیں پہل کرتی ہیں لہذا اللہ نے اصل ذمہ دار عورت ہونے کی وجہ سے اس کی تمام تمھیدات پر پابندی لگائی ہے فرمایا گھروں سے بےحجاب مت نکلو۔ ولاتبرجن تبرج الجٰھلیۃ الالی ۔سورہ احزاب آیت ۳۳ (آیت) نرم آواز میں بات مت کرو۔ ولا یبدین زینتھنّ سورہ نور آیت ۱۳۱ اپنی زینت کو اظہار مت کرو الاّ لبعولتھن جائے زینت حتی محرم سے بھی چھپانے کا حکم ہے تو ان سب کو کاٹ کے ان سب کو ہٹا کے باہر لانے والے

این جی اوز اور ان سب کو بچانے والے حکومت ہے اپنی حکومت مستحکم کرنے کے لئے چور دروازے سے لانے والے حکمران ہیں

تمام برائیوں سے ملک کی پسماندگی کی اس سے ملک کو ترقی نہیں ہو گا ملک روبزوال ہو گا جو قوانین اللہ نے قرآن میں دیا ہے وہ انسانی فطرت کے عناصر میں سے ہے اسلام کو لات مار کر کفر کو اٹھانے والے حکمرانوں کو جلد معلوم ہو گا یہاں دو مسئلہ انتہائی زور شدومد سے جاری ہیں ایک خواتین کا مسئلہ اور دوسرا اقلیتوں کا مسئلہ ہے مٹھی بھر اقلیتوں کو مسلمانوں پر ٹھونسنے ان کے اولین ترجیحات بتاتے ہیں بروز جمعہ ۱۴ ربیع الثانی اخبار دنیا کے ادارے میں لکھتے ہیں ہندوؤں کی تقریب میں ہندوؤں کو آگے لانے کی بلکہ ہر اسلام دشمنی کو قادیانیوں کو آگے لانے کی کوشش تیز کر رہے ہیں معلوم نہیں وہ آیندہ کس منہ سے اس ملک کو پاکستان کا نام دیں گے۔

احکام قرآن غیر مسلمین کے ساتھ

احکام قرؤن غیر مسلمین پر قرآن اپنی آغاز نزول کے دوران ہی انسانوں کو جو مخاطب قرآن ہیں دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے مسلمان اور غیر مسلمان کثیر آیات میں غیر مسلمین کو اصحاب نار کہا ہے کافر کہا ہے دین اسلام کے اصول بنیادی اصول جس سے وہ مسلمان بنتے ہیں وہ کلمہ توحید شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد الرسول اللہ حج صیام رمضان اور نماز زکوۃ کو اصول قرار دیا ہے جس پر دل میں اعتقاد عمل بارکان نہ کرنے والوں کو کافر گردانا گیا ہے کافرین میں مشرکین ملحدین اھل الکتاب آتے ہیں کافرین کے ساتھ ہر قسم کی تعلقات گرائش سلوک حتی کہ دلی محبت سے منع کیا ہے ان سے محبت کو منافی اسلام قرار دیا ہے حتیٰ اینکہ عزیز وعقارب ہی کیوں نہ ہو باب بیٹا ہی کیوں نہ ہو بیوی بھایہ بھن ہی کیوں نہ ہو سورہ مجادلہ آیت ۱۲ مائدہ میں آیا ہے یھودونصاریٰ کو اپنا دوست نہ بنائے کافرین کو اپنا دوست اصحاب سر نہ بناؤ وہ کسی صورت میں تمھارا دوست نہیں بنتا خیر خواہ نہیں بنتا سورہ آل عمران آیت ۷۳ ولا تومنوا الا لمن تبع دینکم ۰ اگر ذرہ بر ان کے ساتھ جھکاؤ کیا تو آپ کے لئے خطرناک ہے ۰ ما اتخذوا ھم اولیاء وللکنکثیر ا منھم فاسقون ۰ مائدہ آیت ۸۱

تحریف ولایت

صوفی اور ان کے عقائدوں نے ولایت کو نبوت کی جگہ جاگزیں کی ہے ختم نبوتکے بعد نبوت کے تسلسل کو ولایت کے لئے دی ہے ولایت کسے کہتے ہیں اس کے بارے میں کہتے ہیں ولایت تقدیر الٰہی عطیہ الٰہی ہے کسبی نہیں ہے ولی معصوم از خطاء ہے ولی آپ کو غیب سے خبر دیں گے جب کہ قرآن میں آیا ہے غیب سوائے اللہ کے کسے کو پتہ نہیں

۔۲۔ ولی کائنات کو مسخر کر سکتے ہیں ولی نبی سے افضل ہیں نبوت سے بالاتر ہے زمان ومکان سے آزاد ہیں۔

تقلید اور امام احمد بن حنبل

کتاب تاریخ تشریع فقہ اسلامی ص ۲۱۹ احمد بن حنبل نے کہا ہے لاتقلدونی ولاتقلدوا مالکاً ولاشافعی ولاثوری وتعلموا کما تعلمنا لاتقلدین الرجال فاھم لم یسلموا من ان یغلطوا

منصور دوانقی مؤسس ومزدھر علوم دینی علمائے اسلام میں تجدید گرا ترقی پسند علماء ودانشوراں کے اغلاط کبیرہ خط پائے نا قابل بخشش میں سے ایک علوم دینی اور علوم دنیوی کوایک ہی درجے میں رکھنا ہے انھوں نے اس میں آیات متشابہات روایات مرسلات سے تمسک کر کے علوم دنیوی کو علوم دینی کا درجہ دیا ہے مقام دیا ہے بلکہ

علوم دینی اور دنیوی کے نام سے تقسیم کرنے والوں کو نقد تنقید کا نشانہ بنایا ہےبلکہ انھوں نے علوم دنیوی کے مؤسس کو پیغمبرائمہ اطہار سے منسوب کیا ہے ان مجددین نے اسی بنیاد پر خلافت عباسیہ کی تعریف وتمجید کی ہے یہاں تک علوم دنیوی کو علوم اسلامی کا نام دیکر ان کی مؤسسین کو سراہا ہے ان علوم کے بنیاد ڈالنے والوں کی سہرا خلفائے عباسی کے چار بزرگ مقتدر خلفاء کے سر پر رکھا

ہے منصور دوانقی ھارون الرشید مامون عباسی کو یہ اعزاز دیا ہے غرب اس وقت جو علم دنیوی میں اپنی عوج بلندی پر پہنچا ہے ان سے کہتا ہے تمھاری ایسی کی تیسی یہ علوم تمہیں کہاں سے ملے ہیں یہ علوم جس پہ تم ناز کرتے ہو وہ ہم سے لی ہے ان کی علوم دینی کو علم دینی کا مساوی درجہ دینے کی وجہ سے عصر حاضر میں مسلمانوں کے لائق اور قابل علماء نے علم دین کو نصاب سے خارج کر کے صرف علم دنیوی کو نصاب دینی کے نام سے چلایا ہےاس سے آگے بڑھکر علم استعمار گری علم استحصال مسلمین علم تبعید اسلام علم تذلیل مسلمین علم صلیب گرائیکو اپنے درس گاہوں کا نصاب بنایا ہے ان کی اپنے اس کارنامے کا واحد سند خلفائے عباسی کے مقتدر خلفاء منصور دوانقی ہے اس سلسلے میں ان کی مداح یوسف قرضاوی ہے جو اس دور کے بڑے پائے کے عالم دین ہیں اگر کوئی ان کو فقھائے اربعہ مسلمین سے زیادہ اعلم گردانا جانے والے ہیں تو یہ چنداں غلط نہیں ہوگا کیونکہ فقھائے اربعہ میں چاروں فقھاء کو جو وسائل ذرائع ملی ہیں وہ حکومتوں کی سرپرستی کی وجہ سے ملی ہے لیکن علم بذات خود اپنی جگہ طفل تھے علم دینی اپنی طفولیت کے دور گزر رہے تھے تو ان کے پاس اتنی کتب ومصادر نہیں تھے جو قرضاوی کو نصیب ہوئی ہے معلوم نہیں اس کے کتاب خانے میں کتنے لاکھ کے کتابیں ہیں اسی وجہ سے وہ ایک بڑا عالم ہیں۔

تجدد پسندی میں مثل ابوحنیفہ سے زیادہ فتویٰ دئے ہیں ان کی تجدد پسندی یہاں تک پہنچا ہے کہ وہ بنی امیہ اور بنی عباس خاص طور سے بنی عباسکے دور کو عصر ضہی علوم قرار دیا ہے کتاب تاریخنا مفتراء علیہ ص ۱۰۵ پر انھوں نے لکھا ہے منصور نے علم دین ودنیوی دونوں کا اھتمام کیا ہے۔ ہونے کے لئے سب وشتم کے لئے ہم ہی کافی تھے کیوں اس میں میرے

ساتھ شرف الدین جیسے علوم حوزا

وماادراک سورہ حاقہ آیت ۔۲ سورہ مدثر آیت ۔۲۷ سورہ مرسلات آیت ۔۱۴ سورہ انفطار آیت ۔۱۷۔۱۸ سورہ مطففین آیت ۱۸۔۱۹ سورہ طارق آیت ۔۳ سورہ بلد آیت ۔۱۲ سورہ قدر آیت ۔۲ سورہ القارعہ آیت ۲۔۱۰ سورہ ھمز ہ آیت ۔۵ سورہ یونس آیت ۔۶ سورہ احزاب آیت ۲۷ سورہ شوریٰ آیت ۱۷

قرآن میں احکام لہولعب:

یعنی افعال واعمال بےھودہ بے مقصد بے قیمت عبث جزء وقتی سرگرمی بے سند و بے منطق بے دلیل اعمال سرگرمیاں جو عام طور پر بچے افراد فاقد العقول انجام دیتے ہیں جسے عرف عام میں بچگانہ حرکت کہتے ہیں عقلاء قدیم زمانے سے بچوں کو یہ اجازت دیتے تھے کہ وہ الٹے سیدھے سرگرمیاں کرے اس کی اعضاء وجوارح عضلات حرکت میں آجائے بچہ ایک حدتک احکام تکلیف سے آزاد رہتا ہے لیکن شریعت اسلامی نے اس کو بلوغ سے پہلے دائرہ تکلیف میں آنے کی لانے کی دعوت وتلقین کی ہے انسان نابالغ جوبھی سرگرمی انجام دیتے ہیں عرب اس کو فعل عبث نام رکھا ہے فعل عبث فاقد عقل وشعور والے کرتے ہیں ان کی سرگرمی ہے اللہ نے فعل عبث کو اپنے ذات سے نفی کی ہے اور انسانوں کو بھی سمجھایا ہے کہ ہم نے تمہیں بے مقصد خلق نہیں کی ہے فعل عبچ اس فعل کو کہتے ہیں جس میں عمل معقول وغیر معقول خلط کر کے کرے ایک ایسی عمل جس کی کوئی غرض وغائیت نہ ہو جیسا کہ سورہ شوریٰ آیت ۔۱۲۸ سورہ مؤمنون آیت ۔۱۱۵ میں آیا ہے یہ فعل فعل عبث ہے فعل عبث کے مقابل میں ایک ایسی سرگرمیاں ہے جو انسان فعل معقول عمل معقول سے روک کے رکھتا ہے اس لئے اسکو لھو کہا ہے لھو یعنی حیران کتاب مفردات راغب میں لکھا ہے لھو کلمہ لھی سے بنی ہے لھی سے لھو بنی ہے اللھو مفردات ص ۷۴۸ مایشغل الانسان عمّا یعنیہ ویھمہ ۰ جو اس کے لئے اہمیت کے حامل ہے جو کرنا چاہئے اس سے دور رکھے یہاں سے اللہ نے دنیا کے لئے کرنے والی وہ سرگرمیاں اگر وہ انسان کو سفر آخرت سے دور رکھتا ہے تو اس کو لھو کہا ہے لھو ایک برا فعل ہے مضموم عمل ہے اللہ فرماتا ہے اگر لھو اچھا ہوتا تو ہم کرتے ۔

امالعب لعب یہ کلمہ لعاب سے بنی ہے لعاب بچے کے زبان سے نکلنے والی اس پانی کو کہتے ہیں اگر کہیں گے کہ اس نے کھیل کھیلا ہے یعنی اس کے منہ سے پانی نکلا ہے یعنی منہ سے پانی نکلنا انسان کے لئے عیب ہے بے اختیار بغیر ارادہ نکلتا ہے لہذا قرآن میں اس کی مذمت کی ہے سورہ عنکبوت آیت ۔۶۴ سورہ انعام آیت ۷۰ سورہ انبیاء آیت ۔۵۵ سورہ دخان آیت ۔۳۸

مصدر فقہ

فقہاء کا یہ کہنا کہ فقہ دامن حدیث میں پرورش پروان چڑی ہے یہ اپنی بنائی گئی عمارت کی تعریف ہے جنھوں نے قرآن کو حدیث سے باندھنے کے بعد صرف حدیث ہی ان کی فقہ کا واحد مصدر بنتا ہے کتاب المصنوع فی المعرفۃ الحدیث الموضوع تائیف علی القاری ھروی المکی متوفی ۱۰۱۴ھ ص ۲۲۱ پر احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں: المغازی ، الملاحم ، والتفسیر ۔یعنی ان تینوں کے بارے میں وارد تمام احادیث مرسل ہیں اس کے علاوہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر لکھتے ہیں فضائل ہے کہ شیعوں کے اھل البیت کے شان میں کتنی احادیث جعل کی ہے ان کے مقابلے میں فضائل معاویہ کے بارے میں یا خلفاء کے بارے میں لکھی ہے کتب تفسیر کے بارے میں مشہور کتاب کلبی کی کتاب ہے ابوسعید محمد بن السائب الکلبی زھبی نے کہا ہے علماء کا اتفاق ہے انکی احادیث نہ اٹھائیو متّھم ہے جھوٹا ہے اور رافضی ہے کلبی نے خود کہا ہے کہ ہم سبئی ہیں ابن حیّان نے کہا ہے کہ وہ سبئی ہے سبئی نے کہا ہے علی مرے نہیں ہے واپس آئیں گے دنیا کو عدل وانصاف سے پر کریں گے تفاسیر میں دروغ گوئی کا

دوڑ لگانے والوں میں ایک مقاتل بن سلیمان ہے اسی کتاب المصنوع فی المعرفۃ حدیث الموضوع ص ۲۲۳ پر مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی خراسانی بلخی بصری صاحب تفسیر آیا ہے شافعی نے کہا تفسیر میں مقاتل کے عیال ہے ابن مبارک نے کہا ہے کتنی ذخیرہ علمی ہے کاش اس کا سند ہوتا ابن حیّان نے کہا ہے مقاتل اپنے تفسیر یہود ونصاریٰ سے لیتے تھے وہ حدث میں جھوٹ بولتے تھے ابن عدی نے انکے بعض منکرات کا ذکر کی ہے ضعفاء نے ان سے نقل کی ہے مقتل ۱۵۰ھ کو بصرے میں مرے ہیں تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۷۹ سے ۲۸۵ تک میزان ص ۱۷۳ سے ۱۷۵ تک ان کا ذکر ہے تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۱۴ سے ۲۱ تک سیوطی نے جلد ۶ ص ۴۲۳ سے ۴۲۴ تک تفسیر مقاتل کی ذکر کی ہے ان سب میں ان کو جھوٹے نسبت دی ہے شافعی نے کہا ہے خدا اس کو قتل کرے مقاتل اللہ کے جسم کے قائل تھے

عمرو ابن عبید بن باب البصری کتاب الضعفاء تائیف محمد محمد شاکر جلد ۱ ص ۱۴۱ ۵ عمرو ابن عبید بدعت گزار تھا ان کی روایات پے کوئی عمل نہیں کرتے تھے اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود ایک حدیث انسے قابل تعریف نہیں نکلی ہے تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۲۷۹

وھب بن منبہ متولد ۳۴ھ متوفی ۱۱۰ھ یا ۱۱۳ھ

مناطق منصوص پر بھی قبضہ:

مجتہدین کا یہ وعدہ کہ ہمارے اجتہاد کا دائرہ غیر منصوص علاقوں پر ہوگا قرآن وسنت میں بھی نص قرآنی کے بارے میں تین تصور پائے جاتے ہیں:

۱۔ جہاں نص محکم واضح ہے وہاں سنت کی نوبت ہی نہیں آتی ہے جہاں نص قرآن موجود ہو وہاں سنت کو لانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی ہے کہ آپ نے پیغمبرؐ کے حکم شرعی کو نامہ تصور کیا اللہ کے شریک قرار دیا ہے کیونکہ پیغمبرؐ کا مقام تشریع میں تبیین ہے تاسیس نہیں ہے۔

۲۔ نص کا دائرہ ظن ہے مخالف احتمال ہے۔

۳۔ نص قرآن اپنی جگہ محتاج بیان ہے ان تین اصولوں کے تحت اب ہم اس آتے ہیں کہ ابواب فقہ میں آپ نے ان تین جگہوں میں کہاں کہاں فتویٰ دیا ہے:

۱۔ وضو میں غسل رجلین ہے سورہ مائدہ ۶ یہ آیت وضو کے بارے میں اپنی جگہ محکم بیان ہے تفصیل ہے چہرہ کے بارے میں واضح تھے حد چہرہ بیان نہیں کیا ہے ہاتھ کے بارے میں ایک حد تک متشابہ تھی کہ کتنے حد تک دھونے ہیں آیت نے حد بیان کی ہے۔

۲۔ سر کے بارے میں حد بیان نہیں کی ہے یہاں قرآن نے حد بیان نہ کرنے کے باوجود فقہاء نے از خود سر کے حد بیان کی ہے بعض سر کا مسح کریں ب بمعنی بعض لیا ہے باء کے معنوں میں بعض نہیں آے اہے بطور شاذ بیان کیا ہے شاذ خلاف فصاحت ہے چوتھا حصہ بتایا ہے اس میں پھر اجتہاد کیا ہے جو مسح کہہ کہ کل رائس سے ایک چوتھائی بنا ایک چوتھائی کے بعد پھر ایک برائے نام مسح لایا گیا یہ حکم شرعی میں دخالت نہیں ہے یہ چوتھائی اور ایک ما یسمیٰ کہاں سے لائے ہیں۔

۳۔ وارجلکم عطف قریب لگائیں گے مقام منصوب ہے عطف بعید پر کریں تو غسل پر ہے عطف بعید کر کے غسل کو کہاں سے ثابت کیا تو یہاں زیادہ سے زیادہ شک ظاہر ہوتا ہے آیت اپنی جگہ بیان ہے آپ نے بیان کو توڑا ہے آیت میں ایک بیان الی الکعبین ہے دائرہ مسح ہے تو غسل ہوتے تو کعبین تک کیوں آپ نے حکم قرآن کو رد کرنے کے لئے احادیث سے استناد کیا ہے اس کے لئے قسم کی احادیث سے استدلال کی ہے کتاب الموسوعہ فقھیہ الکویتیہ ج ۴۳ ص ۳۵۲ بخاری فتح ج ا

ص ۲۵۹ مسلم ج ا ص ۲۰۴ حدیث ۲ پاؤں کو تین دفعہ دھوئیں بخاری ج ا ص ۲۶۶ حدیث ۳ کعبین تک دھویں مسلم ج ا ص ۱۷۵ حدیث ۴ پیغمبرؐ نے چار انگلیوں کے درمیاں خلل کرنے کا حکم دیا ہے۔

ا۔قوانین روایات میں بذات خود اپنی جگہ اختلاف بھی ہے دلیل ہے کہ یہ آیت کا شارح نہیں ہوسکتا حدیث ا ترمذی ص ۵۶ بیہقی ج ا ص ۷۷ ۴ آیت میں ایک اور مداخلت آیت میں ہاتھ موفق تک دھونے کے لئے کہا ہے اور ہاتھ کو الٹا دھونے نیچے سے اوپر پانی پھینکنا یہ کہاں سے لائے ہیں۔تو گویا دونوں فرقوں نے آیت سے کھیلا ہے۔

۵۔منطقہ مالانص میں سے ایک قبض الیدین یعنی تکتف بدین کتاب موسوعہ الفقہیہ الکویتیہ ج ۲۷ ص ۸۴ میں آیا ہے نماز میں بائیں ہاتھ پر رکھنے مستحب ہے پھر اس استحباب میں اختلاف کیا ہے مالکی سب سبط یو کو مستحب قبض کو کراہت قرار دیا ہے پھر ہاتھ کو کہاں رکھیں گے ہاتھ کیسے باندھیں گے ان تمام کے باوجود ہاتھ باندھنا ایک نا قابل ترک عمل قرار دیا گیا ہے مستحب اسے کے دائرے سے نکال کر واجب کے دائرے میں لائے ہیں کہتے ہیں جس کسی نے ہماری سنت کو چھوڑا وہ ہم میں سے نہیں ہے یا ان دو بات میں دو ملاحظات ہیں۔

ا۔اللہ نے نماز کے ارکان بتائے ہیں سنت کا ذکر نہیں کیا ہے اس کو بیان کیسے لائے یہ نماز منصوص کی جگہ سے منصوص میں جو مولا نے بتایا ہے وہی ہے اضافہ کہاں سے لایا ہے۔تنہا یہاں نہیں کہ جہاں جہاں تک عمل واجب ہے اس کے ساتھ ایک سنت کا آپ نے اضافہ کیا ہے اس کی کیا منطق بنتی ہے بعض ابھی یہ جو ہے موجب فساد وعداوت ونفرت بنی ہے اگر واجب ہوتا تو آپ کہتے یہ حکم اللہ ہے ہم کیا کرسکتے ہیں۔

۲۔دوسرا ملاحظہ پیغمبر کی سنت واجب ہے جو پیغمبرؐ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ واجب ہے پیغمبر کو نماز پڑھتے ہوئے مہاجرین وانصار نے ۲۳ سال دیکھا ہے ۲۳ سال پیغمبر کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے بعد بھی اس میں اختلاف کی گنجائش باقی رہتی ہے ہاتھ باندھنا بذات خود ایک اضافہ ہے اور اس میں اختلاف اس بات کی نشاندہی ہے کہ جعل چھپانے کے لئے جعل بنایا ہے ہاتھ پہ ہاتھ ہاتھ روکنے کی روایت مسلم ج ا ص ۱۰۳ باقی علماء کا فتوی ہے۔

۴۔منطقہ مالانص میں سے ایک آیہ زنا سورہ نور آیت ۳ زانی زانیہ کے لئے مومنین کیلئے زانیہ حرام ہے مومنین کے لئے زانیہ حرام ہے آپ نے کہا ہے یہ کراہت ہے گویا حرم علی المومنین کسی مجتہد کا فتویٰ ہے اس پر آپ نے حاشیہ لگایا ہے یہ قرآن کی آیت نہیں ہے۔

۵۔منطقہ مالانص میں سے ایک نکاح نسبی اور سببی میں حرمت والی نکاح کا ذکر قرآن کریم سورہ نساء میں تفصیل سے آئی ہے بیان سے آئی ہے وہاں عورت کی پھوپی اور خالہ کے بارے میں حکم نہیں آیا ہے آپ نے وہاں حکم جاری کیا ہے

اجازت کے بغیر یا یہ دونوں جمع نہیں کر سکتے ہیں۔

۶۔منطقہ مالانص میں سے ایک قرآن میں واجبات اور اداءِ قرض کا ذکر تفصیل سے آیا ہے روزے کے بارے میں آیا ہے چھوڑا ہوا روزہ دوسرے دنوں میں رکھیں سورہ بقرہ آیت ۱۸۴ حج کے بارے میں نہیں آیا ہے کہ چھوڑا ہوا حج بھی مرنے کے بعد یا قوت استطاعت کے بعد جانا ضروری ہے یہ آپ نے کہاں سے نکالا ہے یہ جو روایات آپ نے پیش کی ہے اداۓ دین کرنے کی وہ تو قرآن میں آئی ہے اور اداۓ دین کا حج کہاں سے نکالا ہے؟

اجتہاد گراؤوں کے متمسکات:

جن لوگوں نے دین میں اجتہاد داخل کیا ہے وہ ایک قسم کی دین میں بدعت تھی اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے آغاز پر اہل حجاز اور اہل عراق کے علماء کے درمیان شدت سے اختلاف تھا اہل حجاز اہل کوفہ کو مہد زندیقہ سمجھتے تھے امام مالک نے کوفہ کو دارضرب کا لقب دیا تھا اہل عراق نے اہل حجاز کو جامد ورا کد قرار دیا تھا انھوں نے قیاس کو دین میں بدعت کہا تھا گویا یہ چیز دوسری صدی میں رونما ہونے والا نیا حادثہ تھے۔

۲۔امام مالک کی موطا کے بارے میں آیا ہے کہ امام مالک وہ پہلا شخص ہے جس نے فقہ سے متعلق روایات کو ابواب احکام کے اندر جمع کیا تھا یعنی طہارت کے بارے میں وارد روایات کو ایک جگہ جمع کیا تھا صلوٰۃ کے بارے میں روایات کو باب صلوٰۃ میں جمع کیا تھا اسی طرح تمام عبادات، معاملات اور جنایات وتعزیرات کے بارے میں وارد روایات کو الگ جمع کیا تھا روایات نہ ملنے کی صورت میں لوگ ضعیف روایتوں پر عمل کرتے تھے اہل مدینہ مسلمہ حکم پر بھی ایک فتویٰ کے طور پر عمل کرتے تھے امام مالک جب تک مدینہ میں تھے تو وہ محدث تھے حدیث کو سامنے رکھتے ہوۓ فتویٰ دیتے تھے یعنی حدیث سے جو کچھ سمجھ میں آتا تھا وہی بولتے تھے گویا کسی نے کسی سے مسئلہ پوچھا تو اس نے ایک آیت کا ترجمہ کیا آیت سے جو مطلب اس نے سمجھا وہ اس کو بتا دیا اس کو اجتہاد نہیں کہیں گے لیکن اہل اجتہاد نے ان کو مجتہد کہا ہے جبکہ مجتہد اجتہاد کو غیر منصوص جگہوں پر استعمال کرتے ہیں امام مالک حکم کو اس حدیث کی روشنی میں بتاتے تھے جسے وہ صحیح سمجھتے تھے لہٰذا امام مالک کو منصوص سے ہٹ کر فتویٰ دینے والا نہیں کہہ سکتے ہیں ہاں وہ غیر موثق احادیث یا ضعیف احادیث کو بنیاد بنا کر فتویٰ دیتے تھے۔باب اجتہاد میں اپنے عمل کو سند بخشنے کے لئے مجتہدین پیغمبر کو بھی مجتہد کہتے ہیں کہ آپ بھی اجتہاد کرتے تھے چنانچہ انھوں نے جنگ بدر میں اسیروں کو قتل کرنے اور چھوڑنے کے بارے میں حضرت ابوبکر کی راۓ پر عمل کیا اور حضرت عمر کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور اللہ نے حضرت عمر کی تجویز کو ترجیح دی۔

۲۔منافقین نے ۹ ہجری کو غزوہ میں جانے سے بہانہ تراشی کی تو آپ نے ان کو معاف کیا اس پر اللہ نے آپ کو عتاب

کیا۔

۳۔عبداللہ بن ابیہ جب مرا تو اس کے جنازے کے بارے میں اللہ نے آپؐ کو منع کیا عبداللہ بن ابن مکتوب آپؐ سے کچھ سوال کرنا چاہتے تھے آپؐ نے اس پر منہ بنایا۔اس طرح کے دلائل کی بنیاد پر اجتہاد کے حامی کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے اجتہاد کی بنیاد رکھی ہے۔

اجتہاد کے خلف وعدہ:

انہوں نے کہا اجتہاد وہاں ہوگا جہاں نص نہ ہو لیکن اس پر انھوں نے ایک تعلیق لگایا ہے کہ اجتہاد وہاں بھی چلے گا جہاں نص اپنی سند میں یا دلالت میں مبہم و مجمل و مشکوک ہو،اس طرح سے انھوں نے اپنے وعدے سے ایک اور انحراف کیا ہے انھوں نے نص میں مداخلت کی ہے جہاں انھوں نے نص میں سند کے مبہم ہونے کے مواقع کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ احادیث اکثر و بیشتر مظنون السند ہیں ان کی سند مشکوک ہے اور قرآن کی اکثر و بیشتر آیات مظنون الدلالہ ہیں اس طرح سے وہ اجتہاد ہی کو اوپر لائے ہیں اور نص کو دھکیل دیا ہے۔

اماتحفظات بردعوائے امامیہ:

امامیہ کا یہ دعویٰ کہ ان کے ہاں وجود ائمہ کی وجہ سے نصوص کا وقفہ نہیں آیا تھا یہ نصوص تسلسل سے جاری تھیں یہاں سوال ہے۔

قرآن کو ظنی الدلالہ کہنے والے قرآن کو جھٹلا رہے ہیں قرآن کریم میں قرآن کو ظنی الدلالہ اور تمام آیات کو متشابہ کہنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے سورہ اعراف کی آیت ۵۲ میں رد فرمایا ہے قرآن کی تمام آیات احکام سے متعلق ہوں یا مواعظ یا قصص سے متعلق سب مفصل ہیں چنانچہ بہت سے لوگوں نے انھیں آیات کو دیکھ کر ہدایت پائی ہے اگر آیات مجمل و مجمل ہوتیں تو وہ کیسے ہدایت پاتے جو لوگ یہ کہتے ہیں قرآن مجمل ہے ظنی الدلالہ ہے ان کے بارے میں سورہ محمد کی آیت ۱۶ صدق آتی ہے سورہ فصلت کی آیت ۴۴ میں آیا ہے کہ یہ آیات مومنین کے لئے ہدایت اور شفا ہیں ایمان نہ لانے والوں کے کان ایسے ہیں گویا وہ بہرے ہیں اور ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔

حرمت مردہ:

مشرکین مردہ حیوانات کو کھاتے تھے اللہ نے مردہ حیوان کو حرام قرار دیا تو مشرکین نے اعتراض کیا کہ اپنے ذبح کردہ کو تو کھاتے ہو اللہ کے ذبح کردہ کو نہیں کھاتے ہو اللہ نے ان کے جواب میں فرمایا ہے کہ ہم نے حلال و حرام کو واضح بیان کیا

ہے سورہ انعام آیت ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۴۴اور ۱۴۵ بقرہ ۳ میں حلال اور حرام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تو اللہ جہاں فرماتا ہے ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے وہاں اگر اصولی آ کے یہ کہیں کہ قرآن ظنی الدلالہ ہے تو اس کا مطلب ہوگا؟ سورہ انعام آیت ۳۸ مافرطنافی الکتاب من شئی سورہ مائدہ آیت ۳ انعام ۳۸ میں محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ میں نے اس دین کو مکمل کیا ہے اور محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ ہم نے اس دین کو مکمل کیا ہے اور تمام کیا ہے نہ اس میں نقص ہے نہ اس میں زیادتی ہے۔

محمد اقبال کتاب الصراع بین الفکرۃ الاسلامیہ والفکرہ الغربیہ تالیف ابوالحسن علی الحسنی الندوی ص ۸۷ محمد اقبال بن نور محمد ۱۸۷۷ھ سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم کے بعد لاہور کے سرکاری کالج میں داخلہ لیا فلسفہ کا امتحان دیا اور بی اے کی سند لی پھر فلسفہ وادب اور انگریزی کے استاد بنے ۱۹۰۵ء میں لندن گئے کیمرج میں داخلہ لیا فلسفہ اور علم اقتصاد میں سند لی وہاں سے جرمنی گئے میونخ یونیورسٹی میں فلسفہ میں ڈگری لی پھر واپس لندن گئے آ کے حقوق میں امتحان دیا چند لیکچر مدارس میں دیئے چند لیکچر کیمرج میں دیئے مستشرقین کی طرف سے انھیں کافی اہمیت ملی ان کی اکثر کتابیں انگریزی فرانسیسی، المانی اٹلی اور روسی زبان میں ترجمہ ہوئیں ۱۹۳۰ء میں رابطہ اسلامی کے رئیس منتخب ہوئے اپنے خطاب میں پاکستان کا تصور پیش کیا ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔

فقہائے اسلام کا قرآن سے انحراف بے بنیاد احادیث سے استناد کی ایک مصداق جلی عید اضحیٰ وفطر کا اختراع ہے

قرآن کریم میں سنت وسیرت نبی کریم میں حج کے بارے میں جو قربانی کا ذکر ہے وہ مکہ اور منیٰ سے مربوط ہے اس بارے میں آیات ارکان حج سے متعلق ہے انھوں نے اس کو مکے سے باہر والوں پر لاگو کیا ہے دلیل قرآن وسنت محمد سے نہ ہونے کی وجہ سے انھوں نے دو چیزوں سے اسناد کی ہے ایک انھوں نے کہا ہے قربانی سنت ابراھیم ہے اگر قربانی سنت ابراھیم ہے تو اس پر رسول اللہ کو عمل کرنا چاہئے تھا آپ پر ایمان لانے والے اصحاب کو کرنا چاہئے تھا جب کہ پیغمبر کی تیرہ سالہ مکے کی دس سالہ زندگی میں مدینے میں قربانی کیا ہو اس کا ذکر نہیں ملتا ہے سوائے خود پیغمبر سے منسوب کہ آپ نے دو بکرے جن کا سینگ اچھا ہو کا ذکر کیا ہے یہ سینگ کا ذکر سینگ کی تعریف اس بات کی دلیل ہے یہ روایت جعلی ہے آیات محکمات نہ ہونے کے بعد آیات متشابہ سے استناد کی ہے یہ بدعت سب سے زیادہ خطرناک زیاں آور ثابت ہوئی ہے

۲۔ دوسرا کلمہ لفظ عید ہے ذی الحجہ کے مہینے میں عید مشرکین کرتے تھے چونکہ اطراف واکناف سے لوگ حج کو آتے تھے

تو اس میں زیادہ لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے دعوت دینے کے لئے انھوں نے اس کو ایک تجارتی موسم بنایا تھا جہاں ہر چیز ان کو میسر آتی خوشیاں مناتے گانے گاتے مشاعرہ کرتے چونکہ مشرکین کے پاس اس کے علاوہ اور کرنے کا کچھ نہیں رہتے تھے قرآن جب نازل ہوئے تو قرآن نے ان کی بدعتوں پے پابندی لگائی ہے کہا مشاعرہ کریں گانا گائیں اس کے بجائے اللہ کا ذکر کریں دعوت دی ہے ذکر اللہ کریں وہ کام کریں جس سے اللہ یاد آجائے جو کام مشرکین کرتے تھے وہ اللہ سے منصرف کرنے والے کام کرتے تھے۔

لہٰذا ان سے باز رکھا عید کا جو مظاہر ہے جو چل رہا ہے وہ ساری آیت قرآن سے متصادم ہے لہٰذا قرآن آنے کے بعد یہ مظاہر عید پہلے عکاظ وغیر ختم ہوئے یہاں تک دور عباسی میں دوبارہ زندہ ہوئے ہیں دور عباس میں جو عہد شروع ہوا وہ عید مجوس تھے عباسیوں نے اہل فارس کو خوش کرنے کے لئے عید کا اعلان کیا جو مسلمانوں کے گلے پڑا ہے اس وقت سے ابھی تک فقہاء نے سنت ابراہیمی نہیں سنت جاہلیت عرب سنت مجوس ایران کو سنت اسلام کے نام سے زندہ رکھا ہے کسی فقیہ کے پاس علامہ کے پاس کوئی ہاتھ پکڑنے والی کوئی دلیل عقلی جو قرآن سے متصادم نہ ہو آیات محکمات سنت قطعیہ پیش کر کے لکھ کے نشر کرے، ہم فقیہ نہیں ہیں فتویٰ نہیں دیتے لیکن چیلنج کرتا ہوں غلط ہے آیئے مناظرہ مکاتبتی کرتے ہیں۔

ملاحظات بر فتوائے فقہاء۔

اس کے پیش کرنے سے پہلے ایک خیانت کاری سے پردہ ہٹانا واجب اور ضروری سمجھتا ہوں دین مقدس اسلام کے عقائد اور فروعات جو قرآن اور سنت محمد ﷺ سے ثابت ہیں ان کو کنارے پے لگانے کے لئے اجتہاد فقہ کو سامنے لایا ہے فقہ و اجتہاد کے ذریعے اتنی جعلی خود ساختہ واجبات مستحبات نفلیات گھڑی گئی ہیں ابھی تک وہ خود ان کے لئے کوئی دلیل سے استناد کرنے سے عاجز ہو گئے ہیں وہ جعلی متفق علیہ روایات متواتر روایات اجماع وغیرہ سے متشبث رہے ہیں انھوں نے تنہا اصل کو کنارے پے لگا کے جعلی سے مصروف رکھا نہیں ہے بلکہ انھوں نے اپنی ناپاک خیانت کار عزائم کو فروغ دینے کے لئے بجٹ بھی بنایا ہے۔ جس طرح ظالم حکومتیں ٹیکس پے ٹیکس لگاتے ہیں ان فرقوں نے بھی ایسے ٹیکس لگائے ہیں تاکہ ان سے مال چھنے جن کی مثال مکہ سے بہر قربانی رمضان کے آختتام پر زکوۃ فطرہ اور اعمال عبادی نماز روزہ حج کی قضاء کے بہانے سے اپنے لئے مال بنانا ہے جو دلیل انھوں نے پیش کی ہے اس کے رد پیش کرنے سے پہلے ہم اصل قضاء کو اٹھاتے ہیں نماز حج کے قضاء بجالانے کا حکم نہیں ہے قضاء نہیں ہے اس کی قرآن میں کوئی دلیل نہیں ہے آیت اللہ خوئی نے شرح عروۃ الوثقی جلد ۱۶ ص ۶۷ پر فرمایا ہے نماز قضاء کی کوئی دلیل نہیں جو دلیل یہ لوگ پیش کرتے ہیں وہ دلیل قرآن وسنت میں نہیں ہے بلکہ اجتہاد ہے یعنی نماز واجب ہوا تھا یقینی طور پر بجا نہیں لایا تو یہ وجوب اپنی جگہ باقی ہے

یہ وجوب بطور استصحاب اپنی جگہ باقی ہے جب روزے کے بارے میں آیا ہے اگر مریض یا سفر میں قضاء ہو جائے تو دوسرے دنوں میں بجالائے یہ حکم نماز میں کیوں نہیں آیا اور جن روایات سے استدلال کیا ہے وہ اپنی جگہ مخدوش ہیں قضاء واجب نہیں ہے تو کس دلیل و منطق کے تحت اللہ رسول سے ہٹ کر اجتہاد کے ذریعے حکم نافذ کرنے کے منطق کو منطق شرعی نہیں کہہ سکتے ہیں یہ منطق مارشل لا ہے کالا قانون ہے اما عبادات چاہے زندہ ہو یا معزور ہو یا غیر معزور بہانہ ہو مردہ ہو کسی صورت میں دوسرے انسان اس کو انجام دینے میں اولین شرط عبادت کا فقدان ہے وہ قصد قربت ہے ایک انسان کسی صورت میں بھی کسی کے لئے اعمال بجالانے کا قصد قربت نہیں ہو سکتا حتی وارث مورث جو ہے ماں باپ ہی کیوں نہ ہو قصد قربت نہیں ہو سکتا باپ کے کہنے پر عمل کرنے سے قصد قربت نہیں ہوتا ہے قصد قربت مخصوص باللہ ہے تو یہاں جو ہے جو بنیادی شرط ہے وہ قصد قربت ہے وہ کسی صورت میں صحیح نہیں ہے اما جو روایات ابن عباس ہے خثعمی خاتون کے جواب میں پیغمبر نے فرمایا اس روایت میں نقص ہے ۔ا۔نقص یہ ہے میرے باپ کے بڑھاپے میں ان پر حج واجب ہوا تھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مستطیع نہیں ہے تو کیسے واجب ہوا۔۲۔یہ خاتون حجۃ الوداع پے آئی تھی تو حج حجۃ الوداع پے واجب ہوا ہے عورت کہتی ہے یہ مر گئے ہیں یہاں تین باتیں ہوئیں ۔الف یہ کہ عورت حجۃ الوداع میں آئی وجوب حجۃ الوداع سے ہوئی ہے واجب ہوتے ہی پیغمبر حج پے تشریف لائے ۔ب۔خاتون نے کہا کہ وہ مر گئی ہے اس کا مطلب وہ حجۃ الوداع سے پہلے مر گیا ہے ۔ج۔اس نے کہا کہ وہ بوڑھا ہے میں حج واجب ہوا ہے تو بڑھاپے میں حج واجب نہیں ہوتا ہے اما دوسری روایت میری ماں نے حج کی نذر کی ہے وہ مر گیا ہے یہاں بھی یہی ہے کہ وہ مر گیا ہے حج واجب ہونے سے پہلے کیسے نذر کی پیغمبر نے فرمایا ان سے حج کرو پیغمبر نے دلیل دی اگر آپ کی ماں پر قرضہ ہوتے تو ادا کرتے یا نہیں فرائض واجبات جو ہے حکم سے ثابت ہوتا ہے قیاس سے ثابت نہیں ہوتا ہے پیغمبر کو قیاس کی ضرورت نہیں تھی یہ قیاس ابوحنیفہ ہے اما دلیل عقلی انھوں نے کہا ہے حج جو ہے دو چیزوں پے آئی ہے تحمل و مشقت بدنی اور عمل مشقت و مالی چونکہ مر گئی تو مشقت بدنی ختم ہو گیا مال باقی ہے یہ مشقت اپنی جگہ باقی ہے اس مال کو دے کے کسی کو حج کے لئے بھیج دیں یہاں بھی اس پر بھی اعتراض ہے حج مال پے واجب نہیں وہ صاحب شعور نہیں اس پے واجب نہیں ہوتا ہے حج انسان پے واجب ہوتا ہے لیکن اس کے لئے شرط ہے کہ وہ صاحب استطاعت ہو فرض کریں ایک شخص کو کاروان والے کہے کہ ہمارے کھانے پینے کی بندوبست کے لئے ساتھ چلیں سامان کی حفاظت کے لئے ساتھ چلیں تو یہ شخص مستطیع ہے اس کے پاس استطاع آگئی ہے حالانکہ اس کے پاس مال نہیں ہے۔

احکام اقتصادیہ قرآنیہ

دنیا کو درپیش گلوگیر زمین گیر فالج زدہ کرنے کی مسائل میں سے ایک مسئلہ اقتصاد ہے انقلاب صنعت فرانس کے بعد فود الیستیم اقتالیزیم ختم ہوئے اور دو متوازی نظام دنیا میں لاگو ہوئے سو دو سو تین سو سال سے بشر ان دو نظاموں کی قینچی میں کٹ رہے ہیں دونوں نظاموں میں موجود خرابیوں کی وجہ سے کسی سٹیج پر کسی درسگاہ پر اپنے نظام کی خوبی دنیا کو پیش کرنے سے قاصر و عاجز رہے ہیں بزور حیلہ مکر دروغ خوف حراس دھمکی چوری اسلحہ سے یا بمباراں سے اپنے نظام کو مسلط کر رہے ہیں بس نظام کی تعریف میں فردی آزادی یا اجتماعی کفالت ضمانت کے علاوہ کوئی اور خوبی فلسفہ حکمت نیاب کرنے سے وہ عاجز و قاصر رہے ہیں لیکن قرآن اس نظام سے پہلے مال کی حیثیت کو مسلمانوں کے ذھن میں جاگزیں کیا ہے کہ یہ مال انسان کے پاس کہاں سے آئے ہین اس مال کو کس نے بنایا ہے اس مال میں کتنے فریق شامل ہیں مال کو انفرادی آزادی اقتصادی آزادی اجتماعی ضمانت تضامن یا ان دونوں کے درمین دونوں کی اچھائی جن کے ایک مخلوط نظام پیش کرنے سے پہلے مال کی حقیقت کو بتایا ہے

۱۔اس مال کا ایک فریق خود اللہ ہے مال بنتے ہیں پانی سے مال بنتے ہیں زمین سے مال بنتے ہیں حیوانات اور پرندون سے ان تینوں کو بنانے میں انسان کا کوئی کردار نہیں حتی مترقی ملک میں بھی یہ نہیں بنا سکے ہیں بارش اللہ برستے ہیں زمین کو اللہ نے بچھایا ہے پانی اور زمین ہٹانے کے بعد کوئی مال بنتا نہیں ہے چنانچہ قرآن کریم میں ان آیات میں آیا ہے پانی کو اللہ نے برسایا ہے انا آیات میں آیا ہے زمین کو اللہ نے بچھایا ہے

۔۲۔انسے مال بنانے والا انسان ہے دوسرا شریک انسان ہے

۔۳۔اجتماع ہے جس نے آپ کے لئے مال بنانے کی وسائل پیدا کی مشینریاں بنائی ہیں آپ کے مال میں وہ شریک ہیں لہٰذا قرآن میں آیا ہے یہ مال انسان کے پاس امنت ہے وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ یہ تمھارے پاس امانت ہے تیسری آیت میں آیا ہے•فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم • مال کلی طور پر اجتماعی ہے لہذا سفی دیوانے بچوں کی مالکو تمھارا مال کہا ہے اسلام میں کائی مال نہیں جس میں اللہ محتاج مند اجتماع شریک نہ ہو

دوسرا مرحلہ اس مال مین اصراف نہ کرے تبذیر نہ کرے تیسرا اصول قرض ہے جو شخص کسی کو قرضہ دیتا ہے گویا اس نے اللہ کو قرضہ دی ہے یہ اللہ کی عنایت ہے وہ اس مال میں شریک ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے قرضہ دے دیں دنیا میں قرضے کا تصور ختم ہونے کی وجہ سے سودی نظام چڑے ہیں اگر قرضے کا تصور بحال رہتے تو ملک کتنا ترقی کرتے

۔۴۔قرآن میں ایک سلسلہ آیات اکل بالباطل سے منع کیا ہے کسی کے مال پر جبری قبجہ مت کرو اس کو مقہور کر کے مال مت کھینچو سرقت مت کرو ہر قسم کی سرقت حرام ہے ان محرمات کیا رتکاب مرتکبین کو اگر دنیا میں سزا دیا جاتا تو مال کتنا پھیلتا

تاہم مسلمانوں کے مال غیر مسلمین کی نسبت بہت محفوظ نظر آئیں گے۔

۔۵۔انسان کس چیز کا مالک ہوتا ہے کب مالک ہوتا ہے جس چیز میں انسان نے پسینہ نہ ڈالی ہے جو جہد صرف نہیں کی ہے اس میں وہ مالک نہیں ہے احادیثکیسے قرآن کے برابر ہوسکتا ہے جس شخص یا لوگوں نے حدیث کو قاضی کہا ہے وہ ظالم ہے وہ غالی ہے حدیث کی عنصر حدیث کی تاریخ اس بات کو دوٹوک الفاظ میں رد کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں

۔احدیث ایک خبر ہے خبر احتمال صدق و کذب برابر ہوتا ہے جب تک کوئی ترجیح نہ ہو یک طرفہ صدق یا کذب کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں

۲۔حدیث بالاتفاق علماء حدیث اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لی ہے جو لوگ یہ کہتا ہے اس کی مثال وہ پیاز کھانے والے انسان کی مثال ہے وہ کہتا ہم نے پیاز نہیں کھائی ہے یا کہے ہم نے شراب نہیں پی ہے اس کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے جھوٹ بولنے والے کہتے ہیں ہم نے جھوٹ نہیں بولے ہیں وہی وہ جھوٹ بولتا ہے

۔۳۔حدیث کی ضمانت اللہ نے نہیں لی ہے اس کی دلیل مجامع احادیث میں صحیح حدیث کی نسبت جھوٹے احادیث کی کثرت دلیل ہے جیسا کہ صاحب بخاری صاحب مسند احمد نے خود لکھے ہیں انھوں نے یہ احادیث کتنے لاکھوں سے چھانٹی کی ہے

۔۴۔احادیث جن لوگوں سے جمع کی ہیں ان میں حدیث جعل کرنے والوں کے نام اور تعداد تاریخ میں کتب حدیث میں میں ثبت ہو ہے

۔۵۔احادیث آسان سے تصدیق نہ ہونے کی ایک ثبوت ہر اُٹ پٹنگ کو گوں نے حادیث نقل کی ہے احادیث نقل کرنے کے لئے کوئی معیار نہیں رکھی ہے جس کے پاس ایک حدیثھو تو وہ محدث بنے ہیں تو وہ تیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان کے پاس ایک حدیث نہ ہو

۔۶۔بعض محدثین جیسے ابن حیان جس نے ثقات لکھی ہے اپنے دور میں متھم تھے آمودی خلاف شریعت افعال کا مرکب کرنے کی وجہ سے لوگون نے شہر بدر کی ہے

۔۷۔احادیث کی جمع کرنے والوں میں بہت سے ایسے افراد ہیں جنھوں نے خلفاء کے لئے سب وشتم کی ہے ان میں مشھور ابن عقدہ وغیرہ ہے

۔۸۔احادیث میں جعل احادیث میں حیر پھیر کے بڑھتے ہوئے حالات نے علم رجال لکھنے کی ضرورت آئی علم رجال دلیل ہے کہ احادیث نقل والوں میں اچھے برے دونوں تھے اچھے اور برے میں تمیز کرنے کے لئے علم رجال لکھیے

۔۹۔علم رجال آنے کے بعد لوگ سند دینے سے ڈرتے تھے کہیں وہ فاش نہ ہو جائے جب ان سے پوچھتے تھے کہ آپ نے اس کی سند نہیں دی تو انھوں نے کہا کہ ہم نے معتبر لوگوں سے پوچھ کے لکھی ہے لہٰذا آپ کسی بھی شخص کا نام لیکر پڑھ سکتے ہیں

۔۱۰احادیث میں جب سند ضرورت ہو سند کی چھان بین کرنا شروع ہوا اس دن سے انھوں نے پہلے اور آخری راوی کو معتبر ثقہ کا نام لیا بھیج میں ضعیف مجہول الحال یا کوئی انپڑھ جن کا نام ہے ہی نہیں ان سے پر کیا احادیث کا اکثر و بیشتر حصہ بہت سے مجامع احادیث کی حدیثوں کے راویوں کے نام علم رجال میں نہیں ہے

۔۱۱۔علم رجال کی ضرورت آنے کے بعد انھوں نے رجال سے بھی کھیلنا شروع کیا لوگوں پے قداست عبادت حفظ ہونا جیسے القاب چڑا کے چلایا

ولایت وبرائت:۔

دین اسلام کے اھم اقدار جس پر تمام اصول وفروع کی عمارت استوار ہے اس میں ذرہ برابر کمی بیشی دین میں عیب اور نقص کا سبب بنتے ہیں رفتہ رفتہ دین سے خارج ہوتا ہے چنانچہ دور معاصر میں امت اسلامی صوفی اور مغربی گھ جوڑ سے ولایت مومنین برات ازمشرکین کی اقدار مسلمانوں میں ناپید ہو رہا ہے بعض ہر وہ شخص جوامت اسلامی پر گزرنے والی مصائب وآلام یا اس کو لاحق خطرات کا درک کر رہا ہے اس کو چاہئے ان دو اقدار کو بحال کریں بعض پر اس کو معمولی سمجھا جا تا ہے بعض فرقہ نے اس کو اس روح کو نکال کر منقبت اور لغت میں تبدیل کیا ہے۔اسی کو خود ایک باب دین گردانتے ہیں نہ ولایت نہ برائت کل دین ہے نہ صوفی اور مغربی گھٹ جوڑ والوں کی انسان دوستی کل دین ہے یہ دو صفت فقدان ہونے کے بعد انسان ھمجی بنتا ہے دین قوانین وضعی کی شکل اختیار کر لیتا ہے غیرت کا خاتمہ ہوتا ہے اور قدرت دفاع ختم ہو جاتا ہے خیر وشر کا تمیز ختم ہو جاتا ہے اپنا او غیر کا تمیز ختم ہوتا ہے دشمنوں اور اغیار سے دوستی اپنوں سے دشمنی رواج پایا ہے آئیے پہلے دیکھتے ہیں ان دو کلمات کی اصلی لغوی معنی کیا ہے ولایت ان تین حروف ہے۔

واو، لام، یا، اس کی بہت معانی بیان کرتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ یہ کلمہ مشترک لفظی ہے جس کی بہت سی معانی ہیں بعض نے کہا ہے کہ التواطؤ ہے ولی سے مولا کے معنی ناصر منعم ابن عم حلیف عقید کے معانی آتے ہیں سورہ نساء آیت ۔۳۳ صدر اسلام میں ارث حلف پر ہوتے تھے یعنی ایمان کی بنیاد پر ارث لیتے تھے مولا بندے کے آزاد کرنے والے بندے کا مولا ہوتے تھے اور آزاد کرنے والا آزاد ہونے والے بھی مولا ہے دونوں کے لئے مولا استعمال ہوتا

ہے یعنی مالک ومملوک دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے سورہ مریم آیت۔۵ سورہ محمد آیت۔۱۱ میں آیا ہے مؤمنین کا مولا اللہ ہے کافرین کا مولا نہیں یعنی مؤمنین کا ناصر اللہ ہے بعض نے کہا ہے جو کسی کے امورات کو دیکھتے ہیں ضروریات کو دیکھتے ہیں نیازات کو دیکھتے ہیں وہی اس کا مولا ہے راغب اصفہانی نے کہا ہے ولاء وتوالی دو چیزیں ہیں یہ ساتھ جاتے ہیں درمیان میں واسطہ نہیں ہوتا حائل نہیں ہوتا یہاں سے نسب صداقت نصرت اعتقاد تمام معنی میں استعمال ہوتا ہے صیغہ مولا بمعنی اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں آتا ہے کہتے ہیں مؤمن ولی اللہ ہے مؤمن کو ولی کہتا ہے لیکن مؤمن کو مولا نہیں کہتے اللہ ولی مؤمن ومولا ہے مؤمن صرف ولی ہوتا ہے جبکہ اللہ ولی بھی ہوتا ہے مولا بھی ہوتا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲۵۷ میں آیا ہے اللہ ولی الذّین آمنوا یہیں سے سورہ جمعہ آیت۔۶ سورہ انفال آیت ۲۷ میں آیا ہے کفار کے لئے ولایت نہیں ہے ولایت مصدر جلی ہے سورہ رعد آیت۔۱۳ سورہ آلعمران آیت۔۱۷۵ اب دیکھتے ہیں مؤمنین کو کسی کافر سے ولایت رکھنا چاہئے؟ سورہ مائدہ آیت۔۵۱ کہتے ہیں کہ مؤمنین یہود ونصارا کو اپنا ولی نہ بنائیں کافرین وشیٰطین آپس میں ولایت رکھتے ہیں دنیا میں آخرت میں یہ ولایت ختم ہوتا ہے جیسا کہ سورہ اعراف آیت۔۲۷ میں آیا ہے شیٰطین کافرین کے ساتھ ولا رکھتا ہے کافرین شیٰطین کے ساتھ ولایت رکھتا ہے لہٰذا شیٰطین ان پر غلبہ رکھتے ہیں سورہ نحل آیت۔۱۰۰ جس کی دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ موالات ہیں آخرت میں ان کے ساتھ موالات ختم ہوتا ہے سورہ دخان آیت۔۴۱ کلمہ ولایت بغیر حرف متعدی ہو جائے تو توجہ کے معنی آتا اور پانے کے معنی آتا ہے جیسا کہ سورہ ھود آیت ۔۱۴۴ میں آیا ہے اگر حروف عن تعدی ہو تو اعراض وروگردانی اس کو چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۔۵۱ سورہ آل عمران آیت۔۶۲ میں آیا ہے کبھی تولی جسمانی ہوتا ہے کبھی تولی سننے یا ماننے سے انکار کے معنی میں آتا ہے سورہ انفال آیت۔۲۰ سورہ نوح آیت۔۷ سورہ فصلت آیت۔۲۶ سورہ مریم آیت۔۵ سورہ اسراء آیت ۱۱۱ جس طرح ولایت کسی کی طرف توجہ کرنے دیکھ بال کرنے اس پر نظر کرنے اس کی نیازات پوری کرنے حاجتیں برآوردہ کرنے کے معنون میں آتا ہے

براٰ اصل بُرءِ والبراء و التبری گردوپیش میں مکروہ چیزوں سے دوری اختیار کرنا۔ کہتے ہیں برئت من فلان من المرض مرض سے نجات ملی ہے یا ہم نے اس سے خلاصی کی ہے رجل بریء وقوم بُراء مرد قوم جو معائب ونقائص رزائل سے دور انسان ہے اسی معنی میں سورہ توبہ آیت۔۱ میں آیا ہے اللہ مشرکین سے بری ہے سورہ توبہ آیت۔۱۔۳ پیغمبر نے مشرکین سے کہا کہ تم ہماری عمل سے بری ہے ہم تمہارے عمل سے بری ہے سورہ یونس آیت۔۴۱ سورہ ممتحنہ آیت ۔۴ سورہ زخرف آیت۔۲۶ سورہ بقرہ آیت ۱۶۶ سورہ احزاب آیت ۶۹۔

براً

کلمات تحقیق جلد۲ص ۲۳۹ بری: برءزید من دینٍ زیداپنے قرضے سے بری ہوا سقط عنہ طلبہ اس سے مطلوب چیز ساقط ہوا برأتہ من العیب: جعلتہ بریئا منہ صاحب مقائیس نے لکھا ہے برأ کے دو اصل ہیں باقی ان دو کی طرف برگشت کرتا ہے ایک کا معنی خلق ہے برأالله الخلقَ الله نے کائنات کو خلق کیا یبرؤھم برءًا خلق کرنے والا الله ہے دوسرا التباعد من الشیء ومزائلتہ من ذٰلک کسی چیز سے دوری اوراس کو زائل کرنے کو: البرء کہیتے ہیں البرء وھو سلامۃ من السقم بیماری سے سلامت پانے کو کہتے ہیں

برائت کسی سے لاتعلق روگردانی کے معنوں میں آتا ہے برائت مادہ بری سے آتا ہے بری خلق کو کہتے ہیں یہ مشتق ہے مادہ برء سے برء کہتے ہیں بھرے ہوئے مٹی کو بری مٹی کو کہتے ہیں (عمدۃ الفاظ جلد ۱ص ۱۹۶) یعنی ناک زمین پر رگڑنا مثلاً الّٰہم صلی علی محمد وآل محمد ﷺ عدد البری یعنی عدد ذرات بری اس کا اصل ہمزہ ہے

(۳) یتیم ہے (۴) مساکین ہے (۵) قربی ہمسایہ (۶) پڑوسی ہمسایہ (۷) صاحب جم (۸) ابن سبیل (۹) غلام وکنیز جن بنیادوں پے اسلام کا اساس بنایا ہے ان سلسلوں میں ایک اساس بیت ہے بیت سے مراد چندین بیت ہیں والدین سے دو سلوک ہیں ایک سلوک دنیا ہے ان کے نیاز کے وقت دنیاوی مداراتی سلوک مادی سلوک ہے جب دین میں الگ ہوں گے تو ان سے محبت ختم ہو جائے گی والدین سے محبت کی احسان کی سورہ لقمان آیت۔۱۵ سورہ بقرہ آیت ۔۸۳ سورہ انعام آیت۔۔۱۹۳ سورہ احقاف آیت۔۱۵ سورہ عنکبوت آیت۔۸ سورہ مجادلہ آیت۔۲۲

۳۔زواج بننے کے بعد ایک دوسرے پر عائد واجبات ہیں ان واجبات میں سے جس نے بھی ادئیگی سے منہ موڑ کے سر پیچی کریں گے انکار کریں گے تو اسے قرآن نے ناشزہ کہا ہے ناشزہ کا حکم یہ ہے کہ دوسرے پر عائد حکم ساقط ہو جاتے ہیں اسکو عدالت میں جانے کا جواز مل جائے گا

۴۔زواج توڑنے کا اگر کہیں حالات سازگار نہیں ہوے زواج میں اختلاف ناچاقی ناسازگاری پیش آیا تو یہاں اس سلسلے جو آخری حل ہے اسے طلاق کہا ہے (آیات) یہ چار احکام بیان کریں گے۔

قضائے فوائت عبادت واجبہ:

نماز وروزہ حج جو انسان مسلمان سے از روئے سہل انگار نسیان عمدا فوت ہوتا ہے اکثر و بیشتر فوات فوات عمدی ہے فقہائے

مسلمین سنی شیعہ اس بات پر اتفاق ہے فوت شدہ عبادات بعداز وقت اس کے ذمے پر باقی رہتا ہے اس کا ادا کرنا واجب ہے چنانچہ موسوعہ فقہیہ کویتیہ ج ۳۴ص ۲۴ پر تفصیل سے بات کی ہے لیکن وجوب قضاء کے لئے کوئی دلیل قرآن وسنت سے پیش نہیں کی ہے اسی طرح فقہیے جعفری سید کاظم یزدی متوفی ۱۳۳۷ھ عروۃ الوثقیٰ میں لکھا ہے قضائے یومیہ چاہے عمدی ہو یا جھلی واجب ہے یہاں دو بحث ہیں:

۱۔ بحث یہ ہے کہ انسان خود عندالتذ کر وقت پشیمان خود ان واجبات کو بجالائے۔

۲۔اس کے مرنے کے بعد اس کے مال پر یا اس کے وارث پر واجب ہے یہ واجبات ان کے طرف سے بجالانے کے لئے اجیرانتخاب یہاں فرض قضائے مانات کے لئے کسی اور کو بطور اجیرانتخاب کرے اس سے طے اتنے رقم اس کو دیں گے یہاں یہ سوال ہے انسان متحیر اس عمل کو انجام دینے کا محرک وہ معاہدہ ہے جس کے تحت اس نے رقم لی ہے اگر اس واجب کو ادا نہیں کرے گے تو رقم اس کے لئے حرام ہوجائے گا وہ اس نیت سے اس کا قضاء بجالاتے ہے جبکہ عمل عبادی میں بنیادی شرط قصد قربت ہے قصد قربت اس سے ممکن نہیں وہ کس بنیاد پر قصد قربت کریں گے کیسے کریں گے تو یہ اعمال بغیر قصد قربت ہوگی لہٰذا یہ معاملہ فاسد ہونا اظہر من الشمّس ہے اما یہ واجبات مشخص مکلّف خود بعداز فوات انجام دیں دینا ضروری ہے یا نہیں؟

اس سلسلہ میں شارح عروۃ الوثقیٰ صاحب مصباح الاصول مرحوم آیت اللہ خوئی کی درس تقریر کو لکھتے ہوئے مصباح الاصول ج ۳ص ۳۶ پر لکھتے ہیں یہ عمل بعداز فوت محل شک ہے کہ فوات وقت کے بعد یہ عمل ابھی بھی واجب ہے یا نہیں آپ نے لکھا ہے اصل ان واجبات کے بارے میں جو حکم ہے اس وقت تک کے لئے محدود ہے بعداز فوت واجب اس کو قضاء بجالانا چاہیے اس کے لئے امر جدید چاہیے لہیذا امر جدید نہیں ہے لہٰذا اصل برائت ہے اس طرح سے ان واجبات کی قضاء کو قضاء بجالانے کی کوئی دلیل نہیں فقہاء نے اپنی استخراج کردہ اصول سے ان کو چلایا ہے فرقے اپنی کارکنوں اس جیسی امور سے زندہ رکھے ہوئے ہیں حیات میں انھیں خوف خدا نہیں دکھاتے ہیں۔

فاسقین وفاجرین کے گھروں میں چہرہ ہشاش کے ساتھ ان کے مرغن مرون پر رونق افزاء ہوتا ہے اختتام پر مزید توفیق کے لئے دست بدعا بلند کرتے ہیں اشارہ کنایہ سمجھا دیتا ہے کہ آپ کی دنیا کیس ساتھ آپ کی آخرت بھی آباد ہوگئی یہاں سے جرائت وہمت ترک واجبات شیوع پاتا ہے امت اسلامی میں اس وقت احکام اللہ نہیں احکام فقہاء نافذ ہے جو کہ ان کی دنیا کے لئے مفید ہے امام آخرت اعراض از قرآن کی وجہ سے تیرو تار ہے۔

احکام اقتصادیہ قرآن:

کلمہ اقتصاد ایک کلمہ محدثہ اصطلاح جدید ہے کلمہ اقتصاد شامل پیداوار اور خرچ صرف دونوں صدق آتا ہے مال کا پیدا کرنا اور مال کا خرچ کرنا لیکن قرآن کریم میں احادیث میں کلمہ مال آیا ہے لہٰذا علماء نے نظام مال اسلام عنوان کہا ہے کلمہ نظام مالی مفہوم اقتصاد کا حامل ہے کیونکہ شریعت قرآن وسنت میں مال کہاں سے کمع کرتے ہین اور کہاں خرچ کرتے ہیں دونوں کا ذخر ہے عبادات کے بعد حکم مال انفاق مال اسلام سے پہلے شرائع میں موجود تھے۔ مال کے بعد قرآن کریم میں انفاقی پہلو کے لئے کلمہ زکاۃ صدقات آئی ہے۔

زکاۃ معاشرے اسلامی میں اس کی اہمیت یہاں سے ملتا ہے دور عہد مکی میں بھی مختلف انداز میں زکات واجب تھا کلمہ زکاۃ قرآن کریم میں اس مال مخرج کے لئے تیس بار تکرار رہا ہے۔

بقرہ آیت ۴۳، ۸۳، ۱۱۰، ۱۷۷، ۲۷۷۔ سورہ نساء ۷۷، ۱۶۲۔ سورہ مائدہ آیت ۱۲، ۵۵۔ سورہ توبہ آیت ۵، ۱۱، ۱۸، ۷۱۔ سورہ حج آیت ۴۱، ۷۸۔ سورہ نور آیت ۵۶۔ سورہ نمل آیت ۲۔ سورہ لقمان آیت ۴۔ سورہ احزاب آیت ۳۳۔ سورہ مجادلہ آیت ۱۳۔ سورہ مزمل آیت ۲۰۔ سورہ بینہ آیت ۵۔ سورہ مریم آیت ۳۱، ۵۵۔ سورہ انبیاء ۷۳۔ سورہ مومنون آیت ۴۔ سورہ نور آیت ۳۷۔ سورہ کہف ۸۱۔ سورہ مریم ۱۲۔ سورہ اعراف ۱۵۶۔ اس میں سے ۲۷ جگہ پر صلوۃ سے متصل ذکر ہوا ہے۔

ایک جگہ بیان میں آیا ہے اس ۳۰ میں سے آٹھ دفعہ سورہ مکی میں آیا ہے باقی ۲۲ دفعہ سورہ مدنی میں آیا ہے جبکہ صدقہ ۱۲ دفعہ تکرار رہا ہے یہاں چند حقائق زکات کے بارے مین ذکر کرنا ضروری ہے:

۱۔ زکات مثل نماز وروزہ حج کے بعد دوسری مرتبہ عبودیت کے دوسرا نمونہ زکاۃ ہے۔

۲۔ قرآن کریم میں زکاۃ اور صدقات دونوں ملا کے جہاں جہاں آیا ہے زکاۃ دو صدقات دو آیا ہے اما کتنا دو اس کا ذکر نہیں۔

۳۔ نصاب زکات:

کتاب فقہ زکاۃ تالیف یوسف قرضاوی ص ۳۵۳ ۱۲ میں جمہور علماء امت از صحابہ تا الی یومنا ھذا کہا ہے زراعتا اور التمار سے عائد فوائد نتائج میں پانچ وسق پر زکاۃ واجب ہوتا ہے اس سے کم پر زکات واجب نہیں ہے جبکہ ابوحنیفہ نے قلیل وکثیر دونوں پہ واجب قرار دیا ہے علی ای حال مقدار زکات مسئلہ اختلافی رہا ہے نصاب زکاۃ کن چیزوں پہ ہیں اور کتنے دیتے ہیں اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے یہ سنت میں آئی ہے کتاب فقہ زکات ص ۶۲ پر آیا ہے جن مال پر زکاۃ آئی ہے اور ان کا نصاب معین ہوا ہے ان سے کتنی زکات دینی ہے اور خرچ کہاں کرنی ہے۔

سورہ توبہ کی آیت ۷ میں آئی ہے ابھی متعلق زکات اور مقدار زکات معین کرنے کی ضرورت قرضاوی کہتے ہیں زکات مکے میں واجب ہوئی اور وہاں مقدار زکات معین نہیں تھا آیات مدنی میں زکات پہ تاکید کی ہے اور بعض احکام بیان کیا ہے نصاب متعلقہ مقدار حدود اہل مدنی میں ہوا ہے لیکن مدینہ میں کب ہوا ہے مشہور ہی ہے کہ دوسری ہجری میں رمضان سے پہلے ہوا ہے ابن اثیر نے تاریخ میں لکھا ہے کہ زکوۃ نویں ہجری کو ہوئی ہے اور اکثر نے اس کی تائید کی ہے حافظ نے کہا ہے کہ زکات نوین ہجری سے پہلے ہوا ہے۔

نماز مکے میں بعد از اسرار واجب ہونے ۵ وقت کا اس کے بعد روزہ مدینہ میں دوسری ہجری کو واجب ہوئی ہے ''ظہرۃ اصائم من الغوی والرفث واغناء للمساکین فی یوم العید'' کہتے ہیں کہ فطرہ ایک تطہیر ہے لغو اور گناہ سے اور عید کے دن مساکن کو بے نیاز کرنے کیلئے حدیث زمام بن ثعلبہ سے پتہ چلتا ہے کہ زکات پانچویں کو واجب ہوئی ہے۔

منع زکات:

زکات نہ دینے والوں کے لئے پیغمبر نے عذاب دردناک کی خبر دی ہے قیامت میں بھی عذاب دردناک کی خبر دی ہے آل عمران آیت۔

احکام اموال قرآنیہ:

قرآن میں دوسروں کے مال کھانے سے منع کیا ہے تصرف در اموال غیر سے سورہ بقرہ آیت ۱۸۸ سورہ نساء آیت ۲۹، ۵، ۶، ۱۲۴ اموال تمہیں اللہ سے نہ روکیں منافقین ۹ سورہ نساء ۱۰، ۱۶۱، توبہ آیت ۳۴ روم ۳۹ صرف اموال خرچ کرنے کے بارے میں سورہ بقرہ آیت ۲۶۱۔۲۶۲۔

احکام قرآنیہ:

احکام قرآنیہ میں ہم قرآن کریم میں وارد تمام احکام کو پیش نہیں کرتے ہیں جو کہ ہماری طاقت وقدرت سے خارج ہے ہم صرف ان احکام کو بیان کرتے ہیں جسے فقہاء نے بغیر استناد بقرآن از خود فتویٰ دی ہے یا خلاف قرآن مزاج قرآن فتویٰ دی ہے ان احکامات میں سے ایک زکات فطرہ ہے ایک عرصے سے ذہن کو کھٹک رہا تھا فکر کو کھا رہے تھے زکات کے ہوتے ہوئے زکات فطرہ کا کیا منطق ہے اس میں بہت سی چیزیں کھٹک رہی تھی۔

منجملہ ایک ۲۰، ۳۰ سال سے یہ فطرہ سیکولروں ملحدوں دہشت گردوں دین سے دوبدو جنگ لڑنے والوں کی بجٹ بنی تھی ہماری ہمت نہیں ہوئی کہ اجتماع میں بولے تالیف میں لائے حال ہی میں جب یہ کتاب لکھنا شروع کیا تو بحث زکات چھیڑی ہے اس سلسلہ میں مصادر تلاش کرتے فقہ زکاۃ فقیہ معاصر دکتور یوسف قرضاوی کو اٹھایا تو اس کتاب کے ص ۶۱۶

پر زکاۃ فطرہ کا ذکر ہے لکھتے ہیں زکاۃ فطرہ اس کی وجوب کا سبب ماہ رمضان کے اختتام ہے فطرہ کے معنی خلقت کے ہیں اور مال کا نکلنا تزکیہ نفس کے لئے ہے عمل کو خال صکرنے کے لئے ہے نکلے ہوئے مقدار کو فطرہ کہتے ہیں۔

یوسف قرضاوی کہتے ہیں یہ کلمہ عربی نہیں ہے عرب میں یہ کلمہ استعمال نہیں یہ کلمہ نہ کسی غیر عربی زبان سے عربی بنائی ہے یہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ اختراع فقہاء ہے حاشہ نہیں علامہ ابن عابدین نے لکھا ہے یہ لفظ مولدہ ہے۔ عامی زبان ہے مولدہ کہتے ہیں وہ اصطلاحات کلمات جو بنی امیہ کے دور میں استعمال میں آیا ہے۔

اس کو صدقہ فطرہ کہتے ہیں گرانے ملک جب ضعف کمزور ہوتا ہے صالح قیادت ناپید ہو جاتا ہے تو ملک طوائف الملوک میں مشتعل ہو جاتا ہے طوائف الملوک مملکت کی تقسیم کا تمہید ہوتا ہے جسے آج کل ہم صوبائی خودمختاری کہتا ہے جب طوائف الملکی ہوتا ہے تو ملک کی بجٹ اغیار کی بیرونی فالتو اخراجات میں خرچ ہوتا ہے چنانچہ ملک میں مسلمانوں کی قوت ارادہ فیصلہ کمزور ہونے اور سیکولروں کی راج ہونے کے بعد صوبوں کی ترقی کے لئے دیئے گئے بجٹ صوبوں کی ثقافت قبرستانوں کی مزارات کی تعمیرات میں خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح شریعت اسلامی میں کوئی اسام کے سربلندی کے مالی بجٹ سیکولروں کے ہاتھ میں جاتا ہے۔

اس وقت ہمارے ملک میں بے چارے عوام سے تین قسم کی ٹیکس لیتے ہیں:

۱۔ حکومتی ٹیکس لیتے ہیں اس کا صحیح مصرف کچھ ضرور ہے اگر پورا نہیں ہے تو۔

۲۔ ٹیکس اسلام نے لگایا ہے جو پہلے دن سے لاگو ہے وہ زکات ہے اس وقت زکات بھی سیکولروں کے ہاتھ میں بچے کچے ہے وہ مفاد پرستوں یا عمرانیات میں خرچ ہوتا ہے۔

۳۔ ٹیکس جو ہے جب سے فرقے آئے ہیں فرقوں نے لاگو کی ہے زکات فطرہ قرآن وسنت سے باہر کوئی چیز ہے جو کسی بھی حوالے سے اسلام سے نہیں بنتا ہے اس بارے میں جو مشکوک شبہات خدشات لاحق ہے وہ بہت تشویشناک ہے وہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ یہی نام فطرہ یہ لفظ اس کا کوئی معنی نہیں بنتا ہے چنانچہ علماء نے کہا ہے کہ یہ اصطلاح مولدہ ہے۔

۲۔ اس کی سند کیا ہے تو اس سلسلہ میں قرضاوی صاحب لکھتے ہیں زکات فطرہ سورہ بقرہ آیت ۱۱۰ سورہ نساء آیت ۷۷ سورہ نور آیت ۵۶ کے کلمہ زکات سے نکالی ہے یہاں یہ سوال ہے اموال زکات کی پیٹ میں فطرہ کہاں سے نکالی ہے زکات تو مال پہ لاگو ہے آپ کہتے ہیں فطرہ جان پہ لاگو ہے افراد کے رقبہ پر لاگو ہے گھر میں کتنے افراد ہے اس کے حساب سے نکلتا ہے یہ استناد متشابھات ہے۔

۳۔اسلام میں زکات واجب ہے اس پہ علماء کے اختلاف نہیں ہے نماز واجب ہے اس میں اختلاف نہیں جہاواجب ہے اس میں اختلاف نہیں ہے جبکہ فطرہ کے بارے میں اختلاف حنفیہ واجب سمجھتے ہیں مالکیہ اس کو مستحب سمجھتے ہیں۔

۴۔اندازہ ہوتا ہے رمضان کے بعد مالیت لاگوکرنا اور عید بے معنی عید محرمات سے بصرے عید کا اعلان یہ کسی مسلمان کی اختراع نہیں ہے بلکہ یہ طنز ہے روزے سے رہائی ملنے کی خوشی کروجودن رہ گیا ہے اس کا جرمانہ دے دو تم نے کیوں روزہ رکھا ہے جیسا کہ باطنیہ کہتا ہے ظاہر شرع عذاب ہے۔

۵۔اس کی حکمت میں ابن عباس سے نقل کرتے ہیں رسول اللہ نے فرمایا ’’فرض رسول اللہ زکاۃ فطر طہرۃ لصائم من الغوی والرفث طعمہ للمساکین‘‘۔یہ حکمت کسی بھی حوالے سے صوم سے نہیں بنتے جوڑتے نہیں ہے جس طرح جسم مدھنہ مرغنہ پر پانی نہیں ٹکتا ہے دینی چیزیں حکمت سے ثابت نہیں ہوتے ہیں دین کے لئے نص چاہیے کہتے ہیں ہیں فطرہ زکات سے پہلے واجب ہوا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں زکات دوسری ہجری کوواجب ہوئے تو احکام لاگو ہونے کیلئے یقین محکم چاہیے ادائے فرض کے لئے یقین محکم ثبوت چاہیے حکمتیں اور احتمالات سے انسان اپنے پر ذمہ داری قبول نہیں کرتے۔

تفسیر موضوعی یوم آخرت

تفسیر یوم آخرت:

ایمان بیوم آخرت قرآن کریم کی ترتیب میں اصل دوم جہاں آیات میں آیا ہے آمنوا باللہ وبالیوم الآخر آیا ہے ایمان بہ یوم آخرت کے بغیر ایمان بہ رسول کا تصور مفہوم پذیر نہیں بنتا ہے' ایمان بالیوم آخرت کے بغیر تکالیف امرونہی بھی مفہوم پذیر نہیں ہوتا ہے مسلمان معاشروں کی بدتری وابتری کی برگشت ایمان خیرت کا ذکر نہ ہوتا ہے اسلام کے اصول سے اصول سے فروع کے ساتھ تفکیک ناپذیر ہیں ایک دوسرے سے ہٹ کر مفہوم نہیں بنتا ہے جس فقہ پر مسلمان قائم ہے ۔اس میں ایمان بہ آخرت سے منفصل چیز بنائی ہے ایمان بآخرت کی نہ دعوت ہوتی ہے نہ استدلال ہوتی ہے نہ بحث و گفتگو ایمان بآخرت صرف چند مراسم ہے وہ صرف مولویوں کی ، فادعیاشی کی حدتک محدود ہے کھانا کھیلا ایں ان کے طلب مغفرت کے مجالس رکھیں ان کے نماز وروزہ حج کی قضاء ہے وہ بھی ایمان بآخرت سے متصادم اور متعارض ہیں یوم آخرت سے پہلے کلمہ آخر کا معنی واضح کرنا ضروری ہے آخر کے بہت سے معنی اور مصادیق ہیں

۱۔اایک معنی دوسرا ہے ایک عدد پیش کرنے کے بعد آخر یعنی دوسرا

۲۔آخر مقابل اول ہے

۳۔آخر یعنی دیگر۔

یوم لغت اور قرآن میں یوم کے چند مصادیق بتائے ہیں الف یوم کا معنی ۱۲ گھنٹے یعنی نہار کو کہتے ہیں

۲۔یوم یعنی یوم کا معنی ۲۴ گھنٹے

۳۔یوم کا معنی ایک عرصہ جیسا کہ کہتے ہیں ایک دن تمھارے لئے ایک دن تمھارے خلاف یوم لک ویوم علیک ۔

۴۔یوم یعنی دنیا کے بعد آنے والا دن ۔انبیاء کتب آسمانی انسان کو ختم حیات کے بعد والے دن کا اقرار کروانے اور تسلیم کروانے کے لئے آئے ہیں اور نازل ہوئے' وقوع یوم آخرت پر عقلی دلیل نہیں کہ آخرت اصولکی آخرت صرف اخیار اللہ سے ثابت ہے لذا آخرت سے متعلق تمام آیات میں ایک قسم کی تشابہ پایا جاتا ہے اس وجہ سے اللہ سبحانہ اس بارے میں بہت سی تشبیہات مثالین نظیریں پیش کی ہے لیکن فطرت انسانی اس سے دل باندھا ہے۔فطرت میں موجود اضطرات کو سکون ملے اس فطرتی اضطراب کو ختم کرنے کے لئے دو طریقہ اپنایا ہے ایک دنیا میں اباحیہ مطلقہ کا اعلان کریں دوسرا تناسخ کا عقیدہ اپنائیں۔

اس دن کے بارے میں وارد آیات بھی ہمارے لئے ایک قسم کی آیات متشابہات رہتی ہیں جس طرح قرآن کریم میں ہمیں حکم ہے جس طرح آیات محکمات پر ایمان لائیں آیات متشابہات پر بھی ایمان لائیں کیونکہ یہ آیات بھی اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں آخرت سے متعلق آیات اپنے کلمات میں متشابہ نہیں لیکن آخرت چونکہ دوسرا عالم ہے وہاں کی چیزوں

کی شکل وصورت کیسی ہے ہمیں معلوم نہیں اس حوالے سے مشابہ ہے اسکی ایک مثال شکم میں پرورش پانے والے جنین کی ہے جنین کی غذا شکم میں خون ہے اگر اس سے کہیں گے یہی خون تمہیں شکم سے نکلنے کے بعد بھی تمہاری غذا ہوگی تو وہ صرف اتنا سمجھیں گے کہ یہی خون وہاں ملے گا اس کے وہم میں بھی نہیں ہوگا کہ وہاں خون سفید ہوگا ذائقہ مختلف ہوگا جب یوم کہتے ہیں تو ہم یہاں یوم کو بارہ گھنٹے یا چوبیس گھنٹے سمجھتے ہیں لیکن آخرت کا جو دن ہے حسب تصریح قرآن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے انبیاء اور کتب آسمانی میں انسان سے کہا ہے تمہارا ایک اور دن ہوگا جو اس دن سے مختلف ہوگا اس کی تیاری آمادگی وہاں کے نظام حیات ہماری ہدایات کے مطابق کرو وہاں کے بارے میں تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو اس لئے دوسرے دن پر ایمان لانے کے لئے کہا ہے ایمان لانے کے بارے میں دوسرا دن کہا ہے آمنوا باللہ و بالیوم الآخر لہٰذا عنوان حسب قرآن یوم آخرت ہی ہونا چاہئے انسان کیلئے ایک اور دن ہے یہ دن ہمارے مشاہدہ حس سے باہر ہے حس سے باہر ہونے کی وجہ سے قانع ہونے کے لئے بہت سے دلائل چاہئے لہٰذا قرآن کریم کا پورا زور رہا ہے کہ اس دن کی تمام خصوصیات کو یہاں بتائے تاکہ ایمان مستحکم ہو جائے آئیے دیکھتے ہیں اس دن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اور کتنے ناموں سے یاد کیا ہے

۱۔ یوم قیامت کہا ہے (آیت) ابتداء سورہ قیامت قرآن کریم کی ان آیات میں اس دن کو یوم قیامت کہا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کو یوم قیامت کیوں کہا ہے اسکی تفسیر بھی اسی قرآن میں تلاش کرنی ہے قیامت کو قیامت کہنے کی ایک وجہ قیام روح ہے سورہ نبأ آیت۔۱۷ قیامت کو قیامت کہنے کی ایک وجہ لوگ خالص اللہ کے سامنے کھڑے ہونگے سورہ مطففین آیت۔۶

۲۔ یوم موعود اس دن کا وعدہ دیا گیا ہے (آیات)

۳۔ یوم مشہود (آیات)

۴۔ یوم جزا (آیات)

۵۔ یوم حساب (آیات)

۶۔ یوم تذکر سورہ نازعات آیت۔۳۵

۷۔ یوم جمع ہے سورہ تغابن آیت۔۹ سورہ ھود آیت ۱۰۳ سورہ انعام آیت۔۱۲

۸۔ یوم فصل ہے سورہ نبأ آیت۔۱۷۔ مرسلات آیت۔۱۴۔۳۸

۹۔ یوم تبلیٰ سرائر ہے اسرار فاش ہونگے

۱۰۔ یوم نفع صادقین ہے سورہ مائدہ آیت ۔۱۱۹

۱۱۔ یوم بعث ہے سورہ روم آیت ۔۵۶

۱۲۔ یوم دین ہے سورہ حمد اور سورہ صافات آیت ۔۲۰۔ ذاریات ۔۱۲۔ سورہ انفطار آیت، ۱۷۔۱۸

۱۳۔ یوم خروج ہے سورہ ق آیت ۴۲

۱۴ یوم عصیب ہے سورہ ھود آیت ۔۱۷

۱۵۔ یوم عسر ہے سورہ قمر آیت ۔۸ سورہ مدثر آیت ۹

۱۶۔ یوم عظیم ہے سورہ اعراف آیت ۔۵۹ سورہ مریم آیت ۔۳۷ سورہ حج آیت ۔۵۵ سورہ شعراء آیت ۔۱۳۵ ۔۱۵۵۔۱۵۶ سورہ زمر آیت ۔۱۳۔ سورہ احقاف آیت ۔۲۱

۱۷۔ یوم علیم ہے سورہ زخرف آیت ۔۶۵

۱۸۔ یوم حسرت ہے سورہ مریم آیت ۳۹

قیامت کے دن کیا کیا ہوگا:

۱۔ قیامت کے دن قائدین اپنے مقودین کے آگے ہونگے سورہ ھود آیت ۔۹۸ سورہ اسراء آیت ۔۶۹

۲۔ قیامت کے دن بغیر اذن اللہ کوئی بات نہیں کرسکیں گے سورہ ھود ۱۰۵

۳۔ قیامت کو قیامت اس لئے کہتا ہے اس دن قیام حساب ہوگا قیامت کے دن کافرین کے لئے شرمندگی ہوگی سورہ نحل آیت ۔۲۷

۴۔ قیامت کے دن ہر ایک کے ساتھ ایک گواہ ہوگا سورہ نحل آیت ۔۸۹

۵۔ قیامت کے دن فیصلہ خود اللہ کرے گا سورہ نحل آیت ۔۱۲۴

۶۔ قیامت کے دن نامہ اعمال نشر ہونگے سورہ اسراء آیت ۔۱۲۔۱۴

۷۔ قیامت کے دن گناہ گار اندھے محشور ہونگے سورہ طہ آیت ۔۱۲۴۔۲۶ سورہ اسراء آیت ۔۹۷

۸۔ قیامت کے دن حاکم صرف اللہ ہوگا سورہ حج آیت ۔۶۹

۹۔ قیامت کے دن انسان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے سورہ نور آیت ۔۲۴

۱۰۔ قیامت کے دن ملائکہ دیکھیں گے تو خوش نہیں ہونگے سورہ فرقان آیت ۔۲۰

۱۱۔ قیامت کے دن انسان پریشانی سے اپنی انگلیاں کاٹیں گے سورہ فرقان آیت ۔۲۷

۱۲۔ قیامت کے دن مال اولا د فائدہ نہیں دیں گے سورہ شوریٰ آیت ۔۸۸

۱۳۔ قیامت کے دن وہ قبیح ہوں گے سورہ قصص آیت ۔۴۲۔

۱۴۔ قیامت کے دن متعین گروہ کی صورت میں جنت جائیں گے سورہ مریم آیت ۔۸۵ کافرین تنہائی میں جہنم میں جائیں گے سورہ مریم آیت ۹۵

۱۵۔ قیامت کے دن ہرایک ایک دوسرے سے غافل ہونگے ہرایک دوسرے سے فرار کرینگے سورہ حج آیت ۔۲

۱۶۔ قیامت کے دن اللہ فیصلہ کریں گے جنھوں نے اختلاف کیا ہے سورہ حج آیت ۔۶۹

۱۷۔ قیامت کے دن مجرمین کو پناہ نہیں ملے گی سورہ مؤمنون آیت ۔۶۵

۱۸۔ قیامت کے دن واویلا ہم ہلاک ہوگئے ختم ہوگئے ہلاکت میں فریاد بلند ہوں گے سورہ فرقان آیت ۔۱۴

۱۹۔ قیامت کے دن مشرکین سے کہیں گے وہ کہاں ہے جس کو تم نے میرے شریک قرار دیا ہے سورہ قصص آیت ۔۷۴۔

۲۰۔ قیامت کے دن ہرایک دوسرے سے انکار کریں گے منہ چھپائیں گے سورہ عنکبوت آیت ۔۲۵

۲۱۔ قیامت کے دن عذاب انسان کو گھیر لیں گے سورہ عنکبوت آیت ۔۵۵

۲۲۔ قیامت کے دن مجرمین مایوس ہوں گے سورہ روم آیت ۔۱۲

۲۳۔ قیامت کے دن فیصلہ اللہ ہی کریگا سورہ سجدہ آیت ۔۲۵

۲۴۔ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں ہونگے سورہ فاطر آیت ۔۱۴

۲۵۔ قیامت کے دن مجرمین غیر مجرمین میں الگ ہوں گے سورہ یٰسین آیت ۔۵۹

۲۶۔ قیمت کے دن دلوں پر مہر لگائیں گے سورہ یٰسین آیت ۔۶۵

۲۷۔ قیامت کے دن ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے سورہ زمر آیت ۔۳۱

۲۸۔ قیامت کے دن سلطنت صرف اللہ کے لئے ہوں گے سورہ غافر آیت ۱۶

۲۹۔ قیامت کے دن ہرایک کو اپنی کمائی کا صلہ ملے گا سورہ غافر آیت ۔۱۷۔

یوم حساب:

یوم حساب یوم آخرت کا دوسرا نام ہے حساب کسی چیز میں اعداد استعمال کرنے کو کہتے ہیں یعنی میں نے حساب کیا جیسا کہ سورہ یونس آیت ۔۵ عدد السنین والحساب سورہ انعام آیت ۔۹۶ میں بھی آیا ہے سورہ کہف آیت ۔۴۰ سورہ طلاق

آیت ۔۸ سورہ قمر آیت ۔ا سورہ انبیاء آیت ۔۴۷ سورہ حاقہ آیت ۔۲۴۔۲۰ سورہ آل عمران آیت ۔۱۹۹ سورہ عمّ آیت ۔۳۶ سورہ بقرہ آیت ۔۲۱۲ قرآن کریم میں یہ کلمہ دس معانی میں استعمال ہوا ہے۔:

ا۔معنی کثیر میں سورہ نباء میں آیا ہے عطاءً حساباً۔

۲۔ثواب وجزا کے لئے آیا ہے شوریٰ آیت۔

۳۔حساب بمعنی عذاب سورہ نباء سورہ کہف آیت۔

۴۔حساب بمعنی حافظ آیا ہے سورہ النساء آیت۔

۵۔حساب بمعنی شہید کے آیا ہے۔

۶۔عرض پیش کرنے خدا کے سامنے یوم یقوم الحساب یعنی پیش ہوگا سورہ ابراہیم سورہ انشقاق۔

۷۔حساب بمعنی عددت۔

۸۔حساب بمعنی تقطیر عام بغیر حساب آیا ہے۔

۹۔منازل کے معنی میں آیا ہے۔

۱۰۔حساب بمعنی گمان۔

کلمہ حساب اس کے اندر چند معانی مطالب سموئے ہوئے ہیں یہ حساب کہتے ہی انسان کے خطور میں آتا ہے حساب سے آتا ہے کہ کوئی لینے والا آیا ہے حساب حاسب محسوب محسوب بہ محسوب فیہ کون حساب لے گا حساب وہی لیں گے جو منع کر سکتے ہیں حساب اسوقت لیں گے جب عمل پورا ہو حساب عمل کا لیتا ہے کہ عمل صحیح ہے یا نہیں حساب عطاء کا ہوتا ہے جو دیا ہے حساب عمل کا ہوتا ہے کیا ہے یا نہیں اس طرح سے ان نکات کو سامنے رکھنے کے بعد اب ہم آتے ہیں کن کن چیزوں کا حساب لیں گے قرآن کریم میں یوم آخرت کو یوم حساب یوم جزا قرار دینے سے پتہ چلتا ہے احکام فقہاء حکم شریعت نہیں ہے کیونکہ حساب وکتاب وہی کریں گے جس نے حکم دیا ہے جو حکم اللہ نے دیا ہے اللہ اسی کا حساب کرے گا جو احکام فقہاء نے دیئے ہیں اللہ اس کا حساب بھی نہیں کرے گا اور بندہ بھی کہیں گے اے اللہ ہمیں آپ کا حکم نہیں آیا ہے ہم نے فقہاء سے لئے ہیں انھوں نے ان چیزوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

۲۔ہادی اللہ خالق انسان ہے اللہ ہی انسانوں کا ہادی حقیقی ہے اللہ کی طرف سے مبعوث و مامور انبیاء ومرسلین ہیں۔

نبوت ورسالت کے بھی بذات دھا عنا وین ہیں۔

قرآن تورات انجیل صحف ابراہیم وزبور داود کو رسالت کہا ہے ہدایت رسالت پہنچانے اور مومنین عارف با اسلام والوں کو نبی رسول کہا ہے قرآن کریم کی کثیر آیات میں اس رسالت کی خصوصیات امتیازات کو بیان کیا ہے سب سے اہم امتیاز یہ رسالت قطعی جزمی سے اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے علاوہ اس کو من اللہ تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ جوئی نہیں ہے کیونکہ اللہ نے اس کے مقابلہ مثل کا تحدی کیا ہے اس بارے میں مندرجہ ذیل آیات آتی ہے:

؟------------------------

شاہدومشہود:

قیامت کے دن کا ایک نام شاہد ومشہود ہے انسان اس دن مشہود واقع ہوتا ہے وہاں محرم محکوم جن وانس ہوتا ہے مدعیٰ اللہ ہوتا ہے تو نے میرا حکم ہدایت اوامر کی عدولی کی شاہد عادل واحد عادل نہیں ہوگا بلکہ شہداء کی حمایت میں ہونگے اس لئے اس کو شاہدومشہود کہتے ہیں فیصلہ کرنے کے لئے اللہ سبحانہ خود اس مجرم کو اختیار دیتا ہے اس کو قاضی حکیم قرار دیتے ہیں کفن بنفک الیوں حساب ان کیخلاف شہداء گواہی دیں گے قیامت کے دن یوم شاہدومشہود دونوں ہوگا سورہ بروج آیت ۔۳ سورہ ھود آیت ۔۱۰۳ اوذٰ لک یوم مشہود قیامت کے دن انسان کی زبان پے مہر لگائے گا کان ہاتھ پاؤں اس کے اعضاء وجوارح اس کے خلاف گواہی دیں گے خود اپنے خلاف گواہی دیں گے سورہ اعراف آیت ۔۳۷ ہر انسان کے ساتھ ایک گواہ آئے گا جو اس کے حق میں یا اس کے خلاف گواہی دیگا سورہ ق آیت ۔۲۱

شہادت، شہید، مشہود:

ان تینوں کلمے کی اصل ش، ھ، د، سے ہے جس کے لئے لغت عرب میں یہ معانی ہیں خبر قاطع حضور حاضر معائنہ علانیہ ادراک معاینہ اقرار کلمہ اسلام بیان کی ہیں لیکن حقیقت اور واقعیت میں تمام معانی کی برگشت میں حضور واقعہ حادثہ اور انعکاس صورت در اذہان اور اداء ماخوذات مصورات کو کہتے ہیں چنانچہ حضور کے معنی میں سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ اقرار شھادت سورہ یوسف آیت ۸۱ اقرار سعرہ توبہ آیت ۱۷ میں آیا ہے معانی لغت شناسی چند مشکل پیچیدہ مسائل بھی ہے شخص محقق کنندہ کو اس کا بھی خیال رکھنا ہے:

۱۔ لغت کا ایک معنی حقیقی ہوتا ہے جو ہر شخص حتیٰ عاصی بھی سمجھتا ہے دوسرا معنی مجازی ہوتا ہے یہ زیادہ تر اہل فصاحت بلاغت استعمال کرتے ہیں یہ تھوڑا سا مشکل ہوتا ہے۔

۲۔مشکلہ خیانت کاری ہوتا ہے اس دین سے خیانت کرنے والوں نے لغت بھی بنائی ہے۔انہوں نے ان سے کتب لغت لکھوائی ہیں اپنے نظریات اس میں داخل کیے ہیں گذشت زمان کے ساتھ یہ میدان جنگ بھی بن گیا ہے ایک لغت کو نکالنے اور ایک لغت کو بزور داخل کرنے کا جنگ لڑ رھا ہے بطور مثال ایران کے بادشاہ مقبور نے ایرانی لغات سے کلمات عربی نکالنے کا حکم نامہ جاری کیا تھا جبکہ برصغیر میں اہل مغرب برطانیہ اور امریکا نے انگریزی لغات داخل کرنے کا فیصلہ کیا جو کہ انتہائی کامیاب رہی ہم جیسے بوڑھے مرد وعورت ان پڑھ ہوں بھی آسانی سے کلمات اپنے چند منٹ میں چند کلمات انگریزی استعمال کرتے ہیں جس وقت ہم خطابت کرتے تھے بعض احباب کہنے لگے آپ خطاب میں انگریزی زیادہ استعمال کرتے ہیں۔نہ ہم نے انگریزی پڑی تھی اور نہ انگریزی معاشرہ میں رہنے سے حاصل تھی۔

یہ یہاں کی بازاری زبان تھی یہ سب سے خطرناک فتح بند جنگ ہے اگر اللہ نے عن قریب یا کچھ بعید مدت کے بعد پاکستان واقعی پاکستان ہوجائیں اور یہاں سے انگریزی الحاد کو نکالنے میں متفق ہوجائیں تب بھی اس دشمن کو نکالنے کیلئے کچھ وقت لگے گا امت اسلام کفر شرق وغرب کو فتح کرنے کے بعد نشر فتح سکر نصرت میں آرام کیا سویا غنودی طاری ہوئی ان کے غنودی کے دوران شکست خوردہ بیدار ہوتے شکست کی گرد وغبار کو صاف کیا تر وتازہ مسکرائے چہرہ سے خدمت گار شکل میں اندر سے استعمار گری شروع کی جہاں جہاں پاسدار محافظان سویا پایا وہاں آباد کاری وہاں آباد کاری استعمار گری شروع کی ان میدانوں میں سے ایک لغت بھی ہے لغت میں کلمہ شہید ہے۔

کلمات عرب میں جتنا اس کلمے سے کھیلا گیا ہے اور اس کلمے کے معنی کو تہ وبالا کیا ہے لغت عرب میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی ہے انھیں میں سے ایک کسی کے ہاتھوں قتل ہونے والے کو شہید کہنا ہے اس تصرف کے تحت بے دین کافر ملحد دین کا مسخرہ کرنے والے سلمان تاثیر بھٹو بے نظیر وغیرہ ایسی لمبی فہرست ملیں گے جنھوں نے اسلام کے خلاف کفر والحاد کو اہل اسلام پر مسلط کیئے ہیں اس کلمے سے کھیلنے والی ایک مظاہر رمضان کے اختتام پر چاند دیکھنے کے نام سے گڑھے گئے فتوی ہے جس میں منجمین اور جھوٹے دعواؤں کے ذریعے اہل اسلام سے روزہ کھلوانے کا کردار ادا کیا ہے انھیں میں سے ایک شہادت کے ذریعے کتمان شہادت اور جعل شہادت کے زریعے حقوق پائمال کئے ہیں اب تو عدالت گاہوں کے ارد گرد جھوٹے لوگ گومتے رہتے ہیں تا کہ کوئی ان کے خریدار آجائے یہ تنہا حکومتی عدالت گاہوں تک محدود نہیں حتی دینی عدالت گاہوں میں بھی حاضر رہتا ہے یہ اسلئے ہے جن کے دلوں میں قیامت کے شاہد ومشہود کو ان کے دلوں میں راسخ نہیں کیا ہے۔

کلمہ شہید اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے لئے استعمال غیر مربوط ہے دین سے کھیلنے والوں نے اس جیسے

بہت سے کلمات عرف متشرعہ کے نام سے اختراع واختلاق کئے ہیں اوراس خطرناک جنایت پر مقدمہ تحقیق کرنے سے روکنے کے لئے دفعہ ۱۴۴ تقلیدی کے مہنگا غیر مقیہ مدت کا قانون نافذ کیا ہے جب ہر چیز میں تقلید کروانی ہے دلیل و براہین سے جان چھڑانی پڑے تا کہ مذاہب بے پدری کولا گوکرنا ہے تو یہ کام لقمت سے شروع کیوں نہ کریں۔ تحقیق کا مطلب اسکے کسی چیز کے وجود کی دلیل تلاش کرنے کو کہتے ہیں۔ تقلید بغیر دلیل تسلیم کرنے کو کہتے ہیں تقلید وہ ٹھونسا ہوتا ہے۔

جب سے فرق اعتقادی احکامی وجود میں آئی ہے۔اس کے بچاؤ کے لئے انہوں نے سد تقلید بنائی ہے سد تیار ہو نے کے بعد انہوں نے لغت میں اختلافات شروع کئے ہیں لغت میں طلاق ہونے کو تعجب نہ کریں یہ لغت میں اغلاق ہوتا ہے جس کے پاس دلیل نہیں ہوتی ہے یہاں سے ہمیں کتب لغت میں کلمات کے جو معانی بیان کئے ہیں اس میں دقت اور غور کرنے کی ضرورت ہے کتب لغت میں کلمات دو قسم کے ہیں ایک کلمہ سماعی ہے جو عرب بدو سے سنی ہے زمانہ جاہلیت میں رائج ان سے سنی کلمات کل سرمایہ ہے زبان کو توسیع اس سے دیتے ہیں شہر نشین اس زبان کو مستحکم کرنے کے لئے دیہاتوں میں بھیجتے تھے یہ کلمات معیار قیاس لغت ہے دوسرا قیاسی ہے کہ اس مناسبت سے کلمات بناتے ہیں ماہرین لغت یہ دو طریقے جہاں اختلاف ہوتا ہے وہاں اس کو سامنے لانے کی ضرورت ہے کلمہ شہید اسلام آنے سے پہلے لغت میں رائج تھے وہاں یہ کلمہ محل حوادث پر حاضر انسان کے لئے کہا ہے واقع کو ادراک حفظ کرنے والے کو کہا ہے محل موقع پر اظہار کرنے کو کہا ہے اسی مفہوم میں زمین کو شاہد کہا ہے چونکہ قرآن میں یومئذٍ تحدّثُ أخبارَھا زمین خبر دیتی ہے تو خبر وہ دیتا ہے جو حاضر ہو تو زمین کسی ایسے وجود کے بارے میں گواہی نہیں دے سکتی جو زمین پر چلا ہی نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے کو شہید کہنا۔

لغت عرب زمان نزول شریعت میں تولید تو عین نہیں تھے جاہلیت میں تو نہیں تھے چونکہ وہاں تو اللہ کی راہ میں قتل ہونے کا تصور ہی نہیں ہوتا تھا عصبیت میں قتل ہوتے تھے اگر اس کو اسلام نے پیش کیا تو یہ ایک ایسی روج عام ہونا چاہئے تھا چونکہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں خالص اللہ کی راہ میں قتل صدر اسلام میں ہوا ہے بدر احد وحنین میں قتل ہونے والے اور خلیفہ دوئم سوئم اور چہارم اللہ کی راہ میں ہوتے ہوئے قتل ہوئے کتب تاریخ میں ان کے ساتھ کلمہ شہید نہیں آیا ہے کتب تاریخ میں قتل امیر المؤمنین علی ابن ابوطالب، قتل عمر ابن خطاب اور قتل عثمان بن عفان آیا ہے مصعب بن عمیر پیغمبر کے مدینے میں پہلے سفیر تھے وہ احد میں قتل ہوئے ان کے نام کے ساتھ کلمہ شہید نہیں لگایا۔ زمین اور ملائکہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے لیے گواہی دیں گے بلکہ یہ گواہی تنہا اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے ساتھ مخصوص نہیں سب کے لئے

گواہی دیں گے۔

شہید اگر اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے لیے مختص ہے تو وہ افراد جو دنیا جرم و جنایت میں قتل ہوا ہے قومی غیرت یا پارٹی کی حمایت میں قتل ہوئے ہیں۔ کیا ان کو شہید کہنا چاہئے۔ بھٹو بھی شہید ہے بے نظیر بھی شہید ہے دین سے کھیل کھیلنے یا دین کے خلاف لڑنے والے بھی شہید ہیں؟ محسوس یہ ہوتا ہے یہ کھیل فرقوں نے کھیلا ہے لغت نویسی بھی آج کل کے افسران کالم نگار صحافی کی طرح کرپشن پر لکھتے تھے جس طرح تاریخ نگار ہے ایک جملہ لغت میں شامل کیا ہو گا صرف اس کو سند دے کے آپ استعمال کر رہے ہیں لغت نویسی بھی رشوت خور ہو سکتے ہیں اگر آپ نہیں مانتے تو اس کے لئے ہم ایک کتاب لکھ سکتے ہیں لغت نویسوں نے کتنی خیانتیں کی ہیں اس کلمے سے ایک کھیل صوفیوں نے کھیلا ہے انھوں نے اس کو ایک مصدر علم قرار دیا ہے بین نوم یقضا و کشفات کے لئے انھوں نے بشارت کا لفظ رکھا ہے اب لفظ شہید کا جو تصور ہے وہ بے معنی ہے اسلام و قرآن سے خیانت ہے مؤلفین نے اس کلمے کو اس لئے لکھا ہے چونکہ وہ ایک فرقے میں ہے اور فرقے کے عقائد کی وجہ سے لکھا ہے

شاہد و مشہود:

دنیا و آخرت دونوں میں عدل قائم ہونے عدالت ملنے عدالت قائم ہونے میں سب سے بڑا کردار یا بنیادی رکن شہادت ہے حکومتوں میں مظلوموں کی فریاد و فغاں ظالمین کی بالادستی ان کے ہر آئے دن چرچا ملک کی ثروت دولت اغیاروں میں انتقال سے کھیل کھیلنے والوں اور اخصات مسفورات والوں حوصلہ افزائی تعاون ہمکاری ملک کی سلطنت بقاء چاہنے والوں کی حوصلہ شکنی نا امنی کا دور دورہ سب گواہ صدق کا فقدان ہے جہاں شواہد و گواہ گواہ صادق کا بحران شہادت کذب کا فراوان کی سے ہو رہا ہے جھوٹی گواہی دیں گے یا شہادت فروشی کی شکل اختیار کرنے سے ہو رہا ہے تو وہاں عدل ناپید ہوں گے شاہدوں کے میل ملاپ توڑ پھوڑ پس و پیش حیلے بہانے تزویرات رواج پانے کے بعد بڑے سے بڑے قاضی نا کام ہوتے ہیں اس کا ہنر قضاوت نا کارہ ہو جاتا ہے۔

بلکہ آج ملکی نظام فسطائیزم کی طرف جا رہا ہے نظام فسطائیزم رواج ہوتا جا رہا ہے۔

شہادت زور بھی ہر زمانے میں رہی بلکہ ان کی بھی ترقیاں ہوتی ہیں ان کے بھی مدارس ہوتے ہیں مدرسین ہوتے ہیں جو کسی کو پتہ نہیں چلتا کہ جھوٹے گواہ کہاں سے سیکھتے ہیں اگر اشارہ کر کے گزر جاوں اشکال نہیں ہوگا قرآن اور

سنت چھوڑ کر مصلحتی فتواء دینے کا دور شروع ہونے کے بعد سے شروع ہوا جہاں مصلحت کی خاطر آپ جھوٹ بول سکتے ہیں قومی فرقی مذہبی مصالح کی خاطر کار حرام فعل حرام انجام دینے میں کوئی اشکال نہیں شیعہ اپنے بھائی شیعہ کے سر براہان سنی کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں اس طرح سنی سنی کی خاطر شیعہ کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں۔

دنیا میں جھوٹے گواہوں کی شناخت شاید کبھی انبیاء کے لئے بھی مشکل کا سبب بنا ہو چونکہ وہ بھی عدالت گواہ کی گواہی کی بنیاد پر دیتے تھے۔لیکن قیامت کے دن کوئی جھوٹی گواہی نہیں دے سکے گا بلکہ وہاں ایسی گواہی لائیں جائے گی جن کی سرشت میں کذب نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہاں کے گواہوں میں ایک گواہ زبان پر مہر لگا کر اعضاء وجوارح سے گواہی لینا ہے چلتی زمین گواہی دیتی ہے ملک مؤکل گواہی دیتا ہے اتنی کثرت سے گواہ ہونگے انسان کے اعمال کردار پر قرآن میں آیا ہے۔

لا یتکلمون الا من أذن له الرحمٰن و قال صوابا سچ کے بغیر کوئی بات نہیں کر سکتا لہٰذا شہادتوں کی دور دورہ ہوگا انسان اپنے نفس کے خلاف گواہی دیں گے اس لئے قیامت کو قیامت کہنے کی ایک وجہ یہ بتایا ہے اس دن گواہ اٹھیں گے سورہ ۴۰ آیت ۔۴۱ شہادت کے اس کردار ہی اہمیت کے خاطر ضروری ہے کہ ہم شہادت کی کلمے کو بنیاد سے اٹھائیں یہ کلمہ اپنے اصل میں کس کلمے سے بنا ہے کتاب مقائیس جلد اص ۶۲۸ پر آیا ہے شین ھا دال اس کی ایک اصل ہے جس کا معنی حضور علم اعلام ہے کبھی کسی کو آگاہ کرنا جاننا حاضر کرنا اس کا مطلب یہ ہے اس کی اصل حاضر ہونا ہے جب حاضر ہونگے تو حالت سے واقف آگاہ ہوگا۔ **لایخرج شیء**

من فروعه عن الّذی ذکرناه ان تین کلمے کے علاوہ جتنے بھی فروع ہے ان سب کی برگشت ان تین پر ہے اس کی مصدر شہادت ہے شَہِدَ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ حاضر ہوتے ہیں شاہد کی جمع شہود آتا ہے کہتے ہیں شہود بچہ جب ماں کی شکم سے نکلتے ہیں تو اس کے سر پے جو پانی ہے اس کو شہود کہتے ہیں شہود الناقہ اونٹ جب ذبح کرتے ہیں تو اس جگہ پر خون یا سلی اوجھڑے وغیرہ موجود ہوتے ہیں اس کو شہود کہتے ہیں اس کے خدمت میں حاضر ہوتا ہے یا یہ زمین پر گرتا ہے زمین کا نام شاہد ہے اس حوالے سے یہ وہ خون جو زمین پر گرتا ہے زمین اس کا گواہ ہوگا چاہے بحق گزرا ہوگا یا بنا حق گزرا ہوگا وجہ سے اسے شہید کہتے ہیں کلمہ شہید حضور کے معنی ہے لہٰذا سورہ انعام آیت ۷۳ پر آیا ہے علم الغیب والشھد ۃ عالم دو قسم کی ہیں۔

غیب ہے یا حاضر ہے یہ دونوں تبادلہ ہوتے رہتے ہیں کبھی حاضر غیب میں جاتا ہے اور کبھی غیب حاضر میں آتا ہے جب انسان دنیا میں ہے تو قیامت غیب میں جب قیامت برپا ہوتا ہے تو قیامت شہود میں برپا ہوتا ہے دنیا انسان

کے یا بصر میں آتا ہے یا بصیرت میں آپ یعنی حاضر شخص بصر میں آتا ہے اور اس کے عقل روح علم بصیرت میں آتا ہے پھر اس پے احکام ظاہر تعلق ہوتا ہے اور جو بصیرت میں آتا ہے اس پے احکام عقائد لاگو ہوتا ہے قرآن میں یہ کلمہ جہاں جہاں استعمال ہوا ہے وہاں حضور کے معنوں میں استعمال ہوا ہے علم کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مثلاً ماشھد نا کہک اھلہ ان کے ہلاکت کو ہم نے نہیں دیکھا ماعلمنا وہ اقرار جو جھوٹے مجالس میں حاضر نہیں ہوتے سورہ فرقان آیت ۷۲

یوم الشفاعہ

قرآن کریم میں قیامت سے متعلق ایک عقیدہ شفاعت کا ذکر ہے اکثر و بیشتر آیات قرآنی میں قیامت کے دن شفاعت ہونے کو یکسر مسترد کیا ہے شفاعت نہ ہونے کے بارے میں وارد آیات محکم ہیں جب کہ شفاعت ہونے کے بارے میں وارد آیات متشابہ ہے لوگوں کو دین وشریعت سے دور رکھنے جرم و جنایات کے ارتکاب کو رائج کرنے والوں نے شفاعت کو محکم طریقے سے قطعی طریقے سے پیش کیا ہے شفاعت کے قائل نہ ہونے والوں کی بات کو ایک قسم کا قول مردود قرار دیا ہے دین و دیانت پے قائم رہنے اور دین دیانت کے دائرے اور حدود سے دفاع کرنے والوں کو چاہئے اس کو بنیاد سے اٹھائیں صاحب عمدۃ الالفاظ جلد۲ ص ۳۲۰ پر لکھا ہے۔

صاحب تحقیق فی کلمات القرآن جلد۶ ص ۸۲ پر کتاب مصباح اللغت سے نقل کرتے ہیں شفاعت ایک چیز کو دوسرے میں ضم کرنے کو کہتے ہیں ایک کے مال کو دوسرے کے مال سے ملا کر تجارت کرنے کو کہتے ہیں صاحب مقائیس لغت سے نقل کیا ہے شفع کی ایک اصل ہے جو دو چیزوں میں مقارنت ملازمت مقاربت کا مفہوم دیتا ہے شفع یعنی جوڑ جفت کو کہتے ہیں اس کے مقابل میں وتر آتا ہے کائنات میں مصداق وتر صرف اللہ ہے باقی کائنات شفع ہے کائنات میں کوئی چیز وتر خالص نہیں نہ وہ تنہائی میں زندگی گزار سکتی ہے۔

شفاعت جوڑ انضمام از دواج اشتراک ناگزیر ہے اصل یہ ہے اس مادے میں الحاق شیءبشیءآخر الحاق قوت بقوت آخر کسی مطلوب کے خاطر۔ کلمہ شفاعت میں الحاق وحدت موضوع وحدت اشتراک دوئیت کثرت اس لفظ کے عقم میں شامل ہے آیئے دیکھتے ہیں جن آیات میں قرآن میں قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا سورہ۔ ۶ آیت ۔۵۱ سورہ ۔۲ آیت ۔۴۸ سورہ ۔۷ آیت ۵۳ سورہ ۔۴۷ آیت ۔۴۸ سورہ ۔۴۰ آیت ۱۸ سورہ ۔۳۰ آیت ۔۱۳ سورہ ۔۳۴ آیت ۴۳ سورہ ۔ ۸۲ ۔آیت ۔۱۹

جن آیات میں شفاعت کو جزوی طور پر ذکر کیا ہے سورہ ۔۴۹ آیت ۔۴۴ اس میں کہا ہے کہ شفاعت صرف اللہ کے پاس اور اس کے علاوہ کوئی نہیں ہوگا سورہ ۳۲ آیت ۴

۲۔شفاعت وہ کریں گے جن کے حق میں اللہ راضی ہے سورہ۔۲۱ آیت۔۲۸ کوئی شفاعت از خود نہیں کرسکتا جب تک اللہ اجازت نہیں دیں گے اس معنی یعنی اذن اللہ سے لے کے کرے گا سورہ۔۳۴ آیت۔۲۳ شفاعت کسی کے ہاتھ میں نہیں جن کو انسانوں نے شفیع تصور کیا ہے نفی شفاعت سورہ۔۲ آیت۔۲۵۵ سورہ ۳۹ آیت۔۴۳ رہ گیا جن کو اللہ اجازت دیگا آیت میں یہ متشابہ ہے یعنی کس کو دیگا کس گناہ کے بارے میں کس جرم کے بارے میں کس شخص کے بارے میں یہ سب متشابہ ہے البتہ سورہ اسراء میں آیا ہے عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محموداً۔سورہ اسراء آیت۔۷۹ اللہ آپ کو مقام محمود پر فائز کریگا مقام محمود کیا ہوگا اور کس کے حق میں اور کس گناہ کے بارے میں کریں گے یہ متشابہ ہے آیات متشابہ سے تمسک کر کے مطالب حاصل کرنا حسب تعبیر قرآن منافقین کی شناخت ہے۔

۲۹ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ ۱۰۔۴۳ وقت

اگر تم نے میرے احسانات کو فراموش کیا ہے میری نیکیوں کو نظر انداز کیا ہے اگر مخاطب اس میں غلط بیانی کر رہا ہے تو وہ فوراً کہہ دیتا کہ آپ نے کونسی نعمتیں دی ہیں تا کہ میں آپ کے مرہوں منت احسان مند ہو جاؤں اگر وہ یہ نہ کہے خاموش ہو جائے سر نیچے کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اس کے احسانات کا معترف ہے یہاں بھی اللہ فرماتے ہیں جس نے تم اور تمہاری اجداد کو خلق کیا ہے اس سے ڈرو تو لوگوں کے پاس کہ وہ کسی کی مخلوق نہیں منعم علیہ نہیں تو فورا کہہ دیا لہٰذا وہ اللہ کی مخلوق ہوتا ہے مخلوق ہونا ایک مسلمہ حقیقت نا قابل تردید حقیقت ہے نا قابل انکار حقیقت ہے لہٰذا جب بھی مشرکین سے پوچھا گیا تمہیں کس نے خلق کیا ہے تو وہ اللہ ہی کو بتایا یہاں اگر ان کا خالق اللہ نہ ہوتا تو وہ کہ سکتے تھے آپ نے تو خلق نہیں کیا ہے اس مسئول کا یہ لا جواب ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان اللہ کی مخلوق ہے اس اعتراف کا وہ بہت سی جگہ اعتراف بھی کرتے ہیں دنیا میں انسانوں نے بہت سی ایجادات کئیں ہیں دوائیں بنائی ہیں مشینری بنائی ہے تو اس کے ساتھ ایک ھدایت نامہ جاری کرتے ہیں اس کو استعمال کرنے کا یہ طریقہ ہے جن چیزوں سے اس کو بچانا ہے اس کا ذکر ہوتا ہے جن چیزوں سے پرہیز کرنا ہے اس کا ذکر ہے جب انسان نے اعتراف کیا کہ وہ اللہ کی مخلوق ہے تو اللہ ان کو ھدایت نہیں دے گا؟ نہیں دے گا اس کا فعل عبث ہوگا یہاں اللہ نے ایّھا الناس سے خطاب کر کے لوگوں کو بتایا ہے کہ دو حالوں سے خالی نہیں یا میری خانقیت سے انکار کر و یا میری دی ہوئی ہدایت پر عمل کر و اس کے بارے میں سوال ہوگا دنیا میں جو کچھ فتنہ و فساد ہے وہ ستاروں سے نہیں حیوانات سے نہیں حشرات سے نہیں وہ انسان کرتا ہے حتی ظلم کا آغاز صلہ رحم سے ہوتا ہے اللہ فرماتا ہے کہ اللہ سے ڈرو میری ہدایات کے بارے میں تم سے اور تمہارے صلہ ارحام سے سوال

ہوگا ہر قانون کا نفاذ اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں سزا کی طاقت سے ہوتا ہے قانون اجراء کرنے والے مخالفین کو سزا دینے میں کتنی طاقت وقدرت رکھتا ہے یہی وجہ ہے ملک میں اللہ کے قانون کی مخالفت کی جو سزائیں قرآن میں آئی ہیں اس کے بیان نہ ہونے کی وجہ سے شریعت الٰہی نافذ نہیں ہو رہا ہے لیکن پولیس پیچھے ہونے کی وجہ سے وزیر اعلیٰ کی شریعت قوانین آسانی سے نافذ ہو رہے ہیں۔

یہ ملک مسلمانوں کا ملک ہے یہاں شراب جواز نا حرام ہے حکومت کی سرپرستی میں آسانی سے ارتکاب کرتا ہے اللہ کی شریعت معطل مغرب کی شریعت نافذ رہتی۔

یہ صورت حال اس ملک کو علماء کے سیاست میں آنے کی وجہ سے ہوا ہے جب سے انھوں نے بشارت و انذار چھوڑ کر اللہ پرستی چھوڑ کر سیاست پرستی کا وعظ کرنا شروع کیا ہے سورہ النساء آیت ۔۱۱۴ اس آیت کریمہ میں اللہ نے ناس سے خطاب میں فرماتا ہے تمہاری طرف اللہ کی طرف سے اس کی الوھیت کے بارے میں برھان آئی ہے اس کے بعد نور بھی نازل کیا ہے برھان کسی کو منوانے تسلیم کروانے خاضع کروانے خاموش کروانے کے وسائل کو برھان کہتے ہیں وہ عام طور پر معجزات ہیں انبیاء کی معجزات دیکھنے کے بعد بعض نے تسلیم کیا اور بعض نے مقابلہ کرنے سے عاجز وقاصر رہنے کی وجہ سے اس برھان کو سحر جادو کہا تب بھی وہ کامیاب نہیں ہوئے ان کی بات ثابت نہیں ہوئی جادوگر ہار گئے لیکن اللہ نے خاتم انبیاء کو ایک ہی چیز دی ہے وہی ان کا معجزہ ہے وہی ان کا نظام حیات ہے اس قرآن کے بعد پیغمبر سے معجزہ طلب کرنے والوں کو اللہ نے طعن وتنقید کا نشانہ بنایا ہے کہا ان کو یہ کافی نہیں ہے ہم نے معجزے کے بدلے میں کتاب پڑھنے والی آیت دی ہے اللہ قرآن میں پیغمبر کے دور میں معجزہ طلبان کو کہا ہے کہ قرآن کا معجزہ کافی ہونا چاہئے اسی پر اکتفاء ہونا چاہئے لیکن جعل سازوں نے معجزات پر موسوعات لکھی ہیں یہاں نور مبین سے مراد حقائق ومعارف قرآن ہے جن لوگوں نے ہماری آیات پر ایمان لایا کتاب پر ایمان لایا اور اس سے تمسک کی ہم ان کو اپنی رحمت میں فضل میں شامل کریں گے اور ہر آئے دن صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کریں گے۔

نبوت ورسالت قرآنیہ:

نبوت ورسالت کے عنوان میں بہت سی عنوانات آتے ہیں آیا بشر یعنی بعثت انبیاء ورسل کے بغیر خود سعادت کی زندگی گزار سکتے ہیں جیسے براہمہ کہتے ہیں ایک سلسلہ انبیاء آنے کے بعد بشر انبیاء سے بے نیاز ہوسکتا ہے جیسا کہ متجددین صوفین کہتے ہیں۔

۳۔قرآن بذات خود ایک جامع ہدایت ہے۔اللہ انسانوں کی ہدایت کے لئے ملائکہ، جن، انسانوں میں سے

کس کو انتخاب کریں۔ اس سلسلے میں چند مفروضے ہیں۔

نبوت ورسالت قرآنیہ:

۱۔ آیا بشر دنیوی اور اخروی زندگی میں سعادت کے لئے ھدایت ورہنمائی الٰہی کا نیازمند ہے یا نہیں۔

کچھ محدود وقت بعد بشر ہدایت انبیاء سے مستغنی ہونگے خود استقلال پائیں گے جس طرح دنیا میں اولاد کچھ دیر کے بعد آباء سے استقلال پاتے ہیں طالب علم اساتید سے استقلال پاتا ہے آیا ھدایت الٰہی کچھ دیر کے لئے ہونگے۔

۳۔ جب تک روئے زمین پر بشر ہونگے ھدایت ورہنمائی انسان کے لئے ناگزیر ہونگے۔

۴۔ سلسلہ نبوت بعثت انبیاء اپنی ایک دور کے بعد ختم ہونگے لیکن اس کی رسالت جاری رہے گی۔

۵۔ قرآن کریم میں حضرت محمد ﷺ کو خاتم انبیاء تعارف کرایا ہے اور آپ کی کتاب قرآن کریم کو خاتم کتب آسمانی قرار دیا ہے جن آیات میں پیغمبر کی نبوت کو خاتم رسالت اور خاتم نبوت کہا ہے وہ یہ آیات ہیں سورہ احزاب آیت ۴۰۔ کلمہ خاتم کے معنی کہے چاہے خاتم زینت کے لئے یا ختم کنندہ ہو جو بھی ہو کسی چیز کو کسی چیز پر ختم کرنے کو بند کرنے کو خاتم کہتے ہیں چنانچہ یہ کلمہ قرآن کریم میں جہاں آیا ہے اس کے اختتام کے لئے آیا ہے سورہ مطففین آیت ۲۵۔۲۶ سورہ شوریٰ آیت ۲۴ سورہ غاشیہ آیت ۲۳ سورہ انعام آیت۔۴۶ ان تمام میں کلمہ خاتم ختم کرنے کے معنوں میں آیا ہے یعنی باب بعثت انبیاء حضرت محمد ﷺ پر ختم کیا ہے چنانچہ ابن فارس نے کہا ہے خاتم کی ایک اصل ہے وہ کسی چیز کے آخر کو پہنچنے کو کہتے ہیں امت اسلامی میں ختم نبوت سے اختلاف کرنے والوں میں فرقہ بھائی حسین نوری متوفی ۱۳۰۹ھ ان کے بعد غلام احمد قادیانی ہے جو پنجاب کے شہر قادیان میں ۱۸۹۲ میں میں پیدا ہوا اس نے دعویٰ کیا کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد ہیں اس کے سند میں حدیث مجدد دین پیش کی کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد آئیں گے وہ دین کو تجدید کریں گے میں وہ مجدد ہوں اس چودھویں صدی کے لئے مجھے انتخاب کیا ہے اس نے کبھی مھدی کہا کبھی مسیح کہا پھر دعویٰ کیا میں نبی ہوں جس طرح بنی اسرائیل کے نبی تھے میں بغیر صحف نبی ہوں ۱۹۰۸ کو مر گیا تو ان کی قوم میں اختلاف ہوا بعض نے بشیر الدین احمد کی پیروی کی بعض نے اس کے امیر محمد علی جو اس کا ساتھ دیتا تھا اس کی پیروی کی اس کے بعد انھوں نے لاہور میں اپنا نام احمدیہ رکھا انھوں نے ختم نبوت میں تشکیک اس طرح سے کی کہ خاتم بمعنی زینت ہے اس صورت میں نبوت کے خاتمے پر دلالت نہیں کرتے پیغمبر انبیاء کی زینت ہے اس سے یہ نہیں نکلتے کہ کوئی نبی نہیں آیں گے گویا پیغمبر دیگر انبیاء کی زینت ہے پیغمبر خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آیں گے اس پر دوسری آیت سورہ فرقان آیت ۔۳ سورہ فصلت آیت ۔۱۴۔۴۲۔

۴۔آیت سورہ انعام آیت ۱۹۔

۵۔سورہ سباء آیت ۔۲۸

۶۔سورہ مائدہ آیت ۔۴۸

۱۔ایک مفروضہ یہ ہے اللہ ہر ایک انسان کو وحی کریں یا ہر ایک انسان اللہ سے خود رابطہ کریں یہ مفروضہ اس آیت کریمہ کے خلاف وما یبلغ عن اللہ بعد رسول السما الا الستر ۔

تفسیر یوم آخرت:

ایمان بیوم آخرت قرآن کریم کی ترتیب میں اصل دوم میں شمار کیا ہے جہاں آیات میں آیا ہے آمنوا باللہ وبالیوم الآخر ایمان یوم آخرت کے بغیر ایمان برسول کا تصور ضرورت مفہوم پذیر نہیں بنتا ہے مسلمان معاشروں کی بدتری وابتری برگشت اس دن پر ایمان لانے سے یکسرہ نظر انداز ہے ایمان بآخرت کی نہ دعوت ہوتی ہے نہ استدلال ہوتی ہے نہ بحث و گفتگو ایمان بآخرت سے متعلق صرف چند رسومات ہیں وہ بھی ایمان بآخرت سے متصادم اور متعارض ہے یوم آخرت سے پہلے کلمہ آخر کا معنی واضح کرنا ضروری ہے آخر کے بہت سے معنی اور مصادیق ہیں

۱۔اس کا ایک معنی دوسرا ہے ایک عدد پیش کرنے کے بعد دوسرا یعنی آخر

۲۔آخر مقابل اول ہے

۳۔آخر یعنی دیگر امّا یوم لغت اور قرآن میں یوم کے چند مصادیق بتائی ہے الف۔یوم کا معنی ۱۲ گھنٹے یعنی نہار کو کہتے ہیں

ب۔روز کو کہتے ہیں یعنی یوم کا معنی ۲۴ گھنٹے

ج۔یوم کا معنی ایک عرصہ جیسا کہ کہتے ہیں ایک دن تمھارے لئے ایک دن تمھارے خلاف یوم لک و یوم علیک دوسرا یوم یعنی دنیا کے بعد آنے والی دن ۔انبیاء کتب آسمانی انسان کو ختم حیات کے بعد والے دن کی اقرار کروانے اور تسلیم کروانے کے لئے آئے ہیں اور نازل ہوئیں ہیں اس دن کے بارے میں وارد آیات بھی ہمارے لئے ایک قسم کی آیات متشابھات رہتیں ہیں جس طرح قرآن کریم میں ہمیں حکم ہے جس طرح آیات محکمات پر ایمان لائے آیات متشابھات پر بھی ایمان لائے کیونکہ یہ آیات بھی اللہ کی طرف سے نازل ہے آخرت سے متعلق آیات اپنی کلمات میں متشابہ نہیں لیکن آخرت چونکہ دوسرا عالم ہے وہاں کی چیزوں کی شکل وصورت کیسی ہے ہمیں معلوم نہیں اس حوالے سے مشابہ ہے اسکی

ایک مثال شکم میں پرورش پانے والے جنین کی ہے جنین کی غذا شکم میں خون ہے اگر اس سے کہیں گے یہی خون تمہیں شکم سے نکلنے کے بعد بھی تمہاری غذا ہوگی تو وہ صرف اتنا سمجھیں گے کہ یہی خون وہاں ملے گا اس کے وہم میں بھی نہیں ہوگا کہ وہاں خون سفید ہوگا ذایقہ مختلف ہوگی جب یوم کہتے ہیں تو ہم یہاں یوم کو بارہ گھنٹے یا چوبیس گھنٹے سمجھتے ہیں لیکن آخرت کا جو دن ہے حسب تصریح قرآن ہماری ایک ہزار سال کے برابر ہے انبیاء اور کتب آسمانی میں انسان سے کہا ہے تمہارا ایک اور دن ہوگا جو اس دن سے مختلف ہونگے اس کی تیاری آمادگی وہاں کے نظام حیات ہماری ہدایات کے مطابق کرے وہاں کے بارے میں تم کچھ بھی نہیں جانتے ہو اس لئے دوسرے دن پر ایمان لانے کے لئے کہا ہے ایمان لانے کے بارے میں دوسرا دن کہا ہے آمنوا باللہ و بالیوم الآخر لہذا عنوان حسب قرآن یوم آخرت ہی ہونا چاہئے انسان کیلئے ایک اور دن ہے یہ دن ہمارے مشاہدہ حس سے بہر ہے حس سے بہر ہونیکی وجہ سے قانع ہونے کے لئے بہت سے دلائل چاہئے لہذا قرآن کریم کی پوراز ور رہا ہے اس دن کے تمام خصوصیات کو یہاں بتائے تا کہ ایمان مستحکم ہوجائے آیئے دیکھتے ہیں اس دن کو اللہ تبارک وتعالیٰنے اور کتنے ناموں سے یاد کیا ہے

۱۔ یوم قیامت کہا ہے (آیت) قرآن کریم کی ان آیات میں اس دن کو یوم قیامت کہا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کو یوم قیامت کیوں کہا ہے اسکی تفسیر بھی اسی قرآن میں تلاش کرنی ہے قیامت کو قیامت کہنے کی ایک وجہ قیام روح ہے سورہ نباء آیت ۔ ۱۷ قیامت کو قیامت کہنے کی ایک وجہ لوگ خالص اللہ کے سامنے کھڑے ہونگے سورہ مطففین آیت ۔ ۶

۲۔ یوم موعود اس دن کا وعدہ دیا گیا ہے (آیات)

۳۔ یوم مشہود (آیات)

۴۔ یوم جزا (آیات)

۵۔ یوم حساب (آیات)

۶۔ یوم تذکر سورہ نازعات آیت ۔ ۳۵

۷۔ یوم جمع ہے سورہ تغابن آیت ۔ ۹ سورہ ھود آیت ۱۰۳ سورہ انعام آیت ۔ ۱۲

۸۔ یوم فصل ہے سورہ نباء آیت ۔ ۱۷ ۔ مرسلات آیت ۔ ۱۴ ۔ ۳۸

۹۔ یوم تبلیٰ سرائر ہے اسرار فاش ہونگے

۱۰۔ یوم نفع صادقین ہے سورہ مائدہ آیت ۔ ۱۱۹

۱۱۔ یوم بعث ہے سورہ روم آیت ۔ ۵۶

۱۲ایوم دین ہے سورہ حمد اور سورہ صافات آیت ۔۲۰۔ذاریات۔۱۲۔سورہ انفطار آیت، ۱۷۔۱۸

۱۳۔ یوم خروج ہے سورہ ق آیت ۴۲

۱۴ایوم عصیب ہے سورہ ھود آیت ۔۱۷

۱۵۔ یوم عسر ہے سورہ قمر آیت ۔۸ سورہ مدثر آیت ۹

۱۶۔ یوم عظیم ہے سورہ اعراف آیت ۔۵۹ سورہ مریم آیت ۔۳۷ سورہ حج آیت ۔۵۵ سورہ شعراء آیت ۔۱۳۵۔۱۵۵

۔۱۵۶ اسورہ زمر آیت ۔۱۳۔سورہ احقاف آیت ۔۲۱

۱۷۔ یوم علیم ہے سورہ زخرف آیت ۔۶۵

۱۸۔ یوم حسرت ہے سورہ مریم آیت ۳۹

قیامت کے دن کیا ہوگا اس دن کیا کیا ہونگے قیامت کے دن قائدین اپنے مقودین کے آگے ہونگے سورہ ھود آیت ۔ ۹۸ سورہ اسراء آیت ۔۶۹ قیمت کے دن بغیر اذن خدا کوئی بات نہیں کرسکیں گے سورہ ھود ۱۰۵ قیامت کو قیامت اس لئے کہتا ہے اس دن قیام حساب ہوگا قیامت کے دن کافرین کے لئے شرمندگی ہوگی سورہ نحل آیت ۔۲۷ قیامت کے دن ہر ایک کے ساتھ ایک گواہ ہوگا سورہ نحل آیت ۔۸۹ قیامت کے دن فیصلہ خود اللہ کریگا سورہ نحل آیت ۔۱۲۴ اقیامت کے دن نامہ اعمال نشر ہونگے سورہ اسراء آیت ۔۱۲۔۱۴ اقیامت کے دن گناہ گار اندھے محشور ہونگے سورہ طٰہٰ آیت ۔۱۲۴۔۱۲۶ سورہ اسراء آیت ۔۹۷ قیامت کے دن حاکم صرف خدا ہوگا سورہ حج آیت ۔۶۹ قیامت کے دن انسان کے ہاتھ پاؤں گواہ دیں گے سورہ نور آیت ۔۲۴ قیامت کے دن ملائکہ دیکھینگے تو خوشی نہیں ہونگے سورہ فرقان آیت ۔۲۰ قیامت کے دن انسان پریشانی سے اپنی انگلیاں کاٹیں گے سورہ فرقان آیت ۔۲۷ قیامت کے دن مال اولاد فائدہ نہیں ہوں گے سورہ شوریٰ آیت ۔۸۸ قیامت کے دن وہ قبیح ہوں گے سورہ قصص آیت ۔۴۲۔ قیامت کے دن متقین گروہ کی صورت میں جنت جائیں گے سورہ مریم آیت ۔۸۵ کافرین تنہائی میں جہنم میں جائیں گے سورہ مریم آیت ۹۵ قیامت کے دن ہر ایک ایکدوسرے سے غافل ہونگے ہر ایک دوسرے سے فرار کرینگے سورہ حج آیت ۔۲ قیامت کے دن اللہ فیصلہ کریں گے جنھوں نے اختلاف کیا ہے سورہ حج آیت ۔۶۹ قیامت کے دن مجرمین کو پناہ نہیں ملیں گے سورہ مؤمنون آیت ۔۶۵ قیامت کے دن واویلا ہم ہلاک ہوگئے ختم ہوگئے ہلاکت میں فریاد بلند ہوں گے سورہ فرقان آیت ۔۱۴ اقیامت کے دن مشرکین سے کہیں گے وہ کہاں ہے جس کو تم نے میرے شریک قرار دیا ہے سورہ قصص آیت ۔۷۴ قیامت کے دن ہر ایک دوسرے سیا نکار کریں گے منہ چھپائیں گے سورہ عنکبوت آیت ۔۲۵ قیامت کے دن عذاب انسان کو گیرلیں گے

سورہ عنکبوت آیت ۔۵۵ قیامت کے دن مجرمین مایوس ہوں گے سورہ روم آیت ۔۱۲ قیامت کے دن فیصلہ اللہ ہی کریگا سورہ سجدہ آیت ۔۲۵ قیامت کے دن کسی پر ظلم نہیں ہونگے سورہ فاطر آیت ۔۱۴ قیامت کے دن مجرمین غیر مجرمین میں الگ ہوں گے سورہ یٰسین آیت ۔۵۹ قیمت کے دن دلوں پر مہر لگائیں گے سورہ یٰسین آیت ۔۶۵ قیامت کے دن ایک دوسرے سے لڑ پڑیں گے سورہ زمر آیت ۔۳۱ قیمت کے دن سلطنت صرف اللہ کے لئے ہوں گے سورہ غافر آیت ۱۶ قیامت کے دن ہر ایک کو اپنی کمائی کا صلہ ملیں گے سورہ غافر آیت ۔۱۷۔

تفسیر قرآن ربوبیت والوہیت

ربوبیت والوہیت :

کتاب مقائس الغتہ ج اص ۴۵۸ پر آیا ہے رب ان دو کلمے کے چند اصول ہیں **اصلاح اشئی و القیام علیه رب مالک و خالق لزوم شئی و الاقامة علیه ۔**

کتاب التحقیق فی کلمات جلد۴ص ۱۷ الرب (الف لام) یا اضافے کے ساتھ اللہ کے لئے کہتے ہیں کسی چیز کے مالک کو کہتے ہیں رب الدین رب المال سیّد کو کہتے ہیں سربراہ آقا مالک کو کہتے ہیں **فیسقیٰ ربّه خمرا الرب۔** جب کہیں گے تو مخلوق کے لئے صحیح نہیں ہے مالک کے معنی میں کیونکہ (ال) عموم کے لئے ہے تو مخلوق تمام مخلوقات کا مالک نہیں ہوسکتا۔ صاحب مقائیس سے نقل ہے رب کی چند اصول ہیں۔

۱۔**رب اصلاح شیء و القیام علیه رب : مالک ، خالق، و الصاحب ۔**

۲۔**رب المصلح الشیء رب فلان ضیعتَه فلان باغ کا مالک ۔**

۳۔رُبّ عنب رب انگور کو کہتے ہیں۔

رب رب کل الشیء : مالکه و الربانیّ شدید الاتساب رب اصل میں تربیت کو کہتے ہیں ایک چیز کو ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کرنے کو کہتے ہیں اصل اس مادے میں **سوق شیء الی جهة کمال و رفع النقائص بالتخلیةو التحلیة۔**

وحدانیت اللہ:

کلمہ وحدانیت مادہ وحد سے بنایا ہے جس کے معنی انفراد ہے راغب اصفہانی نے کہا ہے ہی شئی الذی لا جزء لہ وحدہ یعنی اس کو واحد گردانا گیا یا اس کو ایک حساب کیا ہے۔

کلمہ واحد مشترک بین مخلوق و خالق یعنی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں وحدت میں فرق ہے وحدت مخلوق قابل تحول ہوتا ہے یا وحدت دعائیہ ہے وحدت حقیقی نہیں ہے اما وحدت خالق جل شانہ وحدت اصلی ہے عارضی نہیں وحدت حقیقی ہے قابل تھول نہین قابل انتقال نہیں ہے۔

احد اکمل از واحد ہے اما وانیہ یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اما توحید یہ ایمان مکلّف ہے اللہ تعالیٰ متصف بوحدت ہے۔

وحدانیت اللہ اس کائنات جو صاحب فکر و عقیدہ ہے وہ انسان ہے انسان اس کائنات میں دو چیز دیکھ رہا ہے ایک خود انسان ہے خود کو دیکھ رہا ہے دوسرا تمام کائنات آسمان ستارے بحرات اشجار و درخت حیوانات دیکھ رہا ہے یہاں تین

مفروضہ بنتا ہے یہ مخلوقات انسان سمیت خود نے خود کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ باطل ہے کیونکہ انسان قبل از وجود نہیں تا کہ وہ خود کو خلق کریں ہر چیز کی وجود میں آنے کے لئے ایک موجود چاہیے یہ مسلمات عقل کے خلاف ہے قرآن کریم میں اس مفروضے کو باطل گردانا ہے طور ۳۵۔۳۶

۲۔بعض نے بعض کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ بھی پہلے جیسا باطل ہے کیونکہ جس نے دوسرے مخلوق کو خلق کیا ہے خود کو کس نے خلق کیا ہے خود نے خود کو خلق کیا باطل ہے چہ جائیکہ دوسرے کو خلق کریں۔

۳۔غیر مخلوقات نے مخلوق کو خلق کیا ہے یہاں سوال آتا ہے یہ غیر مخلوقات جس نے تخلیقات کو خلق کیا ہے وہ ہاتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے یا وہ خود مخلوقات ہے تو وہ گیا کائنات کو اللہ نے خلق کیا ہے اللہ نے ہی کائنات کو خلق ہے اس پر اللہ پرستوں نے یہ دلائل قائم کی ہے۔

توحید ربوبیت والوھیت:

قرآن کریم میں خطابات دیکھنے سے پتہ چلے گا کہ یاایّھا الناس سے خطاب کی تعداد بہت کم ہے جبکہ الناس کی تعداد بہت ہے جس میں تمام انسان شامل ہیں یاایھا الناس تمام منکر اللہ انبیاء قیامت شریعت ادیان محرفہ والے یہود و نصاریٰ مجوس سب شامل ہے منافقین معاندین سب شامل ہے لہٰذا ایھا الناس سے خطاب زیادہ ہونا چاہیے۔اس کی یہ وجوہات ہوسکتی ہے:

ا۔وہ دلیل سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔وہ کسی طرح سے دعوت سننے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔کہتے ہیں ہمارے کانوں میں کپاس ہے اور اگر کسی پر دلیل یا دعوت سننے کا کی خدشہ رہتا ہے تو اس پر شور وشرابہ کریں۔

واسقف فیہ ہے معاندین کا گروہ آتا ہے اس مشرکین یہود و نصاریٰ مجوس حتیٰ مسلمانوں کے فرقہ ضالہ جو اندر یہ یہود و نصاریٰ صلیبوں کا ہے باہر مسلمان ہونے کا مظاہرہ کرتا ہے یہ گروہ قابل مخاطب نہیں ے ان کے بارے میں سورہ بقرہ کی پانچویں چھٹی آیت آئی دوسرا گروہ فاضلین ان پڑھ ہے۔ناس تین حالات سے خالی نہیں ہے۔

ا۔یا ناس جاھل ہے انپڑ ہے سادہ ہے اس سے متوجہ متنبہ کرنے والے ملے اس کے عقل اس کو درک کرے تو وہ آمنا صدقنا کہیں گے۔

۲۔آسان سے ہر صدا کی طرف نہیں جاتے وہ مطالبہ دلیل کرتے ہیں۔

۳۔معانداور متکبر گروہ ہے ان کو ھدایت ہونی نہیں ہے لہٰذا وہ درجہ مخاطب سے گر جاتا ہے ان کو مزید دعوت دینے کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے لہٰذا گفتگو صرف دوسری گروہ سے ہوں گے جو ربوبیت والوھیت کے لئے دلیل مانگتے

ہیں۔

سورہ بقرہ آیت۔۲۱۔۱۶۸سورہ النساء آیت۔۱ ۔۱۷۴ سورہ اعراف آیت۔۱۵۸ سورہ یونس آیت۔۲۳ ۔۱۰۴۔۱۰۸ سورہ حج آیت۔۱۔۵۔۴۹۔۲۷سورہ نمل۔آیت۔۱۶سورہ لقمان آیت۔۳۳سورہ فاطر آیت۔۱۵سورہ حجرات آیت۔۱۳سورہ انشقاق آیت۔۶ ان میں یاایّھا الناس کہکے خطاب کیا ہے ان آیات کو پڑھنے سے ان کی تفسیر دیکھنے سے غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ انسان اس دنیا میں خودکو ایک بڑی طاقت قدرت کے اندر سمجھتے ہیں بے بس سمجھتے ہیں وہ دو ہیں

ا۔جو رزق اس کو ملتا ہے اس کی بقائے حیات کے لئے ضروری ہے اسے طلب کرتے ہیں کبھی یہ ارزاق انسان کے لئے آسان میسر نظر آتے ہیں کبھی دشوار مشکل زحمت سے میسر آتا ہے کبھی ناممکن ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ اس سلسلے میں پریشان رہتے ہیں، کبھی انسان اپنے ارزاق کی برگشت دریاوں کو گردانتے ہیں اسکے سامنے خاضع ہوجاتے ہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ انسان کو اس زاوئے سے خطاب فرماتا ہے یہ جو رزق تم کھاتے ہو ارزاق اس کو پانی کون دیتا ہے اس کو کون اگاتے ہیں غذا سے زیادہ اہمیت پانی کو ہے یہ جو پانی تم پیتے ہو کہاں سے آتے ہیں کبھی فرماتا ہے ان بنجر زمینوں کو آباد کون کرتا ہے بتاؤ بعض تقلیدی لوگوں نے یہاں شبہ ایجاد کیا ہے یہ جو پانی آسمان سے آتے ہیں غلط ہے آسمان سے نہیں نزدیک سے آتے ہیں درمیان سے آتا ہے دریاؤں سمندروں سے بخارات بن کے اُوپر جاتا ہے اور بادلوں میں رہتا ہے پھر بادل سے نیچے گرتا ہے تو ان سے سوال ہوگا یہ جو پانی سمندر اور بخارات اُوپر کون لے جاتا ہے؟ اُوپر محفوظ کون کرتا ہے اُوپر سے نیچے کون گراتا ہے؟ یہ جو آگ تم جلاتے ہو اپنے غذا کو پکانے کے لئے استعمال کرتے ہو یہ کس نے نکالا ہے ؟ کہاں سے لایا ہے؟ اگر ہم اس پانی کو بند کریں تو کوئی ہے جو تمہیں پانی لاکر دے گا؟ ارزاق چونکہ انسان کی بقائے حیات کے لئے پہلا اور آخری ستون ہے انسان کی حیات میں تین ستون ہیں:

ا۔غذا

۲۔پانی

۳۔ہوا

غذا انسان کے اندر چند دن کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے پیٹ میں چربی کی صورت میں ہڈی میں یہ چیزیں ذخیرہ ہوتیں ہیں چند دن غذا نہ ملے تو ذخیرہ سے کھاتے ہیں ذخیرہ ختم ہونے کے بعد وہ مرجاتا ہے لھذا بھوک انسان کے لئے برداشت نہیں ہے بھوک لگنے کے بعد ظالم بادشاہ بھی محفوظ نہیں رہتا ہے بعض مرنے سے پہلے خودکشی کرتا ہے غذا کی

اہمیت اتنی ہے مصر میں ایک سال قحط ہوا انسان اپنے عزیز و اقارب کے مردہ گوشت کھانے لگے ایک عورت اپنے زیورات کے بستے کو بازار لے گئی چند کلو گندم خریدنے کے لئے چند کلو گندم دینے والے نہیں ملے تو اس نے زیورات کو راستہ پے پھینک دیا جب مجھے میری حیات کیلئے چند کلو گندم نہیں ملے تو مجھے اس کا کیا فائدہ غذا کی اتنی اہمیت ہے۔

پانی کی اہمیت ہارون الرشید اس وقت کی چالیس سے پچاس حکومتوں کے حاکم تھے پاکستان ہندوستان افغانستان ایران روم سب ان کے ماتحت تھے۔

ایک دن اس نے دربار میں خادم سے پینے کا پانی مانگا خادم نے اس کو پانی دیا پانی پینے سے پہلے عبداللہ بن مبارک نے ان سے ایک سوال کی اجازت چاہی کہ پانی پینے سے پہلے مجھے ایک سوال کی اجازت دیجئے عبداللہ نے کہا اگر پانی نہ ملے تو کتنے میں خریدو گے ہارون نے کہا نصف سلطنت دے کر عبداللہ نے کہا یہ آپ کو گوارا ہو ہارون نے پانی پیا پینے کے بعد عبداللہ نے پھر سے پوچھا یہ پانی آخر میں جسم سے بول کی صورت میں نکل جاتا ہے اگر نہ نکلے راستہ بند ہو جائے تو آپ کیا کریں گے نکالنے والے کو کیا دیں گے اس نے کہا دوسرا نصف دیں گے عبداللہ مبارک نے کہا کہ اتنی بڑی سلطنت ایک گلاس پانی پینے اور اس کو نکالنے کی قیمت ہو۔ پانی جسم میں غذا سے کم کم مدت باقی رہتے ہیں غذا سے جلدی ختم ہوتا ہے لہٰذا اللہ نے پانی کو فراواں رکھا پانی کے لئے کوئی قیمت نہیں ہے اگر آج پانی کے لئے کوئی قیمت ہے تو اس کی سپلائی وغیرہ کے لئے ہے خود پانی کی قیمت نہیں علم سائنس سے زراعت کو بہتر بنایا ہے زیادہ بنایا ہے لیکن پانی کو زیادہ نہیں بنا سکے پانی وہی ہے جو اللہ نے پیدا کیا ہے پانی سے زیادہ اہمیت سانس کی ہے ہوا ہے ہوا بھی فراواں رکھا ہے اس کے بغیر انسان جی نہیں سکتا لھذا چند سکنڈ ہوا ختم ہو تو انسان مرجاتا ہے تو یہ رزق کہاں سے آتا ہے تم کو رزق کس نے دیا لیکن شیاطین ابالیس اللہ سے روگردانی کرنے والوں نے ہر دور میں خود کو رب متعارف کیا فرعون نے کہا فقال اَنَا رَبُّکُمُ الاعلیٰ سورہ النّزٰعت آیت ۔۲۴ پھر بولا میں تمہارا سب سے اُونچا رب ہوں۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس آئے اللہ کی دعوت لے کر میں تمہیں اللہ رب العالمین کی طرف دعوت دینے کے لئے آیا ہوں فرعون نے کہا کہ میں خود رب ہوں میں کسی اور رب کے سامنے کیوں جھکوں موسیٰ نے کہا میرا رب خالق موت وحیات ہے (آیت) فرعون نے کہا ہم بھی موت وحیات دیتا ہے (آیت) سزائے موت والے کو بری کر دیا بری کو سزا موت دی ۔۲۔ تاریخ میں اللہ سے جنگ لڑنے والوں میں دوسرا گروہ کمونیزم ہے (۱۸ ویں صدی میں (صحیح تاریخ ڈالنی ہے) وجود میں آئی اسکول کے بچوں کو کمرے میں بند رکھا بھوکا رکھا ان سے کہلوایا کہ اے اللہ ہمارے لئے کھانا بھیجیں اے موسیٰ ہمارے لئے کھانا بھیجیں اے عیسیٰ اے محمد ہمارے لئے کھانا بھیجیں تو کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا

تو کچھ دیر کے بعد کہا اب تو ان سے تو کوئی جواب نہیں آیا تو اس کے بعد ان سے کہا لینین اور مارکس کو آواز دو جونہی ان کو آواز دی دروازے کھل گئے رزق آیا بتایا رزق کون دیتا ہے پتہ چلا کہ رزق کون دیتا ہے اللہ نہیں بلکہ مارکس دیتا ہے۔

۳۔منافق ملحد دین میں الحاد پھیلانے والوں نے علی کو رازق بتایا علی سے رزق مانگتے ہیں لہٰذا ان لوگوں نے یا علی مدد کے نعرے کو اٹھایا ہے عام لوگ علی سے علی ابن ابی طالب شوہر نامدار حضرت زہرا سمجھتے ہیں جب کہ منافق ملحد کا مراد یہ علی نہیں بلکہ آغا خان مراد ہے لہٰذا جہاں جہاں آغا خانی نفوذ ہے وہ آغا خان کو رازق سمجھتے ہیں لہذا اللہ نے ارزاق سامنے لانے کے بجائے ارزاق کے مصدر کی طرف متوجہ کیا۔مصدر ارزاق پانی ہے پانی نہیں ہے تو کوئی رزق نہیں بنتا ہے رزق حیوانات، درخت اور زراعت ہے یہ تینوں پانی سے قائم ہیں۔تو اسی وجہ سے اللہ نے بار بار پانی کی طرف اشارہ کر کہ فرمایا پانی کو کس نے نازل کیا ہے؟

۴۔رزق دنیا میں اللہ کو سچے ماننے والے اللہ کو جھوٹے ماننے والے نہ ماننے والے انکار کرنے والے اللہ سے جنگ لڑنے والے سب رزق کھاتے ہیں تو یہ منافقین علی اللہ والے کہتے ہیں۔اگر اللہ دیتا ہے تو ھندوؤں کو کون دیتا ہے کمیونسٹیوں کو کون دیتا ہے یہاں قرآن سے جاھل مولوی نما پھنس جاتا ہے اس کا کوئی جواب ان کو نہیں ملتا ہے۔لیکن جواب یہ ہے ان کو بھی اللہ دیتا ہے لیکن اللہ نے رزق کو ایمان سے مربوط نہیں رکھا ہے کیونکہ ان کو اللہ نے ان کی مرضی اور ان کے ارادے کی چاہت سے یہاں نہیں لایا۔اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے اگر آپ نے کسی کو اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی گھر میں آنے کے بعد گھر والے سے جھگڑا ہوا تو گھر والے کی ذمہ داری ہے اس کو کھانا دے اور اس کو واپس ان کے گھر پہنچادیں چونکہ اس کو بلا کے لایا ہے اس دوران میں ان کو کوئی تکلیف ہوجائے تو میزبان ذمہ دار ہوتا ہے یہ کافرین اللہ سے کہہ سکتے تھے ہم اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے ہم ایمان کے وعدے پر نہیں آئے تھے تو نے لایا ہے لہٰذا خالق اللہ ہونے کی وجہ سے تمام مخلوقات کو رزق دینا اللہ کی رحمت کا تقاضا ہے اسے ربوبیت کہتے ہیں۔

۲۔اللہ نے فرمایا تم سے سوال ہے ریاضی سوال ہے ان دو میں سے ایک کا جواب دو تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو کس نے خلق کیا؟ چند حالات سے خالی نہیں کہ وہ یہ جواب دیدیں۔

۱۔میں نے اپنے آپ کو خلق کیا ہے۔

۲۔مجھے کسی اور مخلوق نے خلق کیا ہے ممکن ہے کہ کہہ دیں کہ والدین نے خلق کئے ہیں تو سوال ہوگا کہ والدین کو کس نے خلق کیا؟۔

۳۔ان سب سے مافوق ہستی نے خلق کیا ہے مشرکین سے سوال ہوا کہ تم اور یہ آسمان و زمین کو کس نے خلق کیا تو

انھوں نے جواب دیا کہ اللہ نے خلق کیا ہے۔

۴۔اللہ کو خالق تصور کرنے کے بعد انسان کے سامنے کوئی وجہ نہیں رہتا ہے کہ کسی اور کی پرستش کرے اللہ کی پرستش نہ کرے انسان کو خاضع ہونا چاہئے لہٰذا سورہ بقرہ کی آیت ۲۱ میں فرمایا کہ اپنے رب کے سامنے خاضع ہو جاؤ (آیت) گمراہ کنندگان نے جب دیکھا کہ اللہ کے سامنے خاضع ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو انھوں نے ایک اور چارہ پیدا کیا کہا اللہ نے انسانوں کو خلق کرنے کے بعد ان کو ارزاق دینے کا اختیار ان ہستیوں کو دیا ہے یا شرط رکھا ہے اللہ انہیں کو دیں گے جو ان سے متوصل ہو جائے گا متوصل نہ ہونے والے زیادہ کھا پی رہے ہیں اس کا کیا جواب ہوگا۔

سورہ یونس آیت ۔۲۳ میں آیا ہے اے لوگو تمہاری طغیان سرکشی اس کی نتائج کی برگشت تمہاری ذات کو لاحق ہے یہ طغیان یہ سرکشی صرف حیات دنیا تک کے لئے ہے پھر تم ہماری طرف برگشت کرو گے پھر ہم تمہیں خبر کر دیں گے کہ تم کیا کرتے تھے۔

یہ آیت کریمہ سے پہلے والی آیت ۲۲ میں ہے جب انسان کشتی میں سوار ہوتا ہے تو اس وقت انھیں خوش گوار ہوا آتی ہے جس پہ وہ خوش ہوتا ہے اس خوشی کے دوران ایک تند و تیز ہوا آتی ہے اور فورا دریا کی موجیں ہر طرف سے اٹھتی ہیں اور ڈرتے ہیں ہلاکت نے انہیں گھیر لیا ہے اس وقت اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں اگر ہمیں اس عذاب سے اس ہلاکت سے نجات دیں گے تو ہم ہمیشہ اس ذات کے لئے شاکر رہیں گے اللہ ان کو نجات دیتا ہے تو پھر دوبارہ بغاوت شروع کر دیتا ہے اس آیت میں ایّھا الناس ایھا انسان کو اللہ کی نعمتوں کو فراموش نہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔اس کی نعمتوں کو یاد رکھے ہماری نعمتوں کو فراموش کرنے کے بعد تمہیں پھر دوبارہ پلٹ کے ہماری طرف آنا ہے گویا یہ آیت خطاب وعتاب ہے ان طاغی سرکشوں سے کہ تم ہمارے قبضہ قدرت سے باہر نہیں جاسکتے جائے فرار نہیں طاغی باغی کافر ملحد ہماری قدرت کے دائرے سے باہر نہیں۔

اس کے بعد آیت ۲۴ میں فرماتا سمجھ لو کہ اس حیات دنیا کی مثال اس پانی کے مانند ہے جو ہم نے آسمان سے نازل کیا ہے یہ پانی زمین کی نبات سے مل گیا ہے سبزیاں جو لوگ کھاتے ہیں یہ پانی جو زمین پر گرتا ہے اس سے نباتات کا جز بنتا ہے اور وہ نباتات انسان اور حیوان کھاتے ہیں اس پانی سے زمین کو زینت ملتی ہے سرسبز و شاداب ہوتی ہے تو لوگ گمان کرتے ہیں اب یہ ہمارے لئے ہمیشہ رہے گی کتنا خوشگوار ماحول ہے فضاء ہے سمجھتے ہیں کہ یہ چند دن کے لئے ہے اس وقت اچانک ہمارا قہر وعذاب آتا ہے کبھی رات کو کبھی دن کو۔ ہم اس طریقے سے تم کو مثالیں دکھاتے رہتے ہیں یعنی کتنی فصل ربیع آئے سورہ یونس آیت ۔۵۷ میں آیا ہے اے لوگو تمہیں اللہ کی طرف سے تذکر آیا تھا یاد دلایا تھا اللہ نے

تمہیں وعظ کیا تھا تمہارے دل میں جو چیزیں تھیں اس کے لئے دوا آئی تھی ہدایت ورحمت آئی تھی۔

گویا اس آیت میں اللہ نعمتوں کا ذکر کرتا ہے یہاں سے انسان کو سمجھنا چاہئے اللہ کی نعمتیں چاہے مادی ہوں یا معنوی چاہے فطری ہوں یا فعلی ہوں، نعمت خلق نعمت شکل وصورت نعمت فکر وزہانت نعمت ہدایت ورہنمائی ہو اللہ کی نعمتیں تمام انسانوں کے لئے ہیں مخصوص ایک جماعت ایک گروہ کے لئے نہیں ہے چنانچہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کتنے حسین و جمیل حسینہ عالم کافر وملحد ہیں۔ان کو یہ نعمت کس نے دی ہے دنیا میں نامور نمبر لینے والے صاحب ثروت ودولت خدا سے جنگ لڑتے ہیں قارون کو یہ نعمت کس نے دی راگ فیلر کو کس نے دی ہیڈ ولنا ٹریپ کو کس نے دی ہے ذھین وفریس مکار وحیّا لدھوکہ باز ڈاکے والے دھشت گرد والے دین خدا کے خلاف اسمبلیوں میں بل پاس کرنے والے کو عقل و ذہانت کس نے دی ہے یہاں اللہ نے اپنی بے مثال نعمتیں ان کو دی ہے ان سے ضمنی سوال ہیں یہ نعمتیں جو تمہارے پاس ہیں اپنی خلق کردہ نہیں ہیں اپنی پیدا کردہ نہیں ہیں ہم نے دی ہیں۔

سورہ یونس آیت۔۱۰۴ میں فرماتا ہے اے لوگو اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا میں اس رب کی پرستش کروں گا جو تمہیں موت دے گا تم کو اپنے قبضے میں لے گا انسان کو اس ذات کی عبادت کرنا چاہئے جو اس کی موت وحیات اس کے قبضے میں ہو وجود دینا وجود اٹھانا۔کیوں اس ذات کی پرستش کریں جو تمہیں موت سے بچا نہ سکے موت کائنات میں ایک حقیقت نا قابل انکار ہے کافر وملحد ومؤمن ومنافق خواستہ نخواستہ اس کے سامنے سر تسلیم ہے۔تو کیوں کر اس کی طرف جاتے وقت طغیان وسرکشی کر کے جائے لہٰذا قرآن میں بارھا اللہ نے لوگوں کو دعوت یاد موت سے کیا ہے یاد موت انسان کے لئے جہاں ناگزیر چیز ہے ساکن کنندہ چیز ہے نا قابل فرار حقیقت ہے دلیل بر وجود خدا ہے وہاں مؤمنین کے لئے نسیان غفلت کوتاہیوں سے نکلنے کا تذکرہ ہے مصیبتوں میں پھنسے ہوئے انسانوں کے لئے واحد علاج ہے ملک کی درس گاہوں میں منابر پر یاد موت نہ ہونے کی وجہ سے بے ایمانی بے دینوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی مؤمنین کو ہدایت ہے کفی بالموت موعظۃ اگر وعظ کنندہ نہیں ہے تو تم خود یاد موت کرو۔

یاایّھا النّاس کا ایک خطاب انسانوں کے لئے یاد موت دلانا ہے جس سے کوئی انسان فرار نہیں کر سکتا ہے یہ آیت اس بات کی دلیل ہے، تم یہاں رہنا چاہتے ہو جانے سے کراہت رکھتے ہو کتنا ہی ڈکٹیٹر امر متکبر کیوں نہ ہو نہیں کہہ سکتے ہیں میں نہیں جاوں گا۔

دین حق پے رہنے والوں کو حق کی طرف دعوت دینے والوں کو اپنے دین پر یقین اور اطمنان کا کیسے مظاہرہ کرنا چاہئے دنیا اوپر بالا ہو جائے خطرے گیرے تب بھی اپنے دین پر ذرہ برابر شک نہیں ہونا چاہئے قائم رہنا چاہئے یہ آیت

ان سیاسی سماجی اور خاص کر اس وقت دنیا میں مذاہب کی ہم آہنگی کی تحریک چلانے والے نام نہاد مسلمانوں سے خطاب ہے اپنے دین پر یقین رکھنے والوں کی علامت نشانی ہے ان کے لئے شائستہ نہیں ضال گمراہ ملحد کافر مشرک منافقوں سے اتحاد کرے۔

قرآن کریم میں اس مضمون میں ایک آیت سورہ کافرون ہے سورہ یونس آیت ۔۱۰۵ میں آیا ہے آپ اپنے دین پر قائم رہیں آپ شرک کی طرف مائل نہ ہو اللہ کے علاوہ کوئی بھی نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں اگر آپ نے مشرکین منافقین کے دین کو قبول کیا تو ان کا دین آپ کو فائدہ نہیں دے گا اگر مسترد کیا تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اس حقیقت کے باوجود اگر آپ ان کی طرف جھکاؤ کریں گے تو ظلم ہوگا اس کے برعکس اگر اللہ نے آپ کو مصیبت میں مبتلا کیا تو یہ لوگ آپ کو نجات نہیں دلا سکیں گے اگر اللہ نے آپ کو کوئی خیر عنایت کی تو یہ لوگ اس خیر کو روک نہیں سکتے۔

سورہ یونس آیت ۔۱۰۷ سورہ یونس آیت ۔۱۰۸ میں فرماتا ہے جن لوگوں تک اللہ کی دعوت حق پہنچی ہے جو کوئی اس حق کے سامنے تسلیم ہوا ہدایت پائی اس نے آپنے نفس کو بچایا جس کسی نے منہ موڑا اس نے اپنی گمراہی کو ترجیح دی وہ گمراہ ہوں گے اگر کوئی کہدے کہ مؤمنین کے لیڈر شکست کھائے کوئی کہے کہ محمد کچھ نہیں کر سکے تو آپ ان سے کہو ہم اللہ کی طرف سے وکیل بن کے نہیں آئے ہیں تاکہ کہے کہ مقدمے میں محمد ہار گئے یہ آیت بھی ایک برھان قاطع دلیل ناطق ہے۔

اپنی مصلحت تراشی وقت وحالات کے تحت کفر والحاد کے ساتھ سیکولروں کے ساتھ قوم کی خاطر سمجھوتہ کرتے ہیں یقین کریں انھوں نے نہ قوم کو فائدے پہنچائے ہیں نہ دین کے لئے انھوں نے اپنے لئے غلاظت خریدی ہے وہ افراد جو پیغمبر کی جگہ پر پیغمبر کی نمائندگی میں قوم کا ھادی بننا چاہے اس کو پہلے دین پر یقین محکم ہونا چاہئے دین کو اُپر سے نیچے عمق بعد دائیں بائیں سب پر عبور ہونا چاہئے لیکن جن درس گاہوں میں پڑھے ہیں وہاں دین کے نام سے بے دینی سکھاتے ہیں وہاں اس علم کو سکھاتے ہیں جو بی بے دینوں نے دین سے انحرافی کے لئے بنائی ہے اس علم کے بانیان سب مشکوک ہیں اگر کسی کو اعتراض ہے تو پوری نحوبین کی فہرست وتاریخ لائیں گے۔

سورہ النساء آیت ۔۱ اس آیت کریمہ میں ناس سے خطاب کیا ہے سب سے پہلے ان کو دعوت دی ہے اپنے رب سے ڈرو جہاں خطاب تحدید ڈراؤ پر مشتمل ہو یہ علامت ہے مخاطب کی پنجہ قدرت سے اور اس کی دائرہ سلطنت سے فرار ممکن نہیں جہاں جہاں انسان یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں کسی کی گرفت کے اندر ہوں کسی کی قدرت کے اندر ہوں تو اس کو اس کی مخالفت کی ہمت نہیں ہوتی دنیا میں رائج حکومتوں کے رعایا اسی طریقے سے ہے دنیا میں رعایا اپنی حکومتوں کی

مخالفت دوگروہ کرتے ہیں ایک گروہ وہ کرتے ہیں جو اس حکومت پے حاوی مسلط حکومت کے اشارے پر اس کی پشت بانی پر حکومت مخالفت کرتے ہیں ملک میں جاری سیاسی احزاب وحکومتوں کو دھمکی دیتے ہیں وہ ملک سے باہر حکومتوں کی ایما اشارے یا ان کی ضمانت پر کرتے ہیں ورنہ بہت سے دھواں دار تقریر کرنے والے کمانڈ وصفت والے بھی انتہائی ڈرپوک رہتے ہیں وہ جیلوں میں جانا تو چھوڑیں اپنے گھر کی نظر بندی بھی برداشت نہیں ہے۔

وہ آخر میں یہاں سے رہائی چاہتے ہیں۔۲۔وہ گروہ ہے جو زیادہ تر مؤمنین کا ہوتے ہیں اللہ پرست ہوتے ہیں ان کی سوچ یہ ہوتی ہے جب دین نہیں ہمارے سامنے دین کا استحصال ہو رہا ہے تو ان کا سوچ یہ ہوتا ہے کہ جینے سے بہتر ہے یہاں سے چلے جائیں عالم آخرت میں لقاء اللہ کی طرف جائیں اس آیت میں ان متمردین سرکشان ربوبیت سے خطاب ہے تم ہماری مخلوق ہو تم کو ہم نے خلق کیا ہے پتہ ہے تمہاری برگشت ایک ہی نفس سے ہے اس سے تمہاری زوجہ خلق کیا انھی دونوں سے رجال ونساء پیدا کیا اللہ سے ڈرو اللہ تمہارے اوپر رقیب ہے اس کے رقیب سے جائے فرار نہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں سے کہا ہے ڈرو اس رب سے جس نے تمھیں نفس واحد سے خلق کیا ہے اور اس سے اسکی زوجہ بھی خلق کیا ہے رجال ونساء میں سے خلق ہوا تم ان میں سے ایک ہو اگر کوئی انسان کسی سے عتاب کرے کسی کو ڈرائے۔

ایمانیات کا آغاز ایمان بالغیب سے ہوتا ہے دنیا کا ہر انسان بیک وقت دو چیزوں کو ساتھ مانتے ہیں ایک مشاہدات محسوسات جب کوئی چیز دیکھتا ہے یا سنتا ہے تو سوال نہیں کرتا ہے وہ کہاں ہے جانتا ہے سامنے ہے دوسرا کوئی اثر نشانی دیکھ کر کہتا ہے یہاں سے فلان چیز گزری ہے مشرکین قریش جو دین محمد پر ایمان نہیں رکھتے اثر قدم محمد کے نشانی کے پیچھے جا کر محمد کے قریب پہنچے تھے۔

عالم مناظر وشہود واضح وروشن غیر متردد دلیل قاطع ہے۔اس کے پس منظر میں ایک اور عالم عالم غیب کے نام سے معروف ہے جسے کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا ہے سب سے روشن واضح روزمرہ مشاہدے میں آنے والی چیز سورج ہے یہ طلوع ہوتا ہے پھر غیب ہوتا ہے روزانہ ہر انسان غیب ہوتا ہے لہٰذا قرآن کریم میں عالم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔عالم غیب۔

۲۔عالم شہود

آیئے دیکھتے ہیں غیب کس چیز کا نام ہے کتاب مفردات راغب میں کہتے ہیں غابت الشّمس سورج نظروں سے نکل گیا چھپ گیا جو چیز نظر میں نہیں آتا ہے حواس میں نہیں آتا ہے اس کو غیب کہتا ہے سلیمان کو جب ھد ھد نظر نہیں آیا تو

کہا کیا وہ غیب ہے سورہ نمل آیت ۔۲۰ یہاں سے علماء لغت نے جو چیز حس میں نہیں آتا ہے اسے غیب کہا ہے جو چیز انسان کے علم سے باہر ہے اس کو غائب کہا ہے سورہ نمل آیت ۔۷۵ موجودات کو غیب و غائب کہتے ہیں انسانوں کے حوالے سے یعنی انسانوں کی نظر میں وہ غائب ہے غیب ہمیشہ انسان کے لئے ہوتا ہے اللہ کے لئے کوئی چیز غائب نہیں جو چیز انسانوں کے لئے غیب ہے وہ اللہ کے سامنے حاضر ہے سورہ انعام آیت ۷۳۔

لیکن خود اللہ کے لئے کوئی چیز بھی غائب نہیں جس طرح کسی انسان کے لئے اپنی پانچ انگلیاں کبھی غائب نہیں ہیں یہاں سے کہا ہے ہر وہ چیز جو انسان کے حواس کے سے باہر ہے اس کو غیب کہا ہے ۔موجودات غیبی کو یا وجود غیب کو کوئی انسان انکار نہیں کر سکتے ہر انسان کو اپنی جگہ کسی نہ کسی غیب کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اعتقاد بو جود غیب انسان عاقل کے لئے ناگزیر ہے مثلاً ایک انسان پورے حواس خمسہ سے دیکھتے ہیں جو انسان سماعت سے محروم ہے وہ سماعت کی چیزیں اس کے لئے غیب ہے جو انسان بصارت سے محروم ہے رویتی چیزیں اس کے لئے غائب ہیں اس کے لئے اخبار پر اعتماد کرنا پڑتا ہے بعض چیزیں حواس خمسہ میں بھی نہیں آتا ہے وہ ایک اور عمل حس کے ذریعے سے پتہ چلتا ہے۔

مثلاً دو چیزیں ایک جیسی نظر آتے ہیں دیکھ کے پتہ نہیں چلتا ہے کس کا وزن زیادہ ہے ایک کو ہاتھ لگانے سے بھی پتہ نہیں چلتا ہے دونوں کو ہاتھ میں اٹھانا پڑتا ہے تب پتہ چلتا ہے کس کا وزن زیادہ ہے' یہاں سے یہ کہنا غلط نہیں حواس پانچ سے زیادہ ہے ایک کپڑا رنگ کے حوالے سے شکل کے حوالے سے ایک جیسا نظر آتا ہے لیکن نرمی کے حوالے سے ہاتھ لگانا پڑتا ہے دین کے ضد میں اللہ سے انکار اور اللہ کے ضد میں غیب سے انکار منکرین کو بھی ایک غیب پر ایمان لانا پڑتا ہے اس کے لئے ناگزیر ہے چنانچہ ان سے جب پوچھتا ہے یہ جو کائنات اس صورت میں نظر آتا ہے اس کا پہلا مادّہ کیا تھا تو وہ کہتا ہے پہلا مادّہ تھا حالانکہ کسی بھی انسان کے حس میں نہیں آیا ہے وہ کہاں سے کہتا ہے کہ سب سے پہلا مادہ گیس ہے لہٰذا ایمان بغیب میں ادیان اور منکر ادیان دونوں شریک ہیں دونوں کا ایمان ہے ایک موجود غیبی اس عالم سے پہلے موجود تھی فرق یہ ہے وہ کہتا ہے وہ بھی مادہ ہے اہل ادیان کہتے ہیں اس کے علاوہ بھی کوئی وجود غیر وہ غیر مادہ موجود ہے لہٰذا انسان اپنے وجود کو دیگر موجودات کے وجود کو بلکہ کل کائنات کے وجود کو تحلیل کرنے اور عقلیت کے دائرے میں لانے کے لئے ضروری اور ناگزیر ہے ایک موجود غیر مادّی جس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے پے ایمان لائیں گر اس پر ایمان نہیں لائیں گے تو اس کے لئے بڑا خطرہ کا سامنا ہے لہٰذا قرآن کریم کی دوسری سورہ سورہ بقرہ کی پہلی آیت میں آیا ہے یہ قرآن انسان کو ھدایت کرتا ہے رہنمائی کرتا ہے ایمان بغیب بھی اپنی جگہ ایک ایمان بغیب صحیح ہے ایک ایمان بغیب گمراہ کن ہے ایمان جامد ہے جواب رکتا نہیں ہے پھر بھی اس سے سوال ہوتا ہے یہ انرجی اس کو کس نے

پیدا کیا اس میں دھما کہ کس نے کیا لیکن ایمان ہدایت کن جب کہتا ہے ایک موجود ہے جو غیر مادی ہے وہ اپنے وجود میں صفات میں غنی بذات ہے کسی اور کی نیاز مند نہیں ہے۔

غیب ہر وہ چیز جو انسان کے مدرکات حسی سے باہر ہو اس کو غیب کہتے ہیں غیب چیزیں ہر وہ چیز جو غیب ہیں وہ متنازع ہے سارے جھگڑے یہاں ہوتے ہیں اختلافات یہاں ہوتے ہیں تمام جھگڑے فساد غیب کے بارے میں ہوتے ہیں کوئی کہتا ہے نظروں سے غائب ہے لیکن وہ یہاں نہیں مثلاً کسی عزیز کا ملک شہر سے باہر ہے ان کے عزیز پوچھتا ہے تمہارے عزیز یہاں ہیں یا نہیں تو کہتے ہیں یہاں ہیں دوسرا شخص کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے نہیں ہے۔

جو چیز دائرہ حس میں آتا ہے شہود واقع ہوتا ہے وہاں متنازع نہیں ہے وہاں اختلاف نہیں ہے سورج نکلنے کے بارے میں محلّہ والوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس چیز میں بالغ نابالغ نہیں ہے مذکر مؤنث نہیں عالم و جاہل نہیں یہاں کہاں نہیں یہاں پوچھتا ہے کہاں طلوع ہوا ہے تو جو چیز سامنے ہے تو وہاں کہاں نہیں لہٰذا دلیل کی بھی ضرورت نہیں تو دلیل ہمیشہ غیب کے لئے چاہیئے۔ غیب تک رسائی بہت کم ہوتا ہے لہٰذا قوی دلیل چاہیئے غیب جتنا اہمیت کے حامل ہوا تنا دلیل زیادہ قوی چاہیئے اہمیت کے حامل کم ہو تو اس کے لئے مختصر دلیل کافی ہے لہٰذا یہاں دلیل نقلی کافی ہے یہاں سے وجود اللہ قیل و قال سے ثابت نہیں ہوتا ہے اجماع سے ثابت نہیں ہوتا ہے وجود اللہ ہر وجود اس کا اثر ہے چیزیں ثابت دو طریقے سے ہوتے ہیں۔ ا۔ ایک خود وجود کوئی چیز دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ اثر نشانی سے ثابت ہوتا چہرہ سرخ ہونے سے خوشی کا اندازہ ہوتا ہے چہرہ دیمی سے پریشانی کا اندازہ ہوتا ہے اثر سے ہوتا ہے لہٰذا یہاں سے غیب کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ غیب قابل دید ہے جیسے مسافر جب واپس آتا ہے غیب نا قابل دید کو قرآن میں غیب الغیوب کہا ہے غیبوں کی غیب ہے چونکہ اللہ غیب الغیوب ہے لہٰذا وجود باری محتاج دلیل ہے کسی کو اللہ کی طرف بلانے اور اللہ کا اعتراف کرنے کے لئے دلائل چاہیئے یہ دلائل کہاں سے لائیں گے دلائل حسی ہوگی تو لوگ مانیں گے دلائل غیب ہوں گے تو نہیں مانیں گے اصل وجود بھی غیب ہو دلیل بھی غیب ہو لہٰذا اللہ دلیل نقلی سے ثابت نہیں ہوتا شخص کتنی ہی برگزیدہ کیوں نہ ہو عظیم ہستی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ انسان کتنا ہی بڑا ہو مفادات سے عاری خالی نہیں ہوسکتا پاک نہیں ہوسکتا احتمال باقی رہتا ہے دھوکہ باز ہو جھوٹا ہو عقل خراب ہو اس پے سحر ہوا ہو سارے احتمالات ہوتا ہے لہٰذا انبیا خود محتاج دلیل تھے کہ میں نبی ہوں دوسروں کو سمجھانے کے لئے بھی دلیل چاہیئے خود مطمئن ہونا کافی نہیں ممکن ہو خود مطمئن ہو جائے لیکن دوسروں کو کیسے مطمئن کرے یہاں سے وہ محتاج دلیل ہے پریشانی ہے کہ میں لوگوں کو کیسے سمجھاؤں۔

جب موسیٰ کو ندا آئی یا موسیٰ انا اللہ (آیت) موسیٰ نہیں مانے کہا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے دھوکہ تو نہیں ہو رہا ہے تو اللہ نے ان سے کہا کہ اپنے عصاء کو پھینک دو عصاء پھینک دیا (آیت) ڈر گئے اللہ نے دوبارہ بلایا فرمایا کہ عصاء کو پکڑو پہلا جیسا ہوگا۔

ایمان بالغیب کے درجات مراتب ہیں ان میں سے بعض پہلے یا بعد میں منکشف ہوں گے وہ حاضر میں تھے اب غائب ہوا ہے جیسے گزشتہ اقوام اپنے دور میں حاضر تھے اب ہمارے لئے غائب ہیں بعض ہمارے لئے ابھی غائب ہیں وہ جلد یا دیر میں حاضر ہوں گے بعض اسی عالم مادے میں ہے ہم اور اس کے درمیان حجاب پردہ ہے وسائل وذرائع نہ ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں ہوتے یہاں سے اللہ کے علم غیب اور بندوں کے علم کا تمیز ہوتا ہے اللہ بغیر وسائل جانتا ہے بندے وسائل کے بعد جانتے ہیں یہیں مناسب ہے کہ ہمیں یہ فرق رکھنا چاہئے غیب اور ایمان بالغیب غیب تو لامحدود ہے ہمیں ہر غیب پر ایمان نہیں لانی ہے جن غیبوں پر ایمان لانے کا حکم قرآن میں آیا ہے صرف انہی پر ایمان لانا ہے جن غیبوں پر ایمان لانے کا حکم ہے ان کو پیش کرتے ہیں۔ ۱۔ ایمان بالغیب غیب پر ایمان لاؤ لیکن کس چیز پر ایمان لانا ہے بیان نہیں ہے سورہ بقرہ آیت۔۳

۲۔ آپ سے پہلے جو نازل ہوا ہے اس پر ایمان لانا سورہ بقرہ آیت۔۴ سورہ نساء ۱۶۲

۳۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں سورہ آل عمران آیت۔۱۱۴

۴۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نبی پر ایمان لاتے ہیں سورہ مائدہ آیت۔۸۱

۵۔ آخرت پر ایمان لاتے ہیں سورہ انعام آیت۔۹۲۔۱۱۳

۶۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں ملائکہ پر ایمان لاتے ہیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں سورہ بقرہ آیت۔۲۸۵

ان چیزوں پر ایمان نہ لانے والے ہیں گمراہ ہیں سورہ نساء آیت۔۱۳۶

وحدانیت اللہ:

کلمہ وحدانیت مادہ وحد سے بنایا ہے جس کے معنی انفراد ہے راغب اصفہانی نے کہا ہے ہی شئی الذی لا جزء لہ وحدہ یعنی اس کو واحد گردانا گیا یا اس کو ایک حساب کیا ہے۔

کلمہ واحد مشترک بین مخلوق وخالق یعنی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں وحدت میں فرق ہے وحدت مخلوق

قابل تحول ہوتا ہے یا وحدا دعائیہ ہے وحدت حقیقی نہیں ہے اما وحدت خالق جل شانہ وحدت اصلی ہے عارضی نہیں وحدت حقیقی قابل تحول نہیں قابل انتقال نہیں ہے۔

احد اکمل از واحد ہے اما وحدانیہ یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اما توحید یہ ایمان مکلّف ہے اللہ تعالیٰ متصف بوحدت ہے۔

وحدانیت اللہ اس کائنات جو صاحب فکر وعقیدہ ہے وہ انسان ہے انسان اس کائنات میں دو چیز دیکھ رہا ہے ایک خود انسان ہے خود کو دیکھ رہا ہے دوسرا تمام کائنات آسمان ستارے بحرات اشجار و درخت حیوانات دیکھ رہا ہے یہاں تین مفروضہ بنتا ہے یہ مخلوقات انسان سمیت خود نے خود کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ باطل ہے کیونکہ انسان قبل خود کو خلق کرنے کے لئے پہلے ہونا ضروری ہے از وجود نہیں تھے کہ وہ خود کو خلق کریں ہر چیز کی وجود میں آنے کے لئے ایک موجود چاہیے یہ مسلمات عقل کے خلاف ہے قرآن کریم میں اس مفروضے کو باطل گردانا ہے طور ۳۵۔۳۶

۲۔ بعض نے بعض کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ بھی پہلے جیسا باطل ہے کیونکہ جس نے دوسرے مخلوق کو خلق کیا ہے خود کو کس نے خلق کیا ہے خود نے خود کو خلق کیا باطل ہے چہ جائیکہ دوسرے کو خلق کریں۔

۳۔ غیر مخلوقات نے مخلوق کو خلق کیا ہے یہاں سوال آتا ہے یہ غیر مخلوقات جس نے تخلیقات کو خلق کیا ہے وہ جنس مخلوقات میں سے ہے یہ بھی باطل ہے اللہ سبحانہ وتعالی ہے یا وہ خود مخلوقات ہے تو رہ گیا کائنات کو اللہ نے خلق کیا ہے اللہ نے ہی کائنات کو خلق ہے اس پر اللہ پرستوں نے یہ دلائل قائم کی ہے۔

قرآن میں رسالت ونبوت ۔تورات انجیل صحف ابراھیم وزبور داود قرآن کریم رسالت الٰہی ہے سلسلہ انبیا تا حضرت محمد ﷺ اللہ کی طرف سے رسالت لانے والے خبر دینے والے ہیں قرآن کریم کی کثیر آیات میں اس رسالت کی خصوصیات امتیازات کو بیان کیا ہے سب سے اہم امتیاز یہ رسالت قطعی جزمی ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے علاوہ اس کو من اللہ تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی اور چارجوئی نہیں ہے اس رسالت کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات اللہ نے بیان کی ہے

۔ا۔ یہ رسالت اللہ کی طرف سے نازل ہے لھذا وہ خالص ہے اس میں باطل غلط کی شایئبہ تک نہیں ہے لھذا زمان نزول سے انتہائے دنیا تک جن وبشر کو تحدی کی ہے دھمکی دی ہے یا اس جیسا کوئی کتاب لائے ورنہ عذاب دردناک بگتنے کے لئے آمادہ رہے اسکا باطل کرنے والے نہ اللہ کی طرف سے آئینگے نہ بشر اس کو تبدیل کرسکتے ہیں (آیت) یہ کتاب رہتی دنیا تک اللہ کی طرف سے محفوظ رہیں گے (آیت)

۔۲۔ یہ کتاب رسول امین کی طرف سے رسول امین پر نازل ہوا ہے وہ محمد ﷺ ہے

۔۳۔ یہ کتاب دیگر محرف کتابوں اور بشری کتابوں کی طرح نہیں سیاق سباق ابتداء وانتہا میں کہیں بھی اختلاف نہیں ہونگے (آیت)

۔۴۔ یہ کتاب اپنی جگہ واضح وروشن ہونگے کسی قسم کی ابھام غموضیت نہیں ہونگی (آیات)

۔۵۔ یہ کتاب دین اور شریعت پر مشتمل ہوں گے یعنی ایمانیات اوراحکامات پر (آیات)

۔۶۔ شریعت ایک شریعت کامل ہونگے (آیات)

۔۷۔ قرآن کے بیان کردہ احکامات کے علاوہ کوئی احکام نافذ کرینگے وہ جھل جاھلیت پر مبنی ہوگا (آیت)

۔۸۔ اللہ کے علاوہ کسی کو کوئی چیز حلال کرنے کوئی چیز حرام کرنے کا حق نہیں ہے چونکہ ذرات اس کے اندر موجود خلیات مضر ومنفعت بطور کامل اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتے (آیت)

۔۹۔ ان آیات پر عملی تطبیق سنت وسیرت محمد ﷺ ہوگی (آیت)

۔۱۰۔ اللہ اوراس کے رسول کے علاوہ کسی اور کا قول حجت نہیں ہوگی (آیت)

۔۱۱۔ رسات کے بعد نبوت کے باری آتی ہے یہ خبریں اللہ طرفسے پنچانے والے انبیاء ہیں حضرت محمد ﷺ ہیں انبیاء ابتداء سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام کے تمام بشر تھے جن وملک سے نہیں تھے اس سلسلے میں (آیات) جب یہ احکام اللہ کی طرف سے آئی ہے پیغام آئی ہے بشر کی طرف ۔ اس پیغام کو بشر تک پہنچانا واس پر عمل کرانے میں انبیاء کا مقابلہ بشر سے ہے یعنی بشر کا مقابلہ بشر سے ہے بشر کا انبیاء کی دعوت کو قبول کرنے میں چند رکاوٹ موانع پائے جاتے ہیں

۔۱۔ ہر انسان اپنے آپ کو دوسرے انسان کے ساتھ مساوی برابر ہم جنس سمجھتے ہیں لذا ایک دوسرے پر برتری برداشت نہیں کرتے یعنی جلدی قبول نہیں کرتے دوسرے کہتے ہیں تم بھی انسان ہو ہم بھی انسان ہیں ہم تمھاری بات کیوں مانیں اگر ہم کسی اور کی بات کو ماننا پڑے گے تو ہم کیوں نہ اپنی آباء واجداد کی بات کو نہ مانیں یہاں سے بشر نے انبیاء کی دعوت کو انبیاء میں برتری نہ ہونے کو بنیاد بنا کر مسترد کیا۔ کہا آپ پر ہمارے لئے برتر ہماری بزرگان ہے جو گزرگئے ہیں یہاں سے ان کی دعوت کمزور پڑتے ہیں جنھوں نے اپنی بزرگان کی بات کو ماننے کا فیصلہ کیا ہے کیوں کہ وہ بھی تم جیسے تھے انکو بھی برتری نہیں تھے جب برتری نہیں ہے تو انبیاء پر ان کو کیوں مقدم رکھا ان سے بد بخت بدتر وہ لوگ ہیں جو غیر قوم ظالم قوم کو خود پر ظلم ڈھانے والوں کو اپنے سے برتر سمجھتے ہیں یہاں سے دور جمھوریت کے عوام پر رونا آتا ہے ہر جگہ

مقامی ملکی غیر ملکی باتوں کو من عن قبول کرتے ہیں بعض پرانے کو پرانہ کہ کر رد کرتے ہیں جدید کو جدید کہکے آنکھوں پے لگاتے ہیں سینے سے لگاتے ہیں جبکہ حق نہ جدت میں ہے نہ قدامت میں حق حق ہوتا ہے حق کا مصداق صرف اللہ ہے یہاں سے انبیاء نے لوگوں سے خطاب میں کہا تم پے ہمیں برتری ہے کیونکہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہ رہے ہیں تم ٹھیک کہتے ہو تم بھی بشر ہم بھی بشر لیکن ہم پے وحیہ ہوتا ہے اللہ کی طرف سے لھذا انبیاء قوموں کو یہ منوایا کہ ہم اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کی مجاز نہیں ہم اللہ کی وحی تم تک پہنچاتے ہیں (آیت)

۔ا۔اللہ نے بھی وحی کے ذریعے پہنچایا انبیاء کے توسط سے اگر یہ غلطی یا افتراء باندھیں گے تو ہم ان کے گردن پکڑیں گے وہ ہماری گرفت سے بہر نہیں جاسکتے یہاں سے انبیاء کی بول بالا ہوگئ ہے (آیت)

۔۲۔انبیاء لوگوں کو دعوت دیتا ہے اپنے کو محدود رکھو انبیاء بتاتے ہیں ہم جو حدود اللہ کی طرف سے بتاتے ہیں اس تک محدود رہو اس میں دنیا میں تمھاری بھلائ ہے آخرت میں مرنے کے بعد قہر و عذاب الٰہی سے محفوظ رہینگے تو رسالت الٰہی صرف ھدایت اور رھنمائ ہے اس ھدایت رھنمائ کو قبول کرنے میں انسان کی آزادی جاتی ہے بعض اوقات ان کی دنیاوی مفادات بھی ہاتھ سے جاتی ہے یہ نقصان ہے بطور مثال انبیاء فرماتے ہیں زنا زنا کے قریب بھی مت جاو تو لوگ کہتے ہیں نہیں ہم اس کے عادی ہیں ہم اس کو چوڑ نہیں سکتے چلو زنا نہیں کریں تو ہم متعہ کریں گے نکاح سری کریں گے کہتے ہیں نہیں یہ بھی جائز نہیں اسلام میں ایک چیز جائیز ہے اسلام کے حرمات کا ایک چہرہ ہے جب کہ اس کے مقبال میں ایک شخص کہتا ہے حرام کچھ بھی نہیں جی بھر کے زنا کرو پیسہ چاہئے ہم دیتے ہیں جگ چاہیئے ہم دیتے ہیں عورت چاہیئے ہم دیتے ہیں جیسا کہ بعض جگہوں متع رواج دینے والوں ایسا بندوبست بھی کیا ہے ان دونوں ترجیحات کے مقابل میں اپنے دعوت کو اپنانے کے لیے انبیاء کو کیا طریقہ اپنانے چاہیئے انبیاء کے بعد ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کو کیا کرنا چاہئے انبیاء اور ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کی دعوت لوگوں کی آزادی سے طمع لالچ نقدی منافع مفادات سے متصادم ہے لھذا اللہ نے انبیاء سے کہلوایا اور ہمیشہ داعی حق اور داعی باطل میں تمیز کرنے کا اصول وضع کیا لوگوں کو سمجھنا چاہیئے جاننا چاہئے داعی حق کون ہے داعی باطل کون ہے تمھارے حق میں کون بات کرتا ہے تمھارے خلاف کون بات کرتا ہے یہ سمجھنا چاہئے یہ لوگوں کو مطمئن کرے کہ اس دعوت سے ہمیں کوئ فائدہ نہیں ہے ہماری دعوت کو قبول کرنے سے تمھیں کوئ نقصان نہیں ہماری دعوت مفت کے مفت ہے کسی قسم کی مادّی فکری اجتماعی اجرت کے خواہاں نہیں نہ تم سے اجرت ہم لے سکتے ہیں کیونکہ ہم اللہ کا نمائندہ ہے (آیات) قل لا اسئلکم ۔۔۔۔

۔۲۔قرآن میں جن آیتوں میں انبیاء سے کہلوایا ہے کہ ہم اپنی تبلیغ رسالت کا اجر کے خواہاں نہیں ہے ان آیات میں دیکھنا

ہے کیونکہ انبیاء طلب اجرت نہیں کر سکتے آیئے دیکھتے ہیں
۔۱۔اللہ اس کے لیے کیا منطق پیش کرتے ہیں سورہ شوریٰ کی آیت ۔۱۰۹۔۱۲۷۔۱۴۵۔۱۶۴۔۱۸۰ میں آیا ہے ہم تم سے اجرت نہیں چاہتے ہماری اجرت اللہ پر ہے یہاں منطق کو یہ پیش کیا ہے اجرت دوطرح سے نہیں ہوتا ہے ہم اللہ کی طرف سے مأمور ہیں لہٰذا بہت سے اداروں میں یہ اعلان کرتا ہے ہماری مزدور کو بخشش نہیں دینا دوطرف سے اجرت زیادہ ہے اور رجحانات ماڈی ان میں پیدا کرتے ہیں سورہ یونس آیت ۔۷۲ میں آیا ہے اگر تم ہم سے روگردانی کرے ہم نے تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کیا تھا ہماری اجرت اللہ پر ہے ہم مأمور ہیں کہ صرف اس ذات کے سامنے تسلیم ہوجائے ان دو آیات میں طلب اجرت کو اس منطق سے مسترد کیا ہے کہ ھماری اجرت صرف اللہ پر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے جو چیز انبیاء نے امّت سے طلب کی ہے اس میں کوئی مصلحت نہیں کیوں ان کو امّت سے کوئی ملنا نہیں ہے جب انبیاء کا امّت سے کوئی مصلحت نہیں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ مصلحت خود امّت کی ہے۔
۔۳۔تیسری آیت زبان نوح سے حضرت نوح نے کہا ہم تم سے اجرت طلب نہیں کرتے ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے دوسری وجہ بیان کی ہے جب ہماری اجرت اللہ پر ہے تو ہمارے پاس آنے والے لوگوں کے کوئی امتیاز نہیں ہوگا جن لوگوں نے ہمارے اپر ایمان لاے ہیں تمھارے خوشی میں ان کو دور نہیں کرے گا سورہ ہود کے آیت ۔۵۰۔۵۱ پر آیا ہے کہ ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے سورہ یوسف آیت ۔۱۰۳۔۱۰۴ ۔ان کا اجر صرف اللہ پر ہے اب ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم ہے آپ بھی انبیائے گذشتہ کی اقتدا میں کہئیے ہم جو دعوت کی ہے وہ اللہ کے لئے ہے ہم تم سے اجرت کے خواہاں نہیں ہے سورہ سبا آیت ۔۴۷ پیغمبر سے خطاب ہے آپ کہدے ہم تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے جو ہم نے کی ہے وہ تمھارے فائدے کے لئے ہے ہم اجرت صرف اللہ سے طلب کرتے ہیں وہ ہماری عمل کا خود ناظر و گوہ ہے

ملائکہ پر ایمان جزء ایمان ہے:

اعتراف بغیب ایمان بغیب موجودات غیب مرئی غیر حسی کا اعتراف اس وقت ضروری نا قابل انکار ہے اگر اس کی خبر قرآن میں آیا ہے جیسے وجود، جن، قرآن کریم میں انس کے ساتھ برابر، جن، کا ذکر آیا ہے ان کے وجود کا اعتراف نا قابل انکار ہے اور تکذیب تکذیب آیات ہے لیکن ان پر ایمان لانے کا نہیں کہا ہے، جن، پر ایمان نہیں لانا ہے کیونکہ وہ بھی ہم جیسے مکلّف ہے مکلّف کا اعتراف کیا جاتا ہے ان پر ایمان لانا اس لئے ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ ہماری زندگی میں

مؤثر نہیں ہے اثر کا کردار ادا نہیں کرتے جو ہماری زندگی میں اثر کا کردار ادا کریا س پر ایمان لانا ہے ایمان ان پر لایا جاتا ہے جن پر ایمان لانے کا قرآن میں حکم آیا ہے جن چیزوں کے بارے میں ایمان لانے کا حکم نہیں وہ اعتقادات میں نہیں ہے یہاں سے چند چیزیں وضاحت کی ضرورت ہیں۔

۱۔جو قرآن میں آیا ہے چاہے تفصیل میں ہو یا اجمال میں اعتراف ضروری ہے انکار تکذیب بقرآن ہے

۲۔جن چیزوں کی غیب گوئی کی ہے پیش گوئی کی ہے کہ اس کا آنا ہے اس پر بھی ایمان نہیں ہوتا ہے جیسے دجال کی آمد مہدی کی آمد قرآن کریم نے جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے صرف ایمان تک محدود ہے باقی چیزیں اگر ثابت ہو جائے تو تسلیم ہے اور اگر ثابت نہ ہو جائے تو تسلیم بھی نہیں ہے جن چیزوں پر ایمان لانا ہے جس کے بارے میں کسی قسم کی حسی تصور ممکن نہیں ہے وہ غیب مطلق ہے اس پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے چونکہ قرآن نے ایمان لانے کا کہا ہے ہم قرآن کو رد نہیں کر سکے لہٰذا ایمان بھی رد نہیں کر سکتے اس میں ایمان باللہ اور ایمان بآخرت ہے ایمان باللہ اور ایمان یوم آخرت میں جو تفصیل قرآن میں آیا ہے اس کے مطابق ایمان لانا ہے اس سے زائد ایمان لانا چاہے وہ سائنسی طریقے سے ثابت کرے عقل یونانی سے ثابت کرے یا روایات سے ثابت کرے تینوں طریقے سے ایمان لانا ضروری نہیں ہے اس پر ایمان لانے سے امت میں فساد ڈالی ہے وہ لوگ گمراہ ہے انہوں نے ایک چیز اضافی امت پر ٹھونسا ہے جن میں معتزلہ اشاعرہ ماتریدی صوفی عقائد ہے۔

قرآن کریم میں تین چیزون پر ایمان لانے کا تکرار کیا ہے یہ تینوں چیزیں انسان کی سعادت وشقاوت میں دخل رکھتے ہیں۔

۱۔ایمان باللہ ہے اگر اللہ نہیں تو رسول کا نبی کا نظام کا حیات کا ممات کا کوئی تصور ہوتا نہیں ہے وہ ایک فالتو ہے جس طرح حیوان جب تک زندہ ہے کھاتا رہتا ہے جب مر گیا مر گیا جس طرح حیوان صفت انسان بھی جب تک زندہ کھاتا رہتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کسی نظام کے اندر رہے اگر نظام کسی اپنی ذاتی مصلحت کے تحت قبول کریں گے تو اندر سے نہیں مانیں گے جس طرح اقتدار میں آنے والے ظاہری طور پر انتظام کا چرچا کرتے ہیں اندرونی طور پر اندر سے نظام کو کھوکھلا کرتے ہیں سکھاتے ہیں چنانچہ اسلامی ملکوں میں آنے والے سے لے کے آپ لے جائیں مشرقی مغربی کمیونیزم نظام کے سربراہان تک وہ اندر سے چوری کرتا ہے دھندلی کرتا ہے کرپشن میں پکڑا جاتا ہے اللہ ہے ایمان باللہ ہے انسان کو محدود کرنے کا پہلا حد ہے اللہ مالک ہے اس نے اس حد سے تجاوز سے مولا نے منع کیا ہے۔

۲۔ ایمان بآخرت ہے اگر اللہ ہے اللہ کی وجود کو تسلیم کرے ہر موجود بغیر موجد کے وجود میں نہیں آتا ہے لیکن

ایمان بآخرت ایمان بحساب وکتاب سزاوجزانہ رکھے تو کوئی منطق نہیں بنتا ہے کہ وہ بہت سی برائیوں سے خودکو بازرکھے ایمان باللہ کے بعد ایمان بیوم آخرت ہے لہٰذاقرآن میں ایمان باللہ کے بعد ایمان بیوم آخرت ذکرآیا ہے اگر قیامت نہیں حشرونشرنہیں تو دین کا تصور بے معنی ہوکے رہتا ہے فرق نہیں پڑتا ہے آخرت نہیں ہے ہم دنیا کو چھوڑیں اللہ اور ایمان بآخرت کے بعد۔

۳۔تیسرا اصل اصل نبوت ورسالت ہے نبوت یعنی اللہ کی طرف سے بندے کو خبر دینا رسالت یعنی اللہ کی طرف سے دستورآنا آئین آنا ہے اگر یہ دستورآ گیا اس دستور پر عمل کیا تو وہ دستورانسان کو جنت لے جائیں گے اگر اس دستور کو رد کیا تو انسان جہنم جائیں گے یعنی دستور کو اپنانے والے کورد کرنے والے کو جزا ملیں گے ان تین کے بعد ایمان ملائکہ ہے اللہ کی وجود پر ایمان دوطریقے ہیں ایک آثار ہے دوسرانظام ہے ملائکہ الٰہی انسان سمیت کل کائنات کا نظام ملائکہ کے ہاتھ میں ہے حتیٰ وحی ہدایت ورہنمائی انبیاء ملائکہ کے ذریعے ہوتا ہے لہٰذا ایمان بملائکہ ہے۔

۳۔سورہ یونس کی آیت۔ا۔میں آیا ہے تلک آیت الکتاب الحکیم٥وہ آیات کتاب حکیم کی آیات ہیں تلک اشارہ ہے مؤنث پیغمبر سے یہ جو ہے آیات حکیم کی طرف سے ہے آیات قرآن کریم میں تین معنوں میں آیا ہے۔

ا۔جس چیز کی حسن وجمال خوبی اپنے انتہاء کو پہنچا ہے اس کو آیت کہتا ہے اس حوالے سے قرآن میں آیت تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

الف۔اللہ کی طرف سے دیکھائے گئے معجزات کے لئے کہا ہے جوانسان اس جیسے مقابلے سے عاجز ہو اللہ کی طرف سے لائی جانی والی معجزات کو آیت کہا ہے سورہ اعراف آیت۔۱۳۲

ب۔کائنات میں دگرگوں ہونے والی محیّر العقول تغیّرات کے لئے آیت کہا ہے سورہ اسراء آیت۔۳۷ سورہ مؤمنون آیت۔۱۲ سورہ یٰسین آیت۔۳۷ سورہ اسراء آیت۔۱۲ سورہ مؤمنون آیت۔۵۰

ج۔آیت قرآن کے لئے استعمال ہوا ہے جس سے مشرکین کو تحدی کی ہے یہاں فرمایا ہے کہ یہ آیات جوآپ پر نازل ہوئی ہیں یہ حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہیں حکیم اسے کہتے ہیں جواشیاء کو اپنی جگہ پر رکھتا ہے قرآن کریم کی تیسری سورہ جس میں اس کتاب کی تعریف توصیف آئی ہے سورہ مبارکہ ھود اس کی پہلی اور دوسری آیت ہے پہلی صفت یہ ہے کہ اس کی آیت اپنی جگہ محکم ہے اس کو محکم کہا ہے یہ صیغہ مادہ۔ح ک م سے بنا ہے ح ک م سے مرکب یہ کلمہ ایک ایسی محسوس مطغن عمارت کو کہتے ہیں جس میں فساد خرابی خلل تناقض تعارض بوسیدگی جیسی چیزیں سرایت نہیں ہوسکتی ہیں یعنی اس کتاب کو ہر قسم کی نشان باطل بنانے والی چیزیں موجود نہیں ہیں اس کتاب سے تمسک کروگے تو تمہارے اندر فساد نہیں

آئے گا۔

دوسری آیت میں آیا ہے یہ کتاب تحکیم کے بعد تفصیل کی گئی ہے فصل کے معنی جدا کے معنوں میں آیا ہے فصل وصل کے بعد آتا ہے قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے جس کو سوروں کے ذریعے ٹکڑے کرتے ہیں جدا کرتے ہیں سورہ بڑی فصل ہے جبکہ آیت چھوٹی فصل ہے اللہ نے قرآن کو محکم اس لئے کہا ہے کہ انسان کی اس تک رسائی ممکن ہو یعنی سمجھنا ممکن ہو مجمل معمّا نہ ہو فصل سے چندین مراد ہے۔

۱۔قرآن ایک کتاب فصلی ہے اس پر چندین آیات دلالت کرتی ہے

۲۔تنزیل ہے سورہ اسراء آیت۔۱۰۶

۳۔ترتیل ہے سورہ فرقان آیت۔۳۲

۴۔یہ تفصیل حکیم وخبیر کی طرف سے ہے خود صاحب کتاب کی طرف سے ہے

۵۔جس سورے کے آغاز میں اس کتاب کی تعریف آئی ہے وہ سورہ مبارکہ یوسف ہے فرمایا ہے یہ وہ آیات ہیں جو اپنی جگہ مبین ہیں یعنی یہ آیات معمّا متشابہ نہیں ہیں اپنے معنی خود بیان کرتی ہیں مبین اسم فاعل ہے مادہ ابان سے ہے یہاں سے بین بان سے ہے بان جدا کو کہتے ہیں جیسا کہ دیگر آیات دوجگہ آیا ہے لھذا بیان للناس یہ لوگوں کیلئے بیان ہے۔

سورہ ابراہیم آیت۔۱۔میں آیا ہے یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اس کا مقصد لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف رہنمائی کرنا ہے اس سے واضح ہے کہ یہ کتاب کل بشریت کیلئے ہادی ہے بغیر کسی استثناء کے تمام بشر کے لئے ھادی ہے اس حوالے سے یہ کتاب کتاب انسانی ہے سورہ حجر اس کی پہلی آیت میں آیا ہے اس کتاب کی آیات اور قرآن مبین ہے قرآن کریم مین کلمہ مبین رسالت اور قرآن دونوں کی صفت بتائی ہے رسول بھی مبین ہے قرآن بھی مبین ہے بعض آیات میں رسالت کو مبین کہا ہے بعض آیات میں قرآن کو مبین کہا ہے حق و باطل کو الگ الگ طریقے سے پہچاننا چاہئے رسول بھی مبین ہے قرآن بھی مبین ہے۔

سورہ مائدہ آیت۔۹۲ سورہ حجر آیت۔۸۹ سورہ نحل آیت۔۳۵۔۸۲ سورہ نور آیت۔۵۴ سورہ عنکبوت آیت۔۱۸ سورہ یٰسین آیت۔۱۷ سورہ مائدہ آیت۔۱۵ میں آیا ہے کہ اللہ کی کتاب بھی مبین ہے رسول بھی مبین ہے قرآن کے لئے فرمایا کہ یہ لسان عربی مبین ہے سورہ نحل آیت۔۱۰۳ قرآن مبین ہے سورہ یٰسین آیت۔۶۹ سورہ احقاف آیت۔۹ سورہ یوسف آیت۔۱ کتاب مبین سورہ شوریٰ آیت۔۲ سورہ قصص آیت۔۲ سورہ زخرف آیت۔۲ سورہ دخان آیت ۲

سورہ انعام آیت ۔۵۹ سورہ سباء آیت ۔۲ ان آیات میں قرآن کریم کو مبین کہا ہے جن آیات میں پیغمبر کے لئے مبین استعمال ہوا ہے وہ یہ ہیں سورہ حج آیت ۔۴۹ سورہ عنکبوت آیت ۔ ان آیات میں پیغمبر کو مبین کہا ہے

سورہ حجر کی آیت ۔۱۔ میں فرمایا ہے کتاب کی آیات ہیں اور قرآن دونوں مبین ہیں کتاب جو ہے بغیر تعریف الف لام آئی ہے تو اس سے مراد تمام کتب آسمانی ہے جو اللہ نے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت خاتم النبیّین تک نازل کی ہیں یہ سب کتاب کا مصداق ہے لیکن جہاں کتاب الف لام سے معرف ہوا ہو تو اس سے مراد قرآن کریم ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ کتاب کی دو خصوصیات ہیں جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

۱۔قرآن ہے جو سینوں میں محفوظ ہے حفظ داخل انسان ہے اور اس کی قرائت ہوتی ہے۔

۲۔کتاب ہے کتاب ثبت کو کہتے ہیں اس حوالے سے دیکھیں تو گزشتہ کتابیں بھی ثبت ہوئی تھیں لیکن وہ کتابیں نبی کے دنیا سے رحلت ہونے کے چندین سال گزرنے کے بعد ہوئی تھیں اس حوالہ سے دوسری کتب اور قرآن میں فرق ہے چونکہ سابقہ کتب نازل ہو کے عرصہ دراز گزرنے کے بعد لوگوں کی زبان سے ملی ہوئی الفاظ کو ضبط تحریر تدوین میں لایا ہے لہٰذا ان میں کمی بیشی دونوں احتمال حد قوی کو پہنچا ہے۔

جب کہ قرآن کریم فی زمانہ وقت نزول نبی کریم کی نگرانی میں بروقت ضبط ہوا ہے نبی کریم نے اس کا اہتمام اس طریقے سے کیا ہے کہ یک طرف سے اس کو حفظ کرنے کی دعوت دی ہے دوسری طرف سے اس کو لکھنے کے لئے امین مأمون شخص کو مؤلف کیا ہے لہٰذا اس میں کسی قسم کی کمی بیشی مسترد ہے آیات جو ہیں اس میں جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے یا شیئ عجیب وغریب مناظر ہیں جس کی طرف ذہن متوجہ ہوتا ہے جیسے گردش لیل ونہار طلوع شمس وقمر انجم اپنی جگہ ایک دلیل ہیں ایک ایسا وجود جو ان سب کو گردش دے رہا ہے یا یہ ان معجزات کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سچا ہے یہ وہ آیات قرآن ہیں جو نظام حیات انسانی پر مشتمل ہیں یہاں کتاب کے بعد قرآن کہنا لفظ خاص ہے جو عام پر عطف کیا ہے۔

۳۔مبین ہے قرآن بذات خود واضح ہے اور دوسروں کو بھی واضح کرتا ہے وہ ہر چیز پر محیط ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت ۳۸ میں آیا ہے جہاں جس چیز کا حکم چاہیں گے وہ اس قرآن میں ملے گا یا اہل ذکر سے پوچھیں۔

۴۔سورہ کہف اس سورہ کی پہلی آیت میں پیغمبر وامّت دونوں مأمور ہیں کہ اللہ کی حمد کریں حمد کہاں کرتے ہیں جہاں کوئی گراں قیمت چیز بغیر استحقاق حاصل ہو جائے محسن نے اپنی طرف سے احسان کیا ہو۔سورہ اسراء کا آغاز اللہ کی تنزیہ سے شروع ہوا ہے اس کے بعد سورہ کہف اللہ کی تحمید سے کیا ہے یہ حمد اس نعمت کے بدلے کہ اللہ نے اپنے بندے پر

ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں کسی قسم کی کجی نہیں پائی جاتی کلمہ عوج ٹیڑھے کو کہتے ہیں راستہ ایک مستقیم ہوتا ہے ایک ٹیڑھا ہوتا ہے لفظ جب فہم میں آسان ہو تو مستقیم کہتا اور اگر سمجھ میں مشکل ہو تو اس کو عوج کہتا ہے یہاں اللہ نے ہم سے حمد کرنے کے لئے کہا ہے کیونکہ اس نے ہم پر کتاب غیر عوج نازل کی ہے چنانچہ اس کا ذکر سورہ زمر آیت ۔۲۸ میں ہے سمجھایا ہے اگر جادہ یکسو جا رہا ہے تو اس کو مستقیم کہتے ہیں اور اگر دائیں بائیں موڑ ہیں تو اس کو عوج کہتے ہیں اس کے لئے دائیں بائیں موڑ کے لئے استظامیہ امور ومرور وہاں نشانی لگاتے ہیں کہ یہاں سے موڑنا ہے جانبدار انسان رشوت خور انسان مفاد پرست راستے کی کجی کی نشانی لگاتے ہیں اللہ کی راستے میں کجی نہیں تا کہ اس پر نشانی لگائی جائے یہاں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اجتہاد واہل فقہ کتنی بدنیتی پر مبنی ہے اللہ پر افتراء باندھتے ہیں اللہ کی کتاب ظنی الدلالہ ہے۔ مطلب سمجھ میں نہیں آتا ہے لفظ غیر واضح ہے لفظ معما ہے متشابہ ہے قرینہ بھی نہیں لگایا ہے۔

نشانی بھی نہیں لگائی ہے اتنا جھوٹ باندھا ہے تا کہ وہ ایک جعلی حکم یہاں پر بنائے انتظامیہ امور ومرور موڑ نے کے لئے نشانی نہیں لگائیں گے تو بڑی آفت مصیبت فاجعہ ہو سکتی ہے پورے خلائق ہر کس و ناکس اس حکومت اور انتظامیہ امور ومرور کے لئے چن چن کے برے الفاظ استعمال کریں گے۔

دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب انسان پر ناظر و نگراں ہے ان وضاحت وروشنی کے باوجود انحراف کیا تو مخالف کو دردناک عذاب دیں گے اور مؤمنوں کو بشارتوں سے نوازیں گے یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کی تمام نقل وحرکت پر قائم ناظر کتاب سمجھنا انسانوں کے لئے مشکل ہو سورہ مائدہ آیت ۔۴۸ میں قیم کی جگہ لفظ مہیمن استعمال کیا ہے قرآن قیم ہونے کی وجہ سے دین اسلام بھی قیم بتایا ہے۔

۵۔ قرآن کریم کی تعریف جن سوروں کی ابتدا میں آئی ہے ان میں ایک سورہ سورہ نور ہے سورہ نور ایک قضیہ ایک مزورہ مغضوب کے حکم میں آیا ہے اس لئے یہاں حکم اتنی واضح وروشن بیان کیا ہے اس لئے آیات کو اللہ نے نور کہا ہے اسی مناسبت سے اللہ نے یہاں نور کا بھی تعریف کی ہے لیکن فقہ فقاہت والوں کی بدنیتی اور خیانت کاری کا اندازہ اسی سورے کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جہاں فرمایا ہے کہ زانی زانیہ کے لئے ہے مؤمنین کے لئے حرام ہے قرآن نے اس کو حرام کہا ہے فقاہت نے اس کو کراہت گردانا ہے۔

۶۔ جن سوروں کی ابتداء میں اس قرآن کی تعریف کی ہے ان میں ایک سورہ فرقان ہے فرمایا ہے وہ ذات مبارک ہے بابرکت ہے آپ کے وھم وگمان امید و آرزو سے زیادہ عنایتیں کرتا ہے وہ ذات جس ذات نے اپنے بندے پر فرقان نازل کی کیوں؟ عالمین کو ڈرانے کے لئے قرآن اور انبیاء اللہ کی منہج کو اپنانے والوں کو بشارت لے کے نازل ہو

اہے اورمخالفین کے لئے انذار کرنے کیلئے آیاہیں جب کہ صوفی اولیاء پرستوں کا کہناہے کہ ھم اللہ کی عذاب سے نہیں ڈرتے کیا یہ کفر نہیں ہے؟

اس سورے کی ابتداء میں قرآن کی ایک صفت فرقان بتایا ہے فرقان یعنی حق و باطل کو جداگانہ پیش کرنے کے لئے جیسا کہ سورہ اعراف کی پہلی آیت میں آیا تھا لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالنے کے لئے نازل ہوا ہے اللہ نے قرآن نازل کیا ہے مواقع خیر وشر کو جداگانہ دکھانے کے لئے ہے دین اوج خیر پر ہے جب کہ کفر ظلالت وگمراہیوں میں ہے قرآن میں کوئی چیز مبہم نہیں چھوڑی ہے جو بیان نہ کیا ہو قرآن کو فرقان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک دفعہ نازل نہیں ہوا حصہ حصہ کر کے نازل ہوا ہے جیسا کہ سورہ اسراء آیت۔۶ میں آیا ہے۔

۷۔جن سوروں کی ابتداء میں قرآن کی تعریف کی ہے ان میں سے ایک سورہ شوری ہے سورہ شوری کی آیت ۲ میں آیا ہے یہ جو کتاب ہے مبین ہے مبین کا معنی اس میں کمی نہیں نقص نہیں ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت۔۱۳۸ اس سورے کی آیت۔۳۔ میں اللہ نے نبی کریم سے فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں پریشان نہ ہو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے جیسا کہ سورہ فاطر آیت۔۸ میں آیا ہے آپ ان پر زیادہ حسرت نہ کریں اس طرح سورہ غاشیہ کی آیت۔۲۲ میں فرمایا ہے آپ ان پے مسلط نہیں آپ ان پر جبار نہیں یا کسی اور جگہ پر آیا ہے کہ آپ وکیل نہیں ان آیات سے انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے بعض علماء دین کی سربلندی کے لئے کافر وملحدین سے سمجھوتہ کرتے ہیں جن سوروں میں قرآن کی تعریف کی ہے ان میں ایک سورہ نمل کی ابتدائی آیت ہے اس سورے میں فرمایا ہے قرآن وکتاب دونوں مبین ہیں جب مبین ہے تو یہ ہدایت بھی ہے اور مؤمنین کے لئے بشارت بھی ہے۔

کلمہ وحدانیت مادہ وحد سے بنایا ہے جس کے معنی انفراد ہے راغب اصفہانی نے کہا ہے ہی **شئی الذی لا جزء له وحده** یعنی اس کو واحد گردانا گیا یا اس کو ایک حساب کیا ہے۔

کلمہ واحد مشترک بین مخلوق وخالق یعنی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں وحدت میں فرق ہے وحدت مخلوق قابل تحول ہوتا ہے یا وحدات دعائیہ ہے وحدت حقیقی نہیں ہے اما وحدت خالق جل شانہ وحدت اصلی ہے عارضی نہیں وحدت حقیقی قابل تحول نہیں قابل انتقال نہیں ہے۔

احد اکمل از واحد ہے اما وحدانیہ یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اما توحید یہ ایمان مکلّف ہے اللہ تعالیٰ متصف بوحدت ہے۔

وحدانیت اللہ اس کائنات جو صاحب فکر وعقیدہ ہے وہ انسان ہے انسان اس کائنات میں دو چیز دیکھ رہا ہے

ایک خود انسان ہے خود کو دیکھ رہا ہے دوسرا تمام کائنات آسمان ستارے بحرات اشجار و درخت حیوانات دیکھ رہا ہے یہاں تین مفروضہ بنتا ہے یہ مخلوقات انسان سمیت خود نے خود کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ باطل ہے اب تک کسی بھی ملحد و جامد کی ہمت نہیں ہوئی کہ یہ دعواء کریں کیونکہ یہ جہاں حال عقلی ہے کیونکہ انسان قبل خود کو خلق کرنے کے لئے پہلے ہونا ضروری ہے کہ وہ خود کو خلق کریں غیب موجود ہے خلق کی ضرورت ختم ہے ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے ایک موجد چاہیے یہ مسلمات عقل کے خلاف ہے قرآن کریم میں اس مفروضے کو باطل گردانا ہے طور ۳۵۔۳۶

۲۔بعض نے بعض کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ بھی پہلے جیسا باطل ہے کیونکہ جس نے دوسرے کو خلق کیا ہے خود کو کس نے خلق کیا ہے خود نے خود کو خلق کیا باطل ہے چہ جائیکہ دوسرے کو خلق کریں۔

۳۔غیر مخلوقات نے مخلوق کو خلق کیا ہے یہاں سوال آتا ہے یہ غیر مخلوقات جس نے مخلوقات کو خلق کیا ہے وہ جنس مخلوقات میں سے ہے یہ بھی باطل ہے اللہ سبحانہ وتعالی ہے یا مخلوقات کو اللہ نے خلق کیا ہے اللہ نے ہی کائنات کو خلق ہے اس پر اللہ پرستوں نے یہ دلائل قائم کئے ہیں۔

قرآن کریم کی پہلی سورہ جسے روایات میں ام الکتاب کہا ہے اس سورہ کا آغاز اصرار و تکرار کے ساتھ اس کی ربوبیت کی توحید ور بوبیت کا اعلان واعتراف کرنے کی تلقین کی ہے اعلان ربوبیت کے بعد اعلان توحید الوہیت کریں اس کے بعد توحید عبودیت وتوحید استعانت کرنی ہے عالمین کا رب ہے اللہ کی ربوبیت دیگر ارباب سے مختلف ہے اللہ کی ربوبیت دیگر ارباب سے مختلف ہے اللہ کی ربوبیت مقتضی رحمانیت ورحیمیت والی ہے اس کے تحت کائنات کی ہر شئی اس کی ربوبیت کے احاطہ میں ہے چاہے کافر و منافق عاصی و ملحد ہی کیوں نہ ہو اس کی ربوبیت کی فیاضی بغیر کسی فرق وامتیاز ان تک پہنچتی ہے کثیر آیات میں اللہ نے انسانوں کو اس ربوبیت کا اقرار واعتراف کرنے کو کہا ہے۔

جن۔ملک۔انسان

۲۔انسان کی ہدایت کا عہدہ ملائکہ کو دے دیں ملائکہ انسان کی ھدایت ورہنمائی کریں۔ملائکہ انسان کے مقتداء نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ملائکہ قوۃ شہوانیہ نہیں رکھتے ہیں

۳۔جن ہے کہ جن انسان کی ھدایت ورہنمائی بھی کرے۔

جن انسانوں کو دیکھتے ہیں لیکن انسان جنوں کو نہیں دیکھتے ہیں۔

ا۔جن چونکہ موجود غیر مرئی ہے انسان اسے دیکھ نہیں سکتا اس طرح ملک بھی موجود غیر مرئی ہے لہذا نبی از خود نوع انسان سے ہی ہوگا جو ایک دوسرے کو دیکھ سکتا ہو ہدایت کرنے اور لینے والا دونوں میں کوئی مانع عذر بہانہ نہ ہو چنانچہ اللہ

سبحانہ نے معاندین انبیاء کا یہ اعتراض اشکال مسترد کیا اگر ہماری ہدایت کے لئے بھیجتے تو قبول کرتے جہاں سورہ انعام آیت ۸۔۹ میں آیا ہے اگر ہم ہدایت کیلئے ملائکہ بھیجتے تو اسکو لباس انسان پہنا کر بھیجتے اس طرح سورہ اسراء آیت ۹۵۔

یہاں سے واضح ہو جاتا ہے انسانوں کی ہدایت اللہ کی طرف سے بشر ہی کر سکتے ہیں جہاں ہدایت کرنے والی تمام خصوصیات امتیازات تقاضے خواہشات ہادی اور مہدی دونوں کی ایک ہی ہے لہٰذا قرآن میں آیا ہے تم ہی سے رسول منہم آیا ہے اب یہ دیکھنا ہے اللہ کی طرف سے جو نبی آئیں گے وہ کس حساب سے آئیں گے زمان کی حد بندی کے تحت آئیں گے ہر ایک ہزار یا پانچ سو سال کے بعد ایک نبی آئیں گے یا کرہ ارض کو تقسیم کریں گے اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو انبیاء کی جو تعداد قرآن کریم میں آئی ہے وہ انتہائی محدود تعداد ہے اس محدود تعداد کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے انبیاء جو ہدایت لایا ہے وہ غیر محدود نہیں ہے ہدایت محدود ہے زمان و مکان اور اعداد جن و انس غیر محدود ہے انتہائی محدود وکلیات تک محدود ہے یعنی یہ پیغام جو اللہ کی طرف سے آیا ہے گرچہ اس زمانے کے مخاطبین سے محدود ہے لیکن یہ تمام روئے زمین کے رہنے والے بلکہ رہتی دنیا تک کے لئے کافی ہے۔

قرآن کریم کی مثال اس شجرہ کی مثال ہے جو اپنی جگہ صاحب شاخات کثیرہ ہے جس کے تنے میوجات سے بھرے اویزان ہے طویل قصیر سب اس کے پھل کھا سکتے ہیں لیکن میوہ ایک جیسی ہے میوہ متنوع نہیں قرآن کریم بظاہر سور و آیات میں متنوع نظر آتے ہیں آیات مختلف نظر آتے ہیں لیکن بعض سورے کا ایک ہی موضوع ایک عنوان ہیں جیسے سوری یوسف بعض جگہ سورہ میں تنوع نظر آتے ہیں جیسے سورہ کہف لیکن عندہ تحقیق ایک ہی ہدف کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس طرح کل قرآن کا ایک موضوع ہی ہدف وہ ہدایت انسان ہے جیسا کہ بقرہ کی پہلی آیت میں آیا ہے ذلک الکتاب لا ریب فیہ یہ کتاب ہدایت ہے ہدایت کے لئے راستہ چاہیے راستہ کا نام صراط مستقیم ہے ہادی خاتم النبین ہے ایک علی صراط مستقیم انبیاء ہیں۔

لہٰذا اصل قرآن رسالت ہے خبر دینے والا رسول و نبی ہے امت اسلام کو اللہ کی طرف سے ہدایت لینے کیلئے رسول کی راہ پر چلنا ہے جو لوگ رسول کو چھوڑ کر اصحاب ائمہ کے راستہ پر دیکھاتے ان کے بعد علماء کے راستے دیکھاتے ہیں وہ ضال ہیں علماء ہادی ہیں بشرط کہ ان کو سنت قرآن اور سنت نبی کی کسوٹی سے ناپا تولا جائے۔

۴۔ انسانوں میں سے ایک انسان اللہ سے ھدایت لے کر آ کے انسانوں تک پہنچائیں عملی طور پر صرف یہی فارمولہ ممکن ہے باقی دو جن اور ملائکہ کا ممکن نہیں ہے چونکہ انسان ملائکہ کو نہیں دیکھ سکتا ہے لہٰذا اللہ نے فرمایا اگر ملائکہ بھیجیں گے تو ملائکہ کو انسان کا لباس پہنا کر بھیجیں گے۔ (آیت) ہدایت جن کریں گے تو انسان جن کو نہیں دیکھ سکتے تو رہ

گیا انسان ہی انسان کی ھدیت کرے لیکن بعض انسانوں نے اس کو بھی مسترد کیا ہماری ہدایت ہم جیسا بشر نہیں کر سکتا بشر نے ہمیشہ دعوت انبیاء کو یہ کہہ کر مسترد کیا ہے کہ تم ہم جیسا بشر ہے (آیت) انسان کی ہدایت کرنے والے انسان کو نبی کہتا ہے اس نظام کو نبوت کہتے ہیں علماء کے درمیان اختلاف ہے نبوت کا اصل مصدر کیا ہے۔

یہ صیغہ عربی کے کس مادے سے بنی ہے صاحب مقاییس لکھتا ہے نبأ سے بنی ہے نبا خبر ہے جو ایک مکان سے دوسرے مکان پے آتا ہے منبی ء بھی کہتا ہے مخبر بھی کہتا ہے نبأ ۃ ہلکی آواز کو کہتا ہے صاحب تھذیب جلد ۱۵ ص ۴۸۶ سے نقل کرتے ہیں ابن سکیت نے کہا ہے نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والے کو کہتے ہیں بعض نے کہا ہے نبی نبوءً سے بنی ہے نبو زمین سے اُپر ٹیلے کو کہتے ہیں نبی کو نبی اسلئے کہتے ہیں کہ تمام انسانوں میں سے اس کو انتخاب کیا ہے اس لئے اس کا مقام اللہ کی ہدایت لینے کی وجہ سے بلند ہے صاحب تحقیق لکھتے ہیں اس کی صل نقل خبر ہے ایک جگہ سے دوسرے جگہ لیکن ہر خبر کو نہیں کہتے ہیں بلکہ خبر عظیم کو کہتے ہیں نبی کا معنی مادہ نبأ سے ہے یہ مادہ سورہ۔۵ آیت۔۷ ۲ سورہ۔۱۰ آیت۔۱۷ سورہ ۴۱ آیت۔۶ سورہ۔۳ آیت۔۴۴ سورہ ۲۰ آیت۔۸۹ سورہ۔۷ آیت۔۱۰۱ سورہ۔۲ آیت۔۳۲ سورہ ۱۰ آیت۔۵۳۔

تفسیر قرآن ربوبیت والوہیت

ربوبیت والوہیت :

کتاب مقائس الغتہ ج ۱ ص ۴۵۸ پر آیا ہے رب ان دو کلمے کے چند اصول ہیں **اصلاح اشئی و القیام علیه رب مالک و خالق لزوم شئی و الاقامة علیه ۔**

کتاب التحقیق فی کلمات جلد ۴ ص ۱۷ الرب (الف لام) یا اضافے کے ساتھ اللہ کے لئے کہتے ہیں کسی چیز کے مالک کو کہتے ہیں رب الدین رب المال سیّد کو کہتے ہیں سربراہ آقا مالک کو کہتے ہیں **فیسقیٰ ربّه خمرا الرب ۔** جب کہیں گے تو مخلوق کے لئے صحیح نہیں ہے مالک کے معنی میں کیونکہ (ال) عموم کے لئے ہے تو مخلوق تمام مخلوقات کا مالک نہیں ہوسکتا۔ صاحب مقائیس سے نقل ہے رب کی چند اصول ہیں۔

۱۔رب اصلاح شیء و القیام علیه رب : مالک ، خالق، و الصاحب ۔

۲۔رب المصلح الشیء رب فلان ضیعتَه فلان باغ کا مالک ۔

۳۔رُبّ عنب رب انگور کو کہتے ہیں۔

رب رب کل الشیء : مالکه و الربانیّ شدید الاتساب رب اصل میں تربیت کو کہتے ہیں ایک چیز کو ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل کرنے کو کہتے ہیں اصل اس مادے میں **سوق شیء الی جهة کمال و رفع النقائص بالتخلیةو التحلیة۔**

وحدانیت اللہ:

کلمہ وحدانیت مادہ وحد سے بنایا ہے جس کے معنی انفراد ہے راغب اصفہانی نے کہا ہے ہی شئی الذی لا جزء لہ وحدہ یعنی اس کو واحد گردانا گیا یا اس کو ایک حساب کیا ہے۔

کلمہ واحد مشترک بین مخلوق وخالق یعنی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں وحدت میں فرق ہے وحدت مخلوق قابل تحول ہوتا ہے یا وحدت دعائیہ ہے وحدت حقیقی نہیں ہے اما وحدت خالق جل شانہ وحدت اصلی ہے عارضی نہیں وحدت حقیقی ہے قابل تھول نہین قابل انتقال نہیں ہے۔

احد اکمل از واحد ہے اما وانیہ یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اما توحید یہ ایمان مکلّف ہے اللہ تعالیٰ متصف بوحدت ہے۔

وحدانیت اللہ اس کائنات جو صاحب فکر وعقیدہ ہے وہ انسان ہے انسان اس کائنات میں دو چیز دیکھ رہا ہے ایک خود انسان ہے خود کو دیکھ رہا ہے دوسرا تمام کائنات آسمان ستارے، بحرات اشجار ودرخت حیوانات دیکھ رہا ہے یہاں تین

مفروضہ بنتا ہے یہ مخلوقات انسان سمیت خود نے خود کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ باطل ہے کیونکہ انسان قبل از وجود نہیں تاکہ وہ خود کو خلق کریں ہر چیز کی وجود میں آنے کے لئے ایک موجود چاہیے یہ مسلمات عقل کے خلاف ہے قرآن کریم میں اس مفروضے کو باطل گردانا ہے طور ۳۵۔۳۶

۲۔ بعض نے بعض کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ بھی پہلے جیسا باطل ہے کیونکہ جس نے دوسرے مخلوق کو خلق کیا ہے خود کو کس نے خلق کیا ہے خود نے خود کو خلق کیا باطل ہے چہ جائیکہ دوسرے کو خلق کریں۔

۳۔ غیر مخلوقات نے مخلوق کو خلق کیا ہے یہاں سوال آتا ہے یہ غیر مخلوقات جس نے تخلیقات کو خلق کیا ہے وہ ہاتھ اللہ سبحانہ و تعالی ہے یا وہ خود مخلوقات ہے تو ورہ گیا کائنات کو اللہ نے خلق کیا ہے اللہ نے ہی کائنات کو خلق ہے اس پر اللہ پرستوں نے یہ دلائل قائم کی ہے۔

توحید ربوبیت والوھیت:

قرآن کریم میں خطابات دیکھنے سے پتہ چلے گا کہ یاایّھا الناس سے خطاب کی تعداد بہت کم ہے جبکہ الناس کی تعداد بہت ہے جس میں تمام انسان شامل ہیں یاایھا الناس تمام منکر اللہ انبیاء قیامت شریعت ادیان محرفہ والے یہود و نصاریٰ مجوس سب شامل ہے منافقین معاندین سب شامل ہے لہذا ایھا الناس سے خطاب زیادہ ہونا چاہیے۔اس کی یہ وجوہات ہوسکتی ہے:

ا۔وہ دلیل سننے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔وہ کسی طرح سے دعوت سننے پر آمادہ ہی نہیں ہوتے۔کہتے ہیں ہمارے کانوں میں کپاس ہے اور اگر کسی پر دلیل یا دعوت سننے کا کی خدشہ رہتا ہے تو اس پر شور وشرابہ کریں۔

واسقف فیہ ہے معاندین کا گروہ آتا ہے اس مشرکین یہود و نصاریٰ مجوس حتیٰ مسلمانوں کے فرقہ ضالہ جو اندر یہ یہود و نصاریٰ صلیبوں کا ہے باہر مسلمان ہونے کا مظاہرہ کرتا ہے یہ گروہ قابل مخاطب نہیں ے ان کے بارے میں سورہ بقرہ کی پانچویں چھٹی آیت آئی دوسرا گروہ فاضلین ان پڑھ ہے۔ناس تین حالات سے خالی نہیں ہے۔

ا۔یا ناس جاھل ہے انپڑھ ہے سادہ ہے اس سے متوجہ متنبہ کرنے والے ملے اس کے عقل اس کو درک کرے تو وہ آمنا صدقنا کہیں گے۔

۲۔آسان سے ہر صدا کی طرف نہیں جاتے وہ مطالبہ دلیل کرتے ہیں۔

۳۔معاند اور متکبر گروہ ہے ان کو ھدایت ہونی نہیں ہے لہذا وہ درجہ مخاطب سے گر جاتا ہے ان کو مزید دعوت دینے کی ضرورت ختم ہوجاتی ہے لہذا گفتگو صرف دوسری گروہ سے ہوں گے جو ربوبیت والوھیت کے لئے دلیل مانگتے

ہیں۔

سورہ بقرہ آیت۔۲۱۔۱۶۸ سورہ النساء آیت۔۱ ۔۱۷۴ سورہ اعراف آیت۔۱۵۸ سورہ یونس آیت۔۲۳ ۔۱۰۴۔۱۰۸ سورہ حج آیت۔۱۔۵۔۴۹۔۷۲ سورہ نمل۔آیت۔۱۶ سورہ لقمان آیت۔۳۳ سورہ فاطر آیت۔۱۵ سورہ حجرات آیت۔۱۳ سورہ انشقاق آیت۔۶ ان میں یاایّھا الناس کہکے خطاب کیا ہے ان آیات کو پڑھنے سے ان کی تفسیر دیکھنے سے غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ انسان اس دنیا میں خود کو ایک بڑی طاقت قدرت کے اندر سمجھتے ہیں بےبس سمجھتے ہیں وہ دو ہیں

۱۔جو رزق اس کو ملتا ہے اس کی بقائے حیات کے لئے ضروری ہے اسے طلب کرتے ہیں کبھی یہ ارزاق انسان کے لئے آسان میسر نظر آتے ہیں کبھی دشوار مشکل زحمت سے میسر آتا ہے کبھی ناممکن ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ اس سلسلے میں پریشان رہتے ہیں، کبھی انسان اپنے ارزاق کی برگشت دریاوں کو گردانتے ہیں اسکے سامنے خاضع ہو جاتے ہیں اللہ سبحانہ تعالیٰ انسان کو اس زاوئے سے خطاب فرماتا ہے یہ جو رزق تم کھاتے ہو ارزاق اس کو پانی کون دیتا ہے اس کو کون اگاتے ہیں غذا سے زیادہ اہمیت پانی کو ہے یہ جو پانی تم پیتے ہو کہاں سے آتے ہیں کبھی فرماتا ہے ان بنجر زمینوں کو آباد کون کرتا ہے بتاؤ بعض تقلیدی لوگوں نے یہاں شبہ ایجاد کیا ہے یہ جو پانی آسمان سے آتے ہیں غلط ہے آسمان سے نہیں نزدیک سے آتے ہیں درمیان سے آتا ہے دریاؤں سمندروں سے بخارات بن کے اُوپر جاتا ہے اور بادلوں میں رہتا ہے پھر بادل سے نیچے گرتا ہے تو ان سے سوال ہوگا یہ جو پانی سمندر اور بخارات اُوپر کون لے جاتا ہے؟ اُوپر محفوظ کون کرتا ہے اُوپر سے نیچے کون گراتا ہے؟ یہ جو آگ تم جلاتے ہو اپنے غذا کو پکانے کے لئے استعمال کرتے ہو یہ کس نے نکالا ہے ؟ کہاں سے لایا ہے؟ اگر ہم اس پانی کو بند کریں تو کوئی ہے جو تمہیں پانی لا کر دے گا؟ ارزاق چونکہ انسان کی بقائے حیات کے لئے پہلا اور آخری ستون ہے انسان کی حیات میں تین ستون ہیں:

۱۔غذا

۲۔پانی

۳۔ہوا

غذا انسان کے اندر چند دن کے لئے ذخیرہ ہوتی ہے پیٹ میں چربی کی صورت میں ہڈی میں یہ چیزیں ذخیرہ ہوتیں ہیں چند دن غذا نہ ملے تو ذخیرہ سے کھاتے ہیں ذخیرہ ختم ہونے کے بعد وہ مرجاتا ہے لھذا بھوک انسان کے لئے برداشت نہیں ہے بھوک لگنے کے بعد ظالم بادشاہ بھی محفوظ نہیں رہتا ہے بعض مرنے سے پہلے خودکشی کرتا ہے غذا کی

اہمیت اتنی ہے مصر میں ایک سال قحط ہوا انسان اپنے عزیز و اقارب کے مردہ گوشت کھانے لگے ایک عورت اپنے زیورات کے بستے کو بازار لے گئی چند کلو گندم خرید نے کے لئے چند کلو گندم دینے والے نہیں ملے تو اس نے زیورات کو راستہ پے پھینک دیا جب مجھے میری حیات کیلئے چند کلو گندم نہیں ملے تو مجھے اس کا کیا فائدہ غذا کی اتنی اہمیت ہے۔

پانی کی اہمیت ہارون الرشید اس وقت کی چالیس سے پچاس حکومتوں کے حاکم تھے پاکستان ہندوستان افغانستان ایران روم سب ان کے ماتحت تھے۔

ایک دن اس نے دربار میں خادم سے پینے کا پانی مانگا خادم نے اس کو پانی دیا پانی پینے سے پہلے عبداللہ بن مبارک نے ان سے ایک سوال کی اجازت چاہی کہ پانی پینے سے پہلے مجھے ایک سوال کی اجازت دیجئے عبداللہ نے کہا اگر پانی نہ ملے تو کتنے میں خریدو گے ہارون نے کہا نصف سلطنت دے کر عبداللہ نے کہا یہ آپ کو گوارا ہو ہارون نے پانی پیا پینے کے بعد عبداللہ نے پھر سے پوچھا یہ پانی آخر میں جسم سے بول کی صورت میں نکل جاتا ہے اگر نہ نکلے راستہ بند ہو جائے تو آپ کیا کریں گے نکالنے والے کو کیا دیں گے اس نے کہا دوسرا نصف دیں گے عبداللہ مبارک نے کہا کہ اتنی بڑی سلطنت ایک گلاس پانی پینے اور اس کو نکالنے کی قیمت ہو۔ پانی جسم میں غذا سے کم کم مدت باقی رہتے ہیں غذا سے جلدی ختم ہوتا ہے لہذا اللہ نے پانی کو فراواں رکھا پانی کے لئے کوئی قیمت نہیں ہے اگر آج پانی کے لئے کوئی قیمت ہے تو اس کی سپلائی وغیرہ کے لئے ہے خود پانی کی قیمت نہیں علم سائنس سے زراعت کو بہتر بنایا ہے زیادہ بنایا ہے لیکن پانی کو زیادہ نہیں بنا سکے پانی وہی ہے جو اللہ نے پیدا کیا ہے پانی سے زیادہ اہمیت سانس کی ہے ہوا ہے ہوا بھی فراواں رکھا ہے اس کے بغیر انسان جی نہیں سکتا لھذا چند سکنڈ ہوا ختم ہو تو انسان مرجاتا ہے تو یہ رزق کہاں سے آتا ہے تم کو رزق کس نے دیا لیکن شیاطین ابالیس اللہ سے روگردانی کرنے والوں نے ہر دور میں خود کو رب متعارف کیا فرعون نے کہا فقال اَنَا رَبُّکُمُ الاعلیٰ سورہ النّٰزعٰت آیت ۔۲۴ پھر بولا میں تمہارا سب سے اُونچا رب ہوں۔

حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس آئے اللہ کی دعوت لے کر میں تمہیں اللہ رب العالمین کی طرف دعوت دینے کے لئے آیا ہوں فرعون نے کہا کہ میں خود رب ہوں میں کسی اور رب کے سامنے کیوں جھکوں موسیٰ نے کہا میرا رب خالق موت وحیات ہے (آیت) فرعون نے کہا ہم بھی موت وحیات دیتا ہے (آیت) سزائے موت والے کو بری کر دیا بری کو سزا موت دی ۔۲۔ تاریخ میں اللہ سے جنگ لڑنے والوں میں دوسرا گروہ کمونیزم ہے (۱۸ ویں صدی میں (صحیح تاریخ ڈالنی ہے) وجود میں آئی اسکول کے بچوں کو کمرے میں بند رکھا بھوکا رکھا ان سے کہلوایا کہ اے اللہ ہمارے لئے کھانا بھیجیں اے موسیٰ ہمارے لئے کھانا بھیجیں اے عیسیٰ اے محمد ہمارے لئے کھانا بھیجیں تو کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا

تو کچھ دیر کے بعد کہا اب تو ان سے تو کوئی جواب نہیں آیا تو اس کے بعد ان سے کہا لینین اور مارکس کو آواز دو جونہی ان کو آواز دی دروازے کھل گئے رزق آیا بتایا رزق کون دیتا ہے پتہ چلا کہ رزق کون دیتا ہے اللہ نہیں بلکہ مارکس دیتا ہے۔

۳۔منافق ملحد دین میں الحاد پھیلانے والوں نے علی کو رازق بتایا علی سے رزق مانگتے ہیں لہٰذا ان لوگوں نے یا علی مدد کے نعرے کو اٹھایا ہے عام لوگ علی سے علی ابن ابی طالب شوہر نامدار حضرت زہرا سمجھتے ہیں جب کہ منافق ملحد کا مراد یہ علی نہیں بلکہ آغا خان مراد ہے لہٰذا جہاں جہاں آغا خانی نفوذ ہے وہ آغا خان کو رازق سمجھتے ہیں لہذا اللہ نے ارزاق سامنے لانے کے بجائے ارزاق کے مصدر کی طرف متوجہ کیا۔مصدر ارزاق پانی ہے پانی نہیں ہے تو کوئی رزق نہیں بنتا ہے رزق حیوانات، درخت اور زراعت ہے یہ تینوں پانی سے قائم ہیں۔تو اسی وجہ سے اللہ نے بار بار پانی کی طرف اشارہ کر کہ فرمایا پانی کو کس نے نازل کیا ہے؟

۴۔رزق دنیا میں اللہ کو سچے ماننے والے اللہ کو جھوٹے ماننے والے نہ ماننے والے انکار کرنے والے اللہ سے جنگ لڑنے والے سب رزق کھاتے ہیں تو یہ منافقین علی اللہ والے کہتے ہیں۔اگر اللہ دیتا ہے تو ھندوؤں کو کون دیتا ہے کمیونسٹیوں کو کون دیتا ہے یہاں قرآن سے جاھل مولوی نما پھنس جاتا ہے اس کا کوئی جواب ان کو نہیں ملتا ہے۔لیکن جواب یہ ہے ان کو بھی اللہ دیتا ہے لیکن اللہ نے رزق کو ایمان سے مربوط نہیں رکھا ہے کیونکہ ان کو اللہ نے ان کی مرضی اور ان کے ارادے کی چاہت سے یہاں نہیں لایا۔اس کی مثال کچھ اس طرح سے ہے اگر آپ نے کسی کو اپنے گھر پر کھانے کی دعوت دی گھر میں آنے کے بعد گھر والے سے جھگڑا ہوا تو گھر والے کی ذمہ داری ہے اس کو کھانا دے اور اس کو واپس ان کے گھر پہنچا دیں چونکہ اس کو بلا کے لایا ہے اس دوران میں ان کو کوئی تکلیف ہو جائے تو میزبان ذمہ دار ہوتا ہے یہ کافرین اللہ سے کہہ سکتے تھے ہم اپنی مرضی سے نہیں آئے تھے ہم ایمان کے وعدے پر نہیں آئے تھے تو نے لایا ہے لہٰذا خالق اللہ ہونے کی وجہ سے تمام مخلوقات کو رزق دینا اللہ کی رحمت کا تقاضا ہے اسے ربوبیت کہتے ہیں۔

۲۔اللہ نے فرمایا تم سے سوال ہے ریاضی سوال ہے ان دو میں سے ایک کا جواب دو تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو کس نے خلق کیا؟ چند حالات سے خالی نہیں کہ وہ یہ جواب دیدیں۔

۱۔میں نے اپنے آپ کو خلق کیا ہے۔

۲۔مجھے کسی اور مخلوق نے خلق کیا ہے ممکن ہے کہ کہہ دیں کہ والدین نے خلق کئے ہیں تو سوال ہوگا کہ والدین کو کس نے خلق کیا؟۔

۳۔ان سب سے مافوق ہستی نے خلق کیا ہے مشرکین سے سوال ہوا کہ تم اور یہ آسمان و زمین کو کس نے خلق کیا تو

انھوں نے جواب دیا کہ اللہ نے خلق کیا ہے۔

۴۔اللہ کو خالق تصور کرنے کے بعد انسان کے سامنے کوئی وجہ نہیں رہتا ہے کہ کسی اور کی پرستش کرے اللہ کی پرستش نہ کرے انسان کو خاضع ہونا چاہئے لہٰذا سورہ بقرہ کی آیت ۲۱ میں فرمایا کہ اپنے رب کے سامنے خاضع ہو جاؤ (آیت) گمراہ کنندگان نے جب دیکھا کہ اللہ کے سامنے خاضع ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تو انھوں نے ایک اور چارہ پیدا کیا کہا اللہ نے انسانوں کو خلق کرنے کے بعد ان کو ارزاق دینے کا اختیار ان ہستیوں کو دیا ہے یا شرط رکھا ہے اللہ انہیں کو دیں گے جو ان سے متوصل ہو جائے گا متوصل نہ ہونے والے زیادہ کھا پی رہے ہیں اس کا کیا جواب ہوگا۔

سورہ یونس آیت۔۲۳ یں آیا ہے اے لوگو تمہاری طغیان سرکشی اس کی نتائج کی برگشت تمہاری ذات کو لاحق ہے یہ طغیان یہ سرکشی صرف حیات دنیا تک کے لئے ہے پھر تم ہماری طرف برگشت کرو گے پھر ہم تمہیں خبر کر دیں گے کہ تم کیا کرتے تھے

۔

یہ آیت کریمہ سے پہلے والی آیت ۲۲ میں ہے جب انسان کشتی میں سوار ہوتا ہے تو اس وقت انھیں خوش گوار ہوا آتی ہے جس پے وہ خوش ہوتا ہے اس خوشی کے دوران ایک تند و تیز ہوا آتی ہے اور فورا دریا کی موجیں ہر طرف سے اٹھتی ہیں اور ڈرتے ہیں ہلاکت نے انہیں گھیر لیا ہے اس وقت اخلاص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں اگر ہمیں اس عذاب سے اس ہلاکت سے نجات دیں گے تو ہم ہمیشہ اس ذات کے لئے شاکر رہیں گے اللہ ان کو نجات دیتا ہے تو پھر دوبارہ بغاوت شروع کر دیتا ہے اس آیت میں ایّھا الناس ایھا انسان کو اللہ کی نعمتوں کو فراموش نہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔اس کی نعمتوں کو یاد رکھے ہماری نعمتوں کو فراموش کرنے کے بعد تمہیں پھر دوبارہ پلٹ کے ہماری طرف آنا ہے گویا یہ آیت خطاب وعتاب ہے ان طاغی سرکشوں سے کہ تم ہمارے قبضہ قدرت سے باہر نہیں جاسکتے جائے فرار نہیں طاغی باغی کافر ملحد ہماری قدرت کے دائرے سے باہر نہیں۔

اس کے بعد آیت ۲۴ میں فرماتا سمجھ لو کہ اس حیات دنیا کی مثال اس پانی کے مانند ہے جو ہم نے آسمان سے نازل کیا ہے یہ پانی زمین کی نبات سے مل گیا ہے سبزیاں جو لوگ کھاتے ہیں یہ پانی جو زمین پر گرتا ہے اس سے نباتات کا جز بنتا ہے اور وہ نباتات انسان اور حیوان کھاتے ہیں اس پانی سے زمین کو زینت ملتی ہے سرسبز و شاداب ہوتی ہے تو لوگ گمان کرتے ہیں اب یہ ہمارے لئے ہمیشہ رہے گی کتنا خوشگوار ماحول ہے فضاء ہے سمجھتے ہیں کہ یہ چند دن کے لئے ہے اس وقت اچانک ہمارا قہر وعذاب آتا ہے کبھی رات کو کبھی دن کو۔ہم اس طریقے سے تم کو مثالیں دکھاتے رہتے ہیں یعنی کتنی فصل ربیع آئے سورہ یونس آیت۔۵۷ میں آیا ہے اے لوگو تمہیں اللہ کی طرف سے تذکر آیا تھا یاد دلا یا تھا اللہ نے

تمہیں وعظ کیا تھا تمہارے دل میں جو چیزیں تھیں اس کے لئے دوا آئی تھی ہدایت ورحمت آئی تھی۔

گویا اس آیت میں اللہ نعمتوں کا ذکر کرتا ہے یہاں سے انسان کو سمجھنا چاہئے اللہ کی نعمتیں چاہے مادی ہوں یا معنوی چاہے فطری ہوں یا فعلی ہوں، نعمت خلق نعمت شکل وصورت نعمت فکروزہانت نعمت ہدایت ورہنمائی ہو اللہ کی نعمتیں تمام انسانوں کے لئے ہیں مخصوص ایک جماعت ایک گروہ کے لئے نہیں ہے چنانچہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کتنے حسین و جمیل حسینہ عالم کافر وملحد ہیں۔ان کو یہ نعمت کس نے دی ہے دنیا میں نامور نمبر لینے والے صاحب ثروت ودولت خدا سے جنگ لڑتے ہیں قارون کو یہ نعمت کس نے دی راگ فیلر کو کس نے دی ہیڈ ولناٹریپ کو کس نے دی ہے ذھین وفریس مکار وحیّا لدھوکہ باز ڈاکے والے دھشت گرد والے دین خدا کے خلاف اسمبلیوں میں بل پاس کرنے والے کو عقل و ذہانت کس نے دی ہے یہاں اللہ نے اپنی بے مثال نعمتیں ان کو دی ہے ان سے ضمنی سوال ہیں یہ نعمتیں جو تمہارے پاس ہیں اپنی خلق کردہ نہیں ہیں اپنی پیدا کردہ نہیں ہیں ہم نے دی ہیں۔

سورہ یونس آیت۔۱۰۴ میں فرماتا ہے اے لوگو اگر تمہیں میرے دین میں شک ہے تو میں تمہارے معبودوں کی پرستش نہیں کروں گا میں اس رب کی پرستش کروں گا جو تمہیں موت دے گا تم کو اپنے قبضے میں لے گا انسان کو اس ذات کی عبادت کرنا چاہئے جو اس کی موت وحیات اس کے قبضے میں ہو وجود دینا وجود اٹھانا۔کیوں اس ذات کی پرستش کریں جو تمہیں موت سے بچا نہ سکے موت کائنات میں ایک حقیقت نا قابل انکار ہے کافر وملحد ومؤمن ومنافق خواستہ نخواستہ اس کے سامنے سر تسلیم ہے۔تو کیوں کر اس کی طرف جاتے وقت طغیان وسرکشی کر کے جائے لہٰذا قرآن میں بارھا اللہ نے لوگوں کو دعوت یاد موت سے کیا ہے یاد موت انسان کے لئے جہاں ناگزیر چیز ہے ساکن کنندہ چیز ہے نا قابل فرار حقیقت ہے دلیل بر وجود خدا ہے وہاں مؤمنین کے لئے نسیان غفلت کوتاہیوں سے نکلنے کا تذکرہ ہے مصیبتوں میں پھنسے ہوئے انسانوں کے لئے واحد علاج ہے ملک کی درس گاہوں میں منابر پر یاد موت نہ ہونے کی وجہ سے بے ایمانی بے دینوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی مؤمنین کو ہدایت ہے کفی بالموت موعظۃ اگر وعظ کنندہ نہیں ہے تو تم خود یاد موت کرو۔

یاایّھا الناس کا ایک خطاب انسانوں کے لئے یاد موت دلانا ہے جس سے کوئی انسان فرار نہیں کر سکتا ہے یہ آیت اس بات کی دلیل ہے، تم یہاں رہنا چاہتے ہو جانے سے کراہت رکھتے ہو کتنا ہی ڈیکٹیٹر امر متکبر کیوں نہ ہو نہیں کہہ سکتے ہیں میں نہیں جاوں گا۔

دین حق پے رہنے والوں کو حق کی طرف دعوت دینے والوں کو اپنے دین پر یقین اور اطمنان کا کیسے مظاہرہ کرنا چاہئے دنیا اوپر بالا ہو جائے خطرے گیرے تب بھی اپنے دین پر ذرہ برابر شک نہیں ہونا چاہئے قائم رہنا چاہئے یہ آیت

ان سیاسی سماجی اور خاص کر اس وقت دنیا میں مذاہب کی ہم آہنگی کی تحریک چلانے والے نام نہاد مسلمانوں سے خطاب ہے اپنے دین پر یقین رکھنے والوں کی علامت نشانی ہے ان کے لئے شائستہ نہیں ضال گمراہ ملحد کافر مشرک منافقوں سے اتحاد کرے۔

قرآن کریم میں اس مضمون میں ایک آیت سورہ کافرون ہے سورہ یونس آیت۔۱۰۵ میں آیا ہے آپ اپنے دین پر قائم رہیں آپ شرک کی طرف مائل نہ ہو اللہ کے علاوہ کوئی بھی نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کوئی ضرر پہنچا سکتے ہیں اگر آپ نے مشرکین منافقین کے دین کو قبول کیا تو ان کا دین آپ کو فائدہ نہیں دے گا اگر مسترد کیا تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اس حقیقت کے باوجود اگر آپ ان کی طرف جھکاؤ کریں گے تو ظلم ہوگا اس کے برعکس اگر اللہ نے آپ کو مصیبت میں مبتلا کیا تو یہ لوگ آپ کو نجات نہیں دلا سکیں گے اگر اللہ نے آپ کو کوئی خیر عنایت کی تو یہ لوگ اس خیر کو روک نہیں سکتے۔

سورہ یونس آیت۔۱۰۷ سورہ یونس آیت۔۱۰۸ میں فرماتا ہے جن لوگوں تک اللہ کی دعوت حق پہنچی ہے جو کوئی اس حق کے سامنے تسلیم ہوا ہدایت پائی اس نے آپنے نفس کو بچایا جس کسی نے منہ موڑا اس نے اپنی گمراہی کو ترجیح دی وہ گمراہ ہوں گے اگر کوئی کہدے کہ مؤمنین کے لیڈر شکست کھائے کوئی کہے کہ محمد کچھ نہیں کر سکے تو آپ ان سے کہو ہم اللہ کی طرف سے وکیل بن کے نہیں آئے ہیں تاکہ کہے کہ مقدمے میں محمد ہار گئے یہ آیت بھی ایک برھان قاطع دلیل ناطق ہے۔

اپنی مصلحت تراشی وقت وحالات کے تحت کفر والحاد کے ساتھ سیکولروں کے ساتھ قوم کی خاطر سمجھوتہ کرتے ہیں یقین کریں انھوں نے نہ قوم کو فائدے پہنچائے ہیں نہ دین کے لئے انھوں نے اپنے لئے غلاظت خریدی ہے وہ افراد جو پیغمبر کی جگہ پر پیغمبر کی نمائندگی میں قوم کا ھادی بننا چاہے اس کو پہلے دین پر یقین محکم ہونا چاہئے دین کو اُپر سے نیچے عمق بعد دائیں بائیں سب پر عبور ہونا چاہئے لیکن جن درس گاہوں میں پڑھے ہیں وہاں دین کے نام سے بے دینی سکھاتے ہیں وہاں اس علم کو سکھاتے ہیں جو بی بے دینوں نے دین سے انحرافی کے لئے بنائی ہے اس علم کے بانیان سب مشکوک ہیں اگر کسی کو اعتراض ہے تو پوری نحوبین کی فہرست وتاریخ لائیں گے۔

سورہ النساء آیت۔ا اس آیت کریمہ میں ناس سے خطاب کیا ہے سب سے پہلے ان کو دعوت دی ہے اپنے رب سے ڈرو جہاں خطاب تحدید ڈراؤ پر مشتمل ہو یہ علامت ہے مخاطب کی پنجہ قدرت سے اور اس کی دائرہ سلطنت سے فرار ممکن نہیں جہاں جہاں انسان یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں کسی کی گرفت کے اندر ہوں کسی کی قدرت کے اندر ہوں تو اس کو اس کی مخالفت کی ہمت نہیں ہوتی دنیا میں رائج حکومتوں کے رعایا اسی طریقے سے ہے دنیا میں رعایا اپنی حکومتوں کی

مخالفت دوگروہ کرتے ہیں ایک گروہ وہ کرتے ہیں جو اس حکومت پہ حاوی مسلط حکومت کے اشارے پر اس کی پشت بانی پر حکومت مخالفت کرتے ہیں ملک میں جاری سیاسی احزاب وحکومتوں کو دھمکی دیتے ہیں وہ ملک سے باہر حکومتوں کی ایما اشارے یا ان کی ضمانت پر کرتے ہیں ورنہ بہت سے دھواں دار تقریر کرنے والے کمانڈ وصفت والے بھی انتہائی ڈرپوک رہتے ہیں وہ جیلوں میں جانا تو چھوڑیں اپنے گھر کی نظر بندی بھی برداشت نہیں ہے۔

وہ آخر میں یہاں سے رہائی چاہتے ہیں۔۲۔وہ گروہ ہے جو زیادہ تر مؤمنین کا ہوتے ہیں اللہ پرست ہوتے ہیں ان کی سوچ یہ ہوتی ہے جب دین نہیں ہمارے سامنے دین کا استحصال ہو رہا ہے تو ان کا سوچ یہ ہوتا ہے کہ جینے سے بہتر ہے یہاں سے چلے جائیں عالم آخرت میں لقاءاللہ کی طرف جائیں اس آیت میں ان متمردین سرکشان ربوبیت سے خطاب ہے تم ہماری مخلوق ہو تم کو ہم نے خلق کیا ہے پتہ ہے تمہاری برگشت ایک ہی نفس سے ہے اس سے تمہاری زوجہ خلق کیا انھی دونوں سے رجال ونساء پیدا کیا اللہ سے ڈرو اللہ تمہارے اوپر رقیب ہے اس کے رقیب سے جائے فرار نہیں۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس آیت میں لوگوں سے کہا ہے ڈرو اس رب سے جس نے تمھیں نفس واحد سے خلق کیا ہے اور اس سے اسکی زوجہ بھی خلق کیا ہے رجال ونساء میں سے خلق ہوا تم ان میں سے ایک ہوا گر کوئی انسان کسی سے عتاب کرے کسی کو ڈرائے۔

ایمانیات کا آغاز ایمان بالغیب سے ہوتا ہے دنیا کا ہر انسان بیک وقت دو چیزوں کو ساتھ مانتے ہیں ایک مشاہدات محسوسات جب کوئی چیز دیکھتا ہے یا سنتا ہے تو سوال نہیں کرتا ہے وہ کہاں ہے جانتا ہے سامنے ہے دوسرا کوئی اثر نشانی دیکھ کر کہتا ہے یہاں سے فلاں چیز گزری ہے مشرکین قریش جو دین محمد پر ایمان نہیں رکھتے اثر قدم محمد کے نشانی کے پیچھے جا کر محمد کے قریب پہنچے تھے۔

عالم مناظر وشہود واضح وروشن غیر متردد دلیل قاطع ہے۔اس کے پس منظر میں ایک اور عالم عالم غیب کے نام سے معروف ہے جسے کوئی انسان انکار نہیں کرسکتا ہے سب سے روشن واضح روزمرہ مشاہدے میں آنے والی چیز سورج ہے یہ طلوع ہوتا ہے پھر غیب ہوتا ہے روزانہ ہر انسان غیب ہوتا ہے لہٰذا قرآن کریم میں عالم کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔عالم غیب۔

۲۔عالم شہود

آیئے دیکھتے ہیں غیب کس چیز کا نام ہے کتاب مفردات راغب میں کہتے ہیں غابت الشّمس سورج نظروں سے نکل گیا چھپ گیا جو چیز نظر میں نہیں آتا ہے حواس میں نہیں آتا ہے اس کو غیب کہتا ہے سلیمان کو جب ھدھد نظر نہیں آیا تو

کہا کیا وہ غیب ہے سورہ نمل آیت ۔۲۰ یہاں سے علماء لغت نے جو چیز حس میں نہیں آتا ہے اسے غیب کہا ہے جو چیز انسان کے علم سے باہر ہے اس کو غائب کہا ہے سورہ نمل آیت ۔۷۵ موجودات کو غیب وغائب کہتے ہیں انسانوں کے حوالے سے یعنی انسانوں کی نظر میں وہ غائب ہے غیب ہمیشہ انسان کے لئے ہوتا ہے اللہ کے لئے کوئی چیز غائب نہیں جو چیز انسانوں کے لئے غیب ہے وہ اللہ کے سامنے حاضر ہے سورہ انعام آیت ۷۳۔

لیکن خود اللہ کے لئے کوئی چیز بھی غائب نہیں جس طرح کسی انسان کے لئے اپنی پانچ انگلیاں کبھی غائب نہیں ہیں یہاں سے کہا ہے ہر وہ چیز جو انسان کے حواس سے باہر ہے اس کو غیب کہا ہے۔ موجودات غیبی کو یا وجود غیب کو کوئی انسان انکار نہیں کر سکتے ہر انسان کو اپنی جگہ کسی نہ کسی غیب کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اعتقاد بوجود غیب انسان عاقل کے لئے ناگزیر ہے مثلاً ایک انسان پورے حواس خمسہ سے دیکھتے ہیں جو انسان سماعت سے محروم ہے وہ سماعت کی چیزیں اس کے لئے غیب ہے جو انسان بصارت سے محروم ہے رویتی چیزیں اس کے لئے غائب ہیں اس کے لئے اخبار پر اعتماد کرنا پڑتا ہے بعض چیزیں حواس خمسہ میں بھی نہیں آتا ہے وہ ایک اور عمل حس کے ذریعے سے پتہ چلتا ہے۔

مثلاً دو چیزیں ایک جیسی نظر آتے ہیں دیکھ کے پتہ نہیں چلتا ہے کس کا وزن زیادہ ہے ایک کو ہاتھ لگانے سے بھی پتہ نہیں چلتا ہے دونوں کو ہاتھ میں اٹھانا پڑتا ہے تب پتہ چلتا ہے کس کا وزن زیادہ ہے' یہاں سے یہ کہنا غلط نہیں حواس پانچ سے زیادہ ہے ایک کپڑا رنگ کے حوالے سے شکل کے حوالے سے ایک جیسا نظر آتا ہے لیکن نرمی کے حوالے سے ہاتھ لگانا پڑتا ہے دین کے ضد میں اللہ سے انکار اور اللہ کے ضد میں غیب سے انکار منکرین کو بھی ایک غیب پر ایمان لانا پڑتا ہے اس کے لئے ناگزیر ہے چنانچہ ان سے جب پوچھتا ہے یہ جو کائنات اس صورت میں نظر آتا ہے اس کا پہلا مادّہ کیا تھا تو وہ کہتا ہے پہلا مادّہ تھا حالآنکہ کسی بھی انسان کے حس میں نہیں آیا ہے وہ کہاں سے کہتا ہے کہ سب سے پہلا مادہ گیس ہے لہٰذا ایمان بغیب میں ادیان اور منکر ادیان دونوں شریک ہیں دونوں کا ایمان ہے ایک موجود غیبی اس عالم سے پہلے موجود تھی فرق یہ ہے وہ کہتا ہے وہ بھی مادہ ہے اہل ادیان کہتے ہیں اس کے علاوہ بھی کوئی وجود غیر وہ غیر مادہ موجود ہے لہٰذا انسان اپنے وجود کو دیگر موجودات کے وجود کو بلکہ کل کائنات کے وجود کو تحلیل کرنے اور عقلیت کے دائرے میں لانے کے لئے ضروری اور ناگزیر ہے ایک موجود غیر مادّی جس نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے پے ایمان لائیں گر اس پر ایمان نہیں لائیں گے تو اس کے لئے بڑا خطرہ کا سامنا ہے لہٰذا قرآن کریم کی دوسری سورہ سورہ بقرہ کی پہلی آیت میں آیا ہے یہ قرآن انسان کو ھدایت کرتا ہے رہنمائی کرتا ہے ایمان بغیب بھی اپنی جگہ ایک ایمان بغیب صحیح ہے ایک ایمان بغیب گمراہ کن ہے ایمان جامد ہے جواب رکتا نہیں ہے پھر بھی اس سے سوال ہوتا ہے یہ انرجی اس کو کس نے

پیدا کیا اس میں دھماکہ کس نے کیا لیکن ایمان ہدایت کن جب کہتا ہے ایک موجود ہے جو غیر مادی ہے وہ اپنے وجود میں صفات میں غنی بذات ہے کسی اور کی نیاز مند نہیں ہے۔

غیب ہر وہ چیز جو انسان کے مدرکات حسی سے باہر ہو اس کو غیب کہتے ہیں غیب چیزیں ہر وہ چیز جو غیب ہیں وہ متنازع ہے سارے جھگڑے یہاں ہوتے ہیں اختلافات یہاں ہوتے ہیں تمام جھگڑے فساد غیب کے بارے میں ہوتے ہیں کوئی کہتا ہے نظروں سے غائب ہے لیکن وہ یہاں نہیں مثلاً کسی عزیز کا ملک شہر سے باہر ہے ان کے عزیز پوچھتا ہے تمہارے عزیز یہاں ہیں یا نہیں تو کہتے ہیں یہاں ہیں دوسرا شخص کہتا ہے جھوٹ بولتا ہے نہیں ہے۔

جو چیز دائرہ حس میں آتا ہے شہود واقع ہوتا ہے وہاں متنازع نہیں ہے وہاں اختلاف نہیں ہے سورج نکلنے کے بارے میں محلّہ والوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس چیز میں بالغ نابالغ نہیں ہے مذکر مؤنث نہیں عالم و جاہل نہیں یہاں کہاں نہیں یہاں پوچھتا ہے کہاں طلوع ہوا ہے تو جو چیز سامنے ہے تو وہاں کہاں نہیں لہٰذا دلیل کی بھی ضرورت نہیں تو دلیل ہمیشہ غیب کے لئے چاہیئے۔غیب تک رسائی بہت کم ہوتا ہے لہٰذا قوی دلیل چاہیئے غیب جتنا اہمیت کے حامل ہوا تنا دلیل زیادہ قوی چاہیئے اہمیت کے حامل کم ہو تو اس کے لئے مختصر دلیل کافی ہے لہٰذا یہاں دلیل نقلی کافی ہے یہاں سے وجود اللہ قیل و قال سے ثابت نہیں ہوتا ہے اجماع سے ثابت نہیں ہوتا ہے وجود اللہ ہر وجود اس کا اثر ہے چیزیں ثابت دو طریقے سے ہوتے ہیں۔۱۔ایک خود وجود کوئی چیز دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ اثر نشانی سے ثابت ہوتا چہرہ سرخ ہونے سے خوشی کا اندازہ ہوتا ہے چہرہ دیمی سے پریشانی کا اندازہ ہوتا ہے اثر سے ہوتا ہے لہٰذا یہاں سے غیب کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔غیب قابل دید ہے جیسے مسافر جب واپس آتا ہے غیب نا قابل دید کو قرآن میں غیب الغیوب کہا ہے غیبوں کی غیب ہے چونکہ اللہ غیب الغیوب ہے لہٰذا وجود باری محتاج دلیل ہے کسی کو اللہ کی طرف بلانے اور اللہ کا اعتراف کرنے کے لئے دلائل چاہیئے یہ دلائل کہاں سے لائیں گے دلائل حسی ہو گی تو لوگ مانیں گے دلائل غیب ہوں گے تو نہیں مانیں گے اصل وجود بھی غیب ہو دلیل بھی غیب ہو لہٰذا اللہ دلیل نقلی سے ثابت نہیں ہوتا شخص کتنی ہی برگزیدہ کیوں نہ ہو عظیم ہستی ہی کیوں نہ ہو کیونکہ انسان کتنا ہی بڑا ہو مفادات سے عاری خالی نہیں ہو سکتا پاک نہیں ہو سکتا احتمال باقی رہتا ہے دھوکہ باز ہو جھوٹا ہو عقل خراب ہو اس پہ سحر ہوا ہو سارے احتمالات ہوتا ہے لہٰذا انبیا خود محتاج دلیل تھے کہ میں نبی ہوں دوسروں کو سمجھانے کے لئے بھی دلیل چاہیئے خود مطمئن ہونا کافی نہیں ممکن ہو خود مطمئن ہو جائے لیکن دوسروں کو کیسے مطمئن کرے یہاں سے وہ محتاج دلیل ہے پریشانی ہے کہ میں لوگوں کو کیسے سمجھاؤں۔

جب موسیٰؑ کوندا آئی یا موسیٰ انا اللہ (آیت) موسیٰ نہیں مانے کہا کہ یہ آواز کہاں سے آئی ہے دھوکہ تو نہیں ہو رہا ہے تو اللہ نے ان سے کہا کہ اپنے عصاء کو پھینک دو عصاء پھینک دیا (آیت) ڈر گئے اللہ نے دوبارہ بلایا فرمایا کہ عصاء کو پکڑو پہلا جیسا ہوگا۔

ایمان بالغیب کے درجات مراتب ہیں ان میں سے بعض پہلے یا بعد میں منکشف ہوں گے وہ حاضر میں تھے اب غائب ہوا ہے جیسے گزشتہ اقوام اپنے دور میں حاضر تھے اب ہمارے لئے غائب ہیں بعض ہمارے لئے ابھی غائب ہیں وہ جلد یا دیر میں حاضر ہوں گے بعض اسی عالم مادے میں ہے ہم اور اس کے درمیان حجاب پردہ ہے وسائل وذرائع نہ ہونے کی وجہ سے پتہ نہیں ہوتے یہاں سے اللہ کے علم غیب اور بندوں کے علم کا تمیز ہوتا ہے اللہ بغیر وسائل جانتا ہے بندے وسائل کے بعد جانتے ہیں یہیں مناسب ہے کہ ہمیں یہ فرق رکھنا چاہئے غیب اور ایمان بالغیب غیب تو لامحدود ہے ہمیں ہر غیب پر ایمان نہیں لانی ہے جن غیبوں پر ایمان لانے کا حکم قرآن میں آیا ہے صرف انہی پر ایمان لانا ہے جن غیبوں پر ایمان لانے کا حکم ہے ان کو پیش کرتے ہیں۔ ۱۔ ایمان بالغیب غیب پر ایمان لاؤ لیکن کس چیز پر ایمان لانا ہے بیان نہیں ہے سورہ بقرہ آیت ۔۳

۲۔ آپ سے پہلے جو نازل ہوا ہے اس پر ایمان لانا سورہ بقرہ آیت ۔۴ سورہ نساء ۱۶۲

۳۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں سورہ آل عمران آیت ۔۱۱۴

۴۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور نبی پر ایمان لاتے ہیں سورہ مائدہ آیت ۔۸۱

۵۔ آخرت پر ایمان لاتے ہیں سورہ انعام آیت ۔۹۲۔ ۱۱۳

۶۔ اللہ پر ایمان لاتے ہیں ملائکہ پر ایمان لاتے ہیں اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں پر اور رسولوں پر ایمان لاتے ہیں سورہ بقرہ آیت ۔۲۸۵

ان چیزوں پر ایمان نہ لانے والے ہیں گمراہ ہیں سورہ نساء آیت ۔۱۳۶

وحدانیت اللہ:

کلمہ وحدانیت مادہ وحد سے بنایا ہے جس کے معنی انفراد ہے راغب اصفہانی نے کہا ہے ہی شئی الذی لا جزء لہ وحدہ یعنی اس کو واحد گردانا گیا یا اس کو ایک حساب کیا ہے۔

کلمہ واحد مشترک بین مخلوق وخالق یعنی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں وحدت میں فرق ہے وحدت مخلوق

قابل تحول ہوتا ہے یا وحدادعائیہ ہے وحدت حقیقی نہیں ہے اما وحدت خالق جل شانہ وحدت اصلی ہے عارضی نہیں وحدت حقیقی قابل تحول نہیں قابل انتقال نہیں ہے۔

احد اکمل از واحد ہے اما وحدانیہ یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اما توحید یہ ایمان مکلّف ہے اللہ تعالیٰ متصف بوحدت ہے۔

وحدانیت اللہ اس کائنات جو صاحب فکر وعقیدہ ہے وہ انسان ہے انسان اس کائنات میں دو چیز دیکھ رہا ہے ایک خود انسان ہے خود کو دیکھ رہا ہے دوسرا تمام کائنات آسمان ستارے بحرات اشجار و درخت حیوانات دیکھ رہا ہے یہاں تین مفروضہ بنتا ہے یہ مخلوقات انسان سمیت خود نے خود کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ باطل ہے کیونکہ انسان قبل خود کو خلق کرنے کے لئے پہلے ہونا ضروری ہے از وجود نہیں تھے کہ وہ خود کو خلق کریں ہر چیز کی وجود میں آنے کے لئے ایک موجود چاہیے یہ مسلمات عقل کے خلاف ہے قرآن کریم میں اس مفروضے کو باطل گردانا ہے طور ۳۵۔۳۶

۲۔بعض نے بعض کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ بھی پہلے جیسا باطل ہے کیونکہ جس نے دوسرے مخلوق کو خلق کیا ہے خود کو کس نے خلق کیا ہے خود نے خود کو خلق کیا باطل ہے چہ جائیکہ دوسرے کو خلق کریں۔

۳۔غیر مخلوقات نے مخلوق کو خلق کیا ہے یہاں سوال آتا ہے یہ غیر مخلوقات جس نے تخلیقات کو خلق کیا ہے وہ جنس مخلوقات میں سے ہے یہ بھی باطل ہے اللہ سبحانہ وتعالی ہے یا وہ خود مخلوقات ہے تو رہ گیا کائنات کو اللہ نے خلق کیا ہے اللہ نے ہی کائنات کو خلق ہے اس پر اللہ پرستوں نے یہ دلائل قائم کی ہے۔

قرآن میں رسالت ونبوت ۔تورات انجیل صحف ابراھیم وزبور داود قرآن کریم رسالت الٰہی ہے سلسلہ انبیا تا حضرت محمد ﷺ اللہ کی طرف سے رسالت لانے والے خبر دینے والے ہیں قرآن کریم کی کثیر آیات میں اس رسالت کی خصوصیات امتیازات کو بیان کیا ہے سب سے اہم امتیاز یہ رسالت قطعی جزمی ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے علاوہ اس کو من اللہ تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ جوئی نہیں ہے اس رسالت کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات اللہ نے بیان کی ہے

۔ا۔یہ رسالت اللہ کی طرف سے نازل ہے لھذا وہ خالص ہے اس میں باطل غلط کی شایبہ تک نہیں ہے لھذا زمان نزول سے انتہائے دنیا تک جن وبشر کو تحدی کی ہے دھمکی دی ہے یا اس جیسا کوئی کتاب لائے ورنہ عذاب دردناک بگتنے کے لئے آمادہ رہے اسکا باطل کرنے والے نہ اللہ کی طرف سے آینگے نہ بشر اس کو تبدیل کر سکتے ہیں (آیت) یہ کتاب رہتی دنیا تک اللہ کی طرف سے محفوظ رہیں گے (آیت)

۔۲۔ یہ کتاب رسول امین کی طرف سے رسول امین پر نازل ہوا ہے وہ محمد ﷺ ہے

۔۳۔ یہ کتاب دیگر محرف کتابوں اور بشری کتابوں کی طرح نہیں سیاق سباق ابتداء وانتہا میں کہیں بھی اختلاف نہیں ہونگے (آیت)

۔۴۔ یہ کتاب اپنی جگہ واضح وروشن ہونگے کسی قسم کی ابہام غموضیت نہیں ہونگی (آیات)

۔۵۔ یہ کتاب دین اور شریعت پر مشتمل ہوں گے یعنی ایمانیات اور احکامات پر (آیات)

۔۶۔ شریعت ایک شریعت کامل ہونگے (آیات)

۔۷۔ قرآن کے بیان کردہ احکامات کے علاوہ کوئی احکام نافذ کرینگے وہ جھل جاھلیت پر مبنی ہوگا (آیت)

۔۸۔ اللہ کے علاوہ کسی کو کوئی چیز حلال کرنے کوئی چیز حرام کرنے کا حق نہیں ہے چونکہ ذرات اس کے اندر موجود خلیات مضر ومنفعت بطور کامل اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتے (آیت)

۔۹۔ ان آیات پر عملی تطبیق سنت وسیرت محمد ﷺ ہوگی (آیت)

۔۱۰۔ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی اور کا قول حجت نہیں ہوگی (آیت)

۔۱۱۔ رسات کے بعد نبوت کے باری آتی ہے یہ خبریں اللہ طرف سے پنچانے والے انبیاء ہیں حضرت محمد ﷺ ہیں انبیاء ابتداء سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام کے تمام بشر تھے جن وملک سے نہیں تھے اس سلسلے میں (آیات) جب یہ احکام اللہ کی طرف سے آئی ہے پیغام آئی ہے بشر کی طرف ۔اس پیغام کو بشر تک پہنچانا اور اس پر عمل کرانے میں انبیاء کا مقابلہ بشر سے ہے یعنی بشر کا مقابلہ بشر سے ہے بشر کا انبیاء کی دعوت کو قبول کرنے میں چند رکاوٹ موانع پائے جاتے ہیں

۔۱۔ ہر انسان اپنے آپ کو دوسرے انسان کے ساتھ مساوی برابر ہم جنس سمجھتے ہیں لذا ایک دوسرے پر برتری برداشت نہیں کرتے یعنی جلدی قبول نہیں کرتے دوسرے کہتے ہیں تم بھی انسان ہو ہم بھی انسان ہیں ہم تمھاری بات کیوں مانیں اگر ہم کسی اور کی بات کو ماننا پڑے گے تو ہم کیوں نہ اپنی آباء واجداد کی بات کو نہ مانیں یہاں سے بشر نے انبیاء کی دعوت کو انبیاء میں برتری نہ ہونے کو بنیاد بنا کر مسترد کیا۔ کہا آپ پر ہمارے لئے برتر ہماری بزرگان ہے جو گزر گئے ہیں یہاں سے ان کی دعوت کمزور پڑتے ہیں جنھوں نے اپنی بزرگان کی بات کو ماننے کا فیصلہ کیا ہے کیوں کہ وہ بھی تم جیسے تھے انکو بھی برتری نہیں تھے جب برتری نہیں ہے تو انبیاء پر ان کو کیوں مقدم رکھا ان سے بدبخت بدتر وہ لوگ ہیں جو غیر قوم ظالم قوم کو خود پر ظلم ڈھانے والوں کو اپنے سے برتر سمجھتے ہیں یہاں سے دور جمھوریت کے عوام پر رونا آتا ہے ہر جگہ

مقامی ملکی غیر ملکی باتوں کو من عن قبول کرتے ہیں بعض پرانے کو پرانہ کہ کرردکرتے ہیں جدید کو جدید کہکے آنکھوں پے لگاتے ہیں سینے سے لگاتے ہیں جبکہ حق نہ جدت میں ہے نہ قدامت میں حق حق ہوتا ہے حق کا مصداق صرف اللہ ہے یہاں سے انبیاء نے لوگوں سے خطاب میں کہا تم پے ہمیں برتری ہے کیونکہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہ رہے ہیں تم ٹھیک کہتے ہو تم بھی بشر ہم بھی بشر لیکن ہم پے وحیہ ہوتا ہے اللہ کی طرف سے لھذا انبیاء قوموں کو یہ منوایا کہ ہم اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کی مجاز نہیں ہم اللہ کی وحی تم تک پہنچاتے ہیں (آیت)

۔ا۔اللہ نے بھی وحی کے ذریعے پہنچایا انبیاء کے توسط سے اگر یہ غلطی یا افتراء باندھیں گے تو ہم ان کے گردنپکڑیں گے وہ ہماری گرفت سے بہر نہیں جاسکتے یہاں سے انبیاء کی بول بالا ہوگئ ہے (آیت)

۔۲۔انبیاء لوگوں کو دعوت دیتا ہے اپنے کو محدود رکھو انبیاء بتاتے ہیں ہم جو حدود اللہ کی طرف سے بتاتے ہیں اس تک محدود رہو اس میں دنیا میں تمھاری بھلائ ہے آخرت میں مرنے کے بعد قہر و عذاب الٰہی سے محفوظ رہینگے تو رسالت الٰہی صرف ھدایت اور رھنمائ ہے اس ھدایت رھنمائ کو قبول کرنے میں انسان کی آزادی جاتی ہے بعض اوقات ان کی دنیاوی مفادات بھی ہاتھ سے جاتی ہے یہ نقصان ہے بطور مثال انبیاء فرماتے ہیں زنا زنا کے قریب بھی مت جاو تو لوگ کہتے ہیں نہیں ہم اس کے عادی ہیں ہم اس کو چوڑ نہیں سکتے چلو زنا نہیں کریں تو ہم متعہ کریں گے نکاح سری کریں گے کہتے ہیں نہیں یہ بھی جائز نہیں اسلام میں ایک چیز جائیز ہے اسلام کے حرمات کا ایک چہرہ ہے جب کہ اس کے مقبال میں ایک شخص کہتا ہے حرام کچھ بھی نہیں جی بھر کے زنا کرو پیسہ چاہئے ہم دیتے ہیں جگ چاہیئے ہم دیتے ہیں عورت چاہیئے ہم دیتے ہیں جیسا کہ بعض جگھوں متع رواج دینے والوں ایسا بندوبست بھی کیا ہے ان دونوں ترجیحات کے مقابل میں اپنے دعوت کو اپنانے کے لیے انبیاء کو کیا طریقہ اپنانے چاہیئے انبیاء کے بعد ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کو کیا کرنا چاہئے انبیاء اور ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کی دعوت لوگوں کی آزادی سے طمع لالچ نقدی منافع مفاداتسے متصادم ہے لھذا اللہ نے انبیاء سے کہلوایا اور ہمیشہ داعی حق اور داعی باطل میں تمیز کرنے کا اصول وضع کیا لوگوں کو سمجھنا چاہیئے جاننا چاہئے داعی حق کون ہے داعی باطل کون ہے تمھارے حق میں کون بات کرتا ہے تمھارے خلاف کون بات کرتا ہے یہ سمجھنا چاہئے یہ لوگوں کو مطمئن کرے کہ اس دعوت سے ہمیں کوئ فائدہ نہیں ہے ہماری دعوت کو قبول کرنے سے تمھیں کوئ نقصان نہیں ہماری دعوت مفت کے مفت ہے کسی قسم کی مادّی فکری اجتماعی اجرت کے خواہاں نہیں نہ تم سے اجرت ہم لے سکتے ہیں کیونکہ ہم اللہ کا نمائندہ ہے (آیات) قل لا اسئلکم ۔۔۔۔

۔۲۔قرآن میں جن آیتوں میں انبیاء سے کہلوایا ہے کہ ہم اپنی تبلیغ رسالت کا اجر کے خواہاں نہیں ہے ان آیات میں دیکھنا

ہے کیونکہ انبیاء طلب اجرت نہیں کر سکتے آیئے دیکھتے ہیں

۔ا۔اللہ اس کے لیے کیا منطق پیش کرتے ہیں سورہ شوریٰ کی آیت ۔۱۰۹۔۱۲۷۔۱۴۵۔۱۶۴۔۱۸۰ میں آیا ہے ہم تم سے اجرت نہیں چاہتے ہماری اجرت اللہ پر ہے یہاں منطق کو یہ پیش کیا ہے اجرت دوطرح سے نہیں ہوتا ہے ہم اللہ کی طرف سے مأمور ہیں لہٰذا بہت سے اداروں میں یہ اعلان کرتا ہے ہماری مزدور کو بخشش نہیں دینا دوطرف سے اجرت زیادہ ہے اور رجحانات مادّی ان میں پیدا کرتے ہیں سورہ یونس آیت ۔۷۲ میں آیا ہے اگر تم ہم سے روگردانی کرے ہم نے تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کیا تھا ہماری اجرت اللہ پر ہے ہم مأمور ہیں کہ صرف اس ذات کے سامنے تسلیم ہوجائے ان دو آیات میں طلب اجرت کو اس منطق سے مسترد کیا ہے کہ ھماری اجرت صرف اللہ پر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے جو چیز انبیاء نے امّت سے طلب کی ہے اس میں کوئی مصلحت نہیں کیوں ان کو امّت سے کوئی ملنا نہیں ہے جب انبیاء کا امّت سے کوئی مصلحت نہیں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ مصلحت خود امّت کی ہے۔

۔۳۔تیسری آیت زبان نوح سے حضرت نوح نے کہا ہم تم سے اجرت طلب نہیں کرتے ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے دوسری وجہ بیان کی ہے جب ہماری اجرت اللہ پر ہے تو ہمارے پاس آنے والے لوگوں کے کوئی امتیاز نہیں ہوگا جن لوگوں نے ہمارے اپر ایمان لاے ہیں تمھارے خوشی میں ان کو دور نہیں کرے گا سورہ ہود کے آیت ۔۵۰۔۵۱ پر آیا ہے کہ ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے سورہ یوسف آیت ۔۱۰۳۔۱۰۴ ۔ان کا اجر صرف اللہ پر ہے اب ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ کو حکم ہے آپ بھی انبیائے گذشتہ کی اقتدا میں کہئیے ہم جو دعوت کی ہے وہ اللہ کے لئے ہے ہم تم سے اجرت کے خواہاں نہیں ہے سورہ سبا آیت ۔۴۷ پیغمبر سے خطاب ہے آپ کہدے ہم تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے جو ہم نے کی ہے وہ تمھارے فائدے کے لئے ہے ہم اجرت صرف اللہ سے طلب کرتے ہیں وہ ہماری عمل کا خود ناظر و گوہ ہے

ملائکہ پر ایمان جزءایمان ہے:

اعتراف بغیب ایمان بغیب موجودات غیب مرئی غیر حسی کا اعتراف اس وقت ضروری نا قابل انکار ہے اگر اس کی خبر قرآن میں آیا ہے جیسے وجود' جن' قرآن کریم میں انس کے ساتھ برابر' جن' کا ذکر آیا ہے ان کے وجود کا اعتراف نا قابل انکار ہے اور تکذیب تکذیب آیات ہے لیکن ان پر ایمان لانے کا نہیں کہا ہے' جن' پر ایمان نہیں لانا ہے کیونکہ وہ بھی ہم جیسے مکلّف ہے مکلّف کا اعتراف کیا جاتا ہے ان پر ایمان لانا اس لئے ضروری نہیں ہے کیونکہ وہ ہماری زندگی میں

مؤثر نہیں ہے اثر کا کردار ادا نہیں کرتے جو ہماری زندگی میں اثر کا کردار ادا کریا س پر ایمان لانا ہے ایمان ان پر لایا جاتا ہے جن پر ایمان لانے کا قرآن میں حکم آیا ہے جن چیزوں کے بارے میں ایمان لانے کا حکم نہیں وہ اعتقادات میں نہیں ہے یہاں سے چند چیزیں وضاحت کی ضرورت ہیں۔

ا۔ جو قرآن میں آیا ہے چاہے تفصیل میں ہو یا اجمال میں اعتراف ضروری ہے انکار تکذیب بقرآن ہے

۲۔ جن چیزوں کی غیب گوئی کی ہے پیش گوئی کی ہے کہ اس کا آنا ہے اس پر بھی ایمان نہیں ہوتا ہے جیسے دجال کی آمد مہدی کی آمد قرآن کریم نے جن چیزوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے صرف ایمان تک محدود ہے باقی چیزیں اگر ثابت ہو جائے تو تسلیم ہے اور اگر ثابت نہ ہو جائے تو تسلیم بھی نہیں ہے جن چیزوں پر ایمان لانا ہے جس کے بارے میں کسی قسم کی حسی تصور ممکن نہیں ہے وہ غیب مطلق ہے اس پر ایمان لانا اس لئے ضروری ہے چونکہ قرآن نے ایمان لانے کا کہا ہے ہم قرآن کو رد نہیں کر سکے لہٰذا ایمان بھی رد نہیں کر سکتے اس میں ایمان باللہ اور ایمان بآخرت ہے ایمان باللہ اور ایمان یوم آخرت میں جو تفصیل قرآن میں آیا ہے اس کے مطابق ایمان لانا ہے اس سے زائد ایمان لانا چاہے وہ سائنسی طریقے سے ثابت کرے عقل یونانی سے ثابت کرے یا روایات سے ثابت کرے تینوں طریقے سے ایمان لانا ضروری نہیں ہے اس پر ایمان لانے سے امت میں فساد ڈالی ہے وہ لوگ گمراہ ہے انہوں نے ایک چیز اضافی امت پر ٹھونسا ہے جن میں معتزلہ اشاعرہ ماتریدی صوفی عقائد ہے۔

قرآن کریم میں تین چیزون پر ایمان لانے کا تکرار کیا ہے یہ تینوں چیزیں انسان کی سعادت وشقاوت میں دخل رکھتے ہیں۔

ا۔ ایمان باللہ ہے اگر اللہ نہیں تو رسول کا نبی کا نظام کا حیات کا ممات کا کوئی تصور ہوتا نہیں ہے وہ ایک فالتو ہے جس طرح حیوان جب تک زندہ ہے کھاتا رہتا ہے جب مر گیا مر گیا جس طرح حیوان صفت انسان بھی جب تک زندہ کھاتا رہتا ہے اس کے لئے ضروری نہیں کسی نظام کے اندر رہے اگر نظام کسی اپنی ذاتی مصلحت کے تحت قبول کریں گے تو اندر سے نہیں مانیں گے جس طرح اقتدار میں آنے والے ظاہری طور پر انتظام کا چرچا کرتے ہیں اندرونی طور پر اندر سے نظام کو کھوکھلا کرتے ہیں سکھاتے ہیں چنانچہ اسلامی ملکوں میں آنے والے سے لے کے آپ لے جائیں مشرقی مغربی کمیونیزم نظام کے سربراہان تک وہ اندر سے چوری کرتا ہے دھندلی کرتا ہے کرپشن میں پکڑا جاتا ہے اللہ ہے ایمان باللہ ہے انسان کو محدود کرنے کا پہلا حد ہے اللہ مالک ہے اس نے اس حد سے تجاوز سے مولا نے منع کیا ہے۔

۲۔ ایمان بآخرت ہے اگر اللہ ہے اللہ کی وجود کو تسلیم کرے ہر موجود بغیر موجد کے وجود میں نہیں آتا ہے لیکن

ایمان بآخرت ایمان بحساب وکتاب سزاو جزانہ رکھے تو کوئی منطق نہیں بنتا ہے کہ وہ بہت سی برائیوں سے خود کو باز رکھے ایمان باللہ کے بعد ایمان بیوم آخرت ہے لہٰذا قرآن میں ایمان باللہ کے بعد ایمان بیوم آخرت ذکر آیا ہے اگر قیامت نہیں حشر ونشر نہیں تو دین کا تصور بے معنی ہو کے رہتا ہے فرق نہیں پڑتا ہے آخرت نہیں ہے ہم دنیا کو چھوڑیں اللہ اور ایمان بآخرت کے بعد۔

۳۔تیسرا اصل اصل نبوت ورسالت ہے نبوت یعنی اللہ کی طرف سے بندے کو خبر دینا رسالت یعنی اللہ کی طرف سے دستور آنا آئین آنا ہے اگر یہ دستور آ گیا اس دستور پر عمل کیا تو وہ دستور انسان کو جنت لے جائیں گے اگر اس دستور کو رد کیا تو انسان جہنم جائیں گے یعنی دستور کو اپنانے والے کو رد کرنے والے کو جزا ملیں گے ان تین کے بعد ایمان ملائکہ ہے اللہ کی وجود پر ایمان دو طریقے ہیں ایک آثار ہے دوسرا نظام ہے ملائکہ الٰہی انسان سمیت کل کائنات کا نظام ملائکہ کے ہاتھ میں ہے حتیٰ وحی ہدایت ورہنمائی انبیاء ملائکہ کے ذریعے ہوتا ہے لہٰذا ایمان بملائکہ ہے۔

۳۔سورہ یونس کی آیت۔ا۔میں آیا ہے تلک آیت الکتاب الحکیم ٥ وہ آیات کتاب حکیم کی آیات ہیں تلک اشارہ ہے مؤنث پیغمبر سے یہ جو ہے آیات حکیم کی طرف سے ہے آیات قرآن کریم میں تین معنوں میں آیا ہے۔

ا۔جس چیز کی حسن وجمال خوبی اپنے انتہاء کو پہنچا ہے اس کو آیت کہتا ہے اس حوالے سے قرآن میں آیت تین معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

الف۔اللہ کی طرف سے دیکھائے گئے معجزات کے لئے کہا ہے جو انسان اس جیسے مقابلے سے عاجز ہو اللہ کی طرف سے لائی جانی والی معجزات کو آیت کہا ہے سورہ اعراف آیت۔۱۳۲

ب۔کائنات میں دگرگوں ہونے والی محیّر العقول تغیّرات کے لئے آیت کہا ہے سورہ اسراء آیت۔۳۷ سورہ مؤمنون آیت۔۱۲ سورہ یٰسین آیت۔۳۷ سورہ اسراء آیت۔۱۲ سورہ مؤمنون آیت۔۵۰

ج۔آیت قرآن کے لئے استعمال ہوا ہے جس سے مشرکین کو تحدی کی ہے یہاں فرمایا ہے کہ یہ آیات جو آپ پر نازل ہوئی ہیں یہ حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہیں حکیم اسے کہتے ہیں جو اشیاء کو اپنی جگہ پر رکھتا ہے قرآن کریم کی تیسری سورہ جس میں اس کتاب کی تعریف توصیف آئی ہے سورہ مبارکہ ھود اس کی پہلی اور دوسری آیت ہے پہلی صفت یہ ہے کہ اس کی آیت اپنی جگہ محکم ہے اس کو محکم کہا ہے یہ صیغہ مادہ۔ح ک م سے بنا ہے ح ک م سے مرکب یہ کلمہ ایک ایسی محسوس مطغن عمارت کو کہتے ہیں جس میں فساد خرابی خلل تناقض تعارض بوسیدگی جیسی چیزیں سرایت نہیں ہوسکتی ہیں یعنی اس کتاب کو ہر قسم کی نشان باطل بنانے والی چیزیں موجود نہیں ہیں اس کتاب سے تمسک کروگے تو تمہارے اندر فساد نہیں

آ ئے گا۔

دوسری آیت میں آیا ہے یہ کتاب تحکیم کے بعد تفصیل کی گئی ہے فصل کے معنی جدا کے معنوں میں آیا ہے فصل وصل کے بعد آتا ہے قرآن کریم ایک جامع کتاب ہے جس کو سوروں کے ذریعے ٹکڑے کرتے ہیں جدا کرتے ہیں سورہ بڑی فصل ہے جبکہ آیت چھوٹی فصل ہے اللہ نے قرآن کو محکم اس لئے کہا ہے کہ انسان کی اس تک رسائی ممکن ہو یعنی سمجھنا ممکن ہو مجمل معمّا نہ ہو فصل سے چندین مراد ہے۔

۱۔قرآن ایک کتاب فصلی ہے اس پر چندین آیات دلالت کرتی ہے

۲۔تنزیل ہے سورہ اسراء آیت۔۱۰۶

۳۔ترتیل ہے سورہ فرقان آیت ۔۳۲

۴۔یہ تفصیل حکیم وخبیر کی طرف سے ہے خود صاحب کتاب کی طرف سے ہے

۵۔جس سورے کے آغاز میں اس کتاب کی تعریف آئی ہے وہ سورہ مبارکہ یوسف ہے فرمایا ہے یہ وہ آیات ہیں جو اپنی جگہ مبین ہیں یعنی یہ آیات معمّا متشابہ نہیں ہیں اپنے معنی خود بیان کرتی ہیں مبین اسم فاعل ہے مادہ ابان سے ہے یہاں سے بین بان سے ہے بان جدا کو کہتے ہیں جیسا کہ دیگر آیات دوجگہ آیا ہے ھٰذا بیان للناس یہ لوگوں کیلئے بیان ہے۔

سورہ ابراہیم آیت۔۱۔میں آیا ہے یہ کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے اس کا مقصد لوگوں کو ظلمتوں سے نور کی طرف رہنمائی کرنا ہے اس سے واضح ہے کہ یہ کتاب کل بشریت کیلئے ہادی ہے بغیر کسی استثناء کے تمام بشر کے لئے ھادی ہے اس حوالے سے یہ کتاب کتاب انسانی ہے سورہ حجر اس کی پہلی آیت میں آیا ہے اس کتاب کی آیات اور قرآن مبین ہے قرآن کریم مین کلمہ مبین رسالت اور قرآن دونوں کی صفت بتائی ہے رسول بھی مبین ہے قرآن بھی مبین ہے بعض آیات میں رسالت کو مبین کہا ہے بعض آیات میں قرآن کو مبین کہا ہے حق و باطل کو الگ الگ طریقے سے پہچاننا چاہئے رسول بھی مبین ہے قرآن بھی مبین ہے۔

سورہ مائدہ آیت۔۹۲ سورہ حجر آیت۔۸۹ سورہ نحل آیت۔۳۵۔۸۲ سورہ نور آیت۔۵۴ سورہ عنکبوت آیت۔ ۱۸ سورہ یٰسین آیت۔۱۷ سورہ مائدہ آیت۔۱۵ میں آیا ہے کہ اللہ کی کتاب بھی مبین ہے رسول بھی مبین ہے قرآن کے لئے فرمایا کہ یہ لسان عربی مبین ہے سورہ نحل آیت۔۱۰۳ قرآن مبین ہے سورہ یٰسین آیت۔۶۹ سورہ احقاف آیت۔۹ سورہ یوسف آیت۔۱ کتاب مبین سورہ شوریٰ آیت۔۲ سورہ قصص آیت۔۲ سورہ زخرف آیت۔۲ سورہ دخان آیت ۲

سورہ انعام آیت ۔۵۹ سورہ سباء آیت ۔۲ ان آیات میں قرآن کریم کو مبین کہا ہے جن آیات میں پیغمبر کے لئے مبین استعمال ہوا ہے وہ یہ ہیں سورہ حج آیت ۔۴۹ سورہ عنکبوت آیت ۔ ان آیات میں پیغمبر کو مبین کہا ہے

سورہ حجر کی آیت ۔۱۔ میں فرمایا ہے کتاب کی آیات ہیں اور قرآن دونوں مبین ہیں کتاب جو ہے بغیر تعریف الف لام آئی ہے تو اس سے مراد تمام کتب آسمانی ہے جو اللہ نے حضرت ابراہیم سے لیکر حضرت خاتم النبیّین تک نازل کی ہیں یہ سب کتاب کا مصداق ہے لیکن جہاں کتاب الف لام سے معرف ہوا ہو تو اس سے مراد قرآن کریم ہے حضرت محمد ﷺ پر نازل شدہ کتاب کی دو خصوصیات ہیں جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں۔

۱۔ قرآن ہے جو سینوں میں محفوظ ہے حفظ داخل انسان ہے اور اس کی قرائت ہوتی ہے۔

۲۔ کتاب ہے کتاب ثبت کو کہتے ہیں اس حوالے سے دیکھیں تو گزشتہ کتابیں بھی ثبت ہوئی تھیں لیکن وہ کتابیں نبی کے دنیا سے رحلت ہونے کے چندین سال گزرنے کے بعد ہوئی تھیں اس حوالہ سے دوسری کتب اور قرآن میں فرق ہے چونکہ سابقہ کتب نازل ہو کے عرصہ دراز گزرنے کے بعد لوگوں کی زبان سے ملی ہوئی الفاظ کو ضبط تحریر تدوین میں لایا ہے لہذا ان میں کمی بیشی دونوں احتمال حد قوی کو پہنچا ہے۔

جب کہ قرآن کریم فی زمانہ وقت نزول نبی کریم کی نگرانی میں بروقت ضبط ہوا ہے نبی کریم نے اس کا اہتمام اس طریقے سے کیا ہے کہ یک طرف سے اس کو حفظ کرنے کی دعوت دی ہے دوسری طرف سے اس کو لکھنے کے لئے امین مأمون شخص کو مؤلف کیا ہے لہذا اس میں کسی قسم کی کمی بیشی مسترد ہے آیات جو ہیں اس میں جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے یا شیئ عجیب وغریب مناظر ہیں جس کی طرف ذہن متوجہ ہوتا ہے جیسے گردش لیل ونہار طلوع شمس وقمر انجم اپنی جگہ ایک دلیل ہیں ایک ایسا وجود جو ان سب کو گردش دے رہا ہے یا یہ ان معجزات کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ سچا ہے یہ وہ آیات قرآن ہیں جو نظام حیات انسانی پر مشتمل ہیں یہاں کتاب کے بعد قرآن کہنا لفظ خاص ہے جو عام پر عطف کیا ہے۔

۳۔ مبین ہے قرآن بذات خود واضح ہے اور دوسروں کو بھی واضح کرتا ہے وہ ہر چیز پر محیط ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت ۳۸ میں آیا ہے جہاں جس چیز کا حکم چاہیں گے وہ اس قرآن میں ملے گا یا اہل ذکر سے پوچھیں۔

۴۔ سورہ کہف اس سورہ کی پہلی آیت میں پیغمبر وامّت دونوں مأمور ہیں کہ اللہ کی حمد کریں حمد کہاں کرتے ہیں جہاں کوئی گراں قیمت چیز بغیر استحقاق حاصل ہو جائے محسن نے اپنی طرف سے احسان کیا ہو۔ سورہ اسراء کا آغاز اللہ کی تنزیہ سے شروع ہوا ہے اس کے بعد سورہ کہف اللہ کی تحمید سے کیا ہے یہ حمد اس نعمت کے بدلے کہ اللہ نے اپنے بندے پر

ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں کسی قسم کی کجی نہیں پائی جاتی کلمہ عوج ٹیڑھے کو کہتے ہیں راستہ ایک مستقیم ہوتا ہے ایک ٹیڑھا ہوتا ہے لفظ جب فہم میں آسان ہو تو مستقیم کہتا اور اگر سمجھ میں مشکل ہو تو اس کو عوج کہتا ہے یہاں اللہ نے ہم سے حمد کرنے کے لئے کہا ہے کیونکہ اس نے ہم پر کتاب غیر عوج نازل کی ہے چنانچہ اس کا ذکر سورہ زمر آیت۔۲۸ میں ہے سمجھایا ہے اگر جادہ یکسو جا رہا ہے تو اس کو مستقیم کہتے ہیں اور اگر دائیں بائیں موڑ ہیں تو اس کو عوج کہتے ہیں اس کے لئے دائیں بائیں موڑ کے لئے استظامیہ امور و مرور وہاں نشانی لگاتے ہیں کہ یہاں سے موڑنا ہے جانبدار انسان رشوت خور انسان مفاد پرست راستے کی کجی کی نشانی لگاتے ہیں اللہ کی راستے میں کجی نہیں تا کہ اس پر نشانی لگائی جائے یہاں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اجتہاد و اہل فقہ کتنی بدنیتی پر مبنی ہے اللہ پر افتراء باندھتے ہیں اللہ کی کتاب ظنیّ الدلالہ ہے۔ مطلب سمجھ میں نہیں آتا ہے لفظ غیر واضح ہے لفظ معما ہے متشابہ ہے قرینہ بھی نہیں لگایا ہے۔

نشانی بھی نہیں لگائی ہے اتنا جھوٹ باندھا ہے تا کہ وہ ایک جعلی حکم یہاں پر بنائے انتظامیہ امور و مرور موڑ نے کے لئے نشانی نہیں لگایں گے تو بڑی آفت مصیبت فاجعہ ہوسکتی ہے پورے خلائق ہر کس و نا کس اس حکومت اور انتظامیہ امور و مرور کے لئے چن چن کے برے الفاظ استعمال کریں گے۔

دوسری آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب انسان پر ناظر و نگراں ہے ان وضاحت و روشنی کے باوجود انحراف کیا تو مخالف کو دردناک عذاب دیں گے اور مؤمنوں کو بشارتوں سے نوازیں گے یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان کی تمام نقل و حرکت پر قائم ناظر کتاب سمجھنا انسانوں کے لئے مشکل ہو سورہ مائدہ آیت۔۴۸ میں قیم کی جگہ لفظ مہیمن استعمال کیا ہے قرآن قیم ہونے کی وجہ سے دین اسلام بھی قیم بتایا ہے۔

۵۔قرآن کریم کی تعریف جن سوروں کی ابتدا میں آئی ہے ان میں ایک سورہ سورہ نور ہے سورہ نور ایک قضیہ ایک مزورہ مغضوب کے حکم میں آیا ہے اس لئے یہاں حکم اتنی واضح و روشن بیان کیا ہے اس لئے آیات کو اللہ نے نور کہا ہے اسی مناسبت سے اللہ نے یہاں نور کا بھی تعریف کی ہے لیکن فقہ فقاہت والوں کی بدنیتی اور خیانت کاری کا اندازہ اسی سورے کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جہاں فرمایا ہے کہ زانی زانیہ کے لئے ہے مؤمنین کے لئے حرام ہے قرآن نے اس کو حرام کہا ہے فقاہت نے اس کو کراہت گردانا ہے۔

۶۔جن سوروں کی ابتداء میں اس قرآن کی تعریف کی ہے ان میں ایک سورہ فرقان ہے فرمایا ہے وہ ذات مبارک ہے بابرکت ہے آپ کے وھم و گمان امید و آرزو سے زیادہ عنایتیں کرتا ہے وہ ذات جس ذات نے اپنے بندے پر فرقان نازل کی کیوں؟ عالمین کو ڈرانے کے لئے قرآن اور انبیاء اللہ کی منہج کو اپنانے والوں کو بشارت لے کے نازل ہو

اہے اور مخالفین کے لئے انذار کرنے کیلئے آیا ہیں جب کہ صوفی اولیاء پرستوں کا کہنا ہے کہ ھم اللہ کی عذاب سے نہیں ڈرتے کیا یہ کفر نہیں ہے؟

اس سورے کی ابتداء میں قرآن کی ایک صفت فرقان بتایا ہے فرقان یعنی حق و باطل کو جداگانہ پیش کرنے کے لئے جیسا کہ سورہ اعراف کی پہلی آیت میں آیا تھا لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف نکالنے کے لئے نازل ہوا ہے اللہ نے قرآن نازل کیا ہے مواقع خیر وشر کو جداگانہ دکھانے کے لئے ہے دین اوج خیر پر ہے جب کہ کفر ظلالت وگمراہیوں میں ہے قرآن میں کوئی چیز مبہم نہیں چھوڑی ہے جو بیان نہ کیا ہو قرآن کو فرقان کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک دفعہ نازل نہیں ہوا حصہ حصہ کر کے نازل ہوا ہے جیسا کہ سورہ اسراء آیت۔۶ میں آیا ہے۔

۷۔جن سوروں کی ابتداء میں قرآن کی تعریف کی ہے ان میں سے ایک سورہ شوری ہے سورہ شوری کی آیت ۲ میں آیا ہے یہ جو کتاب ہے مبین ہے مبین کا معنی اس میں کمی نہیں نقص نہیں ہے جیسا کہ سورہ انعام آیت۔۱۳۸ اس سورے کی آیت۔۳۔میں اللہ نے نبی کریم سے فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو ہلاک نہ کریں پریشان نہ ہو کہ یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے جیسا کہ سورہ فاطر آیت۔۸ میں آیا ہے آپ ان پر زیادہ حسرت نہ کریں اس طرح سورہ غاشیہ کی آیت۔۲۲ میں فرمایا ہے آپ ان پے مسلط نہیں آپ ان پر جبار نہیں یا کسی اور جگہ پر آیا ہے کہ آپ وکیل نہیں ان آیات سے انسان کو حیرت میں ڈالتا ہے بعض علماء دین کی سربلندی کے لئے کافر وملحدین سے سمجھوتہ کرتے ہیں جن سوروں میں قرآن کی تعریف کی ہے ان میں ایک سورہ نمل کی ابتدائی آیت ہے اس سورے میں فرمایا ہے قرآن وکتاب دونوں مبین ہیں جب مبین ہے تو یہ ہدایت بھی ہے اور مؤمنین کے لئے بشارت بھی ہے۔

کلمہ وحدانیت مادہ وحد سے بنایا ہے جس کے معنی انفراد ہے راغب اصفہانی نے کہا ہے **ہی شئی الذی لا جزء له و حده** یعنی اس کو واحد گردانا گیا یا اس کو ایک حساب کیا ہے۔

کلمہ واحد مشترک بین مخلوق وخالق یعنی دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن دونوں وحدت میں فرق ہے وحدت مخلوق قابل تحول ہوتا ہے یا وحدات دعائیہ ہے وحدت حقیقی نہیں ہے اما وحدت خالق جل شانہ وحدت اصلی ہے عارضی نہیں وحدت حقیقی قابل تحول نہیں قابل انتقال نہیں ہے۔

احد اکمل از واحد ہے اما وحدانیہ یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اما توحید یہ ایمان مکلّف ہے اللہ تعالیٰ متصف بوحدت ہے۔

وحدانیت اللہ اس کائنات جو صاحب فکر وعقیدہ ہے وہ انسان ہے انسان اس کائنات میں دو چیز دیکھ رہا ہے

ایک خود انسان ہے خود کو دیکھ رہا ہے دوسرا تمام کائنات آسمان ستارے بحرات اشجار و درخت حیوانات دیکھ رہا ہے یہاں تین مفروضہ بنتا ہے یہ مخلوقات انسان سمیت خود نے خود کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ باطل ہے اب تک کسی بھی ملحد و جامد کی ہمت نہیں ہوئی کہ یہ دعواء کریں کیونکہ یہ جہاں حال عقلی ہے کیونکہ انسان قبل خود کو خلق کرنے کے لئے پہلے ہونا ضروری ہے کہ وہ خود کو خلق کریں غیب موجود ہے خلق کی ضرورت ختم ہے ہر چیز کے وجود میں آنے کے لئے ایک موجد چاہیے یہ مسلمات عقل کے خلاف ہے قرآن کریم میں اس مفروضے کو باطل گردانا ہے طور ۳۵۔۳۶

۲۔بعض نے بعض کو خلق کیا ہے یہ مفروضہ بھی پہلے جیسا باطل ہے کیونکہ جس نے دوسرے کو خلق کیا ہے خود کو کس نے خلق کیا ہے خود نے خود کو خلق کیا باطل ہے چہ جائیکہ دوسرے کو خلق کریں۔

۳۔غیر مخلوقات نے مخلوق کو خلق کیا ہے یہاں سوال آتا ہے یہ غیر مخلوقات جس نے مخلوقات کو خلق کیا ہے وہ جنس مخلوقات میں سے ہے یہ بھی باطل ہے اللہ سبحانہ وتعالی ہے یا مخلوقات کو اللہ نے خلق کیا ہے اللہ نے ہی کائنات کو خلق ہے اس پر اللہ پرستوں نے یہ دلائل قائم کئے ہیں۔

قرآن کریم کی پہلی سورہ جسے روایات میں ام الکتاب کہا ہے اس سورہ کا آغاز اصرار و تکرار کے ساتھ اس کی ربوبیت کی توحید و ربوبیت کا اعلان واعتراف کرنے کی تلقین کی ہے اعلان ربوبیت کے بعد اعلان توحید الوہیت کریں اس کے بعد توحید عبودیت وتوحید استعانت کرنی ہے عالمین کا رب ہے اللہ کی ربوبیت دیگر ارباب سے مختلف ہے اللہ کی ربوبیت دیگر ارباب سے مختلف ہے اللہ کی ربوبیت مقتضی رحمانیت و رحیمیت والی ہے اس کے تحت کائنات کی ہر شئی اس کی ربوبیت کے احاطہ میں ہے چاہے کافر و منافق عاصی و ملحد ہی کیوں نہ ہو اس کی ربوبیت کی فیاضی بغیر کسی فرق و امتیاز ان تک پہنچتی ہے کثیر آیات میں اللہ نے انسانوں کو اس ربوبیت کا اقرار و اعتراف کرنے کو کہا ہے۔

جن۔ملک۔انسان

۲۔انسان کی ہدایت کا عہدہ ملائکہ کو دے دیں ملائکہ انسان کی ھدایت و رہنمائی کریں۔ملائکہ انسان کے مقتداء نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ ملائکہ قوۃ شہوانیہ نہیں رکھتے ہیں

۳۔جن ہے کہ جن انسان کی ھدایت و رہنمائی بھی کرے۔

جن انسانوں کو دیکھتے ہیں لیکن انسان جنون کو نہیں دیکھتے ہیں۔

۱۔جن چونکہ موجود غیر مرئی ہے انسان اسے دیکھ نہیں سکتا اس طرح ملک بھی موجود غیر مرئی ہے لہذا نبی از خود نوع انسان سے ہی ہوگا جو ایک دوسرے کو دیکھ سکتا ہو ہدایت کرنے اور لینے والا دونوں میں کوئی مانع عذر بہانہ نہ ہو چنانچہ اللہ

سبحانہ نے معاندین انبیاء کا یہ اعتراض اشکال مسترد کیا اگر ہماری ہدایت کے لئے بھیجتے تو قبول کرتے جہاں سورہ انعام آیت ۸۔۹ میں آیا ہے اگر ہم ہدایت کیلئے ملائکہ بھیجتے تو اسکو لباس انسان پہنا کر بھیجتے اس طرح سورہ اسراء آیت ۹۵۔

یہاں سے واضح ہو جاتا ہے انسانوں کی ہدایت اللہ کی طرف سے بشر ہی کر سکتے ہیں جہاں ہدایت کرنے والی تمام خصوصیات امتیازات تقاضے خواہشات ہادی اور مہدی دونوں کی ایک ہی ہے لہٰذا قرآن میں آیا ہے تم ہی سے رسول منہم آیا ہے اب یہ دیکھنا ہے اللہ کی طرف سے جو نبی آئیں گے وہ کس حساب سے آئیں گے زمان کی حدبندی کے تحت آئیں گے ہر ایک ہزار یا پانچ سو سال کے بعد ایک نبی آئیں گے یا کرہ ارض کو تقسیم کریں گے اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو انبیاء کی جو تعداد قرآن کریم میں آئی ہے وہ انتہائی محدود تعداد ہے اس محدود تعداد کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے انبیاء جو ہدایت لایا ہے وہ غیر محدود نہیں ہے ہدایت محدود ہے زمان و مکان اور اعداد جن وانس غیر محدود ہے انتہائی محدود وکلیات تک محدود ہے یعنی یہ پیغام جو اللہ کی طرف سے آیا ہے گرچہ اس زمانے کے مخاطبین سے محدود ہے لیکن یہ تمام روئے زمین کے رہنے والے بلکہ رہتی دنیا تک کے لئے کافی ہے۔

قرآن کریم کی مثال اس شجرہ کی مثال ہے جو اپنی جگہ صاحب شاخات کثیرہ ہے جس کے تنے میوجات سے بھرے اویزان ہے طویل قصیر سب اس کے پھل کھا سکتے ہیں لیکن میوہ ایک جیسی ہے میوہ متنوع نہیں قرآن کریم بظاہر سور وآیات میں متنوع نظر آتے ہیں آیات مختلف نظر آتے ہیں لیکن بعض سورے کا ایک ہی موضوع ایک عنوان ہیں جیسے سوری یوسف بعض جگہ سورہ میں تنوع نظر آتے ہیں جیسے سورہ کہف لیکن عندہ تحقیق ایک ہی ہدف کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس طرح کل قرآن کا ایک موضوع ہی ہدف وہ ہدایت انسان ہے جیسا کہ بقرہ کی پہلی آیت میں آیا ہے ذلک الکتاب لا ریب فیہ یہ کتاب ہدایت ہے ہدایت کے لئے راستہ چاہیے راستہ کا نام صراط مستقیم ہے ہادی خاتم النبین ہے ایک علی صراط مستقیم انبیاء ہیں۔

لہٰذا اصل قرآن رسالت ہے خبر دینے والا رسول و نبی ہے امت اسلام کو اللہ کی طرف سے ہدایت لینے کیلئے رسول کی راہ پر چلنا ہے جو لوگ رسول کو چھوڑ کر اصحاب ائمہ کے راستہ پر دیکھاتے ان کے بعد علماء کے راستے دیکھاتے ہیں وہ ضال ہیں علماء ہادی ہیں بشرط کہ ان کو سنت قرآن اور سنت نبی کی کسوٹی سے ناپا تولا جائے۔

۴۔انسانوں میں سے ایک انسان اللہ سے ھدایت لے کر آ کے انسانوں تک پہنچائیں عملی طور پر صرف یہی فارمولہ ممکن ہے باقی دو جن اور ملائکہ کا ممکن نہیں ہے چونکہ انسان ملائکہ کو نہیں دیکھ سکتا ہے لہٰذا اللہ نے فرمایا اگر ملائکہ بھیجیں گے تو ملائکہ کو انسان کا لباس پہنا کر بھیجیں گے۔(آیت) ہدایت جن کریں گے تو انسان جن کو نہیں دیکھ سکتے تو رہ

گیا انسان ہی انسان کی ھدیت کرے لیکن بعض انسانوں نے اس کو بھی مسترد کیا ہماری ہدایت ہم جیسا بشر نہیں کرسکتا بشر نے ہمیشہ دعوت انبیاء کو یہ کہہ کر مسترد کیا ہے کہ تم ہم جیسا بشر ہے (آیت) انسان کی ہدایت کرنے والے انسان کو نبی کہتا ہے اس نظام کو نبوت کہتے ہیں علماء کے درمیان اختلاف ہے نبوت کا اصل مصدر کیا ہے۔

یہ صیغہ عربی کے کس مادے سے بنی ہے صاحب مقائیس لکھتا ہے نبأ سے بنی ہے نبا خبر ہے جو ایک مکان سے دوسرے مکان پے آتا ہے منبی ءبھی کہتا ہے مخبر بھی کہتا ہے نبأ ۃ ہلکی آواز کو کہتا ہے صاحب تھذیب جلد ۱۵ ص ۴۸۶ سے نقل کرتے ہیں ابن سکیت نے کہا ہے نبی اللہ کی طرف سے خبر دینے والے کو کہتے ہیں بعض نے کہا ہے نبی نبوءً سے بنی ہے نبوز مین سے اُپر ٹیلے کو کہتے ہیں نبی کو نبی اسلئے کہتے ہیں کہ تمام انسانوں میں سے اس کو انتخاب کیا ہے اس لئے اس کا مقام اللہ کی ہدایت لینے کی وجہ سے بلند ہے صاحب تحقیق لکھتے ہیں اس کی صل نقل خبر ہے ایک جگہ سے دوسرے جگہ لیکن ہر خبر کو نہیں کہتے ہیں بلکہ خبر عظیم کو کہتے ہیں نبی کا معنی مادہ نبأ سے ہے یہ مادہ سورہ۔۵ آیت۔۲۷ سورہ۔۱۰ آیت۔۱۷ سورہ ۴۱ آیت۔۶ سورہ۔۳ آیت۔۴۴ سورہ ۲۰ آیت۔۸۹ سورہ۔۷ آیت۔۱۰۱ سورہ۔۲ آیت۔۳۲ سورہ ۱۰ آیت۔۵۳۔

تفسیر قرآن نبوت و رسالت

نبو:

کتاب مقائیس لغت سے صاحب تحقیق نے لکھا ہے نبو کی ایک اصل ہے جو کوئی چیز دوسرے سے ارتفاع بلندی پر ہو کے لئے استعمال ہوتا ہے نبأ بصرہ عن الشی ء اس سے اپنا آنکھ موڑ لیا ہے نبأ السیف عن الضریبۃ تلوار مارنے سے اٹھایا کروٹ لینے کو یعنی آگے نہیں گیا واپس آیا۔

باء البیت منزلہ اس کے لئے گھر موافق نہیں آیا نبی اسم ہے نبو سے جس کا معنی ارتفاع ہے یعنی شخص نبی دیگر عام انسانوں سے برتری ارتفاع رکھتا ہے اس کا منزل اونچا ہے صاحب مصباح نے کہا ہے نبأ لسیف عن الضرب مارنے سے انکار کیا کاٹا نہیں لسان عرب نے لکھا ہے آنکھ موڑ لیا تحقیق یہ ہے سب کی برگشت کسی چیز سے سر اُپر کرنے کو کہتے ہیں کسی چیز سے اونچے ہونے کو جہاں گرنے کا خطرہ تھا وہاں بلند ہو گیا اس بلندی کا لازمہ یہ ہے وہ بلندی رکھتا ہے دیگر مراتب پر محیط ہوتا ہے عالم مادہ وطبیعت پر اللہ کی طرف سے نزول وحی یہ اس کے لئے بلندی ہے بنیّ تشدید کے ساتھ ہو مادہ نبو سے بنی ہے جس کا معنی ارتفاع بلندی کے ہے سورہ۔۳۲ آیت۔۴۵ سورہ۔۹ آیت۔۳۰ سورہ۔۲۵ آیت۔۳۱ سورہ۔۶ آیت۔۱۱۲ سورہ۔۷ آیت ۹۴ سورہ۔۸ آیت۔۶۷ سورہ۔۲۲ آیت ۵۲ سورہ۔۳ آیت ۷۹ سورہ۔۱۷ آیت۔۵۵

خبریں اللہ کی طرف سے پہنچانے والے انبیاء ہیں حضرت محمد ہیں انبیاء ابتداء سے لے کر حضرت محمد تک تمام کے تمام بشر

تھے جن وملک سے نہیں تھے اس سلسلے میں (آیات) جب یہ احکام اللہ کی طرف سے آئے ہیں بشر کی طرف ۔اس پیغام کو بشر تک پہنچانے اور اس پر عمل کرانے میں انبیاء کا مقابلہ بشر سے ہے یعنی بشر کا مقابلہ بشر سے ہے بشر کا انبیاء کی دعوت کو قبول کرنے میں چند رکاوٹ موانع پائے جاتے ہیں ۔

۱۔ ہر انسان اپنے آپ کو دوسرے انسان کے ساتھ مساوی برابر ہم جنس سمجھتے ہیں لہٰذا ایک دوسرے پر برتری برداشت نہیں کرتے یعنی جلدی قبول نہیں کرتے دوسرے کہتے ہیں تم بھی انسان ہو ہم بھی انسان ہیں ہم تمہاری بات کیوں مانیں یہاں سے انبیاء کو عام انسانوں پر برتری ثابت کرنا ضروری اور ناگزیر ہے اگر ہم کسی اور کی بات کو ماننا پڑے گے تو ہم کیوں نہ اپنی آباءواجداد کی بات کو نہ مانیں یہاں سے بشر نے انبیاء کی دعوت کو مسترد کیا ۔

کہا آپ سے ہمارے بزرگان جو گزر گئے ہیں وہ سزاوار ہیں کہ ہم ان کی اطاعت کریں یہاں سے ان کی دعوت کمزور پڑتی ہے جنھوں نے اپنی بزرگان کی بات کو ماننے کا فیصلہ کیا ہے وہ بھی تم جیسے تھے برتری نہیں تھے جب برتری نہیں ہے تو انبیاء پر ان کو کیوں نہیں رکھا جا سکتا ہے حالانکہ انبیاء ان کے بزرگان پر برتری رکھتے ہیں کیونکہ ان پر وحی ہوتی ہے ان سے بدبخت بدتر وہ لوگ ہیں جو غیر قوم ظالم قوم کو خود پر ظلم ڈھانے والوں کو اپنے سے برتر سمجھتے ہیں یہاں سے ان کی جمہوریت پر رونا آتا ہے ہر جگہ مقامی ملکی غیر ملکی باتوں کو من عن قبول کرتے ہیں بعض پرانے کو پرانہ جدید کو جدید کہہ کے آنکھوں پے لگاتے ہیں سینے سے لگاتے ہیں ۔

جبکہ حق نہ جدت میں ہوتا ہے نہ قدامت میں حق حق ہوتا ہے حق کا مصداق صرف اللہ ہے یہاں سے انبیاء نے لوگوں سے خطاب میں کہا تم پے ہمیں برتری ہے کیونکہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں تم ٹھیک کہتے ہو تم بھی بشر ہم بھی بشر لیکن ہمیں اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے لہٰذا انبیاء نے قوموں کو یہ منوایا کہ ہم اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کے مجاز نہیں ہم اللہ کی وحی تم تک پہنچاتے ہیں (آیت)

۱۔ اللہ نے بھی وحی کے ذریعے پہنچایا انبیاء کے توسط سے اگر یہ غلطی یا افتراء باندھیں گے تو ہم ان کی گردن پکڑیں گے وہ ہماری گرفت سے باہر نہیں جا سکتے یہاں سے انبیاء کا بول بالا ہو گیا ۔ (آیت)

۲۔ انبیاء لوگوں کو دعوت دیتا ہے ہم جو حدود اللہ کی طرف سے بتاتے ہیں اس تک محدود رہو اس سے آگے پیچھے نہ ہو جاو دنیا میں تمہاری بھلائی ہے آخرت میں قہر وعذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گے تو رسالت الٰہی صرف ہدایت اور رہنمائی بلکہ اس ہدایت پر رہنمائی کو قبول کرنے میں انسان کی آزادی جاتی ہے بعض اوقات ان کا دنیاوی مفادات بھی ہاتھ سے جاتے ہیں یہ دعوت منافی آزادی بعض اوقات باعث نقصان ہے ۔

بطور مثال انبیاء فرماتے ہیں زنا کے قریب بھی مت جاو تو لوگ کہتے ہیں نہیں ہم اس کے عادی ہیں ہم اس کو چھوڑ نہیں سکتے چلو زنا نہیں کریں تو ہم متعہ کریں گے نکاح سری کریں گے کہتے ہیں نہیں یہ بھی جائز نہیں اسلام میں ایک چیز جائز ہے اسلام کے حرمات کا ایک چہرہ ہے جب کہ اس کے مقابل میں ایک شخص کہتا ہے حرام کچھ بھی نہیں جی بھر کے زنا کرو پیسہ چاہئے ہم دیتے ہیں جگہ چاہیے ہم دیتے ہیں عورت چاہیے ہم دیتے ہیں جیسا کہ بعض جگہوں پر متعہ رواج دینے والوں نے ایسا بندوبست بھی کیا ہے۔

ان دونوں ترجیحات کے مقابل میں اپنی دعوت کو پہنچانے کے لیے انبیاء کو کیا طریقہ اپنانا چاہیے انبیاء کے بعد ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کو کیا کرنا چاہئے انبیاء اور ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کی دعوت لوگوں کی آزادی سے طمع لالچ نقدی منافع مفادات سے متصادم ہے لہٰذا اللہ نے انبیاء سے کہلوایا اور ہمیشہ داعی حق اور داعی باطل میں تمیز کرنے کا اصول وضع کیا لوگوں کو سمجھنا چاہیے جاننا چاہئے داعی حق کون ہے داعی باطل کون ہے تمہارے حق میں کون بات کرتا ہے تمہارے خلاف کون بات کرتا ہے یہ سمجھنا چاہئے یہ لوگوں کو مطمئن کرے کہ اس دعوت سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے ہماری دعوت کو قبول کرنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہماری دعوت مفت کے مفت ہے کسی قسم کی مادّی فکری اجتماعی اجرت کے خواہاں نہیں نہ تم سے اجرت ہم لے سکتے ہیں کیونکہ ہم اللہ کا نمائندہ ہے (آیات) قل لا اسئلکم ۔۔۔۔

۲۔قرآن میں جن آیتوں میں انبیاء سے کہلوایا ہے کہ ہم اپنی تبلیغ رسالت کے اجر کے خواہاں نہیں ہیں ان آیات میں دیکھنا ہے کیونکہ انبیاء طلب اجرت نہیں کرسکتے آیئے دیکھتے ہیں۔

ا۔اللہ اس کے لیے کیا منطق پیش کرتے ہیں سورہ شوریٰ کی آیت ۔۱۰۹۔۱۲۷۔۱۴۵۔۱۶۴۔۱۸۰ میں آیا ہے ہم تم سے اجرت نہیں چاہتے ہماری اجرت اللہ پر ہے یہاں منطق کو اس طرح پیش کیا ہے اجرت دو طرف سے نہیں ہوتا ہے ہم اللہ کی طرف سے اور بندوں کی طرف سے بھی لے لیں ایک عمل دو طرف سے اجرت حاصل کریں یہ ظلم ہوگا پھر سوال ہوتا ہے اصل اجرت کسی کے عہدے پر ہوگا اجرت اس کے عہدے پر ہوگا جس نے ان انبیاء سے یہ کام کرنے کا کہا ہے وہ اللہ نے فرمایا ہے بندوں نے ان سے یہ کام کرنے کا نہیں کہا ہے اداروں میں یہ اعلان کرتا ہے ہماری مزدور کو بخشش نہیں دینا دو طرف سے اجرت زیادہ ہے اور رجحانات مادّی ان میں پیدا کرتے ہیں سورہ یونس آیت ۔۷۲ میں آیا ہے اگر تم ہم سے روگردانی کرو تو ہم نے تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کی ہے ہم تو مفت کام کرنے آئے ہیں ہماری اجرت اللہ پر ہے ہم مأمور ہیں کہ صرف اس ذات کیلئے کرتے ہیں۔

ان دو آیات میں طلب اجرت کو اس منطق سے مسترد کیا ہے کہ ھماری اجرت صرف اللہ پر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے

جو چیز انبیاء نے امّت سے طلب کی ہے اس میں کوئی انبیاء کے معاندین میں نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ امت کے فائدے کی خاطر دعوت دیتے کوئی ملنا نہیں ہے جب انبیاء کی امت سے کوئی مصلحت نہیں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ مصلحت خود امّت کی ہے۔

۳۔تیسری آیت زبان نوح سے حضرت نوح نے کہا ہم تم سے اجرت طلب نہیں کرتے ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے دوسری وجہ بیان کی ہے جب ہماری اجرت اللہ پر ہے تو ہمارے پاس آنے والے لوگوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہوگا جو لوگ ہمارے اوپر ایمان لائے ہیں تمہاری خوشی میں ان کو دور نہیں کریں گے سورہ ہود کی آیت ۔۵۰۔۵۱ پر آیا ہے کہ ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے سورہ یوسف آیت ۔۱۰۳۔۱۰۴ ۔ان کا اجر صرف اللہ پر ہے اب ہمارے نبی حضرت محمد کو حکم ہے آپ بھی انبیائے گذشتہ کی اقتدا میں کہیے ہم نے جو دعوت دی ہے وہ اللہ کے لئے ہے ہم تم سے اجرت کے خواہاں نہیں ہیں سورہ سبا آیت ۔۴۷ پیغمبر سے خطاب ہے آپ کہہ دیجیے ہم تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے جو ہم نے کیا ہے وہ تمہارے فائدے کے لئے ہے ہم اجرت صرف اللہ سے طلب کرتے ہیں وہ ہمارے عمل کا خود ناظر و گواہ ہے۔

۴۔سورہ ص آیت ۔۸۸ پیغمبر مأمور ہے آپ اعلان کرے کہ دعوت کا کوئی اجرت نہیں ہوگا یہ جو اعلان ہے حقیقت پر مبنی ہے از روئے تکلف نہیں ہے سورہ فرقان آیت ۔۵۷ میں آیا ہے تم سے کسی قسم کی طلب نہیں کرتے یہاں وجہ بتایا ہے یہی جو اللہ کی راہ کو اپناتے ہیں وہی ہماری اجرت ہے

۵۔سورہ شوریٰ آیت ۔۲۳ ہم تم سے اجرت نہیں چاہتے سوائے مودت قرباء کے یہاں یہ دیکھنا ہے مفسرین فرماتے ہیں سورہ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی ہے لیکن صرف یہ آیت مدینے میں نازل ہوئی ہے یہاں یہ ایک دعویٰ ہے ابھی تک کسی مفسر نے تحلیل تحقیق پیش نہیں کی ہے یہ صرف دعویٰ ہے بزور روایات اور روایات کے بارے میں تحقیق نہیں کی ہے روایت کو متواتر بنا کر تحقیق سے روکا گیا ہے اگر آیت کو مکّہ میں نزول قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا عمل بلاعوض ہے۔

رسالت:

مادہ رسل سے بنی ہے تحقیق فی کلات القرآن جلد۴ ص۱۱۳ پر آیا ہے رسل کا ایک مادہ ہے اس کی تمام کلمات کی برگشت اٹھانے اور کھینچنے کے معنوں میں آتا ہے رسل آسانی سے چلنے کے لئے ناقہ رسلہ یعنی آسانی سے چلنے والی اونٹ زحمت دہ نہ ہو شعر رسل یعنی آزاد شعر یعنی قافیہ کا پابند نہیں رسل اس غنم چوپائے کو کہتے ہیں جو چراگاہ کی طرف چھوڑا ہے رسل دودھ کو بھی کہتے ہیں چوں کہ یہ پستان سے نکلتی ہے ارسال یک بعد دیگر ایک دوسرے کے پیچھے آنے کو کہتے ہیں

رسول یعنی کسی کو اپنے حال پر چھوڑے کسی کی جبر وتشدد نہ ہو آسان ہو یہیں سے ہوا کو مرسلات کہتے ہیں آہستہ چلنے والے اونٹ کو رسل کہتے ہیں۔

رسل اونٹ کا ایک گروہ ہے اس کی جمع ارسال آتا ہے گروہ گروہ آیا یعنی جماعت ایک دوسرے کے پیچھے آئے رسول حامل رسالت کو کہتے ہیں رسول بروزن فعول مفعول ہے مذکر مؤنث جمع تثنیہ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے کسی چیز کو اپنے حال پر چھوڑے یہاں سے حدیث مرسل یعنی حدیث کو سند دیئے بغیر چھوڑے ارسلت کلام ارسالاً

فرق بین الارسال والانفاذ ارسال اور انفاذ میں کیا فرق ہے ارسلت زید الی عمرو یعنی اس کو ایک رسالت دیا ہے کاغذ دی ہے یا پیغام دی ہے اس تک پیغام پہنچائے اگر حامل پیغام ہو خط کے ساتھ لیکن نفاذ میں یہ نہیں آیا ہے مثلاً ایک شخص کسی سے کہتا ہے کہ ایک آدمی بھیجو تو اس کے ساتھ ایک آدمی بھیجتا ہے اس کے ساتھ پیغام نہیں بھیجتا ہے اگر صرف اس کو بھیج دیں بغیر پیغام تو اس کو رسول نہیں کہتے ہیں اسے نفاذ کہتے ہیں بعثت میں حمل نہیں ہے

الفرق بین الارسال والانفاذ:

انّ قولکارسلت زیداالی عمرو یقتضی انک حملته رسالة الیه او خبراً او ما اشبه ذالک۔ والانفاذ لا یقتضی هٰذا المعنی الا تریٰ انه ان طلب منک انفاذزید الیه فانفذته الیه قلت انفذته ولا یحسن ان تقول ارسلته و انما یستعمل الارسال حیث یستعمل الرسول .

فرق اصل واحد رسالت میں حمل کے ساتھ کسی چیز کو دے کے بھیجنا ہے فرق نہیں مادی ہو روحانی ہو انسان ہو یا شیٰطین ملک ہو یا جماد ان سب میں ایک چیز کو ایک طرف ادائے وظیفہ کو رسول کہتے ہیں سورہ۔۱۹ آیت۔۸۳ سورہ۲۲ آیت ۷۵۔

رسالت مادہ رسل سے لیا ہے مادہ رسل کے لئے قاموس قرآن میں سات معنی بیان کیے ہیں ص ۲۰۳

ارسلنا یعنی سلطنا

ارسل بعثت

ارسل بمعنی فتح

ارسل خرچ واظہار ارسل وجہ

ارسل اطلق انزال

تورات انجیل صحف ابراھیم وزبور داود قرآن کریم رسالت الٰہی ہے سلسلہ انبیا تا حضرت محمد اللہ کی طرف سے

رسالت لانے والے خبر دینے والے ہیں قرآن کریم کی کثیر آیات میں اس رسالت کی خصوصیات امتیازات کو بیان کیا ہے سب سے اہم امتیاز یہ رسالت قطعی جزمی ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کے علاوہ اس کو من اللہ تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی اور چارجوئی نہیں ہے اس رسالت کے بارے میں مندرجہ ذیل نکات اللہ نے بیان کیے ہیں۔

۱۔ یہ رسالت اللہ کی طرف سے نازل ہے لہذا حق خالص ہے اس میں باطل غلط کی شائبہ تک نہیں ہے لہذا زمان نزول سے انتہائے دنیا تک جن و بشر کو تحدی کی ہے دھمکی دی ہے یا اس جیسا کوئی کتاب لائے ورنہ عذاب دردناک بھگتنے کے لئے آمادہ رہے اسکا باطل کرنے والے نہ اللہ کی طرف سے آئینگے نہ بشر اس کو تبدیل کر سکتے ہیں (آیت) یہ کتاب رہتی دنیا تک اللہ کی طرف سے محفوظ رہیں گے (آیت)

۲۔ یہ کتاب رسول امین جبرئیل کی توسط سے رسول امین پر نازل ہوا ہے وہ محمد ہے۔

۳۔ یہ کتاب دیگر محرف کتابوں اور بشری کتابوں کی طرح نہیں سیاق سباق ابتداء وانتہا میں کہیں بھی اختلاف نہیں ہونگے (آیت)

۴۔ یہ کتاب اپنی جگہ واضح وروشن ہونگے کسی قسم کا ابھام غموضیت نہیں ہونگی (آیات)

۵۔ یہ کتاب دین اور شریعت پر مشتمل ہوں گے یعنی ایمانیات اور احکامات پر (آیات)

۶۔ شریعت ایک شریعت کامل ہونگے (آیات)

۷۔ قرآن کے بیان کردہ احکامات کے علاوہ کوئی احکام نافذ کرینگے وہ جہل جاہلیت پر مبنی ہوگا (آیت)

۸۔ اللہ کے علاوہ کسی کو کوئی چیز حلال کرنے کوئی چیز حرام کرنے کا حق نہیں ہے چونکہ ذرات اس کے اندر موجود خلیات مضر ومنفعت بطور کامل اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتے (آیت)

۹۔ ان آیات پر عملی تطبیق سنت وسیرت محمد ہوگی (آیت)

۱۰۔ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی اور کا قول حجت نہیں ہوگا (آیت)

۱۔ یہ رسالت اللہ کی طرف سے نازل ہے لہذا وہ خالص ہے اس میں باطل غلط کا شائبہ تک نہیں ہے بقرہ آیت الھذا زمان نزول سے انتہاء دنیا تک جن و بشر کو تحدی کی ہے دھمکی دی ہے آیات محمدی یا اس جیسا کوئی کتاب لائے ورنہ عذاب دردناک بھگتنے کے لئے آمادہ رہے اسکا باطل کرنے والے نہ اللہ کی طرف سے آئینگے نہ بشر اس کو تبدیل کر سکتے ہیں یہ کتاب رہتی دنیا تک اللہ کی طرف سے محفوظ رہے گی۔ (آیت)

۲۔ یہ کتاب رسول امین کی توسط سے رسول امین پر نازل ہوا ہے وہ محمد ہے۔

۳۔ یہ کتاب دیگر محرف کتابوں اور بشری کتابوں کی طرح نہیں سیاق سباق ابتداء وانتہا میں اختلافات کی بھر مار ابتداء سے انتہاء تک کوئی اختلاف نہیں ہونگے۔

۴۔ یہ کتاب اپنی جگہ واضح وروشن کتاب ہے کسی قسم کی ابہام غموضیت نہیں ہونگی۔ (آیات)

۵۔ یہ کتاب دین اور شریعت پر مشتمل ہوں گے یعنی ایمانیات اور احکامات پر۔ (آیات)

۶۔ شریعت ایک شریعت کامل ہونگے۔ (آیات)

۷۔ قرآن کے بیان کردہ احکامات کے علاوہ کوئی احکام نافذ کرینگے وہ جہل جاہلیت پر مبنی ہوگا۔ (آیت)

۸۔ اللہ کے علاوہ کسی کو کوئی چیز حلال کرنے کوئی چیز حرام کرنے کا حق نہیں ہے چونکہ ذرات اس کے اندر موجود خلیات مضر ومنفعت بطور کامل اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتے۔ (آیت)

۹۔ ان آیات پر عملی تطبیق سنت وسیرت محمد ہوگی۔ (آیت)

۱۰۔ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی اور کا قول حجت نہیں ہوگی۔ (آیت)

۱۱۔ رسالت کے بعد نبوت کے باری آتی ہے یہ خبریں اللہ کی طرف سے پہنچانے والے انبیاء ہیں حضرت محمد ہیں انبیاء ابتداء سے لے کر حضرت محمد تک تمام کے تمام بشر تھے جن وملک سے نہیں تھے اس سلسلے میں (آیات) جب یہ احکام اللہ کی طرف سے آئے ہیں ان کو بشر تک پہنچایا ہے اور اس پر عمل کرانے میں انبیاء کا مقابلہ بشر سے ہے یعنی بشر کا مقابلہ بشر سے ہے۔

نبوت مادہ نبأ یا نبو سے مشتق ہے نبی بعض نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے نبئ بعض نے نبو واو کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی رفعت اور بلندی کے لئے ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ دونوں طریقے سے آیا ہے نبئ عبادی خبر دے دو اور بعض جگہ نبیّ یا پے تشدید لگا کے علماء اعتقاد نے نبوت ورسالت کے فرق میں بتایا ہے رسول نبی سے افضل ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ قرآن میں نبی کی تعریف رسول سے نہیں کیا ہے بلکہ رسول کی تعریف نبی سے کی ہے امّا این کہ نبوت کا مقام منزلت درجہ رسول سے بلند ہونے کی وجہ معلوم ہے نبی کی برگشت ربط نبی کا اللہ کے حوالے سے ہوتا ہے یعنی نبی وہ ہے جو بندوں کو اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے لفظ نبی سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا رشتہ اللہ سے ہے یعنی وہ اللہ کی طرف سے ہے جبکہ رسول کا واسطہ انسانوں سے ہے یعنی یہ پیغامبر انسانوں کو پیغام لایا ہے اس کا واستہ اس حوالے سے انسانوں سے ہے تو پیغمبر کی دو نسبت ہے ایک اللہ سے دوسرا بندوں سے تو وہ پہلو اعلیٰ واشرف ہونگے جو اللہ سے ہے۔

موسیٰ سے کہا فرعون کے پاس جاو اس کو میری طرف دعوت دو تو موسیٰ نے کہا کہ میں فرعون کو کیسے سمجھاوں کہ میں آپ کی

طرف دعوت دینے آیا ہوں اللہ نے ید بیضاء کے ساتھ عصاء دی فرعون کے پاس گئے کہا کہ ہم رب کی طرف سے آئے ہیں (آیت) تمہارا رب کون ہے (آیت) موسیٰ نے کہا میرا رب وہ ہے جو خلق کرتا ہے زندہ کرتا ہے مردہ کرتا ہے فرعون نے کہا ہم بھی زندہ کرتے ہیں یہ جو مخلوق ہے میں نے پیدا کیا ہے میں جب چاہوں اس کو مار سکتا ہوں تو سمجھیں ایمان بموت ایمان بغیب ہے غیب غیب سے ثابت نہیں ہوتا ہے فرعون نہیں مانے تو غیب کو ثابت کرنے کے لئے شھود چاہئے تو موسی کو دلیل شاہد پیش کرنا پڑا موسیٰ نے کہا میرا رب سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم اس کو مغرب سے نکالو فرعون پھنس گیا۔

ہماری دعوت بلا معاوضہ ہے اہل مکّہ دعوت کو رد کر رہے تھے وہ اجرت دینے کی خواہش نہیں کر رہے تھے اہل مدینہ اجرت دینے کا اظہار کر رہے تھے یہ واضح نہیں ہے کہ اہل مدینہ سے کس نے اجرت دینے کا مطالبہ کیا کون کون اس میں پیش پیش تھے یہاں مدینہ میں سب کچھ پیغمبر کے لئے دیا ہے اسلام کے لئے دیا ہے اہل مدینہ پیغمبر کے ساتھ اس وجہ سے تھے کہ پیغمبر کی دعوت خالص الٰہی ہے اگر اہل مدینہ کا اصرار ہوتا کہ پیغمبر کو اجرت دے دیں اور پیغمبر اللہ کی زبان سے ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ میری رسالت کی اجرت میری قربیٰ سے مودت ہے پیغمبر کے قربیٰ میں سب سے قریب حضرت زہرا اور علی ہیں تو اہل مدینہ اگر پورا نہ ہو تو کم سے کم علی کے حق میں ہوتا یہ اس بات کی دلیل ہے اس مودت سے محبت اہل البیت مراد نہیں ہے پیغمبر کا اجر رسالت سے مراد محبت اہل البیت نہیں ہے۔

بشر کا انبیاء کی دعوت کو قبول کرنے میں چند رکاوٹ موانع پائے جاتے ہیں۔

ا۔ ہر انسان اپنے آپ کو دوسرے انسان کے ساتھ مساوی برابر ہم جنس سمجھتے ہیں لذا ایک دوسرے پر برتری برداشت نہیں کرتے یعنی جلدی قبول نہیں کرتے وہ کہتے ہیں تم بھی انسان ہو ہم بھی انسان ہیں ہم تمہاری بات کیوں مانیں اگر ہم کسی اور کی بات کو مانوں تو ہم کیوں نہ اپنی آباء واجداد کی بات کو مانیں یہاں سے بشر نے ان پر برتر نہ ہونے کو بنیاد بنا کر مسترد کیا۔ کہا آپ ہم پر برتری نہیں رکھتا ہے کیونکہ ہم دونوں برابر ہیں پھر کہا ہم اپنے بزرگان کی پیروی کریں گے یہاں سے ان کا دعویٰ کمزور پڑ گئے کیونکہ وہ بھی بشر تھے کیوں کہ وہ بھی تم جیسے تھے انکو بھی برتری نہیں تھے جب برتری کسی کو نہیں دینی ہے اپنے آباء کو کیوں دیتے ہو۔

تو انبیاء پر ان کو مقدم رکھنے والے بد بخت بد تر وہ لوگ ہیں جو غیر قوم کے ظالمین اپنے اوپر ظلم ڈھانے والوں کو اپنے سے برتر سمجھتے ہیں یہاں سے دور جمہوریت کے عوام پر رونا آتا ہے ہر جگہ مقامی ملکی غیر ملکی باتوں کو من عن قبول کرتے ہیں بعض پرانے کو رد کرتے ہیں جدید کو جدید کہ کے آنکھوں پے لگاتے ہیں سینے سے لگاتے ہیں جبکہ حق نہ جدت میں ہے نہ

قدامت میں ہے حق کا مصداق صرف اللہ ہے یہاں سے انبیاء نے لوگوں سے خطاب میں کہا تم پر ہمیں برتری ہے کیونکہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے ہیں تم ٹھیک کہتے ہو تم بھی بشر ہم بھی بشر لیکن ہم کہتے ہیں اللہ کی طرف سے لہٰذا انبیاء نے قوموں کو یہ منوایا کہ ہم اپنی طرف سے کوئی بات کہنے کے مجاز نہیں ہم اللہ کی وحی تم تک پہنچاتے ہیں (آیت)

۱۔ اللہ نے بھی وحی کے ذریعے پہنچایا انبیاء سے اگر افتراء باندھیں یا غلطی کریں گے تو ہم ان کی گردن پکڑیں گے وہ ہماری کسی گرفت سے باہر نہیں جاسکتے' اس کو عصمت کہتے ہیں بعض معلوم معصوم کہنے والوں کو ابھی تک عصمت کا فارمولا پتہ نہیں ہے عصمت شخصی کے کہنے سے یا ان کے اقرباء دوست کے کہنے سے نہیں ہوتا ہے نہ کہ کسی اور کی مخالفت سے ہوتا ہے یہاں سے انبیاء کا بول بالا ہو گیا ہے (آیت)

۲۔ انبیاء لوگوں کو دعوت دیتے تھے اپنے کو محدود رکھو انبیاء بتاتے ہیں ہم جو حدود اللہ کی طرف سے بتاتے ہیں اس تک محدود رہو اس میں تمہاری دین و دنیا دونوں کی بھلائی ہے آخرت میں مرنے کے بعد قہر و عذاب الٰہی سے محفوظ رہیں گے تو رسالت الٰہی صرف ہدایت اور رہنمائی ہے اس ہدایت رہنمائی کو قبول کرنے میں انسان کی آزادی جاتی ہے بعض اوقات ان کے دنیاوی مفادات بھی ہاتھ سے جاتے ہیں یہ نقصان ہے بطور مثال انبیاء فرماتے ہیں زنا کے قریب بھی مت جاو تو لوگ کہتے ہیں ہم اس کے عادی ہیں ہم اس کو چھوڑ نہیں سکتے چلو زنا نہیں کریں تو ہم متعہ کریں گے نکاح سری کریں گے کہتے ہیں نہیں یہ بھی جائز نہیں اسلام میں ایک چیز جائیز ہے اسلام کے حرمات کا ایک چہرہ ہے جب کہ اس کے مقابل میں ایک شخص کہتا ہے حرام یا برا کچھ بھی نہیں جی بھر کے زنا کرو پیسہ چاہئے ہم دیتے ہیں عورت ہم دیتے ہیں عورت چاہیے ہم دیتے ہیں جیسا کہ بعض جگہوں پر متعہ رواج دینے والوں نے ایسا بندوبست بھی کیا ہے ان دونوں ترجیحات کے مقابل میں دعوت کو پہنچانے کے لیے انبیاء کو کیا طریقہ اپنانا چاہیے انبیاء کے بعد ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کو کیا کرنا چاہئے۔ انبیاء اور ان کی دعوت کو اٹھانے والوں کی دعوت لوگوں کی آزادی سے طمع لالچ نقدی منافع مفادات سے متصادم ہے لہٰذا اللہ نے انبیاء سے کہلوایا اور ہمیشہ داعی حق اور داعی باطل میں تمیز کرنے کا اصول وضع کیا لوگوں کو سمجھنا چاہیے جاننا چاہئے داعی حق کون ہے داعی باطل کون ہے تمہارے حق میں کون بات کرتا ہے تمہارے خلاف کون بات کرتا ہے یہ سمجھنا چاہئے یہ لوگوں کو مطمئن کرے کہ اس دعوت سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے ہماری دعوت کو قبول کرنے سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہماری دعوت مفت کے مفت ہے کسی قسم کی مادّی فکری اجتماعی اجرت کے خواہاں نہیں نہ تم سے اجرت لے سکتے ہیں نہ ہمیں لینے ہے کیونکہ ہم اللہ کا نمائندہ ہے (آیات) قل لا اسئلکم ۔۔۔۔

۲۔ قرآن میں اللہ نے انبیاء سے کہلوایا ہے کہ ہم اپنی تبلیغ رسالت کے اجر کے خواہاں نہیں ہیں یہ اعلان قرآن کریم کے:

۱۔سورہ شعراء کی آیت ۔۱۰۹۔۱۲۷۔۱۴۵۔۱۶۴۔۱۸۰میں آیا ہے ہم تم سے اجر نہیں چاہتے ہماری اجرت اللہ پر ہے انبیاء اورلوگوں کے درمیان کوئی مسئلہ پیش آیا تھا کسی شئی نے اجرت مانگا تھا اس کی رد میں فرمایا ہے اس اعلان کے منطق انبیاء ظاہری طور پر لوگوں کے فرائض واجبات محرمات لائے ہیں جو مستکبرین کافرین مفاد پرستوں کے مفاد کے خلاف ہے لہٰذا وہ عام لوگوں سے کہتے تھے تم ان سے بچ کے رہو یہاں انبیاء سے کہلوایا ہے کہ ہمارا اجر اللہ پر ہے۔اجرت دو طرف سے نہیں ہوتا ہے ہم اللہ کی طرف سے مأمور ہیں لہٰذا بہت سے اداروں میں یہ اعلان کرتا ہے ہماری مزدور کو بخشش نہیں دینا دو طرف سے اجرت زیادہ ہے اور رجحانات ماڈی ان میں پیدا کرتے ہیں سورہ یونس آیت ۔۷۲ میں آیا ہے اگر تم ہم سے روگردانی کروگے ہم نے تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کی ہے ہماری اجرت اللہ پر ہے ہم مأمور ہیں کہ صرف اس ذات کے سامنے تسلیم ہو جائیں ان دو آیات میں طلب اجرت کو اس منطق سے مسترد کیا ہے کہ ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے جو چیز انبیاء نے امّت سے طلب کی ہے اس میں کوئی انبیاء کی مصلحت میں نہیں جب انبیاء کی امّت سے کوئی مصلحت نہیں تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ مصلحت خود امّت کی ہے۔

۳۔تیسری آیت زبان نوح سے حضرت نوح نے کہا ہم تم سے اجرت طلب نہیں کرتے ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے دوسری وجہ بیان کی ہے جب ہماری اجرت اللہ پر ہے تو ہمارے پاس آنے والے لوگوں کے کوئی امتیاز نہیں ہوگا جن لوگوں نے ہمارے اپر ایمان لائے ہیں تمہارے خوشی میں ان کو دور نہیں کرے گا سورہ ہود کے آیت ۔۵۰۔۵۱ پر آیا ہے کہ ہماری اجرت صرف اللہ پر ہے سورہ یوسف آیت ۔۱۰۳۔۱۰۴ ۔ان کا اجر صرف اللہ پر ہے اب ہمارے نبی حضرت محمد کو حکم ہے آپ بھی انبیائے گذشتہ کی اقتدا میں کہیئے ہماری جو دعوت اللہ کے لئے ہے ہم تم سے اجرت کے خواہاں نہیں ہے سورہ سبا آیت ۔۴۷ پیغمبر سے خطاب ہے آپ کہہ دیجیئے ہم تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتے جو ہم نے کیا ہے وہ تمہارے فائدے کے لئے ہے ہم اجرت صرف اللہ سے طلب کرتے ہیں وہ ہمارے عمل کا خود ناظر و گواہ ہے۔

۴۔سورہ ص آیت ۔۸۸ پیغمبر مأمور ہے آپ اعلان کرے کہ دعوت کی کوئی اجرت نہیں ہوگا یہ جو اعلان ہے حقیقت پر مبنی ہے از روئے تکلف نہیں ہے سورہ فرقان آیت ۔۵۷ میں آیا ہے تم سے کسی قسم کی طلب نہیں کرتے یہاں وجہ بتایا ہے یہی جو اللہ کی راہ کو اپناتے ہیں وہی ہماری اجرت ہے۔

۵۔سورہ شوریٰ آیت ۔۲۳ ہم تم سے اجرت نہیں چاہتے سوائے مودت قرباء کے یہ استثناء کونسی استثناء متصل ہے تو اجرت دوسری لفظوں میں مانگا ہے بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا اجرت زیادہ مانگا انسانوں کی سرگرمیوں برگشت قربی کے لئے ہی ہوتا ہے مفسرین آیت میں موجود کلمات حروف سیاق وسباق پر غور کیے بغیر بلکہ نظر انداز کر کے شان نزول سے ایک دوسر

نے اپنا مطلب نکالا ہے ایک نے شان نزول مکہ بنا کر معنی بتائی ہے دوسرے نے شان نزول مدینہ بنا کر اپنا مطلب نکالا ہے یہاں یہ دیکھنا ہے مفسرین فرماتے ہیں جبکہ مفسرین نے فہم آیت کو مشکل بنایا ہے سورہ شوریٰ مکہ میں نازل ہوئی ہے لیکن صرف یہ آیت مدینے میں نازل ہوئی ہے یہاں یہ ایک دعویٰ ہے ابھی تک کسی روایت کو متواتر بنا کر تحقیق سے روکا گیا ہے اگر آیت کو مکّہ میں نزول قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا عمل بلا عوض ہے ہماری دعوت بلا معاوضہ ہے اہل مکّہ دعوت کو رد کر رہے تھے وہ اجرت دینے کی خواہش نہیں کر رہے تھے اہل مدینہ اجرت دینے کا اظہار کر رہے تھے۔ جبکہ مکہ اور مدینہ دونوں میں اجرت طلب کرنے کا معنی نہیں بنتا ہے خود ذات رسول اللہ یا ان کے اقرباء کے مفاد میں ہو۔

یہ واضح نہیں ہے کہ اہل مدینہ سے کس نے اجرت دینے کا مطالبہ کیا کون کون اس میں پیش پیش تھے یہاں بھی مدینہ میں سب کچھ پیغمبر کے لئے دیا ہے اسلام کے لئے دیا ہے اہل مدینہ نے پیغمبر کا ساتھ اس وجہ سے دیا ہے کہ پیغمبر کی دعوت خالص الہٰی ہے اگر اہل مدینہ کا اصرار ہوتا کہ پیغمبر کو اجرت دے دیں اور پیغمبر اللہ کی زبان سے انسے یہ کہہ رہا ہے کہ میری رسالت کی اجرت میرے قربیٰ سے مودت ہے پیغمبر کے قربیٰ میں سب سے قریب حضرت زہرا اور علی ہیں تو اہل مدینہ اگر پورا نہ ہو تو کم سے کم علی کے حق میں ہوتا یہ اس بات کی دلیل ہے اس مودت سے محبت اہل البیت مراد نہیں ہے پیغمبر کی اجر رسالت سے مراد محبت اہل البیت نہیں ہے۔

سوال اجر میں استثناء:

۱۔ ہماری اجر اللہ پر ہے سورہ یونس آیت ۔۷۲

۶۔ ہمیں اجرت طلب کرنے کا حکم نہیں ہے سورہ ص آیت ۸۶

۷۔ سورہ فرقان آیت ۔۵۷ میں آیا ہے کہ ہم تم سے اجر کے خواہاں نہیں ہے

۲۔ یہ کوئی اجرت کا کام نہیں یہ اللہ کا ذکر ہے سورہ یوسف آیت ۔۱۰۴

۳۔ ہمارا اجر یہ ہے جو خدا کی طرف راستہ تلاش کرے سورہ فرقان آیت ۔۵۷

۴۔ ہمارا اجر صرف اللہ پر ہے سورہ شعراء آیت ۔۱۰۹

۵۔ ہمارا اجر تمہارے لئے ہے سورہ سباء آیت ۔۴۷

۱۔ دعوت انبیاء اپنی جگہ ایک گراں قدر عمل ہے جو ایک انسان دوسرے کے لئے پیش کرتے ہیں تو شرافت مندی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس کو متبادل کوئی اجرت ادا کرے اگر دین و دیانت پر قائم انسان وہ جان لے یہ رسالت جو اسکی دنیا و آخرت

دونوں میں سعادت کی ضامن ہے اس کا کوئی متبادل عوض اس کے امکان میں نہیں سوائے تسلیم اللہ اور رسول ہوجائیں نبی کریم ان سے فرمارہے ہیں کہ ہم نے تمہارے لئے ایک گراں قدر خدمت پیش کیا ہے اس حوالے سے انبیاء یہ کہہ سکتا ہے تمہارے ذمہ پے میرا یہ حق بنتا ہے لیکن میں تم سے وہ حق طلب نہیں کررہا ہوں اجرت عمل کے مقابلے میں کچھ کریں۔

۲۔اجرت اگر دے دیں تو مقابلہ عمل دیں گے عمل کے تناسب سے دیں گے یہ عمل جو رسول نے امّت کے لئے پیش کیا ہے وہ کتنی گراں قدر عمل ہے ان کی دنیا و آخرت کی زندگی کے فلاح و بہبودی میں ایک بہترین نسخہ ہے ایک ڈاکٹر علاج کے لئے نسخہ دیتا ہے وہ کتنا لیتا ہے ایک مھندس نقشہ دیتا ہے وہ کتنا لیتا ہے اس تناسب سے اگر رسول کے عمل کا اگر اجرت تعیّن ہوجائے تو کتنا ہوگا کتنا ہونا چاہئے ایک انسان جاھل و نادان اس عمل کی کیا قدر کریں گے کیسے قدر کریں گے جب اس کی کوئی قدر نہیں تو اجرت بھی ادا نہیں کرسکتے لہٰذا انبیاء نے سرے سے کہہ دیا جو عمل ہم پیش کررہے ہیں اس کا اجر تم دے ہی نہیں سکتا ہو کیونکہ یہ عمل جو ہے چند دن کے لئے مفید نہیں ہے حتیٰ صرف دنیا کے لئے نہیں ہے بلکہ دنیا و آخرت دونوں کے لئے ہے تم دے نہیں سکتا بلکہ دینا تو دور کی بات ہے تم اس کا تعیّن بھی نہیں کرسکتے یہ اجر وہی دے سکتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اس کو پتہ ہے کہ اس کا کتنا اجرت بنتا ہے۔

جو پابند واجبات و ترک محرمات ہوتا ہے اللہ اس کے لئے فرماتے ہے کہ تمہارے لئے اجر عظیم ہے تو پیغمبر کے لئے کتنے اجر ہوں گے جس نے اپنی دنیا کو برباد کیا ہے نظر انداز کیا ہے اپنے لئے کچھ نہیں کیا ہے صرف اللہ کی رضایت وخوشنودی کے لئے کیا ہے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کیا ہے اس سلسلے میں شعراوی کہتے ہیں تیونس میں ہم گاڑی میں جارہے تھے راستے میں کوئی ڈاکٹر گاڑی کا انتظار کررہے تھے گاڑی والے نے گاڑی روک دیا ڈاکٹر نے پوچھا کتنے میں جاوگے گاڑی کے مالک نے کہا اللہ پر چھوڑتے ہیں تو ڈاکٹر نے کہا پھر تو بہت ہوں گے اسی وجہ سے قرآن کریم کی چندین آیت میں آیا ہے کہ ہماری اجر صرف اللہ پر ہے ہمیں حکم ہے کہ اس کے سامنے تسلیم ہوجائے سورہ یونس آیت ۔۷۲

انبیاء کی دعوت کو تسلسل دینے والے جو عمل انجام دینے کے لیے کہا اس کو انجام دے دیں اس کو تسلیم کہتے ہیں مثلا ایک شخص کسی سے کہتا ہے کہ یہ کام کرو تو وہ چپکے سے کرتا ہے نہیں پوچھتا ہے کتنی اجرت دیں گے اس کو پتہ ہے اس کا کتنا حق بنتا ہے اس آیت میں فرماتے ہیں کہ میری اجرت یہ ہے کہ آپ اللہ کی راہ کو اپنائے سورہ ص آیت ۔۸۶۔۸۷۔ ۸۸ لہٰذا اجر کو مختلف زویے سے اٹھانے کی ضرورت ہے۔

۱۔تم سے کسی قسم کی ولو حقیر ہی کیوں نہ ہو اس کا بھی خواہاں نہیں جس کو اجر کہا جائے۔

۲۔وما انا من المتکلّفین ۔۔۔ نہ میں تمہیں زحمت مشقت میں ڈالنے والی اجرت کا خواہاں ہوں نہ چھوٹی اجرت نہ بڑی

اجرت زحمت کا خواہان ہی نہیں ہوں۔

۳۔ہم تم سے ایسی اجرت کا طالب نہیں ہوں جو تمہاری طبیعت اور فطرت سے متصادم ہو جو تمہارے لئے انجام دینا زحمت مشقت کا باعث ہو بلکہ ایک ایسے عمل کی دعوت دیتا ہوں جو کہ درحقیقت دعوت نہیں ہے بلکہ تذکر ہے یعنی تم نے اللہ کو بھولا ہے ہم تم کو یاد دلانے آئے ہیں ہماری دعوت یاد دھانی ہے۔

۴۔ہماری دعوت ایک سرسری دعوت نہیں ہے اگر اس دعوت کو مسترد کیا تو اس کا انجام برا ہوگا فرمایا ہے اس کو مسترد کرنے کا نتیجہ بہت برا ہوگا جو بعد میں پتہ چلے گا' پھر فائدہ نہیں ہوگا کاش رسول سے کوئی معاہدہ طے کرتا۔

سورہ ص آیت۔۸۶ وما انا من المتکلفین :تکلیف: زیادہ زحمت مشقت دینے کو کہتے ہیں اس آیت میں پیغمبر سے کہلوایا ہے کہ میں تمہیں زیادہ زحمت میں ڈالنے نہیں آیا ہوں مشقت میں ڈالنا نہیں چاہتا ہوں کیونکہ عمل مبہم نامعقول ناقابل فہم و ادراک پیغام نہیں ہے ہر انسان کی فطرت طبیعت سے موافق دعوت ہے متصادم نہیں ہے یہ فطرت انسان عقل قوانین حیات سے موافق پیغام ہے اس میں کسی کے مفاد خواہشات کا دخل نہیں ہے تکلیف دہ وہ باتیں ہوتی ہیں جو باطل ہوں چونکہ باطل کو ٹھونسنا چاہتے ہیں یا فکر غریب ناماموس نادر چیز ہو فطرت انسانی اسے رد کرتی ہو وہ لوگوں کو دھوکہ دے کے منوانے کی کوشش کرتے ہیں اس کے لئے تکلف کرنا ضروری اور ناگزیر ہے وہ غلط طور طریقہ اپنانا چاہتے ہیں جس طرح جو شخص خبر کاذب پھیلاتا ہے جس کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی۔

انسان آسانی سے اس کو قبول نہیں کرتے وہ خبر بڑھا چڑھا کر مبالغے سے ٹھونستا ہے یا وہ انسان جو اس کو رد کرنے میں ناکامی کا سامنا ہو دین اسلام دین صراحت دین صداقت ہے یہاں کتمان نہیں مبالغہ نہیں ہے لہذا قرآن میں غلو کی نفی کی گئی ہے اس وجہ سے قرآن میں بار بار تکرار کیا ہے ہماری دعوت میں جبر و اکراہ کی گنجائش نہیں حتیٰ نبی کریم کو بھی منع کیا ہے کہ آپ کسی قسم کا جبر و اکراہ نہ کریں حتیٰ کہ ناکامی کی صورت میں دکھ آزردہ پریشان نہ ہو جائیں یہاں کسی سے متأثر ہونا دکھاوا دھوکہ والی چیز نہیں ہے اگر لوگوں نے قبول کیا تو قبول کیا نہیں کیا تو خود دیگر آیات سے مختلف نظر آتے ہیں یعنی ہم تم سے اجر رسالت نہیں چاہتے ہیں سوائے میرے اہل بیت کی مودت کے عذاب میں مبتلا ہوگا لہذا ہماری دعوت میں تکلف نہیں تصنع نہیں سورہ شوریٰ آیت۔۲۳ اس آیت میں نفی اجرت کے بعد ایک استثناء آئی ہے وہ ہے مودۃ القربیٰ کی تفسیر میں مفسرین نے عزیزان رشتہ دار رسول سے محبت قرار دیا ہے۔

یہ تفسیر خود اس آیت کے پہلے حصہ اور بعد کی حصہ سے غیر مربوط کے علاوہ گزشتہ آیات سے بھی متعارض اور متصادم ہے اجر نہیں چاہتا ہوں سوائے میری اہل بیت سے محبت کے اس نے کوئی مسئلہ آیت کی تشابہ سے ازالہ نہیں کیا ہے بلکہ مزید

تشابہ میں ڈالا ہے کہا ہے مودت قربیٰ نہ مودت کی وصالت کی ہے کیونکہ مودت کی اقسام وانواع سے امودت سے مراد صرف دلی محبت۔

۲۔مودت سے مراد ان کی فعالیت بیان کرنا۔

۳۔ان کو اپنی مال سے کچھ حصہ دینا۔

۴۔ان کی خواہشات کو پورا کرنا۔

۵۔ہمہ وقت ان کی اطاعت کرنا نیز خود متشابہ ہے کہ آپ کے قربیٰ کون ہیں۔:

ا۔وہ ذوات جو آپ کی حیات میں آپ کی معیت میں تھے۔

۲۔وہ افراد جو حضرت زہرا حضرت علی اور حضرات حسنین سے پہلے تھے۔

۳۔وہ افراد جو قیامت تک آنے والے ہیں اس کی تفصیل نہیں ہے جو بھی تفصیل بیان کریں گے وہ اپنی طرف سے ہوگی اس آیت میں وارد روایات نے فہم آیات کو مشکل بنایا تفسیر قرآن کریم احادیث سے کرنے پر اصرار کرنے والون کی مذموم عزائم کا ایک شاخہ مثال اس آیت سے ملتا ہے یہاں جن حادیث سے اس آیت کی تفسیر کی ہے وہ احادیث آیت سے کتنے فاصلے پر ہیں آئیں دیکھیں احادیث نے جہاں آیت سے کشف نقاب کشف خطاءنہیں کی بلکہ آیات کئی اور خطات چڑھادی اور خود اور مشاکل میں یکے بعد دیگر گر گئے جس طرح چھت کی اوپر کی سیڑھی سے گرنے کا انجام ہوتا ہے پہلے مرحلے میں دو مختلف روایات ہیں۔

ا۔یہ مزاحمت ٹکراؤ چل رہا تھا سورہ مکی ہے نبوت کی مزاحمت ہورہی تھی تسلیم نہیں کر رہے تھے لہٰذا مودت قربیٰ کی طلب بے معنیٰ ہوجاتی ہے لہٰذا ان سے مودت قربیٰ سے طلب نہیں کرسکتا ہے مراد پیغمبر کا اپنی طرف سے مشرکین سے طلب مودت ہے کیا آپ کی دعوت کا پاس رکھیں خیال رکھیں احترام کریں چون کہ میں قریش کے قربیٰ میں ہوں' بلکہ نبی کریم نے فرمایا تم مجھے عشائر یہ مطالبہ پیغمبر سے چندیں حوالے سے متصادم ہے کیونکہ

ا۔یہ اس صورت میں ممکن ہوتا اگر پیغمبر غیر قریش کے ہاتھوں اسیر ہوتا تو وہاں پیغمبر قریشوں سے خطاب کرتے کہ میں قریشی ہوں اور قریشی آکے مجھے غیر قریشی سے نجات دے یہاں پیغمبر خود قریشوں کے ہاتھوں ظلم وزیادتی کا نشانہ بنے ہیں۔

۲۔قریش پیغمبر اکرم کی اس دعوت سے تنگ تھے یہاں قریش نے پیغمبر اکرم کو تجاویز دی پیغمبر کی ہر قسم کی خواہش پورا کرنے کے لئے آمادہ تھے کہ آپ یہ دعوت ترک کریں تو کیسے ممکن ہے پیغمبر ان سے رشتہ داری کا پاس رکھتے ہوئے میری

دعوت کو قبول کریں آپ کی دعوت کو مسترد کرنے والے تھے لہٰذا قریش آپ کے لئے محبوب نہیں تھے آپ قریش سے محبت نہیں کرتے تھے کیونکہ کفر سے محبت نہیں ہو سکتی لہٰذا آ کے کافرین سے یہ طلب کرے کہ تم ہم سے محبت کرو مشرکین یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ ہم سے محبت کریں تو ہم آپ سے محبت کریں گے آپ قریشوں کے آباءواجداد تک کے مسخرہ کر رہے تھے
۔

۳۔دوسرے گروہ نے اس آیت کی شان نزول مدینہ میں بنائی ہے اور مدینہ والوں سے مودت قربیٰ چاہا ہے یہاں ان کے لئے پہلا اشکال سورہ کا مکی ہونا آتا ہے وہ اس اشکال کا جواب بعض دیگر آیات کی دیتا ہے کوئی اشکال اعتراض نہیں کہ یہ آیت مدینہ میں نازل ہوئی اس پر اعتراض یہ آئے گا پھر آیت سورہ شوریٰ میں جہاں رکھا ہے غیر مربوط غیر مناسب ہوگا اس سلسلہ میں وارد روایات کا محور یہی ہے کہ یہ آیت مدینے میں نازل ہوئی ہے یہ ثابت کیا ہے لہٰذا مودت کا سوال مدینے میں ہوا ہے اگر کوئی کہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے تو انہی روایت سے کہیں گے یہ آیت مدینے میں نازل ہوئی ہے گویا ان روایات سے بیک دفعہ دو مدعیٰ نا قابل سماعت نا قابل نقاش دعویٰ کیا ہے

۱۔صرف یہ آیت مدینے میں نازل ہوئی جو کہ خلاف عقل ہے جب پوری سورہ مکہ میں نازل ہوئی ہے صرف اس آیت کو مدینے میں نازل ہونا ثابت کرنا خلاف عقل ہے۔

۲۔نفی اجر رسالت کی آیات کی روشنی میں طلب مودت سے متصادم ومتعارض ہے انسان کی تمام مساعی کا ہدف اس کے قرباء ہوتے ہیں اس کی کفالت کے بعد اور کوئی چیز بھی رہتی ہے مودت کو اجر رسالت قرار دے رہا ہے۔

۳۔تفسیری روایات طبق آیات قرآنی شارح مفسر موضح آیات سے مجمل مبہم بلکہ متشابہ آیات کو پیغمبر واضح الفاظ میں بیان کرے لہٰذا پیغمبر مفسر مبلغ مبیّن قرآن متعارف ہوا ہے جب کہ یہ روایت اس آیات کی اجمال سے دور کا بھی رابطہ نہیں رکھتی ہے بلکہ روایت نے آیت کو مزید متشابہات میں ڈالا ہے روایت نے آیت کو متشابہ بنایا ہے اگر یہ روایت نہ ہوتی تو آیت محکم ہوتی کیونکہ یہ کلمات پوری آیت نہیں اس سے پہلے اور بعد کے حالات کے درمیان میں واقع حصہ ہے یہ جو کہتے ہیں کہ یہ آیت مدینے اتری ہے تو اس صورت میں مکمل آیت مدینے میں اترنا چاہئے نہ کہ ایک ٹکڑا ان روایات نے آیت کے تناسب کو رد کیا ہے۔

۴۔اس روایت نے آیت کو چندین متشابھات میں ڈالا ہے جس قربیٰ سے محبت کا مطالبہ ہو رہا ہے وہ قربیٰ رسول ہیں رسول کے کون سے قربیٰ رسول کے بہت سے قربیٰ ہیں:

۱۔چچا عباس اور ان کی اولاد۔

۲۔قربیٰ جد اور اسکی اولاد۔

۳۔قربیٰ عقیل اور اس کی اولاد عثمان جو آپ کا داما ہے۔

۴۔عمر بن خطاب جو آپ کی زوجہ حفصہ کا والد عزیز ہے۔

۵۔قربیٰ ابی بکر وام رومان جو عائشہ کی والد ووالدہ ہیں۔

۶۔قربیٰ زینب بنت جحش ہے۔

۷۔قربیٰ علی واولاد علی۔

۸۔سب نے عزیزے بیٹی فاطمہ اور آپ کی اولاد کو قربیٰ کہا ہے حضرات حسنین سے پہلے قربیٰ نہیں قربی کی شکل سے پہلے والوں سے محبت یہ کہاں تک جائے گا۔

۳۔اجر رسالت کی نوعیت کیا ہوگی اقتدار اعلیٰ مسلمین۔

۴۔مالی معاونت الفت ومحبت۔

کہا کہ یہ قربیٰ رسول ہیں یہاں چند سوالات ہیں

۱۔آیت میں ذوالقربیٰ ہے تو ذوالقربیٰ میں قربیٰ رسول نہیں ہے یہ کہاں سے کہا ہے (کہ قربیٰ رسول ہیں) اس کی کیا دلیل ہے۔

۲۔قربیٰ رسول بذات خود ایک وسیع قربیٰ ہیں وہ کیسے تعیّن کریں گے کہ اس آیت سے کونسی قربیٰ مراد ہیں پیغمبر کی نسب میں آیا ہے

۱۔سارے قریش اور حتیٰ بنی نجار مدینہ بھی آپ کے قربیٰ میں شامل ہیں

۲۔تمام عبد مناف والے آپ کے قربیٰ میں سے ہیں اس حوالے سے بنی امیّہ آپ کے ذوالقربیٰ ہیں حتیٰ عمر سعد بھی آپ کے ذوالقربیٰ میں ہے۔

۳۔اولاد عبدالمطّلب آپ کے ذوالقربیٰ میں سے ہے اولاد طیّار آپ کے قربیٰ میں سے ہیں

۵۔ہمیں یہاں قربیٰ کو کھولنا ہے قربیٰ میں تین نکات ہیں (۱) کلمہ قربیٰ ہے خود کلمہ قربیٰ یعنی لغت کے حوالے سے اس حوالے سے سب سے قریب نزدیک

(۲) صیغہ قربیٰ ہے یہ اسم تفضیل میں مؤنث ہے اس قربی میں پہلے مرحلے میں والدین آتے ہیں دوسرے مرحلے میں بھائی آتا ہے جد سے پھیلنے والا سورہ بقرہ آیت ۔۸۳

۳۔قربی میں لگے:الف ولام:الف لام کی تین قسمیں ہیں(۱)عہد ذھنی (۲)عہد ذکری (۳)عہد جنسی بغیر الف لام سورہ مائدہ آیت ۔۵ میں آیا ہے سورہ انعام آیت ۔۶ سورہ توبہ آیت ۔۱۱۳ سورہ فاطر آیت ۔۱۸ میں الف لام کے ساتھ آیا ہے سورہ نساء آیت ۔۸ ۔۳۶ میں دو دفعہ آے ہے سورہ انفال آیت ۴۱ سورہ نحل آیت ۔۹۰ اسرا آیت ۲۶ سورہ نور آیت ۔۲۲ سورہ روم آیت ۔۳۸ سورہ شوریٰ آیت ۲۳ میں آیا ہے ان میں سے ایک قربیٰ ہمسایہ پڑوسی کے لئے آیا ہے سورہ نساء آیت ۔۳۶ میں احسان و نیکی کو ان چار گروھوں کے لئے مخصوص کیا ہے

(۱)والدین سے نیکی بلا معاوضہ ہے بلکہ والدین ہے۔

(۲)ذوالقربیٰ ہے ذوالقربیٰ کو والدین کے مقابلے لانے کا مطلب یہ ہے کہ والدین اور ذوالقربیٰ دو ہیں والدین کو ذوالقربیٰ نہیں کہیں گے یعنی یوں کہے کہ والدین لا ذوالقربیٰ نہیں ہے۔ذوالقربیٰ کی چند مصادیق ہے:

۱۔ذوالقربیٰ نسبی ہے۔

۲۔ذوالقربیٰ سببی ہے۔

۳۔ذوالقربیٰ رضاعی

۴۔ذوالقربیٰ دینی ہے۔

۵۔ذوالقربیٰ مکانی ہے۔

جب تک القربیٰ پر لگے الف لام کا تعین نہ ہو جائے یہ عند کریا عہد ذھنی ہے یہ الف لام لینی استعر اض ہوگا جس تو اس میں تمام اقرباء شامل ہونگے۔

جار کا معنی عدول کے ہے موڑنے کے ہے جو آپ کے پڑوس میں ہے وہ آپ سے مڑ کے ہے ایک دن یا اس سے زیادہ مڑ کے ہے دنیا چھوڑ کے آپ کے پاس آئے ہیں یعنی ایک دوسری جگھوں کو چھوڑ کے آپ کے پڑوس میں آئے ہیں تو جار کے لئے حقوق ہیں قرابتداری کے بعد ان کے لئے حقوق ہیں ہمسائے تین قسم کے ہوتے ہیں:

(۱)ہمسائے کا ایک ہی حق ہے جو آپ سے سب سے نزدیک ہمسایہ ہے۔

(۲)وہ ہمسایہ اس کے لئے دو حقوق ہیں۔

(۳)وہ ہمسایہ اس کے لئے تین حقوق ہیں:

(۱) جس کے لئے ایک حق ہے وہ ہمسایہ مشرک و کافر ہے اس سے محبت نہیں ہوسکتی ہے چونکہ مجادلہ کی آخر میں ان سے محبت کرنے سے منع کیا ہے اس کے لئے صرف حق جوار ہے۔

(۲) آپ کا وہ پڑوسی جو مسلمان ہے اس کے لئے دو حق ہے ایک حق اسلام دوسرا حق جار ہے۔

(۳) وہ پڑوسی جس کے لئے تین حق ہیں وہ مسلمان ہے اور صلہ رحمی بھی ہے حق اسلام ہے حق جار ہے اور حق صلہ رحمی ہے۔

جار کی حدود کیا ہیں جس کے دروازے آپ کے گھر کے سب سے قریب ہیں یہ چالیس ہاتھ آتے ہیں بعض نے کہا ہے چالیس گھر تک ان کو جار قربیٰ کہتے ہیں (۲) جار جنب ہے جار جنب یعنی دور والے ہمسایہ صاحب بالجنب اس میں زوجہ اور رفیق سفر آتے ہیں تو اس حوالے سے آپ کے پاس قربی رحم ہے قربی جار قربی جار ایک دفعہ کافر ہوسکتا ہے ان سے محبت نہیں ہوسکتی قربی سفری ہم سفر ہے تو اس میں آیا محبت کرو تو قربی پے الف لام ہے تو یہ تمام قربی شامل ہوتے ہیں اس میں کہیں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے کہ میرے قربی سے محبت کرو۔

قسمت نبوت ورسالت:

قرآن کریم کی آیات کی تفسیر دو طرح سے کی ہے ایک تفسیر جو متداول وجاری ہے وہ تفسیر تجزتی قرآن کریم ہے جہاں تفسیر کنندہ ہر آیت کی تفسیر اپنی جگہ کرتے ہیں اس قسم کی تفسیر سے کوئی انسان کسی نتیجے مقصد تک نہیں پہنچتے ہیں قرآن کریم اس موضوع کا حکم یہی ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے کیونکہ ایک موضوع سے متعلق آیات ایک جگہ بیان نہیں ہوا ہے بلکہ آیات کل قرآں میں منتشر و پراکندہ ہے دوسرا تفسیر قرآن تفسیر موضوعی ہے قرآن ہے یہاں مفسر موضوعی ایک موضوع کو اٹھاتے ہیں اس موضوع کے عناصر کو تحلیل کرتے اس کے کتنے ابعاد وعناصر ہے اس کو ترتیب میں لاتے ہیں پھر ہر ایک کے بارے میں آیات تلاش کرتے ہیں یہ تفسیر ابھی تک عام رواج ہوا نہیں ہے کیونکہ قرآن پر زیادہ توجہ ہوا نہیں بلکہ قرآن سے دور ہونے کی مسائل پر زیادہ زور دیا گیا ہے اس تفسیر کا آغز جب مصر میں کلیہ اصول دین بنی اس وقت یہ تفسیر سامنے آئی اس کا مطلب یہ اخذ نہیں کر سکتے ہیں یہ ایک قسم بدعت ہوگئی ہے کیونکہ قرآن بذات خود ایک عنوان رکھتا ہے اس ایک عنوان کے گرد گردش کرتا ہے وہ ہے ہدایت انسان جیسا کہ قلب فاتحہ میں آیا ہے اب اگر آپ ہدایت انسان کو تحلیل کریں گے تو اس کے مندرجہ ذیل عناصر نکلتے ہیں۔

ہدایت انسان:

۱۔ ہدایت کیا ہے اس کی اپنی جگہ دھا عناصر عناوین ہے۔

۲-۲۔ ہادی کون ہے اللہ خالق انسان ہے اللہ کے بعد اس کے طرف مامور نمائندہ۔

۳۔نبوت ورسالت پر بذات دھاعناوین رکھتا ہے۔

۴۔حاضر کتابچہ تیسری قسم ہدایت نبوت ورسالت کے بارے میں قرآن میں موجود مباحث کو پیش کریں گے۔

نبوت یعنی بندوں کو اللہ کی پیغام پہنچانے والے یہ ہستی اپنی جگہ صاحؒ افتخار والا ہیں کس جنس کس نوع کا ہوسکتا ہے

۔جن۔ملک۔انسان

جن چونکہ موجود غیر مرئی ہے انسان ہے انسان اسے دیکھ نہیں اس طرح ملک بھی موجود غیر مرئی ہے لیکن نبی از خود نوع انسان سے ہی ہوگا جو ایک دوسرے کو دیکھ سکتا ہو ہدایت کرنے اور کیتے ہیں کوئی مانع شکل عذر بہانہ نہ ہو چنانچہ اللہ سبحانہ نے معاندین انبیاء اس اعتراض اشکال کو مسترد کیا جہاں صورہ انعام آیت ۸۔۹ میں آیا ہے اگر ہم ہدایت کیلئے ملائکہ بھیجے تو اسکو لباس انسان پہنا کر بھیجنا ہوگا اس طرح سورہ اسراء آیت ۹۵

یہاں سے واضح ہوجاتا ہے انسانوں کی ہدایت اللہ کی طرف سے بشر ہی کر سکتے ہیں جہاں ہدایت کرنے والی تمام خصوصیات امتیازات تقاضے خواہشات ہادی اور مہدی دونوں کی ایک ہی لہٰذا قرآن میں آیا ہے تم ہی سے رسول منہم آیا ہے اب یہ سیکھنا ہے اللہ کی طرف جو نبی آٗیں گے وہ کس حساب سے آئیں گے اعصا از مان کی حد بندی کے تحت آئیں گے یہ کرہ ارض کو تقسیم کریں گے اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو انبیاء کی جو تعداد قرآن کریم میں آئی ہے وہ انتہائی محدود تعداد ہے اس محدود تعداد کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے انبیاء جو ہدایت لایا ہے وہ غیر محدود نہیں ہے انتہائی محدود وکلیات تک محدود ہے یعنی یہ پیغام جو اللہ کی طرف سے آیا ہے گرچہ اس زمانے کے مخاطبین سے محدود ہے لیکن یہ تمام روئے زمین کے رہنے والے بلکہ رہتی دنیا تک کے لئے کافی ہے۔

تفسیر موضوعی کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا میری عمر کا ایک نصف گزرنے والا ہے۔اساس دین وشریعت قرآن ہے بقول اصولیں وفقہاء ہماری فقہ کا پہلا مصدر قرآن ہے قرآن کو نصاب میں نہیں پڑھا ہے جب فقہ میں اجتہاد کرنا شروع کیا فرائد اصول انصاری وخراسانی کو اٹھایا ہے فقہ میں جواہری کرکی' نائنی کو اٹھانا اصل مصدر کہاں چھوڑا پتہ نہیں ہوا لیکن اس مرحوم ومظلوم کو معلوم نہیں کیسے اچانک یاد آیا کہ ہم نے اصل مصدر کو چھوڑا نہیں تفسیر قرآن کرنے کا عمر کا نصف گزرانے کے بعد یاد آیا معلوم نہیں تفسیر کا وقت ہوگا یا نہیں۔

دوسرا نصف کا پتہ نہیں کتنے سال گزریں گے نصف عمر گزرنے کے بعد تفسیر قرآن شروع کرنا ایک عمل غیر یقینی کا آغاز ہوگا اس احتمال کے تحت تفسیر تجزی قرآن سے کنارہ کشی دوری بھی منطق نہیں لہٰذا باقی ماندہ عمر کو جتنا بھی گزاریں قرآن میں گزارنے کی نیت سے فی الحال قرآن میں سنت تاریخ کا موضوع شروع کررہا ہوں چنانچہ ۱۴ درس کے بعد

حکومت بعثت ملحد نے مدت قیام گوئی کے ذریعہ ختم کر دیا پینتالیس سال کی عمر میں جوار جومتزل قرآن تشریف لے گئے آپ کو اجازت نہیں دی لیکن راقم کا آپ کی عمر کے مقابل میں میری عمر ۷۶ سال ہونے والی ہے میں کیا کر سکتا ہوں ان کی تاسی تو نہیں کر سکتا ہوں لیکن کتاب قصص عرب میں ایک عنوان آیا ہے ایک عاشق قرآن نے بنی عباس کے دور میں کسی عالم دین کے ہاتھ میں قرآن دیکھ کر اس سے التماس کی یہ قرآن آج مجھے عنایت کریں کل واپس کر دوں گا دو دن گزر گئے اس نے قرآن واپس نہیں کیا تو اس شخص کو تلاش کرنے کے لئے نکلے اس کے گھر پہنچے دیکھا قرآن اس کے سینہ پر ہے لیکن وہ یہاں سے جا چکے ہیں۔

ہم آپ سے زیادہ عمر گزار چکے ہیں آپ نے تو پہلے دن سے اسلام ہی کو اٹھایا تھا ہماری علم وفکر میں صفر وامتحانوں میں فیل کی وجہ کے علاوہ دین تک رسائی کو عزاداری امام حسین تصور کر کے اس کی اصلاح میں اٹھایا تو خرافات اکاذیب سے بھرے عزاداری کے پاسداروں نے احساس خطر کر کے شیعیت سے خارج کیا عدد وشودسبب کے ضرب المثل کے تحت اچانک پرویز ملحد کمنڈ و ہندوستان پر ٹوٹنے کی بجائے اسلام ومسلمین پر ٹوٹ پڑا ہے کہا میں اتاترک ہوں اتاترک نظام کا اعلان کرنے کی تیاری دیکھا زنجیر وقمہ زنی سینہ زنی چھوڑی گریہ میں عمر گزاری ان کی سب سے قرآن کی طرف متوجہ ہوئے اور خطابات عوام سے محروم ہوئے۔

یہاں ایک اور محرک برانگیختہ کنندہ بھی تھے عرصہ پندرہ بیس سال سے ملک طوفان وفساد خونریزی قتل وکشتار کے بارے میں فرقوں کے عوامل واسباب کے محرکات کو تلاش کرتے کرتے فقہ واصول پر کچھ لکھنے کے بعد فرق فقہی کو پڑھنے کے بعد معلوم ہوا فرق فقہی کی جنایت فرق اعتقادی سے زیادہ ہے فرق فقہی تک پہنچا فرق فقہی کے وجود میں آنے کے اسباب وعوامل سے بیانات سننے کے بعد ان کے اس دالخراش بیان کو دیکھا اور سنا ہے۔ کہ قرآن میں تمام احکام نہیں ہیں۔

نیز احکام سے متعلق آیات کے مفاہیم واضح روشن ہیں۔ لہٰذا قرآن سے یکسر صرف نظر کر کے انہوں نے واضح واشگاف الفاظ میں کہا ہے فقہ سایہ حدیث میں پرورش پایا ہے یہ بیان اہل قرآن کے لئے دلخراش تھے۔

قرآن کے بیانات ظنی الدلالہ حدیث کی حشر کی رونا روئی سب کو پتہ ہے انجیل تورات کی حشر سے کم نہیں صرف ایک قسطنطین یا اتاترک یا پرویز کی آمد کی حد تک رکی ہوئی ہے اس کی اور نقص کو ان علماء فقہائے احادیث مرسلات جعلیات قیاسات مع الفارق اجماعات بلا اجماع سے پر کیا ہے ان کو تو جہات سے ہم زندہ ہم ان کو کھال فطرہ خمس کے نام سے جزیہ دے رہے ہیں اس مصیبت کے لئے کسی کاشانی دیوبندی کا شقی طارق جمیل کی ضرورت نہیں خود یاد کریں تو پورا

وجود آنسو کے بجائے حوض بنے گا لیکن کسی مسئلہ پر رونا بوڑھی عورتوں شیر خواروں کی وراثت ہے نبی کریم کا فرمان ہے مصیبتوں میں قرآن کی طرف رجوع کریں ہم نے خود قرآن کی طرف رجوع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ فرق کیا پڑے اپنی غلطیوں پر عمل کریں یا کسی اور کی غلطی پر عمل کریں۔

قرآن کریم اللہ کا کلام ہے اللہ نے خطاب عوام سے کیا ہے فقہاء اہل حدیث سے نہیں کیا ہے اس میں کسی بھی بشر کا کلام داخل نہیں نہ کل کلام کسی کا ہے نہ جزء کلام پورا قرآن اللہ کا ہے اللہ نے اس قرآن میں کسی قسم کے نقص وکمی کو رد کیا ہے نیز امام اجمال کو بھی رد کیا ہے قرآن یا بعض قرآن کسی اور کا ہو اس کو قرآن نے تحدی کیا ہے ثابت کرو کہ یہ کلام غیر اللہ ہے امّا مخاطب قرآن مختلف ہے اسکے خطابات کچھ اس طرح سے ہیں بعض خطابات جن وانس کافر وملحد منافق و مومن عالم وجاہل سے یا ایھا الناس سے خطاب کیا ہے ان خطابات میں اللہ کی ربوبیت اور الوہیت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی اپنی روبیت والوہیت میں بلاشریک ہونے کی دلیل دی ہے جنوانس کے منکرینو ملحدین سے اس کے خلاف اگر دلیل رکھتے ہیں میرے علاوہ کوئی مدعی ربوبیر الوہیت رکھنے والے میں تو لائیں کیا اپنی روبیت والوہیت کی دلائل عالم آفاق والنفس ایمان ودین وجدان وضمیر میں دیکھایا ہے جس کے لئے یا ایھا الناس یا ایھا الانسان کہ کر خطاب کیا ہے۔

ان خطابات سے عناد والحاد برتنے والوں سے کہا ہے میری گرفت سے نکلنے کی راہ نایاب ومسدود ہے جائے فرار نہیں ہے تم مجھ سے تکبر برتتے ہو میرے رحمانیت کے ریزہ خوار ہو میرے قبضہ بسط وضبط میں ہو ایسے لوگوں سے ایھا الناس خطاب آیا ہے وہاں دعوت فکر ونظر دی دیکھو یہ کائنات آسمان کو دیکھو زمین کو دیکھو آسمانپ پرستاروں کو دیکھو تم سے پہلے گزرنے والوں کو دیکھو دعوت نظر وفکر کے بعد دعوت تعقل دیا ہے دعوت تدبر تفقہ دیا ہے۔ یہاں سے ایک دن جا نا ہے اس سے متعلق آیات کو تفسیر الوہیت وربوبیت کا نام دیں گے اللہ نے سب سے پہلے اپنی الوہیت وربوبیت کی طرف دعوت دی اس کی عطا کردہ نعمتوں عطایا کی طرف متوجہ کیا پھر انسان کو متوجہ کیا ہے میں ہی ملک دیان ہوں اس حیات دنیا میں اور اس کے بعد بھی پھر اس مدعی کو ثابت کرنے کے لئے کیا کیا منطق استعمال کیا ہے کیا کیا دلائل دیے ہیں۔ کیا کیا طریقہ استدلال اپنایا ہے۔

قرآن کا ہدف نزول انسان کو دنیا وآخرت دونوں کی سعادت کی طرف ہدایت ہے انبیاء اس کے داعی ہیں یہاں سے ہم تفسیر موضوعی نبوت ورسالت کو اٹھائیں گے دعوت انبیاء کن کن عناصر سے مرکب ہے کن کن صفات کے حامل مشروط پر عمل ناگزیر ہے یہ دعوت کتنے مواد مطالب پر حاوی ہے انبیاء کی شخصیت طریقہ دعوت کیا تھے کیسے دعوت کرتے تھے مشکلات مزاحمت معارضہ کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک اپناتے تھے اس بارے میں جامع مجموعہ آیات کو تفسیر

موضوع نبوت ورسالت نام دیا ہے۔

۳۔تیسرا وہ انسان ہیں جنہوں نے دلائل وبراہین قاطعہ الٰہی سننے کے بعد تسلیم ہوتے ہوئے کہا ہے آمنا باللہ وبا لیوم الآخر۔جن لوگوں نے بغیر کسی جبر واکراہ کے قانع ومطمئن ہو کر اسی دعوت کو از خود قبول کیا ہے ان کو یاایھا الذین آمنوا سے خطاب کیا ہے ان کو دی گیئں ہدایات اوامر نواہی احکام شرعیہ نام رکھا ہے،ان کے اپنے اقرار واعتراف کے تحت ان پر نظام افعل ولاتفعل جاری کیا ہے اس کو شریعت کہا ہے شریعت کے ابواب ہیں۔یہاں کسی کو کم یا زیادہ کرنے کا حق نہیں دیا ہے یہ خالص الٰہی نظام ہے۔انبیاء کا کوئی حصہ نہیں انبیاء واسطہ ہیں ان کا کردار ابلاغ رسائی میں سے ایک عنوان نبوت ورسالت ہوگا جس میں انبیاء ومرسلین کے بارے میں بحث کریں گے اوران کا کردار بتائیں گے۔تمت

دعوت اللہ کی طرف سے داعی نبی ہے مدعو انسان ہے قبول دعوت کرنے والوں کو مؤمنین کہتے ہیں۔دعوت قبول کرنے والوں سے خطاب ہے جب تم نے اپنی مرضی سے خوشی سے ہمارے دلائل سنے ہیں تم معارضے نہیں کر سکے تسلیم ہو گئے ہیں تو ہماری اوامر ونواہی کو بھی قبول کریں اب تم ہمارے نظام کے اندر ہو ہمارے کرو نہ کرو کی حدود میں ہو اس سلسلے میں مجموعہ آیات کا نام احکام قرآنیہ رکھا ہے۔

پیغمبر کی نبوت عالمی ہونے کی ایک سند سورہ فرقان کی پہلی آیت ہے اس آیت میں فرمایا ہے منزہ ہے وہ ذات اس نے قرآن کو اپنے بندے پر نازل فرمایا ہے تا کہ وہ عالمین کے لئے نذیر بنے عالمین کے بہت سے اس کائنات میں مصادیق ہیں عالمین کے مصداق جلی وکلی ماسوائے اللہ کے وہ عالمین میں آتا ہے اسی میں عالم جماد عالم حیوان عالم جنّات عالم ملائکہ آتے ہیں چونکہ یہ عالمین مسخر ہیں مخیّر نہیں مکلّف نہیں ان کے لئے نظارت نہیں ہوتی ہے تو یہاں سے جو قابل انذار ہے اس میں جن وبشر رہتے ہیں جن وبشر دونوں پیغمبر کی نبوت کے احاطے میں آتے ہیں چونکہ وقت محدود نہیں لہٰذا یہ نبوت قیام قیامت تک باقی رہے گی۔

ربوبیت والوھیت۔ربوبیت والوھیت الٰہی ایمان بالغیب سے شروع ہوتا ہے عقائد اسلام ایمان بغیب سے شروع ہوتا ہے غیب کا معنی نظروں سے اوجھل کو کہتا ہے نظروں سے پوشیدہ کو کہتے ہیں شہر کی دیوار سے دور ہونے کو کہتے ہیں افق سے سورج کا ناپید ہونے کو کہتے ہیں ہر وہ چیز جو نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں اسے غیب کہتے ہیں ہر انسان کے لئے غیوبات غیر متناہی ہے جس ذات کے لئے غیب نہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ ہم سے بھی واقف ہے اور ہماری چھپی ہوئی چیزوں سے بھی واقف ہے غیب جو تحت حواس نہیں آتا ہے وہ صرف اخبار انبیاء سے پتہ چلتا ہے غیب مقابل شھود ہے غیب میں

امر مادی یعنی قابل ادراک اور غیر مادی جیسے حوادث گزشتہ یافی زمانہ پردوں میں حجاب میں مستور سب شامل ہیں غیب غیوب اللہ سبحانہ تعالی ہے اس کے بعد یوم آخرت ہے غیب تمام غیوب کا عالم صرف اللہ کی ذات ہے غیب کے چند اصول ہیں۔ا۔ایک اصل اللہ اوراس کی صفات ہیں یہ اصل اولی ہے۔۲موجودات غیر مادی ہیں روحانیت ملائکہ وغیرہ ہیں۔۳۔مابعدالموت ہے یہ اصل اولی ہے۔۲۔اخبار اقوام گزشتہ ہیں اب وہ نظروں سے غائب ہیں قابل دید نہیں ہیں ان کی خبریں ہم تک پہنچ سکتی ہیں۔۳۔وہ موجودات یا قوانین نہیں ہیں جو کاینات میں چل رہے ہیں جس کو انسان کی حس درک نہیں کررہی ہے غیب مخصوص ذات اللہ ہے بشر اپنے آپ کو کسی بھی غیب کو بلاواسطہ ذرائع سے سمجھنے سے قاصر ہے قرآن کریم میں غیب کی ایک تقسیم بندی ہے ایک غیب اللہ سے مختص ہے اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا سورہ نمل آیت ۔۶۵ ۔۲وہ غیب ہے جو اللہ کے بتانے کے بعد مخلوق کو پتہ چلتا ہے جیسے ملائکہ انبیاء جو وحی کے ذریعے جن کو پتہ چلتا ہے جن آیات میں غیب کو مخصوص بہ اللہ کیا ہے وہ آیات یہ ہے سورہ انعام آیت۔۵۹ سورہ نمل آیت۔۶۵ سورہ یونس آیت ۲۰ سورہ نحل آیت۔۷۷ سورہ ھود آیت ۱۲۳

۔۲ اللہ کے بتائے بغیر نہیں جانتا جیسے سورہ بقرہ آیت ۳۳ سورہ فاطر آیت ۳۸ سورہ مائدہ آیت ۱۰۹ سورہ آل عمران آیت ۔۱۸۲ سورہ انعا مآیت ۷۳ سورہ توبہ آیت ۹۴۔۱۵ذاتی طور پر پیغمبر علم غیب اپنے آپ نہیں رکھتے تصرف کائنات نہیں کر سکتے سورہ اعراف آیت ۱۸۸ سورہ ھود آیت ۳۱۔

علامہ سبحانی و نبوت خاتمہ

علامہ سبحانی نے مفاہیم قرآن کی تیسری جلد میں معالم نبوہ فی القرآن کریم میں حضرت محمد ﷺ کی نبوت ورسالت کی خاتمیت پر تفصیل سے بحث کی ہے حضرت محمد صل اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت کی خاتمیت ہونا ایک حقیقت نا قابل تردید قرار دینے کے بعد لکھا ہے الا اینکہ ایک دو گروہ فرقی بھائیہ اور قادیانی نے اس سے اختلاف کیا ہے علامہ بزرگوار وسعت علم وفراغت تألیف ووسائل فراواں کے ہوتے ہوئے ختم نبوت سے متعلق تشکیک آور دیگر افکار و نظریات فرق و مذاہب کا بھی معترض ہوتا تو کتنا بہتر ہوتا آپ اس بات پر متفق ہیں کہ وحی وصل باللہ کا سلسلہ حضرت محمد ص کے بعد خاتمہ ہوا ہے تو کیسے آپ نے ان گروہوں کو نظر انداز کیا جنھوں نے حضرت محمد ص کے بعد حجت الہی کا تسلسل باقی رکھا ہے۔

ا۔اللہ روئے زمین کو حجت سے خالی نہیں رکھیں گے ہر دور میں ہر زمانے میں اللہ کی ایک حجت زمین پر ہوگی وہ نبی جیسا ہی ہوگا جبکہ اسی قرآن میں آیا ہے کہ حجت پیغمبر کے بعد ختم ہوا ہے۔

۲۔وہ سلسلہ روایات جس میں آیا ہے اللہ ہر ایک صدی کے بعد ایک مجدد مبعوث کریں گے جو دین سے حذف کرنے والی چیزوں کو واپس لائیں گے اضافہ شدہ چیزوں کو نکالیں گے خارج کریں گے اس فکر نے مسلمانو کو ایک عرصہ دراز سے ھنگامہ خیزی افتراق وانتشار میں مبتلاء کیا ہے حدیث کی صحت پر مہر صحت لگائی ہے لیکن مجدد دین کون ہیں اس پے اتفاق نہیں ہوا ہے ہر ایک نے اپنا مجدد بنایا ہے اللہ کے علاوہ کسی مجدد کو بعثت کرنے کا مطلب وہی بعثت انبیاء ہوتا ہے آپ نے فکر کو ضد خاتمیت ہونے کا ذکر نہیں فرمایا

۳۔اولیا پرستوں نے کہا ہے ولی نبی سے افضل ہے اولیا کا سلسلہ جاری ہے اولیاء کا کہنا ہے انبیاء وحی واسطے سے لیتے ہیں لیکن ہم بغیر واسطے کے لیتے ہیں ان کو بھی آپ نے چھیڑا نہیں۔

۴بعض حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونے یا نزول کے قائل ہیں ان کی نبوت مقارن نبوت خاتم انبیاء رہیں گے تو یہ ختم نبوت سے متصادم ہے چونکہ ختم نبوت سے مراد ختم عرض وطول دونوں ہیں اگر ختم عرض باطل نہیں ہے تو جو بھی دعوائے نبوت کریں گے خاتم انبیاء کی تو وہ صحیح ہوگا کیونکہ وہ کہتے ہیں جو عرض نبوت میں کمتر از نبوت پیش کرتے ہیں اگر طولی ہے تو نبوت پیغمبر ختم ہوں گے پیغمبر کی نبوت کا دور ختم ہوں گے بھائی اور قادیائی عیسی اور مھدی کے نام سے آئے ہیں

۔۵۔مسلمان ایک مھدی کے قائل ہیں اور وہ مہدی کو جو دنیا میں ایک انقلاب برپا کریں گے باطل کا نام ونشان مٹا دیں گے عدل کو رائج کریں گے امن قائم کریں گے ایک ایسی مقتدر مسلط حکومت خود حضرت محمد ص کو اپنی حیات میں اور ابھی تک نہیں ملی ہے اس سے بڑا خطرہ ختم نبوت کے لئے اور کیا ہے جس طرح اس سے زیادہ جھوٹا کوئی وعدہ تاریخ میں نہیں آیا ہے۔

نبوت حضرت محمد ص نبوت عالمی اور خاتمی ہونے کی دلیل تین زاویئے سے ثابت ہیں

۔ا۔خود آپ کی نبوت کے بارے میں وارد آیات ہیں جس میں آپ کو خاتم نبیّین رحمت اللعالمیں ۱۰ انا ارسلناک کافۃ للناس کہا ہے۔

۔۲۔قرآن ہے یہ قرآن جو آپ کی نبوت کی علامت نشانی ہونے کے علاوہ آپ کی کتاب شریعت بھی ہے اللہ نے اس کتاب کے بارے میں چندین جگہ فرمایا ہے۔ا۔سورہ مبارکہ انعا م آیت ۱۹۔۲۔سورہ فصلت آیت ۴۲۔۳۔سور حجر کی آیت ہے ہم اس کتاب کی از خود حفاظت کریں گے یہ کتاب محفوظ ہوگی تحریف نہیں ہوگی۔

۳۔یہ جو دین آپ لائے ہیں یہ دین تمام ادیان پر غالب آئیں گے جس میں آیا ہے لیظہر ہعلی الدین کلہ تمام ادیان پر غالب آئیں گے اگر اس کے بعد کوئی دین آئے گا تو یہ دین مغلوب ہوگا یہ آیت قرآن کریم چند جگہ پر آئی ہے ان میں آیا

ہے کہ یہ دین تمام ادیان پر غالب آئیں گے لیکن شرک وکفر ختم نہیں ہوں گے بشکل مغلوب رہیں گے مقہور رہیں گے اس میں آیا ہے ولو کرہ المشرکون غلبہ اسلام مشرکین کے لئے نا گوار ہونگے کافرین کے لئے نا گوار ہوں گے جب تک اسلام ہے اسلام کے مقابلے میں کافر مشرکین ہوں گے یہ اس بات کے بھی دلیل ہے کہ جو کہتا ہے مھدی آیں گے تو دنیا میں کفرو شرک کا خاتمہ ہوگا سورہ فصلت آیت ۴۱ ۔۴۲ وہ کافرین جب قرآن آیا تو انھوں نے اس کو رد کیا حالآنکہ یہ کتاب اللہ کی وہ کتاب ہے جو عزیز ہے یعنی قدرت مند ہے قوی ہے شکست ناپذیر ہے مغلوبیت اسکی طرف نہیں آسکتی باطل کنندہ ہے اس کے آگے سے پیچھے سے باطل نہیں آسکتے کیوں کہ کتاب حکیم حمید کی طرف سے ہے یہ آیت جہاں اس کتاب کی ضمانت پر واضح آشکار دلیل ہے ضمانت کتاب اس کتاب کو کسی قسم کی تحریف کمی بیشی تقدیم تاٗخیر تنسیخ ابطال جیسی باطل کنندہ نہیں آئیں گے یہ قیام قیامت تک اللہ کا حجت بالغہ رہیں گے لایاٗ تیہ الباطل من بین یدیہ اس بات کی دلیل ہے باطل دنیا کے کسی گوشہ وکنار سے اس تک نہیں پہنچ سکتا ہے جب کتاب اللہ کا ہمیشہ باقی ہے تو آپ کی نبوت بھی ہمیشہ باقی رہے گی۔

حضرت محمدص کی نبوت نبوت خاتم ہونے کی ایک دلیل قرآ کی عالمیت ہے یہ قرآن ایک خطے کے لئے نہیں آیا بلکہ جہاں جہاں یہ کتاب پہنچے سب کے لئے حجت ہے سورہ انعام آیت ۔۱۹ اس سے بڑ کے بڑی دلیل کیا ہوں گے کہ آپ صادق وحی ہے آپ ان سے کہدے اللہ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے اللہ نے میرے اُوپر یہ قرآن نازل کیا ہے تا کہ تمھیں اور دیگران تک انذار کروں تم اللہ کے علاوہ کسی اور کی الوھیت کو مانتے ہیں آپ کہہ دیں کہ میں اس کو نہیں مانتا ہوں میرا اللہ ایک ہے میں شرک سے برائت کرتا ہوں قرآن بذات خود شہید و مشھود ہے اپنی سچائی پر خود دلیل ہے جیسا کہ سورہ ۔۱۱ آیت ۔۱۷ میں آیا ہے۔

قضاوت مخالف قرآن صاحب فقہ قضایائے معاصر ڈاکٹر محمد ظاہر اسد اللہ ص ۵۹ پر لکھتے ہیں امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت سے نقل ہے آپ نے فرمایا اذا صح الحدیث فھو مذھبی کسی کے لئے جائز نہیں لا یحل لاحدٍ ان یاٗ خذ قو منا مالم یعلم من این اخذنا

۲۔ روایت ۔ حرام علیّ من یعرف دلیل انیفتی بکلامی فاننا بشر نقول القول یوم ونرجع عنہ غداً ۔۳۔ اقوال امام مالک امام مالک نے فرمایا انما انا بشر اخطئی واصیبفا نظروا فی رائی فکلما ماوافق الکتاب والسنۃ فاٗ خذوا وکل مالم یوافق الکتاب والسنہ والترکہ ۔۴۔ امام شافعی مامن احدالا وتذھب الی سنت رسول اللہ وتعذب عنہ فمہما ما قلت منقول اواصلت من من صل عن رسول اللہ خلاف ما قلت فالقول ما قول رسول اللہ وھوقوی ۔ ۔۲۔ اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنت رسول اللہ فقولوا سنت

رسول اللہ وادعواما قلت ۔۵۔احمد بن حنبل لاتقلد نی ولاتقلد مالک ولاشافعی واوضاعی ولاثوری وخذمن حیث اخذوا فتوٰ ائے ائمہ اربعہ کتاب مدخل الی الشریعہ تألیف عمرسلیمان عبداللہ اشقرص ۱۵۶ لکھتے ہیں ائمہ مجتھدین اپنے حیات میں اپنے فتوٰی کی تصحیح تحقیق کرتے تھے یہ ائمہ بشر تھے کبھی صحیح کبھی غلط کرتے تھے عمر بڑھتے گئے ان کے علم میں اضافہ ہوانیا علم انھیں حاصل ہوا جو پہلے نہیں تھے اپنے زمانے میں اھل ورع وتقوی تھے وہ کسی خطاء غلطی پر اسرار نہیں کرتے تھے ابوشامہ نے نقل کیا ہے کسی سے امام شافعی سے سنا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے اس کے باوجود اس میں خطاء ضرور ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے غیر اللہ کی کتاب میں غلطی ہوتی ہے سورہ النساء آیت ۸۲ اگر تمھیں میری کتاب میں خلاف کتاب وسنت کوئی چیز پایا تو میں اس سے دور ہوں انھوں نے کہا کہ میں بشر ہوں صحیح بھی کہتا ہوں دغا بھی کرتا ہوں جو قرآن وسنت کے موافق ہے اخذ کرو جو کتاب وسنت کے مخالف ہے اس کو چھوڑ دو چنانچہ امام مالکی کے بارے میں مشھور ہے آپ نے بصرہ میں کتاب لکھی ہے اس کو صحیح گردانا ہے اس کو مذھب جدید کہتا ہے اس سے پہلے جو بغداد میں لکھی ہے اس کو مذہب قدیم کہتے ہیں۔

رسالت قرآن یا قرآن کی تعریف قرآن سے قرآن جو رسالت آسمانی ہے حضرت محمد اس کے مبلغ ہیں اور معلم ہیں قرآن کیا مقاصد اہداف لے کے آئے ہیں اس کی کیا خصوصیات امتیازات ہیں۔

۱۔یہ قرآن کتاب قرائت ہے بمعہ تدبّر کے قرآن وہ کتاب نہیں جس میں نقص وعیب ہو اس قرآن کی تعریف میں سورہ بقرہ کی پہلی آیت آئی ہے ذالک الکتاب لاریب فیہ۔اس میں جائے شک وتردید نہیں لہٰذا یہ ایک کھلی کتاب ہے جس میں تدبر کی دعوت دی ہے سورہ نساء آیت ۔۸۲ سورہ محمد آیت ۔۲۴

۲۔یہ قرآن صراط مستقیم کی طرف جادہ حق کی طرف ہادی ہے سورہ بقرہ آیت ۔ا سورہ اسراء آیت ۔۹

۳۔یہ قرآن سرے سے لفظ کے ساتھ اللہ سے مستقیم لی ہے سورہ نمل آیت ۔۶

۱۔قرآن ہر ایک کے لئے میسر ہے سورہ قمر آیت ۔۱۷۔۲۲۔۲۳۔۴۰

۲۔قرآن تغییر تنسیخ ناپزیر ہے سورہ حجر آیت قرآن عربی ہے۔

۴۔حاضر کتابچہ کی تیسرتی قسمت نبوت ورسالت کے بارے میں مباحث کو پیش کریں گے۔

نبوت یعنی بندوں کو اللہ کی پیغام پہنچانے والے یہ ہستی اپنی جگہ صاحب افتخار والا ہونگے کس جنس کس نوع سے ہوگا۔

رسالت ونبوت

٭نبوت مادہ نبأ یا نبو سے مشتق ہے نبی بعض نے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے نبیٔ بعض نے نبو واو کے ساتھ پڑھا ہے جس کا معنی رفعت اور بلندی کے لئے ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ دونوں طریقے سے آیا ہے نبیٔ عبادی خبر دے دو اور بعض جگہ نبیّ یا پے تشدید لگا کے علماء اعتقاد نے نبوت و رسالت کے فرق میں بتایا ہے رسول نبی سے افضل ہے حالآنکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ قرآن میں نبی کی تعریف رسول سے نہیں کیا ہے بلکہ رسول کی تعریف نبی سے کی ہے امّا این کہ نبوت کا مقام منزلت درجہ رسول سے بلند ہونے کی وجہ معلوم ہے نبی کی برگشت ربط نبی کا اللہ کے حوالے سے ہوتا ہے یعنی نبی وہ ہے جو بندوں کو اللہ کی طرف سے خبر دیتا ہے لفظ نبی سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا رشتہ اللہ سے ہے یعنی وہ اللہ کی طرف سے ہے جبکہ رسول کا واسطہ انسانوں سے ہے یعنی یہ پیغامبر انسانوں کو پیغام لایا ہے اس کا واستہ اس حوالے سے انسانوں سے ہے تو پیغمبر کی دو نسبت ہے ایک اللہ سے دوسرے بندوں سے تو وہ پہلو اعلیٰ و اشرف ہونگے جو اللہ سے ہے

رسالت و نبوت ہر ایک کی عناصر ہے عناصر نبوت میں ایک عنصر انسان ہے اس کو نبی کہتا ہے نبی نہ ملک ہوسکتا ہے نہ جن چنانچہ آیات میں آیا ہے اللہ کی طرف سے تبلیغ ابلاغ رسالت بشر ہی کریں گے (آیات)

۲۔دوسری آیت میں فرماتے ہیں اگر ملائکہ بھی بھیج دینگے تو اس کو بھی بشر ہی کی صورت میں بھیجیں گے وہ بشر ہی ہوگا چنانچہ قوموں نے انبیاء کو یہ کہ کے مسترد کیا کہ تم ہم جیسا بشر ہے (آیات) نبی نے بھی یہی بتایا ہم تم جیسا بشر ہے جب نبی بشر ہے انسان ہے تو بشر کی ابتداء علوم فنون سے عاری خالی ہوتا ہے چنانچہ آیت میں آیا ہے تم اپنے ماں کی شکم میں کچھ نہیں جانتے تھے (آیت) بشر کے پاس علوم دو طرح سے آتے ہیں

ا۔ایک بغیر کسی معلم و مربّی مظاہر کائنات دیکھنے سننے سے آتا ہے

۲۔تعلیم و تربیت سے آتا ہے کسی معلم کے ذریعے آتا ہے حضرت محمدﷺ کسی عالم کے ذریعے کسی معلم سے علم حاصل کرنے کے لئے نہیں بیٹھے لہٰذا محمدﷺ علوم فنون معلمین سے حاصل نہیں کیا ہے اس علم سے آپ محروم تھے لہٰذا آپ نے فرمایا کہ میں نے تمھارے درمیان سالہا سال زندگی گزاری ہے میں نے کسی کے پاس نہ کچھ پڑھا نہ سیکھا ہے لہٰذا محمدﷺ نے فرمایا کہ ہم اور تم دونوں بشر ہیں ہمارے درمیان فرق صرف وحی میں ہے مجھ پہ وحی ہوتی ہے وحی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر تابع وحی ہوتا ہے اگر وحی نہ ہو تو پیغمبر کو علم نہیں ہوتا ہے چنانچہ مشرکین کے بعض سوالات کے جواب وحی نہ آنے کی وجہ سے رک گئے مشرکین نے افواہ اڑائی کہ اللہ نے محمد کو چھٹی دی ہے چھوڑ دیا ہے پھر وحی آئی اس کا مطلب یہ ہے پیغمبر کے پاس علوم کا مصدر صرف وحی ہے لہٰذا وہ ہر چیز نہیں جانتے ہیں اتنا جانتے ہیں جتنا وحی کے ذریعے ملا ہے لہٰذا

پیغمبر سے کہلوایا ہے۔

۱۔آپ ان سے ایک دفعہ کہدو کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں سورہ ھود آیت۔۳۱ سورہ انعام آیت۔۵۰

۲۔دوسری آیت میں فرمایا اگر میں علم غیب جانتا تو میرے پاس خیروں کے انبار ہوتا (آیت)

۳۔آپ ان سے کہہ دیں کہ غیب مخصوص اللہ ہے سورہ نمل آیت۔۶۵ سورہ حجرات آیت۔۱۸ سورہ یونس آیت۔۲۰ سورہ ھود آیت ۱۲۳ سورہ نحل آیت۔۷۷ سورہ کھف آیت۔۲۶

۴۔نبی وہی جانتے ہیں جو وحی ہے سورہ آل عمران آیت۔۴۴ سورہ یوسف آیت۔۱۰۲

۱۔ہر چیز کا غیب جاننا منافی امتحان و آزمائش ہے

۲۔ہر چیز کا علم غیب جاننا فقدانی اور محرومیت ثواب کا سبب بنتا ہے محمد ﷺ احد میں نکلے نہیں جانتے تھے یہاں شکست ہو گی حنین میں گئے نہیں جانتے تھے شکست ہوگی محمد ﷺ عمرے کے لئے نکلے نہیں جانتے تھے شکست ہوگی لہٰذا ان آیات کو سامنے رکھنے کے بعد ایک ادنیٰ سادہ سے انسان یہ فیصلہ کر سکتے ہیں نبی کریم سے منسوب غیب گوئی میری امّت میں تہتر فرقے ہونگے اس میں قدریہ جبریہ آینگے مفوضہ آینگے اس میں ابوحنیفہ نامی آینگے شافعی آینگے شیعہ آینگے بغداد ختم ہوگا امام حسین کربلا میں قتل ہونگے قاتل شمر ہوگا اور ایسی ہزاروں غیب گویاں ان آیات سے متصادم ہیں جو غیب کو اللہ سے مخصوص اور نبی کریم سے نفی کیا ہے جب نبی علم غیب نہیں رکھتا تو ائمہ صوفی زاہد عارف کہاں سے علم غیب رکھتا ہے قرآن میں نبی سے علم غیب نفی کرنے کے بعد غیب کو اپنے لئے مخصوص کرنے کے بعد سینکڑوں ہزاروں غیب گوئیوں کی احادیث کہانیوں پر قلم سرخ کھینچیں گے تو ہمارے دین کی بہت اصلاح ہوگی دین میں بہت سی بدعتوں کا تکیہ انہی غیب گوئیوں پر قائم ہے ۔

علوم قرآن

علوم قرآن

علوم قرآن کے بارے میں قیل وقال:

وہ علوم ومعارف جن کا عنوان یا موضوع قرآن کرین کی کسی نہ کسی ابعاد میں بحث کیا ہے یا کرتے ہیں اس میں کسی قسم کا جائے شک وتردید نہیں قرآن کو اس کے تمام اطراف وزاویہ سے اٹھایا ہے کہیں بھی ابہام نہ رہے جس کی اطاعت و قدرت نہیں اس کو اٹھایا ہے کہیں بھی ابہام نہ رہ جائے اس میدان میں بہت سے علماء، مولفین اور مصنفین نے قلم اٹھایا ہے: بعض کے ساعی جلیل وجمیل وحسین ہے جزاھم اللہ خیر الجزاء سعیھم شکور کثرھم اللہ فی کل زبان وفی کل بعض لیکن بعض کے ساعی خانہ ثنا نہ رہے انہوں نے قرآن سے منسوب کر کے قرآن کو مشکوک عاشق قرآن کو قرآن سے دور کرنے کی مذموم ناکام کوشش کی ہے

علوم قرآن پیش کرنے والوں نے جو علوم پیش کیے ہیں ان میں ایک موضوع تاریخ قرآن ہے قرآن کریم کے آغاز نزول سے لے کر الی یومنا ھذا تک عوارض کو پیش کیا ہے اس عنوان کے لکھنے والوں کے مصادر نقلیات سے تطعیات کم حاصل ہوتا ہے اس کے محصورات مطنوتات شکوکات مطنونات ہوتا ہے قلیل الجدوات کثیر الھفوات ہوتا ہے جیسا کہ بحث ملی

ومدنی میں، جمع قرآن وترتیب قرآن قرائت قرآن تحریف قرآن ان موضوعات میں کودنے والے کشتی میں نابغہ کیوں نہ ہو نہ وہ لغزشیات سے محفوظ ہیں لیکن افسوس کے ساتھ بعض نے ان موضوعات کو نصاب درس کا درجہ دیا ہے اور بہت سوں کے اوقات کو قانع کیا ہے

۲۔اقسام وانواع تفاسیر ہے قرآن کریم کی کتنی زاویوں سے تفسیر کی ہے

بعض نے یا اکثر وبیشتر نے تفسیر قرآن میں تفسیر روائی کو اٹھا کر قرآن پر خیانت کی ہے مثلاً اصحاب تابعین آئمہ سے منسوب تفسیر کو قبول باقی تفاسیر کو دوسے درجے کیا رہنے دیا ہے جس کی وجہ سے اکثر وبیشتر قرآن سے شغف رکھنے والے کو قرآن سے دور کیا ہے کیونکہ انہوں نے منقولات کو تو پیش کیا ہے ناقلین کے بارے میں تحقیق پیش نہیں کی

۳۔تفسیر علمی بعض کائنات میں اکتشافات ہونے والی نئ تحقیق کی روشنی میں آیات قرآن کی تفسیر کی ہے جس کی وجہ سے قرآن کو وحی ربانی سے نکال کر تجربات میں داخل کیا ہے

عربی زبان کی وسعت:

جتنی وسعت اوائے معانی ومفاھیم میں جتنی وسعت رعمی زبان میں پائی جاتی ہے وہ کسی اور زبان میں نہیں ہے اس سلسلے میں ہم چند موارد نمونے کتاب فقہ اللغہ ثعالبی سے نقل کرتے ہیں فقہ لغت فصل ۱۷ص ۲۹۱ پر لکھتے ہیں عام طور پر دن رات کے لیے دوسری زبانوں میں ایک دو الفاظ سے زیادہ نہیں ہوتے لیکن عربی میں دیکھیں دن کی ابتداء کو شروق کہتا ہے سورج جب نکل جاتا ہے اس کو شروق کہتا ہے ۲۔اس کے بعد بکور کہتا ہے ۳۔اس کے بعد غرو کہتا ہے ۴۔یہ اس کے بعد ضحی کہتا ہے ۵۔اس کے بعد ھاجرہ کہتا ہے ۶۔اس کے ظھیرہ کہتا ہے ۷۔اس کے بعد رواح کہتا ہے ۸۔رواح کے بعد عصر کہا ہے ۹۔اس کے بعد قصر کہتا ہے اصیل کہتا ہے اصیل کے بعد عشی کہتا ہے عشی کے بعد غروب ہتا ہے امارات غروب کے بعد شفق کہتا ہے غسق کہتا ہے عتمہ کہتا ہے یہ عتمہ کے بعد سقفہ کہتا ہے سقفہ کے بعد جمعہ کہتا ہے جمعہ کے بعد ضلہ اس کے بعد زلفہ کہتا ہے اس کے بعد بھیرہ کہتا ہے اس کے بعد سطرہ کہتا ہے سطرہ کے بعد فجر، فجر کے بعد صبح، صبح کے بعد صباح، کسی چیز کی مجع کرنے کا ہر چیز کی جمع کیلیے الگ الفاظ ہوتے ہیں مال جمع کرنا ہے تو جمع آتا ہے خراج کے لیے جباء کہتے ہیں کتاب جمع کرنے کیلیے کتبہ کہتے ہیں کپڑا جمع کرنے کیلیے قشبہ کہتے ہیں اوراق جمع کرنے کیلیے مصحف کہتا ہے پانی جمع کرنے کے لیے قراء کہتے ہیں دودھ جمع ہوتا ہے اس کے لیے صریٰ کہتے ہیں بال جمع کرنے کے لیے عقص کہتے ہیں زین پے کپڑا جمع کرنے کو ضیاق کہتے ہیں دو چیزیں جمع کرنے کرنے کیلیے کتب کہتے ہیں کتب الکتاب کیوں کہتے ہو کیونکہ یہ

دوحروف کوجمع کرنے کو کہتے ہیں کتب الکتاب، کتب جمع کرنا۔خروج کسی چیز سے نکلنے کیلیے الگ لفظ ہے ثعالبی فصل دھم ص ۲۸۸۔ انسان کا گھر سے نکلنے کے لیےخرج کہتے ہیں اگرشجاع پہلوان نکلے توان کے لیے کہتے ہیں برز، برزمن ممکنہ،ان اصل اگرکوئی قوم نکلےکسی چیز کی تلاش میں نکلےتو انصلہ کہتے ہیں،انصلہ تفسما من امرک، تیرنکلنےکومرقہ کہتے ہیں قوس سے تیرنکل گیا خوشے سے نکلنےکوفسق کہتے ہیں فسق قلتمرتلوارا پنے محفظ سے نکلنےکودلق کہتے ہیں دلق السیف من غمدہ پھول سے خوشبو نکلنےکوفاحت کہتے ہیں فاحت رائعہ زھو ، پھول نکلنےکوغور کہتے ہیں لقمہ پیٹ سے باہر نکلنےکو قلسہ کہتے ہیں

تفاسیر پر ایک جائزہ

یہ شرف الدین صاحب کے سب سے آخری تحریروں میں سے ہے۔

تفاسیر ضرب علی القرآن عظیم

یہاں تین کلمات ہیں ایک تفاسیر ہے دوسرا ضرب ہے تیسرا قرآن ہے پہلے مرحلے میں ان تین کلمات کا مختصر سا تعارف ضروری ہے

۱۔قرآن کی توضیح تبیین تشریح کیلئے کلمہ تفاسیر کیوں انتخاب کیا تفاسیر، قرآن کی تبیین تشریح توضیح کیلئے کلمہ تفاسیر استعمال کرنے سے بدنیتی عداوت خیانت غیر مربوط معنی تحمیل کرنے یعنی ٹھونس کر حقیقی کو روکنے کی بد بو آتی ہے جس کی وضاحت بعد میں کریں گے

تفاسیر قرآن پر کاری ضرب ہے چونکہ فھم آیاتِ قران کو مشروط رکھا مفسر جو معنی پیش کریں قبول کرو یہ معارض ہے گویا حجیت حدیث قرار دیا ہے قرآن سے حجیت کو سلب کیا اور آقائے نجفی نے تعارض کی صورت میں حدیث کو مقدم کیا تفاسیر سلب معنی آیات و اعطاء حجیت حدیث ہے

تفاسیر جیسا کہ لغت میں آیا ہے یہ کلمہ یا مادہ فسرہ سے ہے جیسا کہ مقائییس اللغۃ جلد دوم ص ۳۵۵ پر آیا ہے ﴿

فسر: الفاء والسین والراء کلمة واحدة تدل علی بیان شئی ء و ایضاحه . من ذلک الفسر، یقال فسرت الشئی ء و فسرة ، والفسر والتفسیرة : نظر الطبیب الی الماء و حکمه فیه ، والله اعلم بالصواب. ﴾ اور جلد اول ص ۵۶۰ پر آیا ہے ﴿ **سفر : السین والفاء والراء اصل واحد یدل علی الانکشاف والجلاء . من ذلک السفر، سمی بذلک لان الناس ینکشفون عن اماکن جدید ، والسفراء : المسافرون ، قال ابن درید رجل سفر وقوم سفر.** ﴾

تفسیر مادہ فسر سے ہے یا سفر سے ہے پہلے مرحلے میں ہر لفظ کا معنی ہے جو جاہل، ان پڑھ، پڑھے لکھے انسان سمجھتے ہیں اگر باپ کہیں گے دروازہ یہ سب سمجھتے ہیں قرآن مدعی ہے کہ وہ واضح ہے سفر،فسر دونوں کلمہ کا ظاہر معنی نہیں ہوتا ہے ایک گہرے پوشیدہ معنی بتانے کو کہتے ہیں یہ طریقہ ظاہر کو ملغی کر کے باطن سے کوئی چیز نکالنا ایک قسم کی خیانت ہے

۱۔معنی تفسیر بذات خود ضرب علی القرآن العظیم ہے۔

جب انہوں نے قرآن کے ظاہر سے ملغی کیا انکار کیا یعنی قرآن کے ظاہری کلمات مراد و مقصود نہیں الفاظ ایک بل جیسا ہے تو قرآن سمجھنے کے لئے معنی ظاہری لفظ سے ہٹ کر معانی تلاش کرنے کو کہا ہے یہ پہلی ضربت قرآن کہ وہ معانی جو الفاظ قرآن میں ہیں سے یہ معنی نہیں نکلتے ہیں

۲۔ضرب ہے یعنی مارنا قرآن کو مارنے کا مفہوم یعنی قرآن کو ہدایت وحاکمیت سے خارج کریں ضرب برقرآن کے مصادیق کثیرہ ہیں اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے

۱۔قرآن کو کلام اللہ ہونے کی نفی کرنا ہے کبھی کہنا کہ یہ کسی نے سکھایا ہے

۲۔کتب آسمانی سے اقتباس کیا ہے کبھی کہا کہ کتاب ناقص ہے کبھی کہا کہ مفہوم واضح نہیں ہے کبھی ظاہر مراد نہیں کبھی کہا کہ یہ شعر ہے آخر میں کہا کہ قرآن بغیر تفسیر ناقص ہے

قارئین کرام اس وقت امت اسلامیہ انتہائی المناک حالت ناگفتہ بہ سے گزر رہی ہے

قارئین کرام !اس وقت دین عزیز اسلام جس صورت حال سے گزر رہے ہیں شاید بہت سے مسلمانوں کے دل اندر سے خون ہوتے ہونگے لیکن خود کو تنہا محسوس کر کے اپنی تکلیف کا احساس نہیں کرتے ہیں یا احساس بےکسی بے یار و مددگار تنہائی محسوس کرتے ہونگے یہاں منافقین سے برتر گروہ معاندین اسلام کو جڑ سے اکھاڑنے پر تلے ہوئے لوگ ہیں ہماری صورت حال صدر اسلام سے بالکل مختلف ہے صدر اسلام میں دو مرحلے گزرے ہیں پہلا مرحلہ سرزمین مقدس مکہ ہے جہاں تیرہ سال کفر وشرک کے اذیت وآزار شکنجے میں خوف وہراس کی زندگی گزار رہے تھے لیکن اپنے وجود کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر جان سے گزرنے کا تحمل کا دکھا رہے تھے اس میں منافقین کوئی نہیں تھے امیر لوگ عیش وعشرت چھوڑ کر فقر وفاقہ کو ترجیح دے رہے تھے صاحبان عزت،عزت چھوڑ کر اسلام کے سائے میں ذلت مغلوبیت ضرب وشتم کو برداشت کرنے پر عزم وراسخ ارادہ رکھتے تھے یہاں تک اللہ مسب الاسباب نے ہجرت کا موقع فراہم کیا مدینہ میں آئے ایک پاک وپاکیزہ مخلص امت بن گئے جذبہ رضا اللہ لے کر میدان میں اترتے تھے جنگوں میں فتح وکامیابی اور دشمنوں کو شکست ہزیمت پشیمانی کا سامنا ہوتا تھا فتح مکہ کے بعد خالص اسلامی معاشرے میں منافقین کی تعداد ہر آئے دن بڑھتی گئی وجود مبارک رسول اللہ اور مجاہدین سابقین اسلام کی نظارت نگرانی میں منافقین کچھ نہیں کر سکتے تھے اگر کرنا چاہتے اللہ بر وقت پیغمبر کو وحی کرتے تھے اور دشمنوں کی سازش کو ناکام بناتے تھے چنانچہ منافقین کا ایک ٹولہ مسجد بنانے کا عزم وارادہ رکھتا تھا کہ علیہ اسلام لڑنے والے منافقین مسلمان یہاں نماز ادا کریں اللہ نے پیغمبر کو آگاہ کیا پیغمبر نے بروقت فیصلہ کیا کہ اس مسجد کو گرادیں پیغمبر کے بعد پیغمبر کی وفات سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ بعض جگہ لوگ دوبارہ شرک کی طرف پلٹا گئے مرتد ہو گئے لیکن جذبہ ایمان رکھنے والے لوگوں کی شرکت سے ان کے برے عزائم خاک میں ملے اسلام کو فتح ملی منافقین ضرور تھے لیکن خلفاء سابقین اسلام مجاہدین کی سرکردگی سینہ سپری سے ہر جگہ فتح وکامیابی نصیب ہوئی حتیٰ یہاں تک کہ امیر المومنین علی ابن ابی طالب کو مصائب میں گھیر دیا طغیان نافرمانی عہد شکنی کوتاہی میں مبتلا کیا آپ کے بعد آپ کے فرزند

ارشد کو میدان جنگ میں ضرب لگائی معاویہ سے صلح پر مجبور کیا معاویہ نے بزور طاقت قدرت حیلہ بہانے سے حکومت لے لی لیکن یہ بات ضروری ہے کہ معاویہ دوبارہ جاہلیت کو پلٹانے کی بجائے صریح کفر کا احیاء کرنے اور شرک کو زندہ کرنے کی بجائے اپنی عزت کا سایہ اسلام میں جانتے تھے لہٰذا اسلام مخالفین کو برقت سزا سناتے تھے قید و بند کرتے تھے اس دوران فارس سے اسلام مخالف شہنشاہیت دوبارہ اجراء کرنے کے عزائم رکھنے والے افراد متفرق ہر کس اپنا ایک ارادہ لے کر کوفہ میں جمع ہوئے انہوں نے مختلف طور وطریقے سے اسلام مزاحمت سرگرمیاں شروع کیں یہ گروہ آخر میں حکومت بنی امیہ کی مزاحمت سے بھی مایوس ہوئے جیلوں میں گئے اور انہیں احساس ہوا کہ مسلمانوں سے بزور اسلحہ میدان جنگ میں ہم لڑ نہیں سکتے ہیں لہٰذا وہ اسلام ہی کے اندر اسلام سے مزاحمت کیلئے کمر بستہ ہو گئے یہ گروہ رفتہ رفتہ طاقتور ہوئے مغرب قیروان میں حکومت قائم کی مصر پر قبضہ کیا چند صدیاں حکمرانی کی۔ انہوں نے میدان جنگ اور فکری جنگ دونوں ساتھ ساتھ لڑی آج امت اسلامی نے اسماعیلیوں کو ایک شکستہ سمجھ کر ان کیلئے میدان خالی کیا اس گروہ کے حامی بنے ہیں جن کا نام باطنیہ ہے ہمیں ان کی خدوخال عزائم ونیات سے آگاہ ہونا چاہیے ہمارے دین میں داخل کردہ تمام بدعات بت پرستی ان کی اختراع ہیں انکو ختم کرنا چاہیے سب سے اہم چیز جو ضروری ہے وہ قرآن کریم کو اس کا مقام حاکمیت بحال کرنا چاہیے

تفاسیر باطنی

تفاسیر باطنی کے دو مفہوم ہیں ایک خاص الخاص مفہوم ہے جہاں انہوں نے کھلے واضح الفاظ میں آیات قرآن کریم کے من مانی خلاف کلمات قرآن معانی کئے وضو غسل تیمّم کا معنی امامت سے جوڑا ہے وہ آیات قرآن تاریخ فرمان پیش نہیں کرتے ہیں مفسرین نے مثل شمر وسنان برہنہ تلوار سے اپنی قساوت قلبی وشقاوت کا مظاہرہ کر رہے فرقہ باطنیہ آیات قرآن سے غیر مربوط غیر مانوس مصداق بیان کرتے ہیں۔

۲۔ تفسیر الحاق جہاں ان کا مطلب نہیں بنتا ہے وہاں اقوال کثیر بیان کر کے الجھن پیدا کرتے ہیں دوسری طرف قرآن کو حجت سے گراتے ہیں جیسے تفسیر قرآن مجمع البیان، التبیان، المیزان، الفرقان، الکوثر، نور الذھان میں آیا ہے کہ آئمہ سے وارد روایات میں آیا ہے تفسیر قرآن احادیث منقول آئمہ درست نہیں ہے اختلاف قرائت کو اٹھایا ہے

۳۔ عام العام جہاں سے ہو سکے قرآن مالیس فیہ معنی نکال کر ٹھونستے ہیں جیسے احزاب ۳۳ مائدہ ۵۵،۳ شوریٰ ۲۳ وغیرہ ان آیات پر نص امامت کیلئے شور شرابہ کرتے ہیں تفاسیر باطنیہ بمعنی خاص الخاص ہیں تفسیر والمفسر ون تالیف محمد حسین ذھبی جلد ۲ ص ۲۵۶ پر لکھا ہے اسماعیلیہ فرقہ شیعوں میں سے ایک فرقہ ہے ان کو اسماعیلی اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اسماعیل

بن جعفر صادق کی امامت کے قائل تھے اس لئے ان کو اسماعیلی کہتے ہیں باطنیہ اس لئے کہتے ہیں وہ ظاہر قرآن کو نہیں مانتے باطن قرآن داعی ہیں اللہ کا مقصود ظاہر نہیں باطن مراد ہے صرف امام جانتے ہیں اسماعیلیہ کے پاس امام کی تین تصاویر ہیں ایک تصور ظاہر و مکشوف ہے جو لوگوں کے بھیس میں ہے خطبہ دیتے ہیں جنگ کرتے ہیں۔

۲۔امام مستودع امام چھوٹے ہونے کی وجہ سے امور امامت تحمل نہ کر سکنے کی وجہ سے ان کے بالغ ہونے تک کے لئے کسی اور کے پاس بطور امانت رکھتے ہیں وہ امامت چلاتے ہیں اس کو امام مستودع کہتے ہیں۔

۳۔یہ جو امام مستور کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ خود امام بھی ہیں داعی امام بھی ہیں لوگ ملنے کی خواہش کرتے تو کہتے ہیں وہ کسی سے نہیں مل سکتے ہیں ان کی جان کیلئے خطرہ ہے ان کے عقائد و نظریات اعمال انتہائی حد تک الحاد سے اوپر ہونے کی وجہ سے مسلمان نماؤں نے ان کو اسلامی اجتماعات میں نہیں بلایا ہے یہ گروہ مسلمان نہیں بلکہ مجوس مزدکی خرمی وغیرہ جب ان لوگوں نے دیکھا اسلام کمال اخلاص سے ظاہر و باطن جزبہ ایمان سے لبریز ہر قسم کی بذل وعطا میں سخی ہونے کی وجہ سے ان سے کسی میدان میں نہیں لڑ سکتے ہیں مسلمانوں کی جو عزت طاقت اس وقت ہے وہ قابل مغلوب نہیں،ٹوٹ نہیں سکتے یہ دیکھ کر ان کے دلوں میں اسلام و مسلمین کے متعلق آگ جلتی ہے اسلام و مسلمین کے لئے ان کے دلوں میں غیض و غضب بھرے ہوئے ہیں ان پر غلبہ حاصل کرنے کا کوئی چارہ نہیں تلوار آگ اور پتھر سے مسلمانوں پر غلبہ ممکن نہیں لہٰذا ان سے نیرنگ حیلہ بازی جھوٹ سے ہی مقابلہ کرنا پڑے گا اس فرقے کے مؤسس بنیان گزار مامون کے دور میں اس فرقے سے وابستہ کچھ افراد بغداد جیل میں تھے ان کے سرپرست عبداللہ بن میمون قداح اور علماء اربعہ یہ چار آدمی ایک دن جمع ہوئے اور مذھب باطنیہ کی بنیاد رکھی اساس نامہ لکھا جب زندان سے آزاد ہوئے تو انھوں نے دعوت کا آغاز کیا یہاں تک ان کی قدرت بڑھنے لگی بعض ملکوں میں ان کے خطرات میں اضافہ ہوا تو اپنے مطلوب و مقصود تک پہنچنے کے لئے انہوں نے جو موادی اصول وضع کئے ہیں ہم کسی صورت میں مسلمانوں سے دوبدو اعلانیہ نہیں لڑ سکتے انھوں نے حیلہ کیا۔

۳۔ان میں سے بعض نے خود کو اھل اسلام میں داخل ہونے کا اور خود اپنا نام تشیع اھل البیت سے دوستی پرہیزگار متعارف کروایا آہستہ آہستہ عقیدے میں فتنہ و فساد اضطراب خلل ڈالنے کی کوشش کی ان میں سے بعض نے خود کو اھل البیت سے وابستگی اور رشتہ داری کا دعوٰی کیا انھوں نے گروہ در گروہ بنائے مذھب پھیلانے کے لئے مسلمین کو گرانے کے لئے مکر و حیلے سے اسلام کو گرایا۔

کتاب دائرۃ المعارف شیعی عالمی جلد ۶ ص ۵۴ پر آیا ہے باطنیہ ایک فرقہ ہے انھوں نے اپنے مذھب کو اپنے گزشتگان کی

بنیاد پر کھڑا کیا بعض ان کو اسماعیلیہ کہتے ہیں باطنیہ اس لئے کہا ہے کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہے ان کے لئے بہت سے نام ہیں ہر جگہ الگ نام رکھا ہے۔

تفسیر باطنی کا قرآن فہمی سے کوئی رشتہ نہیں ہے اس کی دو نا قابل انکار حقیقتیں ہیں اس کا پہلا ثبوت جس قرآن نے شعر کو محکوم مردود گمراہ کن قرار دیا تھا اور فصاحت و بلاغت میں شکست دی تھی اسی کو قرآن کا شاہد گواہ بنایا سیبویہ نے قوائد نحوی کے اثبات کیلئے تین ہزار اشعار جاہلیت و مولدین سے استناد کیا لیکن قرآن سے بمشکل پچاس آیت سے استناد کیا سنت نبی سے بھی گریز کیا ہے دوسرا ثبوت مدارس وحوزات کو ضد قرآن متعارف ہونے کے باوجود اس کو کسی صورت میں نصاب میں رکھنے سے انکار کیا طلباء کو قرائت سکھائیں گے لیکن معنی نہیں سکھائیں گے۔ اگر کوئی منصف عاقل اس بارے میں انصاف سے قضاوت کریں تو مجموعی طور تمام تفاسیر بطور مستقیم یا غیر مستقیم مسلمانوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے لکھی گئی ہے حاضر کتاب اس مدعی کو ثابت کرنے کیلئے ایک قسم کا معروض ہو گا۔

۱۔ عالم ظاہری

۲۔ عالم باطنی

ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے لیکن وہ باطن ظاہر سے بالکل الٹ نہیں ہوتا ہے وہ باطن ظاہر سے مربوط ہوتا ہے۔

باطن سے مراد وہ جو حواس خمسہ میں نہیں آتا ہے باطنی اعتباری یعنی کسی اعتبار کنندہ کی طرف سے باطن ہے یعنی اس کے حوالے سے باطن ہے کسی اور کے حوالے سے ظاہر ہے یا باطن حقیقی باطن واقعی جو کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے منقلب نہیں ہوتا ہے وہ ذات اللہ تبارک وتعالیٰ ہے لیکن دنیا کی ہر ظاہر اس باطن کی دلیل ہے اگر سوچنے والے انسان نہ ہوتے اگر یہ کائنات اپنے وجود میں متغیر نہ ہوتی یہ آثار فنا نہ ہوتے تو وجود الہ پر کوئی دلیل نہیں ہوتی کائنات کا ہر وجود وجود اللہ پر دلیل ہے لیکن جو تفسیر باطنیہ پیش کرتے ہیں وہ الفاظ و کلمات آیات سے نہیں نکلتی ہے وہ آیات سے بالکل غیر مربوط ہے اس تفسیر کے ہونے کے بارے میں کسی قسم کے شواہد قرائن دلائل نہیں ہوتے ہیں۔

باطنیہ نے تنہا اپنی تفاسیر پیش کرنے پر اکتفاء نہیں کیا ہے تاکہ اس کو یک از اقسام تفاسیر تصور کیا جائے بلکہ انہوں نے اتنی منصوبہ بندیاں کیں تاکہ قرآن فہمی کے تمام راستے مسلمانوں کے لئے روکے جائیں جس کی مثال آپ کے ملک میں جاری عالمی کھلاڑیوں کے کھیل کے خاطر شہریوں کے نقل وانتقال کے تمام راستے روکنا ہے قرآن کی طرف متوجہ ہونے کی تمام متصورہ ذرائع کو انہوں نے کنٹینر کھڑا کر کے روکا ہے سکول مدارس دینی جامعات میں قرآن کے درس کو کسی صورت میں ہونے نہ دیں۔

۲۔فہم قرآن لغت عرب پر متوقف ہے اس کو تفسیر سلف تفسیر اہل بیت کے ذریعے روکیں۔

۳۔سنت رسول کو سنت اہل بیت سنت صحابہ کے ذریعہ روکیں۔

۴۔آیات کے بارے میں غور وخوض کو تفسیر برائے کے نام سے روکیں۔

سوائے دعویٰ کنندہ وہی دعویٰ کرنے والا وہی مدعی ہے اور وہی گواہ ہے۔تفاسیر باطن جو فرقہ اسماعیلیہ پیش کرتے ہیں اس کے علاوہ دیگر مذاہب مسلمین نے بھی آیات کی تفسیر باطنی کی ہے جن میں سرفہرست تفاسیر صوفی ہے ان کے بعد تفاسیر شیعہ ہے چنانچہ تفسیر برہان بھری ہوئی ہیں

تفسیر صافی تالیف فیض کاشانی ج ا مقدمہ سوئم میں لکھتے ہیں

امیر المومنین نے کہا ہے کہ قرآن تین حصوں میں تقسیم ہیں ایک حصہ ہم اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے ایک سنن و امثال اور ایک حصہ احکام کے بارے میں نازل ہوا ہے ہر ایک کا ایک معنی ظاہر ہوتا ہے اور ایک معنی باطن اور ہر ایک باطن کے لئے سات بطون ہیں۔تفسیر صافی ج ا ص ۸۵ پر اھد نا الصراط المستقیم کے بارے میں امام صادق سے نقل کرتے ہیں صراط دو ہیں ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں ہے دنیا میں صراط سے مراد امام مفترص طاعۃ ہے جو دنیا میں اپنے وقت کے امام کو نہیں پہچانیں گے اس کی پیروی نہیں کریں گے وہ آخرت کے صراط سے نہیں گزر سکیں گے۔

دوسری روایت میں ہے صراط سے مراد امیر المومنین ہیں تیسری روایت میں آیا ہے نحن صراط مستقیم تفسیر صافی ج ا ص ۹۱ میں حروف مقطعات کے بارے میں صاحب تفسیر لکھتے ہیں اسرار غربیہ حروف مقطعات میں سے یہ ہے ترکیب کرتے وقت مکرر حرف کو حذف کرنے کے بعد یہ جملہ بنتا ہے علی صراط حق نمسکہ یعنی علی حق ہے ہم اس کی تاسیس کرتے ہیں کتاب سے مراد کتاب علی ہے جو لا ریب فیہ ہے تفسیر صافی میں اس جیسی تفاسیر سے پر ہیں یا یوں یہ باطنیوں کی تفسیر ہے۔

یک از تفاسیر باطنی تفاسیر صوفی ہے کتاب تفسیر ومفسرون ذھبی اور تفسیر ومفسرون میں ہادی معرفت نے لکھا ہے صوفیوں کی تفسیر بھی باطن کی بنیاد پر کی ہے ان کی تفاسیر میں ظواہر آیات سے غریبہ تفسیر چنانچہ سورہ بقرہ ۱۸۸ **لا تکلوا اموالکم** کی تفسیر **لا تکلوا معارضکم** کی ہے آیت ﴿إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ﴾ سے مراد قلب کیا ہے **اذا اقمتم الی الصلوۃ اذا النقشتم نوم الفظلہ** کہا ہے۔ان کی تفاسیر بھی ظاہر ظاہر باطن سے ممزوج ہے قرآن سے باہر ہے ان کی بھی تفاسیر انواع واقسام ہیں صوفی شیعی یا اسماعیلی کی تفاسیر اپنے تمام تر اختلافات تشتطات منتشرات کے باوجود سب کی بازگشت قرآن سے دوری ہے قرآن سے روکنا اور ہدایت کے دروازے کو بند کر کے ضلالت کے دروازے کو کھولنا

ہے۔

۱۔صوفی دو گروہوں پر مشتمل ہیں ایک گروہ فلسفی ہے یہ اتباع فلسفہ یونانی ہے فلسفہ یونانی کی طرف آیات کو موڑا ہے

۲۔دوسرا صوفی عملی ہے ریاضت قناعت کشکول نماز بے معنی اور ادب بے جا سے آیات قرآن کی غیر مربوط تفاسیر پیش کی ہیں پہلے مرحلے کے مفسر محی الدین عربی ہیں ان کے نام سے ایک تفسیر ابن عربی بعض اس تفسیر کو ان سے نفی کرتے ہیں ان کی ہو یا ان سے منسوب ہو تفسیر تفسیر صوفی ہے آیات کی تفسیر فلسفہ یونان سے جوڑ کے کرتے ہیں سورہ مریم کی آیت ۵۷ میں ادریس کے بارے میں **رفعنا مکانا علیا** سے مراد سورج کو لیا ہے جس کے نیچے اوپر سات افلاک ہے اور خود سورج پندرویں افلاک پر ہے مرج البحرین کی تفسیر کو ھولائے جسمانی اور عبر روح سے جوڑا ہے وہ نظریہ وحدت کے داعی تھے وہ اللہ کے علاوہ سب کو باطل کہتے تھے کائنات میں صرف اللہ کے علاوہ کسی بھی وجود کے قائل نہیں تھے اور خود اللہ اور اللہ کے بارے میں شک کرتے تھے کہ اللہ خود ہے یا خود اللہ اس کے بارے میں شک کرتے تھے۔

وحدت وجود کے خطاب میں ابی یزید بسطامی حسین حلاج شبلی وغیرہ آتے ہیں کتاب تفسیر والمفسر ون ج ۳ ص ۳٦۸۔

تفسیر باطنیہ صرف وہ تفسیر نہیں جو مفسرین نے تفسیر باطنی کے نام سے بیان کی ہے بلکہ وہ تفاسیر بھی تفسیر باطنی ہے جسے جنھوں نے اپنی جگہ تفسیر ظاہری کہا ہے باطنیوں کی دو قسم کی تفسیر ہے ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے جہاں کہیں ان کی باتیں سننے کے لئے آمادہ ہو یا خود باطنی ہو وہاں تفسیر باطنی خالص لاتے ہیں جہاں سامع یا قاری ان کے مخالف ہو ان سے اتفاق نہیں کرتے ہیں ان کے لئے ایک الگ تفسیر مختلف انداز میں لائے ہیں۔

۲۔عام مسلمانوں کے لئے وہ اچھی عبارات کلمات کے ذریعے قرآن کو جو مقام اللہ نے دیا ہے وہ اس سے گراتے ہیں۔

ایک خالص باطنیوں کے لئے ہوتی ہے اس میں سے توحید رسالت معاد سب کو خیر باد کر کے جسے آج کل کی اصطلاح میں سیکولر کہتے ہیں وہ مسلمانوں کے بھیس میں رہتے اور کام باطنیہ کیلئے یا باطنی اہداف کیلئے کرتے ہیں یہاں سے ایک شخص یقین واطمینان سے کہہ سکتا ہے تفسیر باطنی صرف وہ تفاسیر نہیں جو باطنیوں نے پیش کیں ہیں بلکہ وہ تفاسیر جو فرقوں کے پاس ہیں وہ بھی سرے سے تفسیر باطنی ہے۔اس میں بھی بھرپور طریقے سے کوشش کی ہے کہ قرآن کو سرے سے نکالا جائے صرف برائے نام قرآن قرآن کریں یہ دعوی ہے لیکن اس کے ثبوت میں بہت سے دلائل پائے جاتے

ہیں۔

۲۔ باطنیہ نے کہا ہے ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ پھر شروع تفسیر کا آغاز اس طرح کیا ہے ظاہر قرآن حجت ہے یا نہیں کہتے ہیں امت کا اتفاق ہے ظاہر قرآن حجت ہے لیکن ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا چاہیے پیغمبر کے دور میں وہ منسوخ تو نہیں ہوئے ہیں جس قرآن کیلئے اللہ نے فرمایا ہے حجت بالغہ ہے جسے رد نہیں کر سکتے ہیں۔ مفسرین نے کہا ہے اس کی حجت ہونا نہ ہونا مسلمانوں میں اختلاف ہے حجت ہے یا نہیں جب تک مسلمان قرآن حجت ہونے کا اتفاق نہیں کریں گے قرآن حجت نہیں ہوسکتا تو انہوں نے تفسیر میں آیات قرآن کی تقسیم ظاہر وباطن سے کی ہے محکم ومتشابہ سے نہیں کی ہے۔ یہاں سے واضح ہوجاتا ہے تفسیر کی بنیاد رکھنے والے باطنی ہیں۔

۴۔ تفسیر قرآن میں لکھا ہے تفسیر قرآن حدیث سے ہوگی قرآن اپنی دلالت میں محتاج حدیث ہے لیکن حدیث محتاج قرآن نہیں ہے۔

تفاسیر باطنی یا قرآن سمجھنے کی راہ میں رکاوٹ

تفسیر کا معنی جیسا کہ پہلے واضح کر چکے ہیں ایک معما غریب غیر مانوس غیر مأ لوف کلمے کی شرح کو کلمہ تا سیاق وسباق کو دیکھنے غور کرنے کی بجائے فوراً تفسیر کی لکیر پر اذعان کہتے ہیں ایک لفظ اپنی جگہ واضح ہے لیکن آیت کی تفسیر بیان کی ہے اس حدود سے تجاوز کر کے تفسیر کی ہوگی مابعد الٰہی حدود آ گاہی حاصل کرنے کو تفسیر کہیں گے اگر ہمارے پاس رائج جاری دسترس ان کتب تفاسیر کو دیکھیں گے اور مسلمان معاشرے میں موجود فرقوں کو دیکھیں گے تو آپ کو یہ چیز واضح روشن نظر آئے گی کہ مفسرین نے یہاں تجاوز کرنے کے لئے تفسیر کو بہانہ بنایا ہے آیئے دیکھتے ہیں

قرآن کی تعریف کیا ہے اس بارے میں پہلے مرحلے میں مولا امیر المومنین کے کلمات کو بیان کریں گے بعد میں اللہ سبحانہ نے اس کی کیا تعریف کی ہے اس کو پیش کریں گے قرآن کو مارنے کا مفہوم ایک اس کی تعریف ہے اس کی تعریف ایک دفعہ خود اللہ نے اس کتاب کے بارے میں جگہ جگہ وضاحت کی ہے کہ یہ کتاب کس قسم کی ہے جو صفت اللہ نے اس کتاب کے بارے میں فرمائی ہے اس کے بالمقابل میں اس کی ضد میں تعریفات کیں ہیں پہلے یہاں بیان کرتے ہیں مثلاً قرآن مبہم، مجمل ہے ناقص ہے تحریف ہوئی ہے اس میں کلمات غریبہ ہیں محتاج توضیح ہیں یہ ایک ضرب علی القرآن ہے ایک دفعہ قرآن کی تفسیر ایک آیت کی تفسیر دیگر آیات سے کی جاتی ہے اس کو تفسیر قرآن بالقرآن کہتے ہیں دوسری تفسیر قرآن کی احادیث سے تفسیر کرتے ہیں باطنیہ کی دوشاخوں کا کہنا ہے اصرار وتکرار ہے وہ قرآن کی تفسیر حدیث سے کرنے پر بضد ہیں اس ضد کی وضاحت کرتا ہوں وہ کیا ہے کہ تفسیر قرآن بغیر حدیث ایسے ہی ہے کہ کشتی بان کے بغیر

کشتی میں سوار ہونے جیسا ہے یعنی جو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتی ہے اس صورت میں درحقیقت قرآن حجت نہیں ہوگا جب تک حدیث نہ ملے قرآن کی توضیح وتشریح کسی صورت میں ناممکن ہے کیونکہ احادیث کا معنی کسی شخص نے ترسیل مرسلات نبی کریم سے منسوب کیں جس میں بہت سے سقم عیب نقص پائے جاتے ہیں

۱۔احادیث پیغمبر نے اپنی حیات میں تکرار سے فرمایا ہے کہ میرے کلمات میری گفتگو ضبط نہ کریں تحریر میں نہ لائیں جب پیغمبر نے اپنے فرمان کو ضبط کرنے سے منع کر دیا تھا اس کے باوجود کسی نے ضبط کیا تو حکم مسروق ہوگا تو کیسے ممکن ہے منع شدہ کلمات سے اللہ کی کتاب کی تفسیر کریں پیغمبر کے منع کے باوجود احادیث سے قرآن کی تفسیر ایک خیانت عظمیٰ ہے

۲۔احادیث ڈھائی سوسال گزرنے کے بعد دیار منافقین میں چھپے احادیث کی تدوین ہوئی تدوین کرنے والے افراد مشکوک مجہول تھے امت اسلامیہ میں معروف نہیں تھے کسی دستہ معروف ادارہ یا شخص کی نگرانی کے بغیر جمع کیں امت اسلامی کا اصول حیات اصول زندگی ایک انجان، ناواقف، غیر معروف، شخصیات کی تدوین خود ایک ممنوع چیز ہے یہ احادیث جو دیار منافقین مرکز دین مکہ ومدینہ سے دور خراسان سمرقند بخارا میں تدوین ہوئیں خود ان کو احساس ہوا کہ ہماری یہ کتب امت میں مقبولیت پیدا نہیں کریں گے کہیں گے یہ جھوٹ ہیں مقبولیت حاصل نہیں ہوگی تو انہوں نے ان کتابوں کو تالی تلو قرآن کہا کہ قرآن کے بعد یہ کتب ہیں اس سے بوٗ آتی ہے کہ اس تالیف میں خیانت ہے شیعوں نے اصول کافی کو تالی تلو قرآن کہا تھا مجلسی نے سولہ ہزار احادیث میں سے نو ہزار احادیث کو ضعیف گردانا

۳۔اگر قول ہو تو پیغمبر کا قول حجت ہوگا لیکن اصحاب اہل بیت کا قول حجت نہیں ہوگا کس منطق کے تحت اہل بیت اور اصحاب کا قول بھی مثل قول پیغمبر ہے یہ کیسے ممکن ہے

اگر قول اصحاب حجت ہے تو وہ قول اصحاب واہل بیت کے ہونگے جو بعثت رسول اللہ سے لے کر وفات رسول اللہ تک خلوت وجلوت میں حاظر رہے ان کے قول حجت ہونا چاہیے جو عمر بھر پیغمبر کی بعثت سے لے کر آخری وفات پیغمبر تک پیغمبر کے خلوت وجلوت لیل ونہار سفر وحضر میں پیغمبر کے ساتھ رہے ہوں ابوبکر، عمر ابن خطاب، عمار یاسر، بلال حبشی عثمان بن عفوان، عبیدہ جراح اور عبدالرحمٰن بن عوف کا ہونا چاہیے سعد ابن وقاص کا ہونا چاہیے کیوں احادیث مجہول انسان مطعون انسان عبداللہ عمر یا ابو ہریرہ وغیرہ کی کس منطق کے تحت ہیں اگر اہل بیت ہیں تو علی پیغمبر کی سرپرستی میں پرورش پانے والے پیغمبر کی خلوت وجلوت میں پیغمبر کے ساتھ رہے ہیں تو لاؤ علی سے کتنی احادیث جمع ہیں اور ان کے ابن سے کتنی جمع ہیں جو وفات رسول اللہ کے موقع پر نابالغ تھے احادیث کا معنی یہ ہے کہ پیغمبر نے فرمایا علی نے فرمایا فلاں نے پیغمبر سے نقل کیا ہے ہر وہ کلمہ جو پیغمبر سے منسوب کیا ہو وہ حجت ہے یہ کہاں کی بات ہے غلط بھی منسوب ہوتے ہیں

اور صحیح بھی منسوب ہوتے ہیں احادیث میں تمام سقم کے ہوتے ہوئے برفرض صحت احادیث دو قاعدے دو سانچے سے گزارنے کے بعد سالم نکلنے کے بعد حجت ہوگی ایک شق احادیث کا سلسلہ راوی سے لے دور عصر رسالت تک درمیان کے تمام افراد معروف شخصیات ہوں دوسری شق متن احادیث قرآن کے خلاف پیغمبر کی سیرت کے خلاف نہ ہوں یہ سب شروط تحت اقدام گزار کر بس صرف احادیث ہیں شور شرابہ کر کے منوا رہے ہیں مجھے تفسیر الکوثر اور دیگر دیکھ کر حیرت ہوئی تمام تفسیر کو روایت اصول شرائط قبول روایت سے گزارا ہے اب انہیں احساس ہوا ان احادیث میں جھوٹ زیادہ ہے صحت کم ہے لہٰذا انہوں نے لوگوں کو تسلی دینے کیلئے تسکین کرنے کیلئے احادیث کو یکسرہ مسترد ہونے سے بچانے کیلئے بہت سی احادیث کی جعلیت کا اعتراف کیا ہے یہ سارے شکوک وشبہات کے باوجود احادیث کو آگے کرنا دین سے خیانت ہے احادیث والے اتنے بدنیتی پر مبنی ہیں انہوں نے کہا کہ احادیث محتاج قرآن نہیں بلکہ قرآن محتاج احادیث ہے یہ ایسا ہی ہے کہ محمد محتاج اللہ نہیں ہے اللہ محتاج محمد ہے کہ باپ محتاج بیٹا ہے بیٹا باپ کا محتاج نہیں یہ اس قسم کے مانند ہیں اگلا مرحلہ قرآن ہے ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآن کسی قسم کی احادیث کا محتاج نہیں ہے کہتے ہیں قرآن سمجھنا آسان نہیں مشکل ہے یہ بات خود قرآن رد کرتا ہے قرآن ہمیشہ کیلئے ہے جتنے بھی خدشات قرآن کے بارے میں بیان کئے ہیں ہم ان سب کو رد کریں گے

تعریف قرآن کریم

کسی بھی شخص یا کوئی غیر ذی روح چیز کی تعریف مختلف طور وطریقہ انداز سے ہوتی ہے ہر ایک اپنی سطح فکر علم وآگاہی کے حدود کے اندر ہوتے ہیں قرآن کی تعریفات بھی اسی طرح ہیں

۱۔ایک جاہل کی طرف سے ہوتی ہے وہ بہت سطحی سرسری ہوتی ہے وہ یہ تعریف کریں گے مسلمانوں کی کتاب ہے مسلمان اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

۲۔ایک دشمن یہود وعنود کرتے ہیں وہ کذب افتراء باندھتے ہیں جیسا کہ مستشرقین نے اس طرح تعریف کی عربوں کی دینی کتاب محمد کی لکھی ہوئی ہے۔تعریف منافقین دوسرے ادیان سے جنگ فکری لڑنے کے لیے مسلمان معاشرے میں مسلمان بن کے آئے ہیں وہ تعریف کریں گے یہ کتاب پڑھ کر دم کریں شفایاب ہو جائیں گے یہ کتاب گناہ گاروں کے گناہوں کی شفاعت کرے گی کتاب کہا ہے کبھی مہاجرین وانصار سے تعریف کریں کبھی ایک علمی شخصیت کی طرف کریں گے کبھی خود نبی کریم سے منسوب تعریف ملیں گے کبھی باطنیہ سے وابستہ فرقے تعریف کریں گے تفسیر اہلبیت کے بغیر اس عظیم کتاب کا سمجھنا ممکن نہیں ان تمام تعارف سے حاصل معرفت ناقص ہوگی تعریف وہی حقیقی اور واقعی

ہوگی جو خالق قرآن نے از خود تعریف کی ہے تعریف کی دو قسم ہوتی ہے ایک کو اسم کہتے ہیں اسم ہمیشہ تمام ذات پر اطلاق ہوتا ہے جب کوئی سنتا ہے تو تمام جوانب اطراف پر محیط تعریف ہوتا ہے خود اذہان میں منتقل ہوتا ہے دوسرا اسم صفاتی ہوتا ہے یہ ایک پہلو کو اجاگر کرتا ہے قرآن کریم جیسے علم بھی کہیں گے جب یہ اطلاق ہوگا ذہن میں ایک صورت انعکاس ہوگی قرآن کریم میں اللہ سبحانہ نے اس کتاب کے لیے چار اسم بتایا ہے قرآن، کتاب، ذکر، فرقان۔

قرآن کے بارے میں امیر المومنین نے ان کلمات میں فرمایا

پرنٹ کے بعد لگادونگا

تفاسیر ضرب علی القرآن العظیم

تفاسیر قرآن کے خلاف ایک جنگ بلاحد نہ بلا وقفہ مزاحمت مقاومت رجوع ونفوذ قرآن کی راہ میں حائل ہونے کے بارے میں یہاں پر دو نکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اکتفاء کرتے ہیں یہ دو نکتے ایک مفصل مسلم الحقیقہ ہے تمام مفسرین ان دو نکتوں سے اعراض نظر کیا ہے بے توجہی یا بطور عمدی نظر انداز کی ہے

۱۔سب کا اعتراف ہے جب قرآن نازل ہوا جس وقت عرب میں فصاحت و بلاغت اپنی عوج بلندی پر تھے اور مظہر فصاحت و بلاغت اشہر شعراء تھے اشہر شعراء کو قرآن کریم نے سرنگوں کیا سر نیچے کیا اور انہیں شرمندگی اٹھانا پڑی تھے تسلیم قرآن ہوئی قرآن کریم نے شعراین ما کان جو بھی ہو اس کو عمل گمراہ کن ضد حقیقت کذب محض قرار دیا تھا لہذا صدر اسلام میں پیغمبر اکرم کی رحلت سے انتقال خلافت شام پہنچنے تک امت مسلمہ نے شعر چھوڑا تھا شعر باطل فاسد شعراء کو بے دین قرار دیا تھا اس کو قرآن کے مردود ملعون شعر کو دوبارہ اپنا کھویا مقام منصب شاہد و گواہ پر بحال کیا یہ سلسلہ ابھی تک قرآن فہمی کے بارے میں دوبارہ اشعار سے استناد ایک کھلی واضح دلیل ہے کہ مفسرین قرآن اس سلسلے میں متہم ان کی نیت بری ہونے کا واضح ثبوت ہے بدنیت تھے جس چیز کو قرآن نے باطل قرار دیا ہے اس کو دوبارہ قرآن کریم پر حاکم قرار دینا اس سے بڑا کاری ضرب قرآن پر اور کیا ہو سکتا ہے یہ ایک کھلی بات ہے جریر طبری سے لیکر ابھی تک کے مفسرین اعلی پائے پر قائم مفسرین اس مسئلے کو دبا کے چلا ہے یہ ایک کھلی خیانت قرآن کے حق میں ہوگا

۲۔تفسیر قرآن میں روایات اسرائیلیہ حد سے زیادہ سرایت کی ہیں روایات اسرائیلیہ ضد دین ضد قرآن ہونے پر اعتراف تسلیم کرنے کے باوجود تفسیر قرآن مفسرین تفسیر لکھنے والے متدینین غیر متدینین عالم غیر عالم کوئی بھی شخص کسی بھی روایت کو نقد نہیں کرتے اور اس کے راوی کو سند اور متن کو نظر انداز کر کے ترسیل مرسلات کرتے ہیں مبتکر فن محمد بن جریر طبری متوفی سنہ ۳۰۳ھ نے اعتراف کیا ہے جیسا کہ قرطبی، محمد حسین ذھبی اور ھادی معرفت نے تفسیر و مفسرین میں

لکھا ہے جریر طبری نے نقل روایات اسرائیلی کثرت سے نقل کیں ہیں قابل اعتماد نہیں اس پر اعبار نہیں کر سکتے ہیں اس کی خرابیوں میں خامیون میں ایک اشعار جاہلیت پر اعتماد دوسرا روایات اسرائیلیات پر اعتماد، یہ دونا گوارنا مناسب بلکہ مردود عمل کا کی ابتداء جریر طبری نے کی ہے اور آنے والے مفسرین نے اس کو ادامہ رکھا ہے چنانچہ علماء کے تعریف کے باوجود تفسیر مجمع البیان نے شعر سے استناد کو اپنی جگہ جاری رکھا ہے روایات میں اسرائیلی رویات پر اعتماد کی اعداد وشمار سے باہر ہے ابھی بھی انسان غور کرے تو آپ کو نمایاں نظر آتا ہے بطور مثال ایک نمونہ خضر ہے خضر کا کوئی وجود نہیں اس کی سلسلہ نسب اقوال کا شکار ہے ایک ایسی شخصیت سے پورے دین کا ڈھانچہ دعاؤں نمازوں کی کتب ان سے مروی ہیں جس کی کوئی تعریف نہیں ناممکنات کو اس سے نسبت دی جاتی ہے آصف بن برخیاء کو وہ بھی ایک مجھول انسان ہے سورہ دھر میں دیگر موقع پر فضہ خادمہ صاحب کرامات جس کی نسل ماضی کہاں سے آئی ہے کس خاندان سے تعلق رکھتی ہے کسی کی بیٹی ہے معلوم نہیں آیہ

﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ﴾ ان کا کلام بنایا ہے امت اسلامی کو منتشر کرنے گمراہ کے راہ پر گامزن کرنے کے لئے آیات غیر مربوط سے بلکہ مخالفت میں آیات کے خلاف میں وارد روایات کو بنیاد بنا کر ایک مذھب بنا کر ایک منصب جعلی بنام امامت وولایت قائم کیا ہے امامت سے متعلق تمام آیات وروایات ضد قرآن ہے از امیر المومنین تا امام حسن عسکری تک کسی نے اپنے آپ کو امام ہونے کا دعوی نہیں کیا امیر المومنین اور امام حسن کو لوگ گھرے اٹھا کر لائے تھے خود امامت کے لئے کوئی سند نہیں بے سند روایات سے ثابت امامت اوران کے تمام اقوال کو شریعت بنایا ہے

انحرافات ابدی

انحرافات عمدی از کلمات واحکامات قرآن بغضاء وعناد الکتاب رب العالمین

۱۔قرآن کریم شواہد نبوت انبیاء کو آیت کہا ہے انھون نے عمد بغضا اس کو معجزہ کہا ہے جو کہ مرادف نظریہ حرفی ہے

۲۔اصول واساس کو قرآن کریم نے ایمان کہا ہے انھوں نے عمدا اس عقائد یا اصول دین کہا ہے

۳۔قرآن سوال وحساب بندگان قیامت رکھا ہے انھون نے دفن کے فورا سوال نکیرین رکھا ہے

۴۔اعمال عبادی جس میں قصد قربت شرط ہے انھون نے اس کو اجارے پر دیا ہے

۵۔نماز قضاء نماز چھٹنے کے بعد قضاء کا ذکر نہیں آیا ہے انھون نے اس کا قضاء کے لئے اجارہ بھی رکھا ہے

۶۔زانیہ عورت سے زواج حرام کہا ہے انھون نے اس کو کراہت کہا ہے

۷سود حاصل فوائد حرام قرار دیا ہے انھوں نے اس پر مصالحہ کیا ہے

۸۔نماز قصر حالت خوف میں ہے انھوں نے عادی سفر میں قصر کا فتوی دیا ہے سورہ نور یت: ۵۸

تفاسیر ضرب علی القرآن عظیم

امت اسلامی عنایت وتوجہ رب قرآن قرآن کریم سے اتنا عشق شغف بقرآن رکھتے ہیں قرآن کے نام سن کران کے اندر ایک عظمت بزرگی ہمالیہ و مافوقھا مانند اس نام کے سامنے خاشع خاضع ہو جاتے ہیں لہذا ہر کوئی اس کو اٹھائیں گے اس کے بارے میں ان کے دل میں ایک مقام بنتا ہے لیکن مافی الضمیر کیا ہے کیوں قرآن کا نام اٹھایا ہے وہ نہیں جانتے ہیں لہذا صدق دل سے توجہ سے قرآن اٹھانے والے اور کینہ دوزی نفاق سے اٹھانے والے کے بارے میں تمیز نہیں کر پاتے ہیں یہاں سے دشمنان قرآن ایک کرشمہ سے قرآن سے دور اور ایک کرشمہ سے قرآن سے نزدیک دکھاتے ہوئے قرآن کی تفاسیر لکھنا ولو شخص مفسر علماً عقلاً گرائش کے مخالف دشمن قرآن کیوں نہ ہو اس کا ایک احترام کرتے ہیں عقیدہ جذبہ قرآنی سے استفادہ کرتے ہوئے انہوں نے تفسیر قرآن کے نام سے قرآن پروار کرنے کا طریقہ اپنایا ہے چنانچہ دوسری صدی کے آخر میں ایک تنظیم بنام باطنیہ وجود میں آئی جن کے دلوں اسلام اور محمد اور یاران باوفا دران کے لئے دلوں میں حسد کینہ دوزی بھرے ہوئے تھے انہوں نے قرآن کو معاشرے میں نہ اٹھانے اور اس کی جگہ حدیث ممنوع تدوین رسول اللہ کو جاگزیں کرنے کی مہم شروع کی۔ آئیں پہلے دیکھتے ہیں باطنیہ کون ہیں اسے جاننے کیلئے ان کی اجمالی تعریف پیش کرتے ہیں

باطنی

باطنی مادہ بطن سے ہے جس کے معنی شکم کے ہیں شکم میں اکثر غلاظت ہوتی ہے سوائے جنین کے۔ بطن میں اچھے اور برے دونوں ہوتے ہیں باطنی صرف پوشیدہ کے قائل ہیں ظاہر کو نہیں مانتے کیونکہ باطن کے نام پر وہ اپنے فوائد کلی حاصل کر سکتے ہیں۔

تاریخ باطنیہ

باطنیہ اگرچہ سنہ ۲۰۰ ھجری میں عراق میں مامون کے زندان میں وجود میں آئی ہے انھوں نے عہد و پیمان باندھا کہ اسلام کی ہر چیز کو الٹا کر کے باطن کی طرف موڑیں لیکن اس کی اصل بنیاد ابی الخطاب اسدی، مغیرہ بن سعید عجلی، میمون دیصان، عبداللہ دیصانی اور جابر جعفی وغیرہ نے سنہ ۱۵۰ ھجری کی پہلی ۵۰ سال میں امام جعفر صادق کے دور میں رکھی ہے انھوں نے اس میں اسلام کی اساس کو امامت بنایا ہے بیک وقت وہ اللہ ہے ساتھ امام بھی اور امامت ہے خلافت عام لوگ منتخب کرنا اور ریاست عامہ ہے یہاں تصور میں خلط کیا امام یعنی اللہ کسی فرد میں حلول ہوا ہے کبھی جانشین نبی بتایا ہے

امامت بیت نبوت سے ہوتا ہے یہاں انتخاب اللہ کرتا ہے امامت اساس اسلام ہے اس سلسلے میں امامت سے متعلق مربوط بہت سی احادیث جعل کی ہیں اوراس کو اسلام کے نظام سے نکال کر کسرائی نظام پر چلایا ہے۔کبھی امامت برتراز نبوت کبھی مساوی نبوت کبھی شریک نبوت کبھی انتخاب نص من اللہ کی جنجال چھوڑا ہے

۱۔ امام خاندان نبوت سے ہوگا خاندان نبوت سے کون ہوگا اس کے لئے بھی انھوں نے ایک اساس بنائی ہیں وہ ہے نص من اللہ ہوگا اللہ کی طرف سے منصوص ہوگا یعنی ان کے انتخاب قرآن میں ہے اس سلسلے میں علامہ حسن بن یوسف حلی جو درباری وزیر تعلیم ہلاکو ہوتے تھے نے ایک کتاب لکھی ہے اس کا نام نہج الحق ہے اس میں آپ نے ۳۵ آیات ذکر کی ہیں ان ۳۵ آیات میں کہیں بھی امامت یا اھل البیت کا کوئی اشارہ بھی نہیں ہے حتیٰ قرائن بھی نہیں ہے ان آیات کو نص بنانے کے لئے اسے تواتر کر کے تشدّد شور شرابہ کر کے اشکال واعتراض کا مزاحمت مقابلہ کیا ہے۔

۲۔کبھی نص رسول بتایا ہے نص رسول میں بھی اتنی روایات سے استدلال کیا ہے وہ بھی سنداً ومتناً مخشوش مخدوش ہونے کی وجہ سے کارآمد نہیں رہی۔جب آیات سے استناد کرنے سے قاصر رہے تو انہوں نے نص رسول سے استناد کیا پھر سابق امام کا اپنے بعد والے امام پر نص کرنے کا دعوی کیا یہاں بھی شرمندہ رہے کسی امام نے اپنے بعد والے پر نص نہیں کی اس سے استناد نہیں کیا حتیٰ خود اھل البیت نے بھی نص سے انکار کر کے خود مدعی امام ہو گئے جیسے محمد نفس ذکیہ اور ابرہیم زید بن علی پورے بنی ہاشم کے حلیہ دار دعوی کیا جعفر طیار کے پوتے معاویہ ابن عبداللہ نے دعوی کیا وغیرہ نے ان چیزوں سے استناد نہیں کیا محسوس ہوتا ہے قرائن گواہی دیتے ہیں اگر منصوص ہوتے تو کم سے کم خاندان اھل البیت میں اس منصب کے لئے دعویٰ میں جنجال نہیں ہوتے ہر امام کی وفات کے بعد موالین گروہوں میں بٹتے لہٰذا ان کے پاس علی خلیفہ اول بنانے کا حشیش برابر تمسک نہیں رہا نص قرآن یا نص رسول دونوں کے فقدان کی دلیل شیخ مفید سید مرتضی کے استاد تھے انہوں نے آئمہ کی حیات پر الارشاد لکھی اس میں کہیں بھی نص کا ذکر نہیں ہے نیز نہج البلاغہ جو اقوال وخطبات امیر المومنین پر مشتمل ہے میں کہیں بھی نص کا ذکر نہیں ہے تمام خطبات میں فرمایا مجھے جمہور عوام نے منتخب کیا جن آیات پر انہوں نے شب خون مارا صبح صادق مثل طلوع شمس کذب صادق ثابت ہوئے ہیں انہوں نے ڈاکہ ڈالا ہے لہٰذا زعماء امامیہ آیت اللہ بروجردی امام خمینی محمد حسین فضل اللہ حسین جفار نے اعتراف کیا ہمارے پاس نص نہیں ہے اب کی امثال اس پر ایرانی قول صادق آتا ہے کہ میں اور میری بیوی مل کر علم غیب جانتے ہیں جیسے بنتے ہیں یہاں محقق کریمی میلانی آرا کی مدرسہ امام خمینی والے ابھی تک نص قرآنی کا رٹہ لگا رہے ہیں تو جب اثبات نص سے عاجز وقاصر رہے تو بوڑھی عورتوں کی طرح گالم گلوچ شروع کیں اسلام دشمنی پر اکسایا انھوں نے خلیفہ اول دوئم کو نشانہ بنایا کہ ان دونوں نے ایمان لایا ہی نہیں ہے

یہاں سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ دین اسلام کو انہدام کرنے والے منصوبے پر عمل پیرا ہیں یہ لوگ درحقیقت حسب نظریہ باطن اقتدار اھل البیت ہیں نہ دشمنان خلیفہ ہے بلکہ دشمنان اسلام ہے کیونکہ ابا بکر عمر جو مہاجرین میں سے تھے پیغمبر کے اور مشرکین کی مزاحمت کے دوران پیغمبر پر ایمان لانے والوں کی جان خطرے کے دوران خانہ وآشیانہ چھوڑ کر پناہ گاہ تلاش کرنے کے دوران پیغمبر نہ انھیں کھانا لباس دے سکتے تھے نہ پناہ دے سکتے تھے نہ دشمن سے بچا سکتے تھے یہاں سے شقی وقسی کو ہیرو دیکھانے والوں نے خلفاء کی سیرت وعمل خلفاء دشمن اسلام بھٹو، نواز اور عمران خان کو مقتداء بنانے والوں نے سقیفہ جو افتخار مسلمین ہے فدک قتل شخصیت رسول اللہ کو بنیاد بنا کر ایام فاطمیہ کے نام چلانا شروع کیا یہ دونوں خلفاء کسی منطق کسی وجدان کے تحت پیغمبر پر ایمان لائے مکے میں ایمان لانے والوں میں کوئی فرد جاھل ہو سکتا ہے جذباتی ہو سکتا ہے منافق ناممکن تھے ان کو ان دونوں پر اصلی ایمان نہ لانے کی شکایت ان پر تہمت افتراء ہے بلکہ نبی کریم محمد جیسے زعیم سے محروم ہونے کے بعد ان جیسا امت میں فاقد ہونے کے دور میں خطرات کے دور میں محاصرے میں منافقین کمین گاہوں کے دور میں مفاد پرست مرتد ہونے کے دور میں ان دونوں نے جس طرح سے اسلام اور مسلمین کو بچایا ہے اس غصے میں انھوں نے ان کو مشرک قرار دیا ہے

چنانچہ اس ملک میں ایک ادارہ ہے جو الٹے سیدھے مادہ پرست افراد کو تفسیر قرآن لکھنے کی پیش کش کرتے ہیں چنانچہ پروفیسر کرار، سیکولر پروفیسر حسن رضوی، یوسف حسین آبادی، اسدردائی وغیرہ قرآن کا نام سنے اور ناگوار کرنے والے محمد حسین نجفی نے تفسیر قرآن لکھی چنانچہ ایسے افراد جو اردو عربی میں ناواقف ہوں کو بھی تفسیر قرآن لکھنے کی پیش کش ہوتی ہے اس سلسلے کا آغاز تیسری صدی کے دوسرے پچاس میں محمد بن جریر طبری مشکوک ومخدوش با اہل سنت اندر سے گرائش باطنیہ سے تعلق رکھنے والے نے رکھی۔

عصر معاصر یا اس سے پہلے سے درسگاہیں علوم قرآن کے نام سے تاسیس کرنے والوں نے درسگاہ علوم قرآن اندر سے سقوط قرآن، قرآن میں تشکیک، قرآن کو حجت سے گرانے، قرآن سے دور، قرآن سے اجنبی ایک جملہ عظمت قرآن کہتے ہوئے دکھاتے کہ ہم قرآن کی فصاحت وبلاغت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اندر مطلب عدو لدود قرآن ہے ان میں سرفہرست اسباب نزول قرآن یہ آیت کریمہ یہ سورہ کہاں کب کیوں نازل ہوا ایک روایت بے سند سے قرآن کو اپنے مقام سے ہٹاتے ہیں قرآن سے قرآن کو اجنبی کرتے ہیں اور قرآن وحی منزل کو احادیث ضعیفہ سے جوڑتے ہیں بلکہ احادیث سے فتنہ پرور بناتے ہیں چنانچہ بعض علماء نے صراحت سے کہا بے اعتبار ترین احادیث اسباب نزول قرآن ہیں آقائے محسن نجفی علوم عربی میں بلوغت کامل رکھنے والے درستگاہ علوم عربی کے سرپرست پچاس سال سے یہ درسگاہ

چلاتے آئے ہیں ابھی تک درسگاہ میں درس قرآن نہیں رکھا ہے لیکن انہوں نے تفسیر بنام کوثر لکھی ہے اس میں لکھتے ہیں موجودہ قرآن سرکار کا جمع کردہ ہے لیکن اصل قرآن علی نے جمع کیا ہے اس میں برائت کے بارے میں آیا ہے یہ قرآن کب کہاں نازل ہوا بروبحرات دن میں نازل ہوا لیکن جن وملک نے یہ قرآن نہیں دیکھا آیات ناسخ ومنسوخ کے نام سے بہت سے آیات کو منسوخ ثابت کیا ہے آیات محکم ومتشابہ کے نام سے کل قرآن کو متشابہ بنایا ہے جمع قرآن کے نام سے اس جمع ترتیب کو سرکاری جمع بتا کرنا قابل اعتبار بنا کر آیات کے نظم کو مشکوک بنایا ہے تفاسیر بدنیتی پر مبنی ہونے کی دلیل اقسام تفسیر میں لکھتے ہیں تفسیر کی اقسام ہیں ایک تفسیر قرآن با قرآن، قرآن کی قرآن سے تفسیر یہ اعلیٰ ارفع تفسیر ہے اس میں دوسرے نمبر پر احادیث سے تفسیر، تفسیر قرآن با سنت، تفسیر قرآن ولغت قرآن لغت عربی قواعد عربی۔ لاشک تفسیر قرآن با قرآن اعلیٰ ہے لیکن جس شخص کو قرآن سمجھ نہ آتا ہو قرآن سے آشنا نہ ہو وہ کیسے قرآن کی قرآن سے تفسیر کریں گے مقدم جو لغت عربی ہے اس کو آخر میں ڈالا ہے جو اعلیٰ وارفع ہے اس کو اول میں نہیں لائیں ہیں ناممکن کو اول میں اور آسان کو بعد میں رکھا ہے اور سب سے خطرناک کاری ضرب وار کہ قرآن کی تفسیر سنت سے کرنی ہے یہ سب بڑی کاری ضرب با قرآن ہے چونکہ نحوین علم نحو میں عربی زبان کے کلمات کے شاہد کیلئے اہلیت کے شعر عربوں کے شاعروں کے شعر سے استناد کرتے ہیں لیکن قول رسول سے نہیں کرتے ہیں ان سے پوچھا گیا کہ آخر آپ کیوں قول رسول اللہ سے استناد نہیں کرتے ہیں تو نحوین نے کہا قول رسول جو ہمارے ہاتھ میں ہیں جو ہماری رسائی میں ہیں حقیقت میں وہ قول رسول نہیں عجمیوں کا قول ہے اہل فارس کا ہے انہوں نے قول رسول کو اپنی زبان میں پیش کیا ہے لہذا سنت رسول، قول رسول نہیں ہے اس سے قرآن کی تفسیر کی ہے لہذا قرآن پر تفسیر کے نام سے کاری ضربت لگائی ہے اور ہر قسم کے وار کر کے قرآن سے مسلمانوں کے دور کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی ہے ذیل میں ہم اس سلسلے کی کاوشوں کی ایک فہرست قارئین کرام کیلئے پیش کرتے ہیں

دین الٰہی کی دو منزل ہے

۱۔منزل ایمانیات

۲۔منزل عملیات۔

قرآن کریم میں زیادہ مکرر آیات میں آیا ہے یا ایّھا الّذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت یہ دو منزلیں طے کرنی ہیں منزل ایمانیات وہ ہیں جو انسان کی حس وادراک ظاہری باطنی سے خارج ہے جو حس وادراک ظاہری سے باہر ہے لہذا

اللہ نے اس کو دلائل و براہین کثیرہ سے ثابت کیا ہے چنانچہ جو چیز انسان کے حس ظاہری و باطنی سے باہر ہے وہ اللہ، قیامت اور وحی ہے۔

ایمانیات میں پہلا ایمان ایمان باللہ ہے اللہ پر ایمان لاؤ اللہ ہے کیا؟ ایمان لائے؟ اللہ ہے اس کائنات کو خلق کرنے والی ذات موجود ہے جس نے یہ کائنات خلق کیا ہے جس نے اللہ کی وجود ثابت کرنے کے لئے یہ آیت نازل کی ہے بقرۃ ۲۹ (هُوَ الَّذی خَلَقَ لَکُمْ ما فِی الْأَرْضِ جَمیعاً ثُمَّ اسْتَوى‏ إِلَى السَّماءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَماواتٍ وَ هُوَ بِکُلِّ شَیْ‏ءٍ عَلیمٌ) کسی موجود محسوس مملوس نہیں ہے جسم وجسمانیات سے پاک ہے نقص وعیب سے پاک ہے کمی بیشی اس میں نہیں ہے کمال مطلق ہے اس کے لئے سورہ توحید آئی ہے ھود آیت ۱۱ ﴿لیس کمثله شیء﴾ آئی ہے

۳۔ وہ ذات قدرت لامحدود ہے ہر چیز پر قادر ہے۔

۴۔ اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے مفسرین تینوں میدانوں میں کودے رہے ایک نے کہا کہ اللہ کی صفات عین ذات نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ ایک زمانے میں نہ علم تھے نہ حیات تھا نہ قدرت یعنی اس زمانے میں اللہ اللہ ہی نہیں تھا تصور اللہ کو ختم کیا ہے دوسرے گروہ نے کہا اللہ کیلئے ہر وہ چیز ثابت کی ہے جو ایک انسان کیلئے ہوتا ہے آنکھ ناک کان پاؤں سر نفسیات عوارض بیماری سب اللہ کے لئے ثابت کیا ہے کیونکہ قرآن میں آیا ہے بصر، بصیر اور وجہ آیا لھذا ہم انکار نہیں کر سکتے آیات متشابھات سے آیات محکمات کو ٹھکرایا ہے یہاں تک اللہ بندہ بن سکتا ہے مذھب حلولی یا مذھب اتحادی ان مفسرین کی ایجاد کردہ ہے۔

۲۔ دوسرا میدان قیامت کے بارے قیامت برپا ہوگا چونکہ وہ برپا نہیں ہوا ہے کوئی انسان اس کا حس نہیں کر سکتا لمس نہیں کر سکتا لھذا اللہ نے دلائل، شبیھات، مثالوں اور قسموں سے جگہ جگہ بتایا ہے کہ قیامت ہوں گے ایک حیات بعد الموت ہوں گے مفسرین اس میدان میں کودے ہیں انھوں نے قبر سے شروع کی ہیں سوال نکیر و منکر سے شروع کی ہیں کہیں تفسیر کے نام سے جعلی روایات لائے ہیں اور کہیں آیات متشابھات سے کھیلے ہیں معاد جسمانی ہوں گے یا روحانی قیامت دنیا میں ہوگی یا آخرت میں ان آیات میں کود کے شبھات بنا کے دیگر باطنیوں کی ہاتھ میں دیکر فرقے بنائی ہیں انّ اللہ علیٰ کل شی ءقدیر سورہ بقرہ آیت: ۱۰۶، ۱۰۹، ۲۵۹، ۲۸۴، سورہ آل عمران آیت: ۱۶۵، ۱۸۹ سورہ مائدہ آیت: ۱۷، ۱۹، ۴۰، ۱۲۰ سورانعام ۱۷ سورہ انفال ۴۱ سورہ توبہ ۳۹ سورہ ھود ۴ سورہ نحل آیت: ۷۰، ۷۷ سورہ حج آیت: ۶، ۳۹ سورہ نور آیت: ۴۵ سورہ عنکبوت ۲۰ سورہ روم آیت: ۵۰ سورفاطر آیت: ۱ سورہ فصلت آیت: ۳۹ سورہ شعراء آیت: ۹ سورہ احقاف آیت: ۳۳ سورہ حدید آیت: ۲ سورہ حشر آیت: ۶ سورہ تغابن آیت: ۱ سورہ طلاق آیت: ۱۲ سورتحریم آیت: ۸ سورہ ملک آیت: ان

آیات میں آیا ہے اللہ علیم وحکیم ہے سورہ بقرہ:۳۲، ۱۲۷، ۱۳۷ سورہ آل عمران آیت: ۳۵ سورہ مائدہ:۳۶ سورہ انعام آیت:۱۲، ۱۱۵ سورہ انفال آیت:۶۱ سورہ یونس آیت: ۶۵ سورہ یوسف آیت: ۳۴، ۸۳، ۱۰۰ سورہ حجر آیت: ۸۶ سورہ شعراء آیت: ۲۲

تفاسیر باطنیہ

تفاسیر کی دوقسم ہیں ایک تفسیر ظاہری جو الفاظ وکلمات کے لغوی نحوی صرفی قواعد کے مطابق معانی اخذ کرتے ہیں جس کو تفسیر ظاہری کہتے ہیں تفسیر ظاہری میں آیت میں موجود کلمات اسم فعل حرف اور سیاق وسباق و مادہ کلمہ جن حروف سے یہ کلمہ بنا ہے اس کے معنی اخذ کرتے ہیں پھر کلمہ کا صیغہ ہوتا ہے اسم جامد اسم مشتق اسم فاعل مفعول حقیقت متشابہ ومبالغہ ہوتا ہے مادے اور صیغہ دونوں کو دیکھنا ہوتا ہے جس سے صاحب قرآن نے تمام اصناف انسان منکر معاند کافر منافق اور مومن سے خطاب کیا ہے دوسری تفسیر باطنی ہے فرقہ باطنیہ نے تیسری یا چوتھی صدی میں اختراع کی ہیں ان نے آیت سے آیت کے غیر مربوط معنی جعل کر تشدد سے ٹھونسا ہے کہ قرآن کے ظاہری الفاظ سے معانی اخذ نہیں کیے جا سکتے ہیں کیونکہ ظاہری الفاظ مراد اللہ نہیں ہے بلکہ باطنی مراد ہیں تالیف محمد حسین ذہبی نے بعض آیات قرآن کی باطنیوں کی تفاسیر کے نمونے پیش کیے ہیں

کہتے ہیں فہم قرآن بغیر تفسیر اہلبیت واصحاب درست نہیں ہے کہتے ہیں سنت شارح موضح قرآن ہے اس کے بارے میں اصول تفسیر وقواعد تالیف دکتور خالد عبدالرحمن العلک ص ۷۹ پر لکھتے ہیں امام شافعی نے کہا ہے کل ما حکم بہ رسول اللہ فھو با فھمہ رسول اللہ من القرآن جو کچھ نبی کریم نے فرمایا ہے وہ وہی ہے جو رسول اللہ نے قرآن سے سمجھا ہے پہلے تو یہ ثابت کرنا چاہیے کہ یہ رسول اللہ نے فرمایا ہے آپ مانسب الی الرسول کو کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ رسول نے فرمایا ایک مسلمان کے لیے یہ بڑا المیہ ہے وہ علماء کی پہاڑ شکن گرنٹ اصول اسلام پر مارے اور اصول اسلام تہہ و بالا ہوتے نہیں دیکھا اگر یہی غلطی شخص عامی کرے یوں اسے دفن ہونے کے لیے جگہ بھی نہیں ملے گی آپ نے اللہ کے کلام کو معمہ بنایا اسکو محتاج سنت بنایا پھر سنت کا معنی قول فعل اور تقریر رسول بنایا پھر سنت اصحاب واہلبیت کو شامل کیا پھر ان سے تعدی کر کے اصحاب کو دیکھنے والوں تابعین کے قول وفعل کو بنایا دھاندلی در دھاندلی کی ہے انسان مسلمان کے لیے یہ ایک بڑا المیہ ہے وہ علماء کی پہاڑ شکن گرفت یہ بات اپنی جگہ کلیت نہیں رکھتے ہیں کیونکہ رسول کبھی خارج از قرآن سے بھی بات نہیں کرتے تھے پھر پیغمبر سے نقل کرتے ہیں الا وانی اوتیت القرآن ومثلہ معہ اگر سنت میں نہیں ملا تو اصحاب کے اقوال کی طرف رجوع کرین فھم ادری اگر قول رسول میں نہیں ملے نہ اقوال صحابہ اور تابعین میں ملے پھر لغت عرب کی طرف رجوع کریں

یہاں چند سوال جواب طلب ہیں

۱۔صاحب اصول تفسیر نے قرآن فہمی کے لیے سنت رسول کی طرف رجوع کرنے کا کہا ہے سنت رسول لکھنے سے خود رسول نے منع کیا تھا سنت آپ کی رحلت کے دوسو سال لکھی گئی کس منطق کے تحت رجوع کریں یہ سب پیغمبر سے نقل ہوئے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے یہ کس نے کہا ہے۔

۲۔آپ نے پہلے سنت رسول جو جس کی تدوین خود رسول اللہ نے منع کیے تھے اس کو تفسیر قرآن قرار دیا پھر صحابہ ردیف رسول اللہ کس منطق کے تحت پھر تابعین آخر میں لغت عرب کی طرف رجوع کرین یہ الٹا کیوں کہا گیا عام طور پر خود لغت سے سمجھنا پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔

۱۔اس قرآن کو اللہ نے عربی کہا ہے یعنی واضع روش کہا ہے بذات خود واضح ہے چند آیات میں قرآن کو کتاب مبین کہا ہے ۳ھذا بیان للناس کہا ہے علماء کی تفسیر قرآن اوران آیا کریمہ میں کیسے مطابقت بنائیں گے باطنیہ اصل وجود ملائکہ ناری سے انکار کرتے ہیں ملائکہ مراد ان کے مذہب کے داعی لیتے ہیں

۲۔شیطان سے مراد اپنے مخالفین لیتے ہیں

۳۔طوفان سے مراد علم لیتے۔

باطنیہ اور امت اسلامیہ

امت اسلامیہ میں ہر وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے اس کا ایمان ہے کہ وہ مذہبیہ سے پہلے مسلمان ہے محمد قرآن اسلام پر عقیدہ راسخ غیر متزلزل رکھتا ہے اس کو اس دور کو سمجھنا چاہیے امت اسلامیہ اور باطنیہ کی مثال یہودیت سے دے سکتے ہیں جب یہودیت انظار لوگوں کی نظر میں گر گئے کہ یہ لوگ مادہ پرست لجوج ہیں شیطان ہیں قسی وشقی ہیں یہودیوں کو جب یہ احساس ہوا کہ وہ منفور مبغوض عندالناس ہیں تو انہوں نے الحاد کے طریقے کو اپنایا یکسرہ دین سے انکار کیا اور دنیا کو کفرو الحاد کی طرف دعوت دینی شروع کی۔باطنیہ نے بھی اسی سیرت پر چلنے اس کو اپنانے لگے جب ان کو بھی احساس ہوا باطنیہ یعنی اسماعیلیہ لوگوں کی نظر میں بدنام فرقہ ہیں لہذا انہوں نے یہودی سیرت کو اپناتے ہوئے تقسیم مال رشوت ستانی تشدد ظالم ملحد حکومتوں سے تعاون شکم پرستوں سے تعاون دین فروشوں سے تعاون کرنا شروع کیا ہے ملک کے گوشہ وکنار میں غیر مرئی طریقے سے باطنیہ کی حکمرانی چلتی ہے ہم کو اس غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ باطنیہ جو بھی ہو وہ علی کے دوستدار ہیں باطنیہ علی کے دوستدار نہیں خلفاء کے دشمن نہیں ہیں بلکہ ان کے دشمن اصلی محمد قرآن اسلام ہیں لہذا ان تینوں کے شیدا یان دوائیان پروانوں سے بھی عداوت بغض رکھتے ہیں یہ تین نام کسی صورت میں معاشرے میں نام نہیں چلنا چاہیے

ان کے نام اسلام کا نام بلند ہوتے ہوئے یا کہیں قرآن کا نام بلند ہوتے ہوئے یا محمد کا نام بلند ہوتے ہوئے دیکھتے نہیں ہیں لہٰذا محافل نام محمد سے منعقد ہوتے ہوئے محمد کا نام نہیں لیتے ہیں اگر کہیں ہو بھی تو محمد کو چھوڑ کر علی کے فضائل بیان کرتے ہیں اسلام کو چھوڑ کر اپنے مذہب کی بات کرتے ہیں قرآن کو چھوڑ کر قصائد پڑھتے ہیں اہل فکر ونظر والے دیکھیں توجہ دیں غور وفکر کریں فضائل امیر المومنین لکھنے والے منافقین ہیں علی کو بطور دستک استعمال کرتے ہیں مقصود اصلی قرآن و محمد اسلام کی مذمت کرتے ہیں ملک میں قائم درستگاہوں اسلام اصول معارض احکام اخلاق کی کیا کیا چیزیں پڑھتے ہیں جو کتابیں فضائل امیر المومنین کے نام سے نشر کرتے ہیں کاظم زادہ کی اصول ماۃ، رے شہری کی موسوعہ امام علی حکیمانی کی سیلونی ضد محمد، ضد اسلام، ضد قرآن ہیں علی کے فضائل سے الوہیت کو نشانہ بنایا کہیں محمد کو نشانہ بنایا کہیں قرآن کو نشانہ بنایا جتنے بھی فضائل امیر المومنین سے منسوب ہیں اس میں انہوں نے علی کی تعریف نہیں کی ہے علی کی تعریف کرکے الوہیت کو اڑایا ہے علی کو اللہ بنایا ہے علی کی تعریف کرکے محمد کو اڑایا ہے علی کی تعریف کرتے ہوئے خود خلفاء کی مذمت کی ہے جیسا کہ کاظم زادہ کی اصول ماۃ، رے شہری کی موسوعہ، حکیمان کی سیلونی، بلادری کے اشعار، رجب برسی وغیرہ ان کے فضائل علی کے نہیں ہیں یہ ذوات ہیں ان کی مذمت ہے امامت علی یہ بات آسان ہے تم کیا چاہتے ہو کس بات کے مدعی ہو تو کہیں گے امامت امیر المومنین، امامت کس چیز کا نام ہے اگر اسلام نہیں تو امامت کس نام کی ہے اگر محمد نہیں تو امامت کس بات کی ہے خلفاء کا کونسا جرم ہے انسان کے جرائم برائی اس وقت عیاں ظاہر ہوتی ہے جب اس کو اقتدار ملتا ہے عیش ونوش کرتے ہیں اقرا پروری کرتے ہیں ظلم کرتے ہیں جب کہ یہ ذوات اپنے دور میں پاک دامن پاک زبان پاک ہاتھ طیب وطاہر محبوب قلوب دنیا سے گزرے ہیں قرآن سے دشمنی کا اندازہ یہاں سے کرسکتے ہیں امامت علی کے لئے علامہ حلی اسماعیلی نے ۳۵ آیات غیر مربوط علی کے فضائل میں جمع کیں ہیں ان میں سے چند آیات سے استدلال کیا مائدہ: ۳، مائدہ: ۵۵، مائدہ: ۶۷، احزاب: ۳۳، شوری: ۲۳ سے استدلال کیا باقی سے استدلال نہیں کرسکے۔ تین آیات سے استدلال کیا وہ بھی نہیں ہوسکا قرآن کو نشانہ بنایا قرآن کو استعمال کیا کہا نصف قرآن علی کی فضیلت میں ہے پھر کہا دو تہائی علی فضیلت میں ہے پھر کہا ایک تہائی علی کی فضیلت میں ہے پھر آدھا قرآن علی فضیلت میں ہے پھر کہا نصف علی اور آپ کے شیعوں کے فضائل نصف آپ کے دشمنوں کی مذمت میں ہے قرآن قصائد اہل بیت ہے اب جب سب سے مایوس ہوئے تو زعماء شیعہ نے اقرار کیا اعتراف کیا کہ ہمارے پاس علی کی امامت کی آیت نہیں ہے ایک گروہ اس پر اس طرف لگا یا ہمارے پاس آیت نہیں ایک گروہ کو اسی پرانے استدلال جبر وتشدد تہمت وافتراء خطر وبدنام ہر حربہ اور ہر وسیلہ دبانے کیلئے منوانے کیلئے انہوں نے اپنایا ہے لہٰذا یہ چاہیے کہ اگر ہم قیامت سے ڈرتے ہیں خوف اللہ رکھتے ہیں دنیا سے مرنا

ہے حساب ہے عقاب ہے موت حشر ونشر ہے تو اس تشدد کا مقابلہ کریں اس تشدد اور رشوت ستانی اور زندگی کو چھوڑیں موت کو اپنے لئے ترجیح دے دیں ان کی پیش کردہ کسی بھی آیت کا دور سے دور تک امامت کا ربط نہیں ہے سر فہرست سورہ مائدہ کی آیت: ۶۷ یہ ایک ڈاکہ ہے یہ ایک پرچم کے اوپر لکھا ہوئی آیت ہے آیت میں دور سے بھی عمق سے بھی گہرائی سے بھی ظاہر و باطن دونوں سے بھی امامت سے رشتہ نہیں ہے اصلاً امامت ہے ہی نہیں ہے نبوت کے بعد ختم ہے منصب امامت ضد نبوت گھڑی اس کی دلیل امت سے ٹوٹ کے بارہ سو سال ہو گئے اس کو ہمیشہ دھوکہ فریب جھوٹ سے زندہ رکھا ہے جتنے بھی انبیاء گزرے ہیں دین کو امت پر چھوڑا ہے انبیاء کے پاس کوئی منصب الٰہی نہیں ہے اور خاص کر ہمارے نبی کی نبوت خاتم ہے نبوت ان پر ختم ہوئی ہے ان کا دین آخری دین ہے ان کی کتاب آخری کتاب ہے نہ کوئی کتاب ہے پیغمبر کے بعد نہ کوئی شریعت ہے پیغمبر کی بعد کوئی نئی شریعت بھی نہیں ہے امامت ضد ختم نبوت ہے نہ امیر المومنین نے کسی بھی جگہ اپنے کلمے میں نہیں فرمایا ہے کہ پیغمبر نے مجھے منتخب کیا ہے کہ میں نص الٰہی سے منتخب ہوں نہ علی نے دعوی کیا نہ امام حسن نے دعوی کیا نہ امام حسین نے دعوی کیا واقعہ غدیر، اس واقعہ کا علی کی امامت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے یہ حضرت علی اور سرایا جو یمن سے واپس آئے تھے ان دونوں کے درمیان اختلاف تھا تو پیغمبر مکہ میں حج کے موقع پر حل نہیں کر سکے مکہ سے نکلتے ہی ایک جگہ پر قیام کر کے لوگوں کو بٹھا کر فرمایا علی کو کچھ مت کہو علی کے بارے شک وشبہات شکوک مت کرو علی میرے ہیں میں علی کو جانتا ہوں علی مجھ سے ہے صرف یہی بات تھی کسی نے حتیٰ منافقین نے بھی کوئی آواز نہیں اٹھائی اگر علی کی امامت نصب ہوتی تو منافقین کہتے کہ دیکھا محمد نے امامت کو اپنے بھتیجے کو دی اپنی پرورده کو دی امامت اپنے داماد کو دی کوئی الفاظ کسی نے نہیں کہے دو سو تین سو سال گزرنے کے بعد آل بویہ نے غدیر کا جشن منایا دو صدی گزارنے کے بعد عاشورہ منائی یہ دونوں ورثہ آل بویہ ہیں آل بویہ وہ ہیں جنہوں نے مکہ منہدم کرنے والے کیلئے آنے والے شخص کا پتلا نکال کر اس کی عبادت کرتے ہیں آیت تطہیر کا بھی سے امامت کا دور تک کوئی ربط نہیں اس پر بھی ڈاکہ ڈالا ہے جب دیکھتے ہیں کہ یہ آیت یہاں نہیں بنتی ہے تو تب کہتے ہیں کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے کوئی بھی چیز ان سے محفوظ نہیں نہ قرآن محفوظ ہے نہ پیغمبر محفوظ ہیں نہ علی محفوظ ہیں نہ امام حسن محفوظ ہیں نہ امام حسین محفوظ ہیں لہٰذا مرنا جینا سب انسان نے ہے اسلام پر مرنے کیلئے دین پر مرنے کیلئے ان کی تبلیغات کی ضد میں نہیں آئیں جتنا انسان کر سکتا ہے اس راہ میں بذل کرے کم سے کم اللہ دنیا میں حفاظت کریں گے تحفظ کریں گے نہیں تو آخرت میں محمد کے سامنے خوش رو پیغمبر کے سامنے حاظر ہونگے

تفسیر غرائب قرآن

قرآن اپنی فصاحت و بلاغت میں فرید وحید لا ثانی ہے فصاحت و بلاغت کا معنی اس کا کوئی کلمہ اجنبی مستعملات میں سے نہیں ہے کوئی اس کے مقابل وموازی نہیں ہے لہذا قرآن کے کلمات غریب نہیں ہیں کیونکہ تفسیر کے معنی کشف رموزات مجملاے بعید غریب غیر مانوس کیلئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ کلمہ تفسیر میں انسان سے خارج اس مائع میں موجود جراثیم و کشف کرنے کو تفسیر کہا ہے اس طرح قرآن میں بھی کسی فعل کے انجام کو جو انسان کے اذہان سے بعید ہے اس کے لئے استعمال ہوا ہے۔

استعمال کلمات غریب

محل فصاحت ہے لہذا کلمات غریب استعمال کرنے والے کو غیر فصیح کہتا ہے اور کلام غریب کو بھی غیر فصیح کہتا ہے ایسے کلام ایسے متکلم معاشرے میں ایسے کلمات اور ایسے متکلم کو پسند نہیں کرتے غیر مقبول ہے لہذا اوج فصاحت بلاغت زبان عرب میں افراد محدود جاہلیت و اسلام دونوں میں افراد محدود کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ یہ لوگ فصیح و بلیغ ہے قرآن کریم نے نازل ہوتے ہی ان فصحاء اور ان بلغاء کو تحدی کی ہے چیلنج کی ہے ھل من مبارزہ طلبی کی ہے۔

آئیں دیکھتے ہیں کلام فصیح متکلم فصیح کسے کہتا ہے کتاب اسالیب البیان فی القرآن تالیف سعید الجعفر حسینی اپنی کتاب کے ص ۰۷ پر لکھتے ہیں فصاحت کلام میں سب سے پہلا فصاحت مفرد آتا ہے کلام فصیح ہونے کے لئے کلام میں استعمال ہو نے والی کلمہ فصیح ہونا چاہیے کلمہ فصیح ہونے کیلئے فصحاء نے تین شرطیں لگائی ہیں:

۱۔اس کلمہ میں حروف منفور تنافر والی حرف استعمال نہ ہوا گر حرف نفرت آور استعمال ہوا ہے تو اس کلمہ کو فصیح نہیں کہتے۔

۲۔غرائب لفظ، لفظ اپنی جگہ غریب نہ ہو اجنبی نہ ہو غیر مستعمل نہ ہو۔

۳۔خلاف قیاس نہ ہو آئیں دیکھتے ہیں تینوں کی تشریح کرتے ہیں توضیح کرتے ہیں تنافر حروف سے مراد مخارج سے مرا د یہ ہے اللہ نے اس اقلیم دھان میں حروف کی سرگرمی کے لئے حروف کی نقل و حرکت کے لئے سرحدیں معین کی ہے اس کی مخارج معین کی ہے تو ایک مخرج کی دو حروف دونوں قریب نہیں ہونا چاہیے اس طرح دو حروف کے درمیان ہم مخرج کے لحاظ سے دور نہیں ہونا چاہیے اگر دو حروف انتہائی نزدیک و یا فاصلہ زیادہ ہو تو بولنا بھی مشکل ہوتا ہے اور سننا بھی مشکل ہوتا ہے۔

وہ حروف کون سے ہے جن کے مخارج ایک دوسرے کے قریب ہے السین والشین والجیم والھاء والخاء والصین اگر ان حروف میں سے دو حروف ساتھ استعمال ہو جائے درمیان میں فاصلہ نہ ہو تو اس کو تنافر کہتا ہے جب تنافر ہوتا ہے تو فصاحت سے نکل جاتا ہے جیسے لفظ السیچ یہ لفظ اس زمین کو کہتے ہیں جو نہ نرم گارا ہے۔

۴۔لفظ استندج ساذ جا سے بنی ہے فراحدی نے کہا ہے حروف مخارج قریب یا ایک دوسرے سے دور ہونے سے کلام فصاحت سے نکلتا ہے یہاں اس پر اقتصار کرتے ہیں۔

۲۔غرائب کلام

کلام غریب نہیں ہونا چاہیے یعنی ایک کلمہ اس کا معنی ظاہر نہ ہو استعمال میں معروف و مالوف نہ ہو فصحاء کے لئے کوئی لفظ اجنبی نہ ہو

۲۔بہت سے آیات میں فرمایا ہیں کہ یہ کتاب فصل ہے سورہ انعام آیت ۱۱۹ سورہ یوسف آیت ۹۴ سورہ ہود آیت ۱ سورہ فصلت آیت ۳۔۴۴ سورہ انعام ۹۷،۹۸،۱۲۶ سورہ اعراف آیت ۷ سورہ اسراء ۱۲ خود کتاب فصل ہے ہم نے تفصیل کی ہے غیر ذی عوج ہے ہم نے آسان بنایا ہے کلام خود جس زبان میں نازل ہوا ہے وہ ایک واضح زبان ہے اس کے علاوہ ہم نے اور مزید وضاحت کی ہے۔کیونکہ یہ کتاب درس گاہوں میں علمی حلقوں میں محدود نہیں ہے اس کو بازار میں روٹ پر عوام سے خطاب کرنی ہے کسی یہودی مسیحی نے اسے یوں نہیں پھینکا کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا چھوڑ و سب نے سنجیدگی سے پڑھا جلادستون وزیر اعظم برطانیہ نے بغیر کسی استناد حدیث سے عوام سے کہا ہے کہ یہ کتاب ہے اس کو پڑھو اس کو سمجھو یہ غیر مسلمین کے لئے کمر شکن کتاب ہے۔

دندان شکن کتاب ہے تاہم کوئی نہ کوئی کسی کے لئے پیچیدہ رہا ہے تو عربی کلام کا عربی کلمات کا تعارف دو طریقے سے کرتے ہیں:

۱۔اس کے مترادفات قریب المعنی کلمہ سے اس کی وضاحت کرتے ہیں چنانچہ قوامس لغت میں اس سے ترتیب دی ہے قریب المعنی کلمہ سے وضاحت دی ہے۔

۲۔اس کلمے کے ضد سے اشیاء کو اس کے ضد سے پہچانو اس اصول کے تحت اس کلمے کے ضد سے تعریف کی ہے چنانچہ راغب اصفہانی نے مفردات اس طریقے سے لکھا ہے آغاز و تاسیس علوم عربیہ سے لے کر ابھی تک کے مدارس فرق میں اس کی تدریس نہیں ہوتی ہے عام لغت کی ہوتی ہے لیکن خصوصاً قرآن کی تدریس اس طریقے سے نہیں ہوتی ہے اس طریقے سے کہتے ہیں مجمع میں یہ کہا ہے جلال الدین نے یہ کہا ہے قرطبی نے یہ کہا ہے اصلی لغت سے نہیں کہتا ہے آئیں ہم پہلے مرحلے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اللہ نے اپنی آخری کتاب اپنے بندوں میں نازل کرنے کے لئے لغت عرب کو انتخاب کیا وہ بھی منطقہ سرزمین حجاز کے مرکز کو انتخاب کیا کیونکہ یہ کلام اپنی ساخت حروفی سے لے کر آخری صنعت کلام تک اس جیسا کلام سازی نہ پہلے آئی ہے نہ ابھی ہے یہ افتخار عربی زبان کو حاصل ہے عربی زبان میں جس حروف سے

بنی ہے حروف بنی ہے اور حروف کی آواز بنی ہے ہر حروف کی منطقہ تک جہاں سے نکلتا ہے عربی زبان کی ساخت ابتداء سے عصر حاضر حاضر تک کے بارے میں استاد مصطفیٰ صادق رافعی نے تاریخ آداب العرب کے نام سے تین کتابیں لکھی ہیں اس کی پہلے ج ص ۱۳۸ ایا ہوا پر عربی زبان کیسے رشد پایا اور کس طرح اس کی بنیاد رکھی گئی اس کی بنیاد کے بارے میں ص ۱۳۸ اپر طرق وضع کے عنوان سے لکھی ہے جو کلمہ اس وقت ہمیں میسر ہے دستیاب ہے اگر ان کلمات پر اگر غور کریں گے تو یہ تین منازل سے گزرتا ہے۔

علوم قرآن یا محکومیت قرآن

اس موضوع پر قائم درسگاہوں اور تالیفات کی غرض وغایت خدمت قرآن نہیں بلکہ قرآن میں نقائص معائب ثابت کرنا قرآن کو حجۃ بالغہ ہونے سے روکیں اس کی تبین وتوضیح تشریح اقوال خراسان سے باندھی ہے یا شخصی آراء تا ملات سے باندھ کے رکھیں جس طرح دیت میں اونٹ باندھتے ہیں کتب تفاسیر انسان کو قرآن سے نزدیک کرنے کی بجائے دور ہی کرتی ہیں اکثر و بیشتر تفاسیر اس طرح کی ہیں بطور مثال سورہ کہف میں موسیٰ جس بندے سے ملے تھے قرآن میں اس کو عبد صالح کہا ہے تفاسیر میں اس کو خضر کہا ہے اور خضر کون تھے کہاں کے رہنے والے تھے کہاں سے آئے تھے اس کی شناخت کیسے ہوئی اس کا حسب ونسب کیا ہے بہت سے سوالات آتے ہیں کسی بھی سوال کا جواب نہیں تمام سوالات سے کسی ایک کا جواب بھی نہیں سب قیل وقال قول سے جواب دیتے حتیٰ ان کے والدین تاریخ پیدائش فوت ہوئی یا زندہ تک قیل وقال ہے۔سورۃ نمل ۴۰ میں من عندہ علم الکتاب کا نام آصف بن برخیا بتایا ہے وہ کون تھے یہ نام صرف یہیں آیا ہے اور کسی بھی جگہ نہیں آیا ہے کبھی کہتے ہیں سلیمان کا وزیر تھا کہیں اس کا داماد تھا حضرت ابراہیم کا وزیر کون تھا یعقوب نبی کا وزیر کون تھا کیا انبیاء کا کوئی وزیر ہوتا تھا یہ اصطلاح کس نے کب اختراع کی اصطلاحات کی بھی تاریخ ہوتی ہے کبھی داماد تھے کبھی وصی تھے کس کس نبی کا وصی ہوتا تھا س کا راوی وہب بن منبہ ہے علوم قرآن سے متعلق تصنیفات تالیفات میں یہ عناوین آئے ہیں۔

دنیا میں جاری تمام منقولات جس نوعیت کے بھی ہوں ان کی صحت قبولیت دو چیز سے جڑی ہوتی ہے،ایک صحت سند جس کسی سے یہ نقل استناد کی ہے وہ اسناد صحیح ہونا یقین کامل وجازم ہونا چاہیئے یہ دین ہے اس کو غلط بنیادوں پر لینا باعث تکالیف اور مشقت زحمت بعض اوقات نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔یہ قیل وقال مشکوک مخدوش اسناد سے ثابت نہیں ہوتا اس کے لیے پختہ اور واضح دلائل ہونے چاہیے۔دوسرا اسکا متن مضمون،مطلب،عقل واقعیت خارجہ کے مطابق ہو نیز نقل مسلم یقینی سے متصادم نہ ہو۔دنیا بھر میں تمام منقولات صحت استناد سے دوچار ہیں حتیٰ قرآن سے پہلے

نازل کتب آسمانی صحت استناد سے محروم ہیں۔سوائے قرآن کریم جس کی سند خالق کون ومکان نے اس کی اپنی طرف سے ہونے کی نشانی خود کتاب میں ’’من لدن نزول‘‘ سے دی ہے اوراس قرآن کا خود اللہ کی حفاظت میں ہونے کی آیات کے علاوہ خودقرآن کتاب ناطق بھی ہے اس کی اسناد اور متن کو محکوم کرنے کیلئے شعوبیوں نے چند علوم اختراق اختلاق کیئے ہیں وہ یہ علوم ہیں۔

۱۔جمع قرآن قرآن کریم کی موجودہ ترتیب کس نے کی؟ صحیح ہے یانہیں ہے۔

۲۔علم القراۃ قرآن کی تلاوت کس طرح کرنی ہے قرآن تلاوت کرنے کے کتنے طریقہ ہیں کونسی قرائت قرآن درست ہے۔

۳۔قرآن میں آیات ناسخ ومنسوخ ہیں بحث کرتے ہیں آیات قرآن کس طرح منسوخ ہوئی ہیں کتنی آیات منسوخ ہوئی ہیں۔

۴۔آیات مکی یا آیات مدنی ہیں۔

۵۔قرآن کی موجودہ ترتیب وتنظیم وحی ترتیب نزولی پرنہیں ہوئی ہے،ترتیب نزولی والا قرآن جس میں ہر آیت کا شان نزول کولکھا ہوا تھا جبکہ یہ قرآن سرکاری خواہشات پر مرتب کیا ہے یہ دودعوے اپنی جگہ پہلے مرحلے میں قرآن کونشانہ بنایا ہے کہ یہ کتاب ایک غیر منظّم غیر مربوط کتاب ہے اس کی ذمہ دار سرکار رہے۔

اسکے علاوہ کئی عناوین آپ کوعلوم قرآن کے نام سے ملیں گے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

شان نزول

باطنیہ نے اپنے اہداف خبیثہ کی خاطر شان نزول آیات کی اصطلاح گھڑی ہے۔تفاسیر قرآن کریم میں موجود روایات میں سے زیادہ نا قابل اعتماد نا قابل اعتبار شان نزول بتایا ہے جہاں بھی شان نزول ملیں گے وہاں ساتھ غیر مربوط اجنبی غیر واضح غلط ملیں گے جیسے احزاب ۳۳ نبی کریم کی طبیعت ناسازی کو بنیاد بنا کر ایک کساء میں جمع ذوات کی شان نزول بتایا۔حدیث کساء جس پر پانچ سو گئے چند ہوسکتے ہیں لیکن چادر کا ابھی تک سنا نہیں ہے حدیث کے راوی مجہول متن صریح آیات کے خلاف ہے شوریٰ ۲۳ کی شان نزول میں آیا ہے مدینہ کچھ لوگ آئے تھے نبی کو اجر رسالت دینے کے لیے نام نہیں بتایا۔نزول دو ہیں ایک نزول دفعی ہے جس میں کل قرآن نازل ہوئی ہے دوسرا نزول تدریجی حسب حوادث واقعات نازل ہوئی ہے جیسے بدر احد واحزاب کی جنگوں کے بارے میں نازل ہوئی،لیکن ہر بات کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ اس واقعہ کی وجہ سے نازل ہوئی ہے جن آیات کا شان نزول بتایا ہے یہ شان نزول کذب کے شواہد

قرآنی نا قابل رد ہے اگر یہ وقوع نہ ہوتا تو یہ آیت نازل نہ ہوتی ایسا نہیں بلکہ ایک ایک کی شان نزول کی سینکڑوں مناسبات ہیں۔قرآن شخصیات سے مربوط نہیں ایک نظام کل عامی ہے اس سے بعض مفسرین نے جہاں جہاں جس آیت سے ان کا مطلب نکلتا ہے اس کو انہوں نے شان نزول بنایا جیسے مائدہ۳۔۵۵۔۶۷،مجادلہ کی آیت۱۲آیہ نجوی کو انہوں نے امیر المومنین سے جوڑ اولو آیت میں ایک سادہ واقعہ کا بیان کیوں نہ ہوان کے پاس سوائے ان کے خود گھڑی روایت کے اور کوئی دلیل نہیں۔

مناصب اجتماعی وسیاسی انسان دوقسم کے ہیں ایک من اللہ ہوتا ہے وہ انبیاء مرسلین ہے وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی شخصیت کو جاننے والے فوراً ادعوی کو قبول کریں کوئی ثبوت خود پیش نہیں کر سکتے ہیں لہذا اللہ ان کو کوئی سی نشانیاں دیتے ہیں جو کسی اور کے لیے ممکن نہیں اس نشانی کوانہوں نے معجزہ کہا ہے معجزہ کے نام پر کردو منصب جعلی افتراق اختلاف کر کے ضد اسلام جعل کیے ہیں ایک کا نام امامت رکھا ہے دوسرے کا نام اولیاء رکھا۔

۱۔نزول قرآن

۲۔اصل قرآن علی نے جمع کیا ہے

۳۔قراۃ القرآن کی قرائت ایک نہیں ہے اور بھی ہیں

۴۔مصاحف

۵۔ناسخ ومنسوخ القرآن

۶۔محکم متشابہ

۱۔ قرآن کریم کل محکم ہے﴿ **كِتابٌ أُحْكِمَتْ آياتُهُ ثُمَّ فُصِّلَت** ﴾

۲۔تمام قرآن متشابہ ہے

۳۔بعض محکم بعض متشابہ ہیں لیکن وہ نہیں جانتے ہیں وہ تسلیم کرتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے آیات قرآن تمام یکنواخت نہیں بلکہ آیات متشابہات بھی ہیں جن کا معنی صرف راسخون فی العلم جانتے ہیں

۱۲۔القرآن مکی ومدنی

یکے از معارضات معارضین قرآن قصہ جمع قرآن ہے یعنی قرآن کی موجود ترتیب خلیفہ اول کو جاتی ہے۔خلیفہ اول نے جمع قرآن کے موقع پر بعض حافظین قرآن کو شامل نہیں کیا تھا تفسیر البیان خوئی جمع قرآن پر ناقدین جمع کے خدشات یوں بیان کیا ہے آیات مکتوب کو دو محافظ کی تصدیق سے ثبت کیا تھا یہ حضرات کتنا دقت کریں گے ان سے

آیات چھٹ گئے ہونگے یہ ان کی خدشات شکیات برقرآن تھے یہاں سے تحریف درنقص قرآن کے خدشات کوتقویت ملیں۔

علوم قرآن میں سے ایک جمع قرآن سے متعلق ہے قرآن کریم کی موجودہ جمع کس نے کیسے جمع کیا ہے اس بارے میں دورائے پائے جاتے ہیں۔

ایک رائے عامۃ مسلمین من اول اسلام الی یومنا ھذا یہ ہے یہ جمع جس طرح سے رسول اللہ نے جبرائیل سے لیا ہے اسی طرح جبرئیل نے لوح محفوظ سے لیا ہے یہ سب حکم اللہ کے تحت کیا تھا اسی طرح سے جمع ہے دوسرا جمع بقول منافقین سرکار ہے اسمیں بہت سی نقائص معائیب پائے جاتے ہیں۔

اما پہلی رائے کچھ اس طرح سے ہے نبی کریم مدینہ پہنچنے کے بعد دوگروہ کو قرآن کے بارے میں مسئولیت دیا ایک گروہ کتابت آیات قرآن پر موکل کیا جس کی ذمہ داری مسئولیت سرپرستی زید بن ثابت کو دیا دوسرا گروہ قرآن کو حفظ کرنے والے وہ حفظ کریں اس میں زیادہ لوگ تھے جو کتابت اور حفظ قرآن رسول کی طرف سے سوپا گیا تھا۔ وہ ترتیب نزولی کے تحت نہیں تھے بلکہ ترتیب کتاب جو قبل از نزول لوح محفوظ میں تھے اس ترتیب کو جبرائیل نے حضرت محمد کو بتایا حضرت محمد نے حافظان اور کاتبان کو بتایا جب جنگ یمامہ میں بہت سے حفاظ قتل ہوئے تھے تو عمر بن خطاب کی تجویز یا اصرار پر ابوبکر نے زید بن ثابت کو بلا کر یہ مسئولیت ان کو دی جہاں جن جن کے پاس آیات لکھی ہوئی تھیں ان کو جمع کیا اور جنہوں نے حفظ صدور کیا تھا ایک دوسرے کی توثیق تصدیق کی کاتبین سے حافظین کی اور حافظین سے کاتبین کی تصدیق کرنے کے بعد ایک کتاب کی صورت میں جمع کیا ابوبکر نے اپنے پاس رکھا ابوبکر کی وفات کے بعد عمر کے پاس رکھا عمر کی وفات کے موقع پر حفصہ کے پاس رکھا فتوحات کے بعد عثمان کے دور میں اقالیم میں اختلافی قرائت کی مہم شروع ہوا تو اصحاب کی شکایت پر عثمان نے حفصہ کے پاس قرآن کو لے کر اس کے نسخے بنائے اس کو دیگر علاقوں میں بھیجا۔

جمع قرآن کی روایات مضطرب متضاد متہافت ہیں جمع قرآن از خود قرآن کی آیات سے استناد ہونا چاہیے۔

۱۔ خود کلمۃ قرآن بتاتے ہیں قرآن پہلے سے جمع شدہ سے نازل ہوا ہے چنانچہ ان آیات میں آیا ہے انعام ۱۹، طہ ۲، نحل ۱۶، انسان ۲۲، اسراء ۶ دل پیغمبر میں قرآن جمع شدہ تلاوت کرتے تھے۔

۲۔ وہ آیات جن میں کلمۃ کتاب آیا ہے کتاب نہیں کہتے ہیں جب تک صورت جمعی نہ ہو قرآن بصورت کتاب نازل ہوئی ہے ج بقرہ ۱۹، نساء ۱۱۳، مائدہ ۱۵، ھود ا نحل ۱۹۔

قرآن بصورت جمع نازل ہوا ہے قیامت ۱۷۔۱۸، اسراء ۱۰۶، سورہ علق ۱، مائدہ ۲۷، ال عمران ۱۰۸۔

﴿إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيراً وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾شعراء۲۲۷ کی جوتفسیر بیان کی ہے اس بارے میں دومفروضوں میں سے ایک کاانتخاب کرنا ہوگا جمع قرآن وحی کے مطابق رسول نے ازخود کئے تھے جیسا کہ عامۃ مسلمین کاعقیدہ ہے ۔۲ یا یہ جمع بقول آقایان جمع سرکاری ہے

۲۔علم قرائت،قراء کی متعدد قرائت ہیں

دراسات فی القرآن الکریم تالیف علی محمد آصفی ص ۲۱۴

قرآت قرآن جومنقول ہیں انکی کتنی اقسام ہیں،اس میں اختلاف پایا جاتا ہے:

۱۔ بعض نے کہاہے قرآت عشرۃ تواتر سے ثابت ہیں، یہ قول شاذ ہے۔

۲۔ بعض نے قرأت سبعہ نافع ابن عاصم حمزہ کسانی ابوشمرو۔۔ابن عامر

۳۔ تواتر قراۃ

۴۔ قرأت دوقسم کی ہیں کہ تواتر غیرتواتر

۵۔ قرات بطورکلی منقسم ہیں،ضعیف،شاذ باطلہ

تقسیم آیات بمکی ومدنی،آیات قرآن کانزول تدریجی ہے جو۲۳سال میں مکمل ہواہے لھذاایک حصہ دور رسالت مکہ میں نازل ہوااورایک دوررسالت مدنیہ میں نازل ہواہےلیکن اس نقطہ کواپنے مقاصدشوم کیلئے استعمال کرنا منطق کےساتھ نہیں بنتاہے۔

قرآن کریم کی قرأت کے بارے میں بعض نے سات بعض بیس کی حدتک قرأت بنایاہے،اکثروبیشتراس کی توثیق کیلئے تفاسیرلکھی ہیں تاکہ ثابت کریں اختلاف قرأت اپنی جگہ ایک حقیقت ہے۔کتاب التمہید فی علوم القرآن محمد ہادی معرفت ج۲ص۶۷پرلکھتے ہیں’’**قرأت احاد لا تواتر بر فرض تسلیم قرب ..و انتهاء اسناد باصحاب**‘‘یہ اسناد احادہےتواترنہیں۔

۱۔چنانچہ قاری عبداللہ بن عامر۔اقراء میں سب سے زیادہ قریب العھدقاری ہے متوفی ۱۲۰ھ ہےان کی قرأت عبداللہ بن سائب،مجاہدبن جبیر،درباس مولی ابن عباس سے ملتے ہیں۔

۲۔عاصم بن ابی النجوداالکوفی تیسرے قاری ہیں متوفی ۱۲۸ھ ان کااستناددوسے ہیں۔ابوعبدالرحمٰن سلمی وزری بن جیش۔

۳۔سب سے بعید کسائی متوفی ۱۸۹ھ ان کی تین اسناد ہیں،حمزہ بن حبیب،عیسی بن عمر،محمد بن ابی یعلی۔کیا تواتر ان تین سے ثابت ہوتا ہے؟

البیان فی تفسیر القرآن ص ۱۶۵ پر آیا ہے۔آقای خوئی نے لکھا ہے اکثر محققین کا کہنا ہے قراۃ میں تواتر نہیں ہے،مسلمان متفق ہیں قراۃ متواتر ہے۔آقای خوئی لکھتے ہیں ہمارا نظریہ ہے تواتر نہیں ہے جس کے چند شواھد ہیں۔

۱۔ اہل راوۃ سے اندازہ ہوتا ہے اخبار طریق احاد ہے۔

۲۔ بعض قراء نے جن سے لیا انھوں نے احاد سے لیا ہے۔

۳۔ ہر قراء اپنے غیر کی قراء کو نص کرتے ہیں۔

بعض محققین علماء حدیث ورجال نے قراء قرآن کو نا قابل توثیق گردانا ہے بعض نے شعوبین کی سازش گردانا ہے قراء تبع تابعین میں سے تھے قرآن کریم میں کثیر تعداد اصحاب کی حرکتوں سازشوں سے کشف نقاب کیے ہیں مسلمانوں کو ان کی سازشوں سے آگاہ کیا سورہ بقرہ میں متقین کی تعریف میں پانچ آیات،کافر کی دو آیات اور منافقین کی تعریف میں ۱۳ آیات میں آئی ہیں بقرہ نساء احزاب طلاق جمعہ میں اصحاب رسول میں منافقین کی تکرار سے شکایت آئی اس طرح ان کی بھی شکایت آئی ہیں جب عہد رسالت کے قریب والوں کا یہ حشر ہو تو تابعین تبع تابعین کا کیا ہوگا۔امت اسلامیہ کو بعض صحابہ پر شکوک وشبہات ہیں۔ان سے زیادہ تابعین پر چہ جائیکہ تابعین تبع تابعین۔انکو اصول رجال سے گزارے بغیر ایک اصل مسلم گرداننا بلا دلیل ہے ہر آیت میں اختلاف قراء کو پیش کرنے والے مفسر اپنی جگہ مشکوک ومخدوش ہے۔

۴ قرآن کریم میں آیات منسوخہ

قرآن کریم آسمانی کتب میں سے کتاب خالد ودائم کتاب ہے آیات کثیرہ میں اللہ سبحانہ نے اس کتاب کو ہر قسم کی تحریف تغیر تبدیل حتیٰ منسوخیت آیات کی نفی کی ہے لیکن بعض نے جن کی آنکھوں میں یہ کتاب خار رہا ہے ان کا اصرار تکرار ہے کہ وہ اس میں جہاں تک ممکن ہو آیات منسوخہ پیش کریں۔صاحب کتاب البیان فی تفسیر القرآن آیت اللہ خوئی نے قرآن میں آیات منسوخہ ہونے کے مفروضے کی نفی کرتے ہوئے لکھا ہے بعض مفسرین افراط کرتے ہوئے بہت سی آیات کو منسوخ کیا لیکن قرآن میں کوئی آیت منسوخ نہیں سوائے ایک آیت وہ سورہ مجادلہ کی آیت ۱۲ آیت نجویٰ ہے اس آیت میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ رسول اکرم سے گفتگو کرنے سے پہلے صدقہ دیا کرو۔یہ آیت منسوخ علی کی شان کو بتانے کے لیے بتائی گئی ہے جو کہ غلط ہے نجوی بے مقصد اپنی بڑائی دکھانے کے لیے کرنے والی باتوں کو کہتے ہیں مدینہ میں بعض افراد اپنی قربت دکھانے کے لیے کوئی راز جیسی بات کرنے کے لیے آپ کے کان میں سرگوشی کرتے تھے ان کے لئے آئی

ہے علی تو ایسا نہیں کرتے ہیں ان کی شان میں کیوں آئی ہے یہ آیت کسی کی شان کے لئے نہیں بلکہ منع عمل کے لئے آئی ہے اس آیت کو منسوخ بتانا شاید آپ کی مجبوری ہو البتہ آیت میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔آیئے دیکھتے ہیں نجوی کتنی آیات میں آیا ہے۔

﴿ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ ﴾ مجادلہ۱۲

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ ﴾ مجادلہ۹ ﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ﴾ مجادلہ۸

﴿ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَى ﴾ بنی اسرائیل ۴۷

﴿ لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ﴾ نساء۱۱۴

﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ ﴾ توبہ۷۸

﴿لَاهِيَةً قُلُوبُهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى ﴾ انبیاء۳

آیات قرآن کیوں منسوخ ہو جائیں

کوئی بھی چیز یا حکم منسوخ ہونے کے لئے اسباب وجوہ ہوتے ہیں ان کا کہنا ہے نسخ شریعت سابقہ ادیان میں بھی پایا جاتا ہے رقت الشمس الفلق چونکہ سورج ہمیشہ دائم روشن تھے وہ نئی جگہ کو روشنی دیتا ہے پرانی جگہ تاریک چھوڑتا ہے اسی طرح حکم کی ضرورت بھی وقت آنے پر ختم ہو جاتی ہے جیسے سردی میں وسائل گرم کی ضرورت پڑتی ہے جونہی گرمی آجائے اس کی ضرورت ختم ہو جاتی ہے اس طرح گرمی میں سردی آنے سے ختم ہو جاتی ہیں۔

دین وشریعت میں، ایمانیات میں کسی بھی صورت نسخ امکان پذیر نہیں ہے احکام شریعہ میں نسخ احکام اختتام مدت کے بعد رفع ہوتا ہے اس کو نسخ بھی کہتے ہیں جیسے اوامر ونواہی امتحانی مدت کے بعد خود بخود ختم ہوتا ہے چنانچہ حکم قبلہ بیت المقدس خاص مدت کے لئے تھا۔آغائے خوئی نے البیان فی التفسیر القرآن ۲۹۵ میں ناسخ ومنسوخ قرآن کی تین صورتیں بتائی ہیں۔

۱۔النسخ التلاوۃ دون الحکم اس کے لئے مثال آیہ رجم کا نسخ تلاوۃ ہے حکم رجم باقی ہے۔

۲۔حکم اور تلاوۃ دونوں منسوخ ہو جائیں۔

۳۔حکم نسخ ہوا تلاوۃ نسخ نہیں ہوئی ہے۔یہ موضوع علوم قرآن میں بڑے آب وتاب سے چل رہا ہے اسپر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔

حکم الثابت فی القرآن کے نسخ کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔حکم قرآن خود قرآن سے نسخ ہوا ہے۔

۲۔حکم قرآن سنت متواتر سے نسخ، حکم قرآن جماع سے نسخ، آئمہ معصوم سے نسخ صادر ہوا آغائے خوئی کے مطابق اس قسم کے نسخ ہونے سے کسی قسم کا اشکال عقلاً نہیں وارد ہوتا۔

۳۔حکم قرآن از قرآن سے نسخ اس میں بھی اشکال نہیں اسکی مثال آیہ نجو سے دیتے ہیں ایک حکم ثابت قرآن کو ایک اور آیت سے تنافر اختلاف دیکھ کر نسخ کا حکم خود سے جاری کیا ہے یہ قرآن پر الزام ہے یہ نساء ۸۲﴿وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِندِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا۟ فِيهِ اخۡتِلَافًا كَثِيرًا﴾ کے مطلب کو غلط ثابت کرنے کی سازش ہے۔قرآن میں آیات منسوخہ بنانے اور اس کو ثابت کرنے والوں کی ترتیبی فہرست کتاب التمھید ج ۲ ص ۲۶۶ ان کے مطابق کچھ کے نام یہ ہیں۔

۱۔ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الاصم المسمی اصحاب امام صادق الرسالہ فی ناسخ والمنسوخ

۲۔اصحاب امام رضا دارم بن جہینہ التقمی الداری واحمد بن محمد بن علی القمی والحسن بن علی بن فعال

۳۔مفسر امامی کبیر علی بن ابراہیم القمی ناسخ اوالمنسوخ

۴۔محمد بن عباس امعروف ابن حجام

۵۔ابوعبید القاسم بن سلام

۴۔منسوخیت قرآن

علوم قرآن میں ایک موضوع نسخ قرآن ہے کہ کچھ احکامات شروع میں نازل ہوئے جو بعد میں تبدیل کر دیے گئے اور ناسخ ومنسوخ کی بحث چلتی ہے جس کی تفصیل نیچے دی جا رہی ہے۔

قرآن میں نسخ

قرآن کریم کو معطل ومتروک قرار دینے کے لئے کئے گئے دوسری منصوبہ بندی نسخ آیات قرآن ہیں چنانچہ کثیر آیات کو منسوخ قرار دیا ہے امام خوئی نے اپنی کتاب البیان فی التفسیر القرآن میں ابوبکر نحاس کی تالیف ناسخ ومنسوخ سے ایک سو اٹھتیس آیات کا ذکر کیا ہے نسخ کا معنی لغت میں نسخہ گیری کو کہتے ہیں کاپی کرنے کے ہیں نقل کرنے کو جو سابق زمانے میں تھے اور بعد میں طباعت آئی ہے بعض نے نسخ کا اصل معنی ایک کو زائل کر کے دوسری کو اس کی جگہ لانے کے ہیں پھر کبھی اس سے صرف ازالہ کے معنی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ سورہ حج آیت ۔۵۲ میں آیا ہے﴿وَ ما أَرۡسَلۡنا مِنۡ قَبۡلِکَ مِنۡ رَسُولٍ وَ لا نَبِیٍّ إِلاَّ إِذا تَمَنَّی أَلۡقَی الشَّیۡطانُ فی أُمۡنِیَّتِهِ فَیَنۡسَخُ اللَّهُ ما یُلۡقِی الشَّیۡطانُ ثُمَّ یُحۡکِمُ اللَّهُ

آیاتِہِ وَ اللّٰہُ عَلیمٌ حَکیمٌ ﴾ تو جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے قرآن میں آیت منسوخ ہونے کا معنی یعنی ازالہ حکم لیا ہے انھوں نے عام کو تخصیص دینے اور مطلق کو تقیید دینے کو نسخ کہا ہے اصطلاح مفسرین میں نسخ ایک حکم ثابت شدہ کے مدت کو ختم ہونے کی وجہ سے حکم کے رفع ہونے کو نسخ کہا ہے نسخ حکم میں دو چیزیں ہیں ایک حکم نسخ تکلیفی ہے ۲ حکم نسخ وضعی ہے یہاں یعنی جو چیز اللہ نے جو آیت حامل حکم کو ایک زمانہ تک کے بعد اس کو اٹھایا ہے اس کو نسخ قرآن کہا ہے نسخ قرآن کی چند صورتیں ہیں

۱۔ایک دفعہ تلاوت ہی ختم ہے وہ نسخ ہوا ہے آیت ہی قرآن میں نہیں ہے

۲۔ایک دفعہ آیت قرآن میں ہے لیکن حکم منسوخ ہوا ہے اس میں جائے شک نہیں احکام شرائع سابقہ میں سے حکم قرآن کی توسط سے نسخ ہوا ہے بحث اس میں ہے کہ حکم قرآن کو نسخ ہونا ایک اور آیت کے ذریعے یا حکم سنت رسول کے ذریعے سے نسخ ہو جائے

۳۔عقل کے ذریعے نسخ ہو جائے

۴۔اجماع کے ذریعے۔

۴۔قرآن میں ایک سلسلہ آیات اکل بالباطل سے منع کیا ہے کسی کے مال پر جبری قبضہ مت کرو اس کو مجبور کر کے مال مت کھینچو سرقت مت کرو ہر قسم کی سرقت حرام ہے ان محرمات کا ارتکاب مرتکبین کو اگر دنیا میں سزا دیا جاتا تو مال کتنا پھیلتا تاہم مسلمانوں کے مال غیر مسلمین کی نسبت بہت محفوظ نظر آئیں گے۔

۵۔انسان کس چیز کا مالک ہوتا ہے کب مالک ہوتا ہے جس چیز میں انسان نے پسینہ نہیں ڈالا ہے جدوجہد صرف نہیں کی ہے اس میں وہ مالک نہیں ہے احادیث کیسے قرآن کے برابر ہو سکتا ہے جس شخص یا لوگوں نے حدیث کو قاضی کہا ہے وہ ظالم ہیں وہ غالی ہیں حدیث کی عنصر حدیث کی تاریخ اس بات کو دوٹوک الفاظ میں رد کرتے ہیں آیئے دیکھتے ہیں

۔احدیث ایک خبر ہے خبر پر احتمال صدق و کذب برابر ہوتا ہے جب تک کوئی ترجیح نہ ہو یک طرفہ صدق یا کذب کا فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں

۲۔حدیث بالاتفاق علماء حدیث اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ نے نہیں لیا ہے جو لوگ یہ کہتا ہے اس کی مثال وہ پیاز کھانے والے انسان کی مثال ہے وہ کہتا ہم نے پیاز نہیں کھائی ہے یا کہے ہم نے شراب نہیں پی ہے اس کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے جھوٹ بولنے والے کہتے ہیں ہم نے جھوٹ نہیں بولے ہیں وہی وہ جھوٹ بولتا ہے

۔۳۔حدیث کی ضمانت اللہ نے نہیں لی ہے اس کی دلیل مجامع احادیث میں صحیح حدیث کی نسبت جھوٹی احادیث کی کثرت

دلیل ہے جیسا کہ صاحب بخاری صاحب مسند احمد نے خود لکھا ہے انھوں نے یہ احادیث کئی لاکھ سے چھانٹی کی ہیں۔
۴۔احادیث جن لوگوں سے جمع کی ہیں ان میں حدیث جعل کرنے والوں کے نام اور تعداد تاریخ میں کتب حدیث میں میں ثبت ہے
۵۔احادیث آسانی سے تصدیق نہ ہونے کا ایک ثبوت بہت سے لوگوں نے احادیث نقل کی ہیں احادیث نقل کرنے کے لئے کوئی معیار نہیں رکھا ہے جس کے پاس ایک حدیث تھی وہ بھی محدث بنے ہیں تو وہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مسلمان کے پاس ایک حدیث بھی نہ ہو
۔۶۔بعض محدثین جیسے ابن حیان جس نے ثقات لکھی ہے اپنے دور میں متھم تھے آمودی خلاف شریعت افعال کا مرتکب ہونے کی وجہ سے لوگوں نے شہر بدر کیا ہے
۔۷۔احادیث کو جمع کرنے والوں میں بہت سے ایسے افراد ہیں جنھوں نے خلفاء کے لئے سب وشتم کی ہے ان میں مشھور ابن عقدہ وغیرہ ہے
۸۔احادیث میں جعل احادیث میں حیر پھیر کے بڑھتے ہوئے حالات کی وجہ سے علم رجال لکھنے کی ضرورت پیش آئی علم رجال دلیل ہے کہ احادیث نقل کرنے والوں میں اچھے برے دونوں تھے اچھے اور برے میں تمیز کرنے کے لئے علم رجال لکھی ہے
۔۹۔علم رجال آنے کے بعد لوگ سند دینے سے ڈرتے تھے کہیں وہ فاش نہ ہوجائیں جب ان سے پوچھتے تھے کہ آپ نے اس کی سند نہیں دی تو انھوں نے کہا کہ ہم نے معتبر لوگوں سے پوچھ کے لکھی ہے لہذا آپ کسی بھی شخص کا نام لیکر پڑھ سکتے ہیں۔
احادیث میں جب سند کی ضرورت پیش آئی تو سند کی چھان بین کرنا شروع ہوئی اس دن سے انھوں نے پہلے اور آخری راوی کو معتبر ثقہ کا نام لیا بیچ میں ضعیف مجھول الحال یا کوئی ان پڑھ جن کا نام ہے ہی نہیں ان سے پر کیا احادیث کا اکثر و بیشتر حصہ بہت سے مجامع احادیث کی حدیثوں کے راویوں کے نام علم رجال میں نہیں ہے۔

ناسخ ومنسوخ

تفسیر قرآن میں ایک مشکلہ ناسخ ومنسوخ ہے بعض کا کہنا ہے قرآن میں آیات منسوخہ نہیں ہیں اس کے بالمقابل میں بعض نے بہت سی آیات منسوخہ کی نشاندہی کی ہے ان دونوں کے درمیان مین بعض نے اگر مگر لگا کر چند صورتیں بنائی ہیں سب سے زیادہ خطرناک صورت حال حدیث سے آیت منسوخ کرنے کا تصور ہے کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۲۹۷ پر لکھتے

ہیں نسخ کے معنی ازالہ ونقل ہے نسخت الشّمس الضلہ سورج کا سایہ ختم ہوا نسخت الکتاب یعنی ہم نے اس کی نقل اتاری ہے قرآن میں اس معنی میں سورہ جاثیہ کی آیت ۲۹ کا ذکر آیا ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ چند بار آیا ہے من جملہ سورہ اعراف آیت ۱۵۴ سورہ حج آیت ۵۲ میں آئی ہے اصطلاح مفسرین میں نسخ یعنی دلیل شرعی سے ثابت چیز کو دوسری دلیل شرعی سے زائل کرنے کو کہتے ہیں عام محاورے میں عام سوچ میں اپنے نظرئے میں تبدیلی آنے سے ہوتا ہے لیکن دین میں یہ حکم اس مدت تک کے لئے تھا اللہ پہلے سے جانتا تھا زائل نہیں کیا شریعت میں نسخ سے ایک حکم شرعی کی مدت ختم ہونے کو کہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ حکم ہمیشہ جاری رہے گا لیکن اللہ جانتا ہے یہ حکم اسی مدت تک جاری رہے گی تو ہمارے حوالے سے یہ حکم بدل گیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے اس کا دورانیہ ختم ہوا ہے حافظ عبدالبر دنے یحیٰ بن اکثم سے نقل کیا ہے تمام علوم میں ایک علم جو علماء کے لئے سب سے زیادہ واجب ہے متعلمین کو اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ ہونا چاہئے وہ علم قرآن میں ناسخ ومنسوخ کا علم ہونا ضروری ہے ناسخ کو لینا واجب اور اس پر عمل کرنا دیانت کا ثبوت ہے ناسخ ومنسوخ والوں نے شریعت میں احکام منسوخ ہونے کا فلسفہ حکمت بیان کی ہے منسوخ ہونا بہت بڑا فلسفہ ہے۔ ا۔ سب سے بڑا فلسفہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی مالکیت کا اعتراف ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو وہ سمجھتا ہے حکم کرتا ہے ۲۔ کمال عبودیت کا اظہار ہے گویا بندہ اللہ کے نئے حکم کے انتظار میں رہتا ہے جس شکل وصورت میں حکم آتا ہے وہ اپنی اطاعت وبندگی کا اظہار کرتے ہیں کمال خضوع وخشوع کے انعقاد کا مظاہرہ کرتے ہیں ۳۔ بندے کی آزاد خیال آزادمردی کا امتحان لینا ہے تاکہ پتہ چلے کون سرکش ہیں؟ کون مطاع ہیں؟ کون اھل اطاعت ہے اور کون اھل عناد ہیں دنیا دار امتحان ہے سونا آگ میں لگا کے تجربہ کرتا ہے بندہ امتحان وآزمائش میں لگا کر امتحان لیتا ہے۔ ۴۔ اس کا اظہار کرنا ہے کہ بندے کے لیے احکامات اس کی طاقت کے برابر ہیں یا نہیں؟ اگر طاقت سے مافوق ہے تو حکم اٹھائے گا ۔۵۔ بندوں سے مشقتی چیزیں اٹھانا ہے مصلحت عامہ کا حیال رکھنا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۶ میں آیا ہے۔ ۶۔ ضعفاء کو کمزوروں کو عسر وحرج سے یسر میں منتقل کرنا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ کسی حکم کا منسوخ ہونا عقل قیاس اجتھاد سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ منسوخ صرف دلیل نقل سے ثابت ہوتا ہے منسوخ ثابت ہونے کے چند طریقے ہیں۔ ا۔ اصحاب سے بطور نقل صحیح منقول ہو کیونکہ نسخ کا دور پیغمبر کے دور تک محدود ہے نسخ ایک حکم وحی کو نسخ کرنا ہے تو وحی ہی سے نسخ ہوتی ہے چنانچہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ میرے بس میں نہیں کہ میں ایک حکم کو تبدیل کروں سورہ یونس آیت ۱۵ ۲۔ شخص راوی تاریخ نسخ کو نقل کرے کہ میں نے فلاں فلاں موقع پر پیغمبر سے سنا تھا نسخ ہونے کے بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ نسخ کیسے ہوتا تھا امام بخاری سورہ توبہ کی آیت ۸۱ کی تلاوت وتفسیر کر رہے تھے عبداللہ بن ابیہ

بن سلول ان کا بیٹا پیغمبر کے پاس آیا پیغمبرص سے ان کا قمیص مانگا جس میں عبداللہ کو کفن کرے پیغمبر نے قمیص ان کو دیا پھر عبداللہ نے آپ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی پیغمبر اُٹھے عبداللہ کی نماز جنازہ کے لئے تو عمر اپنی جگہ سے اٹھے اور پیغمبر کے لباس کو پکڑا اور کہا آپ کس پر نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپکو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے تو پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ اس پر استغفار کریں یا نہ کریں یا ستر بار استغفار کریں میں بخشوں گا نہیں تو میں ستر سے زائد بار استغفار کروں گا عمر نے کہا کہ وہ منافق ہے پیغمبر نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تو اللہ نے یہ آیت سورہ توبہ ۸۴ نازل کی یہ آیت آنے کے بعد پہلے جو نماز پڑھنے کے اختیار تھے وہ منسوخ ہوئے صاحب اصول تفسیر نے قرآن کریم کی جن سوروں میں ناسخ و منسوخ نہیں ان کی تعداد ۴۳ بتائی ہے جن میں آیات ناسخ ہیں منسوخ نہیں وہ ۶ سورے بتائے ہیں اور جن میں منسوخ ہے ناسخ نہیں وہ ۴۰ سورے بتائے ہیں اور جس میں ناسخ منسوخ دونوں نہیں ان کی تعداد ۲۵ بتائی ہیں اب شخص مفسر کے لئے ان تمام کا علم ہونا ضروری ہے حکم کس سے منسوخ ہونا ہے نسخ وحی کے ذریعے ہے اور کوئی چیز نہیں سورہ یونس آیت ۱۴

پیغمبر نے فرمایا میں حکم نہیں بدل سکتا ہوں پیغمبر وحی کے ذریعے حکم بدلتے ہیں انھوں نے کہا وحی دو قسم کی ہوتی ہیں

۔۱۔ وحی متلو ہوتا ہے وہ قرآن ہے

۔۲۔ غیر متلو ہوتی ہے اس سے مراد جہاں پیغمبر کو تفوض ہوئی ہے کہ آپ اپنی طرف سے تعبیر کریں تو جب پیغمبر تعبیر کرتے ہیں تو وحی کی تعبیر کرتے ہیں وہ قرآن کے برابر ہیں اس کے لئے انھوں نے سورہ حشر آیت ۔۷ سورہ آلعمران آیت ۳۱ سے استناد کی ہیں قرآن حدیث سے نسخ ہونے کی دلیل اسی کتاب میں آئی ہے پیغمبر نے نماز میں سورہ مؤمنین پڑھی اور اس میں ایک آیت نہیں پڑھی نماز ختم کرنے کے بعد ان سے پوچھا کیا تم میں کوئی نہیں تھے کہ مجھے یاد دلائے صحابی نے کہا ہم نے سمجھا کہ یہ منسوخ ہوئی ہے تو پیغمبر نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو میں تمھیں خبر دیتا نقل از کتاب اصول سرخصی جلد ۲ ص ۷۵ اصحاب پیغمبر گا عقیدہ تھا کہ قرآن سنت سے نسخ ہوا ہے اس کی ایک اور مثال پیغمبر نے فرمایا لا وصیت للوارث نسخ کتاب البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۹۵ نسخ کا معنی استکتاب ہے استنساخ استنساخ نقل تحویل ازالہ لغت میں ایک امر حکم شریعت میں ثابت شدہ ہے اس کی مدت ختم ہونے کو کہتے ہیں چاہے وہ احکام تکلیفہ ہو یا احکام وضعیہ یا مناصب الٰہی پر یا ایسا امر ہو جس کی برگشت اللہ کی طرف ہو ہم نے کہا ایک حکم ثابت، ایک حکم ثابت سے رفع کرنے کو کہتے ہیں کبھی حکم موضوع ختم ہونے سے ختم ہوتا ہے جیسے رمضان ختم ہونے کے بعد روزے کا حکم ختم ہوتا ہے نماز پڑھنے کا وقت ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم ختم ہوتا ہے کسی شخص کی ملکیت اس کے مرنے کے بعد ختم ہوتا ہے اصل نسخ عقلائے مسلمین کے

نزدیک نسخ شریعت جائز ہے جب کہ یہود ونصاریٰ نے نسخ شریعت کومحال ناجائز قرار دیا ہے شریعت اسلام میں نسخ واقع ہوئی ہے جواحکام پہلے شریعتوں کا بقایا چل رہے تھے اس پر مسلمانوں نے عمل کیا تھا وہ اسلام میں نازل قرآن کے ذریعے منسوخ ہوا ہے جس کی مثال مسلمان بیت مقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ اس آیت کے تحت منسوخ ہوئے اس میں جائے شک وتردید نہیں لیکن بحث یہاں ہے قرآن کریم کی آیت میں ناسخ منسوخ ہے یا نہیں؟ اس میں بحث ہے بعض نے اس میں بہت سا غلو کیا ہے ابوبکر نحاس نے ایک کتاب ناسخ ومنسوخ تالیف کی ہے اس میں ۱۳۸ آیات منسوخ بیان کی ہیں آیت اللہ خوئی نے لکھا ہے ہم ۱۳۸ کومختصر کر کے صرف ۳۶ آیات کو اُٹھایا ہے اس پر بحث کی ہے جس ۳۶ آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں آیت اللہ خوئی نے مباحثہ کی ہے وہ سورہ مجادلہ کی آیت ۱۲ ہے اس میں پیغمبر سے سرگوشی کرنے پر صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یہ آیت اسی سورے کی آیت ۱۳ سے منسوخ کی ہے پھر آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں وارد روایات دونوں طرف سے مستفیض ہیں یہ حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت علی کے پاس صرف ایک دینار تھا اس کو درھم میں تبدیل کیا دس درھم ملے روزانہ ایک درھم دے کے پیغمبر سے سرگوشی فرماتے تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میری منقبت میں جس میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھے ان مناقب میں سے ایک دس درھم روزانہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرم سے مناجات کرتا تھا جس پر علی نے فرمایا اس آیت پر میرے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا ہے آقائے خوئی مرحوم کا یہ کہنا ہے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ کے علاوہ کوئی آیت منسوخ ہونا قابل ہضم نہیں لیکن چند نتائج اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں سامنے آتے ہیں اس کو بحث میں لانے کی ضرورت ہے یہاں سے اصل نسخ شریعت سے اس آیت تک بحث کرنے کی ضرورت ہے

۔ا۔نسخ شریعت قوانین میں گزشتہ زمان کے ساتھ تنسیخ وترمیم کی جواز اس لئے بنتے ہیں چونکہ بشر آئندہ آنے والے زمانے اورلوگوں کے مفاسد ومصالح سے جاھل ہوتا ہے ان کو پتہ نہیں ہوتا ہے غلطیوں کا انکشاف ہونے کے بعد اسے منسوخ کرتا ہے مسخ پے قانون بشر ضروری ہے نسخ نہ کرنا ایک ظلم وجبر ہے اما یہ صورت حال اللہ رب العزت کے بارے میں تصور بذات خود باطل ہے ناممکن ہے نقص در الوھیت آتا ہے

۲۔نسخ ادیان گزشتہ مسلمان سادہ زبان میں سرسری سادگی میں کہتے ہیں کہ نسخ شرائع ہوا ہے ایسا نہیں ہے دین کے دو حصے ہیں ایک اصول عقائد ہے ایمانیات ہیں وہ قابل تنسیخ نہیں تبدیل نہیں دوسرہ اعمال وافعال ہیں وہ اپنی جگہ دو قسم کے ہو تے ہیں ایک امھات ہوتی ہیں واجب کی بنیادیں محرمات کی بنیادیں یہ بھی قابل نسخ نہیں تبدیل نہیں۔

دوسرا ہنگامی حالات میں وقتی حالات میں امتحان وآزمائش کے لئے استقامت دکھانے کے لئے ہوتا ہے وہ اسباب ختم ہونے کے بعد اس کا حکم بھی ختم ہوتا ہے نسخ شرائع سے مراد اس قسم کے احکامات ہیں یہود ونصاریٰ جس چیز کی نسخ سے انکار کر رہا ہے وہ نسخ سے نہیں شریعت اسلام کو رد کرنے کے لئے کہتا ہے

۳۔نسخ نماز روزہ زکات گزشتہ شریعت میں موجود تھے چنانچہ پیغمبر اکرم ص مبعوث ہونے کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں حج کیے ہیں لیکن آپکے اوپر مستقل طور پر حکم واجب صلوۃ معراج کے بعد ہوئی ہے چنانچہ نماز آپ شریعت سابق کے تحت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھتے تھے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد قبلہ تبدیل ہوا حج وعمرہ سابق دور کے تحت آپ انجام دیتے تھے وجوب حج دس ھجری کو ہوا

۴۔ قرآن میں آیات منسوخ ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ قرآن کریم کی ان آیات سے منافی ہے اس قرآن میں کسی قسم کی نقص عیب تبدیلی آگے پیچھے سے نہیں آینگے اللہ کا یہ فرمان یہ آیت ''لایأ تیھا الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ'' اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن نہ اللہ کی طرف سے منسوخ ہونگے نہ کسی اور کی طرف سے اب آتے ہیں اس آیت کے بارے میں،۔ روایت کا یہ کہنا دس دن تک اس آیت پر حضرت علی کے سوا کسی اور نے اس پر عمل نہیں کیا یہاں سوال آتا ہے کسی اور نے عمل کیوں نہیں کیا چند مفروضے ہوتے ہیں

۱۔کسی کے پاس صدقہ دینے کی گنجائش نہیں تھی یہ مفروضہ غلط ہے اصحاب میں مھاجر وانصار دونوں صاحبان ثروت تھے

۲۔بخل کنجوسی مال سے محبت یہ مفروضہ بھی تاریخ مھاجرین وانصار کے تحت غلط ہے بے بنیاد ہے جن انصار نے اپنی تمام مایملک ہتھیلی میں رکھ کر مھاجرین کو پیش کیا ہو اللہ رسول کی خاطر سب کچھ ہتھیلی میں رکھ کر پیش کیا ہو ان کے پاس ایک درہم کی کیا حیثیت ہے

۳۔مھاجرین میں ابوبکر عثمان طلحہ زبیر جیسے شخصیات تھے جو ہمہ وقت پیغمبر کے فرمان پر سب کچھ بذل کرنے والے تھے ایک دفعہ پیغمبر نے انصار سے کہا کہ اس جنگ میں چندہ دے دیں ابوبکر نے کچھ مال لایا پیغمبر نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہو کہا اللہ اور اسکے رسول کو ابوبکر نے ۳۔۴ غلاموں کو مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کیا اپنی بیٹی عائشہ کا صداق ساڑھے چارسو بنتے تھے پیغمبر کو دیا آپ اس کو صداق میں دے دیں عثمان بن عفان نے جنگ تبوک میں لشکر اسلام کے نصف لشکر کے اخراجات برداشت کیے اب ان دونوں کے لئے ایک درھم کی کیا حیثیت رکھتے تھے

۴۔آیا تاریخ میں ملتا ہے کہ حضرت علی اس سے پہلے بار بار پیغمبر سے سرگوشی کرتے تھے

۵۔سرگوشی پر عائد پابندی کا کیا حکمت عملی تھے یہاں دو احتمال ہوتے ہیں

۱۔اس بہانے سے اغنیاء سے کچھ پیسے نکال کے فقراء کو دینا تھا فقراء کے حالات کو بہتر بنانا تھا جو کہ کامیاب نہیں ہوسکی یہ ہو بہو انجان لوگوں کے قوانین جیسا ہے اس پر عمل ہی نہیں ہوسکا

۲۔اغنیاء کو امتحان میں لانا تھا وہ بھی امتحان میں نہیں آئے

۶۔حضرت علی کی فضیلت کو اٹھانا تھا حضرت علی کی فضیلت کو اس نازک قانون کے ذریعے سے اٹھانا کیا منطق رکھتا ہے کیا پیغمبر سے نجویٰ کے لئے صدقہ دینا کیا خلیفہ مسلمین کے لئے بنیادی شرط ہے لہٰذا محسوس ہوتا ہے یہ قصہ ایسا ہے جھوٹ اتنا بولے کہ جھوٹ نکالنے والے پریشان ہوکر خود بیٹھ جائے یا ایسا ہے کہ ایک شخص نے لوگوں کو کسی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک جھوٹی خبر بنائی وہاں کوئی قیمتی چیز مفت میں دے رہا ہے لوگ جوق در جوق وہاں جانے لگے تو جھوٹ بولنے والے کے خود شک ہوگیا کہ کہیں وہاں تقسیم تو نہیں ہورہا خود بھی ان کے ساتھ چلا گیا غرض اسلام ومحمد ص سے قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے مذاہب وفرق کی مساعی غیر جمیلہ غیر حسینہ کامیاب ہوئی ہے اب دین اصحاب ائمہ سے شروع ہوتا ہے انھیں پر ختم ہوتا ہے قرآن ومحمد ص دونوں مھجور واقع ہوئے ہیں

کتاب اصول تفسیر وقواعد ص ۷۹

حدیث۔الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ لا یوشک ورجل شعبان علی اریکتہ۔کتاب سنن ابی داود جلد ۴ ص ۲۰۰ شمارہ ۴۶۰۴ راویاں

۱۔عبدالوھاب بن نجدہ کتاب تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۴۰۱ متوفی ۲۳۲ھ کو ثقہ قرار دیا ہے۔

۲۔ابو عمرو بن کثیر بن دینار کتاب تہذیب التہذیب میں ان کا ذکر نہیں آیا ہے۔

۳۔حریز بن عثمان کتاب تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۲۰۷ بعض نے حریز کو ثقہ قرار دیا ہے حافظ حدیث قرار دیا ہے لیکن ابن عمار نے کہا ہے کہ وہ علی کے سرسخت مخالف تھے حریز کہتے تھے کہ ہم علی سے محبت نہیں کرتے علی نے ہمارے آباواجداد کو قتل کیا ہے لوگوں سے کہتے تھے تمھارا امام ہمارا امام عمران بن غیث نے کہا میں نے حریز بن عثمان سے سنا کہ میں علی سے محبت نہیں کرتا ہوں حریز جب مکہ آیا تو کھل کے علی کو سب کرتا تھا۔

۴۔عبدالرحمن بن ابی عوف کتاب تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۲۲ عجلی نے شامی تابعی ثقہ کہا ہے ابن قطان نے ان کو مجھول الحال کہا ہے۔

۵۔مقدام بن معدیکرب کتاب تہذیب التہذیب میں مقداد ذکر ہے جلد ۱۰ ص ۲۵۵ انھوں نے پیغمبر سے نقل کیا ہے وہ ۸۷ھ کو وفات پائے ہیں صحابی رسول ہیں عن رسول اللہ یہ روایت امنی جگہ متن میں مخدوش درمخدوش ہونے

کے علاوہ ایک ایک راوی ابی عمرو بن کثیر کا نام ہی تھذ یب التھذ یب میں نہیں آیا ہے دوسر یعبد الرحمٰن بن ابی عوف کا نام مجھول الحال پایا ہے تیسرے حریز کا نام سب شاتم علی قرار پائیھیں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت کسی اعتقادی فقھی مسائل کا حل ہونا تو دور ہے بلکہ یہ قرآن کے ساتھ اھانت وجسارت ہے نبی کے ساتھ افتراء ہے

نسخ

نسخ یکی از اصول تفسیر قرآن علم آیات ناسخ ومنسوخ ہے یہاں چند مسائل پر بحث وگفتگو کرنے کی ضرورت ہے مسائل پر گفتگو کرنے سے پہلے خود کلمہ نسخ کا معنی واضح ہونا ضروری ہے کلمہ نسخ قرآن کریم کی چند آیات میں آئی ہے یک از آیات سورہ حج آیت ۵۲ سورہ جاثیہ آیت ۲۹ سورہ بقرہ آیت ۱۰۶ علماء لغت صاحب نسخ عمدۃ الحفاظ نے کہا ہے۔

النسخ :الازالۃ کسی چیز کا زائل ہونا ہے نسخت الریح اثر القوام ہوا نے قوم کی نشانی کو مٹایا وقیل زھو ازالۃ شئی بشئی ایک چیز کا دوسرے چیز سے زائل کرنے کو کہتے ہیں نسخت اسمش انکل وسورج نے سائے کو ختم کیا ہے والثیب الشباب پڑھانے جوانی کو ختم کیا ہے نسخ کی تین قسم کے ہیں:

۱۔ایک دفعہ موضوع حکم دونوں کو اٹھاتے ہیں:

۲۔ایک دفعہ موضوع کو اٹھاتے ہیں حکم باقی رکھتا ہے جیسے الشیخ والشیخہ اذا زینا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم شیخ و شیخہ کو جب وزراء کرے رحم کر۔

۳۔اس کا الٹا ہے حکم کو اٹھاتے ہیں لفظ کو رکھتے ہیں کلمہ نسخ ایک دفعہ ابطال اورازالے کے لئے آیا ہے ایک چیز بالکل ختم کر کے اٹھا کے اس جگہ جاگزین کرنے کو نسخ کہتے ہیں۔سورہ بقرہ ۱۰۶ اور سورہ حج آیت ۵۲ دونوں میں اس معنی میں آیا ہے۔

۲۔دوسری وہ چیز ہے اپنی جگہ کو اس سے نقل اٹھانا ہے اس کا فوٹو اٹھانا جیسے نسخہ گیری کہتے ہیں جسے ایک کتاب کی نقل لک کر یا آج کل فوٹو کاپی نکالتے ہیں نقل اتارنا اکثر علماء نے کہا ہے کلمہ نسخ وابطال اورازلے میں استعمال حقیقی دوسرے معنی نسخہ گیرری میں مجاز ہے۔

۳۔اما محمد بن علی علماء شافعی متوفی ۳۶۵ ھ انہوں نے کہا ہے اس کا برعکس صحیح ہے یعنی نسخہ گیری میں حقیقت ہے ابطال میں مجاز ہے۔تیسرا قول انھوں نے کہا ہے یہ مشترک لفظی ہے دونوں میں حقیقت ہے یہ بات عبدالرحمٰن بن احمد متوفی ۷۵۷ ھ اس نے کہا ہے یہ معنی لغوی ہوا امام اصطلاح میں رفع حکم شرعی بدلیل شرعی متاخر ایک حکم شرعی کو دوسرے دلیل شرعی کے ذریعے اٹھانا نسخ اپنی جگہ جائز ہے یا ناجائز کہتے ہیں عقل اجماع اہل شرائع کے تحت جائز ہے۔

امت اسلامی میں اس پر اتفاق ہے اس میں کسی نے اختلاف نہیں کی ہے اختلاف صرف ایک نے کی ہے وہ ہے محمد بن بحر اس نے کہا ہے نہیں ہے امام نسخ جائز ہے یا نہیں یہاں چند مفروضے ہیں:

ا۔نسخ درشرائع گزشتہ بعض گزشتہ شرائع میں احکامات تھے اس وقت اسی نبی کے ذریعے یا بعد میں آنے والے نبی کے ذریعے نسخ ہوا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ نے بعض احکامات توارات کو منسوخ کیا ہے جیسا کہ اس آیت ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم۔

۲۔شریعت اسلام میں نسخ ہے یا نہیں یہاں بھی کچھ ایسے مواقع ہیں جہاں نسخ ہوا ہے جیسے نسخ قبلہ پہلے نماز بیت المقدس کی طرح پڑھتے تھے بعد میں سورہ بقرہ آیت ۱۴۳ کے تحت بیت المقدس میں منسوخ ہوا قبلہ کعبہ کی طرف موڑ لیا یا وصیت والدین سورہ بقرہ آیت ۱۸۰ سورہ نساء کی آیت ۷ تا ۱۲ کے ذریعہ نسخ ہوا ہے۔

۳۔تیسری بحث معرکہ آڑا زءجو ہے یہاں ہے وہ ہے وہ حکم جو قرآن سے ثابت ہے وہ حدیث سے نسخ ہوتا ہے یا نہیں بحث اس میں ہے سلفین اور اہل حدیث یا اخباری نے یا کلی طور پر اصول فقہ والوں نے کہا ہے آیات حدیث سے نسخ ہوتی ہے انہوں نے اس کے لئے ایک فلسفہ تراشی بھی کی ہے شریعت اسلام کی بنیاد مصلح عباد پر مبنی ہے مصالح عباد زمان ومکان کے حوالے سے مختلف ہوتے ہیں جو مصلحت عوام کی دور رسالت دور نزول قرآن میں تھا وہ دوسو سال تین سوسال کے بعد وہ مصلحت ختم ہوا ہے۔

اب نئی مصلحت کے متقاضی ہے اس فلسفے کو تسلیم کرنے کے بعد فقہ اور اصول فقہ بنانے والوں کو دلیل کو تقویت ملی ہے اور خاص کر مغرب جو کہتا ہے کہ وہ شریعت پرانی ہے مصلحت بدل گئی ہے لہٰذا قانون وضعی قانون اسلام کے جگہ جاگزین کرنا ضروری ہے اس صورت میں کوئی بھی شخص فلسفہ تراشی کر کے اس کو عقلی کہہ کر عقل سے نسخ کر سکتے ہیں۔داعیان نسخ اور خاص کر نسخ قرآن حدیث کے ذریعے کرنے کو انھوں نے حکمت سے جوڑا ہے کہا ہے شریعت کے احکامات حکمت پر مبنی ہے اور حکمت شریعت بندوں کی آزمائش وامتحان پر مبنی ہے نسخ شریعت ایک قسم کی امتحان وآزمائش ہے امتحان وآزمائش کا سلسلہ باقی رہنا چاہیے لہٰذا نسخ جاری رہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے یہ بحث تفسیر آیات احکام محمد علی سیاسی عبد الطیف سبکی ج اص ۷۰ ہے۔

نسخ احکامت قرآن ابی بکر احمد بن علی رازی حصاص متوفی ۲۷۰ ج اص ۷۰ پر لکھتے ہیں ابوبکر نے کہا ہے بعض متاخرین علماء جو اہل فقہی نہیں ہے انھوں نے کہا ہے کہ شریعت محمد میں نسخ نہیں ہے جتنے بھی نسخ کے بارے میں باتیں آئی ہے اس سے مراد شریعت سابقہ ہے شریعت محمد بن نسخ نہیں جیسے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکاری مشرق ومغرب کی طرف رخ کر کے نماز

پڑھنے چونکہ ہمارے پیغمبر کی شریعت دائمی ہے ابدی ہے تا قیام قیامت تک ابو بکر نے کہا ہے جس شخص میں جس عالم نے نسخ کو انکار کیا ہے وہ عالم بلاغت میں مہارت رکھتے ہیں جس شخص جس عالم نے نسخ کو انکار کیا ہے وہ عالم بلاغت میں مہارت رکھتے ہیں لیکن علم وفقہ واصول میں اس کو بجیرہ نہیں ہے انکے اعتقاد میں شبہ نہیں ہے اما وہ اس رائے میں گمراہ ہوا ہے کیونکہ اس نے جو رائے دیا ہے اس میں اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے اس سے پہلے کسی نے ایسی رائے نہیں دی ہے نسخ شریعتوں میں چلتی ہو سنت ہے قرآن میں عام وخاص ہے محکم ومتشابہ ہے لہذا نسخ کا ہونا ناگزیر ہے ابو بکر نے یہ بات بھی کی ہے جن لوگوں نے عدم جواز منسخ پر استدلال کی ہے انھوں نے کہا ہے اس میں جائے شک نہیں سنت قرآن سے بہتر نہیں ہوسکتا ہے کہتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

نسخ قرآن

علماء اسلام نے نسخ ادیان کے بارے میں تفصیل سے لکھے ہیں

۱۔شرائع گزشتہ نسخ ہوتی ہے

۲۔شریعت اسلام میں نسخ ہوئی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں لکھا ہے شریعت اسلام میں نسخ جزئی موجود ہے جو احکام نزول قرآن سے پہلے موجود تھے شریعت گزشتہ کا وہ شریعت اسلام قرآن کے ذریعے نسخ ہوا ہے

۳۔ایک حکم قرآن آنے کے بعد دوسری آیت سے یہ حکم منسوخ ہوا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے بعض تسلیم کرتے ہیں اور اسے رد کرتے ہیں

۴۔حکم قرآن میں موجود ہے اسے سنت قطعیّہ کے ذریعے یعنی اخبار تواتر کے ذریعے نسخ ہوا ہے

۵۔اجماع عقل سے نسخ ہوتا ہے یا نہیں

۶۔اخبار احد سے نسخ ہوتا ہے یا نہیں اس سلسلے میں آیت اللہ خوئی نے تین تصورات پیش کی ہیں

۱۔قرآن کریم میں آیات نسخ ہوئی ہے اما حکم اپنی جگہ باقی ہے

۲۔آیت اور حکم دونوں منسوخ ہیں

۳۔حکم منسوخ ہے آیت اپنی جگہ موجود ہے اس بارے میں بہت سی آیات پیش کی ہیں حکم ثابت اور قرآن وسنت متواترہ کے ذریعے اجماع قطعی جو روایات معصوم سے صادر ہونا یقینی ہو آیت اللہ خوئی نے اپنی کتاب البیان میں ص ۲۰ پر لکھا ہے کہا ہے چندیں آیات کی تلاوت بھی منسوخ ہوگئی پیغمبر کے زمانے میں وہ آیات تلاوت ہوتی تھی اس سلسلے روایت میں ابن عباس نے عمر سے نقل کی ہے عمر منبر پر تھے اس نے خطبے میں کہا اللہ نے پیغمبر پر کتاب نازل کی اس کتاب میں آیت

رجم تھی ہم نے اس آیت کی تلاوت کی ہے اور پیغمبر نے رجم کی ہے ہم نے بھی رجم کی ہے اگر کوئی کہے پیغمبر کے بعد آیت رجم نہیں ہے تو ایک فریضہ الٰہی رک جاتے کہ رجم کتاب اللہ میں موجود ہے

ان میں سے یہ آیت الاتقان جلد۔اص ا اپنے والدین کا فر بھی ہوان سے رخ نہ موڑیں صحیح بخاری جلد ۸ص ۲۶ صحیح مسلم جلد ۵ص ۱۶ جمع قرآن کے موقع پر عمر نے آیت رجم لایا تو نہیں لکھا کیونکہ وہ تنہا تھے الاتقان جلد اص ۱۰۱ نسخ یا احکام منسوخہ اسلام میں موجود ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں قیل وقال تقسیمات سے اختصار کی خاطر گریز کرتے ہوئے بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم بحث کو خلاصہ کرتے ہیں اسلام میں آیات منسوخہ کی دو تصور بنتے ہیں

ا۔تصور یہ ہے کہ نزول قرآن سے پہلے جن احکام پر عمل ہوتے تھے وہ عمل احکام سابقی شریعت پر ہوتے تھے قرآن آنے کے بعد وہ منسوخ قرار پائے اس کی واضح مثال منسوخیت قبلہ ہے اس کا ناسخ آیت قرآن ہے ایک آیت سے پہلے آیت کو تلاوۃ یا حکما منسوخ ہو جائے یا دونوں منسوخ ہو جائے یہ صورت استدلال عقلی کے حوالے سے کوئی اشکال نہیں اللہ مالک ہے ی**فعل ما یشاء ، و یختار ما یشاء وله الحکم وله الامر** حق حکم حق امر حق اختیار سب اسی کے لئے ہے ہم اس کے بندے ہیں چوں وچراں کی گنجائش نہیں لیکن یہ خود اس کی نازل کردہ آیات سے متصادم ہے

ا۔اس نے فرمایا ہے،ہم نے ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے﴿**انّا نحن نزلنا الذکر و انّا له لحافظون** ﴾سورہ الحجر آیت :۹ خود اس نے کہا ہے کہ ہم حفظ کریں گے خود نے اس حکم کو نکال دیا اس میں فرق نہیں پڑتا حکم منسوخ ہو آیات منسوخ ہو یا دونوں جس کی ضمانت خود اللہ نے دی ہے اور خود ختم کرے﴿**انّ الله لا یخلف المیعاد** ﴾سورہ آل عمران آیت:۹ اللہ خلف وعدہ نہیں کرتا نعوذ باللہ اللہ خلف وعدہ کرے اس پر کوئی بھی کسی کو بھی اطمنان نہیں رہے گا دوسری آیت سورہ فصلت آیت:۴۲﴿**لا یأتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه**﴾اس کتاب کو باطل کنندہ کسی طرف سے بھی نہیں آینگے نہ اللہ باطل کریں گے نہ کوئی غیر اس کو باطل کرسکیں گے یہاں سے کمال اطمینان سے کہ سکتے ہیں نسخ شریعت کی بنیاد سابقہ حکم باطل ہونے کی وجہ سے نسخ کرے یہ تصور اپنی جگہ غلط ہے چونکہ اللہ سے باطل سرزد ہوتا ہی نہیں ہے اللہ خود باطل کو ختم کرنے والا ہے اللہ باطل کو کیسے بھیجتا ہے سورہ انفال آیت:۸﴿**ل یحق الحق ویبطل الباطل** ﴾

۲۔اس حق کو مٹا کے کوئی اور حکم لائے یہ بھی ممکن نہیں اس کے لئے ترجیح چاہئے اللہ کے پاس ترجیحات نہیں ہے۔

۳۔ امتحان وآزمائش کے لئے ، یہ بھی درست نہیں آئین نظام کی تبدیلی سے آزمائش نہیں ہوتی آئین کی شناخت یہ ہے کہ بشری آئین تغییر پذیر ہوتا ہے الٰہی آئین غیر تغییر پزیر ہوتا ہے۔

۴۔وہ حکم پہلے ہی سے ایک خاص مدت کے لئے تھے پہلے ہی سے ہمیشہ کے لئے نہیں تھے جیسے بنی اسرائیل پر بعض احکام

چنانچہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ میں اس وقتی محرمات کو اُٹھانے کے لئے آیا ہوں یا بیت المقدس کے بارے میں وہ بذات خود وقتی تھے اصل قبلہ مسلمین کعبہ تھے جب یہ ثابت ہوا قرآن قرآن سے منسوخ نہیں ہوتا ہے تو اس میں کودنا احادیث متواترہ سے ہوتا ہے یا نہیں سوال ہی نہیں ہوتا چہ جائیکہ آدھا کے بحث میں کود پڑے۔

قرآن میں آیات منسوخہ ہے

باطنیوں کی تیسری واردات قرآن کریم میں آیات ناسخ و منسوخ کا ہونا ہے ان کا کہنا ہے قرآن میں آیات منسوخات ہیں بعض نے بہت سی آیات منسوخہ کی نشاندہی کی ہے بعض نے اگر مگر لگا کر چند صورتیں بنائی ہیں سب سے زیادہ خطرناک صورت حال حدیث سے آیت منسوخ کرنے کا تصور ہے کتاب اصول تفسیر و قواعدہ ص ۲۹۷ پر لکھتے ہیں نسخ کے معنی ازالہ و نقل ہے **نسخت الشمس الضله** سورج کی سائے ختم ہوا **نسخت الکتاب** یعنی ہم نے اس کی نقل اتاری ہے قرآن میں اس معنی میں سورہ جاثیہ کی آیت ۲۹ کا ذکر آیا ہے قرآن کریم میں یہ کلمہ چند بار آیا ہے من جملہ سورہ اعراف آیت ۱۵۴ سورہ حج آیت ۵۲ میں آئی ہے اصطلاح مفسرین میں نسخ یعنی دلیل شرعی سے ثابت چیز کو دوسری دلیل شرعی سے زائل کرنے کو کہتے ہیں عام محاورے میں عام سوچ میں اپنے نظرئے میں تبدیلی آنے سے ہوتا ہے لیکن دین میں یہ حکم اس مدت تک کے لئے تھے نسخ نہیں کیا۔

شریعت میں نسخ ایک حکم شرعی کی مدت ختم ہونے کو کہا ہے یعنی ہمارے خیال میں یہ حکم ہمیشہ جاری رہے گا لیکن اللہ کے نزدیک یہ حکم اسی مدت تک کیلئے تھا تو ہمارے حوالے سے یہ حکم بدل گیا ہے لیکن اللہ کے حوالے سے اس کا دورانیہ ختم ہوا ہے حافظ عبدالبر دنے یحیٰ بن اکثم سے نقل کیا ہے تمام علوم میں ایک علم جو علماء کے لئے سب سے زیادہ واجب ہے اس سے آگاہ ہونا چاہئے وہ علم ناسخ و منسوخ ناسخ کو لینا واجب اور اس پر عمل کرنا دیانت کا ثبوت ہے ناسخ و منسوخ والوں نے شریعت میں احکام منسوخ ہونے کا فلسفہ حکمت بیان کی ہے منسوخ ہونا بہت بڑا فلسفہ ہے۔

۱۔ پہلے مرحلے میں کہا گیا کہ پیغمبر شارح قرآن اور مبین قرآن ہیں شرح و تبیین قرآن جو کہ خود قرآن میں آیا ہے اس میں جائے شک و تردید اعتراض نہیں ہوگا لیکن اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے پیغمبر مقابل قرآن ہیں قرآن و محمد مل کے شریعت بناتے ہیں یہاں دو شریک بتاتے ہیں کیونکہ شارع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مطلب کو لفظ سے نکال کے بتاتے ہیں وہ مطلب کو سیاق و سباق سے نکال کے بتاتے ہیں آپ آیات کی تفسیر کو دیگر آیات سے جوڑ کے بتاتے ہیں جب آپ تفسیر کو مثلہ معہ سے جوڑیں گے تو یہ ایک نہیں دو ہونگے

۲۔ قرآن کریم نے بتایا ہے اس میں خشک و تر سب ہے اس میں ہر چیز ہے اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے تفسیر قرآن بہ

حدیث کے قائلین کے نزدیک اگر آیات کی تفسیر پیغمبر کی سنت میں نہیں ملا تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے صحابہ جانتے ہیں کیوں کہ وہ نزول قرآن کے شاھد و ناظر تھے ان سے مروی روایات کو تفسیر قرآن میں قول نبی کی حیثیت ہوگی دین اسلام کو تہ و بالا کرنے میں سب سے بڑا کردار ان لوگوں نے کیا ہے جنھوں نے اھل البیت اصحاب کو بطور مطلق رسول اللہ کے مساوی قرار دیا ہے عدل دلیل ماوقع فی الخارج ہے جس کو کوئی رد نہیں کرسکتا اھل البیت سے کتنے اقتدار پرست نکلے ہیں انکی اقتدر پرستی سے کتنے لوگ قتل ہوئے ہیں نظام مسلمین درھم برھم ہوئے ہیں خاص کر فاطمیین کا کردار ابھی تک مسلمان بھگت رہے ہیں اس خاندان سے زر پرست کتنے نکلے ہیں بنی عباس بنی امیہ نے کتنی دولت کمائی ہے وہ تاریخ میں ثبت ہے اسی طرح اصحاب میں مشرکین کو جاسوسی کرنے والے جنگ میں بغیر عذر بہانہ سے بیٹھنے والے شرکت سے گریز کرنے والے مسجد ضرار بنانے والے کم سے کم فھم وادراک میں اصحاب الف سے یے تک کے فاصلہ ذرہ سے مجرہ تک کے فاصلے غبی اور ذکی ہونا عقل ونقل دونوں سے ثابت ہیں ان کی ضروریات کو پیغمبر کی دعا سے جوڑنا پیغمبر نے ان کی حق میں دعا کی تھی یہ فرق القطاع تھے۔

یہ پیغمبر رحمت للعالمین تھے رحمت خاصہ نہیں تھے یہ جو دعا پیغمبر نے ابن عباس کے حق میں کی ہے کیوں اپنے چچا کے حق میں نہیں کی کیوں حضرات حسنین کے حق میں نہیں کی کیوں جعفر طیار کی اولادوں کے حق میں نہیں کی۔

تفسیر قرآن بہ قرآن اس کی سند مفسرین نے اس تفسیر کو احسن تفاسیر قرار دیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں یہ ایک حقیقت ناسعہ شامخہ ہے قرآن کریم کی نظام ترتیب جو کہ بذریعہ وحی ہوئی ہے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے ایک آیت کسی جگہ بطور اجمال بیان ہوا ہے یہی مطلب دوسری جگہ بطور تفصیل بیان ہوا ہے ایک جگہ مختصر بیان ہوا ہے دوسری جگہ بہت کلام کی ہے اس کی ایک مثال سورہ مریم کی آیت۔۷۱ میں دی ہے اسی آیت کا ایک ٹکڑا **وان منکم الّا واردھا** تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے تم میں سے ہر ایک جھنم پہنچے گا یقیناً یہ خبر ایک مایوس کن خبر ہوگی لیکن اسی کے ذیل میں آیا ہے پھر ہم متقین کو نجات دیں گے ظالمین کو چھوڑیں گے اس کی ایک مثال زیادہ تر سورہ انعام کی آیت ۸۲ سے دی ہے اسکی تفسیر سورہ لقمان کی آیت ۱۳ سے دی ہے لیکن یہاں بھی یہ تفسیر واضح نہیں ہے اس آیت میں ظلم میں ملوث ملبوس انسان کو قیامت کے دن امن نہیں ہوں گے امن صرف مؤمنین کے لئے ہونگے ظلم سے مراد ظلم شرک کیا ہے ظلم شرک سے مراد تنہا بت پرستی نہیں بلکہ تمام انواع اقسام ظلم ہیں اللہ کو خالق سمجھتے ہیں عبادت گزار بھی ہیں لیکن نظم کائنات میں اللہ کو بے دخل کیا ہے نظام وضعی نفاذ کرنے میں سرتوڑ کوشش کی ہے گویا قیامت کے دن نجات دو گزرگاہ سے گزرتا ہے ایک منطقہ ایمانی جو شرک جلی سے گزرتا ہے شروع ہوتا ہے۔

ایک منطقہ عملی ہے شرک منطقہ اعتقادی سے گزر کر میدان عملی میں اعراض کرنے والے یا کوتاہی کرنے والوں کا بھی حشر برا ہوگا جیسا کہ سورہ بلد اور سورہ عصر میں آیا ہے

۱۔سب سے بڑا فلسفہ اللہ کی ربوبیت کا اقرار ہے اور اس کی مالکیت کا اعتراف ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جو وہ سمجھتا ہے حکم کرتا ہے۔

۲۔کمال عبودیت کا اظہار ہے گویا بندہ اللہ کے نئے حکم کے انتظار میں رہتا ہے جس شکل وصورت میں حکم آتا ہے وہ اپنی اطاعت وبندگی کا اظہار کرتے ہیں کمال خضوع وخشوع کے انعقاد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

۳۔بندے کی آزاد خیال آزاد مردی کا امتحان لینا ہے تا کہ پتہ چلے کون سرکش ہیں؟ کون مطاع ہیں؟ کون اھل اطاعت ہے اور کون اھل عناد ہیں دنیا دار امتحان ہے سونا آگ میں لگا کے تجربہ کرتا ہے بندہ امتحان وآزمائش میں لگا کر امتحان لیتا ہے۔

۴۔اس کا اظہار کرنا ہے کہ بندے کو احکامات اس کی طاقت کے برابر ہیں یا نہیں؟ اگر طاقت سے مافوق ہیں تو حکم اٹھائے گا۔

۵۔بندوں سے مشققتی چیزیں اٹھانا ہے مصلحت عامہ کا خیال رکھنا ہے جیسا کہ سورہ مائدہ آیت ۶ میں آیا ہے۔

۶۔ضعفاء کو کمزوروں کو عسر وحرج سے یسر میں منتقل کرنا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ کسی حکم کا منسوخ ہونا عقل قیاس اجتھاد سے ثابت نہیں ہوتا ہے بلکہ منسوخ صرف دلیل نقل سے ثابت ہوتا ہے منسوخ ثابت ہونے کی چند طریقے ہیں۔

۱۔اصحاب سے بطور نقل صحیح منقول ہو کیونکہ نسخ کا دور پیغمبر کی دور تک محدود ہے نسخ ایک حکم وحی کو نسخ کرنا ہے تو وحی ہی سے نسخ ہوتا ہے چنانچہ پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ میرے بس میں نہیں کہ میں ایک حکم کو تبدیل کروں سورہ یونس آیت ۱۵

۲۔شخص راوی تاریخ نسخ کو نقل کرے کہ میں نے فلان فلان موقع پر پیغمبر سے سنا تھا نسخ ہونے کے بارے میں امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ نسخ کیسے ہوتا تھا امام بخاری سورہ توبہ کی آیت ۸۱ کے تلاوت وتفسیر کر رہے تھے عبداللہ بن ابیہ بن سلول ان کا بیٹا پیغمبر کے پاس آیا پیغمبر سے ان کا قمیص مانگا جس میں عبداللہ کو کفن کرے پیغمبر نے قمیص ان کو دیا پھر عبداللہ نے آپ سے نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی پیغمبر اُٹھے عبداللہ کی نماز جنازہ کے لئے تو عمر اپنے جگہ سے اٹھے اور پیغمبر کے لباس کو پکڑا اور کہا آپ کس پر نماز پڑھ رہے ہیں حالانکہ اللہ نے آپکو ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے تو پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ آپ اس پر ستر بار بھی استغفار کریں میں نہیں بخشوں گا تو میں ستر سے زائد استغفار کروں گا عمر نے کہا کہ وہ منافق ہے پیغمبر نے ان کی نماز جنازہ پڑھی تو اللہ نے یہ آیت سورہ توبہ

۸۴ نازل کی یہ آیت آنے کے بعد پہلے جو نماز پڑھنے کے اختیار تھے وہ منسوخ ہوئے صاحب اصول تفسیر نے قرآن کریم کی جن سوروں میں ناسخ و منسوخ نہیں ان کی تعداد ۴۳ بتائی ہے جن میں آیات ناسخ ہے منسوخ نہیں وہ ۶ سورے بتائے ہیں اور جن میں منسوخ ہے ناسخ نہیں وہ ۴۰ سورے بتائے ہیں اور جس میں ناسخ منسوخ دونوں نہیں ان کی تعداد ۲۵ بتائی ہیں اب شخص مفسر کے لئے ان تمام کا علم ہونا ضروری ہے۔

پیغمبر نے فرمایا میں حکم نہیں بدل سکتا ہوں پیغمبر وحی کے ذریعے حکم بدلتے ہیں انھوں نے کہا وحی دو قسم کی ہوتی ہے

۱۔ وحی متلو وہ قرآن ہے۔

۲۔ غیر متلو اس سے مراد جہاں پیغمبر کو تفویض ہوئی ہے کہ آپ اپنی طرف سے تعبیر کریں جب پیغمبر تعبیر کرتے ہیں تو وحی کے تعبیر کرتے ہیں وہ قرآن کے برابر ہے اس کے لئے انھوں نے سورہ حشر آیت۔ ۷ سورہ آلعمران آیت ۳۱ سے استناد کیا ہے قرآن حدیث سے نسخ ہونے کی دلیل اسی کتاب میں آئی ہے پیغمبر نے نماز سورہ مؤمنین پڑھا اور اس میں ایک آیت نہیں پڑھی نماز ختم کرنے کے بعد ان سے پوچھا کیا تم میں کوئی نہیں تھے کہ مجھے یاد دلائے صحابی نے کہا ہم نے سمجھا کہ یہ منسوخ ہوا ہے تو پیغمبر نے فرمایا اگر منسوخ ہوتی تو میں تمھیں خبر دیتا نقل از کتاب اصول سرخصی جلد ۲ ص ۷۵ اصحاب پیغمبر کا عقیدہ تھا کہ قرآن سنت سے نسخ ہوئی ہے اس کی ایک اور مثال پیغمبر نے فرمایا لا وصیت للوارث نسخ کتاب البیان فی تفسیر القرآن ص ۲۹۵ نسخ کا معنی استکتاب ہے استنساخ استنساخ نقل تحویل ازالہ امالغت میں ایک امر حکم شریعت میں ثابت شدہ ہے اس کی مدت ختم ہونے کو کہتے ہیں چاہے وہ احکام تکلیفہ ہو یا احکام وضعیہ یا مناصب الٰہی پر یا ایسی امر ہو جس کی برگشت اللہ کی طرف ہو ہم نے کہا ایک حکم ثابت ایک حکم ثابت سے رفع کرنے کو کہتے ہیں کبھی حکم موضوع ختم ہونے سے ختم ہوتا ہے جیسے رمضان ختم ہونے کے بعد روزے کا حکم ختم ہوتا ہے نماز پڑھنے وقت ختم ہونے کے بعد نماز کا حکم ختم ہوتا ہے کسی شخص کی ملکیت اس کے مرنے کے بعد ختم ہوتا ہے اصل نسخ عقلائے مسلمین کے نزدیک نسخ شریعت جائز ہے جب کہ یہود و نصاریٰ نے نسخ شریعت کو محال ناجائز قرار دیا ہے۔

شریعت اسلام میں نسخ واقع ہوئی ہے جو احکام پہلے شریعتوں کا بقایا چل رہے تھے اس پر مسلمانوں نے عمل کیا تھا وہ اسلام میں نازل قرآن کے ذریعے منسوخ ہوا ہے جس کی مثال مسلمان بیت مقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے وہ اس آیت کے تحت منسوخ ہوئے اس میں جائے شک و تردید نہیں لیکن بحث یہاں ہے قرآن میں ناسخ منسوخ ہے یا نہیں ؟ بعض نے اس میں بہت غلو کی ہے ابو بکر نحاس نے ایک کتاب ناسخ و منسوخ تالیف کی ہے اس میں ۱۳۸ آیات منسوخ ہونے کا کہا ہے آیت اللہ خوئی نے ۱۳۸ کو مختصر کر کے ۳۶ آیات کو اُٹھایا ہے اس پر بحث کی ہے جس ۳۶ آیت کے منسوخ

ہونے کے بارے میں بحث کی ہے۔

وہ سورہ مجادلہ کی آیت ۱۲ ہے اس میں پیغمبر سے سرگوشی کرنے پر صدقہ دینے کا حکم دیا ہے یہ آیت اسی سورے کی آیت ۱۳ سے منسوخ کی ہے آپ لکھتے ہیں کہ اس آیت کے منسوخ ہونے کے بارے میں وارد روایات دونوں طرف سے مستفیض ہے یہ حضرت علی کے شان میں نازل ہوئی ہے اس وقت حضرت علی کے پاس صرف ایک دینار تھا اس کو درھم میں تبدیل کیا دس درھم ملے روزانہ ایک درھم دے کے پیغمبر سے سرگوشی فرماتے تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میری منقبت میں میرے ساتھ کوئی اور شریک نہیں تھے ان میں سے ایک دس درھم روزانہ صدقہ دے کر پیغمبر اکرم سے نجوی کرنا تھے جس پر علی نے فرمایا اس آیت پر میرے علاوہ کسی نے عمل نہیں کیا ہے آقائے خوئی مرحوم کا یہ کہنا ہے قرآن کریم میں اس آیت کریمہ کے علاوہ کوئی آیت منسوخ ہونا قابل ہضم نہیں یہاں بحث کرنے کی ضرورت ہے جب نسخ خلاف اصل ہے تو یہاں بھی خلاف اصل ہوگا اس خلاف کو اپنان کی کیا سند ہے اس کو بحث میں لانے کی ضرورت ہے۔

۱۔ نسخ شریعت قوانین میں گزشتہ زمان کے ساتھ تنسیخ و ترمیم کی جواز اس لئے بنتے ہیں چونکہ بشر آئندہ آنے والے زمانے اور لوگوں کے مفاسد و مصالح سے جاھل ہوتا ہے ان کو پتہ نہیں ہوتا ہے غلطیوں کا اکتشاف ہونے کے بعد اسے منسوخ کرتا ہے مسخ پے قانون بشر ضروری ہے نسخ نہ کرنا ایک ظلم و جبر ہے اما یہ صورت حال اللہ رب العزت کے بارے میں تصور بذات خود باطل ہے ناممکن ہے نقص در الوھیت آتا ہے

۲۔ نسخ ادیان گزشتہ مسلمان سادہ زبان میں سرسری سادگی مین کہتے ہیں کہ نسخ شرائع ہوا ہے ایسا نہیں ہے دین کے دو حصے ہیں ایک اصول عقائد ہے ایمانیات ہیں وہ قابل تنسیخ نہیں تبدیل نہیں دوسرہ اعمال وافعال ہیں وہ اپنی جگہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک امھات ہوتی ہے واجب کی بنیادیں محرمات کی بنیادیں یہ بھی قابل نسخ نہیں تبدیل نہیں۔

دوسرا ہنگامی حالات میں وقتی حالات میں امتحان و آزمائش کے لئے استقامت دکھانے کے لئے ہوتا ہے وہ اسباب ختم ہونے کے بعد اس کا حکم بھی ختم ہوتا ہے نسخ شرائع سے مراد اس قسم کے احکامات ہیں یہود و نصاریٰ جس چیز کی نسخ سے انکار کر رہا ہے وہ نسخ سے نہیں شریعت اسلام کو رد کرنے کے لئے کہتا ہے۔

۳۔ نسخ نماز روزہ زکات گزشتہ شریعت میں موجود تھے چنانچہ پیغمبر اکرم ص مبعوث ہونے کے بعد آپ اور آپ کے اصحاب نے نمازیں پڑھی ہیں روزے رکھے ہیں حج کئے ہیں لیکن آپ پر مستقل طور پر حکم واجب صلوۃ معراج کے بعد ہوئی ہے چنانچہ نماز آپ شریعت سابق کے تحت بیت المقدس کی طرف رخ کر کے پڑھتے تھے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد قبلہ تبدیل ہوئے حج و عمرہ سابق دور کے تحت آپ انجام دیتے تھے وجوب حج ۱۰ ھجری کو ہوئی۔

۴۔اما قرآن میں آیات منسوخ ہونے کا جو دعویٰ ہے وہ قرآن کریم کی ان آیات سے منافی ہے اس قرآن میں کسی قسم کی نقص عیب تبدیلی آگے پیچھے سے نہیں آینگے اللہ کا یہ فرمان یہ آیت لایٔ تیہالبطل من بین یدیہ ولامن خلفہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن نہ اللہ کی طرف سے منسوخ ہونگے نہ کسی اور کی طرف سے اب آتے ہیں اس آیت کے بارے میں روایت کا یہ کہنا دس دن تک اس آیت پر حضرت علی کے سوا کسی اور نے اس پر عمل نہیں کیا یہاں سول آتا ہے کسی اور نے عمل کیوں نہیں کیا چند مفروضے ہوتا ہے۔

۱۔کسی کے پاس صدقہ دینے کی گنجائش نہیں تھے یہ مفروضہ غلط ہے اصحاب میں مہاجر وانصار دونوں صاحبان ثروت تھے۔

۲۔بخل کنجوسی مال سے محبت یہ مفروضہ بھی تاریخ مہاجرین وانصار کے تحت غلط ہے بے بنیاد ہے جن انصار نے اپنی تمام مایملک ہتھیلی میں رکھ کر مہاجرین کو پیش کیا ہو اللہ رسول کی خاطر سب کچھ ہتھیلی میں رکھ کر پیش کیا ہو ان کے پاس ایک درہم کی کیا حیثیت ہے۔

۳۔مہاجرین میں ابوبکر عثمان طلحہ زبیر جیسے شخصیات تھے جو ہمہ وقت پیغمبر کے فرمان پر سب کچھ بذل کرنے والے تھے ایک دفعہ پیغمبر نے انصار سے کہا کہ اس جنگ میں چندہ دے دیں ابوبکر نے کچھ مال لایا پیغمبر نے پوچھا گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہو کہا اللہ اور اسکے رسول کو ابوبکر نے ۳۔۴ غلاموں کو مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کیا اپنی بیٹی عائشہ کی صداق جو ساڑھے چار سو بنتے تھے پیغمبر کو دیا آپ اس کو صداق میں دے دیں عثمان بن عفان نے جنگ تبوک میں لشکر اسلام کے نصف لشکر کے اخراجات برداشت کئے اب ان دونوں کے لئے ایک درھم کی کیا حیثیت تھی

۴۔آیا تاریخ میں ملتا ہے کہ حضرت علی اس سے پہلے بار بار پیغمبر سے سرگوشی کرتے تھے

۵۔سرگوشی پر عائد پابندی کی کیا حکمت عملی تھے یہاں دو احتمال ہوتے ہیں

۴۔قرآن میں تحریف

قرآن کو اس کے مقام سے گرانے کے لیے مولفات نفاقی کے اعداد وشمار حد واحصار سے باہر ہے سب سے زیادہ تصنیفات تحریف قرآن کے بارے میں لکھی گئی ہیں فصل الخطاب عن تحریف کتاب رب الارباب تالیف محدث نوری، الفرقان دراسات فی القران علی محمد آصفی، بحوث فی تاریخ القرآن وعلومہ ابوالفصل میر محمدی، التحقیق فی نفی التحریف سید علی الحسینی میلانی، التفسیر والمفسر ون محمد ہادی معرفت، التفسیر والمفسر ون محمد حسین ذہبی، درمنثور جلال الدین سیوطی، برھان ہاشم بحرانی تفسیر الصادقی جامع احکام القرآن، الکوثر، نور الاذھان وتفاسیر فرق نے اپنے فرقے کو اٹھانے کے لیے قرآن کی تنقیص کی۔

بظاہر شیعہ قرآن کی تحریف کے قائل ہونے کا نشانہ بنے ہیں جبکہ شیعہ تحریف قرآن کا الزام اہلسنت پر لگاتے ہیں حالانکہ دونوں فرقوں کا بطور مشترک تحریف قرآن کے ثبوت میں بہت سے دلائل دیتے ہیں یہاں سے واضح ہوجاتا ہے ان کے دلائل خلاف سنت وسیرت عامہ مسلمین ہے دونوں کی کوشش قرآن کو کسی نہ کسی طریقے سے کنارے پر لگانا ہے، زیادہ سے زیادہ اس کو اموات وقبرستان تک محدود رکھنا ہے، چنانچہ دونوں طرف سے مستقل طور پر تحریف قرآن پر کتابیں لکھی گئی۔ محدث نوری نے ایک ضخیم کتاب ''فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب'' لکھی ہے اس کے مقابل میں مصر سے ایک کتاب ''الفرقان'' کے نام سے لکھی ہے جسے پاکستان کے شعبہ مجمع جہانی نے چھپوایا ہے لیکن یہ واضح ہے کہ یہ دونوں کے خواص علماء کی یہ کاوش ہے کہ قرآن کی تحریف کو ثابت کریں لیکن وہ اپنے امت وملت عوام کے خوف وڈر کی وجہ سے نفی کرتے ہیں۔ اس کی رد میں کہ ہم قرآن کی تحریف کے قائل نہیں سید علی حسینی المیلانی نے ایک کتاب لکھی ہے ''التحقیق فی نفی التحریف'' ایک کتاب دراسات فی القرآن الکریم'' علی محمد آصفی، دونوں نے تحقیق کا استناد دلیل عقلی قرآنی سے نہیں بلکہ اپنے گزشتہ علماء کے بیانات سیاسی سے دیا ہے جہاں انہوں نے پوری تفسیر میں تحریف کو ثابت کیا ہے ان سے عدم تحریف کا بیان لکھا ہے چنانچہ نفی تحریف کو شیعہ مذہب کے معتقدات میں شامل کرنے کیلئے سید میلانی نے لکھا ہے ''تیسری صدی سے ابھی تک شیعہ علماء نے اپنی کتابوں میں نفی تحریف کی طرف اشارہ کیا ہے اس سلسلے میں وارد احادیث کو احادیث ضعیفہ ثابت کیا ہے۔ اسی طرح سے ایک فہرست شامل کی ہے کہ انہوں نے کہا ہے قرآن میں تحریف نہیں ہے لیکن ہم ان کے اس دعوی کے مردود یا تقیاتی ہونے پر یہ شواہد پیش کرتے ہیں۔

۱۔ انہوں نے کھل کے تحریف قرآن پر کتاب لکھنے والے محدث نوری کی تجلیل کی ہے اور ان سے دفاع کیا ہے اور کہا کہ یہ ان پر افتراء ہے۔ اس پر ہمیں ایک قصہ یاد آیا ہے ملا نصیر الدین کے پاس ایک شخص گدھا مانگنے گیا تو ملا نے کہا کہ میرے پاس ابھی گدھا نہیں ہے، وہ شخص جب باہر نکلا تو اس وقت گدھے نے آوازیں نکالی تو اس گدھا نکنے کی آواز سنی۔ وہ شخص واپس آیا اور پوچھا کہ آپ نے تو کہا کہ گدھا نہیں ہے جبکہ گدھا تو یہیں پر موجود ہے۔ ملا نے کہا تم بہت بے وقوف انسان ہو تمھیں میرے کہنے پر اعتبار نہیں گدھے کی بات پر اعتبار ہے۔ محدث نوری نے ایک ضخیم کتاب لکھی جس نے عالم اسلام میں غوغا پھیلائی ہے پوری دنیا میں تلاطم ہوا ہے ان کے خلاف مظاہرے ہوئے ہیں جبکہ آپ کہتے ہیں یہ ہمارے بزرگ ہیں۔

۲۔ امامت قرآن سے ثابت ہے علم امام سے متعلق قرآن میں محدثہ حذف بنا یا روایات سے قرآن میں تحریف کر کے امامت ثابت کی ہے۔ قرآن میں تحریف کر کے امام مہدی کو ثابت کیا ہے۔

۳۔ کہا ہے کہ اصل قرآن اہلبیت کے پاس ہے یہ قرآن سرکاری جمع شدہ ہے اور سرکار نے جمع قرآن میں خیانت کی ہے۔

۴۔ اصرار و تکرار ہے قرآن میں آیات منسوخات بتائی ہیں، اس پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔

۲۔ کہتے ہیں قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ہے قرآں وحی کے ذریعے ترتیب ہوا ہے پھر لکھتے ہیں مائدہ آیت یہ کسی اور جگہ سے یہاں لائی آیت ۶۷ کسی اور جگہ سے لائی گئی ہے سورہ معارج کی آیت کسی اور جگہ سے لائی آیہ تطہیر کسی اور جگہ سے لائے پھر کہتے ہیں یہ ترتیب سرکاری اصحاب کی ترتیب ہے اس نے الزام لگایا کہ علی کی جمع کردہ قرآن کو واپس کیا فلاں آیت کو شامل نہیں کیا گیا۔

۳۔ قرآن میں تا قیام قیامت کے احکام واقعات موجود ہیں پھر علی کی کتاب اور مصحف فاطمہ کا نام بھی لیتے ہیں۔

ایک خیال کے مطابق چونکہ قرآن بعد میں سرکاری طور پر جمع کیا گیا اس لیے اس کی ترتیب میں تحریف ہوئی ہے۔

تفاسیر حرب القرآن

۱۔ تفسیر القرآن بالقرآن محمد حسین طباطبائی

تفسیر القرآن بالقرآن محمد صادق تہرانی

تفسیر القرآن بالاحادیث دار المشو ر جلال الدین سیوطی

برھان سید ہاشم بحرانی

نور الثقلین عبد علی بن جمعۃ العروسی حویزی

تفسیر نمونہ

تفسیر اجتہادی

سید قرطبی الجامع الاحکام القرآن

تفسیر قرآن با احادیث اکبر و اعظم غش ہے

کیونکہ اس میں مخلوق کو خالق سے کئی گنا زیادہ قوت بیانی ثابت کرتے ہیں انسان جس طرح اس اصل مادہ جس سے وہ خلق ہوا ہے وہ مخلوق خالق متصل ہے نیز اس میں موجود تمام مزاجات احساسات اور آیات قدرت تکلم قدرت بیان بھی اس کی طرف سے حاصل ہے چنانچہ الرحمین میں آیا ہے الرحمین خلق الانسان علمہ البیان انسان کے اندر قوت بیان بھی اس کی طرف سے ہے جس کی مثال ایک علمی شخصیت جو دنیا میں قوۃ بیان معروف مشہور ہے وہ کسی اجتماع سے خطاب کرتے

ہیں ان کے خطاب کے بعد ان کے شاگرد برجستہ اٹھ کے اس کے خطاب کو اپنی عبارات میں دوبارہ تکرار کرتے ہیں اگر کوئی یہ کہیں استاد سے زیادہ شاگرد نے وضاحت کی ہے اگر یہاں ممکن ہو قرآن میں ممکن نہیں ہے فہم آیات میں محمد واسطہ نہیں ہے محمد قرآن لانے کا واسطہ ہے۔

التفاسیر ضرب علی القرآن العظیم

ان سے کتنوں کو مراد اللہ بنایا ہے یہ پہلی اینٹ ہے پہلی بنیاد فہم و ادراک کے لئے کلمہ تبین آیا ہے تبین کا معنی ظاہری لفظ سے نکلتا ہے تفسیر کلمات سے دور معانی اخذ کرنے کیلئے استعمال کرتے ہیں آئیں دیکھتے ہیں۔

تفسیر مادہ فسر سے باب تفعیل کا مصدر ہے مادہ فسرہ اور مادہ سفرہ دونوں کے معنی مستور مغمور مغموض مرموز سے کشف قناع کیلئے آتے ہیں کشف غطاء عن وجه شئی میں فسر وسفر دونوں ملتا ہے دونوں کے معنی ازالہ خفا حجاب پردہ ہٹانے کے معنوں میں آتے ہیں شخص مسافر کو اس لئے مسافر کہتے ہیں وہ گھر سے باہر کشف حالات کے لئے نکلتے ہیں تا کہ نا معلوم واقعات وحوادث سے آگاہی حاصل کریں چنانچہ گھر دور غیر حاوی مسافت طے کرنے کی غرض سے نکلنے والے کو مسافر کہتے ہیں دنیا میں کیا ہو رہا ہے کہ وہ مجھولات سے کشف غطاء کے لئے نکلتے ہیں چنانچہ سابق زمانے سے عصر حاضر تک کے سیاحان نے بہت سی معلومات فراہم کی ہیں تاریخ میں مکتشفین کی کشفیات کی فہرست لمبی ہے اس تناسب سے پردہ چھوڑ کر نکلنے والی خواتین کو سافرہ مسفورات کہتے ہیں کسی کلام کے غموض ورموز پر چھائے پردہ کو ہٹا کر اصلی معنی کو بیان کرنے کو تفسیر کہا ہے جیسا کہ سورہ کہف میں قصہ موسیٰ و عبد و صالح میں آسانی سے ملاحظہ کر سکتے ہیں جب موسیٰ اولوالعزم نبی کو ان چیزوں کے معانی سمجھ میں نہ آئے تو آپ تفسیر کے محتاج ہو گئے تھے عبد صالح نے جن اعمال کا لفظ سے نہیں بلکہ اپنی خاص معنی سے بیان کیا ہے لفظ تفسیر جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے معمی، مغموض، پیچیدہ، دور دراز چیزوں کی وضاحت کے لئے استعمال ہوا ہے اتنی تفاسیر لکھنے کے باوجود ابھی تک یہ واضح نہیں ہوا کہ قرآن سمجھنے کی کتاب ہے یا نہیں ہے۔

کتاب عمدۃ الحفاظ ج ۳ ص ۲۷۳ فسر بمعنی کشف و بیان کو کہا ہے صاحب مفردات نے فسر اظہار معنی مقصود کو کہتے ہیں گلاس جس میں بول ہوتے ہیں طبیب اس میں موجود جراثیم دیکھتے ہیں جو عام نظروں میں نہیں آتے ہیں یہیں سے گلاس میں نظر آنے والے جراثیم کو تفسیر کہتے ہیں۔

کتاب التحقیق فی کلمات القرآن الکریم جلد ۹ ص ۸۶ پر کتاب مقائیس الغات سے لکھا ہے کہ کلمہ فسر کسی چیز کے بیان اور اس کی توضیح میں استعمال ہوتا ہے یہاں سے نظر الطبیب الی الماء و حکمه فیه کو تفسیر کہا ہے۔

کتاب مصباح سے نقل ہے فسرت الشی ءباب ضرب سے ہے بیّنتہ واوضحتہ کتاب تہذیب جلد۱۲ص۴۰۶ الفسر کشف ماغطّی لیث نے کہاالفسّر : **التفسیرھو بیان وتفصیل الکتاب .و التفسرة: اسم قاروراة الذی ینظر فیه الاطباء، یستدلّون بلونه علی علة** اس بول کو جوشیشیہ میں رکھا ہے کہتے ہیں۔

اوراس کے رنگ سے مرض کی نوعیت کودیکھتے ہیں وکل شی ءیعرف بہ شی ءویعنیہ فھوتفسیرتہ بعض نے کہا ہے التفسیر: کشف المرادعن اللفظ المشکل لفظ مشکل سے معنی اخذ کرنے کو کہتے ہیں اس کے قریب المعنی میں تاویل آتا ہے **و التاویل ـ.رد احد ی المعنین الی ما یطابق الظاھر للفظ** یعنی دو محتمل میں سے ایک کو ترجیح دینے کو کہتے ہیں جو ظاہر کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔صاحب کتاب لغویوں کے بیان پر تعلیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں شرح معہ توضیح شرح کے ساتھ توضیح ہو۔

التوضیح ،التبیین ،الکشف التفصیل ،التأ ویل کے درمیان فرق یہ ہے انّ الشرح : **بسط مخصوص فی موضوعی فی قبال القبض** جہاں بند ہے اس کو زیادہ کھولے

البیان :انکشاف بعد ابھام ،بالتفریق و الفصل .

الانکشاف: زوال غطاء ورفعه عن شیء حتیٰ یظھر .

التأویل:جعل شیء متقدماحتی یترتب علیه الآخر .

التوضیح : یقابلالخمول و الحفاء . التفصیل :یقابل الوصل

التحقیق فی کلمات القرآن کریم جلد۵ص۱۳۶ سفر زمین میں چلنے کو کہتے ہیں جس کی جمع سفر جیسے صاحب سے صحب ۔اس کا اسم السَفَر آتا ہے سفر قطع مسافت کو کہتے ہیں اگروہ کسی مقصد کے لئے کسی خاص جگہ کے لئے عادی مسافت سے زیادہ طے کرے اس کو سفر کہتے ہیں اس لفظ سے سفر یا مسافر یہ فعل اور فاعل کا کلمہ کم استعمال ہوتا ہے اسم جمع اسفار آتا ہے دوساتھ سفر کرے تو سافر کہتے ہیں جمع قیاس سفرات آتا ہے **سفرت الشمس** یعنی سورج نکل گیا سفر بین القوم یعنی دوقوموں کے درمیان اصلاح کیا وکیل کے لئے سفیر کہتے ہیں اس کی جمع سفراء کہتے ہیں یہ کلمہ مأ خوذ ہے سفرت الشی ء سے **اذا کشفتَه و اوضحتَه** وہ اپنے مطلوب فیہ کو واضح کرتا ہے **سَفَرَت المرأۃسُفُرا : کشفت وجھھا**، چہرہ نکالا۔

اسفر الصبح اِسفاراً یعنی دن نے روشنی ڈالی اسفر الرجل بالصلوٰۃ یعنی نماز کو سفر میں پڑھا اسی سے سُفرہ بھی آتا ہے سفرہ اس غذا کو کہتے ہیں جو مسافر سفر میں لے جانے کے لئے بناتا ہے اس کو رکھنے والے برتن (ٹفن) جس میں یہ غذا رکھتا ہے صاحب کلمات نے مقائیس سے نقل کی ہے اس کا اصل معنی انکشاف وانجلاء کے لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے

گھروں سے نکلتے ہیں سفرتُ البیت یعنی کنستُہ گھر کو جھاڑو کیا درخت سے گرنے والے پتہ کو بھی سفیر کہتے ہیں کیوں کہ ہوا نے اس کو پھینکا ہے سفیرِ قوم، سفیر اس لئے کہتے ہیں کہ وہ عداوت وکدورت کو دور کرتا ہے

سفرت المرأة عن وجھا عورت نے اپنی چہرے سے چادر ہٹائی وجہ مُسفِر یعنی خوش چہرہ سفر کشف غطاء کو کہتے ہیں سر سے عمامہ ہٹانے کو کہتے ہیں چہرے سے نقاب ہٹانے کو کہتے ہیں گھر کو جاڑو دینے کو کہتے ہیں اصل اس کا معنی اس مادے میں **ھو حرکة الی محیط خارج عن محدودته**، اپنے محدود علاقے سے باہر نکلنے کو کہتے ہیں (یہ قید ملحوظ ہے استعمال کے تمام موارد میں) والصبح اذا اسفر سورہ ۷۴ آیت ۔۳۴ سورہ ۔۸۰ آیت ۔۳۸ سورہ ۔۶۲ آیت ۔۵ سورہ ۔۸۰ آیت ،۱۵ سورہ ۔۲ آیت ۸۴ سورہ ۲ آیت ۲۸۳

سفیر بروزن فعیل اسم فاعل سے رسوں کو کہتے ہیں کبھی اس لحاظ سے بھی کہتے ہیں کہ قوم کے درمیان جو کشید گی نفرت عداوت ہے اس کو ازالہ کرتے ہیں سفیر معنی مفعول جو جاڑ جمع ہوتے ہیں۔

سفیر رسولوں کو بھی کہتے ہیں رسالت کو بھی کہتے ہیں جن سے خلق مخلوقات کی اصلاح ہوتی ہے سفیر ساعی باالصلح عمدۃ الحفاظ ۲۳۲ ج ۲ سفر کتاب قاموس قرآن میں پانچ معنوں میں آیا ہے **سفر المنازل الکتب الاشراق الانکشاف** سفر منازل کے معنی میں آیا ہے **با عدیین السفارنا** ہمارے محلے گاؤں کو ایک دوسرے سے دور کریں سفر بمعنی کتاب جمع عملوں اسفار سفر بمعنی اشراف عبس ۸۱ سفر بمعنی کشف سفر بمعنی طی منازل میں کان منکم مریضا

۱۔ کلمے کے قریب المعنی یا ترجمہ لفظی کرتے ہیں کبھی اس کے بالکل مخالف کلمے کے ذریعے کرتے ہیں‘ عربی زبان میں ہر ایک کلمہ کے قریب المعنی لفظ پایا جاتا ہے اس کو مترادف کہتے ہیں بعض نے اس بارے میں کتاب لکھا ہے اردو میں پایا جاتا ہے دوسرا اس کا ضد کلمہ پیش کیا ہے مثلاً کلمہ غنی کو کبھی بے نیازی سے کرتے ہیں کبھی اس کے نتائج سے کرتے ہیں جیسا کہ کلمہ اللہ احد کی تفسیر الصمد سے لم یلد ولم یولد سے کی ہے ضد فقیر سے بھی کرتے ہیں۔

۲۔ تفسیر کا دوسرا طریقہ تفسیر لفظ سے نہیں بلکہ کلام کے سیاق وسباق اول وآخر سے جوڑ کر آگے پیچھے لگے قرائن سے معنی نکالتے ہیں جہاں کلمہ کے معنی حقیقی امکان پذیر نہ ہو وہاں سیاق وسباق کو دیکھتے ہیں کیونکہ ہر کلمے کے معنی از روئے لغت تین طریقے سے کئے جاتے ہیں۔

الف۔ ایک کلمہ کے پورے معنی جو اس لفظ کے لئے وضع کیا ہے معنی کرنے دلالت مطابقی کہتا ہے۔

ب۔ کلمے کے ایک حصہ کا معنی بیان کرتے ہیں اس کو دلالت تضمّنی کہتا ہے۔

ج۔ لفظ کے خارجی لوازمات میں سے کرتا ہے اس کو دلالت التزامی کہتا ہے‘ عقلاء ماہرین زبان جانتے ہیں کہ

متکلم نے یہاں کونسے معنی مطابقی مراد لئے ہیں تضمنی یا التزام یہ لغات شناس اچھی طرح سے جانتے ہیں لغت بنایا ہے اسی لئے کہ مخاطب مطلب کو سمجھیں دنیا میں رائج تمام زبانوں میں سب سے زیادہ افہام وتفہیم کرنے کی طاقت عربی زبان میں ہے۔

د۔ایک دفعہ ان تینوں معنوں سے بھی ہٹ کر بہت دور قصد کر کے بتاتے ہیں، لیکن صاحب کتاب قرآن کا دعوٰی ہے ہمارے لئے حجت بالغہ ہے بینہ جہاں بیان نارسا ہو تو خود معنی کو بیان کرتا ہے وما ادراک۔

جیسا کہ قرآن کریم میں چند جگہ آیا ہے وما ادراک آپ کو کہاں سے پتہ چلا آپ کہاں سے جانتے ہیں وما ادراک کے بعد جو جواب آتا ہے وہ اس لفظ سے آسانی سے نہیں نکلتا ہے

سورہ حاقہ آیت۔۲ سورہ مدثر آیت۔۲۷ سورہ مرسلات آیت ۔۱۴ سورہ انفطار آیت۔۱۷۔۱۸ سورہ مطففین آیت ۱۸۔۱۹ سورہ طارق آیت۔۳ سورہ بلد آیت۔۱۲ سورہ قدر آیت۔۲ سورہ القارعہ آیت ۲۔۱۰ سورہ ھمزہ آیت۔۵ سورہ یونس آیت۔۶ سورہ احزاب آیت ۷۲ سورہ شوریٰ آیت ۱۷

القارعۃ وما ادراک مالقارعہ اسقر وما ادراک ما اسقر الطلاق وما ادراک ما الطارق القارعہ وما ادراک ما القارعہ فرماتے یو م یکون الناس کا دلسوزان کسی چیز کو جب زیادہ دبائیں گے اس کا آخری نتیجہ مراد ہے بتاتے ہیں۔

قرآن کریم کی پہلی تفسیر لغت ہے آیت میں موجود مرکزی کلمہ کا معنی دیکھیں یعنی تفسیر لغت سے کرتے ہیں اس حوالے سے بھی کن کن لغات کو دیکھنا ہے جاننا چاہیئے، ہر موضوع کی اپنی لغات ہوتی ہے طب کی اپنی لغت ہوتی ہے اقتصاد کی اپنی فلسفہ کی اور قرآن کے کلمات کی اپنی بھی لغات ہے ان کو دیکھنا ہوگا عام طور پر لوگ جدید کتاب لغت امثال منجد وغیرہ دیکھنے پر کفایت کرتے ہیں جبکہ ان لغات میں فی زمانہ رائج معانی کو بیان کرتے ہیں لغاتوں میں بھی تحریف پائی جاتی ہے کتب لغت میں بھی فرق ہے کتب لغات جدید و قدیم ہے انسان ادوار گزرنے کے بعد اس کے انداز فکر سوچ بود و باش بدل جاتا ہے کلمات کے معنی میں بھی تغیر آتا ہے بلکہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کتب لغات میں بھی تحریف پائی جاتی ہے بعض بڑے سے بڑے عالم کہتے ہیں صاحب مجمع البیان نے کہا ہے المیزان نے کہا ہے مفسرین نے کیا بتایا ہے یہ بات اپنی جگہ سرسری سادہ غیر مبہم غیر متنازع حالت میں درست ہے۔لیکن عند تحقیق وتدقیق درست نہیں ہے کیونکہ ذوات لغوی نہیں تھے انہوں نے لغت سے اپنے مطلب کے مطابق معانی کو لوٹا ہے۔

انہوں نے تاج العروس لسان عرب قاموس محیط تہذیب مقائس لغت سے لیا ہے کتب لغت میں ہر کلمہ کے لئے کتنی معانی بیان کئے ہیں ان میں سے مفسرین نے اپنے مطلب کی معنی اخذ کئے ہیں بطور امثال علامہ صاحب

المیز ان نے کلمہ استمتاع سے متعہ مراد لیا ہے کیونکہ یہ معنی ان کے ذوق سے قریب تھے یا ان کے فرقے کے حق میں تھے ۔بطور مثال کلمہ عترت قرآن کو کنارے پر لگانے کے بعد سنت کو بھی کنارے پر لگانے کے لئے بطور بدیل عترت استعمال کیا ہے'اسی طرح کلمہ سنت میں بھی انہوں نے تحریف کر کے قول اور تقریر کو بھی سنت میں شامل کیا اقوال اصحاب واتباع کو شامل کرنے کے لئے حدیث کا کلمہ استعمال کیا پھر اس کو تواتر بنایا ہے علماء ذاکرین نے عوام سے اس کا رٹہ لگوایا ہے یہاں تک کہ ان کے علماء حتیٰ عوام کو بھی سنت سے بھی چڑ ہے اُن کو غصہ آتا ہے کہ سنت نہیں عترت ہے۔جب ان سے پوچھا جا تا ہے اس کلمہ کا کیا معنی ہے۔کہا جا تا ہے لغت میں عترت کے لئے جو معانی بیان ہوئے ہیں وہ یہاں مناسبت نہیں رکھتے ہیں تاہم عترت کا ایک معنی رشتہ دار بھی ہے اس حوالے سے نبی کریم کے رشتہ دار چند بطون میں تقسیم ہیں آل طہار آل عقیل آل عباس آل ابی طالب ہے۔

قرآن سمجھنا آسان نہیں کی وجوہات میں سے ایک پھر یہ کہتے ہیں لغت عرب میں ایک کلمہ کے چندین معانی کا ذکر کیا ہے جسے مشترک لفظی کہتے ہیں اس کے مقابل میں چندین الفاظ کے ایک معنی ہیں جسے مشترک معنوی کہتے ہیں بعض جگہ ایک لفظ دو معنی متضاد رکھتے ہیں چنانچہ ماہرین لغات نے اس کلمہ پر مستقل کتابیں لکھی ہے مثلاً قرآن کریم سے شغف رکھنے والوں نے ایک کتاب مترادفات قرآن لکھی ہے اس کتاب میں ان الفاظ کو جمع کیا ہے جس کے چندین معانی بتائے ہیں اس کے بالمقابل ایک معنی کے لئے چندین الفاظ وضع کئے ہیں جسے کلمات مشترک کہتے ہیں مترادفات کا مترادفات القرآن نام رکھا ہے اپنی جگہ مستحسن عمل ہے لیکن فلسفہ لغت والوں کا کہنا ہے لغت جو بھی ہو خاص کر لغت عرب میں ہر ایک کلمہ کی ایک ہی معنی ہوتا ہے ورنہ غرض وغایت وضع لغت کے منافی ہونگے۔

کیونکہ وضع لغت کا فلسفہ افہام وتفہیم ہے جبکہ ایک لفظ کے چندین معنی ہونا یا ایک معنی کے لئے چند کلمات ہونے سے فہم معانی میں اشتباہ ہوتا ہے ہر شخص کو تمام کلمات پر عبور بھی نہیں ہوتا ہے قرآن کریم کے بارے میں صاحب قرآن عالم غیب ماضی ومستقبل نے نزول کے بعد

ہونے والی عوارض واطواری کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن میں ہونے والی تمام مزعومات متصور کو سامنے رکھ کر رد کیا یہ کتاب عربی میں ہے۔

۲۔لسان مبین آیت

۳۔غیر ذی عوج آیت

۴۔اس کو فہم کے لئے آسان بنایا ہے۔آیت

۵۔وہ کتاب مبین آیت
۶۔یہ کتاب فصل ہے
اس کے باوجود سر توڑ کوشش کی ہے یہ کتاب آسان سے سمجھ میں آنے والی کتاب نہیں ہے۔
۲۔ نص امامت سے متعلق دو کتابیں ہیں

۱۔کتاب ارشاد مؤلف شیخ مفید ہے شیخ مفید کو ایک عالم معتدل غیر متعصب گردانا جاتا ہے شیخ مفید استاد رضی، مرتضیٰ، شیخ طوسی ہے اس کتاب میں حضرت علی سے لیکر امام حسن عسکری تک کسی نے بھی اپنے بعد کے امام پر نص نہیں کی ہے ذکر تک نہیں کیا ہے نص اللہ رسول اور امام سابق کی نص نہ ہونے کا واضح مثل آفتاب دلیل یہ ہے خاندان نبوت میں امام حسین کے اور امام حسن کے اولادوں میں تناؤ اور اختلاف ہو گیا ایک دوسرے سے بدظن ہو گیا امام حسن کے دونوں بیٹوں میں اختلاف ہو گیا زید نے قیام کیا۔امام جعفر صادق کے چار فرزند تھے اسماعیل، عبداللہ افطح، موسی کاظم، محمد دیباج چاروں نے دعوائے امامت کئے اگر اندرون خانہ امام کی اولاد نص کو نہ مانیں تو باہر والے کون مانے گا اگر نص ہوتے تو یہ اتنے کھلے بے دین بھی نہیں تھے امام موسی بن جعفر کی اولاد امام رضا نے مامون الرشید کی ولی عہدی قبول کی اور ان کی نگرانی میں اپنے کسی قسم کی حرکت امامت کے نام سے نہیں کی امام علی الھادی کے تینوں بیٹے امامت کے منصب پر انھوں نے کہا یا لوگوں نے کرایا محمد آپ کے حیات میں گذرے امام حسن عسکری لاولد دنیا سے گذرے جعفر کذاب کے نام سے معروف تھے لوگوں نے نہیں مانی یہاں ملحد بے دین محمد بن نصیری نمیری نے دعوٰی باب کیا اور امامت کے اثناعشری کی بنیاد رکھا اثناعشری باطل ہونے کی ہے بنیاد ہونے کی بانی نصیری ہونے کی دلیل یہ ہے اس سے پہلے ہر امام کی وفات پر لوگ رکھتے تھے توقف کرتے تھے امام باقر پر نہیں رکتے امام جعفر صادق پر نہیں رکھتے علی الھادی پر نہیں لھذا امامت کو نص کے ذریعے چلانے والے فاطمیین ہے وہ بھی نہیں چلا سکے انھوں نے بھی خود دعوی کیا ہے قتل کشتا سے کرسی پر بیٹھے ہیں کلمہ امام امامیہ منشور باطنی ہونے کی دلیل اثناعشریوں کی غیر اسماعیلی ہونے کی دلیل وہاں سے فاش ہوتا ہے اس وقت پاکستان میں اکثریت اذان میں شھادت ثالثہ اس طرح سے پڑھتے اشھد انّ امیر المؤمنین علی ولی اللہ و وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل منافق وغیر منافق کے تکرار واصرار کے بعد بادل ناخواستہ امام جمہور مسلمین قبول کیا اس کو کیسے کہتے ہیں کہ خلیفہ بلافصل تو یہ جھوٹ ہے امامت اثناعشری والے زیدی والوں سے دفاع کرتے ہیں ان کو اپنی چھتری میں رکھتے ہیں دعوائے الٰہی کرنے والے اسماعیلی سے دفاع کرتے ہیں ان کے کلمہ یا علی مدد کے یہ ورد کرتے ہیں آغا خانیوں سے دفاع کرتے ہیں شرف الدین کے ساتھ کیا کیا ہے دنیا جانتی ہے ان علماء کو یہ پتہ نہیں بڑے بڑے علماء ایک عرصے سے

امامت کے بارے میں وجود نص سے دست بردار ہوئے ہیں اب وہ اعلمیت آئمہ سے متمسک ہے تو باطنیوں کی اصل اساس امامت ہے وہ امامت کو چلانے کے لئے اقنوم ثلاثہ نص، عصمت اور معجزہ کے قائل ہیں۔

تفاسیر لغوی

اس سلسلے میں علامہ ھادی معرفت تفسیر مفسرون جلد۲ص ۵۱۰ پر لکھتے ہیں کلمات غریبہ قرآن کے نام سے بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جو کلمات غریبہ کتاب اللہ میں آئے ہیں چونکہ کلمات غریبہ شان کتاب اللہ کے منافی ہیں تو ان کو خود کلمہ غریبہ کی تفسیر کرنی پڑی، غریب سے مراد وہ الفاظ ہے جو ایک قبیلہ میں معروف و مستعمل ہیں دوسرے قبیلے میں نہیں ہیں پھر جو ان سے مراد ہے اس کے لئے مثال دیتے ہیں مثلاً کلمہ، ودق، کلمہ جرحمی ہے کلمہ،، منات،، یہ لغت حضر موت ہے،، آسن،، بمعنی خراب، گندگی یہ لغت لمیم ہے،، سعر، یہ کلمہ عمان ہے،، بست،، بمعنی تغطت فاشدہ ہونا ٹکڑا ہونا یہ لغت کندہ ہے اس طرح سے قرآن میں جو کلمات آئے ہیں وہ بہت غریب ہیں۔

ان کا کہنا ہے یہ غریب گوارا اور جائز ہے اب قرآن میں استعمال ہونے کے بعد مأ لوف ہوا ہے اب یہ کلمات رقیق نہیں رہا ہے منفور نہیں رہا ہے اسی سلسلے میں لکھنے والے یہ لوگ تھے۔

۱۔ محمد بن سائب کلبی کوفی متوفی ۱۲۶ھ

۲۔ ابوفید معرج بن عمر نحوی سدوسی بصری متوفی ۱۷۴ھ

۳۔ ابوالحسن نذر بن شمیل مادنی متوفی ۲۰۳ھ بہترین کتاب معانی کے لئے لکھنے والے ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری مروزی متوفی ۲۷۶ آخری کتاب حسین بن محمد معروف بہ راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ھ

۲۔ اسباب نزول قرآن

علوم قرآن میں سے ایک علم معرفت اسباب نزول قرآن کو گردانا جاتا ہے اس میں جائے شک و تردید نہیں بعض آیات قرآن کسی جماعت گروہ کی سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے چنانچہ جہاں جہاں یسئلونک آیا ہے اس کا معنی بعض نے آپ سے سوال کیا ہے ان کے جواب میں نازل ہوئی ہے یہاں سوال کے جواب میں آیت نازل ہونا واضح ہے امّا ان کے علاوہ اور کتنے جگے پر اس کی کسی سبب کے تحت قرآن نازل ہوئی ہے یہ موضوع بحث و نقاش ہے قرآن کریم کی غرض نزول دو بتایا جاتا ہے

۱۔ ایک اثبات نبوت حضرت محمد ﷺ ہے اس سلسلے میں نازل آیات ہے جو پیغمبر کی نبوت کے بارے میں آیات کسی سبب کا محتاج نہیں سوائے معاندین کی لجاجت خصومت عناد و انکاری کے جواب کے

۲۔دوسرا کتاب ھدایت کتاب شریعت ہے اس کے نزول میں کسی سبب کے انتظار نہیں ہوتا ہے لھذا بعض آیات کسی سبب کے تحت نازل ہوئے ہیں وہ بھی اللہ کے علم میں تھا اس کا جواب وقت مناسب پر دیا گیا ہے یہ کتاب اللہ نے نازل کرنے ہی تھے وہ کسی سبب کے متوقف نہیں تھے علی ای حال اسباب نزول قرآن جو کہ ایک شرط تفسیر بتایا ہے معاون و مددگار تفسیر بتایا ہے اسکو کچھ حد تک اس بارے میں وضاحت ضروری ہے اس سلسلے میں کتاب الاتقان فی علوم القرآن ص ۶۱ عنوان معرفت سبب نزول کے تحت علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے اسباب نزول قرآن پر سب سے پہلے کتاب لکھنے والا علی ابن مدنی شیخ استاد بخاری ہے اسباب نزول کے بارے میں سب سے مشہور کتاب واحدی ہے جو نقائص و معائب سے بھرے ہیں اس کو جعبری نے اس کی اسناد کو حذف کیا ہے

۳۔شیخ الاسلام ابو الفصل ابن حجر نے ایک کتاب لکھی ہے لیکن اس کا مسودہ گم ہے ہم نے اس کے بارے میں کوئی چیز نہیں دیکھی ہے

۴۔خود انکی سیوطی کی کتاب ہے ہم نے اس میں ایک کتاب لکھی ہے جو انتہائی مختصر ہے لیکن اس جیسا ابھی تک اس جیسی اس موضوع پر کسی نے کتاب نہیں لکھی ہے اس کا نام ہم نے کتاب نقول فی اسباب نزول رکھا ہے اس پر بعض نے بہت سختی کی ہے معرفت نزول کے بغیر تفسیر کرنا درست نہیں ابن تیمہ نے لکھا ہے معرفت نزول فہم قرآن کے لئے مددگار رہے سنی شیعوں کا اسباب نزول قرآن کے بارے میں جھنجالی واضح نظر آتا ہے کتاب مناھل عرفان فی علوم قرآن ص ۱۰۰ پر آیا ہے بعض آیات قرآن خلیفہ دوئم عمر ابن خطاب کی تمنا خواہش پر اتری ہے اس کے لئے یہ چند آیات مثال پیش کی ہے

۱۔عمر ابن خطاب نے پیغمبر سے تمنا کی اگر ہم مصلی کو مقام ابراھیم لے تو اچھا ہوتا تو یہ آیت اتری ﴿**وَ اتَّخِذُوا مِنْ مَقامِ إِبْراهيمَ مُصَلًّى وَ عَهِدْنا إِلى‏ إِبْراهيمَ وَ إِسْماعيل**﴾

۲۔آپ کے ازواج کے حضور میں بے حجابی حالت میں بر و فاسق فاجر سب آتے ہیں آپ ان بیویوں کو حجاب کرنے کا حکم دیتے تو اچھا ہوتا تو یہ آیہ حجاب اتری ﴿**يا أَيُّهَا الَّذينَ آمَنُوا لا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِي**﴾ سورہ احزاب آیت ۳ ازواج نبی نے غیرت سوکھنی کی بنیاد پر پیغمبر کو پریشانی کی تو عمر نے ان کو طلاق دینے کا مشورہ دیا تو اللہ نے سورہ تحریم نازل کی ان کو طلاق دینے کے متعلق۔شیعوں کے چھٹی صدی کا عالم دین نے ۸۴ آیات کے سبب نزول کو حضرت علی کی امامت بنایا ہے اور آیت کا علی تو چھوڑ دیں امامت سے کوئی ربط نہیں ہے کوئی رشتہ دور کا نہیں ہے اس طرح انھوں نے عملی میدان میں قرآن کو کنارے پر لگایا ہے اور دونوں نے اپنے مذھب کو اٹھانے کے لئے آیات کا شان نزول بنایا ہے کبھی یہ کہتے ہیں خود پہلے یہ کرتے تھے یا یہ کہتے تھے میری پرانی کتابوں میں لکھی گئی عبارات پیش کرتے تھے ڈاکٹر اسد

رجائی کہنے لگے کتابوں میں تضاد بھرے ہوئے ہیں یہ قرآن کے خلاف ہے یہ باتیں منطق فرعون ہے فرعون نے موسیٰ سے کہا سورہ شعراء آیت ۱۹ تم یہاں پہلے آدمی مروا کے گئے تھے تو موسیٰ نے کہا میں اس وقت گمراہ تھا موسی اولوالعزم نے طور پر اللہ کی درگاہ میں جب نبوت ملی تو فرمایا اے اللہ میں نے ان کے آدمی کو قتل کر کے آیا ہوں تو میں کیسے جاؤں جب موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر نبوت ملنے سے پہلے غلط کاری کرے تو شرف الدین کی کیا حیثیت کہ وہ جاھل محلے جاھل والدین کے پرورش پائی اور علم کی تلاش مدینہ علم میں گیا وہاں سے جہل مرکب بن کر بغیر علم دین خود کو عالم بنا کر جس طرح آج کل پاکستان میں بغیر علم اسلام زبانی رٹہ کرنے والے عبا قباء پہن کر عالم دین کہتے ہوئے منابر پر بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے کے بعد جھوٹ سے فضاء کو مکدر کرتے ہیں ہم بھی انہیں میں سے تھے شرف الدین کو بعد میں پتہ چلا علم دین نہیں جانتے ہیں نہ اس ماحول میں دین کی خدمت کر سکتے ہیں تو لباس علما کی جو کسی کی یا فقیہ و مجتہد کے حکم پر اخلاق کرنے سے پہلے اس لباس کو اتار کے پھینک کر اٹھارہ سال ہو گیا مجھے اپنی جہالت کا خدمت نہ کر سکنے کا پورا یقین ہو گیا تو میں نے لباس پھینک دیا مجھ سے غلطیاں ہونا حتمی بلکہ مجھے خود احساس شرمندگی ہے کہ میں کیوں شیعوں کی رسومات فاسدہ میں شریک ہوا لھذا مجھے میری سابقہ گفتگوان باتوں میں شرکت کو جواز بنا کر مجھے مطعون کرنے کی کوئی جواز نہیں آیت اللہ جناتی نے اپنے مجتہد سید محمود شہرودی سے تین سو فتویٰ بدلوایا کسی کو ایک صفحہ تک نہیں بھیجا کہ ہمارے یہ فتویٰ بدل گئے کبھی یہ نہیں کہا کہ میرا یہ فتویٰ بدل گیا ہے لوگوں کو بتاؤ ہمارے دوست ذوالفقار اس پر اسرار ہے سابق کتابوں میں جو لکھے ہیں اس کی تردید لکھے اگر عقل ہے تو نئی کتابوں میں جو آیا ہے وہی صحیح ہے مجھے اس کا اعتراف کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے میری مذھب والوں کے اور ان کے علماء کی دروغات قولی و فعلی ہے انھوں نے اھل البیت اطہار کے نام سے کفر کا ہمیشہ ابتداء سے ساتھ دیا ہے اھل البیت سے ان کا واسطہ نہیں ہے ان کے مذھب کے بنیاد رکھنے والے قائدین کے چہرے کتب تاریخ میں ممسوخ ضد اسلام اسلام سے دور الحاد سے قریب ہے ہم نے کہا یہ مذھب الحاد سے قریب ہے الحادیوں کے حامی و داعی ہے دروغ پردازی ان کی مؤثر ترین سُپَر و اسلحہ ہے آئے کہ یہ مذھب اسلام کے خلاف ہے یا نہیں اس بارے میں ایک ان کے ہاں ابھی تک تروتازہ اسرار کے ساتھ ایک عملی موجود ہے وہ بغض و عناد تکفیر شیخین ہے یا ثلاثہ شیوخ ہیں

۳۔جمع قرآن مصطلح سرکاری

۴۔تعدد قرائت

۵۔ناسخ و منسوخ

۶۔تحریف قرآن

۷۔آیت کی جگہ کلمہ معجزہ استعمال ہوا ہے

غیاب۔ نبی کریم وحفاظ وصلحا وخیرالامہ امت وسط کے غیب کے بعد خفاً اعلانیاً متواتراً وقفے سے قرآن عظیم پر ضربات متنوعہ لگائی ہے جس طرح سوتیلی ماں سوتیلے بیٹے کو نوچتے ہیں قرآن ظاہری خود کو خادم قرآن پیش کرتے ہیں اندر سے قرآن کو مارتے ہیں متجزہ کریں لوگ اس کو ناقص معوب دیکھیں باقاعدہ اس کو ایک عنوان دے دیں ان عناوین میں سے چند عناوین یہاں پیش کرتے ہیں۔

۱۔ضرب علی القرآن العظیم

قرآن پر سب سے زیادہ کاری ضرب تفسیر کے نام سے تھی اس کی باقاعدہ مکمل تفسیر جریرطبری نے کی ہے جریرطبری مشکوک مخدوش ہیں اس نے قرآن کومحکوم کرنے کے لئے دوطریقہ کوانتخاب کیا ایک قرآن کے محکوم مردود شدہ شعر کو دوبارہ بحال کیا اور معانی قرآن کو اشعار جاہلیت کے شاہد کا محتاج بنایا دوسرا احادیث بلا اسناد کو مفسر قرآن بنایا مصادر تفاسیر بعد میں واقع ہوئی ہے فی غش وثمین حدیث اور اشعار سے باندھا ہے اس کو مشکل اور ناقابل فہم قرار دیا قرآن فہمی قرآن سمجھے بغیر حدیث اشعار جاہلیت کا کہنا ہے تفسیر بمعنی تفہیم آیات اردو بولنے والے کوکڑوی بوٹا جیسا ہے ناممکن سمجھایا بعض لوگوں کا خیال ہے آیات کے معنی کرنے کو کہتے ہیں تفسیر اس شیشہ میں موجود مائع دیکھنے کو کہتے ہیں جسے آزمائشی بوتل میں رکھا ہے جو اس کی نظر میں نہیں آتا اس کو تفسیر کہتے ہیں یہ تفاسیر جو لکھی ہیں کچھ حق کی بات کی ہوگی لیکن ان کا بنیادی مقصد قرآن کو کنارے پر لگانا ہے ان کی نیت اچھی نہیں تھی۔

۲۔شان نزول قرآن

ہر سورہ کے آغاز میں شان نزول بیان کیا ہے کچھ آیات سے تو واضح ہے لوگوں نے کچھ سوالات کیے اللہ نے ان کے جوابات دیے وہ اایات کے متن سے پتہ چلتا ہے لیکن خاص ہر آیت یا سورہ کا شان نزول نہیں ہے لیکن علماء تفاسیر اس کو علمی شکل میں بیان کیا ہے جس میں آیات متشابہات کو استعمال کیا ہے اور اس کو ایک علم کی شکل دے دی ہے جس سے لوگوں کو قرآن سے نزدیک کرنے کی بجائے دور کیا ہے۔

۳۔تعداد قرائت قرآن

علوم قرآن میں سے ایک قرائت قرآن ہے قرآن کی مختف قرائت بیان کی گئی ہے لہجہ اور انداز بیان بتایا ہے قرائت کی تاریخ بیان کی گئی ہے بعد از رسول خدا لوگوں کے درمیان قرائت پر اختلاف ہوا جو قرائت قریش پر ختم ہوا آج بھی

قرائت کے مقابلے کرائے جاتے ہیں لوگوں کو مفاہیم و مطالب سمجھانے کی بجائے حفظ اور قرائت کی تشویق دلائی جاتی ہے۔

۵۔تقید و تخصیص قرآن

۶۔تلاوت قرآن

علوم قرآن میں سے ایک تلاوت قرآن ہے اس کے بہت سے فضائل بیان کیے جاتے ہیں مختلف سورہ اور آیات کا ثواب بتایا جاتا ہے تلاوت کرنے سے پہلے بہت سی شرائط عائد کی جاتی ہیں جس کی تفصیل نیچے بیان کی گئی ہے۔

آداب تلاوت و تفسیر قرآن کریم:

فہم قرآن کریم کے لئے جو شرائط خود قرآن نے بیان کی ہیں اور جو شرائط آداب باطنین نے وضع کی ہیں وہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اکثر و بیشتر فہم قرآن کے لئے آداب شرائط باطنین نے وضع کی ہے اور وہی آداب کم و بیش ابھی چل رہے ہیں اس کا لب لباب خلاصہ میں ہے کہ فہم قرآن رکھنے والوں کو سرچشمہ قرآن سے دور کرنے کے لئے ترتیب دی ہیں ذیل میں ہم تدبر در قرآن تألیف ولی اللہ تقی پورص ۱۰۵ سے نقل کرتے ہیں صاحب کتاب نے تدبر در قرآن کے لئے جو تمہید بنائی ہے پہلے مرحلے میں اس نے ایک تمہید خصوصی اور ایک تمہید عمومی بیان کی ہے ہر صنف و گروہ اس میدان میں وارد ہونگے ان کے لئے ضروری ہے کہ مندرج ذیل آداب کا خیال رکھیں۔

۱۔آغاز تفسیر سے پہلے مسواک کرے نبی کریم سے روایت نقل کرتے ہیں نظف طریق القرآن، پیغمبر سے پوچھا گیا طریق قرآن کیا ہے؟ فرمایا تمہارا دھان ہے یہ دھان پاک کرو خوشبودار بناؤ پھر اس سلسلے میں مسواک کی فضیلت اور آداب و آثار کو بیان کیا ہے۔

۲۔شرط دوئم طہارت ہے تلاوت قرآن کے لئے جس طرح نماز میں طہارت شرط ہے تلاوت قرآن کے لئے طہارت شرط ہے۔

۳۔قبلہ کی طرف رخ کر کے قرآن پڑھیں۔

۴۔قرآن پڑھنے سے پہلے دعائے شریف تلاوت قرآن پڑھیں۔

ہر وہ شخص جو فرقہ باطنی اور ان کے ارمان و مرام سے واقف ہے وہ جانتا ہے فرقہ باطنی اس فرقے کا نام ہے جو ظاہر میں مسلمانوں کے اجتماع میں گھل مل بیٹھتا ہے اجتماعات میں شرکت کرتا ہے خوشی مسرت دکھ حزن میں شرکت کرتا ہے خود کو ایک مخلص باوفا دردمند دلسوز برادر کے طور پر پیش کرتے ہیں اس چھاؤ اور سیاہ چادر کے نیچے چن چن کے قرآن کی طرف

جانے والے پل کو توڑتے ہیں ہر راستے کے موڑ پر سرنگ لگاتے ہیں تاکہ ہمیشہ کے لئے اسلام قرآن سے لاتعلق رہے انھوں نے اللہ کی اصل بندگی سے باز رکھنے کے لئے جعلی عبادات وضع کی ہے جن میں سے نماز خمسہ سے پہلے بعد وضع کردہ اکثر و بیشتر مستحبات نفلیات ہیں جو انسان سے کثیر وقت لیتا ہے اور آخر میں ادائے واجب کے لئے تھکا دیتا ہے گھر والے ان سے تنگ آ کر طنز کرتا ان کا ہر کام مشکوک ہوتا اس کو سمجھنے کے لئے اصل قرآن تاریخ نزول قرآن مبلغ قرآن داعی قرآن کو سمجھنا ہوگا۔

آیئے دیکھتے ہیں تفسیر قرآن کے لئے جو آداب انھوں نے وضع کیا ہے وہ صدر اسلام میں اس کی کوئی مثال ملتا ہے ہر اٹھتے بیٹھتے مسواک کا لاتعداد فوائد کہاں سے نکالا ہے نظافت ایمان کی نشانی ہے یہ کہاں سے نکالی ہے گویا ایمان سے پہلے نضافت کرے قرآن پڑھنے سے پہلے طہارت کرے آیا جس وقت پیغمبر نے قرآن لایا اور لوگوں کو قرآن کی طرف دعوت دی تو مشرکین قرآن کو سمجھنے کے لئے طہارت کرتے تھے یہ جو مستشرقین نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے اسلام کو دبانے کے لئے یورپ میں فہم قرآن پر زور لگا وہ قرآن کے لئے طہارت کرتے تھے؟ تلاوت قرآن کو نماز سے جوڑنا قیاس مع الفارق ہے نماز کے لئے طہارت شرط قرآن میں آیا ہے آیت روزہ عبادت طہارت شرط نہیں سعی بین صفا و مروہ عبادت ہے طہارت شرط نہیں ہے۔

تو دوسری عبادت کے لئے شرط کہاں سے نکالی ہے اور نماز کے بعد دوسری عبادت ہے، صحت روزہ کے لئے طہارت شرط ہے؟ حج میں احرام باندھنا ہے احرام ایک عمل حج ہے جس سے عمل حج شروع ہوتا ہے اس کے لئے طہارت ہے سعی بین صفا والمروہ رکن حج و عمرہ ہے طہارت شرط نہیں ہے وقوف در عرفات رکن اصیل حج ہے وقوف میں طہارت شرط نہیں ہے کسی عبادت میں طہارت شرط ہونے سے دیگر عبادت میں شرط نہیں بنتا اگر شرط ہوتے تو اللہ جو ہے بھولا نہیں ہے وہاں بھی ذکر کرتے فہم قرآن کے لئے دو ہی شرط ہے۔

۱۔ توجہ کے ساتھ سماعت قرآن ہے ارادے کے ساتھ تلاوت ہے

۲۔ کلمات قرآن میں تعقل تفکر تدبر ہے اور اس کا وسیلہ فہم کلمات مستعمل در قرآن کے لغوی معنی سمجھنا ہے۔

۷۔ تعویزات قرآن

۸۔ معجزات قرآن

۹۔ علمیت قرآن۔

قرآن کے بارے میں چند آراء پائی جاتی ہیں۔

۱۔قرآن کاایک ظاہر ہےاورایک باطن ہے۔

۲۔قرآن ناقابل فہم کتاب ہے۔

۳۔قرآن کوصرف اہلبیت سمجھ سکتے ہیں۔

۴۔اہل بیت ایک مجمل لفظ ہےکون سے اہل بیت۔اہل بیت توزیادہ ہیں اہل بیت حسن اہل بیت حسین،اہل بیت جعفر طیار،اہل بیت عقیل۔

حاضراوراق ہمارے ہاں متداول تفاسیر کے بارے میں اظہاررائے ونظرہےتفاسیر کے نام سے جوکتب اسواق کتب دستیاب ہے وہ کس نوع کی ہے آیاقرآن اذہان مسلمان وغیرمسلمان کوقریب اور سیراب کرنا ہے یااجنبی دورکرنا ہےایک گہراجائزہ ہےآیایہ تفاسیرانسان مسلمان وغیرمسلمان کے اذہان کوقرآن کریم کے معانی ومفاہیم سےنزدیک کرنے کے لئےلکھاگیاہے یایوں کہیں یہ تفاسیرقرآن کواذہان سے دورکرنے حیرت سرگردانتے یہاں تک جاہل شخص عالم متصورکرتا ہے۔اس کی وضاحت ضروری ہے تاکہ مبعدکومقرب مضرکونافع تصورکرکے عمرعزیزکوامرلاتحصل میں ضائع نہ کریں پوری امت کوخسارہ زیاں میں نہ ڈوبوئیں یہاں چندگروہ پائی جاتی ہے بعض بطورصریح کہاہےقرآن کاظاہری معنی مراد نہیں بلکہ باطن مرادہےدوسری جماعت کہتی ہےفہم قرآن بغیرتفسیراہل بیت ممکن نہیں بدقسمتی سےاہلبیت مضاف ہے مضاف الیہ محذوف ہےوہ کیاہےاورکون ہے یہاں یہ بات واضح کرکےگزرجاؤں بہترہوگااہلسنت کےمضاف الیہ عشرات کی تعدادمیں ہےحتی جن ذوات کی طرف اذہان منصرف ہےانہوں نےتفسیرنہیں کی ہے یہ مسلمات میں سے ہے معلوم نہیں یاکثیرقریب الاتفاق تفاسیراس احتمال کی تائیدکرتاہے یہ تفاسیرانسان مسلمان کوتنہانزدیک نہیں کرتے بلکہ یا پست بنی وہیات بعدالمشر قین یامغربین بدقسمتی جوغلط بات پہلےکس نےکی ہے لکھتے ہیں مشہوریہی ہےمشہورکوردنہیں کرسکتے جبکہ عقلاءکہتے ہیں رب شہرۃ اصلالہ بہت سی شہرتیں بےبنیادہوتی ہی یہاں یہ دیکھناہےقرآن فہمی کے لئےتفسیر اہل بیت صحابہ ناگزیرہےحقیقت اورواقعیت یاکھلاجھوٹ ہے یامبعدقرآن ہے یابےربط چیزہےذراان احادیث پر ایک نظرکریں گےیہ احادیث آیات کوواضح کیاہے یاکوئی اجنبی معنی پیش کیاہیے یالاحاصل ہےاگرچہ راقم کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں۔

تفاسیرانسان مسلمان کوقرآن کریم سےنزدیک بلکہ تنہابعیدنہیں بلکہ تمام تفاسیرقرآن سےبغض عداوت کینہ دوزی شقاوت قساوت سےلبریزجلدی سےنظرسےہٹانےخواہش مندپائیں گےاس مدعی کےلیےقرائن شواہداعدادمعدودنہیں لا تحصی ہے۔

۱۔جس دوا کو بینائی کے لیے نقصان دہ کہا گیا اس کو دواء شفاء دہندہ قرار دیا ہے جیسے قرآن جن آیات کو محتاج توضیح پایا ہے اس کو رسول کے منع کردہ تدوین حدیث سے تفسیر کیا ہے۔

۲۔حوزات و مدارس جو دین کے نام سے تاسیس ہوئی درس قرآن نہ رکھنے کی محکم پالیسی ہے حتی عربی لغت تک نہ رکھنا کی پالیسی ہے۔

۳۔درس تفسیر کی ترتیب لغت عرب سکھانے کو آخری میں رکھنا۔

۴۔جو روایات احادیث تفسیر قرآن کے نام سے آیت ایصاق کیا ہے وہ آیت سے اجنبی ہے۔

ہدایہ نحو صمدیہ سیوطی نہ سمجھنے والے تفاسیر قرآن قضاوت کیسے سمجھیں گے ایک زمانہ مدارس دینی نقد کرتے ہیں یہاں درس تفسیر کیوں نہیں تو کچھ اصحاب مدارس کہتے ہیں تم تو یہاں قرآن سمجھنے والی کتاب پڑھاتے کوئی کہتا تھا یہاں خالی تاریخ کرتے ہیں والی کیلئے کو دا ہے وہ بھی اپنے دور علماء نوابغ کے لکھے تفاسیر کے بارے میں اظہار نظر کریں گے ایسے افراد کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں ایسے اقدامات کرنے والے کو اگر ممکن ہو سکے تو کوئی ماہر نفسیات سے علاج کرائیں یا پاگل خانے میں پہنچائیں میں اس قسم کے نتیجہ اخذ کرنے والوں کو عالم و جاھل میں تمیز ہے یا تمیز نہ کرنے والے ہی کیوں نہ کہوں یہ منطق ناخواندہ کہیں گے اگر کوئی بلتی جس کو انگریزی سمجھ میں نہیں آتی ہے آپ اس سے کہیں تمہیں انگریزی تو نہیں آتی ہے بلتی تمہاری سمجھ میں کہاں سے آئیگا۔ان کو یہ کہوں گا سائل مفترض کے لئے علم نہیں چاہیے۔

صرف و نحو در حقیقت فہم قرآن کو ناممکن بنانے کے لئے وجود میں لائی ہے چنانچہ اس وقت کے شاغف و شابقہ بقرآن جہاں کہیں کتاب سیبویہ دیکھتے تھے کہتے تھے ضد قرآن لائی ہے ان کے واضعان کی سنت و سیرت عزائم و کردار اس کا منہ بولتا ثبوت ہے غیر عرب والوں کو عربی سیکھانے کے لئے وجود میں لائی ہے یہ بعد میں چلتی بس میں سوار ہو گا ضد اسلام والوں نے حصہ ڈالا ہے خود ان کا دعوٰی ہے کہ ہر کس و ناکس کیلئے نہیں یہ ہر آئے دن مشکل بناتے گئے جبکہ دنیا میں علوم کو آسان سے آسان بنایا گیا ہے چنانچہ فی زمانہ مدارس میں کم سے کم چھ سات سال لگتے ہیں لہٰذا نحو فہم قرآن سے ربط ہی نہیں رکھتا ہے جب کہ قرآن عام لوگوں کیلئے آسان بنا کر بھیجا ہے چنانچہ سورہ قمر میں تکرار سے آیا ہے ﴿وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴾ ۲۲،﴿وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ﴾ ۳۲،﴿وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴾ ۴۰،﴿ وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ ﴾ ۱۷۔اس علم کے مبتکرین مذاہب فاسدہ سے وابستہ تھے ان میں اکثر و بیشتر شعوبی تھے۔

قرآن سمجھنا کیوں مشکل ہے:

ہر غیر عادی غیر روایتی کام کے بارے میں سب پوچھتا ہے دنیا میں سیاست دان خطاب کرتے ہیں علماء خطاب کرتے ہیں فن والے خطاب کرتے ہیں کاروباری افراد ایک دوسرے سے خطاب کرتے ہیں ان کے کلمات کی تفسیر نہیں ہوتی ہے۔ دنیا میں کسی بھی کلام کی تفسیر نہیں ہوتی ہے زیادہ سے زیادہ توضیح تشریح ہوتی ہے کیونکہ تفسیر کے معنی ہے کشف غطاء کلام پر لگے پردے کو ہٹانا ہے نقاب کو اٹھانا ہے جیسا کہ مفسرین نے کلمہ تفسیر کی وضاحت میں بتایا ہے مبہم نا سمجھ کلمات کی توضیح کو تفسیر کہا ہے دنیا میں کسی کے کلام کی تفسیر نہیں ہوتی ہے حتی ہمارے ہاں پیغمبر کے کلمات کی ہی تفسیر نہیں ہوئی ہے کہیں نہ آئی ہے کسی نے رسول اللہ سے پوچھا آپ کی اس فرمان کی کیا تفسیر ہے کلمہ تفسیر مخصوص قرآن کے لئے۔ یہاں سے سوال پیش آتا ہے کہ صرف قرآن محتاج تفسیر ہونے کی کیا اسباب و وجوہات ہیں۔قرآن کی کیوں تفسیر چاہیئے قرآن کی تفسیر کی ضرورت کے بارے میں کیا جواب دیتے ہیں کہتے ہیں قرآن۔

۱۔عام لوگوں کے کلام جیسا نہیں خالق کائنات کا کلام ہے وہ احسن الخالقین ہے اس کا کلام اس کا مخلوق ہے وہ اپنے کلام تفسیر سے بے نیاز کرسکتا ہے کیوں کس لئے محتاج تفسیر والی کلام نازل کیا ہے اس کا کوئی جواب منطقی نہیں ہوسکتا ہے

۲۔قرآن حقائق و معارف سے بھرا ہوا کلام ہے اسلئے اس کی تفسیر کی ضرورت ہے۔

۳۔قرآن میں غیر عربی کلمات استعمال ہوئے ہیں۔

۴۔ ادب قرآن پر لکھنے والے تقریباً صالح کم نفاق زیادہ نظر آتے ہیں کیونکہ ادبی حوالے سے وہ لکھتے ہیں کلام فصیح ہونے کے لیے کام کے اجزاء میں الفاظ غریب نہ ہو یہ شرط لگاتے ہیں کلام فصیح وہ ہے جس میں الفاظ غریب نہ ہو پھر کہتے ہیں قرآن نے فصاء عرب کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا پھر قرآن کو غریب القرآن لکھنا اس تضاد گوئی کا حل کون کیسے کرے گا حال ہی میں مفردات راغب لکھنے والے ابھی اس کو چھپائی کے وقت نیا ایڈیشن غریب القرآن کے نام سے چھاپا ہے۔ قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہیں چنانچہ انھوں نے کلمات غریبہ پر کتابیں لکھی ہیں غرائب القرآن تالیف نظام الدین النیشاپوری کہا ہے عربی زبان میں ایک کلمہ بہت سی چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے جس کا نام انھوں نے کلمات مشترک معنوی رکھا ہے جس کے لئے انھوں نے ایک مثال دی ہے کلمہ کے لئے بہت سے معانی بیان کئے ہیں اب قرآن میں یہ کلمہ جہاں جہاں آیا ہے معلوم نہیں اس سے کونسے معنی مراد لیے ہیں۔

۵۔قرآن میں ایک چیز کے لئے دو لفظ آئے ہیں ان دونوں میں کونسا لفظ استعمال کریں بلکہ ایک جز کے لئے چندین معنی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں مثلاً سورج کے لئے تلوار اور اونٹ کے لئے اتنے الفاظ استعمال ہوا ہے۔

۶۔حقیقت و مجاز کبھی کلمہ اپنے معنی حقیقی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی مجازی میں استعمال ہوتا ہے معلوم نہیں ہوتا

ہے کہ حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے یا مجازی میں یہ لغت کے لحاظ سے ہے۔

۷۔قرآن دیگر کلام جیسا نہیں ہے قرآن اللہ کا کلام ہے اللہ کا کلام کلاموں کا الہ ہے جس طرح اللہ بلند ہے انسان کا وھم وخیال اللہ تک نہیں پہنچتا ہے اسی طرح انسان کا ذھن اللہ کے کلام تک پہنچ نہیں سکتا ہے یہ وجوہات کلام کے حوالے سے ہیں۔

۸۔مخاطبین کے حوالے سے دنیا عرب قبائل وعشائر سے بھرے ہوئے ہیں ہر قبیلے کی اپنی زبان ہے کچھ چیزیں اپنی جگہ فرق ہے جیسے اردو سب کی ایک ہے لیکن علاقے کے حوالے سے فرق ہے عربوں میں بھی اس طرح سے ہے عرب عدنانی ہے قحطانی ہے حجازی ہے۔

۹۔متکلم بذات خود عاجز وقاصر ہے مطلب کو ادا نہیں کر سکتے اس سے قریب افراد اس سے، مانوس افراد اس سے صحبت میں رہنے والے افراد مطالب کو اپنی زبان میں وضاحت کرتے ہیں جیسے بچہ کوئی چیز طلب کرتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتی ہے تو ماں سے پوچھتا ہے یہ کیا کہتا ہے باہر جائیں لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے تو باپ سے پوچھتا ہے کہ بچہ کیا کہتا ہے۔

۵۔خود لغت میں عیب ونقص ہے اس میں ایصال معانی راقبہ گنجائش نہیں۔

یہاں اس کلام کے عناصر ترکیبی کو کھولنے کی ضرورت ہے۔

یہ لغت بذات خود ایک معما لغت ہے جس میں قدرت بیان نہیں ہے جیسے حبشی زبان کُردی زبان بلتی زبان شنائی زبان پنجابی زبان بلوچی پشتوئی زبان سرائیکی زبان سابق زمانے کی سنسکرتی زبان یا لاطینی زبان قدرت بیان نہ ہونے کی وجہ سے متروک ہوتی ہے آیا لغت عرب جس میں یہ قرآن آیا ہے ان زبانوں جیسی زبان ہے اس میں مواد ادائیگی کم ہے یہ یا تصور باطل ہے زبان عرب دنیا میں بہترین زبان ہے ہر چیز کی ادائیگی کے لئے اس میں کلمات فراوانی سے ملتے ہیں جس کی وضاحت ہم بعد میں کریں گے لغت میں خرابی نہیں ہے۔

۲۔مستمعین مخاطبین جن سے خطاب ہے اگر مخاطب بچہ ہو اگر مخاطب دیوانہ ہو تو ان سے خطاب نہیں ہو سکتا۔

اگر مخاطب غیر عربی ہو تو غیر عرب نہیں سمجھیں گے جب تک وہ عربی زبان کو نہیں پڑھیں گے۔

۳۔متکلم کی قدرت بیان میں نقص خامی ہے جسمانی طور پر لکنت رکھتا ہے یا کوئی جرم وجنایت کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ موسی نے فرعون سے خطاب کرنے میں اپنی خامی کو بیان کیا ہے (آیت لکھنا ہے) ایک زبانی نقص کو پیش کیا ہے ایک مخاطبین کی نظر میں مجرم ہوں (آیت لکھنا ہے) اللہ سبحانہ خالق کلام ہے متکلم اللہ ہے ہر نقص وعیب سے پاک ومنزہ ذات

ہے خالق انسان ہے خالق عقل ہے خالق سماعت ہے اور معلم بیان ہے دوسروں کو بیان سکھانے والا ہے کیسے ممکن ہے متکلم میں عیب ہو۔

۳۔ٹھیک ہے قرآن جو ہے صرف عرب کے لئے نہیں ہے دنیا بھر کے انسانوں کے لئے ہے۔عربی زبان پر تسلط رکھنے والے قرآن کریم کلمات کو سمجھنے والے قرآن کریم جو شغف رکھنے والے انھیں مسلمانان عالم کو دعوت دیں وہ زبان عرب کو عالمی بنائیں نیز مفاہیم قرآن کو دوسرے مومنین بقرآن کو سکھائیں۔

تفسیر اہل البیت:

قرآن میں اہل بیت کا لفظ کہاں اور کس کے لیے استعمال ہوا ہے اس کے لیے قرآن کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں یہ لفظ پیش کیا گیا ہے۔

وَ قَرْنَ فی بُيُوتِكُنَّ وَ لا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّ جَ الْجاهِلِيَّةِ الْأُولى وَ أَقِمْنَ الصَّلاةَ وَ آتينَ الزَّكاةَ وَ أَطِعْنَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ إِنَّما يُريدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهيراً (33) احزاب

وَ حَرَّمْنا عَلَيْهِ الْمَراضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلى أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَ هُمْ لَهُ ناصِحُونَ (12).قصص

قالُوا تَقاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَ أَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ ما شَهِدْنا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَ إِنَّا لَصادِقُونَ (49)النمل

قالُوا أَ تَعْجَبينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَتُ اللَّهِ وَ بَرَكاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَميدٌ مَجيدٌ (73)هود.

بعض نے قرآن کو کنارے پرلگانے کے لئے اپنی من پسند خزعبلات کو بٹھانے کے لئے دین کو دین سے مارا ہے لیکن ان کو یہ پریشانی ہوتی ہے کہ ان کی بات باہر حقائق سے نہ ٹکرائیں۔

فرقہ باطنیہ نے قرآن کو کنارے پرلگانے کے لئے دو متبادل پل بنایا ہے جس طرح مسلمان ملکوں میں اجتماعات میں شرکاء کے لئے دو باب بنائے ہیں باب رجال و باب النساء لوگوں کو قرآن سے دور راستے پر گامزن کرنے کے لئے دو پل بنایا ہے ایک پل کا نام اھل البیت ہے جب کہ دوسرے کا خلفاء اصحاب سلف کی تفسیر پل اھل البیت پر لگانے والوں کو یہ کہا ہے قرآن اھل البیت کے گھر میں نازل ہوا ہے اور اھل البیت سے خطاب کیا ہے یہ بات ہمارے شام کو نشر ہونے والی اخبارات کا سرخی بن سکتا ہے کیونکہ قرآن اھل البیت کے گھر میں نازل نہیں ہوا قرآن محمد کے دل پر نازل ہوا ہے قرآن اھل البیت سے خطاب نہیں کیا ہے انسانوں، کافرین مشرکین، منافقین، مومنین سب سے خطاب کیا ہے

۲۔قرآن کو گرا کر اھل البیت کو اٹھانے کے لئے کہا ہے قرآن کتاب صامت ہے اھل البیت کتاب ناطق ہے، یہ بھی

شام کے اخبارات کے ہیڈ ینگ بن سکتا ہے کیونکہ قرآن ناطق مصر، ایران کے ریش تراش بھی ہیں وہ بھی قرآن ناطق ہے، گویا ریش تراش قرآن سے برتر ہوسکتا ہے اس طرح وہ بھی افضل ہوسکتا ہے

۳۔نعوذ باللہ پیغمبر نے فرمایا کہ میں تمھارے درمیان دوگراں قدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں ایک قرآن دوسری میری اھل البیت ہیں یہ اھل البیت کو محمدؐ پر برتری دینے کی بات ہوگی کیونکہ محمد قرآن کے بارے میں ثقل نہیں رکھتے تھے' قرآن محمد پر ثقیل تھے لہٰذا اللہ نے محمدؐ سے فرمایا کہ آپ کو ایک قول ثقیل نازل کرر ہا ہوں اس کو قبول کرنے' برداشت کرنے کے لئے تیار رہو' نبی کریم خود قرآن کے مقابل ثقل نہیں ہے تو انُ کا اہل بیت قرآن کے برابر ثقل کیسے ہوگا لیکن پیغمبر نے اپنے سے ثقل تر کو پیش کیا ہے فرمایا یہ دونوں کبھی الگ نہیں ہوں گے نعوذ باللہ دوسوساٹھ ہجری کے بعد اھل البیت لا پتہ ہوگیا کہاں گیا ابھی تک پتہ نہیں چلا اگر کافرین کو محمد کے کاذب ہونے کا کوئی سند پیش کرنا ہوتا تو یہی خبر کافی ہوتا۔ان اور اہل بیت الگ ہوگیا اب لوگوں کے درمیان قرار ہے اہل بیت نہیں ہے۔

اب مسلمانوں کے پاس اہل بیت ہے جن سے تمسک کریں سوائے وہ اہل بیت کے جو خمس خور الحاد پرست فساق وفجار لوگ ہے جبکہ قرآن کی جگہ کسی کے پاس بخاری شریف کسی کے پاس کساء شریف ہے دونوں جھوٹوں سے بھری ہوئی ہیں اتنی تمہید اھل البیت کی شان میں باندھنے کے بعد لوگوں کے دلوں میں یہ سوال ابھرتے رہتے ہیں یہ لوگ کتنے اھل البیت کے گرویدہ ہیں لیکن ان کا مقصد اھل البیت نہیں تھا بلکہ ان کا مقصد قرآن کی جگہ حدیث حدیث کی جگہ اصول فقہ اور فقہ کو لانا تھا ان کا مقصد کفایہ اور جواھر کا لانا تھا۔

امّا احادیث کی سن پیدائش اور مقام پیدائش ابھی تک عامۃ الناس کے لئے واضح نہیں ہوئی ہے

ا۔پیغمبر نے مدینے میں تشریف لانے سے وفات تک حدیث لکھنے پر پابندی لگائی تھی تو یقین سے کہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۱ ہجری تک حدیث نہیں لکھی تھی دعوت اسلام سے آپ کی وفات تک آپ کے سفر وحضر خلوت وجلوت میں رہنے والوں سے احادث سوڈیڑھ سو سے زیادہ نہیں ملتا ہے یہ بھی پیغمبر سے سنا ہو کہا نہیں ہے۔

۳۔اللہ نے قرآن میں ﴿ولکم فی رسول الله اسوة حسنة﴾ کہا اللہ نے خود رسول کو اسوہ حسنہ بنایا تھا' قول رسول کو سنت نہیں بنانا کیونکہ اللہ عالم بالغیب ہے وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ محمد نہیں بناسکتے لیکن جانتا ہے کہ قال رسول اللہ ہزاروں بنائیں گے

۴۔تاریخ تدوین حدیث یا تولید حدیث ۱۳۲ھ کے بعد شروع ہوا ہے اس وقت مکثرین حدیث عالم برزخ میں تھے برزخ میں جو جاتا ہے واپس نہیں آسکتے ان سے کس نے پوچھا؟ ان کی ہمت نہیں تھی کہ اتنی احادیث کی بوچھاڑ کرے۔

۵۔لوگوں کواحادیث پرشکوک وشبہات پیدا ہونے کی وجہ ان اصحاب کوقرار دیا جاتا ہے جنہیں پیغمبر سے اتنی شرف لقاء حاصل نہیں تھی تھوڑے عرصہ پہلے اسلام قبول کیا تھا لیکن پیغمبر کے ساتھ خاص قربت نہیں تھے عائشہ ام المؤمنین دوسری ھجری کوعقد میں آئی ،عبداللہ ابن عمر سے زیادہ خود عمر پیغمبر سے قریب تھے،عبداللہ ابن عباس سے زیادہ ان کے والدزیادہ پیغمبر سے قریب تھے تو یہ کیسے ہوابعید العھد والے حدیث پے حدیث نقل کرتے ہیں قریب العمر والوں کے پاس کوئی حدیث نہیں تو ان دونوں میں فرق کہاں سے آیا فرق واضح ہے قریب العھد والوں نے کہا ہم نے پیغمبر کو دیکھا لیکن بعید والوں نے کہا ہم نے سنا ہے شنیدہ کےبوَد مانند دیدن (سنی ہوئی بات کی وقعت دیکھی ہوئی بات کے مقابلے میں نہیں ہو سکتی)اس جھوٹ کونرم برکفسول میں ڈال کر کہا ہے پیغمبر نے ان کے حق میں دعا کی ہیں اگر پیغمبرامور دنیا میں آپ کی دعا مؤثر ہوتی تو سب سے زیادہ خطرناک امت کوتفرقے سے بچانے کے لئے دعا کرتے بلکہ الٹے سے آپ نے امت کی تفرقے کی خبر دی ہے

۷۔حدیث کی جائے پیدائش حافظان حدیث ماخذ احادیث تینوں واضح ہیں، جائے پیدائش مرکز یہود ونصارا خوارج و دیگر مذاھب فاسدہ میں پیدا ہوا ہے جس طرح آج کوئی محترم بااثر رسوخ والے تازہ تازہ ہندوستان کے شہر نئی دہلی سے ہجرت کرکے یہاں آئے ہوئے ہیں آپ کتنا ان پر بھروسہ کروگے یا کوئی اسرائیل کے کوئی یہودی مسلمان بن کر آجائے اس پر آپ کتنا بھروسہ کروگے حدیث کی نگرانی کرنے والے سرپرستی کرتے کرتے حوالہ حکومت ساسان بزرجہ محل تھے جو ہرضد اسلام امورات کے لئے دل کھول کر بجٹ دیتے تھے جس طرح آج مغرب مسلمانوں کے فرقوں کوخیرات کے نام سے دیتے ہیں چنانچہ کتاب بلوغ العرب میں آیا ہے شعوبیوں کوانھوں نے تیس ہزار درہم دیئے تھے۔

اما حافظان وکاتبان حدیث ان میں سے اچھے چہرے والوں کا ان کے چہروں میں مت دیکھو ان کی کتابوں میں دیکھو کتنے احادیث موضوعات پائے جاتے ہیں اور بعض حفظ حدیث کے علاوہ الحاد پھیلانے کی وجہ سے مسلمانوں میں ناپسند قرار دے کر معاشرے سے دور کیا تھا چنانچہ صاحب ثقات ابی حیان خاتم اولیاء لکھنے پر خراسان آمدی کو دین سے انحراف پر شہر بدر کیا تھا یہ حدیث کی تاریخ ہے۔

امّا انھوں نے قرآن کی جگہ حدیث کیسے جاگزیں کیا ؟ حدیث جاگزیں کرنے کے لئے گھڑے گئے حدیث قرآن سے متصادم ہے یہاں سے واضح ہوتا ہے حدیث برابر قرآن نہیں حدیث فرزند لصیق بقرآن ہے حدیث کووحی غیر متلوء کہنا بذات خود غلط ہے اللہ نے قرآن میں سیرت محمدؐ کو حجت قرار دیا ہے نہ کہ قول محمدؐ کو۔

قرآن اور تفسیر بالرائے:

تفسیر باطنی کو رواج دینے کیلئے تفسیر بحدیث اور تفسیر بالرائے میں جھگڑا نما چھوڑا ایک نے کہا تفسیر بغیر حدیث باطل مردود ہے دوسرے نے کہا تفسیر بالرائے مردود ہے جبکہ دونوں کی برگشت تفسیر خلاف ظاہر قرآن مراد ہے دونوں نے تفسیر قرآن کو اجتہادیوں کے حوالے کیا تا کہ یہ میدان اجتہادیوں کے لئے خالص ہو جائے دوسرے نے بالرائے کے نام نقل تفکر سے کلی طور پر منع کیا تا کہ وہ توجہ بقرآن سے یکسرہ یکطرف روکنے کے لئے اٹھائے گئے اقدامات موثر رہے لیکن تفسیر بالرائے بطور قطعی عند الکل مذموم مقدوح ممنوع بلا دلیل برھان استناد ہے کیونکہ رائے کے ارباب لغت نے دو معنی بیان کئے ہیں رائے بمعنی دیکھنا رائے بمعنی جانا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ ہم تفسیر بالرائے کو تحلیل کریں اس کی برگشت کہاں ہوتی ہے تفسیر کا معنی تو پہلے بیان کر چکے ہیں ابھی کلمہ رائے کی وضاحت ضروری ہے۔ رائے کسے کہتے ہیں؟ یہ کہاں سے نکلا ہے؟ کون اس کے مبتکر و بانی ہے پہلے ہم مادہ وصیغہ رائے کا معنی معلوم کرتے ہیں رائے قرآن کریم میں کثرت سے استعمال ہوا ہے۔

شاید اس جیسا کوئی کلمہ استعمال نہ ہوا ہو رائے، رائی، رایت، رایتک، رایتکم اور رایتھم بھرے ہوئے ہیں صاحب کتاب عمدۃ الحفاظ القرآن نے لکھا ہے کلمہ رائے بمعنی بصارت دو معنیٰ میں استعمال ہوا ہے ایک اپنی آنکھوں سے دیکھنا اگر آنکھوں سے دیکھنا ممنوع اور مذموم عمل قرار پائیں گے تو دنیا اس کے لئے تاریک ظلمت ہو جائیں گے مدخل علوم پہلے بصارت بعد میں سماعت ہے قبل سماعت اسکی کوئی حیثیت نہیں ہے سماعت و بصارت ختم ہونے کے بعد عقل کوئی کام نہیں کر سکتا ہے باب علوم رایت وسمعیت ہے۔ آپ نے سنا آپ نے دیکھا اور آیت پر پابندی لگائی۔

دوسرا معنی علم ہے آپ کو پتہ نہیں چلا آپ کو معلوم نہیں ہوا اس کا بھی برگشت رویت پر ہوتا ہے ایک دفعہ آنکھوں سے خود چیز کو دیکھتا ہے اس کو رویت بصری کہتا ہے دوسری چیز اس کو اثر کو دیکھ کر موثر پر ایمان لاتے ہیں اس کو رویت علمی قلبی کہتا ہے چنانچہ پیغمبر کے بارے میں آیا ہے ﴿وَ لَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ☆عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى﴾ (النجم ۔۱۳،۱۴) محمدؐ نے ایک دفعہ اللہ کو سدرۃ المنتھیٰ پر دیکھا یعنی رویت رویت علمی ہے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل کیا آپ نے نہیں دیکھا ہے اصحاب فیل کے ساتھ ہم نے کیا کیا جس وقت اصحاب فیل آئے تھے محمدؐ دنیا میں نہیں تھے وہ رویت علمی ہے خلاصہ کلام رائے آنکھوں سے دیکھنا رائے عقل سے اثر دیکھ کے موثر پر ایمان لانا اس کا نام رائے اللہ نے مشرکین وملحدین کے تمام تر احتجاج، تنقید، مذمت اس پر ہے کہ تم کیوں نہیں دیکھتے ہو۔

سوچتے کیوں نہیں دیکھتے یہ رویت کہتے ہیں کیوں نہیں سمجھتے ہو سمجھتے رویت علمی ہے رویت کی طرف دعوت کے باوجود تفسیر بالرائے کی شدت سے مذمت بات بات پر ہوتی ہے کیا آیات قرآن میں استعمال ہونے والے کلمات اسم

فعل حرف کے معانی کو سامنے رکھ کر معنی کرنا لغت کی ریشہ کو دیکھنا صیغہ کو دیکھنا آیات کے سیاق وسباق کو دیکھ کر معنی کرنا تفسیر بالرائے ہے یہ دوسری صدی میں قائم اصحاب رائے دراحکام شرعیہ سے پیدا ہوا ہے اور ایک گروہ خاص کی مذمت ہے وہ قرآن کو چھوڑ کے عقل کی سواری پر سوار ہو کے میدان مارنے والے محمد کی جگہ پر بیٹھ کے میری عقل کہتی ہے کہنے والا ہے معتزلہ نے اسلام کی ضد میں قرآن کو کنارے پر لگا کر اپنی طرف سے نیا اصول دین وضع کیا تھا قرآن کی کثیر آیات میں مشرکین سے خطاب میں عتاب آیا ہے کیوں عقل نہیں کرتے کیوں تفکر نہیں کرتے کیوں نہیں سوچتے آیا مشرکین سے یہ کہا ہے قرآن کو لے جا کر قرآن کے معانی ابوبکر سے کیوں نہیں پوچھتے علی سے عمر سے کیوں نہیں پوچھتے ابی مسعود عثمان بن عفان سے کیوں نہیں پوچھتے ایسا ہے؟

تفسیر بالرائے کی مذمت کرنے والوں سے سوال ہے یہ لمبی چوڑی ۳۵ آیت حضرت علی کے منصوص ہونے کے بارے میں پیش کی ہے آیت بلغ آیت اکمل آیت سال سائل آیت رکوع آیت تطہیر ان میں نص بر امامت کہاں سے نکلی ہے زواج متعہ کہاں سے نکلی ہے رائے نہیں ہے عقل سے کلام نکلتا ہے کلام سے عقل نکلتا ہے کلام سمجھنے کے لئے عقل چاہیے عقل کو سمجھانے کے لئے کلام چاہیے۔

عقل اور کلام والد ومولود ہیں انڈہ اور مرغی ہیں اس طرح کھیل کے رنز بنائے ہیں قرآن کریم کی تفسیر قیل وقال اخباریوں حدیثوں سلفیوں سے تفسیر کرنا تفسیر صحیح ہے کلمات قرآن کریم کو حاق لفظ سے سمجھنے کے بعد سیاق وسباق دیکھ کر معنی کرنا مذموم ہے مردود قرار دینا نقلیات بے سند کو جگہ بنانے میدان خالی کرنے کا حربہ ہے منصفین بھی اس وادی میں گر گئے ہیں ہادی معرفت جیسے بحاث محقق یہاں پھنس گئے ہیں تفسیر رائے کو مسترد کیا اس لئے کہ احادیث کو رد نہیں کر سکتے تھے تفسیر اجتہادی کو رد کیا چونکہ خود مجتہد تھے مجتہد کے داعی تھے مجتہد کے پروردہ تھے مجتہد کے ریزہ خوار تھے اجتہاد کا ستون رائے وادی رائے ہے اور رائے کی برگشت اپنا خیال ہے اور اس کے لئے ان کے پاس دلیل نہیں دلیل طلب کرنے والوں کو لاٹھی اور دھمکی ہے۔

تفسیر بالرائے رویت بصری حقائق کو نیابت رویت قلبی تنظیم وترتیب مقدمات کے بعد تفسیر کرنا عین حکم قرآن ہے اگر تفسیر رائے سے مراد فرقوں کی تفاسیر کا ئنا ما کان چاہے تک جلدی ہو یا موسوی ان تفسیر بالرائے سے خالی نہیں ہوگا آفت رائے ضرور لاحق ہوگا۔

بطور مثال

تفاسیر باطنیہ کی طرف کہ انھوں نے آیات قرآن کا کس طرح سے تفسیر کیا ہے۔

۱۔وضوء ہے وضوء سے مراد موالات امام ہیں۔

۲۔صلوۃ سے مراد امام ناطق مراد ہیں جو سورہ عنکبوت کی آیت ۴۵ میں ہے۔

۳۔غسل سے مراد جس کسی نے مذہب کی اسرار کو فاش کیا ہے تجدید عھد کریں۔

۴۔زکوۃ سے مراد تزکیہ نفس ہے۔

۵۔کعبہ سے مراد نبی ہے باب سے مراد علی ہے۔

۶۔صفاء سے مراد نبی ہے مروہ سے مراد علی ہے۔

۷۔میقات سے مراد ایناس ہے۔

۸۔تلبیہ سے مراد اجابت دعا ہے۔

۹۔طواف سے مراد موالات آئمہ سبعہ ہے۔

۱۰ جنت سے مراد جسم کو تکالیف شرعیہ سے آزاد کرنا ہے۔

۱۱۔نار سے مراد ظاہری عبادت انجام دینا ہے۔

۱۲۔آیات کے ظواہر سے موڑ کر بے جا غیر مربوط تفاسیر باطن دیکھنے کی خواہش مند یا قرمطیان کے عالم بواطن بحرانی کی تفسیر برہان ملاحظہ کریں

باطنیہ کی تفسیر کے علاوہ دیگر فرق و مذاہب کی تفاسیر بھی قرآن سے دور کرنے قرآن کو مھجور و معطل رکھنے میں فاطمیہ کے ہم ازم ہم برزم ہے اہم شاہد میں سے ایک سرے سے ابتداء ہی سے تفسیر قرآن کو احادیث سے شروع کرنا ہے اس کی کوئی منطق نہیں ہے بلکہ سازشی ہی لگتا ہے دوسرے مرحلے میں تفسیر سلف ہے یہ بھی پہلی جیسی بے بنیاد ہے حدیث سے تفسیر کرنا بے بنیاد ہونے کی منطق یہ ہے نبی کریم نے کوئی درس تفسیر رکھا ہو کہیں اس کا ذکر نہیں ملتا ہے اگر کہیں کسی نے پوچھا تو آپ توضیح فرماتے تھے۔

۲۔آپ نے اپنے ارشادات لکھنے سے منع فرمایا تھا۔

۳۔نحوین نے حدیث رسول سے استناد کرنے سے گریز کرنے کی توجیہ میں کہا یہ آپ کا فرمان نہیں جب نبی کریم سے منسوب احادیث سے قاعدہ نحوی ثابت نہیں ہوتا ہے معانی باطنی قرآن سے کیسے ثابت ہونگے اس کے علاوہ جس ذوات کو ذکر کرتے ہیں وہ کتب رجال میں مجروح ہے کیونکہ دنیا میں درس وتدریس تالیف میں ابھی بھی پہلے مرحلے میں کلام کے مفردات پر بحث کرتے ہیں اور خاص کر اس میں مبہم مشکل الفاظ کی پہلے وضاحت کرتے ہیں یہاں تک محققین نے

مصطلحات دینی میں شامل بہت سی اصطلاحات کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اصطلاح متشرعہ ہے شرعی نہیں پہلے نہیں تھے

قرآن کریم کا پہلا دعوٰی ہے کہ ہم آسان کتاب ہیں آسان کلام ہے محتاج تفسیر توضیح نہیں اس کو اللہ نے دو مرحلے میں پیش کیا ہے:

خوداوراس کے فہم وادراک کے بارے میں وضاحت ضروری ہے۔

تفاسیر فرق:

تفاسیر فرق تفاسیر باطنیہ سے چنداں مختلف نہیں بلکہ دونوں کی منزل یا منطق ایک ہے فرق اتنا ہے کہ انہوں نے ظاہر لفظ کو یکسرہ مسترد نہیں کیا ہے اس کو بے معنی چھلکا نہیں کہا ہے لیکن عبارات یا کتابات اشارات سے فہم ظاہر قرآن کو ہر شخص کے لئے ایک نا قابل فہم وادراک بنایا ہے یہ انہوں نے اس کے لئے متعدد تمہیدات بنائی ہیں۔

۱۔ یہ عام انسان سے خطاب نہیں ہے۔ یہ قرآن کو قرآن سے مارنے کی واضح مثال ہے قرآن کی تحلیل کر کے قرآن کو جھٹلایا ہے قرآن نے مشرکین کافرین منافقین عام انسانوں سے خطاب کیا ہے۔

۲۔ یہ کتاب وہی سمجھیں گے جن کے گھر میں یہ اترا ہے یہ عندیہ دیتا ہے قرآن صرف نبی کریم پر نہیں اترے ہیں بلکہ پورے گھرانے پر اتری۔ قرآن گھر میں نہیں اترا ہے قلب نبی پر اترا ہے

۳۔ قرآن میں کلمات غریبہ ہے جو ہر شخص نہیں سمجھتا تھا حتیٰ زمان نزول میں بھی عام اصحاب نہیں سمجھتے تھے۔ جبکہ قرآن میں آیا ہے یہ لسان عربی میں نازل کیا ہے یہ ذی عوج ہے۔

۴۔ انہوں نے قرآن سمجھنے کے لئے جو طریقہ بتایا وہ کلمہ تفسیر ہے۔ تفسیر کے معنی ہی معمیٰ گونگا عجیم الفاظ کے معنی کو تلاش کرنا۔

۵۔ انہوں نے فہم قرآن کو سنت سے بعض نے حدیث سے بعض نے اہل بیت سے باندھا ہے بعض نے علماء سلف سے باندھا ہے۔

فہم قرآن آسان نہیں:

یہ منطق طول تاریخ بشریت میں مشرکین کے بعد باطنیوں اوران کے پروردوں اسکالرشپ خوروں اوراخباریوں حدیثیوں کی رہی ہے اخباریوں اور حدیثوں کے چہرے ممسوخ ہونے منطق بیہودہ ہونے کے بعدان کے آگے اجتہادی آئے انہوں نے مزید قرآن سے دور کرنے کے لئے اللہ سے افتراء باندھتے ہوئے کہا ہے قرآن ظنی الدلالہ ہے قرآن سمجھنے کے لئے حدیث سے استعانت ضروری اور ناگزیر ہے۔

جہاں باطنیوں کے ترجمان کا کہنا ہے اتفاق واجماع اخباری حدیثی اصولی ہے حوزات ومدارس کے عباوقباپوش کے نزدیک نا قابل تردید نا قابل تشکیک ونا قابل نقاش حقیقت ہے کہ قرآن ظنی الدلالہ ہے

اگر کوئی شخص قرآن سمجھنا چاہتا ہے فعلیہ الاستعانہ بالا حادیث آیئے دیکھتے ہیں اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے ہماری کتاب میں ہر خشک وتر کا حکم پایا جاتا ہے تو ہم خود قرآن سے پوچھتے ہیں اے کتاب رب کریم کیا یہ جوبات اخباری حدیثی فقہاء کہتے ہیں قرآن ظنی الدلالہ ہے درست ہے یا نہیں قرآن آپ کو جواب دیں گے نہیں کلاثم کلاالف مرۃ کا یہ قرآن پر افتراء وطعن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''قرآناً عربیاً'' عربی واضح اور فصیح کلام کو کہتے ہیں واضح اور فصیح زبان میں (نازل کیا) سورہ یوسف آیت:۲ عربی کا معنی ہی وضاحت ہے جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو چنانچہ غیر مزوجہ لڑکیاں ان کو غیر مبین کہا ہے وہ اپنی خوہشات کا اظہار نہیں کرسکتی بیوہ کو کہا بیوہ اپنی خواہشات کا اظہار کرتی ہے رضایت کا اظہار کرتی ہے

تفسیر کے معنی الکشف عن الشیء، وھواعم من النطق لانّ انطق مختص بالانسان عرب کے معنی بیان ہے عرب کے معنی تحسین ہے عرب کے معنی ازالہ خفا ہے قرآن نے تکرار سے کہا ہے کہ یہ ایک کلام بیّن ہے قرآن نے سورہ فصّلت آیت۔۴۴ میں کلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے

۱۔کلام عجمی

۲۔کلام عجمی یعنی کلام نامفہوم کو کہتے ہیں کلام عربی کلام مفہوم کو کہتا ہے زبان واضح ہونے کی وجہ سے اللہ نے فرمایا ہے اس کے احکام واضح ہیں اس کے احکام میں بھی اجمال وابہام نہیں ہے جس کلام کو اللہ نے کلام مانوس سہل البیان کہا ہے باطنیہ نے اس کو الفاظ غریبیّہ کہا ہے اصولی نے اس کو ظنیّ الدّ لالہ کہا ہے تب بھی قارئین مطمئن نہیں ہوں گے تب بھی انصاف نہیں ملے گا عربی کا معنی واضح ہونے کی ایک منطق شعوبیین نے کلمات کو صحیح پڑھنے کے لئے لگانے والی نشانی کو اعراب کہا ہے پوری عربی زبان آسان زبان ہے اور عرب میں بھی آسان زبان واضح زبان زبان قریش ہے۔

قرآن قریش کے لہجے میں نازل ہوا لہٰذا قرآن کے کلمات کو کلمات غریبہ غرائب کہنے والے اپنے منہ کو دھولیں اگر بدنیت نہیں ہیں تو لغت قرآن کا درس رکھیں تفسیر قرآن اس وقت وجود میں آئی ہے جس وقت احادیث دین وشریعت کا مصدر وحید بنے ہوئے تھے تفسیر قرآن کریم احادیث کے غلط وملط کی تمیز کرنے رہائی دینے کے لئے وجود میں نہیں آئی ہے بلکہ اس ڈر سے کہیں قرآن دوبارہ معاشرے پر حاکم نہ ہو جائے اسے روکنے کے لئے تفسیر قرآن نامی ایک شعبہ کھولا ہے لیکن اس عمل غلط کو مستند بنانے کے لئے انھوں نے تفسیر قرآن کو خود رسول اللہ سے اور آپ کے بعد اصحاب وتابعین سے

انتساب کیا ہے جس طرح انھوں نے بدعت اجتہاد کو اصحاب اور رسول اللہ سے انتساب کیا ہے جب جھوٹ بولتے ہیں تو جھوٹ چھپانے کے لئے اور جھوٹ بولنا پڑتا ہے یہ وجوہات کرتے ہیں عبداللہ بن عمرو بن عاص نے خصوصی اجازت لے کر آپ سے حدیث لکھتے تھے یا حضرت علی آپ سے املاء لکھتے تھے یہ آیات قرآن اور منع تدوین حدیث سے متصادم ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں پیغمبر کے دور میں تفسیر قرآن کے بارے میں انھوں نے کتنی غلط بیانی کی ہے کتاب اصول تفسیر ومناھج ص۱۴ پر لکھتے ہیں اس وقت کے مسلمان عرب خالص تھے اپنے ذوق سلیقہ عربی کے حوالے سے قرآن کو اچھی طرح سے سمجھتے تھے۔

عرب اپنے ذوق اور سلیقہ میں بلند مقام رکھتے تھے لیکن قرآن کریم تمام عربوں کی زبان پر فوقیت رکھتے تھے اپنے الفاظ و اسالیب میں جو سمجھ میں نہیں آتا تھا وہ ایک دوسرے کو بیان کرتے تھے اگر کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آتا تو پیغمبر سے پوچھتے تھے۔

الفاظ قرآن سکھاتے وقت قرآن کے معانی بھی کرتے تھے۔

۱۔ پہلے مرحلے میں فرمایا ہے یہ کلام عربی ہے سورہ نحل آیت ۱۰۳ سورہ فصلت آیت ۴۴ سورہ شعراء آیت ۱۹۵ سورہ یوسف آیت ۲ سورہ رعد آیت ۳۷ سورہ طہ آیت ۱۱۳ سورہ زمر آیت ۲۸ سورہ فصلت آیت ۳ سورہ شوریٰ آیت ۷ سورہ زخرف آیت ۳ سورہ احقاف آیت ۱۲ کیونکہ دنیا بھر کے تمام کلاموں میں افہام وتفہیم میں پیچیدگیاں پایا جاتا ہے اس کلام میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں نہ اس کی کلام میں نہ اس کی فہم میں۔

۳۔ قرآن کی ایک تفسیر جسے تفسیر روائی یا اثری کہتے ہیں جبکہ اس کو قرآن فہمی سے روکنے کے لئے دنوں پر لگانے والا تالہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔ جس کی وجہ سے آج تک مسلمان قرآن سے محرم نہیں ہوسکا ہر آئے دن قرآن سے فاصلہ ہوتے گئے قرآن اس کے لئے لایعنی مھمل نہیں بنتا جارہا ہے بلکہ قرآن کو حدیث کا پناہ دہندہ کہہ سکتے ہیں چنانچہ اس عالم حدیث نے کہا حدیث قرآن کی محتاج نہیں بلکہ قرآن حدیث کا محتاج ہے۔

قرآن سمجھنے کے لئے وضع کئے گئے قواعد کو سامنے رکھ کر یا ان کو استعمال کریں وہ یہ ہیں:

۱۔ قرآن کی آیات میں آئے کلمات کے معانی جاننے کے لئے کلمات قرآن کے توضیح وتشریح کے لئے لکھے گئے مجامع قوامیس لغات دیکھیں جیسے لسان عرب تاج عروس قاموس محیط مفردات راغب عمدۃ الحفاظ وجود نظایر میں دیکھیں وہاں کیا معنی کیا ہے۔

۲۔تدبر درآیات قرآن کریں سورہ نساء۱۲محمد۲۴ص۲۹میں آیات قرآن میں تدبر کرو نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے
تدبر مادہ دبر سے ہے دبر کا معنی لغت میں کسی چیز کے پشت کو کہتے ہیں یہاں سے خالق ورازق
کائنات کو مدبر کائنات کہا ہے لہٰذا قرآن میں دبر کے معنی بعد وراء خلف ادبار آیا ہے کسی چیز کے پس منظر میں جانا ہے مثلا
تحقیقاتی اداروں میں کسی بھی چیز کے بارے میں چاہے درستگاہ ہوادارہ ہو کتاب ہو شخصیات ہو اس کے آغاز ابتدائی
تاریخ سے شروع کرتے ہیں مثلاً اگر قرآن کریم کو سمجھنا ہو تو قرآن کے آغاز ونزول میں جانا ہوگا یہ قرآن کب نازل ہو
ا کہتے ہیں چھٹی میلادی کے بعد نازل ہوا۔

یعنی جس وقت عرب اور ساری دنیا پر جاہلیت چھائے ہوئے تھی جس ذات پر یہ کتاب نازل ہوئی تھی وہ ذات بہ اتفاق موافق مخالف کسی بھی انسان کے سامنے تعلیم کے لئے جھکے نہیں تھے وہ امی ان پڑھ تھے لہٰذا جب پہلی آیت نازل ہوئی اس سے کہا پڑھو تو نہیں پڑھ سکا کیونکہ کسی چیز کے پڑھنے کے دو طریقے ہوتے ہیں ایک صفحات ذہن پر محفوظ ہو یا سامنے کوئی مکتوب ہو یہ دونوں نہیں تھے اس وقت امی نے یہ کتاب لاکر جاہل مشرکین کو پڑھائی تو وہاں مشرکین نے از خود درک کیا ہے یہ کلام عربی میں ہے لیکن عام انسان نہیں بول سکتا ہے وہ اس کی تہہ تک نہیں پہنچے محمد پڑھے ہوئے نہیں تھے لہٰذا کسی نے سحر و جادو کسی نے کہا یہ شعر ہے اللہ نے ان سے نہیں کہا کسی عالم سے پوچھو مفسر سے پوچھو فرمایا خود تفکر کرو یہ کتاب اس طرح نازل ہوئی جس طرح ابتدائی کلاسوں میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے یہ کہتا ہے بال ہے اندھے ہیں کان ہیں یہ ناک یہ انگلیاں ہیں اللہ نے فرمایا تمہارے اوپر کیا آسمان زمین کے نیچے کیا ہے زمین یہ ہوائیں نظر آتی ہیں کہا اں تو پوچھا ان کو کس نے خلق کیا ہے اس طریقے کو تدبر تفکر تعقل کہا ہے۔

قرآن گزشتہ کتب آسمانی سے دو امتیاز رکھتا ہے جو اس سے پہلے کتابوں کو حاصل نہیں تھی اگر اس کے صفحات دنیا میں ختم ہو جائینگے تو قرآن سینوں میں زندہ پائینگے اگر حافظان قرآن ختم ہو جائیں کتاب مکتون کی صورت میں پائیں گے
:

قرآن کریم کو کبھی قرآن کبھی کتاب کہہ کے یاد کیا ہے یہ دونوں نام قرآن اور کتاب ستائیس سوروں میں اس کتاب کے تعارف میں یہ آیا ہے سورہ بقرہ٬ سورہ اعراف٬ سورہ یونس٬ سورہ ھود٬ سورہ یوسف٬ سورہ رعد٬ سورہ ابراہیم٬ سورہ حجر٬ سورہ کہف٬ سورہ طہٰ٬ سورہ فرقان٬ سورہ شوریٰ٬ سورہ النمل٬ سورہ قصص٬ سورہ لقمان٬ سورہ سجدہ٬ سورہ یٰسین٬ سورہ جن٬ سورہ زمر ٬سورہ فصّلت٬ سورہ زخرف٬ سورہ دخان٬ سورہ جاثیہ٬ سورہ احقاف٬ سورہ طوران سوروں کی ابتداء میں کبھی قرآن کبھی کتاب سے تعارف کیا ہے۔

قرآن کریم کا تعارف کسی بشر سے کرنے سے پہلے خود اللہ نے مثل شہاب ثاقب آیات محکمات سے ہر قسم کی شکوک وشبہات کو رد کیا ہے یہ نبی کریم پر نہیں چھوڑا ہے کہ آپ بیان کریں یہ کتاب کتنی عظیم ہے کتاب کی عظمت وجا معیت ورسائی وادراک کی نوعیت کو خود اللہ نے گزشتہ آیات میں بیان کیا ہے ان واضح وروشن ودرخشان وتابناک بیانات کے باوجود قرآن سے آنکھ چرانے توجہ ہٹانے کے لئے قرآن کو ایک نا قابل فہم وادراک کتاب قرار دیتا ہے اس کے لئے دو طریقے اپنایا ہے ایک عوام گرائشی طریقہ کو اپنایا ہے ہم ادنیٰ شعر کے معنی نہیں سمجھتے ہیں اپنے علماء کے کلام کو نہیں سمجھتے ہیں ہم علامہ اقبال کی کلام نہیں سمجھتے ہیں ہم بواشاہ عباس کی کلام کو نہیں سمجھتے ہیں۔ چہ جائیکہ کلام خالق متعال کے کلام کو کیا سمجھیں گے۔

۲۔آیات متشابات سے استناد کرتے ہیں حروف مقطعات کے کیا معنی ہیں۔اس آیت کا کیا معنی ہے اس آیت کا کیا مطلب ہے ترجمین نے متکلمین مختلف معانی بیان کئے ہیں۔

۳۔طریقہ علمی استناد کر کے کہتے ہیں علماء فرماتے ہیں قرآن ظنی الدلالہ ہے۔

حیلے بہانے ابلیسی مانند بخشیش تمسک کر کے رب کریم پر افتراء باندھتے ہے۔

۴۔قرآن میں سے انحراف کی ایک وجہ قرآن میں کلمات مشترکات ہیں یہاں اس کو مفروغ عنہ قرار دے کر اس پر آثار و احکام مرتب کیا ہے اور سب سے خطرناک اثر جو مرتب کیا ہے کلی طور پر کہا ہے قرآن کی ظنی الدلالت ہیں کسی لفظ کے بارے میں قطعی سے یہ نہیں کہ سکتا ہے اس کا معنی یہ ہے یہ مفروغ عنہ اور اس پر مرتّب حکم دونوں خطرناک عقل سے متصادم ہے قرآن میں کلمات مشترک لفظی مشترک معنوی پایا جاتا ہے یہ بات چندین لحاظ سے مردود ہے۔

قرآن عربی زبان میں ہے اس میں غیر عربی نہیں ہے لہٰذا عربی زبان میں جتنے بھی علوم وفنون حتیٰ عام خطابات ظنی الدلالہ ہوتا ہے وہ کوئی نہیں کہتا ہے تمام علماء بلغاء عرب کا اتفاق ہے عربی زبان سب سے زیادہ فصیح وبلیغ زبان ہے۔

قرآن زبان قریش میں نازل ہوا ہے اور قریشیوں کو تحدی کیا ہے جب قرآن سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ہونگے تو اسے سب سے آسان فہم زبان سمجھا جائے گا دیگران کے خطابات سے بہتر ہونگے۔عربی زبان میں ایک لفظ کا چندین معنی ہو تے ہیں یا ایک معنی کے لئے چندین الفاظ ہوتے ہیں۔اس کو فلاسفہ لغت والوں نے مسترد کیا ہے۔

فلسفہ لغت والوں کا کہنا ہے وضع لغت افہام وتفہیم کے لئے ہے جب ایک کلمہ کا چندین معنی ہو تو یہ نقض وضع لغت ہے لغت افہام وتفہیم کے لئے ہے ایک لفظ کے کثیر معنی ہونا یا ایک معنی کیلئے چندین کلمات کا ہونا افہام وتفہیم میں رکاوٹ ہے تو یہ دونوں فلسفہ لغت افہام وتفہیم کے منافی کیلئے ہے اس سے انکار کرے یا ایک لفظ کے چندین معنی ہے اس کا انکار

کرے یہ دونوں ایک ساتھ نہیں چلتے یہ تناقض ہے جس کسی نے یہ بات گھڑی ہے وہ غلط ہے قانون لغت کے حوالے سے لغت عرب دیگر لغات سے مختلف نہیں ہوسکتا جب دیگر لغات میں مشترکات نہیں ہے کلمہ مشترک نہیں ہے تو عربی میں کیوں آئے۔

خود اہل لغت بھی اس کو رد کرتے ہیں چنانچہ دربار صاحب بن عباد میں ایک شخص لغوی انتہائی غرور و تکبر میں کہا کہ میں شیر کے پچاس نام جانتا ہوں تو ابن انباری نے کہا میں تو صرف ایک نام جانتا ہوں شیر کا ایک نام ہے کسی چیز کے دو نام نہیں ہو سکتے جس طرح انسانوں کے دو نام نہیں ہو سکتے عدالتوں میں وثیقہ جات میں ہمیشہ ایک نام لکھتے ہیں' دو نام رکھنا قانونی جرم ہے دہشت گرد جو بھی دو نام رکھا ہے:

ا۔ قرآن ایک واضح روشن تابناک کتاب ہے کتاب مبین ہے لسان مبین ہے حتی عربی زبان کو عربی اس لئے کہتے ہیں معانی بیان کرنے میں آسان ہے۔

فرقوں نے جو تفاسیر لکھی ہے وہ کس حد تک اطمینان تسلی بخش قابل اعتماد ہے وہ کس حد تک انسان مسلمان کو فہم قرآن سے نزدیک کرتے ہیں اس بارے میں ہمیں دو مرحلہ میں بحث کرنے کی ضرورت ہے:

ا۔ یہ جو تفاسیر انہوں نے فہم قرآن کے لئے پیش کی ہے وہ قابل اعتماد اعتبار بھروسہ ہے یا نہیں اس سلسلہ میں ہمیں دو مرحلہ میں دیکھنا ہے:

ا۔ مجموعی طور پر یہ تفاسیر کس حد تک قابل اعتبار ہے اس کے بارے میں تفاسیر قرآن پر ملاحظات لکھنے والوں نے کیا کہا ہے۔ تفسیر منشور تفسیر برہان' تفسیر نور ثقلین' تفسیر المیز ان وغیرہ کے بارے میں کیا کہا ہے ان کے مندرجات کی توثیق کی ہے یا تشکیک خدشہ ظاہر کیا ہے۔ یعنی وہ روایات جو انہوں نے تفسیر قرآن کے بارے میں پیش کی ہے وہ روایات اصول روایت شناسی تصیح روایت کرنے والوں نے کیا کہا ہے یہ بات نا قابل انکار ہے تفسیر قرآن کے بارے میں وارد روایات کے راویوں کی چھانٹی تحقیق نہیں کی ہے انہیں ادھورا متروک چھوڑا ہے۔ حتیٰ یہاں تک بہت سے علماء خاص کر احمد بن حنبل نے جن موضوعات کے بارے میں وارد روایات نا قابل اعتبار کہا ہے ان میں سے ایک تفاسیر ہے قرآن کی تفسیر کے بارے میں وارد روایات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کے بارے میں جلال الدین صاحب درمنشور نے اپنی کتاب اصول نحو اقتراح میں لکھا ہے علماء نحو شواہد نحو میں سنت رسول سے استناد کرنے سے گریز کرنے کی توجیہ نہیں لکھا ہے ہمارے پاس خود رسول اللہ کا فرمان نہ ہونے کی برابر ہے جو کچھ ہے وہ عام لوگوں کے نقل معنی ہے وہ بھی زیادہ غیر عرب کی ہے جب قول رسول شاہد نحو کی لئے قابل قبول نہیں تو تفسیر آیات کے لئے کیسے قبول ہوگی۔

اگر ہم خود ان روایات کی تحلیل وتجزیہ کریں تو دو مرحلوں میں تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔
۱۔ان روایات کا متن صریح آیات محکمات یا صریح سنت قطعیہ حضرت محمد متصادم متعارض تو نہیں اگر روایات کا متن صریح آیات سے متصادم ہو تو یہ خود بخود مردود ہوگا۔
۲۔اگر بفرض یہ آیات سے متصادم نہیں ہے تو ہمیں اس صورت میں ان روایات کی اسناد کو دیکھنا ہوگا آیا ان کی اسناد صحیح ہے بھی یا نہیں۔
۳۔یہ بات ایک مسلمہ متفقہ حقیقت ہے کہ نبی کریم نے آپ کی سنت لکھنے سے منع فرمایا تھا چنانچہ حدیث کی تدوین ۱۳۵ھ کے بعد شروع ہوئی ہے۔
یہاں ایک نکتہ پر توجہ مرکوز ہے علماء نے یا فرقوں نے ایک تدلیس چلائی ہے وہ تدلیس یہ ہے روایات کے بارے میں جو اصولی موقف ہے ہر روایت کے بارے میں وارد راویوں کے بارے میں علم رجال سے دیکھنا ہوگا اس صورت میں کوئی بھی روایت بچنے کی امید نہیں ہوتی تو انہوں نے ان روایات کو بچانے کے لئے بہت سی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کو تواتر معنوی کا نام دے کر ان میں تحقیق کرنے سے روکا ہے یہ ایک بہت بڑی تدلیس ہے تواتر میں خود فرقوں کی تواتر کی کوئی قیمت نہیں تواتر میں جانب دار اور غیر جانب دار سب کو تسلیم کرنا ہے تو جس طرح یہ روایات جعلی ہے اسی طرح یہ تواتر معنوی بھی ایک قانون خود ساختہ ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔

تفاسیر باطنی یا قرآن توڑ مساعی

تفاسیر باطنی کے بارے میں مفسرین اہل سنت والجماعت وشیعہ نے لکھا ہے باطنیہ کلی طور پر ظاہر آیات کو نہیں مانتے ہیں وہ کہتے ہیں ظاہر قرآن مراد نہیں بلکہ باطن قرآن مراد ہے ظاہر قرآن سے روگردانی کرانے کے بعد باطنی معانی کے نام سے اپنی الحادیات کی تلقین کرتے تھے چنانچہ اس کے کچھ نمونے آگے بیان کریں گے اور دیکھیں گے تمام اصول ایمانیات فروعیات اخلاقیات کو کلمہ امام میں مدغم کیا ہے اما جو تفاسیر سنی اور شیعوں نے تفسیر قرآن کے بارے میں لکھی ہے ان تفاسیر کے مقدمہ پر جو شرائط مفسر وتفسیر کے بارے میں لکھا ہے ان سے واضح ہے یہ تفاسیر بھی کم وبیش باطنیہ کی عزائم کی تکمیل تتمیم کے لئے لکھی ہے۔
ہمارے پاس موجود تفاسیر وتراجم زیادہ فرقہ باطنیہ کے منہج کی طرف برگشت کرتے ہیں وضاحت کرنے سے پہلے خود ان کے تعارف اور ان کے جائے پیدائش اور تاریخ تاسیس نیز ان کے عزائم ومنویات حرکات واردات بیان کرنا ضروری ہے باطنیہ کے بارے میں ہم نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے مزید کتاب درسات فرق ومذاھب میں لکھا ہے

تفسیر مفسرین ذھبی جلد۲ص ۲۵۶ پر لکھا ہے اس فرقے کی بنیاد مامون رشید کے دور میں عراق کے زندان میں وجود میں آیا جہاں اس زندان میں عبداللہ بن میمون قداح فرزند میمون دیصان محمد بن حسین معروف بہ زندان اور ایک جماعت جنھیں چار بچے کے نام سے متعارف کرتے تھے۔اس مذہب کی فکری بنیاد ابی الخطاب اسدی، جابر جعفی، منذر بن جارود، میمون دیصان، وغیرہ نے دوسری صدی کے پہلے پچاس سال اسلام دشمنی کی بنیاد پر ڈالی تھی مسلمانوں کے بھیس میں رہ کر اہل البیت کے نام سے ہر سو اور ہر طرف سے اسلام کا انہدام ان کا منشور اولی رہا ہے اس فرقے نے اپنا منشور بنانے میں تجربات ماسونیہ سے استفادہ کیا ہے جہاں یہودی وغیر یہودی کو یہودی بنانے سے قاصر آیا تو انہوں نے لادینی بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

تفسیر سورہ کوثر

سورہ کو مندرجہ ذیل نکات پر بحث کرنے کی ضرورت ہے

۱۔شان نزول جہاں مشرکین سے حضرت محمد کی نبوت کا خاتمہ دیکھتے ہیں یہ سورہ اسکے جواب میں آیا عاص بن وائل کی سوچ اور اللہ کے جواب میں ربط ہے یا نہیں۔

۲۔مفسرین نے کوثر کا معنی خیر کثیر کیا ہے کوثر صیغہ مبالغہ کثرت سے اسمیں کلمہ خیر کہاں سے لیا ہے

۳۔علم وحکمت مراد ہے فضائل کوثر ہے کوثر واحد میں استعمال ہوتا ہے تعداد میں نہیں

۴۔آیت میں تمام ارکان جملہ سازی موجود ہے فعل ہے اسم ہے حرف ہے مالا کلمہ انا اپنی جگہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔

کوثر سے مراد حضرت زھراء کی نسل سے ذریۃ کثیر مراد ہے یہاں چند سوالات ہیں۔

۱۔کثرت نسل جاہلیت جاہلوں کی افتخار میں سے تھے خاندان عاص بن وائل کی افتخار میں سے تھا لیکن مشرکین میں ان کا خاندان محترم نہیں تھا۔

۲۔عرب نسل از اناث کو نسل اغیار سمجھتے تھے یا نسل ثانی کی حیثیت دیتے تھے اناث سے پھیلی نسل جاہلیت اور اسلام دونوں میں دوسرے درجہ کا سمجھتے ہیں رائے عامۃ الناس ابھی تک اس پر قائم رہی ہے جبکہ اسلام میں خاندانی افتخار کی مذمت آئی ہے اس کو کوئی افتخار برتری نہیں دی ہے۔

۳۔افتخار و نسل کو مومنون کی آیت:۱۰۰ حجرات:۱۳ میں نفی کی ہے نبی کریم نے اپنی دین کی امتیازات میں قرار دیا ہے۔

۴۔امام رضا نے اپنے بھائی زید کو اس افتخار سے منع کیا ہے۔

۵۔حضرت زھراء سے پھیلے ابتدائی اولادوں میں کس نے اپنی دیگران پر برتری کا دعوی نہیں کیا ہے چنانچہ امام باقر کے

علاوہ دیگر آئمہ زوجات فاطمی نسل سے نہیں تھیں۔

۶۔ مفسرین شیعہ نے نسل فاطمہ سے پھیلنے والی ذوات میں سرفہرست امام حسن امام حسین تک محدود ہے جبکہ امام سجاد سے لیکر امام حسن عسکری دیگر خاندان کی نسل سے پھیلی ہے

سورہ کوثر میں چار فریق متصور ہیں یہاں یہ دیکھنا ہوگا یہ تمام عناصر اصلی ہے کسی کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا ہے یا بعض عنصر اصلی ہے بعض کی اہمیت نہیں ہے۔

۱۔ عاص بن وائل اور عمائدین میں مشترک انقطاع دعوت محمد کے خواہاں تھے۔

۲۔ حضرت محمد ہے کہ آپ ان کے طعنے سننے کے بعد دل غمزدہ ہو گئے تھے۔

۳۔ اللہ سبحانہ نے محمد کو تسلی اولاد کے بدلے عطیات عنایات کیے۔

۴۔ امت محمد امت قرآن کا اس میں حصہ دار بنتے ہیں یا نہیں۔

۵۔ دین اسلام کو اس عطیۃ سے اثر پڑا ہے یا نہیں ہے۔

تفاسیر کوثر بہ خیر کثیر

کثیر مفردات میں آیا ہے مائدہ ۶۴ مومنون ۷ انبیاء ۲۴ بقرۃ ۲۴۹ نساء ۱ بقرہ ۱۰۹ اص ۱۵ قلت و کثرت زیادہ تر محدود میں استعمال ہوتا ہے کثیر بذات خود کوئی فضیلت نہیں رکھتا ہے چنانچہ اسلام کثیر افراد خاندان پر افتخار کا مذہب نہیں چنانچہ عاص بن وائل کثرت افراد رکھتے تھے مگر بدنام تھے

خیر قرآن میں ۲۲ معنی میں آیا ہے

۱۔ ایمان انفال ۲۳

۲۔ اسلام نون ۱۲

۳۔ مال بقرۃ ۱۸

۴۔ عافیت انعام ۱۷

۵۔ اجر

۶۔ افضل

۷۔ طعام قصص ۲۴

۸۔ طفر احزاب ۲۰

تفسیر کوثر

سورہ کوثر کی جو تفاسیر مفسرین نے کی ہے اوران تمام احتمالات سے جن احتمالات کو انتخاب کیا گیا ہے کہ سورہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے یا جنت میں نہر ہے یا ذریۃ از نسل فاطمہ ہے۔سب شان نزول، سیاق وسباق سورہ میں بعض کلمات سے ہٹ کر ہیں۔اس اصول بدنیتی عزائم سوء، اعراض از قرآن کی تجدید کے علاوہ کوئی اصول وموازین تفاسیر کلمات عقلاء عالم سے مطابق نظر نہیں آتے ہیں یہ تفاسیر آیت سے تنہا غیر مربوط ہی نہیں بلکہ اجنبیت کوثر بے معنی بے صحت کے علاوہ کچھ نہیں بتاتے ہیں۔اب ہم آتے ہیں خود کلمات سورہ، شان نزول، وقت نزول کے دشمنان کے علاوہ عصر معاصر کے عمائدین مشرکین وعمائدین منافقین فرق کے

ارمان وآرزو کا جواب خود قرآن سے پیش کرتے ہیں۔

کوثر، محمد ہم نے ایک ایسی نعمت دی وہ ختم ناپذیر، گزند ناپذیر ہے وہ کیا ہے؟ وہ نبوت ہے نبوت کی تجسیم قرآن ہے جب تک قرآن باقی رہے گا نبوت محمد باقی رہے گی اس کا شکر کریں۔

سورہ کہف کی پہلی دو آیت میں اس کتاب کی عظمت کا خلاصہ کیا ہے۔

۱۔﴿الْحَمْدُ لِلّهِ الَّذی أَنْزَلَ عَلی عَبْدِهِ الْكِتابَ﴾ ہم نے یہ کتاب آپ پر نازل کی ہے، یہ کتاب تمام کتب آسمانی اورزمینی کا محک وقیم وناظر کتاب ہے، یہاں اس کتاب کی تین صفات بیان کیں ہیں۔

۱۔نازل من اللہ ہے ۲۔آپ پر نازل ہوئی ہے ۳۔قیم دین ہے۔

۱۔﴿ذٰلِکَ الْکِتابُ لا رَیْبَ فیهِ هُدیً لِلْمُتَّقین.بقره. ۱﴾

۲۔﴿نَزَّلَ عَلَیْکَ الْکِتابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقاً لِما بَیْنَ یَدَیْهِ .العمران. ۲﴾

۳۔﴿کِتابٌ أُنْزِلَ إِلَیْکَ فَلا یَکُنْ فی صَدْرِکَ حَرَجٌ مِنْهُ لِتُنْذِرَ بِهِ.اعراف. ۲﴾

۴۔﴿تِلْکَ آیاتُ الْکِتابِ الْحَکیمِ ..یونس. ۱﴾

۵۔﴿کِتابٌ أُحْکِمَتْ آیاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَکیمٍ خَبیرٍ ..هود. ۱﴾

۶۔﴿تِلْکَ آیاتُ الْکِتابِ الْمُبینِ. .یوسف. ۱﴾

۷۔﴿تِلْکَ آیاتُ الْکِتابِ وَ الَّذی أُنْزِلَ إِلَیْکَ مِنْ رَبِّکَ الْحَقُّ. .رعد. ۱﴾

۸۔﴿کِتابٌ أَنْزَلْناهُ إِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ. .ابراهیم. ۱﴾

۹۔﴿تِلْکَ آیاتُ الْکِتابِ وَ قُرْآنٍ مُبینٍ. .الحجر. ۱﴾

۱۰۔﴿تِلْکَ آیاتُ الْکِتابِ الْمُبین..الشعراء..۲﴾

کوثر از غلوان علماء۔

غلومولیت شعراء ہے،غلوکسی چیز کی حقیقت اورواقعیت سے ماخوذ مقام منزلت دینا،یہ ایک قسم کا کذب ہوتا ہے،انسان ۔۔کذب سے گریز کرتے ہیں لہذا نثر میں اسکی گنجائش کم ہوتی ہے چونکہ شعر میں اس کی گنجائش زیادہ ہوتی ہے،شعراور نثر کی مثال معاشرے کوقانون آئین کا پابند کرنا اورآزادکرنے مانند اتباع شیاطین چنانچہ اگرآپ تاریخ شعراء دیکھیں تو نوابغ شعراء فوائد۔۔ پائیں گے،آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں علماء دین اورعلماء مذاھب میں غلوکا موازنہ کریں گےتو علماء مذاھب زیادہ غلات پائیں گے کیونکہ وہ کسی حدودوقیود کے پابندنہیں ہوتے ہیں،اس کاایک اور موازنہ بھی کرسکتے ہیں مجالس امام حسین میں بڑے پائے کےعلماءکورلانے والی مجالس نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے کم پذیرائی ملتی ہے۔مولودۃ احادیث مرسلات آنے والے محدث نوری کوثر ذاکرین سے شکایت رہی ہے،مرحوم مطہری کورلانا نہیں آتاتھا،اورہمیشہ انسانوں کی وراثت میں رہے ہیں۔

جنہوں نےعلی کومعبود بنایاوہ مسلمان کیسے ہوسکتے ہیں یہاں دواسم ہیں ایک معبوداس مفعول مادہ عبد سے ہے یعنی جس کی پرستش کی جاتی ہے،پرستش کے چند مصادیق ہیں۔

۱۔ خضوع نہائی جس کے بعدخضوع کی مثال نمونہ نہیں بنتاہو۔

۲۔ ان کی اطاعت اس طرح کریں کہ ان سے اس کی پسندنہیں مانگی جیسے وہ مطاع آخر ہے۔

۳۔ ان سےکوئی ایسی صفات انتساب کریں جومخصوص ذات اللہ ہو۔

عبادہ بمعنی اطاعت سباء۴۰،۴۱،۶۳،یسین ۶۱،معبود دونہیں ہوسکتے نوح ۳ عباد

سورہ کوثر کا اپنے سے پہلے اوربعد کی سورہ سے کیا ربط ہے کوثر سے پہلے ماعون ہے ماعون میں جودین کو جھٹلاتے ہیں وہ اجتماع کی خدمت نہیں کرتے ہیں مساکین کوکھانانہیں کھلاتے اورنماز پڑھتے ہیں توغفلت میں پڑھتے ہیں انفاق کریں گےتو دکھاوے کا کریں گے اصل موقع پرچھوٹی چھوٹی چیز دینے کوتیارنہیں ہوتے ان آیات میں بخل کی مذمت کی گئی ہے جبکہ کوثر عطااورفراوانی کی بات کرتی ہے کہ ہم نے آپکواتنا دیا ہے کہ وہ ختم نہیں ہوگا

کوثر محمد

ایک دفعہ تبین وتوضیح آیات قرآن کریم کوبلادنفاق کفرونفاق میں گھڑے گئے قیل وقالات سے صرف نظرکرکے خودکلمات کے معانی مطابقی،تصنعی،لزومی کی تحلیلات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہی طریقہ طبیعی فطری اولی فہم

قرآن کریم سے رجوع کریں، ان تین آیات میں یہ نکات آئے ہیں۔

۱۔عمائدین مشرکین نبوت ورسالت محمد کو حیات محمد تک محدود سمجھنے لگے تھے، وہ اس سمجھ میں پرامید تھے چونکہ وہ غیب پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

۲۔اللہ سبحانہ نے ان تین آیات کے ذریعے دوام نبوت ورسالت محمد کا یقین دلایا ہے کہ نہیں ان کی سوچ غلط ہے ایسا نہیں ہوگا۔گردش امور ہمارے ہاتھ میں ہے آپ کی نبوت رسالت آپ کی ذات تک محدود نہیں کیونکہ جو چیز ہم نے آپ کو دی وہ کثیر ہے ختم ناپذیر ہے آپ کو ان کی چہ مگوئیوں کی طرف توجہ رکھنے کی بجائے خالص بطور دائم ہماری طرف رہیں اور ان سے دوبدو مقابلہ معارضہ محاربہ مناظرہ کرنا ہے فتح آپ کی ہوگی اور شکست وہزیمت ان کا مقدر ہوگی۔ہم نے آپ کو بہت سی چیزیں دی تھیں ان میں سے کوئی دوام پذیر نہیں تھی۔زوجہ کو ایک دن جانا ہے، اولاد فتنہ آزمائش امتحان تھی گئے نہیں گئے تب جانا تھا، آپ کی گود سے گئے۔بہت سے مومن فاسق فاجر غدار سب ہو چکے بہت سی چیزیں دی تھیں وہ قلیل تھیں کثیر نہیں تھے۔آپ کے علاوہ دیگران کو بھی دیا ہے اس عاص کو بھی دیا ہے، بنی مخزوم کو بھی دیا ابولہب کو بھی دیا ہے اسی لئے تو یہ لوگ مغرور ہو گئے تھے۔

باطنیہ فرقوں میں سے ایک نہیں فرقوں کا خالق ہے

بدقسمتی سے بعض کو یہ اشتباہ ہے یہ فرقہ ہے عام مسلمانوں سے مختلف ہونے کی وجہ سے مردود ہے جبکہ بعض دیگر کو اچھی طرح سے معلوم ہے یہ فرقوں کا خالق ہے اس بارے میں باطنیہ کے بنیادی عقائد اور دیگر فرقوں کے عقائد و سرگرمیاں دیکھنے ہونگے کہ ان سے مختلف ہے یا ان کی عقائد ونظریات دیگر فرقوں میں مختلف انداز میں پائے جاتے ہیں مسلمانوں میں گرچہ تہتر فرقے بتاتے ہیں لیکن سب کو ان دو فرقوں کے چھتری میں تقسیم کئے ہوئے ہیں شیعہ اورسنی دونوں میں مصادر عقائد وشریعت قرآن اور سنت رسول کو گردانا جاتا ہے لیکن عملی میدان میں دونوں قرآن اور سنت سے گریزہ اپنے خودساختہ مجتہدوں کی سنت پر قائم ہے اور اسی کے مروج ہے شیعہ بطور صریح کہتے ہیں ہم قرآن اور سنت دونوں اہل بیت سے لیتے ہیں اس سے واضح ہوجاتا ہے وہ قرآن اور سنت دونوں کو اصلی صورت میں نہیں لینا چاہتے اس میں تبدیل کر کے لینے کیلئے اہل بیت کو انتخاب کیا ہے حضرت محمد کی قسمت نبوت کو اڑانے کیلئے نیز ہر دور میں' امام معصوم کا ہونا ضروری گردانتے ہیں اس طرح سے انہوں نے عقیدہ ختم نبوت کو اڑایا ہے امام کا ہونا رجعت تقیہ انتظار مہدی عام مسلمانوں سے نفرت حوالے سے باطنیہ کا دوسرا نسخہ نظر آتا ہے اہل سنت پر باطنیہ کا کتنا سایہ ہے ان کی کتابوں میں باطنیوں کے خلاف سخت تندوتیز لہجہ پایا جاتا ہے لیکن میدان عمل میں کسی قسم کی مزاحمت نظر نہیں آتی ہے حالانکہ قادیانی کے

خلاف وقتاً فوقتاً مزاحمت کا اعلان کرتے رہنا جو کہ باطنیہ کی شکم سے نکلی ہے لیکن خود باطنیہ کی نام ہی نہیں لیتے ہیں لیکن باطنیوں کے منشور کا عملی جامہ پہنانے کے لئے پیش پیش ہے شیعہ اورسنیوں میں انتہائی شدت سے اختلاف دکھایا جاتا ہے تا کہ کبھی افہام وتفہیم سے اتحاد قائم نہ ہوسکے لیکن عام نکات اختلاف دوسری صورت میں طرف مقابل میں پایا جاتا ہے جیسے عقیدہ امام مہدی متعہ نزول عیسیٰ دجال مردہ پرستی جعل مزارات حلول اللہ جعل احادیث قرآن کو جہت سے گرانا میں غیر اعلانیہ اتحاد قائم ہے تا کہ اسلام کے لئے اتحاد قائم نہ ہوسکے۔

انتہائی وباریک سے اختلاف وایجاد مواقع پایا جاتا ہے احیاء اسلام کے لئے اتحاد ناممکن رکھا ہے اختلافات کے لئے بہت مواقع رکھا ہے جو عقائد احکام شیعوں میں رائج ہے وہ دوسری صورت میں اہل سنت میں پایا جاتا ہے اگر کوئی اپنے عقائد سے اختلافات کریں تو فورا کہتا ہے سنی بھی مانتے ہیں شیعہ ان عقائد واعمال فاسدہ کا حوالہ سنی کتابوں سے دے کر انجام دیتا ہے ان کی تمام عقائد فاسدہ کی مصادر سنیوں کی لکھی ہوئی ہے۔جب ان کو مشکلہ پیش آتی ہے تو کہتے ہیں سنیوں کی کتابوں میں ہے لہذا ماننا پڑے گا۔ بہت سخت تکنیک کھیل رہا ہے۔

انھوں نے قرآن کو نام کی حد تک اٹھائے ہوئے ہیں مدرسہ القرآن نظر آئیں گے لیکن حدیث شریف کو ہی اٹھاتے ہیں تمام بدعات ڈنڈے سے رواج دے رہے ہیں میلاد کی مراسم نعت کے نام سے کفریات الحادیات آسانی سے پھیلاتے ہیں مشرکین کے بتوں کی جگہ مزارات بنائے ہیں چنانچہ باطنیہ کا ترجمان عبداللہ بن حسن قیروانی نے سلیمان بن حسن جنانی کو ایک لمبا خط لکھا ہے تشکیک تورات وانجیل نیز شرائع کو کلی طور پر مشکوک بنائیں اور یہ ثابت کریں انسان وبشر وہ نہیں جو آدم ابوالبشر سے پھیلا ہے بشر پہلے سے موجود تھے عبیداللہ بن حسن قیروانی کے اس بیان سے ان کی ادیان سابقہ خاص کر اسلام کے ساتھ عداوت واضح ہوجاتے ہیں یہاں سے انھوں نے قرآن کو کنارے پر لگانے مشکوک اور معطل کرنے کے لئے سر توڑ مہم چلائی

ہوئی ہے۔

باطنیہ کے مغز متفکران قرآن کو عمق گہرائی سے سمجھا ہے یعنی روئے زمین میں کوئی چیز ہماری بنیادوں کو مسمار اور سکھا نہیں سکتے ہیں سوائے آسمانی کتب خاص کر مسلمانوں کی کتاب قرآن ہے چنانچہ ان سے پہلے قرآن کو پہچان کر قرآن سے دو بدو جنگ مشرکین نے کیا تھا مشرکین نے کہا تھا محمدؐ بغیر قرآن قبول ہے لیکن قرآن کسی صورت میں قبول نہیں لہذا انھوں نے محمد کو مہنگی ترین پیش کش کی ہے آپ کی ہر بات ماننے کے لئے تیار ہے صرف قرآن نہیں انھوں نے کہا یہ سحر ہے یہ جادو ہے یہ اللہ کی طرف نسبت دینا جھوٹ ہے اللہ نے نہیں کہا ہے اگر اللہ کی طرف سے ہوتا ہے تو آپ پر نہیں بھیجتے

ہیں مکہ اور طائف کے دو عظیموں پر نازل کرتے ہیں آپ پر بھیجنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ کا نہیں ہے۔

انھوں نے اچھی طرح سے سمجھ لیا کہ قرآن اللہ ہی کا ہے عرب قرآن کو کیوں نہ سمجھیں یہ انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے جس طرح محمدؐ کو سمجھنے کیلئے سب سے زیادہ سزاوار یہود تھے انہوں نے محمدؐ کو اچھی طرح سے سمجھا اسی سمجھ کی بنیاد پر محمدؐ سے مزاحمت مقاومت کیا، وہی لوگ سمجھنے کا مستحق تھے اس کی طرف اس آیت کریمہ آیا ہے یعرفون اپنے بچوں جیسا جانتے اگر مشرکین کے سمجھ میں نہ آتا تو کسی اور کے سمجھ میں نہیں آتا قرآن عربی زبان میں تھا اور قریش عربی زبان کے اعلیٰ پائے فصاحت و بلاغت پر فائز تھے لیکن ان کا قرآن کی شناخت تسلیم کے لئے نہیں دشمنی کی بنیاد پر تھا اس طرح عصر معاصر میں مستشرقین نے قرآن کو سمجھا چنانچہ برطانیہ اپنی اوج اقتدار امپراطورہ کے دوران ان کے وزیر اعظم ایوان نمائندگان سے خطاب میں کہا جب تک مسلمانوں میں یہ قرآن ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے ہیں قرآن سمجھنے کے لئے خاص مغز متفکر انتخاب کیا قرآن سمجھنے کے بعد دو بدو جنگ کیا قرآن کو مسلمانوں سے چھینا چنانچہ ان سے پہلے یہودیوں اور ان کے گماشتہ باطنیوں نے قرآن کو سمجھا تو انہوں نے قرآن کتبہ لگا کر اندر ضد قرآن پر تربیت دینا شروع کیا۔ انسان کے لئے ضروری ہے دوست کے ساتھ دشمن کی بھی شناخت کریں۔

لیکن بے چارہ مشرکین منتشر پراگندہ ہونے کی وجہ سے کسی مسئلہ پر اتفاق نہ ہونے کی وجہ سے قرآن سے مزاحمت کرنا مقابلے کرنے کی حیلے طریقے ان کو نہیں آتے تھے لہٰذا انھیں شناخت قرآن کا فائدہ نہیں ہوا لہٰذا مشرکین کو قرآن کے مقابلہ میں ہزیمت اٹھانا پڑیں لیکن باطنیہ اہل بیت کے نام سے دو بدو مقابلے اندر سے مزاحمت کرنے کا سوچ یہودی ماسونیہ سے اخذ کیا ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس کا دقت باریکی سے جائزہ لیا پھر اپنے لئے اپنے پاس اس کا مقابلہ کرنے کے لئے اس سے دو بدو لڑنے کے لئے کیا ذرائع ہوسکتا ہے اسکا بھی جائزہ لینے کے لئے انھوں نے تجربات یہودی پروٹوکولات تلموت ماسونیہ سے لیا دو طریقے سے مزاحمت آئی ہے ہے مزاحمت دشمنی میں یہودیوں کے دین نصاریٰ کو روکنے کچلنے کے لئے سلاطین رومی کے اندر نفوذ کیا۔ سلاطین روم کے ذریعے انھوں نے مسیحیوں کو تتر بتر منتشر کیا حضرت عیسیٰ کو دار پر کھینچا۔

۲۔ دوسرا طریقہ دوستی میں رجعت مسیح اور مسیح کو اللہ کا بیٹا بنایا اس طرح سے نصاریٰ کو خالص مشرک بنایا باطنیہ نے دیکھا اسلام کی روح قرآن ہے، قرآن کے ہوتے ہوئے ہر قسم کی کاوش ضائع بے فائدہ ہے نیز مسلمان قرآن کے خلاف ذرا سی بھی آنکھ مچولی برداشت نہیں کریں گے یہاں سے انہوں نے تمام تر توجہ قرآن پر لگایا کلی طور پر یہودی سیرت پر عمل کر کے سنت رسول قرآن پر مسلط کیا قرآن کو پیچھے کرنے کے لئے شعوبیوں کو آگے لایا۔ نحو سازوں کو آگے لایا

ان کے زبان سے قرائت قرآن کا شعبہ کھولا کلمات قرآن کو مسخ کرنے کے لئے لغویین کو لایا بچے کچھے ضمیر فروشوں دین فروشوں شکم پرست مولویوں کے لئے تخریب دین کیلئے بجٹ بنایا اور کسی بھی دروازے سے قرآن کو اٹھانے کا سوراخ بھی بند کیا اور قرآن کے نام سے قرآن کے خلاف لکھنے والوں کو مفسرین قرآن کا اعزاز دیا۔ کراچی میں محفل خراساں کے امام مسجد نے عربی قرآن سے توجہ ہٹانے کیلئے اردو قرآن بنایا تاکہ سیکولر قرآن کو رد کرنے کیلئے اردو قرآن استعمال کریں۔ یہاں سے اہل فکر و دانش عقل و خرد والے کہتے ہیں ایک طریقہ شناخت تعریف بضد ہے یک از طریقہ شناخت آپ کے بارے میں آپ کے دشمن کیا کہتا ہے یہ جاننا ضروری ہے دشمن کی دو زبان ہوتی ہیں۔

۱۔ زبان مدح ہوتی ہے، تاکہ اسلام قرآن سے شغف رکھنے والوں کو اندھیرے میں رکھیں شکم اس مولویوں کی شکم پری کا بندوبست کریں۔ جس سے قرب اور فوائد حاصل کریں۔ وہ ان کے خاص الخاص ہوتے ہیں مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے اپنوں کو اٹھانے کے لئے کرتے ہیں چنانچہ عبداللہ مقفع ایسا تھا۔

۲۔ خود کو عرب دوست پیش کرتے تھے دوسروں کو عرب دشمن اس طرح سے بعض قرآن کے تعظیم ایک قرآن توڑ مہم پر لگایا ہے اس طرح ایک میدان عمل میں اتر کر قرآن کو کنارے پر لگانے پر تلے ہوئے ہیں ایک قرآن کی تعریف پر تلے ہوئے ہیں ایک قرآن حفظی کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتے ہیں۔ دوسرا قرآن کو روکنے کیلئے طرح طرح نفاقی تعبیرات تعریف و تجلیل قرآن کے ذریعے قرآن سے دور رکھنے کرنے کی تدابیر بروئے کار لائیں کہ قرآن ہر کس و ناکس کا نہیں، کبھی لمبی شرائط رکھیں تاکہ قرآن سمجھی کا سوچ ہی ختم کریں گے اس لئے انہوں نے دو حلقے بنایا۔

ا۔ اصولین ظاہری قرآن سمجھنے کی کتاب ہے ظاہری قرآن حجت قرآن کو پڑھنا چاہیے درس قرآن ہونا چاہیے درس گاہ کھولنا چاہیے لیکن دروس کے دورانیہ قرآن کو حجت سے گرانے تشکیک پھیلانے کی سر توڑ کوشش کریں گے لیکن شرائط کے ساتھ دوسرا سمجھنا ہی ناممکن ہے ایک زمانے میں جس وقت برطانیہ کی امپراطوری چلتی تھی ان کی عزائم ابلیسی سے واقف لوگ یا ان کے تملق گران کہتے تھے سمندر میں اگر دو مچھلی لڑ پڑیں تو سمجھ لیں اس لڑائی میں برطانیہ کا کردار ہے اس وقت اس ملک میں چاہے بدنام زمانہ دہشت گردہ ہو یا مساجد و مدارس سازی ہو یا جماعت سازی ہو ان میں باطنیہ کا کردار ہونا ہے۔

واردات باطنیہ:

ملک میں جاری فتنہ وفساد قتل و کشتار کا سیرہ باطنیہ اور ان کی متبینات کو جاتی ہے اس طرح فاسد رسومات مذہبی علاقائی جو دین کو کھوکھلا کرتی ہے ان تزریفات کو جاتی ہے **الا ان اعدی العبود اللبعود و مسعر النایھی** جس پر پردہ رہنے والی فاقوں کو جاتی ہے باطنیہ پروردہ

ماسونیہ یہودیہ ہے لہٰذا ان کا واردات ماسونیہ یہودیہ سے مختلف نہیں ہے طریقہ واردات باطنیہ ان عناوین کے گرد گردش کرتا ہے:

۱۔ضرب دین بہ دین ضرب قرآن بہ قرآن

۲۔ضرب مسلمین بہ مسلمین

۳۔ضرب امام وماموین

۴۔ضرب مامونین بہ امام

۵۔ضرب مسلمین بہ کافرین

ضرب دین بہ دین کچھ اس طرح سے کیا ہے فرقہ پر فرقہ بنایا کبھی ہر ایک کو دوسرے کا ضد بنا کر ملاعنہ شروع کیا کبھی سب ناجی صرف ایک جہنمی قرار دیا' یہ اس بات کی دلیل ہے فرقہ بنانا اپنی جگہ ان کے نظر میں مستحسن ہے کبھی ضرب قرآن بہ حدیث کبھی صرف حدیث کہا ہے اللہ نے خود نبی سے بارہا کہلوایا ہے ہم علم غیب نہیں جانتے ہیں لیکن اتنی احادیث غیب گوئی کی بھرمار کی ہے:

۱۔میری امت میں سے فلاں فلاں جنت میں جائے گا تفصیل رشد ورشادات میں دیکھیں۔

۲۔میری امت کے تہتر فرقے ہونگے۔ہر فرقے کے نام لے کر لعنت بھیجا ہے۔

باطنیہ کو باطنیہ اس لئے کہا ہے انھوں نے ہر ظاہر کے لئے ایک باطن ہر تنزیل کے لئے تاویل کا دعوٰی کیا ہے ظاہر سے صرف نظر کر کے بے معنی بے فائدہ نا قابل فہم باطن کو مرام ومقصود قرار دینے کا مطلب ہی آیات کو حجت سے گرا کے اپنی طرف سے صادر معانی ٹھونسنا اپنی جگہ استبدادی استحصالی عزائم ومنویات پر عمل درآمد ہے۔

ان کے لئے کئے گئے معنی باطنی درست ہونے کا حشیش برابر بھی دلیل نہیں وہ خود مدعی ہے اور وہ خود گواہ اور قاضی ہے جس طرح فاطمی حکومت قائم ہونے سے پہلے عبداللہ میمون خود لوگوں کو امام کی طرف دعوت دینے والے تھے خود امام تھے یہ فرقہ ایک شخص کی بنائی ہوئی نہیں ہے بلکہ یہود وصلیب مجوسیوں کی مشترکہ کمپنی کے ساخت ہے غرض و غایت جس طرح اخوان صفا نے اعلان کیا ہے ان کے نظر میں دین کو شیشتشو کرنا ہے دین شیشتشو کر کے کفر وشرک کو بحال کرنا ہے اس کے لئے انھوں نے مختلف متعدد منصوبہ بندیاں کی ہیں ان میں ایک تفسیر قرآن ہے۔تفسیر قرآن کے نام سے قرآن کو معاشرے سے ہٹانا ہے اس عزم ناپاک کے لئے انہوں نے تفسیر قرآن فہم قرآن کے لئے ایک لمبی مقدمات پیش کیا ہے۔

باطنیہ اسماعیلیوں کا ایک نام ہے جہاں انہوں نے چہرہ اسماعیلیہ مسخ ہونے کے بعد تمام سرگرمیاں پوشیدہ تحت ستار انجام دینے کا فیصلہ کیا نیز ظواہر قرآن وسنت کی جگہ ان کے باطنی معنی اختراع کیا اس فیصلہ کے بعد انہوں نے ماسونیہ یہودی کی پیش رفتہ شکل کو اپنایا یہاں سے اپنا تعارف میں کہا ہے کہ وہ ظاہر کو نہیں باطن اشیاء کے قائل ہے ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے جو نظروں میں آتا ہے ایک باطن ہوتا ہے جو خاص الخاص کے نظروں میں آتا ہے مثلا کلمات حروف سے مرکب ہے کلمات سے کلام بن جاتا ہے کلام اپنی جگہ ایک قسم کی حکایت خبر ہوتا ہے کلام کے معنی ہے ماافادہ سامع یعنی مسامع کو فائدہ نامہ پہنچے ان کا ظاہر کو ملغی کر کے باطن کا معنی لینے کا کوئی منطق نہیں بنتا ہے۔

۲۔ باہر موجود اثرات اس باطن پر دلالت کرتا ہے جیسے اللہ سبحانہ کبھی ظاہر نہیں ہوتا ہے باطن ہی ہوتا ہے لیکن کائنات کی ہر چیز اس پر دلالت کرتی ہے کلام میں بھی ظاہری معنی مراد ہوتا ہے اس سے معنی باطن بھی لے سکتا ہے جس پر یہ کلام دلالت کرتا ہے لیکن باطنیہ جو معنی بتاتے ہیں وہ ظاہر کلام سے بالکل غیر مربوط ہوتا ہے لہٰذا یہ معنی اس ظاہر سے اخذ کیا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہوتا ہے۔

جو ظاہر سے منہ موڑ کر نظریں ہٹا کر باطن نامعلوم باطن مجہول باطن ناقابل فہم کی طرف دعوت دینے والے انسان کو حقیقت سے روگردانی کرنا فسطائیزم ہی ہوگا لغت افہام وتفہیم کے لئے وضع ہوا ہے لغوی معنی کی طرف سے صرف نظر کر کے یہ کہیں جو ہم کہتے ہیں اسی کو لے لیں اس کا نام استبداد ہے یعنی جو میں کہتا ہوں اس کو مان لے یہ ہمیشہ فاقد دلائل والوں کی منطق ہوتی ہے یہاں سے ہم یہ کہہ سکتا ہے کہ تمام فرقے اس باطنیہ کی شاخ اور ان کے ریزہ خوار اور ان کی لشکر ابرہہ ہیں فرقے والے کہتے ہیں ہر چیز کی دلیل نہیں ہوتی ہے دلائل کی جگہ ہماری باتیں سنیں بلکہ دلائل کو چھوڑیں ہماری باتیں سنیں۔

لہٰذا لغت میں بھی بحث کرنے کی ضرورت ہے لغت سے اصلی معنی کیسے اخذ کریں تحریف سے محفوظ لغت کہاں سے اخذ کریں اس کا کوئی اصول ہے یا نہیں ماہرین دواؤں میں غلط اجزاء کی تشخیص کرتا ہے غذا میں ملاوٹ کی تشخیص کرتا ہے غرض مرکبات میں اجزائے اصلی اور اجزائے ملاوٹی میں تشخیص دنیا میں آسان ہوگئی ہے لیبارٹریاں وجود میں آئی ہیں آزمائش گاہیں وجود میں آئی ہیں تو لغت میں تحریفات نکالنا کوئی دشوار نہیں ہے۔

قرآن کا معنی لغت سے نکالنا اس کی پہلی تفسیر ہے یہاں سے یقین واطمینان قاطع دل مطمئن سے کہہ سکتے ہیں یہ تفاسیر تفسیر باطنیہ ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ لغت کو تیسرے درجے پر پھینکا ہے دوسرا مسلمان درس گاہوں میں لغت قرآن کا شعبہ نصاب میں نہیں، اگر ہے تو وہ لغت قرآن کا نہیں لغت جاہلیت کا ہے جب تک ملاوٹ نکالنے کا شعبہ قائم نہیں ہوگا ہم

ان کو باطنیہ کہتے رہیں گے دنیا بھر میں ہر زبان میں اللہ نے انسان کے بارے میں کہا ہے ہم نے انسان کو بیان سکھایا ہے تو بیان کا بیان ہوتا ہے بہت نادر ہوتا ہے تو تمام زبانوں میں سب سے اعلیٰ سب سے زیادہ اپنا مرام مقصود بتانیکی صلاحیت رکھنے والی زبان زبان عربی ہے قرآن کریم میں اللہ نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کرنے کا ذکر کیا ہے سورہ نحل آیت ۔۱۰۳سورہ شعریٰ آیت ۔۱۹۰، ۔۷سورہ یوسف آیت ۲سورہ رعد آیت ۳۷سورہ طٰہٰ آیت ۱۱۲سورہ فصلت آیت ۔۳سورہ زخرف آیت ۳میں عربی میں نازل کرنے کا ذکر ہے۔

۴۔مثال دیتے ہیں پہلی کلاس والے سے خطاب الگ زبان میں دیتے ہیں۔

ہمارے پاس قرآن فہمی کے لئے چار ذرائع ہیں:

۱۔سب سے پہلا ذریعہ لغت عرب ہے۔لغت میں بھی دخل اندازی کی ہے۔

جس طرح حدیث کو گزشتہ اقوام وملل کے علماء بادشاہان وطباء روز فلاسفہ کے کلمات سے پر کیا ہے لغت عرب جمع کرنے والوں کی اکثریت شعوبی تھے شعوبی یعنی عربوں سے عداوت نفرت رکھنے والے اس سلسلہ میں انوار جندی نے ایک کتاب لکھی فصحی لغت عرب اس میں کلمات جو قومیں لغت میں جمع ہے بیان کیا ہے ابھی سے کتنے متروک اور کتنے استعمال میں بیان کیا ہے ملاحظہ کریں

باطنیہ کا تفسیر قرآن سے کھیل

غرض وغایت باطنیہ معلوم ومشخصی ہے وہ ہے تمام شریعت کا خاتمہ بالخصوص اسلام کا خاتمہ چاہتے ہیں یہ منشور مود ہے۔وہ اسلام سے جنگ پر اسلام کو گرانے مسمار ونابود کرنے کے لئے ہر اسلحے کو استعمال کرے ہر وسائل وذرائع کو استعمال کرے بالخصوص رکن رکین اس واساس قرآن سے جنگ پڑنے پر تمام وسائل وذرائع کو متوجہ کرنے کے لئے کوئی چارہ کوئی ذریعہ آیات سے کھیلنے آیات کا اُوپر نیچے کرنے سے مؤثر نہیں دیکھا عبیداللہ بن حسن قیروانی نے سلیمان بن حسن بن سعید جینانی کو ایک خط لکھا اس خط میں آیا ہے میں تم کو سفارش کرتا ہوں حکم دیتا ہوں کہ لوگوں کو قرآن تورات زبور انجیل میں تشکیک پھلائے شریعت چھوڑنے کی طرف دعوت دے دے حشر معاد نشر تصور ملائکہ تصور جن ایمان بغیب سب کو باطل قرار دے سب سے انکار کروادے لوگوں سے منوائے آدم سے پہلے بہت آدم گزرے ہیں اس سے مراد یہ ہے عالم قدیم ثابت کرے خاص کر زعیم باطنہ کا توجہ ترجیح ختم قرآن کے لئے رہا ہے۔

نحوست باطنیہ

کتاب تفسیر المفسر ون زھبی جلد ۲ص ۱۲۴پر آیا ہے باطنیہ ہر ملک ہر علاقے میں نئے نام سے اپنا تعارف کیا ہے برصغیر

میں انھوں نے اپنا تعارف اسماعلیہ بوھرہ آغاخانی سے کیا ہے بلاد کرد وشام میں علویہ سے کیا ہے ایران میں علی الٰہی سے کیا ہے ترکیہ میں بلکہ اشتیہ سے کیا ہے ایران میں بابیہ سے فلسطین میں بھابیہ سے کیا ہے پاکستان میں قادیانیہ سے ہر ایک کی مرکزی ہدف اسلام سے جنگ ہے وسائل ذرائع ہر ایک کی دوسرے سے مختلف ہے۔

تفسیر باطنی

باطنیہ نے قرآن کی کلمات کا غیر مربوط نا قابل تطبیق مصادیق پیش کی ہے باطنیہ نے ظواہر کلام کو یکسرہ مسترد کر کے ایک اجنبی نا قابل تطبیق معانی پیش کی ہے جس پر ایمان تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں سوائے اس کے یہ لوگ کہتا ہے یہ معانی صرف امام جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے امام سے ہر شخص نہیں مل سکتے ہیں ممکن ہے امام نامی کوئی موجود دنیا میں نہ ہو کہ وہ خود امام ہو لھذا تفسیر باطنی کو تفسیر قرآن نہیں کہ سکتا ہے بلکہ اس کو قرآن توڑ کہ سکتا ہے جس طرح بھائی اور قادیانیوں نے پیش کی ہے۔ان کے مقابل میں خود کو اھل سنت اور شیعہ کہنے والے نے الفاظ بدل کر کے کہا ہے تفسیر بغیر حدیث صحیح وہی منطق کا تکرار ہے تفسیر اما بغیر کوئی نہیں جانتا ہے۔نہیں اس سلسلے میں اگر کوئی مثال نمونہ دیکھنا چاہتا ہو تو تفسیر المیز ان فی التفسیر القرآن دیکھ سکتے ہیں جہاں صاحب المیز ان نے سورہ مبارکہ مائدہ آیت ۳،۵۵،۶۷ کی تفسیر روایات نزول سے کی ہے جو اپنی جگہ ہر حوالے سے آیت سے اجنبی بے گانہ بلکہ نظم سیاق وسباق آیات سے اجنبی ہونے کی وجہ سے انھیں بہت فلسفہ بافی کرنا پڑا ہے صرف اس لئے کہ روایات کتب ضیعفہ نا قابل اعتماد واعتبار کافی،
برھان۔غایت المرام،تفسیر قمی،تفسیر عیاشی احتجاج طبرسی کی ہے یہ سب نقل کرنے کی کوئی فائدہ نہیں مدعی یہ ہے احادیث قرآن سے اجنبی کرتا ہے قریب نہیں۔جو احادیث تفسیر قرآن کے بارے میں آئی ہے وہ آیات سے اجنبی کرنے کا کردار رکھتا ہے۔

تفسیر باطنی

۱۔ایک تفسیر ہے جو یکسرہ کلمات کو روک کے اس سے غیر مربوط غیر متعلق کوئی معنی پیش کیا ہے حقیقت قرآن یہ ہے وہ اس کے مدعی ہے دلیل اس کا یہ ہے امام ہی حقیقت جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا ہے امام کون ہے یہ خود ہے یا کوئی اور دونوں صورت میں اس تفسیر کو تفسیر استبدادی استکراہی تفسیر جبری کہیں گے یہ تفسیر اصول وقواعد سے نہیں ہوئی ہے یہ پیسے سے یا تلوار سے یا جاھلوں کو اغواء کر کے فرصت تفکر وتعقل چھین کر ٹھوسی ہے ورنہ دنیا میں کوئی عاقل خود مختار ایسے تفسیر کو تسلیم نہیں کرتے زید قائم یعنی زید سویا ہوا ہے زید مرا ہے یعنی ضرب زید زید نے کھایا ہے زید نے کہا ہے زید سویا ہے دنیا میں کوئی ماننے کے لئے تیار ہے؟ کعبے کی طواف کرو یعنی امام کے گرد گھومو سنا۔

۲۔دوسرا تفسیر جیسے تفسیر فرق کہتے ہیں فرقوں کے لکھی تفسیر خود اس فرقہ والوں کیلئے قبول ہے دوسروں کے لئے قبول ہے دوسروں کیلئے قبول نہیں فرعون نے قرآن کی تفسیر وہی تفسیر کی ہے جو باطنیہ نے کیا ہے باطنیہ نے کہا تفسیر قرآن صرف اما جانتا ہے وہی بات شیعوں نے کہا ہے سنیوں نے کہا ہے اصحاب جانتا ہے حدیث کے بغیر تفسیر نہیں کرسکتا ہے۔قرآن سمجھی کے قرآن فھمی کے ذرائع وسائل کو ناپید کر کے یا چھین کر غیر مربوط شرائط عائد کر کے قرآن سے دور کیا ہے یہاں یہ انھوں نے دو طریقے اپنائی ہے ا۔ایک قرآن فھمی میں عقل کو چھین کر عقل کو باندھ کر یا عقل کو روک کر قرآن سے قرآن اور عقل میں تضاد تناقض ناہم آہنگی غیر مربوط فکر قائم کیا ہے تاکہ کوئی بھی ہمت نہ کرے چنانچہ یہ بہت بہت کامیاب ہوا ہے اب سو میں نہیں ہزار میں نہیں لاکھوں مسلمانوں میں دو مسلمان نہیں ملیں گے کہ ہم قرآن کو سمجھیں اگر کسی مصیبت پر رونا ہوتا تو مسلمانوں کو اس مصیبت پر رونا چاہئے تھا عقل ہر چیز پر استعمال کرے صرف قرآن پر استعمال نہ کرے جبکہ اللہ نے اس کتاب میں کتنی دفعہ مختلف صیغوں میں کلمہ عقل کو دہرایا ہے عقل کو کیوں استعمال نہیں کرتے انھوں نے عقل کے نام سے مارا ہے یہ کسی قسم کے عقل فھمی نہیں

۲قرآن فھمی کے لئے جو علوم کے شرائط عائد کی ہے کتاب تفسیر المفسر ون تالیف دکتور محمد حسین ذجلد اص ۲۷۵ میں آیا ہے شخص مفسر کو ان علوم کا سمجھنا ضروری ہے

ا۔علم نحو جو کہ ایک علم کی صورت میں ایک سو ستر سال تقریبا گذرنے کے بعد سیبویہ نے اس کی بنیاد رکھی ہے اس کی کتاب اور اس کی سیرت واضح دلیل ہے کہ اس کا علم نحو قرآن وسنت پیغمبر اسلام سے کوئی شغف محبت لگاؤ نہیں تھا اور اس کا حریف سکا کی کا بھی دونوں کے نزدیک اور ان کے بعد میں آنے والے نحوییں کا پورا مقصد عیش ونوش ذریعہ معاش تھا جو بھی ہو ایک سو ستر سال غذرنے کے بعد آنے والے علم نحو کو قرآن فھمی کے لئے شرط لگانا کہاں کا انصاف اس سے پہلے قرآن معنی کرنے والے کیا پڑھتے تھے اس وقت نحو تو نہیں تھے آپ جب ان کی طرف پلٹاتے ہیں تو آپ بغیر نحو پڑھے تفسیر کرنے والوں کی طرف پلٹا یا نحوی

ا۔ابوعثمان متوفی ۲۴۹ھ

۲۔بکر ابن محمد بن بقیہ مازنی متوفی ۲۵۰ھ

۳۔احمد بن یحیٰ بن زیدب بن سیار متوفی ۲۹۱ھ

۴زجاج ابراھیم بن سری بن سھیل زجاج متوفی ۳۱۱ھ محمد بن قاسم بن محمد بن بشار انباری متوفی ۵۷۷ھ

۲۔علوم بلاغہ۔معانی بیان،بدیع یہ تینوں علوم کے بانی معلوم ہے معانی بیان کا تو کہتے ہیں عمرو ابن جاحظ متوفی ۲۵۵ھ

کتاب تاریخ آداب لغت عربی میں آیا ہے جس کے مبتکرین یہ لوگ تھے

۱۔قدمہ بن جعفر متوفی ۳۲۷ھ

۲ رمّانی متوفی ۳۸۴ھ

۳ عبدالقاہر جرجانی متوفی ۴۷۱ ھ

۴ سکاکی متوفی ۶۲۶ھ

۵ ابن اثیر متوفی ۶۳۷

سب کے سب ان کا دین وایمان ضمیر خلفاء امراء کی کاسہ لیسی غنی موسیقی سے شغف رکھنے والے تھے علم معانی بیان بلاغت کا جو چرچا ہوا ہے وہ بنی عباس کے دور میں ہوا ہے جب دربار خلافت میں فارس کے شاہ پرستان پہنچے جہاں وہ خود کو ذلیل وخوار اور خلیفہ امیر کو شمس وقمر سرپا بناتے تھے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن میں فصاحت وبلاغت نہیں ہے ہم قرآن کریم کے فصاحت وبلاغت کون سے کیوں لے لیں عربی زبان اگر قرآن نہ ہوتے آج عبرانی زبان سریانی زبان یونانی زبان سنسکرت جیسا بنتا ہے اس زبان کو جو دوام وبقاء ملی ہے وہ قرآن کے طفیل ہے عربی زبان کی تین ادوار ہیں ایک ا۔دور جاھلیت ہے جو بعثت اسلام سے پہلے ایک سو سال کی حد تک ہے اس کا آغاز امراء القیس سے ہوا اس کا نام جامع فی تاریخ ادب مؤلف حنا الف خوری میں آیا ہے اس کا نام جندح بن حجر الکندی ہے امراء القیس یہ پانچ سو میلادی کو پیدا ہوا ہے اور پانچ سو چالیس کو مرا ہے۔ امراء القیس کی شاعری ان کے باپ کو پسند نہیں آیا اس کو خاندان شاہی کے لئے میدان جنگ کے لئے مقابلہ مبارزہ کرنے والوں کے لئے زیب نہیں دیتا اب اس کے بعد سلسلہ شروع ہوا یہاں تک کلام کی حسن وخوبی کو ناپنے کے لئے ان کا شعر آیا ہے لیکن جب قرآن نازل ہوا اس کو دور ختم ہوا اسلام آنے کے بعد حضرت محمدؐ اور آپؐ کے چہیتے اصحاب زبان عرب کو بہتر بنانے کے لئے سوچے نہیں بلکہ وہ اس کو ایک فخر بھی نہیں سمجھتے تھے افتخار بھی نہیں کرتے تھے وہ گویا قرآن کے لئے ایک اھانت تصور کرتے تھے چنانچہ ایک بادشاہ نے خلیفہ دوئم کو ایک خط بھیجا ان سے درخواست کی کہ آپ کیملک کے بہترین شاعر کا ایک شعر بھجدیں تو خلیفہ نے خط میں سورہ بقرہ بھیجا وہاں لکھا کہ ہمارے پیغمبر پر ایک کتاب نازل ہوئی اس کے بعد ہم شعر سے بے نیاز ہوگئے ہیں شعر کو قرآن کریم میں پیغمبر ومؤمنین کے لئے نازیب قرار دیا ہے قرآن ضد شعر شاعری ہونے کی بنیاد پر اصحاب وتابعین کے ہاں مجالس شعر استناد شعر کے لوگ نہیں تھے حتیٰ میدان جنگوں میں بھی رجز شعری نہیں تھے لیکن بنی امیہ کے دور سے معاویہ اپنی اقتدار کے لئے قرآن کو استناد نہیں کرسکتے تھے وہ اپنی تبلیغات کے لئے شاعر کو استعمال کرتے تھے شعراء یہودی مسیحی بے دین تھے ان کو

اپنے دور میں مقام نہیں تھے فاسد سمجھتے تھے یہاں تک عمرو بن عبدالعزیز منصور دوانقی وغیرہ شعراء کو اپنے ہاں آنے نہیں دیتے تھے ان کے بعد مھدی کے دور سے شروع ہوا تو شعر کی مقام بنانے کے لئے انھیں جھوٹ باندھنا پڑا ابو بکر شعر پڑھتے تھے حضرت عمر شعر پڑھتے تھے حضرت زھراء شعر پڑھتی تھیں اس کے بعد عربی زبان میں مہارت حاصل کی عربی زبان کو خراب کرنے کے لئے قیاس بنائی جس طرح فقہ کو خراب قیاس استعمال کیا تھا اب بدنیت والوں کے بنائی علم کو قرآن سمجھی کے لئے شرط لگانا ﴿تلک اذا قسمة ضیزیٰ﴾ ہے اگر قواعد عربی کو جو شعر پر جیتا ہے قرآن سے بناتے تو آج عربی زبان کہاں پہنچتے آج عربی زبان کو خلط ملط کرنے والوں کو یہ نوبت نہیں ملتی۔عربی زبان میں نبوغت حاصل کرنے والوں کو فصاحت و بلاغت میں اوج قلعہ نشینوں کو یہ اعزاز نہیں ملی فصاحت بلاغت قرآن کا جولانی کرے۔

۳۔تیسرا علم جو انھوں نے قرآن فھمی کے لئے بنائی ہے وہ علم قرائت ہے علم قرائت میں قرائت خود مشکوک ہے اور اس پر قرائت عشرہ بنائے ہیں عشرہ پر عشریں بنائے ہیں یہ قرآن کو بگاڑنے کے لئے ہے انھوں نے اپنا سب کچھ کیا ہے لیکن جس نے قرآن نازل کیا تھا اس نے اپنا تحفظ اپنے پاس رکھا تھا تو ان کا سر نیچے ہو گیا

۴۔چوتھا علم علم کلام ہے علم کلام وہی علم فلسفہ یونانی ہے اس کی رکیک بدنمائی بدظنی بدسمعتی سے بچنے کے لئے علم کلام بنائی ہے اسّ الاساس تخریب اذھان علم کلام ہے علم فقہ جو جسے احکام اللہ کہتا ہے اس کی اکثر مبانی کلام ہے علم لسان نحو لغت علم کلام ہے مخرب دین علم کلام ہے فقہ کو خراب کرنے والا علم کلام ہے علم کلام تاریخ میں ابو حنیفہ ہے جس نے فقہ کبر لکھا ہے اس کے بعد فقہ لکھا ہے اس نے فقہ کو علم کلام پر بنیاد رکھا ہے

۲واصل بن عطائے غزالی متوفی ۱۳۱ھ ۳۔ابو ھزیل محمد بن ھزیل الآف متوفی ۲۳۲ھ ۴۔محمد بن عبدالھاب حیوانی متوفی ۳۰۳ھ ۴۔ابوالحسن اشعری متوفی ۳۳۳ھ یہ علم کلام کے بنیاد گزاروں میں لکھا ہے

۵۔پانچواں علم ناسخ و منسوخ ہے جہاں انھوں نے کوشش پورا کی ہے کہ آیات قرآنی کو اکثر و بیشتر کو منسوخ کرے مسلمانوں کے شور شرابہ بدگمانی کی وجہ سے رک گئے تھے اب یہ شرط لگایا کہ منسوخ و نسخ کا علم ہونا چاہئے اور حدیث سے قرآن نسخ ہو سکتا ہے

۶۔چھٹا مفسر کو علم موھبہ ہوتا ہے یہ کہاں سے نکالی ہے۔

۷۔ساتواں مفسر کو لغت عرب عبور ہونا چاہیے یہ شرط مفروغ عنہ ہے جب آپ قرآن کو سمجھنا چاہیں گے زمان عربی جاننا ہوگا تو کیوں اپنی نصاب علم الغات نہیں رکھتے عربی کو قرآن ہی سے شروع کرے قرآنی الفاظ سے قواعد نکالتے علم صرف و نحو علم لغت نہیں

خطابات قرآن:

خطابات قرآن دنیا کے نامور خطباء کے خطابات سے مختلف ہیں دنیا میں اگر کوئی علم ودانش میں متبحر نابغہ اعلیٰ وارفع دانشگاہوں کے خطیب وسخنور ہوتو وہ سادہ عوامانہ خطاب نہیں کرسکیں گے وہ عوام الناس سے خطاب کو اپنے لئے اہانت اور جسارت محسوس کرتے ہیں اگر عامۃ الناس سے خطاب کرنے والے عالمانہ خطاب کریں تو عوام کی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

قرآن کا مخاطب عالم دانشمند جاہل ان پڑھ مومن کافر انسان وجن سے خطاب ہے۔

دین اسلام کا ماخذ ومصدر قرآن اور محمد ہے یہ دونوں انفکاک ناپذیر ہے جدانا پذیر ہے کیونکہ قرآن بغیر نام محمد ادھورا ہے قرآن کو کسی نے پیش کیا ہے سب کا اتفاق بلا اختلاف ہے محمد نے پیش کیا ہے محمد کی نبی ہونے کی توثیق کس نے کی ہے قرآن نے کی ہے قرآن کے بارے میں اہل سنت کا موقف واضح ہے انہوں نے قرآن سے انتساب سے گریز پرہیز کرتے ہوئے اپنے کو خالص سنتی متعارف کیا ہے، جس طرح شیعہ نے دونوں سے انتساب توڑ کر خود کو اہل بیت والے متعارف کیا ہے۔ اہل فکر ودانش خاص کر قرآن اور سنت دونوں کو مصدر اسلام قرار دینے والوں کے اذھان میں چندین سوال آتا ہے دونوں کا قرآن اور محمد سے چڑ رہنے کی کیا وجہ ہے قرآن اور محمد دونوں متعارف کرنے کی میں سہل کیا مشکل تھے یا قباحت ہے جواب واضح ہے ایک سے تمسک دوسرے کی طرف جھکاؤ سبب بنتا ہے۔ کور کھنے میں کیا قباحت تھی۔ قرآن کو یہاں سے ہٹانے کی کیا وجہ تھی۔

۳۔ قرآن پر سنت کو قاضی وحاکم قرار دیا ہے۔

۴۔ سنت کو قرآن سے بے نیاز قرآن کو سنت کے نیازمند قرار دینے کے بعد پہلے دوسوال کا کچھ حد تک جواب مل جاتا ہے کہ قرآن ایک کتاب طفیلی سنت مانتے ہیں چنانچہ قرطبی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں اس حدیث کو باطل وبے بنیاد قرار دیا ہے، قرآن ہی کسوٹی صحت وسقم حدیث ہے۔

۵۔ خود سنت سے کس حد تک وابستہ ہے اس سلسلے میں سنت منسوب مرفوع سے سنت اصحاب سنت اتباع اور بعد میں قول سلف سے سنت اصحاب کو شامل کرکے میدان عمل سے سنت رسول کو بے دخل کیا ہے۔

یہ حدیث اپنی سند ومتن دونوں حوالے سے مسئلہ متنازعہ بحث طلب ہے۔

بعض اصحاب دوسرے تیسرے درجہ اصحاب کے ہوتے ہوتے پہلے درجے کے اصحاب حتیٰ اہل بیت کے گھرانے سے زیادہ ان سے احادیث نقل ہوتی ہے یہاں تک علماء حدیث نے انہیں مکثر میں احادیث کا لقب دیا ہے لہٰذا

ان سے منقول احادیث مشکوک مخدوش نظر آتا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا ہے یا ان سے منسوب کیا ہے۔

۲۔علماء حدیث نے احادیث کو اسناد کے حوالے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے احادیث صحیحہ۔

۳۔احادیث ضعیفہ پر عمل نہیں کرسکتا ہے جبکہ فقہاء ومفسرین دونوں نے احادیث ضعیفہ پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔

۴۔احادیث رسول بحکم قرآن اطاعت رسول میں آتا ہے اس کے لئے تعین جازم چاہیے کہ یہ رسول اللہ نے فرمایا احادیث ضعیفہ مقطوعہ مرسولہ حجت اورنہیں جس حدیث کے بارے میں یقین نہ ہو کہ نبی کریم نے فرمایا یانہیں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں یہ سنت رسول اللہ ہے۔

۵۔اہل سنت دوسری تیسری صدی کے بعد مثل یہود آنکھ بند کر کے دین کو علماء کے دوراہے سے بندھا ہے ان کے اقوال فتاویٰ کو سنت کا درجہ دیا ہے لہٰذا اس وقت سنت رسول سے بھی بہت دور فاصلہ پر کھڑا الھذا وہ خرافات اور باطنیہ کے اہداف کو پروان دیتے ہیں مصروف ہے ان کے تمام پوری پیش روایات قرآن اور سنت رسول سے دور ہے۔

کتب تفاسیر روائی ہے جہاں انہوں نے آیات کی تفسیر روایت سے کی ہے یہاں یہ بات واضح کرنے کی ضرورت ہے تفسیر کے بارے میں وارد روایات کے راویوں کے بارے میں کتب رجال سے تحقیق کرنے میں دیکھنے کی کسی نے زحمت نہیں کی ہے گویا تفاسیر کے بارے میں آیا راویوں کی تحقیق ضروری نہیں۔جو فرقہ میں رہ کر قرآن کی تفسیر کرنے میں ان کو مزہ آتا ہے۔وہ فرقہ سے باہر نہیں سکتا ہے کیونکہ قرآن میں آیا ہے ولا تتفرقو ہم قرآن کے تفسیر کے نام سے افتراق وانتشار کی دعوت آسانی سے دے سکتا ہے جو قرآن سے باہر رہ کر نہیں دے سکتے ہیں مفسر یہ دعوی بھی کرتے ہیں کہ ہم غیر جانب دار رہ کر فرقے سے وابستہ تفسیر کریں گے یہ ممکن نہیں چنانچہ تفسیروں پر تبصرہ کرنے والوں میں سے ایک نے تفسیر المیز ان کے بارے میں لکھا ہے تفسیر اپنی جگہ اچھی تفسیر ہے معلومات کا انبار ہے جس طرح اہل حدیث میں رہ کر حدیث سے آزاد تفسیر ممکن نہیں لیکن اس کے مفسر شیعہ ہے شیعہ ہونے کے بعد آیات کی حقیقی تفسیر ممکن نہیں ہے۔

شیعوں نے اس تجزیہ نگار کی عصبیت پر استدلال کیا کہ دیکھو یہ شیعہ سے کتنا تعصب رکھتے ہیں لیکن اس نے دقت سے ایک حقیقت انکشاف کیا ہے دیکھو اگر آپ کو اطمینان نہیں آتا ہے اکملت آیت بلغ رکوع آیت مودت سیاق وسباق کے ساتھ کیا ہے۔چنانچہ صاحب المیز ان نے اپنی نبوغت علمی کے باوجود ساتویں صدی کے اسماعیلی عالم دین نے جن آیات کو حضرت علی کی امامت پر بطور نص پیش کیا ہے جیسے آیت تطہیر آیت مودت شوریٰ ۲۳ کی اقربا رسول آیت انما ولیکم اللہ حضرت علی اور اولی الامر ائمہ کی عصمت کی دلیل میں پیش کیا ہے ان آیات میں کوئی ایک کلمہ ان کی شان میں

مخصوص نہیں یہاں تک انہوں نے اپنے اسلاف کی مدعیٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جن آیات سے ان کے اسلاف نے امامت کے لئے استدلال کیا اس میں کچھ اضافہ کیا آیت سے دور کا بھی واسطہ نہیں بنتا ہے۔

کہ ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ظاہر باطن کا چھلکا ہوتا ہے ظاہر کا باطن سے نسبت مغز کا چھلکے سے ہوتا ہے میں عذاب تکالیف ہے جو ظاہر قرآن پر عمل کرتے ہیں وہ اس دنیا کے عذاب میں مبتلاء ہوتا ہے جو باطن قرآن پر عمل کرتا ہے اسے شریعت سے نجات ملتا ہے انھوں نے قرآن کو کنارے پر لگانے کے لئے جو طریقہ کار منصوبہ بندیاں شروع کیا ہے وہ بہت دقیق باریک منصوبہ بندی کی ہے۔تفسیر باطنیہ قرآن کے بہانے تمام اساس اسلام کو منہدم و مضمحل کر کے توحید کی شرک آخرت کی جگہ نظریہ تناسخ قائم کیا ہے۔

عدم امکان فہم قرآن:

عدولدود دشمن خشوم قرآن نے لوگوں کو قرآن سے دور رکھنے کے لئے قرآن کریم کا عدم امکان فہم قرآن کے لئے دلائل دیئے ہیں

کتاب اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویہ تالیف شیخ الجلیل مصطفیٰ صادق رافعی ص ۵۷ نے ایک حدیث کتاب مناھل عرفان ج ا ص ۱۳۰ برہان ج ا ص ۳۰۱ سے نقل کی ہے انزل القرآن علی سبعۃ احرف اللہ نے قرآن کو سات حروف پر نازل کیا ہے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے ایک باطن پھر ان حروف کی تاویل میں پھنس گیا حروف کا کوئی معنی نہیں ہوتا تو اس کی تاویل کیا ہوتی ہے پتہ ہے تاویل باطنیہ کے پاس بے ربط جعلی ہوتا ہے اس کو تاویل کہتا ہے انھوں نے اس حرف کے معنی کی تاویل یوں کی ہے۔

سات حروف سے مراد یعنی قرآن سات طریقے سے پڑھا جائے گا یعنی سات لغات عرب پھیلا ہے اور اس سے سات قرائت مراد لی ہے یہ روایات شناسوں کے نزدیک لحافت اور تناقص سے بھرے ہوتے ہیں اس کے علاوہ اس کو تسلیم کرے تو یہ قرآں کو حجت سے گردانے کے لئے بنائی ہے قرآن حجت سے گرنے کے بعد نہ قرآں رہیں گے نہ محمد رہیں گے جب کہ اللہ نے وعدہ دیا ہے اس قرآن کے آگے پیچھے سے اس کو باطل کرنے والے کوئی چیز نہیں۔

یا ایک مشکلہ فہم قرآن کے بارے میں ایک چیز قرآن کریم کا سات حروف پر نازل ہونا ہے اس سلسلہ میں تفسیر البیان فی تفسیر القرآن آیت اللہ خوئی میں گیارہ روایات نقل کی ہیں اس جیسی دیگر مشاکل عوائق فہم قرآن کے بارے میں گڑھی گئی مشکلات سے واضح ہو جاتا ہے مخالفین قرآن کی اصول وقواعد کو لے کر قرآن کا مقابلہ نہیں کیا ہے جب وہ قرآن سے اصولی مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے تو انھوں نے تمام فرق و مذاہب سے کہا ہے درخواست کی ہے التماس کی ہے یا اعلان

کی ہے اپنی طرف سے فہم قرآن کو رد کرنے کے لئے جو کچھ بول سکتا ہے بولے اگر ایک دورد ہو جائے تو باقی ہمارے پاس موجود ہے اگر سب رد ہو گئے دیکھو یہ سب غلط ہے؟

یہ سب بے دین ہیں؟ صرف آپ عالم ہیں؟ صرف آپ دیندار ہیں؟ یہ لوگ اپنے وقت کے بڑے بڑے عبادت گزار تھے قائم الیل صائم النھار تھے کیسے ممکن ہے؟ غلط کہتا ہوا نہی میں سے ایک قرآن کو مشکل بنانے والوں میں سے ایک شعوبی ہے شعوبیوں کی کارکردگی میں سے ایک جعل نحو ہے جس کتاب سے نحویوں کو افتخار ہے ان کے پاس وہ کتاب ام الکتاب ہے جسے سیبویہ نے تالیف کی ہے سیبویہ نے اس کتاب میں اصول نحو کے لئے تین ہزار اشعار سے استناد کی ہے جنھوں نے اصحاب مدارس حوزات مدارس جو کہتا ہے ہم یہاں قرآن فہمی والے علم کو سکھاتے ہیں وہاں قرآن کو چھوڑ کر اشعار جاہلیت قدیم وجدید سے استناد کی ہے۔

جس قرآن نے شعر کو مسترد کیا تھا انھوں نے اس شعر سے نحو بنائی ہے اور نحو بنانے کے بعد قرآن سے کھیلا ہے۔ اور قرآن کی ہر آیت کے لئے عرب عشائر وقبائل سے لہجات لی ہے حوف بدل دی ہے ایک آیت پڑھنے کے لئے بیس طریقے ایجاد کی ہے اور ان کو قرائتوں کو صحیح کرنے کے لئے بیس قرائت کیسے ہونگے اس کو کم کر کے سات بنائی ہے اور سات کو صحیح کرنے کے لئے حدیث سے استناد کی ہے اور اس کے لئے ایک حدیث جعل کی ہے وہ حدیث ہے قرآن سات حروف میں نازل ہوا ہے علماء لغات کا اس بات پر اتفاق ہے حروف کا کوئی معنی نہیں ہے انھوں نے جس کا معنی نہیں ہے اسے قرآں بنایا ہے۔

معنی اصطلاحی اجتہاد

کتاب ادوارِ اجتہاد از دیدگاہ مذاہب اسلامی صفحہ ۸

معنی اصطلاحی اجتہاد علمائے مذاہب اسلامی کے نزدیک متفق علیہ نہیں ہے بعض علمائے اہلسنت کا اعتقاد ہے کہ اجتہاد ایسے وسائل ذرائع کو استعمال میں لائے اور کوشش کرے کہ اس سے حکم شرعی کے بارے میں ظن وگمان حاصل کرے اس کے مقابل میں فقہاء شیعہ نے اجتہاد کیلئے اپنا نکتہ نظر پیش کیا ہے علماء بزرگ سیف الدین عامودی شافعی متوفی ۶۳۱ میں لکھتے ہیں اجتہاد عبارت ہے کوشش تاوان کو ظن وگمان استنباط شرعی میں استعمال کریں انسان احساس کرے یہ اس سے زیادہ استطاعت گنجائش نہیں تھی جتنی گنجائش میں تھے اسے بدل کیا ہے

علامہ ابن حاجب ابوعمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر نے مختصر الاصول میں لکھا ہے اجتہاد یعنی حکم شرعی پر ظن وگمان حاصل کرے قاضی عبدالرحمٰن بن احمد عبدالغفار شافعی اضودی متوفی ۷۶۵ مختصر الاصول ابن حاجب پر شرح میں لکھا ہے

کہ اجتہاد سے مراد یہ ہے کہ سعی وکوشش تاوان کو اصول ظن گمان حکم شرعی ہے ابو حامد محمد غزالی شافعی متوفی ۵۰۵ صاحب فواطر المحمود فی شرح مسلم الثبوت میں نقل کیا ہے کہ اجتہاد سے مراد تلاش کوشش سعی حکم شرعی کو پیدا کرنے کیلئے ہے

مجتہد بزرگ علامہ حلی ۷۲۶ کتاب الاصول نہایت الاصول میں لکھا ہے کہ اجتہاد یعنی کارگرفتان سعی وکوشش بر تحصیل ظن وگمان بحکم شرعی۔

مرحوم آخوند خراسانی نے اجتہاد کی تعریف اس طرح سے کی ہے کارگرفتان تاوان درراہ سعی وکوشش بر تحصیل برجحت حکم شرعی۔

منابع اجتہاد صفحہ ۲۴ ادوار اجتہاد میں آغا جناتی فرماتے ہیں ماخذ ومنابع اجتہاد یہ ہیں قرآن یہ سب سے پہلا منبع ہے دوسرا سنت رسول ہے سنت رسول اللہؐ سے مراد قول فعل تقریر ہے یہ اس سلسلہ میں سنت رسول منبع ومصدر وماخذ ہونے میں تمام فقہاء کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے سب کا اس پر اتفاق ہے چنانچہ سید مرتضی علم الہدی ابن قیم نے بہت سے علماء کا ذکر کیا ہے۔

تیسرا سنت اہلبیت وسنت صحابہ ہے اہل تشیع سنت آئمہ کو سنت رسول کی جگہ لیتے ہیں واہل تسنن سنت صحابہ کو سنت رسول۔ شیعہ سنت آئمہ کو نسخہ سنت رسول جانتے ہیں۔

چوتھا اجماع ہے کبھی اجماع علماء کبھی اجماع امت کہتے بدترین دقیانوسی ٹھونسا ہوا دلیل ہے جس کا کوئی برائے نام علماء جمع ہو کر کوئی حکم کا اجراء کیا ہو نہیں ملتا ہے پانچواں قیاس ہے شیعہ اس کو عقل کہتے ہیں ان چار کو مصادر فقہ کہتے ہیں اسمیں کمی کو پورا کرنا مجتہد کے اختیار میں دیا جہاں انکے لیے الگ مصادر وضع کیا ہے جنہیں مصادر فقہ کہتے ہیں وہ یہ ہیں مصالح مرسلہ ہے قاعدہ استصلاح ہے صدرائے ہے فتح ذرائع ہے شریعت گذشتگان ہے مذہب صحابی ہے عرف و عادت ہے سیرت عملی اہل مدینہ ہے استدلال ہے برات اصلی ہے مطلق اجماع ہے

۱۴۱۵ ھجری کو ایک کتاب بنام آراء فی مرجعیت الشیعہ نشر ہوئی ہے جس میں بہت سے علماء نے مرجعیت یا اجتہاد تقلید کے بارے میں اپنے نظریات پیش کیے ہیں ان میں سے ایک فرد عالم اسلامی میں بتحقیق شجاعت بیانی کے حامل علامہ محمد مہدی شمس الدین تھے اس کتاب کے ۵۷۳ صفحہ پر المرجعیہ وتقلید عند الشیعۃ اس عنوان کے ذیل میں آپ فرماتے ہیں

۔۔۔۔یہاں عربی دیکھ کر لکھنی ہے۔۔۔۔۔۔۔[مصطلح التقلید و مصطلح المرجیعة هذان المصطلحان وما یرادف هماو یناسب هما غیر موجدین باین نص شریعة و انهما و لیس هما اساس من حیث

کونهما تقدیر ان یدلان علی ....]

آپ فرماتے ہیں مصطلح تقلید مرجعیت، تقلید اور اجتہاد جو جاری ہے یہ چیز ہی کسی بھی نص شرعی میں نہیں ہیں یہ جو کچھ ہے یہ تازہ پیدا شدہ ہے ان کیلئے کوئی اساس وبنیاد نہیں نہ قرآن میں ہے اور نہ اثر میں ہے جو کچھ ان کا مصدر وماخذ ہے وہ ہے جو خبر ضعیف نہیں ہے جس کی کوئی قدر وقیمت نہیں ہے کہ اس سے استنباط کریں وہ ایک خبر بلا مصدر بلا سند ہے امام علی الھادی اور امام حسن عسکری یہ لوگوں کی زبان پر وردچل رہا ہے یعنی ہر وہ جو فقھاء اپنے دین کے محافظ ہو اپنی خواہشات کے مخالف ہو اپنے مولی کے مطیع ہو عوام کو چاہیے ان کی تقلید کریں مادہ تقلید حرف لا ہے اس نص ہے اس پر اس کسی صورت اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے

مدرسہ یسرنا القرآن اہل قرآن والوں کے لئے

یہ عنوان اس لئے انتخاب کیا ہے کوئی مسلمان دنیا میں نہیں ہوگا کہ وہ یہ نہیں جانتا اس کے نزدیک تمام کتب کی بنسبت یہ کتاب ہر حوالے سے جامع وکامل کتاب ہے اس کے مافوق کوئی کتاب نہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں یہ کتاب مسلمان کی آئین سعادت دنیا وآخرت کی کتاب ہے اگر انسان پوچھے کیا آپ اس کتاب کے کچھ مواضع کی وضاحت کریں گے تو وہ بلا تامل کہیں گے میں نے قرآن کو بامعنی نہیں پڑھا ہے ایک طرف سے وہ کہتے ہیں مسلمانوں کا آئین سعادت کتاب ہے دوسری طرف سے کہتے ہیں مجھے نہیں آتا ہے یہ اکثر وبیشتر مسلمانوں کا جواب ہے چلیں آگے بڑھتے ہیں قرآن سے وابستہ علماء اعلام سے عرض نیاز کریں قبلہ قرآن سے کچھ ہدایت ونصیحت فرمائیں تو کہتے ہیں میری نصیحت ہے آپ پہلے اپنے نماز روزہ وضو غسل تیمّم کے مسائل پوچھیں اگر نسل جوان کسی دینی مدرسۃ میں داخل ہونا چاہتی ہے کہ وہ قرآن سیکھیں حضور میں یہاں قرآن سیکھنے کے لئے آنا چاہتا ہوں تو وہ کہیں گے یہاں قرآن نہیں سیکھاتے یہاں اونچے درجے کا علم سکھاتے ہیں آپ فلاں محلے گلی میں جائیں وہاں کتبۃ نظر آئیں گے یہاں تعلیم قرآن ہوتی ہے اگر وہ وہاں جائیں اور دریافت کریں کہ یہاں قرآن سکھاتے ہیں تو وہ کہیں گے یہاں صرف قرآن کی تلاوت سکھاتے ہیں نہیں میری مراد قرآن بامعنی سیکھنا ہے تو کہتے ہیں کہ یہاں بامعنی سکھانے والا نہیں ہے یا پوچھا جائے کہ حضور قرآن بامعنی پڑھنا چاہتا ہوں تو وہ کہیں گے ایسا کوئی مدرسہ نہیں ملے گا کیوں اس لئے یہ کتاب ہر عام وخاص کی سمجھ میں نہیں آنے والی کتاب یہاں سے انسان مسلمان حیران وسرگردان ہو کے رہ جاتا ہے خود قرآن میں آیا ہے اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے اس قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان بھیجا ہے سورۃ مبارکہ قمر آیت ۷۔۲۲۔۳۲۔۴۰ اس چھوٹی سورہ میں چار بار تکرار سے آیا ہے کہ ہم نے قرآن کو آسان بھیجا ہے جبکہ یہ حضرات اتفاق سے کہتے ہیں قرآن سمجھنا مشکل ہے اس کا حل کہاں سے ملے گا ہم

قارین فیس بک سے اس بارے میں سوال چاہیں گے اس تناقض کو کیسے رفع کریں ہم تو یہ بھی کہتے ہوئے ڈرتے ہیں یہ تناقض کس نے چھوڑا ہے اللہ نے فرمایا ہے آسان ہے اور یہ کہتے ہیں مشکل ہے ہم یہ سمجھیں گے یہ اللہ کی کتاب پر افتراء ہے۔

قارئین کرام اپنی بساط کی حدود میں تلاش کریں اس سلسلے میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا تعاون کرے جو مسلمان قرآن بامعنی سمجھنا چاہتے ہیں سمجھنے والے اس کو سمجھائیں تو یہ تعاون خود قرآن کے مطابق ہوگا ۔تعاونوعلی البروالتقوی

تعریف علم۔

علم صرف اس کو کہتے ہیں یہ علم ہر کلمہ میں موجود اصلی حرف اضافی حرف تبدیلی حرف کی شناخت کرتے ہیں ہر کلمہ عربی کے دو معنی ہوتے ہیں۔

۱۔مادے کا معنی ہوتا ہے

۲۔صیغہ کا معنی ہوتا ہے۔

کلمہ کو آگے کر کے معنی کرنا پیچھے کر کے معنی کر کے جمع بنا تا ہے کلام کی اہمیت اور غیر اہمیت بناتے ہیں۔اس کو علم معانی کہتے ہیں علم معانی انشاء کبر ذکر حذف تقدیم تاخیر تعریف تنکیر قصر فصل وصل ایجاز اطناب مساواہ

اقسام علم۔

علم دو قسم کے ہیں علم سے مال بناتے ہیں تو اس علم کی قیمت مال کے برابر ہوگی علم جس سے دنیا حاصل ہے نہ اخرت اس علم کی کوئی وقعت نہیں۔

علم شریعت وہ تو آپ کی نبوت کا حصہ کوثر سے مراد یعنی نبوت دیا ہے یہ نبوت دیگر انبیاء کی بنسبت کثیر ہے یہ اپنی جگہ معقول نہیں ہے۔

ہمیشہ مصادیق حسب سیاق وسباق سے اخذ کرتے ہیں وہ مواقع مراد لیا جاتا ہے یہاں دینے والا اللہ جس کو دیا ہے وہ محمد ہے محمد کس کثرت کے خواہاں تھے نہ وہ علم کثیر کے خواہاں تھے نہ مال نہ حسن و جمال وکمال نفس کے خواہاں محمد صرف اس دین کے فروغ کے خواہاں تھے۔

یہاں یہ سوال پیش آتا ہے دشمنان محمد کو سب سے زیادہ کونسی کوثر بری لگے گی وہی اللہ محمد کو دیں گے۔

تحمید وتشکر۔

تحمید وتشکر مجھے اپنی فکر اور سوچ جس پر میں انشاءاللہ قابض ارواح میرا روح نکالیں گے مصلحین ہوں کہ میں صراط مستقیم

قرآن ومحمد پر ہوں اپنی تالیفات کے مضامین مطالب کے بارے میں اکثر وبیشتر انتخاب پر بھی مومن ہوں درمیان میں گذرے مطالب سب سے مطمئن ہوں میری ذریعہ نجات یہ کتاب ہوگی اس پر بھی مطمئن ہوں اللہ اصل انتخاب توجہ خالص حق تھے اس پر مطمئن ہوں میری کتاب چلے گی قارئین میری حمایت کریں گے کوئی امید نہیں بہت سی کتاب سب سے بڑی کتاب کو روکنے والے دنیا میں رہیں گے۔

حضرت محمد امی تھے آپ پڑھ لکھ نہیں سکتے تھے:۔

قرآن عظیم کے دوسوروں نحل ۴۲ انبیاء ۷ میں آیا ہر وہ شخص جو نہیں جانتے ہیں وہ جاننے والے سے پوچھے ہمارے نبی کریم ناواقف وناآشنا تھے۔

کیا حضرت محمد لوگوں کے سوالات کے جوابات از خود دیتے تھے یا کہاں سے کیسے دیتے تھے حالانکہ وہ امی تھے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔

۱۔لوگ محمد سے قیامت کے بارے میں پوچھتے تھے احزاب ۶۳

۲۔لوگ چاند کے بارے میں پوچھتے تھے بقرہ ۱۸۹

۳۔لوگ پوچھتے تھے اگر انفاق کریں تو کیسے کریں بقرہ ۲۱۵

۴۔لوگ پوچھتے تھے کونسی مہینے میں جنگ حرام ہے بقرہ ۲۱۷

۵۔لوگ خمر اور جوئے کے بارے میں پوچھتے تھے بقرہ ۲۱۹

۶۔لوگ ایتام کے بارے میں پوچھتے تھے بقرہ ۲۲۰

۷۔لوگ عورتوں کو جو ماہواری آتی ہے اس کے بارے میں پوچھتے تھے بقرہ ۲۲۲

۸۔لوگ حلال حرام کے بارے میں پوچھتے تھے کیا چیز حلال ہے کیا حرام ہے مائدہ ۴

۹۔لوگ قیامت کے بارے میں پوچھتے تھے قیامت کب بپا ہوگی اعراف ۱۸۷

۱۰۔لوگ آپ سے انفال کے بارے میں پوچھتے تھے انفال ۱

۱۱۔لوگ روح کے بارے میں پوچھتے ہیں اسراء ۸۵

۱۲۔لوگ ذوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں کہف ۸۳

۱۳۔لوگ پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں طٰہٰ ۱۰۵

۱۴۔لوگ ان سے عورتوں کے بارے میں پوچھتے تھے نساء ۱۲۷

۱۵۔لوگ آپ سے کلالہ کے بارے میں پوچھتے تھے نساء ۱۷۶

۱۶۔کلالہ کے بارے میں پوچھتے نساء۱۲

۱۷۔۳۳۱ بار قرآن میں کلمۃ قل آیا ہے

۱۸۔حاقہ۴۴ پر آیا ہے اگر کوئی اپنی طرف سے ہم پر نسبت دے تو ہم پکڑیں گے۔

۱۹۔میں اپنی طرف سے نہیں بدل سکتا ہوں یونس ۱۵۔

اگر ہم میں سے کوئی یہ کہنے کی جرات کرے لوگ نبی کریم سے سوالات کرتے تھے نبی کریم کو جواب نہیں آتے تھے اس کو چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی لوگ یہ کہیں گے اللہ نے ان پڑھ نبی کو نبوت کے لیے انتخاب کیا بات پس منظر میں لے جاتے ہیں بعثت کے ابتدائی دنوں میں مشرکین نے یہودیوں سے کہا ہمیں کچھ سوالات دیں جو محمدؐ جواب نہ دے سکیں مشرکین میں سے نبی کریم کو شرمندہ کرنے کے لئے یہودیوں سے چند مشکل سوالات لائے تھے انہوں نے آپ سے یہ سوالات کئے تو آپ نے فرمایا آپ کل یا دو دن کے بعد آئیں وہ لوگ واپس چلے گئے ادھر سے اللہ نے وحی نازل کرنا بند کیا کچھ عرصہ گذر گئے وحی نہیں آیا آپ سوچیں نبی کریم پر کیا گذرا ہوگا لوگوں نے افواہیں اُڑائیں محمدؐ کے رب نے محمدؐ کو معطل کیا محمدؐ سے ناراض ہوگیا یہ تو ممکن نہیں تھے اللہ محمدؐ سے ناراض ہوجائیں گے کہ آپ کو چھٹی کریں معطل کریں کیونکہ آپ کو نبوت آپ کی درخواست پر نہیں دیا تھا آیہ قرآن میں ہے آپ کے خطور میں بھی نہیں تھے آیت لہذا یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ محمدؐ قرآن نازل ہونے سے پہلے پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے یہ بات تو قرآن کی چند آیات میں آئی ہے محمدؐ قرآن کا پہلا شاگرد تھے یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی محمد اور امت دونوں قرآن کے شاگرد ہیں محمد نے پہلے جبرائیل سے سیکھا پھر آپ نے امت کو سکھایا جیسا کہ جمعہ کی دوسری آیت میں آیا ہے یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی محمدؐ اور محمدؐ کی کل عزت و شرف مجد و عظمت قرآن میں ہے اب سب ہم جو شغف قرآن ہے قرآن عظیم ہے اس وقت ہم سب محمد کے پیچھے ہیں لہذا یہ جملہ کھلا باطل بے معنی جملہ تھا کہ ہم نے اسلام کو اہلبیت سے لیا ہے یا ہم نے اصحاب سے لیا ہے اہلبیت بھی دنیا سے گئے اصحاب بھی گئے دونوں گئے بعد میں آنے والوں کو چھوڑ کر ان اہلبیت و اصحاب سے دین لینے کی کیا منطق کیونکہ محمدؐ نے قرآن جبرائیل امین وحی سے سیکھتے تھے جہاں جبرائیل نے محمدؐ سے کہا اقرا محمدؐ کے پڑھے لکھے نہیں تھے قرآن نازل ہونے سے پہلے آپ امی تھے لہذا اللہ نے محمدؐ سے کہا اقراء محمدؐ نے فرمایا ما انا بقاری۔

تعریف القرآن با القرآن

قرآن کا نزول سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات سے شروع ہوا یہ پانچ آیات ایک مبارک رات میں نازل ہوئیں جیسا کہ

سورہ دخان اور سورہ قدر میں آیا ہے فی لیلۃ مبارکہ یہ رات رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات تھی عالم اسلام میں ایک عرصہ تک خالص اسلام کے ترجمان ناپید و مفقود رہے خواہ عالمی سطح پر کہیں بھی خالص اسلامی تعارف کبھی نہیں ہوا ہو کتنا ہی دردمند کیوں نہ ہو وہ اندر سے معاشرے پر مسلط فرقہ سے خائف ہی رہتے تھے لہذا وہ ایک فرقہ کے ترجمان رہے اس صدی میں سب سے زیادہ عالم اسلام میں شہرت و مقام والے جن سے زیادہ امیدیں وابستہ کی گئیں تھیں سید قطب اور امام خمینی تھے۔ سید قطب پہلے ہی مخالفین اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہوئے امام خمینی آپ شیعہ مسلک کے ترجمان تھے اسمیں بھی شدت آ گئی تھی سید قطب اہلسنت کے ترجمان تھے خمینی کے پیش کردہ نظام ولایت کا مصدر و ماخذ روایات شیعہ تھیں جہاں انکے سائے میں ایک نظام ولایت کا بھی اعلان ہوتا رہا ہے اسلام کا مصدر قرآن ہے اور حق حاکمیت خالص اللہ کی ہے وہ چاہے انفرادی طریقہ سے ہو یا اجتماعی نام سے ہو وراثتی ہو یا انتخاب اول سے آخر تک۔۔۔۔ اسلام نافذ ہونا ہے اس راہ میں میں جبر و تشدد ضیاع جان و مال دھوکہ فریب سے پاک ہو نظام اسلام نظام قرآن ہے نظام فقہ نظام ولایت نظام سب پیوندکاری ہے۔

سورہ اور آیات میں ربط۔

قرآن کریم کی سور اور آیات میں ربط ہے جب ہم کہتے ہیں کہ آیات اور سورہ آپس میں مربوط ہیں بے ربط نہیں ہیں تو یہاں سے ہر سورۃ کے بارے میں سوال پیش آتا ہے بطور مثال سورہ بقرہ کا سورہ الحمد سے کیا ربط ہے سورہ الحمد اور بقرہ انسان کو اپنی تخلیق اپنی وابستگی اپنی بقاء اللہ سے جوڑتا ہے اسی کی طرف سے آیا ہے اسی کی طرف سے زندگی اور اسی کی طرف برگشت کرنا ہے اور ہمیشہ اسی کی بندگی میں رہنا ہے اور اسی کے سائے میں ہی رہنا ہے اللہ کی اطاعت و بندگی میں رہنے کے لیے نظام و آئین چاہیے منھج الحیات چاہیے نیز اس منھج الہی پر چلنے والوں ذواتوں کا نمونہ چاہیے نیز اللہ کی راہ سے بھٹکنے والوں کا انجام کیا ہے معلوم ہونا چاہیے سورہ حمد کے سات آیات اسی محور کے گردش کرتے ہیں سوال سورہ بقرہ حمد کے مضامین سے کس قسم کا رشتہ ہے توجہ دیں تو پتہ چلے گا اس سورہ میں سب سے پہلے جسکی طرف توجہ دی ہے آئین ہے جیسا کہ ذالک الکتاب آئین حیات قرآن ہے ہادی قرآن ہے ہدایت کون پاتے ہیں وہ پاتے ہیں جو برے انجام سے ڈرتا ہو ھدی اللمتقین جو برے انجام سے پرہیز کرتے ہیں یہ مختصر آیت آئین اور مالک یوم الدین سے آگاہ کیا گیا ہے یعنی اس دن صرف اللہ ہے ایاک نعبد صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ اسکی عبادت کیا ہوتی ہے بتایا یقیمون الصلوٰۃ یعنی اقامہ صلاۃ ینفقون بما رزقنکم انفاق کرنا انفاق یعنی مال کو ضائع کرنا مال کو بیوقوف ضائع کرتے ہیں اور عاقل نہیں کرتے تو نتیجہ یہ نکلے گا مالک یوم الدین رکھنے والے ہی مال کو ضائع کرتے ہیں یعنی اللہ کی راہ

میں دیتے ہیں تو گویا کچھ نکات حمد میں بیان ہوئے ہیں اور بقرہ میں انکی وضاحت اور دلیل ملتی ہے۔
۲۔اھد نا الصراط المستقیم صراط المستقیم کی ہدایت کرے اور اس راہ پر چلنے والوں دکھادے جب صراط مستقیم ہوگی تو دو تصور آتے ہیں اللہ کے کہنے ہر اس صراط پر چلنے والے دوسرا گروہ بھی دو ہیں ایک وہ جو برا ہے اور اس راہ سے منحرف ہوا اور قہر وغضب الٰہی کا نشانہ بنے ہے ایک گروہ ان سے بھی آگے ہے بہت گمراہ ہوا ہے سورۃ بقرہ میں تین گروہ کا ذکر ہے سواء علیھم ءانذرتھم اکفر مطلق ۲ منافق ۳ مومن

سورہ اور آیات کا ربط اعجاز قرآن۔

اعجاز قرآن نظم قرآن میں ہے قرآن کریم کی سورہ اور آیات ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت تامہ رکھتے ہیں ایسا نہیں جس طرح گلہ گوسفند کا چرواہا ہو ایک اجتماع میں بڑے چھوٹے سیاہ وسفید عالم وجاہل صالح وفاسد کا غیر مربوط اجتماع ہو لیکن دانشگاہوں بین الاقوانی اجلاسوں حکومتی اجلاسوں میں پورا ربط کا خیال رکھا جاتا ہے۔لیکن قرآن کریم دین مبین اسلامی کی توحید سے لیکر ایمان بہ معاد حشر ونشر تک منافقین وملحدین نے ان میں تہہ وبالا شمال وجنوب ولومہ وموخر کرنے کی سرتوڑ کوشش کی وہ اپنی جگہ نا قابل انکار ہے یعنی نظم قرآن میں اختلاف اپنی جگہ علماء میں موجود ہے علماء سے مراد علماء اسلام نہیں بلکہ علماء فرق ہے اسلام قرآن سے گرائش رکھنے والے بھی رہے آپکو اشکال واعتراض سے بچانے کیلیے طرف بقابل کی آراء کا بھی اظہار کرتے آئے ہیں اس اختلاف سے تمام اختلاف کو دو۔۔۔میں سمویا ہے ایک آیت خود آیات من اللہ ہیں یہ ترتیب بھی من اللہ ہے اسکے مقابل بعض نے آیات قرآن کو حجیت سے گرانے کے لیے کیا نہیں کیا ہے کہ یہ ترتیب اصحاب نے کی ہے لیکن قرآن جو ہمارے پاس موجود ہے ہر سورہ ہر آیت کی ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت اور مربوط ربط کو دیکھا جائے تو کمال ربط وہم آہنگی نظر آئے گی مثلاً پہلے مرحلے میں سورہ بقرہ اور سورہ حمد کا آپس میں ربط دیکھتے ہیں عالم ایمان میں ایمان با اللہ کا آغاز ان نکات میں خلاصہ ہوتا ہے انسان سمیت تمام مخلوقات ایک خلق کی مخلوق ہے اسکا منکر کوئی نہیں ہے لیکن ذی حیات مخلوقات یعنی جو صاحب حیات ہے اس سے کچھ نکلتا ہے محتاج ارزاق والی مخلوقات انکو رزق دینے والا ایک رازق ہے عالمین کو رزق دینے والا یعنی نباتات حیوانت وانسان سورۃ م حمد کا آغاز اس سے ہوا ہے اعتراف بہ ربوبیت رب عالمین پہلا نقطہ ہے

۲۔کائنات کا مبداء ایمان رب سے شروع ہوتا ہے اسکی ایک انتہا ہے اسکی طرف مالک یوم االدین آیا ہے ایک دین ایسا آئے گا جب اللہ کی حکومت سب دیکھیں گے

۳۔جب انسان کے لیے ایک مبداء ہے خالق وربی ہے اور دوسرے عالم میں منتقل ہونا ہے تو اسکا متقاضی لازمی ہے اسکی

عبادت کی جائے اس کیلیے اعتراف عبودیت کا حق آیا ہے یعنی میں اسکا بندہ ہوں یعنی یہ ایاک نعبد ہے اسکے بعد عبد کا اندر یہ تصور نہ آجائے کہ میں کچھ اپنا استقلال بھی رکھتا ہوں اسکا بھی انکار کرے یعنی تم اپنا کوئی استقلال نہیں رکھتے ہو کمال استقلال ایک عبد ہے جب انسان ایک مبداء کی طرف سے ہے اور اسکا ایک انجام ہے اسکے درمیان انسان کو اسکی بندگی کرنا ہے تو ہدایت کہاں سے لے اس کے لیے ہدایت چاہئے اسکے لیے اھد نا الصراط المستقیم یعنی میں تو بندگی کرتا ہوں لیکن کیسے بندگی کروں تو ہی راہنمائی فرما انسان کے لیے ہدایت کافی نہیں ہے نمونہ بھی چاہیے مثال چاہیے اس لیے کہا صراط الذین انعمت علیھم یعنی مجھے ہدایت یعنی مجھے ہدایت کے ساتھ ان ذوات کو دکھا جو اس راستے پر چلے ہیں اب انسان اس راستے کے بارے میں ہدایت آنے کے بعد اسپر چلنے اور نہ چلنے پر اختلاف میں پڑ گئے کچھ لوگ اس راستے پر چلے جو اللہ کی نعمتوں کے سزاوار ہیں پوری بشریت کے لیے وہ راہنما بن گئے اس لیے انکی بھی راہنمائی کریں اور جو اس راستے سے بھٹک گئے اور تیرے غضب کا نشانہ بنے انکی بھی راہنمائی کریں۔

اللہ نے ایمان لانے کے بعد اللہ کے راستے سے منحرف ہونے والوں سے دوری اختیار کرنا بھی ایمان کا حصہ ہے اسکے فورا بعد سورہ بقرہ میں آتا ہے ابتداء میں بھی ہدایت کا ذکر ہے مالک یوم الدین وبالآخرۃ ھم یوقنون کی تفسیر ہے ایاک نعبد کی تفسیر الذین یقیمون الصلاۃ ویوتون الذکواۃ صراط الذین انعمت علیھم کی تفسیر یومنون بما انزل الیک ہے اس کے بعد ضالین وتمرین کی تفسیر بقرہ میں ہے

تفسیر رمزی واشاری

اہل باطن نے تاؤیل کے نام سے ایک اور سلسلہ تفسیر اختراع کیا ہے جس میں دلالت ظاہری سے ہٹ کر باطنی معنی لینے کیلئے رمز واشارہ اس کو تفاسیر رمز واشاری کہا ہے فہم الفاظ سے ہٹ کر ذوق عرفانی پر گئے ہیں انھوں نے قرآن میں ہر جگہ بسم اللہ کے الگ معنی کیے ہیں۔

۲۔تفسیر قرآن ہے تفسیر قرآن لکھنے والوں نے اس کلمے کی وضاحت میں لکھا ہے کلمہ تفسیر مغلوب سفرہ یا دونوں مترادف کلمہ ہے دونوں کا معنی کشف حجاب کشف قناع ہے تفاسیر پڑھنے کے بعد نتیجہ یہاں پہنچا ہے کہ کشف قناع ممکن نہیں ہے، معانی حقیقی قرآن ممکن نہیں اس سلسلے میں چند مثالیں پیش کرتے ہیں اس سلسلے میں چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں

۱۔صاحب مفاتیح الغیب محمد بن عمر رازی ملقب فخر رازی متوفی ۶۰۶ھ یہ اشعری مسلک کے تھے علوم یونان فلسفہ کلام کے متبحر تھے آپ نے تفسیر کبیر کے نام سے اپنی تفسیر کو قیل وقال سے پُر کیا ہے یہاں تک صاحب الاتقان فی العلوم قرآن نے لکھا ہے فیه کل شیء الا التفسیر اس میں ہر چیز موجود ہے صرف تفسیر نہیں ہے ہم اس میں یہ قضاوت

نہیں کر رہے ہیں کہ یہ تفسیر ہے یا نہیں لیکن رائے عامہ ہے کہ یہ ۳۲ جلد تفسیر نہیں ہے۔

۲۔علامہ محمد حسین طباطبائی متوفی ۱۴۰۲ھ نے المیز ان فی التفسیر قرآن بقرآن کے نام سے ۲۰ جلد لکھی ہیں تفسیر لکھتے وقت بیچارے معاشرے میں مطعون بدنام تھے قاضی قضاۃ انقلاب اسلامی ایران مرحوم بہشتی نے کہا میں ایک دن ان کے گھر گیا اور گھر سے وہ درس کے لئے نکلے تو میں ان کے ساتھ مسجد تک گیا درس چھوڑ کے آنا بھی میرے لئے مسئلہ تھا ان کی اہانت ہوتی تھی حلقے میں شامل ہونا بھی مسئلہ تھا حلقے سے دور کسی ستون کے ساتھ بیٹھ کے سنتا رہا ان کی تفسیر کے بارے میں بھی یہی مقولہ رائج ہوا ہے کہ یہ کتاب فلسفی ہے تفسیر نہیں یہ شیعوں کا کہنا ہے ڈاکٹر فھد نے اتجاھات فی التفسیر کے نام سے چار جلد لائے ہیں۔

تفاسیر سنی شیعہ پر تبصرہ آیا ہے تو المیز ان کا ذکر کرتے ہوئے اس نے لکھا ہے فیہ کل شی ءاچھی کتاب ہے الاّ ان مفسرہ شیعی یعنی مفسر مؤلف شیعہ ہے شیعہ اس جملے ڈاکٹر فھد کی ،، یہ تفسیر شیعی ہے،، اسلئے اچھی نہیں ہے لیکن اس کی مراد یہ نہیں ہے ان کی مراد یہ ہے کہ شیعہ میں ہوتے ہوئے تفسیر نہیں لکھ سکتے یا یوں کہیں کہ کسی فرقے میں ہوتے ہوئے تفسیر نہیں لکھ سکتے ہیں۔فرقے تفسیر لکھتے وقت تین اصول سامنے رکھتے ہیں تحقیق ،تقلید ،تفریق ایک جہت سے تحقیق کرتے ہیں بہت سی میں من وعن گزشتگان کی تقلید کرنے موخر میں فرقہ کے امتیاز شناخت کو باقی رکھتے ہیں۔

فرقہ خود گلے میں پھنسنے والی ھڈی ہے اس سلسلے میں کہنا ہے کہ تفسیر بالرائے کی مذمت میں لکھتے ہیں فرقے والے تفسیر قرآن لکھتے وقت اپنے فرقے کے حق میں لکھتے ہیں' بلکہ تفسیر قرآن کیلئے نہیں بلکہ اپنے فرقے کو یہ ثابت کرتے ہیں کہ میں اس فرقہ سے ہوں۔علامہ طباطبائی بھی اسی طرح کے تھے وہ فرقے میں رہ کے تفسیر لکھتے تھے اس کے چند ثبوت ہیں

۱۔شیعوں نے جن آیات متشابھات سے حضرت علی کی امامت کے لئے استدلال کیا تھا صاحب مفسر قرآن بقرآن نے بھی آیات کو چھوڑ کر انھیں روایات موضوعہ کی چھاؤں میں چھتری کے نیچے آرام فرما کر آیات غیر مربوط کو نص سے ربط دیا ہے یہ دلیل ہے شیعہ ہونے کی۔

۲۔ہر آیت کے بعد اس آیت سے متعلق روایات کو بحث روائی کے عنوان سے جمع کیا ہے کسی بھی روایات کے بارے میں اظہار خیال تک نہیں کیا ہے تفسیر امام حسن العسکری تفسیر قمی تفسیر صافی تفسیر برھان سب کو چھوٹ ملی ہے

۳۔اثبات متعہ کے بارے میں کلمہ مستمتعتم سے استدلال کیا ہے کلمہ متاع لذت اٹھانے کو کہتا ہے یہ وقتی ہوتا ہے حالانکہ متاع گھر کے سامان کو کہتا ہے متاع مرغن کو نہیں کہتا ہے حلویات کو نہیں کہتا ہے گھر میں موجود ہمیشہ استعمال ہونے

والے سامان کو کہتے ہیں متاع بیت ہمیشہ کے لئے زندگی بھر کے لئے ہوتا ہے تو اس کی اتنی لذت نہیں ہے جتنا چند دن کے لئے لانے والی عورت کی لذت ہے آپ نے تفسیر قرآن بقرآن پیش کر کے اندر سے عقل اور قرآن سے متصادم روایات کو اٹھایا ہے۔

۴۔ ہمارے استاد ڈاکٹر صادقی تہرانی نے الفرقان فی تفسیر القرآن لکھی ہے تفسیر قرآن بقرآن شروع کرنے سے وفات تک مطعون رہے' انقلاب اسلامی ایران قیام حکومت اسلامی کے بعد جب قم تشریف لائے یہاں بھی درس تفسیر کو جاری رکھا لیکن تیس چالیس سال قرآن لگاؤ شغف والی کو فرقوں کی طرف سے ہر قسم کے طعونات کے باوجود ان سے دفاع نہیں چھوڑا فرقوں کو قرآن سنجیدگی سے اٹھانا کیسے برداشت ہے یہ کتاب جہاں مشرکین کے لیے شرک سوز تھی وہاں توسل کے نام سے جاری وسیع عریض امتدادی عانی شرک کی جال بچھائی۔ قم میں دوران درس مسجد سے نکالنے کے لئے ہمارے ملک کے وحدت مسلمین کے سربراہ لاٹھی بردار لشکر لے کر وہاں پہنچے ان کو وہاں سے نکالنے گئے ہمیں بھی ان کی تفسیر کے دروس میں جانے کے جرم میں ہمارے علماء نے خانے میں محصور کیا ہے آیت اللہ ۲۰ جلد تفسیر لکھنے کے بعد بھی فرقے سے نہیں نکل سکے روایت خذ ما وفق القرآن، وضرب الجدار ما خالف القرآن کے صارخ نے خمس متعہ کی تقلید کو حدیث کساء امام مہدی جیسے بے بنیاد عقائد کو ثابت کرنا چھوڑا نہیں۔

۵۔ امام خمینی نے انقلاب اسلامی کے کامیاب ہونے کے بعد تہران منتقل ہونے سے پہلے درس تفسیر قرآن دیا جو بعد میں چھپ گئی اردو میں بھی ترجمہ ہوا اس میں آپ نے فرمایا حقیقی تفسیر قرآن ممکن نہیں اور اب تک کسی نے لکھا بھی نہیں ہے اور جو کچھ لکھا ہے سرسری شرح لفظ ہے۔ انقلاب کا یہ عقیدہ تھا انقلابیوں نے تفسیر قرآن کو چھوا نہیں ہے۔

اب ہم آتے ہیں آیا قرآن دنیا کے دیگر کلام سے بالکل مختلف ہے یا اسی کلام کی نوع سے ہے۔

یہاں سے سوال آتا ہے قرآن خود تن تنہا سمجھ میں نہ آنے والی کتاب ہو تفسیر بھی ممکن ہو گویا یہ کتاب اپنے ناقابل سمجھ ہونے میں انجیل تورات جیسی ہے بقول باطنیہ لاطینی جیسا ہے جو خاص خاص بلکہ خواص الخاص سمجھتے ہیں یہاں سے نتیجہ اخذ کرنا آسان ہو گا ہمارے پاس جو تفاسیر ہیں وہ باطنیوں کی تفسیر ہے۔

کلام کی تعریف میں لکھتا ہے **الکلام ما افاد المستمع فائدۃ تامۃ**

کلام وہ ہے جو مستمع کو فائدہ تامہ دیتا ہے کلام کی غرض وغایت مستمع کو قانع کرنا منوانا ہے کلام متکلم کے حوالے سے سامع کے حوالے سے اصل کلام کے حوالے سے متنوع ہوتی ہے متکلم ہے تو کلام عوامی ہو گا۔

۲۔ متکلم عالم ودانا ہے خطاب عام انسانوں کی افہام تفہیم کے لئے ہوتا ہے وہاں کوئی مفسر نہیں ہوتا ہے۔

کلام ایک دفعہ ہنر اور فن سے متعلق ہوتا ہے لیباٹری کا ڈاکٹر لیباٹری کے شاگردوں سے خطاب کرتا ہے عام آدمی نہیں سمجھ سکتا
شاگرد اچھی طرح سمجھ سکتا ہے ڈاکٹر شاگرد سے خطاب کرتا ہے جہاں نہیں سمجھے سوال کرتا ہے سیاسی درس گاہ میں درس دیتا ہے طلبہ سمجھتے ہیں ایک دفعہ شاگردوں سے خطاب کرتے ہیں کبھی ایک دفعہ میدان میں آ کے روڈ پر عوام سے خطاب کرتے ہیں ڈاکٹر ایک دفعہ شاگردوں سے خطاب کرتے ہیں ایک دفعہ مریض سے خطاب کرتے ہیں مریض سے خطاب کرے تو مریض کی سمجھ میں آتا ہے ملک کے فوجی سربراہ ایک دفعہ سپاہیوں سے خطاب کرتے ہیں ایک دفعہ عوام سے خطاب کرتے ہیں سب کی سمجھ میں آتا ہے ایک دفعہ جرنیلوں سے خطاب کرتے ہیں جہاں دوسروں کو سمجھانا مقصود نہیں ہوتا ہے خطاب الفاظ و معانی پر تسلط و قدرت کا نام ہے الفاظ کی ذخائر کا نام ہے۔
قدرت سازی کا نام ہے تو بتاؤ کائنات میں انسانوں کو قوت کلام دینے والی ہستی قوت گویائی دینے والی ہستی قوت بیانی دینے والی افہام و تفہیم کی قوت دینے والی ہستی جب خود خطاب کرتی ہے تو اس کا خطاب گونگ ہوجاتا ہے یہ کونسی منطق ہے یہ کونسی زبان ہے مشرکین مکہ جہاں تیرہ سال آپ نے خطاب کئے ایک طرف جاھل انپڑھ لجوج لدود مشرکین تھے ایک طرف آپ تھے وہاں نہ علی درمیان میں تھے نہ ابن مسعود نہ ابوبکر و عمر بیچ میں تفسیر کرتے تھے تیرہ سال بغیر ترجمان و مفسر ٹھیک ٹھیک طرح مشرکین کی سمجھ میں آیا مدینے میں تشریف لانے کے بعد اصحاب کی سمجھ میں نہیں آئی گویا یہ کہیں نعوذ باللہ قرآن سمجھی میں مشکلات صرف ایمان تھا ایمان لانے کے بعد فہم قرآن غائب ہوجاتا ہے واضح الفاظ میں بتاؤں مسلمانوں کو قرآن سے اجنبی دور کس نے کیا تو یہ کہہ سکتا ہوں علم نحو، علم فقہ، علم اصول فقہ، فلسفہ نے قرآن سے اجنبی کیا ہے۔
۲۔ حدیث انس بن مالک نے کہا ہے عمر کو بقرہ یاد کرنے کے لئے چندیں سال لگانا پڑا عمر کو حفظ سورہ بقرہ کے لئے چندین سال لگ گئے ہیں تو یقیناً پیغمبر دنیا سے گزرتے وقت ایک تہائی بھی یاد نہیں ہوا ہوگا دوسری جگہ ص ۱۹ پر لکھتے ہیں عمر کو اب کا معنی نہیں آیا جب قرآن عربی خالص ہے عمر عرب خالص تھے عمر کی تاریخ میں آیا ہے وہ جذباتی تھے لیکن اتنے کند ذھن نافہم ناسمجھ تو نہیں تھے بلکہ تاریخ عمر میں آیا ہے وہ قریش کا سفیر بھی تھے بلکہ ایک سفیر کی اداء کلمات میں دوسروں سے زیادہ کتنی صلاحیت ہونا چاہیے یہ تو کہیں نہیں آیا ہے کس نے اس وقت کی بڑی طاقت روم و فارس کو فتح کیا ہو بارہ سال امن و سکون کی حکومت چلایا ہو اس کو اب کا معنی نہیں آتا ہو اور اس کو سورہ بقرہ سمجھنے کے لئے چندین سال لگایا ہو اسکی تفسیر کہاں سے ملے گی۔

۳۔ لکھتے ہیں تفسیر قرآن میں اصحاب میں سے صرف چار مفسر قرآن نکلے ہیں:

۱۔ علی ابن ابی طالب

۲۔ عبداللہ ابن مسعود

۳۔ عبداللہ ابن عباس

۴۔ ابیہ بن کعب ہیں

جہاں پیغمبر خود تفسیر فرماتے تھے اصحاب خود شغف قرآن رکھتے تھے آیات ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کم سے کم مدینے کی آبادی ۴۰، ۵۰ ہزار تھی ۴۰، ۵۰ ہزار میں سے صرف چار افراد نکلے تو قرآن پر علیہ السلام ہوگا اور پیغمبر نے جو کلاس تفسیر رکھی تھی اس میں سے صرف چار آدمی نکلے

۳۔ ان چاروں کے علاوہ دیگر اصحاب برجستہ ذہین وفتین اصحاب تھے وہ کہاں گئے ان کو قرآن سے کوئی تعلق نہیں تھا یا یہ لوگ اس درس میں شامل نہیں ہوتے تھے وہ لوگ کہاں گئے تھے۔

۴۔ ان چاروں میں جو اس وقت کے اعلیٰ پائے کے مفسر تھے جو تفسیر انھوں نے کی ہے وہ کہاں ہے کوئی کتاب ہے اگر منتشر ہیں ان کو جمع کر کے کوئی سو روایات تفسیر قرآن کے متعلق سو آیات مستند پیش کریں شکوک وشبہات سے پاک تفسیر عبداللہ بن مسعود کو مفسر قرآن کہا ہے اس کا حشر فرقوں نے کیا کیا ہے اس کو بھی ذرا دیکھو کہاں ہے تفسیر قرآن از سنت کے بارے میں آیت اللہ خوئی نے لکھا جو پیغمبر درس تفسیر دیتے تھے اور قرآن کی تفسیر سنت رسول سے ہوگی کہتے ہیں پیغمبر سے نقل شدہ تفسیر قرآن بہت قلیل ہے نہ ہونے کے برابر ہے کہتے ہیں سیوطی نے پیغمبر سے مروی تفسیر قرآن کی چند صفحات لکھے ہیں

۵۔ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے سب سے زیادہ جعلیات وضعیات خود ساختگی تفسیر قرآن میں ہے۔

۶۔ سب سے زیادہ منہ بولتا ثبوت ہمارے دسترس میں موجود کتب تفسیر ہیں جس میں تفسیر صافی، نور ثقلین، تفسیر برھان درمنثور کو دیکھنے کے بعد یقین کامل ہوتا ہے کہ انھوں نے قرآن کو احادیث رسول سے نہیں باندھا ہے بلکہ احادیث موضوعات سے باندھا ہے قرآن کریم کی آیات کو ظنیّ الدلالہ گردانتے کے لئے اس کے کلمات کو تفسیر باطنی مروجہ تفسیر باطنیوں کا تفسیر ہے جہاں انھوں نے سنت اقوال سلف سے آیات کا معنی مفہوم مراد بیان کیا ہے۔

یہ جو احادیث فہم علماء سلف سے آیات کی توضیح تشریح کرنا کس سند سے مستند ہے یہ طریقہ کس کا ایجاد کردہ ہے کس نے ایجاد کرنے کی ہدایت دی ہے؟ یہ طریقہ نہ متکلم قرآن کے ساتھ بنتا ہے نہ عربی زبان سے بنتا ہے یہ طریقہ متکلم کی شان

کے خلاف ہے عربی زبان کے بھی خلاف ہے آئیے پہلے تفسیر کا معنی کرتے ہیں کتاب عمدۃ الحفاظ جلد۳ ص ۲۷۳ پر آیا ہے۔

تفسیر القرآن:

بیان الفاظه و بیان معانیه و احکامه ، وتائویله حمله علی المعانی اللائقه ، یہ الفاظ اس کے شان کے مطابق مناسب الفاظ بیان الفاظ بیان معانی واحکام ہے اورتاویل کا معنی اس کو ایک ایسے معنی پر حمل کرے جس کا ظاہر سے لائق ہو کبھی یہ معنی جاھل یا فوری شعور نہ رکھنے والا کرتے ہیں و **قال الراغب : والتفسیر قد یقال فیما یختص بمفردات الالفاظ و غریبها فیما یختص بالتئویل ، تفسیر کا لفظ** کبھی تو مفرد اور غریب الفاظ کی تشریح اور وضاحت پر بولا جاتا ہے اور کبھی خاص کرتاویل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے تفسیر رائی یا تاویل دونوں کہتے ہیں صاحب عمدہ کہتے ہیں **التئویل تفعیل من الَ یؤولُ، ای رجع۔ فمعنی تئویل : الرجوع بالفظ عن ظاهره الی معنی یستقیمُ به ذالک لفظ ۔**

تفسیر کا معنی مدلولات الفاظ ہے اور اسباب نزول وقائع احادیث ہے ام تاویل لفظ کو ایک ہی معنی کی طرف برگشت کرے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو تفاسیر مروجہ قرآن کریم تفسیر باطنیہ ہیں اس کے لئے ہمارے پاس چند شواھد نا قابل انکار ہیں۔

۱۔ مفسرین نے مصادر و ماخذ تفسیر پیش کرتے وقت سب سے پہلا مصدر خود قرآن کو قرار دیا ہے بہترین تفسیر قرآن کا قرآن سے کرنا ہے قرآن کی قرآن سے تفسیر کرنے کی منطق اھل البیت کے نام سے دشمنان اھل البیت کو آگے لانے کی منطق جیسا ہے یہ قرآن سے جذبات میں کھیلنے کے لئے اہل قرآن کو دھوکے میں رکھنے کے لئے کہا ہے ایسی تفسیر لکھنے والوں نے اپنی تفسیر روایت ہی کو تفسیر واحد گردانا ہے جیسے اصفراء قرآن المیز ان اور الفرقان ہے

۲۔ قرآن کی تفسیر روایت سے منسوب پیغمبر سے منسوب روایت یہ کہہ کر اصحاب سے منقول دوسرے نے عترت سے کر دیا ہے تیسرے نے سلف سے کروایا۔

۳۔ قرآن کی دوسری تفسیر عقل سے کرائی عقل سے مراد عقل فلسفی کو آگے لایا ہے ایک نے تفسیر رائے کہہ کر مسترد کیا ہے تفسیر عقلی قرار دیا اور دوسرے نے ان کے ضد میں عقل کو مسترد کیا۔

فہم قرآن بغیر تفسیر سلف ممکن نہیں:

تفسیر قرآن کے لئے تفسیر سلف پڑھنا چاہئے کیوں کہ وہ عصر نزول قرآن سے نزدیک ہونے معانی آیات سے زیادہ

واقف وآگاہ تھے اس اصول مجھول کے تحت اس وقت ہم تیرہ سو سال کے رہنے والوں کے لئے آج سے دو سو سال پہلے لکھے گئے تفاسیر جو عصر نزول قرآن سے ہماری نسبت قریب تھی اس حوالے تفسیر کبیر فخر رازی تفسیر طنطاوی عصر رسول سے قریب ہونگے پڑھنا چاہیے۔ تو یہاں سوال آتا ہے جن سلف نے تفسیر قرآن لکھی ہے وہ کونسی تفاسیر ہے وہ خود تفسیر کن سے سیکھا ہے یا وہ کن کن تفاسیر پر اعتماد کرتے تھے آیا ان سے پہلے کسی نے تفسیر لکھی تھی جو سلفیوں کے ہاتھ میں آگئی تھی یا انھوں نے خود کی تھی اگر خود انھوں نے کی تھی سلف تو دوسری تیسری دور میں تھے ان سے پہلے والے تفسیر قرآن کس طرح کرتے تھے ان کا کہنا ہے سلف نے تفسیر قرآن تبع تابعین سے لی ہے تو ہم کیوں تبع تابعین سے کیوں نہ لے لیں تبع تابعین نے تفسیر قرآن اصحاب سے لی ہے اصحاب کی تعداد ہزاروں سے گزر گئی اصحاب کے مراتب و درجات ہیں۔

بعض نے پیغمبر کو دیکھا ہے سنا نہیں ہے ان میں انپڑھ جاھل عالم سب تھے ان میں سے کون کون تھے جو تفسیر قرآن سے زیادہ شغف رکھتے تھے۔

قرآن اپنی جگہ معارف کا اوقیانوس بحر مواج معانی مفاھیم رکھتے تھے جس تک ہر کس و ناکس کا پہنچنا ناممکن تھا یہاں سے علماء کہتے ہیں تفسیر قرآن کے لئے پہلے مرحلے میں اصول تفسیر پڑھنا ضروری ہیں مفسرین نے فھم و ادراک معانی قرآن مشکل اور دشوار ہونے کے بارے میں چندین وجوہات سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ قرآن میں کلمات غریبہ موجود ہیں جو کہ خود عربوں کی سمجھ میں نہیں آتے تھے

۲۔ قرآن کے معانی مفاہیم اتنے بلند تھے کہ ہر انسان کے لئے اس تک رسائی ممکن نہیں تھی

۳۔ قرآن کریم جن پر نازل ہوا یا جس گھر میں نازل ہوا ہے یا جن سے خطاب ہوا ہے وہی قرآن کے معانی سمجھ سکتے ہیں

باطنیوں کے ہدایات ایمات اشار یا حکامات ہدایات پر قرآن کریم کو ہر حوالے ہر زاویے سے نا قابل نا سمجھ بتانے کی سر توڑ کاوشیں عمل میں لائی ہے ہم یہاں ان کے قرآن پر افتراء اتہامات کی ایک اجمالی فہرست پیش کرتے ہیں:

۱۔ قرآں میں الفاظ و کلمات غریبہ پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے خود عرب خالص کو قرآن سمجھنا دشوار ہوتا تھا۔

۲۔ قرآن میں الفاظ مشترک لفظی و معنوی پایا جاتا ہے جس کی واضح مثال حروف جر ہے ہر ایک حرف جر کی چندین معانی ہے معلوم نہیں ہوتا ہے یہاں اس حرف کا کیا معنی ہے۔

۴۔ عربی زبان میں کلمات مشترک لفظی معنوی کلمات متضاد حد سے زیادہ ہیں یہ کلمات یا تو کلمہ چندین معانی کے لئے وضع ہوا ہے پتہ نہیں چلتا ہے کہ یہاں کس معنی میں استعمال ہوا ہے یا ایک معنی کے لئے

چندین الفاظ وضع ہونے میں ان میں سے کونسا لفظ استعمال ہوتا ہے۔لفظ قسورہ قیل: ھوالاسد، وقیل :الرّمی، وقیل الصائد بعض نے کہا ہے قسورۃ سے مراد، شیر ہے اور بعض نے تیرانداز اور بعض نے شکاری مراد لیا ہے سورہ مدثّر آیت ۵۱ میں آیا ہے۔’’فرّت من قسورۃ‘‘۔یعنی شیر سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔معلوم نہیں یہاں شیر کے لئے استعمال ہوا ہے یا تیر مارنے والے کے لئے ہے یا شکاری کے لئے استعمال ہوا ہے

۲۔کلمہ عسعس کے معنی تاریکی ہلکی ہونے کے ہیں یہ کیفیت رات کے دونوں اطراف میں ہوتی ہے یعنی رات جب آنے والی ہو یا جانے والی ہو اس لئے سورہ تکویر آیت ۱۷ میں۔’’واللّیل اذا عسعس‘‘عسعس کے معنی رات کے آنے اور جانے دونوں ہو سکتے ہیں۔

۴۔نکاح عقد کو بھی کہتے ہیں جماع کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے سورہ نور آیت۔۳۲ سورہ احزاب آیت۔۴۹ سورہ النساء آیت۔۲۵

۵۔قرء، حیض کو بھی کہتے ہیں اور طہر کو بھی کہتے ہیں سورہ البقرۃ آیت۔۲۲۸ یہ کلمات کی بات ہے قرآن میں بہت سے حروف استعمال ہوا ہے مثلاً کلمہ من یہ حرف جار ہے اور یہ ۱۔ابتدائی غایت ۲۔تبعیض ۳۔تبیین کے لئے آتا ہے ۴۔اور حرف نفی اور استفھا کے ساتھ ہو تو استغراق جنس کے معنی دیتا ہے سورہ الحاقۃ آیت ۔۴۷۔ ۵۔کبھی عوض کے لئے آتا ہے سورہ ابراہیم آیت ۳۷ میں تبعیض کے لئے آیا ہے سورہ نور آیت ۴۳ ’’من السماء من جبال فیھا من برد‘‘ میں من اولی ظرفیت کے لئے ہے اور دوسرا مفعولیت اور تیسرا برائے تبیین ہے اور سورہ مائدہ آیت ۴ میں تبعیضیہ ہے بعض نے کہا ہے کہ زائدہ ہے سورہ اسراء کی آیت ۱ میں ابتداء کے لئے آیا ہے سورہ آلعمران آیت ۹۲ میں تبعیض کے لئے استعمال ہوا ہے من سببیت کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جیسے سورہ نوح آیت ۲۵ اسی طرح،، با،، فا،، الی،، علی،، ہر ایک کے چندین معنی ہیں کس معنی کو لے لیں؟

۶ عربی زبان میں کلمہ اپنی جگہ اس کے حقیقی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کونسے معنی لے لیں؟ ان سب کو مجموعی نظر میں رکھ کر کہا ہے کہ قرآن کریم ظنی الدلالۃ ہے ظنی الدلالہ کو اگر آپ سادہ زبان میں عامی زبان میں پیش کریں تو ان عبارات میں پیش کر سکتے ہیں ’’ما نفقه کثیر امّمّا تقولُ‘‘ سورہ ھود آیت ۹۱ سورہ اعراف آیت ۹۸ سورہ انفال آیت ۔۶۵ سورہ توبہ ۱۲۷ سورہ حشر آیت ۱۲ سورہ منافقین آیت ۴ سورہ انعام آیت ۲۵ ہمارے دلوں پے پردہ ہے سورہ اسراء آیت ۴۶ سورہ کھف آیت ۔۵۷ سورہ فصلت آیت ۔۵ ،۴۴ سورہ لقمان آیت ۔۲۷

۳۔قرائت قرآن کی متعدد و مختلف قرائت ہے بعض جگہ ایک کلمہ کی چندین قرات نقل ہوئی ہے معلوم نہیں ہوتا ہے یہاں

کونسی قرات مراد ہے۔
۴۔فہم قرآن بغیر تفسیر اہل بیت یا بغیر حدیث ممکن نہیں۔
۵۔آیات قرآن ظنی الدلہ ہے۔
۶۔فہم قرآن بغیر تفسیر سلف ممکن نہیں ہے۔
۷۔قرآن میں صرف چند کلیات ہے باقی فروعات ہمیں خود استخراج کرنا ہے۔
۸۔قرآن معارف کا اوقیانوس ہے اس تک رسائی ممکن نہیں۔
۹۔قرآن میں تفسیر برائے کرنا درست نہیں۔
۱۰۔شیعوں اور صوفیوں اور سنیوں بریلویوں دیوبندوں سے اپنے عقائد ونظریات کو اپنے نام سے نشر کرنے کا ٹھیکہ دیا ہے۔

۱۔اس بہانے سے اغنیاء سے کچھ پیسے نکال کے فقراء کو دینا تھا فقراء کے حالات کو بہتر بنانا تھا جو کہ کامیاب نہیں ہوسکی یہ ہو بہو انجان لوگوں کی قوانین جیسی بنی اس پر عمل ہی نہیں ہوسکا۔
۲۔اغنیاء کو امتحان میں لانا تھا وہ بھی امتحان میں نہیں آئے
۶۔حضرت علی کی فضیلت کو اٹھانا تھا علی کی فضیلت کو اس نازک قانون کے ذریعے سے علی کو کیا مقام منظور تھا کیا پیغمبر سے نجوٰی کرنا یا نجوٰی کے لئے صدقہ دینا کیا خلیفہ مسلمین کے لئے بنیادی شرط ہے لہٰذا محسوس ہوتا ہے یہ قصے ایسا جھوٹ ہیں کہ اتنا بولے جھوٹ نکالنے والے پریشان ہوکر خود بیٹھ جائے یا ایسا ہے ایک شخص نے لوگوں کو کسی طرف متوجہ کرنے کے لئے ایک جھوٹی خبر بنائی وہاں کوئی قیمتی چیز مفت میں دے رہا ہے لوگ جوق در جوق وہاں جانے لگے تو جھوٹ بولنے والے کو خود شک ہوگیا کہ کہیں وہاں تقسیم تو نہیں ہورہا خود بھی ان کے ساتھ چلا گیا غرض اسلام ومحمد سے قرآن سے لوگوں کو دور رکھنے کے لئے مذاہب وفرق کی مساعی غیر جمیلہ غیر حسینہ کامیاب ہوئی ہے اب دین صحاب ائمہ سے شروع ہوتا ہے انھیں پر ختم ہوتا ہے قرآن ومحمد ص دونوں مھجور واقع ہوئے ہیں

موضوعات قرآن کریم کے بارے میں مختصر وضاحت کرتے گزرنا متحیر ومدافع قرآن اسلام ومسلمین کے ایک گران قدر سرمایہ علمی جناب علامہ عبداللہ دراز۔۔۔۔۔۔کے شہر لاہور میں منعقدہ سیمینار میں ممتاز عالم دین نے اس سیمینار ۔۔۔۔۔۔کے لئے جو عنوان انتخاب کیا تھا وہ یہ تھا موقف اسلام من الادیان الزھر کے۔۔۔۔۔۔اس خطاب کے فوراً بعد یہاں اسلام سے دفاع کرتے ہوئے ان کی روح اطہر خالق متعالی سے جاملی آپ نے سورہ مبارکہ کی ایک شرح لکھی

ہے شرح کلمات کے علاوہ اس کے سورت کے محتوی مضامین کی شرح کرتے ہوئے لکھا یہ سورہ استدلال قرآن ہے جو کچھ قرآن میں ہے یہ اس کا خلاصہ ہے کل قرآن کے موضوعات کو ایک موضوع لائیں تو یہ بنتا ہے معرفۃ الحق ومعرفۃ الخیر تقدیس الحق والتزام بالخیر اما معرفۃ الحق قوہ سبحانہا لحمد رب العالمین الرحمٰن ومالک یوم الدین وہی صاحب اللہ تعالیٰ افراسیی کی طرف برگشت ہے قرآن میں موضوعات ہیں ہر ایک سورہ اپنی جگہ ایک موضوع کامل ہے بعض موضوعات سے متعلق آیات پراگندہ منتشر ہیں یہاں تمام موضوعات بلکہ اکثر پر احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

یہ عرب کے بھی خلاف ہے اس کے دلائل آگے بیان کریں گے لیکن انہوں اپنے خائنانہ سازش کے لئے کیونکہ تمام زبانوں سے زبان عرب قدرت بیان میں معروف ومشہور ہے قرآن کریم نے بیان مطلب میں یہ قضاۃ عرب کو تحدی کیا ہے اگر قرآن کا بیان وہ اصل مقصود وہدف نزول میں نقص بیان ہونا قرآن کی اہانت وجسارت ہے اس کے علاوہ قرآن نے بیانگ دھل تکرار سے اعلان کیا ہے کہ اس کے بیان میں ابہام واجمال نہیں اس کی آیات محکمات ہیں اما اینکہ قرآن اور سنت میں تمام احکام نہیں ہیں اس بارے میں دیکھتے ہیں۔

تفسیر قرآن باحادیث

آیات قرآن کریم کی تبین وتوضیح کو احادیث سے جوڑنا بذات خود سوال انگیز ہے یعنی یہ جوڑ غیر طبیعی غیر عقلی ہونگے وہاں سوال اٹھنا حتمی ہے سوال یوں ہے قرآن کلام اللہ ہے کلام بشر نہیں اللہ کو اپنے بندوں کی فہم وفرست ذھانت صلاحیت اھلیت کیسے ہیں معلوم ہے مخاطب رہتی دنیا تک انسان ہے یہ بات غلط درغلط ہونگے آیات میں انسان سے خطاب کی ہے آپ کہیں کہ یہ رسول اللہ سے مخصوص ہے ۲حسب تصریح قرآن کریم عربی زبان میں آیا ہے سورہ النحل

آیت: ۱۰۳ سورہ فصلت ۴۴

سنت رسول سے مراد فعل رسول ہے آپ کا عمل خود تفسیر قرآن رہا ہے جیسے اقیموا الصلوۃ کی تفسیر آپ کے نماز پڑھنے سے ہوتی ہے چنانچہ آپ نے فرمایا صلو کما رایتمونی اصلی آپ تابع قرآن ہیں تو یہ کہنے میں حق بجانب ہوگا آپ کا عمل مطابق قرآن ہوں گے لہٰذا یہ کہیں گے سنت شارح موضح آیات قرآن ہے سورہ نحل کی آیت ۴۴ میں بھی اس کی تصدیق وتائید کی ہے۔

مفسرین نے پہلے مرحلے میں سنت رسول میں تحریف کیا ہے سنت قولی اور تقریر کو سنت شامل کیا۔ جبکہ قول وتقریر رسول اللہ لکھنے پر خود رسول اللہ نے پابندی لگائی تھی تدوین حدیث دوسری صدی کے پہلے پچاس سے شروع ہوا ہے۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں جن کی سنت حجت ہونے کے لئے تنکہ برابر سند نہیں ان کو بھی بزور طاقت سنت میں شامل کیا ہے

سنت اہل بیت اصحاب بھی حجت ہے۔

لیکن تفسیر قرآن سنت کے سلسلے میں اصول تفسیر تا لیف خالد عبد الرحمان ص ۷۹ پر ابی داود سے کتاب امارات میں ترمذی نے اپنی کتاب علم میں ابن ماجہ دارمی میں امام احمد سے نقل کی ہے (عبارت لکھنا ہے متن حدیث قرآن کے برابر بھی دی ہے یعنی سنت بھی قرآن کے برابر مقام دیا ہے یہ حدیث اپنی جگہ سند و متن دونوں حوالے سے موضوع بحث و تحقیق ہے اس پر ملاحظات ہو سکتے ہیں۔

۳۔سنت تابعین سنت کا جزء قرار دیا ہے۔

یہ احادیث اپنی ضعف سند کے علاوہ تضارب تناقض تضادات سے پر ہے کتاب تفسیر والمفسر ون تا لیف محقق علامہ ھادی معرفت جلد دوم ص ۳۰ پر احمد بن حنبل سے نقل کی ہے تین کتابوں کی بنیاد نہیں اعتماد ہو نہیں سکتا ہے۔

۱۔کتب غزوات

۲۔کتب ملاحم پیش گویاں

۳۔تفسیر اسی صفحے پر امام شافعی سے نقل ہے ابن عباس سے تفسیر کے بارے میں تقریباً سو حدیث نقل ہیں اس سے زیادہ قطعی طور پر خود ساختہ ہیں تفسیر ضعف اسناد ارسال مرسلات تقطیع جعلیات اسرائیلیات سے پر ہے آفت تفاسیر میں تفسیر احادیث کتاب اللہ سے ناروا سلوک اجنبیت بے دردی لاوارثی کا رویہ ہے کسی نے دونوں ہاتھ میں ڈنڈا اٹھایا دو دھار تلوار ہاتھ میں لے کر اجتماع میں کودا ہے میری باتوں کو نہ ماننے والوں کے لئے یہ ڈنڈا ہے۔ایک قرآن کو اپنی رائے کے انڈر جو خود کہتا ہے وہی تفسیر قرآن ہے جیسے تفسیر اجتہادی کا نام دیا ہے۔۲۔تفسیر علمی قرآن کریم کو سائینسی اکتشافات سے موازنہ کرنے کی تفسیر ہے۔۳۔تفسیر صوفی انھوں نے قرآن کے ساتھ جو کھیلا ہے بے ربط معانی بنائے ہیں۔

۴۔تفسیر عقلی قرآن کی تفسیر پر عقل حاکم ہے عقل حجت ہے عقل آیات کو لجام دیتا ہے جو خلاف عقل ہے وہ نادرست ہے جیسے تفاسیر اھل عقلانیت کی تفسیر قدیم وجدید

۵۔تفاسیر منجمد فھم لغت فھم کلام میں تعقل سے روکنے تفاسیر اشعری۔۶۔تفاسیر فرق ومذاھب۔

تفاسیر روائی کی قدر و قیمت:

تفسیر روائی پر عدم اعتماد کی برگشتان چار چیز میں ہے وہ چار چیزیں یہ ہیں۔

۱۔بعض کی طرف حد سے زیادہ غیر متوقع روایات نسبت دی بطور مثال ام المومنین عائشہ عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عمرو عاص جابر بن عبداللہ انصاری ابا سعید خدری ابو ہریرہ

۲۔کثرت جعل روایات

۳۔اسرائیلیات ہیں

۴۔اسرائیلیات ۔اسرائیلی جعل روایات میں قہرمان وشہسوار ہیں یہ بات کسی سے چھپی نہیں ہے کہ انھوں نے دین مسیح کو تہ وبالا کیا مسیح کو اللہ یا اللہ کا بیٹا بنایا اسرائیلیوں سے منقول روایات کی تین قسم ہیں

ا۔پیغمبر سے مروی ہے اس کی سند موجود ہے جیسا کہ کہتے ہیں موسیٰ جس کے ساتھ چلے تھے اس کا نام خضر ہے اس حدیث کو بخاری نے صحیح قرار دیا ہے

۲۔وہ اسرائیلی روایات جن کا جھوٹا ہونا سب کو پتہ ہے وہ عقل ونقل دونوں سے متصادم ہیں

۳۔وہ روایات ہیں جو نہ صحیح میں شامل ہیں نہ جھوٹ میں،اس کے بارے میں علماء خاموشی اختیار کیئے ہوئے ہیں اس قسم کی روایات بہت زیادہ ہیں۔

لکھتے ہیں احادیث میں وضع کا سلسلہ ۴۱ھ سے شروع ہوا ہے جب لوگ گروہ بندی میں تقسیم ہوئے شیعہ خوارج اور جمہور ہر ایک نے اپنی پارٹی کے لئے احادیث جعل کی ہیں تفسیر میں احادیث کی جعلیات اتنی زیادہ ہوئی ہیں یہاں تک کہ وہ اعتماد کھو گئے۔

وضاعان روایات اسرائیلی

اکثر وبیشتر اسرائیلی روایات کی برگشت چار اشخاص کی طرف ہوتی ہیں

ا۔عبداللہ بن سلام

۲کعب احبار

۳۔وھب بن منبہ

۴۔عبدالملک بن عبدالعزیز ابن جریح

ان چاروں کے بارے میں مفسرین کی آراء میں مختلف ہے بعض نے کہا یہ جھوٹے ہیں ان کے اقول پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ہے صرف عبداللہ بن سلام کو اعتماد دیا جاتا ہے اس پر بھروسہ کیا جاسکتا ہے۔

کعب احبار کعب بن مائع حمیری یہ یمن سے تعلق رکھتے تھے وہ حضرت ابوبکر کی خلافت کے دور میں مسلمان ہوئے بعض نے حضرت عمر کے دور میں کہا ہے وہ سنہ ۳۲ھ کو مرا ہے اسکی عمر ۱۴۰ سال ہے اس کی روایات پیغمبر سے مرسل ہیں عمر سے،عائشہ سے،صہیب سے،معاویہ،ابوھریرہ،ابن عباس عطاء وغیرہ سے اس نے روایات نقل کی ہیں بعض نے اس

پر اعتماد کیا ہے بعض نے انہیں متہم کیا ہے وہ ۱۴۰ سال عمر ۳۲۰ھ کو مرا ہے۔
۲۔وھب بن منبہ بن سیج بن ذی کناس صاحب قصص ہے اس کی اصل فارس خراساں ہرات سے تعلق رکھتا ہے بادشاہ فارس نے ان کو یمن میں بدر کیا پیغمبر کے دور میں اسلام قبول کیا صنعاء میں قاضی رہا علماء نے ان کو جھوٹا، مدلس، فاسد، عقل فاسد عقیدہ قرار دیا ہے۔
جہاں یہ کہتا ہوا اسلام ختم ہو چکا تھا امام حسین نے بچایا ہے تبسم علی اصغر نے بچایا شرابی جواری تارک عزادار نے بچایا ہے اعلیٰ مقاصد کے لئے محرمات کا ارتکاب بے حرج ہے اسلام روحانیت سے زندہ ہے ان کے نظروں میں روحانیوں کے عیاشی نظر نہیں آتی ہے قرآن کی بجائے صرف ونحو نے اسلام کو بچایا ہے۔
دین کو انہی علماء نے بچایا گزشتگان کے توسط سے دین ہم تک پہنچا ہے بقول امیر المومنین حق لوگوں کے ذریعے سمجھنے والے کبھی حق تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔
۳۔روایات غیر منقحہ روایات مشکوک مخدوش ہے پہلے مرحلے میں لوگوں کو جو کچھ ملا وہ جمع کیا صحیح غلط کا لحاظ کئے بغیر جمع کیا ہے چنانچہ علماء شیعہ بحار مجلسی میں جمع نا گفتہ بہ روایات کے دفاع میں لکھا ہے کہ اصل میں انہوں نے مواد کو ضائع ہونے سے بچانے کے لیے جو کچھ انہیں ملا جمع کیا ہے وہ حسن نیت رکھتے تھے انہوں نے تحقیق کو آئندہ آنے والوں پر چھوڑا ہے یہ دفاع بلا جواز ہے اگر ایسا تھا تو ان کو کتاب کے ابتداء یا انتہا میں اس کی طرف وضاحت دینا چاہیے تھا اور علماء کو ان کے اوپر چادر قدسیت نہیں چڑھانی چاہیے تھی جہاں شیخ عباس قمی نے ان کے بارے میں لکھا کہ جو خدمات مجلسی نے کی ہے کسی اولین کو نصیب ہوئیں اور نہ ہی آخرین کو نصیب ہونگی۔احادیث کی جمع ونشر مکان وزمان راویان ضرب مثلث مخدوش در مخدوش مشکوک در مشکوک ہے جناب احمد امین اس بارے میں انتہائی افسوسناک صورت حال نقل کی ہے۔

تفسیر قرآن بسنت:

اہل فرق نے سنت کی توضیح وتشریح میں لکھا ہے سنت سے مراد کیا ہے بیان کیا ہے:
۱۔انہوں نے اس کو کبھی سنت کہا ہے اور کبھی حدیث کہا ہے جبکہ خود ان کی تعریفات کے تحت سنت اور حدیث دو الگ چیز ہے۔
۲۔سنت کی انہوں نے تین مصادیق بیان کی ہیں۔
۱۔سنت عملی ہے، پیغمبر کی عملی زندگی، بہت سے اکثر وبیشتر اصحاب دیکھی ہے کم سے کم مہاجرین وانصار سب نے دیکھا ہے تو پیغمبر کی سنت ہم تک پہنچی ہے اس میں چندان اختلاف نہیں ہے پیغمبر اپنی زندگی مین دین کے حوالے سے کیا کرتے تھے

مثلاً تعداد رکعات۔ اوقات خمسہ۔ صوم رمضان حج وعمرہ مواقف حج اس میں امت میں اختلاف نہیں رو بہ قبلہ پڑھنا اختلاف نہیں ماہ رمضان میں روزہ رکھنے میں اختلاف نہیں، حج مواقف ثلاثہ رمی جمرات، سعی بین صفا ومروہ، تعداد طواف بیت میں یکسان ہے یعنی جو چیز پیغمبر کی عملی زندگی ہے اس میں امت کا کوئی اختلاف نہیں لیکن اس کو پیغمبر نے سنت کہا ہے حدیث سے نہیں بنتا ہے اس کے لئے وہ آیات ہیں جو پیغمبر نے حکم دیا اس پر عمل کرو جو پیغمبر نے حکم دیا اس پر عمل کرو جس سے منع کیا اس سے باز رہو یا وہ آیات جن میں رسول کی اطاعت کا ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ انہوں نے سنت عملی کے ساتھ، سنت قولی حتی تقریری کو بھی حجت گردانا ہے سنت عملی کا ناقل امت ہے لیکن سنت قولی میں مخصوص افراد ہے ممکن ہے چند محدود افراد ہو ممکن ہے شخص واحد ہو جب مخصوص نے سنا ہے تو شرائط روایت اس میں لاگو ہوگا جب تک اس سے ثابت نہ ہو وہ حجت نہیں ہوگا۔

۳۔ سنت سے تیسری مراد سنت تقریری ہے اس کو بھی ثابت کرنا تفحص روایات سے ہوگا۔

۴۔ بہت سی ایسی سنت پیغمبر سے منسوب کی ہے اس سنت کا ثابت ہونا مشکل ہے کیونکہ چنانچہ مجامع روائی میں جو روایات کی انبار لگی ہوئی ہے جو نقد روایات میں بے ضابطگی لاابالی بے احتیاطی بعض راوی کی فسق وفجور کالشّمس فی رائعۃ النہار ہو گیا مسلمان سب شرمندہ ہے سر نیچے ہیں۔

کتاب جامع الاحکام القرآن تالیف ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی متوفی ۶۷۱ ص ۳۷ ج ا باب تبیین بالکتاب با لسنۃ وما جاء فی ذالک میں سورہ نحل کی آیت ۴۴ سورہ نور آیت ۶۳ شوریٰ آیت ۵۲ سورہ حشر آیت ۴ سورہ احذاب ۳۶ میں تفسیر تبین للناس کے بارے میں ابوداود کی مقدام ابن معدیکرے سے اس حدیث کو پیش کیا ہے حدیث الا وتیت پھر لکھتے اوتیت مثلہ کے بارے میں لکھتے ہیں اس کی دو تاویل ہیں۔

ا۔ یہ ہے کہ رسول اللہ نے قرآن کے علاوہ اتنی برابر وحی باطنی کی ہے کہتے ہیں۔

ایک کتاب وحی ہے جو تلاوت ہوتی ہے اتنی برابر بیان دی ہے اذن لہ ان کو اجازت دی ہے جو کچھ اس کتاب میں ہے بیان کرے کبھی عام بیان کرتے ہیں کبھی خاص بیان کرتے ہیں کبھی خاص بیان کرتے ہیں کبھی اضافہ کرتے ہیں کتاب میں وہ شرح کرتے ہیں حسان بن عطیہ سے اوضاعی نے نقل کی ہے پیغمبر پر وحی نازل ہوتے تھے جبرئیل سنت لے کے بیٹھتے تھے اس آیت کا تفسیر کرتے تھے سعید بن منصور نے عیسیٰ بن یونس سے انھوں نے اوضاعی سے انھوں نے مکحول سے نقل کی ہے۔

حدیث القرآن احوج الی النسہ من النسہ الی القرآن روایت اوضاعی نے یحیٰ بن کثیر سے نقل کی ہے السنۃ

قاضیۃ علی الکتاب ولیس الکتاب بقاض علی السنۃ قال فضل بن زیاد سمعت ابی عبداللہ یعنی احمد بن حنبل ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا السنۃ قاضیۃ علی الکتاب تو کہا کہ میں یہ جسارت نہیں کرتا ہوں کہ یہ بات کروں لیکن اتنا کہتا ہو سنت کتاب کی تبین کرتے ہیں ایک اور بیان میں قرآں کے حکم پر اضافہ بیان دینے کی مثال کی تحریم **نکاح المرائۃ علی عمتها و خاتها و تحریم الحمر الا هلیه و کل ذی ناب من السباع و القضاة با لیمین مع الشاهد و غیر ذالک۔**

قرآن فہمی میں سنت معاون ہوگی :

اس میں جائے شک تردید شہہ وخدشہ کی گنجائش نہیں جو بھی عمل نبی کریم انجام دیں گے ہمیں ثابت ہو جائیں آپ نے یہ عمل انصار ومہاجرین کے جم غفیر میں انجام دیا ہے جس کے گواہ تمام انصار ومہاجرین ہے اسے رد کرنے کی کوئی گنجائش نہیں علامت ایمان میں سے ہے رسول کریم کی من وعن اطاعت کریں آیات اطاعت گواہ صدق دلائل قاطع ہے قرآن کو گونگا بنا کر قرآن کو غریب قرار دے کر قرآن کو مجمل ومھمل قرار دے کر نبی کے نام سے اصحاب تابعین متقدمین کی بیان کو من وعن قبول کرنا اور اس کے لئے باندھے گئے مقدمات تمہیدات اپنی جگہ مخدوش ومشکوک موہوم ہے اس سلسلہ میں علماء حدیث نے جو تمہیدات باندھی ہے پہلے وہ پیش کرتا ہو۔

تفسیر شعراوی ج ۱۳ص ۷۹۵۷ پر لکھتے ہیں قرآن بیک وقت دو عنوان رکھتے ہیں:

۱۔ کتاب معجزہ یعنی یہ لانے والے کے لئے گواہ صدق ہے۔

۲۔ کتاب منہج دستور ہے یعنی آئین حیات ہے اب آ کے کہتے ہیں کتاب معجزہ ہونے کے حوالے سے عربوں کے لئے بطور مستقیم سمجھ میں آئے کہ یہ کتاب اللہ کی کتاب ہے۔

لیکن منہج کے حوالے سے کہتے ہیں کہ اسمیں تفصیل نہیں ہے اس میں منہج کی تعریف نہیں ہوا ہے توضیح ضروری ہے یہ کیوں نہیں ہوا؟ کہتے ہیں اگر توضیح وتشریح کرتے تو بہت ضخیم مجلدات ہوتے لہٰذا قرآں نے اصول لایا ہے اور تبیین وتوضیح رسول پر چھوڑا ہے کہ آپ شرح کرے آپ وضاحت کریں کہتے ہیں بعض کہے گا جو کچھ سنت میں آیا ہے اس پر عمل کرنا واجب نہیں کیونکہ سنت وہ ہے جس کو انجام دینے والے کو ثواب ملتا ہے نہ کرنے والے کو عقاب نہیں ہوتا ہے۔

شعراوی صاحب فرماتے ہیں ہم ان کو کہیں گے یہ بات صحیح نہیں ہے ہمیں سنت کو اس فرق میں رکھنا ہوگا۔

۱۔ سنت دلیل ہے۔

۲۔ سنت حکم ہے دونوں میں تمیز فرق ہونا چاہیے سنت دلیل کا مطلب یہ ہے کہ یہ فعل واجب ہے یعنی اس فعل کو کرنا ہے

جیسے عدد رکعات فرائض صبح ظہر وعصر مغرب عشاء ان رکعات کی تعداد سنت پیغمبر سے ثابت ہے
۳۔سنت حکم یہ دلیل نہیں ہے آپ سے کہا کہ کرو یہ امر احکام فقہی ہے پیغمبر سے مروی ہے انجام دینے والوں کو ثواب ملے گا چھوڑنے کو عقاب نہیں ہوگا' ایسے احکامات کے ہونے نہ ہونے اپنی جگہ موضوع بحث ہے تحقیق ہونی چاہیے جب دیکھیں گے یہ سنت دلیل ہے یا سنت حکم یہ کہاں سے ثابت ہوگا کہ یا سنت دلیل ہے یا سنت حکم پیغمبر کے۔
تو ہمیں اس میں فرق رکھنا چاہیے کہ یہ عطائے قرآن ہے عطائے نبوی ہے۔اخباریوں اور حدیثیوں کے آنکھ میں لگنے والی پڑنے والی خار مغیلان قرآن ہے وہ قرآں کا نام سننا دیکھنا برداشت نہیں ہوتا ہے لہٰذا انہوں نے قرآں کو مہک کسوٹی قرار دینے والے روایت کو باطل اور بے اصل قرار دیا ہے اور اس کی جگہ **القرآن محتاج الی السنة و لیس انه محتاج الی القرآن یا السنه قاضية قاصية ...۔**
جیسی مجھولات کو بنیاد بنانے والوں نے قرآن کو ہٹانے کے بعد ہر باب میں احادیث واخبار کی کی بھرمار اور بوچھاڑ کی ہے ان میں سے ایک معجزہ نبی کریم ہے اخباریوں نے معجزات پر بحرالمعاجز لکھی ہے حدیثوں نے نبی کریم کے لئے ایک ہزار سے زائد معجزات پر مشتمل کتابیں لکھی ہیں سورہ اسراء میں معجزات طلب کرنے والوں کو اللہ نے دوٹوک نفی میں جواب دی ہے۔ہم معجزات نہیں دیتے کیونکہ پہلے والو نے معجزات دیکھنے کے بعد ایمان کے بجائے کفر پر اصرار کی ہے حدیث سے پیغمبر کی نبوت ثابت نہیں اس سے دور لازم آتا ہے پیغمبر کی نبوت ورسالت کی سینکڑوں معجزات نہیں سورہ عنکبوت آیت ۵۱: ﴿أَ وَ لَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنا عَلَيْكَ الْكِتابَ يُتْلى‏ عَلَيْهِمْ إِنَّ في‏ ذلِكَ لَرَحْمَةً وَ ذِكْرى‏ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾ میں اللہ نے روئے توبیخ مذمت میں آیا کہ ان کے لئے یہ کافی نہیں ہم نے آپ پہ کتاب نازل کی ہے جو ہر شخص صبح شام تلاوت کرتے ہیں سمجھ سکتا ہے سن سکتا ہے اہل ایمان کیلئے یہی کافی ہے۔

کتاب اصول تفسیر وقواعدہ ص ۷۹

حدیث۔**الاانی اوتیت الکتاب و مثله معه لا یو شک و رجل شعبان علی اریکته**۔کتاب سنن ابی داود جلد ۴ ص ۲۰۰ شمارہ ۴۶۰۴ راویاں
۱۔عبدالوھاب بن نجدہ کتاب تہذیب التھذیب جلد ۶ ص ۴۰۱ متوفی ۲۳۲ھ کو ثقہ قرار دیا ہے
۲۔ابوعمرو بن کثیر بن دینار کتاب تہذیب التھذیب میں ان کا ذکر نہیں آیا ہے
۳۔حریز بن عثمان کتاب تہذیب التھذیب جلد ۲ ص ۲۰۷ بعض نے حریز کو ثقہ قرار دیا ہے حافظ حدیث قرار دیا ہے لیکن ابن عمار نے کہا ہے کہ وہ علی کے سرسخت مخالف تھے حریز کہتے تھے کہ ہم علی سے محبت نہیں کرتے علی نے ہمارے آباواجداد

کو قتل کیا ہے لوگوں سے کہتے تھے تمھارا امام ہمارا امام عمران بن غیث نے کہا میں نے حریز بن عثمان سے سنا کہ میں علی سے محبت نہیں کرتا ہوں حریز جب مکہ آیا تو کھل کے علی کو سب کرتا تھا

۴۔عبدالرحمٰن بن ابی عوف کتاب تہذیب التہذیب جلد ۶ ص ۲۲۲ عجلی نے شامی تابعی ثقہ کہا ہے ابن قحطان نے ان کو مجہول الحال کہا ہے۔

۵۔مقدام بن معدی کرب کتاب تہذیب التہذیب میں مقداد ذکر ہے جلد ۱۰ ص ۲۵۵ انھوں نے پیغمبر سے نقل کیا ہے وہ ۸۷ھ کو وفات پائے ہیں صحابی رسول ہیں عن رسول اللہ یہ روایت اپنی جگہ متن میں مخدوش در مخدوش ہونے کے علاوہ ایک ایک راوی ابی عمرو بن کثیر کا نام ہی تھذیب التھذیب میں نہیں آیا ہے دوسرا یہ عبدالرحمٰن بن ابی عوف کا نام مجھول الحال پایا ہے تیسرے حریز کا نام سب شاتم علی قرار پائے ہیں یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ روایت کسی اعتقادی فقہی مسائل کا حل ہونا تو دور ہے بلکہ یہ قرآن کے ساتھ اہانت وجسارت ہے نبی کے ساتھ افتراء ہے۔

تفسیر مفسرین حدیث سے قرآن کی تفسیر:۔

قرآن فہمی حدیث کے بغیر ممکن نہیں یہ قرآن کے نزدیک کے لیے نہیں بلکہ قرآن سے دور کرنے کے لیے ہیں اس کے بہت سے شواہد پائے جاتے ہیں ایک بڑی شاہد تفسیر سورہ کوثر ہے کتب تفاسیر میں جو مطالب پیش کئے ہیں اور ان تمام احتمالات سے جن احتمالات کو انتخاب کیا گیا ہے کہ سورہ کوثر سے مراد خیر کثیر ہے یا جنت میں نہر ہے یا ذریۃ از نسل فاطمہ ہے۔فصل سے مراد عید کی نماز نحر سے اونٹ کی قربانی یا تکبیریں، رفع یدین یا قبض یدین سب شان نزول، سیاق و سباق کلمات سے ہٹ کر معانی بنائے ہیں۔اس اصول بدنیتی عزائم سوء، اعراض از قرآن کی تجدید کے علاوہ کوئی اصول و موازین تفاسیر کلمات عقلاء عالم سے مطابق نظر نہیں آتے ہیں یہ تفاسیر آیت سے تنہا غیر مربوط ہی نہیں بلکہ اجنبیت کوثر بے معنی بے صحت کے علاوہ کچھ نہیں بتاتے ہیں۔اب ہم آتے ہیں خود کلمات سورہ، شان نزول، وقت نزول کے دشمنان کے علاوہ عصر معاصر کے عمائدین مشرکین وعمائدین منافقین فرق کے ارمان وآرزو کا جواب خود قرآن سے پیش کرتے ہیں۔

قرآن فہمی کیسے پیدا کریں۔

علوم قرآن سے وابستہ علماء کا کہنا ہے قرآن فہمی کے لیے عربی زبان سیکھیں کتب تفاسیر پڑھیں کتب تفاسیر انسان کو قرآن سے نزدیک کرنے کی بجائے دور کرتی ہیں چنانچہ کلمہ تفسیر خود الفاظ سے دور کے معنی نکالنے کو کہا ہے اکثر و بیشتر تفاسیر اس طرح کی ہیں بطور مثال سورہ کہف میں موسیٰ جس بندے سے ملے تھے اس کو عبد صالح کہا ہے جبکہ کتب تفاسیر میں اس کو

خضر کہا ہے کلمۃ عبد الصالح سے خضر کیسے نکالا ہے کیسے اطمینان کریں عبد الصالح سے مراد خضر ہے اور خضر کون تھے کہاں سے معلوم کریں ایسی مثال بہت ہیں سورۃ احزاب ۲۳ کی آیت میں اہلبیت آیا ہے اہلبیت یعنی گھر والے چاہے اردو میں یا عربی میں گھر والے کہیں یا انگریزی میں فیملی پہلی مصداق بیوی ہوتی ہے آپ یہاں اہلبیت سے آپکی بیٹی داماد مراد لے رہیں ہیں آپ نے آیت سے دور کیا یا نزدیک گویا آپ نے احادیث سے معانی قرآن آسان نہیں بنایا ہے بلکہ احادیث کو اٹھانے کے لیے قرآن سے آیت تلاش کی ہیں

۲۔ دوسری مثال قرآن کریم میں قیامت کے دن بعض گناہ گار شفاعت سے جنت جائیں گے جبکہ چندین آیات میں آئی ہیں قیامت کے دن شفاعت نہیں ہوگی ایک جس کے حق میں یا جس کو شفاعت کرنے کی اجازت ہوگی ان کی شفاعت ہوگی۔

۳۔ جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی پھر مفسرین لکھتے ہیں وہ انبیاء ہوں گے یہ بات انہوں نے کہاں سے نکالی ہے۔

۴۔ قرآن شناسی والوں کا کہنا ہے قرآن کی موجودہ ترتیب و تنظیم وحی سے ہوئی ہے کہ نبی کریم کی ہدایت کے مطابق ترتیب ہوا چنانچہ اکثر و بیشتر جگہ عام انسان بھی درک کرتے ہیں آیات ایک دوسرے سے مربوط و منظّم ہیں لیکن تفاسیر سور کوثر کی تین آیات میں کوئی رابطہ نظر نہیں آتا ہے فصل نماز وانحر قربانی یہ آیت سے نہیں بنتی ہے یہ دونوں اعطاء کوثر نہیں بنتی ہیں۔

فہم و تبیینّ آیات قرآن کے لئے کلمۃ تفسیر اور اصول تفسیر فرقوں کے اقصاء قرآن تمہید جنات سازشی کہنا زیادہ مناسب رہے گا کیونکہ کلمۃ تفسیر اپنی مادہ اور صیغہ دونوں حوالے سے کلمات قرآن کی وضع لغوی سے صرف نظر کرکے دور جا کر معانی تلاش کرنے کو کہتے ہیں قرآن کریم اسی کیلیے تعلیم تبینّ کتاب آئی ہے جبکہ دنیا میں ہر کلمہ کا معنی جو عاقل کے منہ سے نکلے الفاظ و کلمات کے مطابق ہوتا ہے وہی مراد و مخصوص متکلم ہوتا ہے صاحب نے ہر قسم کی غموض عوج غریب الفہم کو کلمات صارفتہ سے رد کیا ہے اس کے باوجود فرقوں نے قرآن فہمی کو رد کرتے ہوئے کثیر دفعات لگائیں ہیں ان کی دفعات اور ان کے جوابات کو ہم نے بحث اجتہاد و تجدید و تقلید میں اور احکام قرآنیہ میں تفصیل سے بیان کیا ہے یہاں صرف مفسرین کی خیانت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے ان کے عزائم سوء بقرآن کی واضح دلیل اقسام تفسیر مصادر تفسیر بیان کرتے ہوئے اس کی پانچ درجات مراتب بیان کیا ہے سب سے آخر پانچویں مرتبہ کو تفسیر قرآن لغت عرب کیا ہے اول کو آخر اور آخر کو اول کیا ہے ہر محکم قرآن از لغت میں بھی تشکیک پھیلاتے ہوئے انہوں نے صدر اسلام قلب قریش میں رہنے

والوں کولغت عرب سے نا آشنا قرار دیا ہے کہا ہے ابوبکر عمر کو قرآن میں مستعمل کلمات کا معانی نہیں آتے تھے یہ ازروی طبیعت وتاریخ کذب صریح ہے کیونکہ مدینہ دوران خلافت ابوبکر وعمر الحاد سے محفوظ تھا یہاں علاقہ مفتوحہ سے آنے والے نہیں ہوتے تھے۔

تفہم وتعقل قرآن

نہج قرآن فہمی ابھی تک واضح انداز میں متعارف نہیں ہوا ہے قرآن فہمی کا ایک منہج یہ بھی ہے اکثر علماء کے خطور میں بھی نازل نہیں ہوا ہے اسکی بنیادی وجہ کلی طور پر قرآن سے اجنبیت دوریت رکھنا ہے قرآن فہمی کو درسگاہوں کے نصاب میں شامل نہ کرنا واضح قرینہ ہوسکتا ہے درسگاہوں کے رائج نصاب کے دروس کیلیے ایک نہج معین ہے اسکی ایک تمہید ہوتی ہے اس تمہید کو پڑھے بغیر وہ نصاب میں داخل نہیں ہوسکتے ہیں علم نحو پڑھنے سے پہلے علم صرف پڑھنا ضروری علم فقہ پڑھنے سے پہلے اصول فقہ پڑھنا ضروری ہے علم فلسفہ کیلیے علم منطق پڑھنا ضروری ہے جسکو انہیں پڑھنا ہے پہلے انکی زبانوں کو پڑھنا ضروری ہے لیکن قرآن چونکہ نصاب میں شامل نہیں لہذا فہم قرآن کیلیے کوئی اصول بھی وضع نہیں ہے یہاں انسان مسلمان درس قرآن کیلیے دوراستے سے داخل ہوتے ہیں ایک شوق وشغف قرآن میرے نبی پر نازل کتاب ہم اسکی تلاوت کرتے ہیں کتنا دلکش ہے ہم کیوں اسکا معنی سمجھنے کی کوشش نہ کریں چھپ کر کوئی قرآن کے بارے لکھے کتاب پڑھتے ہیں یہ شخص قرآن کو پڑھنے کیلیے بے نہج بے اصول پڑھتے ہیں بے اصول پڑھنے والوں کی سمجھ میں بہت کم آتے ہیں کسی نتیجہ پر پہنچتے ہی نہیں دوسرے قرآن پر نقد کرنے والے قرآن سے لوگوں کو دور کرنے کیلیے قرآن میں خامیاں گھڑنے والے قرآن کا درس دیتے ہیں جیسے تفسیر صافی کا درس لوگوں سے بچا کے درس دیتے ہیں لہذا بڑی بڑی ہستیاں علمی نبوغت رکھنے والے شوق وشغف رکھنے والے ایسے علوم وامور میں معروف نہیں ہوتے ہیں مرعوب کتاب غیر مطلوب کتاب ہے آقائی خوئی اجتہاد پر فائز بغیر قرآن فہمی وارد ہوتے تھے بغیر اصول وارد قرآن ہوتے تھے لیکن انکے پاس صلاحیت وقابلیت تھی اسمیں معروف ہوئے لوگوں کو پتہ چلا انہوں نے روک دیا مرحوم باقر الصدر بھی ایسے ہی تھے

قرآن فہمی کے اصول

سب سے پہلے فرق ومذاہب کا امت اسلامی کو قرآن فہمی سے دور رکھنے کے لئے پہلی اقدام تفسیر کی تصنیفات وتالیفات ہے۔ جہاں انہوں نے کسی بھی متکلم کے کلام فہمی کے لئے جو اصول دنیا میں جاری ہے اس سے نظریں ہٹا کر کوئی نئے اصول وضع کیے ہیں۔ حقیقت میں یہ قرآن سے دور کرنے کا طریقہ ہے اس میں کسی کو مستثنیٰ کرنے کی گنجائش نہیں ہے تمام

فرق کا یہ متفقہ طریقہ کار رہے کہ قرآن پہنچنے کے تمام راستے بند کئے جائیں۔

۱۔قرآن فہمی کا پہلا طریقہ قرآن جس زبان میں نازل ہوا ہے اس زبان کا اصل طریقہ استعمال ہی اس کا پہلا ذریعہ ہو تا ہے۔ چند اصول تفسیر لکھنے والوں نے فہم قرآن کی جگہ تفسیر قرآن رکھا ہے۔ تفسیر کا مطلب کلمات سے دور معانی بتانے کو کہتے ہیں۔ علماء دین نے بہترین تفسیر قرآن کو خود قرآن قرار دیا ہے یعنی قرآن سے قرآن فہمی۔ یہ ابتدائی مرحلے میں بہت اچھی نظر آتے ہیں لیکن یہ اپنی جگہ دور کرنے کی تدلیس ہے۔ چونکہ قرآن فہمی میں ایک آیت کو سمجھے بغیر دوسری آیت کو سمجھنا مشکل ہے۔تو دوسری آیت کا معنی کہاں سے سمجھ میں آئے گا۔

۲۔دوسری دلیل قول شافعی بتایا ہے جو پیغمبر نے حکم کیا ہے وہ پیغمبر نے قرآن سمجھ کر کیا ہے پیغمبر نے فرمایا ہے اللہ نے مجھے قرآن دیا ہے یعنی سنت نہیں دیا سنت کے معنی عمل رسول ہیں عمل رسول اللہ اوپر سے نازل نہیں ہے یہ نقل شافعی کا درست نہیں ہے یعنی اگر آیت سے نہیں سمجھیں گے تو آپ دوسری طرف رجوع کریں گے یعنی سنت کی طرف روایات صحیحہ کی طرف رجوع کریں گے۔ اگر سنت پیغمبر میں آیت کے معنی نہیں ملیں تو اقوال اصحاب کی طرف رجوع کریں گے اگر سنت پیغمبر، قول صحابہ اور تابعین سے نہیں ملا تو لغت کی طرف رجوع کریں گے یعنی تیسرے درجہ پر لغت کو رکھا ہے یہ آپ نے مقدم کو موخر اور موخر کو مقدم کیا ہے۔ دنیا میں کسی کے بھی کلام کو سمجھنے کے لئے سب سے پہلے اس کی لغت کو سمجھنا ہوتا ہے قرآن عربی میں نازل ہوا ہے عربی کو قرآن سمجھ میں نہ آنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن پہلے مرحلے میں عرب سے خطاب ہے بلکہ قرآن کا عربی کلمہ معنی میں واضح کیا ہے لہذا اللہ نے قرآن عربی ہونا دلیل قرار دیا ہے دنیا کا ہر کلام اس کی لغت سے سمجھا جاتا ہے آپ نے قرآن فہمی کے لئے لغت میں جن لوگوں کی نشاندہی کی ہے کہ ان کے لغات میں دیکھیں یعنی ان کی لغات کو حجت گردانا ہے جبکہ قرآن جس معاشرے میں نازل ہوا ہے جن ذوات سے پہلے مرحلے میں خطاب کیا ہے ان کو ناسمجھ قرار دیا ہے۔ قرآن قریش کی زبان میں نازل ہوا ہے جبکہ آپ نے ابوبکر اور عمر کو قرآن نہ سمجھنے والوں میں شامل کیا ہے فہم قرآن کے لیے جو طریقہ بتایا جاتا ہے وہ بدنیتی پر مبنی ہے اسکی بدنیتی پر مبنی ہونے کے اور بھی شواہد ملتے ہیں قرآن نے شعر و شاعری کو رد کیا آپ نے پورے دین کو شعر میں پیش کیا ہے مدح ومنقبت نبی اور فضائل علی واصحاب کو شعر میں بیان کیا ہے۔ آپ نے دوسری صدی میں آنے والے شعراء کی زبان کو شارع قرآن بتایا ہے یہ بھی ایک خیانت ہے تو قرآن فہمی میں قرآن کو سنت اور صحابہ سے سمجھا قرآن فہمی میں لغت عرب سے سمجھنا یہ سب ذومعانی کلمات ہیں ان سب طریقوں میں خیانت سوءنظر آتی ہے

قرآن فہمی کیسے پیدا کریں۔

علوم قرآن سے وابستہ علماء کا کہنا ہے کتب تفاسیر پڑھیں کتب تفاسیر انسان کو قرآن سے نزدیک کرنے کی بجائے دور کرتی ہیں چنانچہ کلمہ تفسیر خود الفاظ سے دور کے معنی نکالنے کو کہا ہے اکثر و بیشتر تفاسیر اس طرح کی ہیں بطور مثال سورہ کہف میں آیت موسی مجمع بحرین میں جس بندے سے ملتے ہے قرآن میں اس کو عبد صالح کہا ہے جبکہ کتب تفاسیر میں اس کو خضر کہا ہے کلمہ عبد الصالح سے خضر کیسے نکال لیا ہے انسان کے لیے اطمینان کریں عبد الصالح سے مراد خضر ہے اور خضر کون تھے کہاں سے معلوم کریں ایسی مثال بہت ہیں

۲۔ دوسری مثال قرآن کریم میں قیامت کے دن بعض گناہ گار شفاعت سے جنت جائیں گے جبکہ ایک آیت آئی ہے قیامت کے دن کوئی شفاعت نہیں ہوگی ایک امت جس کے حق میں شفاعت کی اجازت ہوگی ان کی شفاعت ہوگی۔

۳۔ جن کو شفاعت کرنے کی اجازت ملے گی پھر مفسرین لکھتے ہیں وہ انبیاء ہوں گے یہ بات انہوں نے کہاں سے نکالی ہے

۴۔ قرآن شناسی والوں کا کہنا ہے قرآن کی موجودہ ترتیب و تنظیم وحی سے ہوئی ہے کہ نبی کریم کی ہدایت کے مطابق ترتیب ہوا چنانچہ اکثر و بیشتر جگہ عام انسان بھی درک کرتے ہیں آیات ایک دوسرے سے مربوط و منظم ہیں لیکن تفاسیر سور کوثر کی تفسیر میں رابطہ نظر نہیں آتا ہے فصل نماز وانحر قربانی یہ آیت سے نہیں بنتی ہے۔

قران فہمی اور تفسیر بالرائے میں واسطہ۔

قرآن اور دیگر متکلمین سمجھنے کا پہلا وسیلہ ذریعہ اس کتاب کی زبان کو سمجھنا ہے زیادہ سے زبان کی باریکی ادائیگی میں لطائف طرائف کا بھی توجہ دینا ہے لیکن قرآن دیگر کتابوں کی بنسبت ایک امتیاز خاص کے حامل ہے وہ اس کو سمجھنا سہل و آسان میسر بنایا ہے دوسرا طریقہ کلام کے سیاق وسباق پر غور وخوض کرنا ہے تفکر وتدبر کرنا ہے چنانچہ خود قرآن میں اس چیز کی طرف دعوت دی گئی ہے سبا۴۶ ﴿قُلْ إِنَّما أَعِظُكُمْ بِواحِدَةٍ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنى وَ فُرادى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا ما بِصاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلاَّ نَذيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذابٍ شَديدٍ﴾ بقرۃ۲۱۹ ﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ قُلْ فيهِما إِثْمٌ كَبيرٌ وَ مَنافِعُ لِلنَّاسِ وَ إِثْمُهُما أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِما وَ يَسْئَلُونَكَ ما ذا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآياتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ﴾ نساء۸۲ ﴿أَ فَلا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَ لَوْ كانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فيهِ اخْتِلافاً كَثيراً﴾ محمد۲۴ ﴿أَ فَلا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلى قُلُوبٍ أَقْفالُها﴾ رعد۱۹ ﴿أَ فَمَنْ يَعْلَمُ أَنَّما أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمى إِنَّما يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبابِ﴾ زخرف۱۸۴ اعراف۱۸۴۔ ﴿أَ وَ لَمْ يَتَفَكَّرُوا ما بِصاحِبِهِمْ مِنْ جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلاَّ نَذيرٌ مُبينٌ﴾

قرآن کریم کے کلمات مادہ صیغہ سیاق وسباق نظم سب سے صرف نظر کر کے آیت کو یہاں غلطی سے یا تحریف کر کے لانے والوں نے رکھا جو آیت چاہے اپنی جگہ پر یا کسی اور جگہ پر ہو اس کے کلمات کے مادہ ہوتا ہے صیغہ ہوتا ہے ان سے بھی ہٹ کر احادیث ہے کہ کر گویا احادیث تر وتازہ امین وحی نازل کیا ہے قرآن نازل ہوئے عرصہ دراز گزر گیا ہے احادیث کو من وعن قبول کریں ورنہ ہم منوا سکتے ہیں ایسی تفاسیر کلمات آیات کے مخالف جو معنی کریں گے باطل ہوں گے یہاں ان میں سے چند نمونے پیش کرتے ہیں۔

۱۔شوریٰ کی آیت ۲۳ ہے یہاں کلمہ قربیٰ ہے کلمہ قربیٰ مادہ قرب سے اسم تفضیل مونث ہے کلمہ قرب اپنی جگہ کلمات طرفیہ میں سے چاہتے طرفیہ مکانی ہو یا زمانی قرآن کریم میں قرب زمانی اور مکانی دونوں کے لیے آئے ہیں طرفیہ کے بعد ہر قرب کے لیے بھی استعمال کیا ہے اس حوالے سے انسان جب خود کو دیگر انسانوں سے جوڑتا ہے تو بھی منزل نظر آتا۔

۲۔اپنے قریب اعزاء میں ماں باپ دونوں کی طرف قریب افراد ان کو صلہ ارحام کہتے ہین جن میں سرفہرست اپنے والدین کے لیے اولا د ہوتی ہے اولاد کے لیے باپ اور ماں کے رشتہ دار ہوتے ہیں ان کو اقرباء کہتے ہیں اگلے مرحلے میں اباعد آتے ہیں قرب نزدیکی قرب مکانی بقرہ ۳۵ قرب زمانی اقترب للناس ۴۷ انبیاء قرب نبی بقرہ ۸۳ نساء ۷ قرب مقام ومنزلت واقعہ ۱۰ قرب خلاف البعد انسان دوسرے انسانوں کے برابر میں تین مراتب رکھتا ہے خود ذات اور اس کے تطبیق اولاد والدین زوجہ اباعد مد مقابل بعد اور اعزاء کے در قربیٰ ہوتے ہیں۔

تفسیر قرآن سنت رسول سے۔

یہاں سنت رسول سے مراد قول فعل رسول ہیں یعنی آپ نے کسی آیت کی تفسیر توضیح فرمائی ہے یا آپ کا عمل مسلسل رہی ہے چونکہ آپ تابع قرآن ہیں تو یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوگا کہ آپ کا عمل قرآن کے مخالف نہیں ہوگا لہٰذا یہ کہیں گے سنت شارح موضح قرآن ہے سورہ نحل کی آیت ۴۴ بھی اس کی تصدیق وتائید کرتی ہے لیکن تفسیر قرآن سنت کے سلسلے میں ایک حدیث صاحب اصول تفسیر وقواعدہ تألیف خالد عبد الرحمان ص ۷۹ پر ابی داؤد سے کتاب امرات میں ترمذی نے اپنی جامعہ میں کتاب علم ابن ماجہ دارمی میں امام احمد سے نقل کی ہے (عبارت لکھنا ہے متن حدیث کا) یعنی قرآن بھی دی ہے اور قرآن کے برابر بھی دی ہے یعنی سنت بھی قرآن کے برابر مقدار میں دی ہے یہ حدیث اپنی جگہ سند ومتن دونوں حوالے سے موضوع نقاش بحث وتحقیق ہے اس پر ملاحظات ہو سکتے ہیں

۱۔پہلے مرحلے میں کہا گیا کہ پیغمبر شارح ومبین قرآن ہیں اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے پیغمبر مقابل قرآن ہیں قرآن و محمد ملکر شریعت بنتے ہیں یہاں دو شریک بتاتے ہیں کیونکہ شارع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مطلب کو لفظ سے نکال کے

بتاتے ہیں وہ مطلب کو سیاق وسباق سے نکال کے بتاتے ہیں آپ آیات کی تفسیر کو دیگر آیات سے جوڑ کے بتاتے ہیں جب آپ تفسیر کو مثلہ مع سے کریں گے تو یہ الگ ہوں گے۔

۲۔قرآن کریم اس میں خشک وتر سب ہے لیکن اس میں ہر چیز کی تفصیل نہیں ہے تفسیر قرآن بہ سنت کے قائلین کے نزدیک اگر آیات کی تفسیر پیغمبر کی سنت میں نہیں ملا تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کریں گے صحابہ جانتے ہیں کیوں کہ وہ نزول قرآن کے شاھد وناظر تھے لہٰذا ان سے مروی روایات کو تفسیر قرآن میں قول نبی کی حیثیت ہوگی دین اسلام کو تہ وبالا کرنے میں سب سے بڑی کردار ان لوگوں نے کی ہے جنھوں نے اھل البیت اور اصحاب کو بطور مطلق رسول کے مساوی قرار دی ہیں یہ بات اظہر من الشّمس ہے اہل بیت واصحاب سب عالم تھے یہ معصوم خطاء ولغزش سے پاک تھے اصحاب میں سے کتنے جنگ جمل وصفین نہروان میں خلیفہ المسلمین کے خلاف باغی تھے اہل بیت سے وابستوں میں سے کتنے لوگوں نے اقتدار کی جنگ لڑی ہے جن سے آئمہ ناراض ونالان ہے لمبی فہرست ہے۔

اہل البیت سے کتنے اقتدار پرست نکلے ہیں انکی اقتدر پرستی سے کتنے لوگ قتل ہوئے ہیں نظام مسلمین درھم برھم ہوے ہیں خاص کر فاطمیین کے کردار ابھی تک مسلمان بھگت رہے ہیں اس خاندان سے زر پرست کتنے نکلے ہیں بنی عباس بنی امیہ سے کتنی دولت کمائی ہیں وہ تاریخ میں ثبت ہے اسی طرح اصحاب میں مشرکین کو جاسوسی کرنے والے جنگ میں بغیر عذر حیلہ بہانے سے شرکت سے گریز کرنے والے مسجد ضرار بنانے سے کم فھم وادراک میں اصحاب الف سے یے تک کے فاصلہ ذرہ سے مجرہ تک کے فاصلے غبی اور ذکی ہونا عقل ونقل دونوں سے ثابت ہیں ان کی کو پیغمبر کی دعا سے جوڑنا پیغمبر نے ان کی حق میں دعا کی تھی یہ فرط القتات یہ پیغمبر رحمت للعالمین تھے یہ جو دعا پیغمبر نے ابن عباس کے حق میں عبداللہ بن عمرو بن عاص کی ہے کیوں اپنے چچا کے حق میں نہیں کی کیوں حضرات حسنین کے حق میں نہیں کی کیوں جعفر طیار کے اولادوں کے حق میں نہیں کی۔

حدیث الاوتیت الکتاب و مثله الا اوتیت القر آن و مثله معه لال یو شک رجل ینشی شعبان علیٰ اریکته یقول علیکم با لقر آن فما وجود تم فی من حلال محلوه و ما وجد تم فیمن حرام فحترمو الا لا یحل لکم لحم الحمار اهلی ولا کل ذی ناب من السباع الا ولا لقطة من المال معاهد الا ان یستد من عنها صاحبها و من نزل یقوم فعلیهم ان یقروهم فان لم یقروهم فلهم ان یعقوبهم بمثل قراهم .

اس حدیث کے راویان مسند احمد بن حنبل سے ج۴ص۱۳۰ سے نقل کیا ہے۔

۱۔عبداللہ نے ابی سے

۲۔یزید بن ہارون

۳۔حریز بن عبدالرحمٰن بن ابی عوف الجرشی

۴۔المقدام بن معدیکرا کندی

رسول اللہ سے مندرجہ بالا حدیث کے راویان سنن ابن ابی داود ج ۴ص ۲۰۰ حدیث ۴۶۰۴

۱۔عبدالوہاب بن نجدۃ

۲۔ابوعمرو بن کثیر بن دینار

۳۔حریز بن عثمان

۴۔عبدالرحمٰن بن ابی عوف

۵۔المقدام بن مویکرب

رسول اللہ سے کتاب عقود المرجان ص ۳۷ پر لکھتے احادیث ضعیف سے تفسیر کرنا جائز ہے چنانچہ فقہانے قیاس پر حدیث ضعیف کومقدم رکھتے تھے امام احمد بن حنبل نے فرمایا حدیث ضعیف رائے سے بہتر ہے جب فقہ میں حدیث ضعیف سے فتوی دینا صحیح ہے تو تفسیر میں بھی جائز ہے کتاب قواعد حدیث من فنون مصطلح الحدیث تالیف جمال الدین قاسمی ص ۱۱۱ پر لکھتے ہیں حدیث ضعیف وہ حدیث ہے جس میں شرط صحت کا فقدان ہے نہ اس میں حسن ہے حدیث ضعیف کے اقسام ہیں موضوع مغلوب شاز منکر معلل مضطرب ہیں جب علماء حدیث نے حدیث ضعیف کو مردود کہا ہے تو پھر اس کو فقہ میں تفسیر میں لانے کیا منطق ہے۔

اس کی سند

مفسرین نے اس تفسیر کو احسن تفاسیر قرار دیا ہے اس میں جائے شک وتردید نہیں یہ ایک حقیقت ناصعہ قاطعہ ہے قرآن کریم کی نظام ترتیب جو کہ بذریعہ وحی ہوا ہے اس کا منہ بولتا ثبوت ہے ایک آیت کسی جگہ بطور اجمال بیان ہوا ہے یہی مطلب دوسری جگہ بطور تفصیل بیان ہوا ہے ایک جگہ مختصر بیان ہوا ہے دوسری جگہ بسیط کلام کی ہے اس کی ایک مثال سورہ مریم کی آیت۔۷۱ میں دی ہے اسی آیت کا ایک ٹکڑا ٭وان منکم الّا واردھا تم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونے والا ہے تم میں سے ہر ایک جھنم پہنچے گا یقیناً یہ خبر ایک مایوس کن خبر ہوگی لیکن اسی کے ذیل میں آیا ہے پھر ہم متقین کو نجات دیں گے ظالمین کو چھوڑیں گے اس کی ایک مثال زیادہ تر سورہ انعام کی آیت ۸۲ سے دی ہے اسکی تفسیر

سورہ لقمان کی آیت ۱۳ سے دی ہے لیکن یہاں بھی یہ تفسیر واضح نہیں ہے اس آیت میں ظلم میں ملوث ملبوس انسان کو قیامت کے دن امن نہیں ہوں گے امن صرف مؤمنین کے لئے ہونگے ظلم سے مراد ظلم شرک کی ہے ظلم شرک سے مراد تنہا بت پرستی نہیں بلکہ تمام انواع اقسام ظلم ہیں اللہ کو خالق سمجھتے ہیں عبادت گزار بھی ہیں لیکن نظم کائنات میں اللہ کو بے دخل کیا ہے نظام وضعی نفاذ کرنے میں سرتوڑ کوشش کی ہے گویا قیامت کے دن نجات دو گزرگاہ سے گزرتا ہے ایک منطقہ ایمانی جو شرک جلی سے گزرتا ہے شروع ہوتا ہے

ایک منطقہ عملی ہے شرک منطقہ اعتقادی سے گزر کر میدان عملی میں اعراض کرنے والے یا کوتاہی کرنے والوں کا بھی حشر برا ہوں گے جیسا کہ سورہ بلد اور سورہ عصر میں آیا ہے

تفسیر قرآن بہ قرآن۔

قرآن کا قرآن سے تفسیر اس کی چند مصادیق بنتے ہیں۔

۱۔ایک لفظ کا معنی مفہوم اسی آیت کے ذیل میں بیان کی ہے۔

۲۔ایک لفظ کا معنی دوسری آیت میں بیان کی ہے۔

۳۔ایک جملے کا مفہوم دوسری آیت میں بیان کی ہے جیسے سورہ دخان کی ایک اور تین میں ہے اس کی بیان سورہ قدر کی آیت ایک میں آیا ہے ان دونوں کا مصداق رمضان میں ہوا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ اسی طرح سورہ انفال آیت ۔۲۴ کی توضیح سورہ حشر کی آیت ۱۹ میں ہوا ہے سورہ دھر کی آیت: ۴۱ ﴿﴾ اس کی وضاحت سورہ مائدہ کی آیت: ۳۳ ﴿إِنَّما جَزاءُ الَّذينَ يُحارِبُونَ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَساداً أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْديهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيا وَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذابٌ عَظيمٌ ﴾ میں ہوا ہے سورہ بقرہ آیت: ۳۰ ﴿وَ إِذْ قالَ رَبُّكَ لِلْمَلائِكَةِ إِنِّي جاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَليفَةً قالُوا أَ تَجْعَلُ فيها مَنْ يُفْسِدُ فيها وَ يَسْفِكُ الدِّماءَ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ قالَ إِنِّي أَعْلَمُ ما لا تَعْلَمُونَ ﴾ کی تفسیر سوہ لقمان آیت ۲۰ ﴿أَ لَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ وَ أَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظاهِرَةً وَ باطِنَةً وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُجادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ لا هُدىً وَ لا كِتابٍ مُنيرٍ﴾ سورہ جاثیہ آیت: ۱۳ ﴿وَ سَخَّرَ لَكُمْ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ جَميعاً مِنْهُ إِنَّ في ذلِكَ لَآياتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ میں ہوا ہے۔

اگر زمان نزول میں جہاں پیغمبر دو بدو مشرکین وملحدین سے مقابلہ تھا اگر اس کلام میں کلام غربیہ یا غرائب ہوتے تو

مشرکین دومنٹ میں پیغمبر کو رد کر سکتے تھے آپ کی بات ہمارے سمجھ میں نہیں آ رہا ہے پیغمبر کی بیان یہ آیت اتنی سہل اور سریع فہم تھے اور مؤثر اثر کنندہ تھے جلدی سے مخاطب کے سمجھ میں آتے تھے لھذا مشرکین نے مکے میں آنے والوں کو پہلے جاکے روکتے تھے محمد سے نہ ملے یہ سمجھانے میں سحر کرتے ہیں عرب کے لجوج وبد وبغیر توضیح کنندہ بغیر تفسیر کنندہ اس کلمے کا معنی یہ ہے اچھی طرح سے سمجھ میں آتے تھے بھلا یہ اصحاب کا جن لوگوں نے ان کو بدنام کیا الفاظ قرآن اصحاب کے سمجھ میں نہیں آ رہے تھے ایمان لانے کے بعد بھی ان کے سمجھ میں نہیں آ رہے تھے تو قرآن سمجھ میں نہ آنے کی واحد رکاوٹ دو میں سے ایک ہوگا یا ایمان سمجھ میں آنے سے مانع ہے یا نفاق مانع ہے ظاہر قرائن شواھد یہ بتاتے ہیں قصص قرآن میں کسی کو آیت غریبہ نظر نہیں آتا ہے ان کو آیات غریبہ صرف آیات ایمانی اور عملی میں نظر آتا ہے ساری توڑ پھوڑ یہاں ہے ایمانیات عملیات سے متعلق آیات میں ہیں

اسباب ووجوہات ضرورت تفسیر قرآن

یہ اسباب وجوہات جو مفسرین نے تفسیر کے بارے میں علوم قرآن کے نام سے تفاسیر کے مقدمے میں جداگانہ علوم قرآن کے نام سے بیان کی ہے جو وجوہات انھوں نے پیش کی ہے اس کو ایک حوالے سے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک وجہ کی برگشت خود قرآن کریم ہے قرآن کریم کی دلالت میں پوشیدہ ہے قرآن کریم میں کلمات غریبہ ہے یعنی بعید الفھم کلمات مستعرب ہے یعنی غیر عربی کلمات مشترک معانی ہے

تبین قرآن بلاغت قرآن

دنیا میں رائج تشریح توضیح پہلے مرحلہ میں اس کلام کے لغت سے کیا جاتا ہے جس میں یہ کلام آئی ہے اگر اس کے بعد کوئی کمی خلاء یا تعیّن مصادیق کی ضرورت پڑے تو اس کے گردو پیش قرائن وشواھد سیاق وسباق سے کرتے ہیں قرآن زبان عرب میں نازل ہوا ہے عربی ایک زبان وسیع وعریض زبان ہے کوئی کلام مبہم مجمل یا غیر مانوس نظر آیا تو اس کو عربی لغت میں دیکھا جائے گا لغت نویسیوں نے اس کلمے کی کیا تشریح توضیح دی ہے لغت میں بھی جدید وقدیم ہے لھذا قرائن کہ جس کے نزول کے پندرھویں صدی چل رہی ہے لہٰذا کسی بھی کلمہ قرآن کا توضیح وتشریح یا تفسیر منجد، غیاث الغت، سے نہیں کیا جائے گا قرآنی کلمات کی تشریح سب سے قدیم لغات سے کریں گے کلمات قرآن کے معنی لغوی تلاش کرنے کی خصوص لغات ہے جیسے مفرادات راغب اصفہانی عمدہ الحفاظ وغیرہ جو کلمات ومستعمل قرآن کے معانی کیلئے مخصوص ہے جب لغات سے کریں گے تو لغات میں بھی حوالہ دیکھنا ضروری ہے جس طرح روایت میں حوالہ دیکھتا ہے کتب مسئلہ کتب لغات میں حوالہ دیا وہ دیکھا لغت نویسوں میں سے ایک قرطب نامی شخص ہے یہ سیبویہ کے شاگرد تھے اس کتاب جمھرۃ

العرب دیکھا ہے وہ فاسدہ العقیدہ علماء ان کی لغت پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔فلاں نے اس کلمے کا معنی کیا ہے اس کا حوالہ ان کتابوں میں موجود ہیں مثلاً سب سے بڑی اور رائج کتب لغت لسان العرب تاج العروس صحاح مفردات راغب ہیں ان کتابوں میں کلمات کے معانی جن لغویوں سے نقل کی ہے جس طرح کتاب کے لئے مصادر ہوتا ہے مصادر لغوی میں اشہر لغوبین مشہور ترین لغوبین میں ابو عبیدہ مبرد فرہ زجاج قطرب شریف رضی راغب اصفہانی کا نام آتا ہے۔

تفسیر قرآن بہ قرآن

قرآن کی قرآن سے تفسیر کے چند مصادیق بنتے ہیں۔

۲۔ایک لفظ کا معنی دوسری آیت میں بیان کیا ہے۔

۳۔ایک جملے کا مفہوم دوسری آیت میں بیان کیا ہے جیسے سورہ دخان کی ایک اور تین کا بیان سورہ قدر کی آیت ایک میں آیا ہے ان دونوں کا مصداق رمضان میں ہونا ہے سورہ بقرہ آیت ۱۸۵ اسی طرح سورہ انفال آیت۔۲۴ کی توضیح سورہ حشر کی آیت ۱۹ میں ہوا ہے سورہ دھر کی آیت ۱۴۱ اس کی وضاحت سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ میں ہوا ہے سورہ بقرہ آیت ۳۰ کی تفسیر سوہ لقمان آیت ۲۰ سورہ جاثیہ آیت ۱۳ میں ہوا ہے۔

واردار باطنیہ وبناتہا علی القرآن:

قرآن کریم کا مقابل بالمثل سے عاجز وقاصر آنے کے بعد انہوں نے قرآن کو حجیت سے گرانے کیلیئے سوچا ہم ظاہر میں قرآن کی تعظیم وتوقیر کرائیں خود کو خدام القرآن متعارف کرائیں سنت سے متصل ماں جیسا نوچیں اس کے لئے مختلف نام سے میزائل بنائے:

۱۔قرآن میں کلمات غربیہ ہے جس کی وجہ سے قرآن عام انسانوں کی سمجھ میں نہیں آرہا اس کا قرائن اور شاہدہ تلاش کئے۔

۲۔حدیث کو قرآن پر فوقیت دی پھر حدیث کو اٹھانے کیلیئے محیط اسلام سے دور دشمن اسلام و مسلمین خراسان کو انتخاب کیا حدیث کو کبھی اصحاب بھی اہل بیت کے نام سے اٹھایا ہے۔

۳۔بعض آیات قرآن گم ہوگئی یا منسوخ ہوگئی۔

۴۔فقہ کو جاگزین حدیث کریں۔

۵۔علوم عربیہ کو خدام قرآن کے نام وجود میں لایا ہے۔

۶۔علم کلام کو دقائق ومعارف قرآن میں تشکیک دیں۔